(متن حدیث معرّب)

لفخر المحدثین الناقد مولانا ظفر احمد العثمانی التھانوی رحمہ اللہ متوفی

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

جلد سوئم

مکتبہ امدادیہ

ملتان - پاکستان فون: ۵۴۴۹۶۵

فہرس

ابواب احیاء السنن جلد سوم

کتاب الحج

ابواب جمرات کی رمی اور اس کے آداب کے بیان میں

حج کے مختلف مسائل

ابواب احرام کی قسمیں

ابواب الجنایات

ابواب شکار کرنے کی جزاء

حج سے متعلق مختلف مسائل

ابواب الاحصار

ابواب کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ھدی کا بیان

کتاب النکاح

محرمات کا بیان

ابواب ولی اور کفو کے بیان میں

کفاءت (ہمسری) کا بیان

ابواب المهر

ابواب کفار کے نکاح کا بیان

ابواب القسم

رضاعت کا بیان

ابواب نکاح کے متفرق مسائل

کتاب الطلاق

ابواب الایمان فی الطلاق

ابواب الرجعة

فصل: طلاقِ مغلظہ والی عورت خاوند کے لئے کیسے حلال ہو سکتی ہے

ایلاء کے ابواب

خلع کے ابواب

ابواب الظہار

ابواب اللعان

عورت پر قدرت نہ رکھنے والے کا بیان

ابواب العدۃ

سوگ کا بیان

ثبوتِ نسب کا بیان

ابواب: بچے کی پرورش کے بیان میں اور اس بیان میں کہ بچے کو لینے کا زیادہ حق دار کون ہے

نفقہ کے ابواب

کتاب العتاق

کتاب قسموں کے بیان میں

کتاب الحدود

فصل حد نافذ کرنے کی کیفیت

فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان میں

باب ڈاکہ زنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالانبیاء وخاتم المرسلین۔

اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت وراہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا، جس کی آخری کڑی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق جل شانہٗ نے قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے احکام و مجمل مقامات کی توضیح وتشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق جل شانہٗ نے خود بذریعہ وحی کرائی۔ چنانچہ فرمایا: **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم لعلھم یتذکرون.**

چنانچہ آپ موقع بموقع یہ فریضہ ساری زندگی ادا فرماتے رہے۔ مجملات کی تفصیل ہوتی رہی اور بسا اوقات اس میں بوجہ مصلحت کے نسخ بھی جاری ہوتا۔ بہرحال آپ کی ساری حیاتِ طیبہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے من حیث الجماعۃ محفوظ کرلیا۔ پس یہ دعویٰ بجا طور پر درست اور حقیقت پر مبنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر قول اور فعل محفوظ ہے۔ اگرچہ قرنِ اوّل میں یہ کتابی صورت میں مرتّب نہ ہوں مگر جماعت صحابہ اس پر عمل پیرا ضرور تھی۔

حضرات صحابہ کرام کے بعد علماء راسخین نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو مرتّب کیا جاوے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد حضرات نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کردیں اور یوں مکمل طور پر جمع روایات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض صحابہ کرام نے بھی یہ کام کیا تھا، مگر اب ضرورت جامعیت کی تھی۔ چنانچہ یہ کام جب شروع ہوا تو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسے اصول وقوانین مرتب کئے جاویں جن کے ذریعے منشاءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ اب ظاہر ہے کہ اس کے لئے قرآن وحدیث کے ذخیرہ کے علاوہ لغت عرب پر مکمل دسترس ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا اجتہادی ملکہ اور اخلاص و تقویٰ بھی ضروری ہے۔ اللہ پاک نے خیر الامم میں بے شک ایسے افراد ایک بڑی تعداد میں پیدا فرمائے اور انہوں نے اس ذیل میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں مگر عملی طور پر قبولیت عامہ جو ائمہ اربعہ اور ان میں خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہ کو نصیب ہوئی وہ کسی کو نہیں ہوئی۔ آپ نے اپنے تلامذہ اور بعض معاصرین کی جماعت کے ساتھ جو اس ذیل میں خدمت سرانجام دی پوری اُمت آپ کے اس کارنامہ پر شکرگزار ہے اور آپ کے اس شجرِ طوبیٰ سے مسلسل استفادہ کررہی ہے، **فجزاہ اللہ احسن الجزاء.**

برصغیر پر انگریز کے غلبہ کے بعد جہاں اور فتنے نمودار ہوئے ان میں سے ایک فتنہ انکارِ فقہ کا بھی ہے۔ چنانچہ ایک منظم طریقہ سے ائمہ مجتہدین خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ کو یوں کہہ کر بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ ان کو حدیث کا علم نہ تھا اور (العیاذ باللہ) یہ احکام ومسائل حدیث کے خلاف ہیں۔ ان حالات میں حفاظتِ دین کے لئے ضروری ہوگیا کہ اس غلط پروپیگنڈا کا رد کیا جاوے۔ اس لئے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت احکام ومسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ کی مقلد تھی۔ اب جب انکارِ فقہ اور حضرت امام صاحبؒ پر طعن کا دروازہ کھلے گا تو یقیناً عام آدمی دین سے برگشتہ ہوجائے گا۔ چنانچہ علماء کرام اس فتنہ سے غافل نہیں ہوئے اور اُنہوں نے تقریر وتحریر کے ذریعہ اس کا رد کیا۔ اس ذیل میں محدثِ جلیل حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے ایماء پر ان کی سرپرستی میں احادیث مبارکہ کا ایک مجموعہ "اعلاء السنن" کے نام سے مرتب کیا، جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ الحمد للہ فقہ حنفی کا ایک ایک ثبوت بالقرآن والحدیث ہے اور نص جہاں نہ تھی وہاں قیاس کی طرف رجوع بھی نص ہی کی روشنی میں کیا گیا۔ الحمد للہ اس کتاب کو عرب وعجم کے علماء کی تائید حاصل ہوئی۔ اور آج علماء کرام اور حضرات مدرسین اس کتاب سے استفادہ کررہے ہیں۔ مگر اصل کتاب عربی میں ہے اور جامعیت کا تقاضا ہے کہ اس کے فائدہ کو عام کیا جاوے۔ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائیں جامعہ خیر المدارس ملتان کے قابلِ قدر مدرّس برادرِ عزیز جناب مولانا نعیم احمد زید مجدہٗ کو کہ اُنہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس کا سلیس ترجمہ کرکے اس کے فائدہ کو عام اور تام کردیا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء.** آپ کے والد گرامی جناب مولانا حافظ نور احمد صاحب مدظلہٗ کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ ان جیسی کتب کی اشاعت کو ترجیح دی جاوے۔ چنانچہ ان کی دلچسپی سے یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہٗ کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچے، آمین۔

ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد عابد عفی عنہ
مدرّس جامعہ خیر المدارس ملتان
یکے از خدام حضرت بہلوی قدس سرہٗ
۲۹ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحَجِّ

وقوله عزوجل: ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾۔

بَابُ اَنَّ الْحَجَّ لَا يَجِبُ فِي الْعُمُرِ اِلَّا مَرَّةً

۲۵۴۹- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا، فَقَالَ رَجُلٌ: اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ﴾۔ رواه احمد، و مسلم، والنسائی، وتمامه: ثم قال: ﴿ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ﴾۔ و فی لفظ: ﴿وَلَوْ وَجَبَتْ مَاقُمْتُمْ بِهَا﴾ كذا فی "النيل" (٤-١٦٠)۔

کتاب الحج

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے یعنی اس آدمی کے ذمے فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔ (سورۂ آل عمران)۔

فائدہ: حدیث میں سبیل کی تفسیر زاد اور راحلہ سے کی گئی ہے یعنی سواری کا بندوبست بھی ہو اور سفرخرچ کا انتظام بھی۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۲۵۵۴ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

باب حج پوری عمر میں صرف ایک مرتبہ ہی فرض ہے

۲۵۴۹۔ ابوھریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے پس تم حج کرو، کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال حج کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے، پوچھنے والے نے تین مرتبہ یہ پوچھا، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کردیتا تو ہر سال فرض ہوجاتا لیکن تم ہر سال حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے (احمد، مسلم، نسائی) پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھے اتنی ہی بات پر چھوڑ دو جس پر میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ (ہر سال) واجب ہوجاتا تو تم اس کو ادا نہ کرسکتے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ پوری عمر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے اور یہ جو فرمایا مجھے اتنی ہی بات پر چھوڑ دو۔ الخ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شارع کی طرف سے کوئی حکم نہ پہنچے اس وقت تک بندوں پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ نیز اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

۲۵۵۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿یَا اَیُّهَاالنَّاسُ! کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ، فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَقَالَ: اَفِیْ کُلِّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْابِهَا، وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْمَلُوْا بِهَا، اَلْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ﴾۔ رواه احمد، والنسائی بمعناه، واخرجه ایضا ابوداود، وابن ماجة والبیهقی والحاکم، و قال: صحیح علی شرطهما۔ (نیل الاوطار ٤: ١٦٠)

بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ عَلَی الْفَوْرِ

۲۵۵۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ﴿تَعَجَّلُوْا اِلَی الْحَجِّ- یَعْنِی الْفَرِیْضَةَ-، فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ مَا یَعْرِضُ لَهٗ﴾۔ رواه احمد۔ (نیل الاوطار٤-١٦٤) وصححه الحاکم فی "المستدرک" (١-٤٤٨) واقره علیه الذهبی۔

۲۵۵۲- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ، اَوْ اَحَدِهِمَا عَنِ الْآخَرِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ، فَاِنَّهٗ قَدْ یَمْرَضُ الْمَرِیْضُ، وَتَضِلُّ الرَّاحِلَةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَةُ﴾۔ رواه احمد، وابن ماجة، و فی اسناده اسماعیل بن خلیفة العبسی ابو

۲۵۵۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ اقرع بن حابسؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال فرض ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کر دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم عمل نہ کرتے اور تم ہر سال حج کرنیکی طاقت بھی نہیں رکھتے ہو، حج ایک مرتبہ فرض ہے۔ اور ایک سے زیادہ مرتبہ حج کروگے تو وہ نفلی ہوگا (احمد، نسائی، ابوداود، ابن ماجہ)۔ اور یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس بات پر اجماع ہے کہ حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے، نووی اور حافظ وغیرہ نے ایسا ہی کہا ہے (نیل) احناف کے نزدیک ایک سے زائد حج نفل ہونگے اور فما زاد فهو تطوع اس پر دلیل ہے۔

باب حج فوری طور پر فرض ہے

۲۵۵۱۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرض حج جلدی ادا کرو اس لئے کہ کسی کو کیا معلوم کہ اسے کیا حادثہ پیش آ جائے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار) حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے اور ذھبی کی بھی یہی رائے ہے۔

۲۵۵۲۔ ابن عباسؓ فضل سے یا فضل، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے چاہیے کہ جلدی ادا کرے اس لیے کہ اسے کوئی مرض لاحق ہو سکتا ہے، یا کوئی مشقت پیش آ سکتی ہے یا کوئی ظاہری حاجت رکاوٹ بن سکتی ہے (احمد، ابن ماجہ)۔ اس میں ایک راوی اسماعیل صدوق (سچا) اور کمزور حافظے والا ہے لیکن دوسرے شواهد کی بنا پر یہ حدیث حسن ہے (ا

اسرائیل صدوق ضعیف الحفظ، کذا فی "النیل" (۴-۱۶۵)، قلت: وله شواهد کما سنذکره، فالحدیث حسن۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْحُرِّیَّةِ وَالْبُلُوْغِ لِوُجُوْبِ الْحَجِّ

۲۵۵۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَیُّمَا صَبِیٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ فَعَلَیْهِ اَنْ یَّحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰی، وَاَیُّمَا اَعْرَابِیٍّ حَجَّ ثُمَّ هَاجَرَ فَعَلَیْهِ اَنْ یَّحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰی، وَاَیُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ اُعْتِقَ فَعَلَیْهِ اَنْ یَّحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰی﴾۔ رواه الحاکم فی "المستدرک"، و قال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، و صوب البیهقی وقفه، وقال: تفرد برفعه محمد بن المنهال۔ واستدرک الشیخ فی الامام علی البیهقی، و قال: رواه الاسماعیلی فی مسند الاعمش عن الحارث بن سریج ابی عمر النقال عن یزید بن زریع به مرفوعا، فزال التفرد اه۔(زیلعی ۱-۸۶۸) ویؤید صحة رفعه ما رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه": نا ابو معاویة، عن الاعمش، عن ابی ظبیان، عن ابن عباس، قال: احفظوا عنی، ولا تقولوا قال ابن عباس رَضِیَ اللّٰه

حجت پکڑنے کے قابل ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج فرض ہوجانے کے بعد جلدی ادا کرنا واجب ہے کیونکہ حج فرض ہوجانے کے بعد کسی رکاوٹ کی وجہ سے اگر حج نہ کیا تو گناہ گار ہوگا اور یہ رکاوٹ موت بھی ہوسکتی ہے۔اور اس باب میں موقوف صحیح روایات بکثرت وارد ہیں جو فوری وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

باب حج کے فرض ہونے کے لئے آزاد اور بالغ ہونا شرط ہے

۲۵۵۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بچے نے حج کیا اور حج کرنے کے بعد وہ بالغ ہوا تو اس پر ضروری ہے کہ وہ دوبارہ حج کرے اور جس دیہاتی نے حج کیا اور حج کرنے کے بعد پھر اس نے ہجرت کی تو اس پر ضروری ہے کہ وہ دوبارہ حج کرے اور جس نے غلامی کی حالت میں حج کیا اور حج کے بعد وہ آزاد ہوا تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچپن کے حج اور غلامی کے حج کا اعتبار نہیں اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ جس دیہاتی نے ہجرت سے قبل حج کیا تو وہ ہجرت کے بعد دوبارہ حج کرے یہ حضور ﷺ کے زمانے پر محمول ہے اس لئے کہ اس وقت اسلام کیلئے ہجرت شرط تھی۔اب ہجرت اسلام کے لئے شرط نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ **لا هجرة بعد الفتح**، یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت ضروری نہیں۔

عَنۡهُمَا فذكره، وهذا ظاهره انه اراد انه مرفوع۔ كذا فى "التلخيص الحبير" (١-٢٠٢)۔ واخرجه الضياء فى "المختارة" كما فى "كنز العمال"، واحاديثه فى "المختارة" صحاح على قاعدة الكنز۔

بَابُ اِشۡتِرَاطِ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ

٢٥٥٤- عَنۡ اَنَسٍ رضي الله عنه فِىۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا﴾: قِيۡلَ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ!مَاالسَّبِيۡلُ؟ قَالَ: ﴿اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ﴾۔ اخرجه الحاكم فى "المستدرك"، و قال: صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، قال: وتابعه (اى سعيد بن ابى عروبة) حمادُ بن سلمة، عن قتادة، ثم اخرجه كذلك، و قال: صحيح على شرط مسلم۔(زيلعى ١-٤٦٩) و فى "الدراية": رجاله موثقون اه۔ و قد روى من طرق اخرى صحيحة عن الحسن مرسلا فى سنن سعيد بن منصور، و من طرق عديدة مرفوعا عن ابن عمر، و ابن عباس، و عائشة، وجابر، و عبدالله بن عمرو بن العاص، وابن مسعودرَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ، مروية فى سنن ابن ماجة، والترمذى، والدارقطنى، وابن عدى اه۔ كذا فى حاشية "الهداية" (١-٢١٢) عن "فتح القدير"۔

٢٥٥٥- عَنِ ابۡنِ عُمَرَرَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوۡلَ

باب زاداور راحلہ حج کی ادائیگی کیلئے شرط ہیں

۲۵۵۴۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی کے اس فرمان "کہ ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں" کی بابت حضور ﷺ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ سبیل سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا زادِراہ اور سواری۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور پھر اس کی متابعت میں سعید بن ابی عروبہ کی ایک صحیح حدیث ہے اور وہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ نیز یہ حدیث دوسرے صحیح طرق سے مرفوعاً ابن عمر، ابن عباس، عائشہ، جابر، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابن مسعود ؓ سے ترمذی، ابن ماجہ، دار قطنی اور ابن عدی میں مروی ہیں (حاشیہ ھدایہ)۔

۲۵۵۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا زادِراہ اور سواری سے (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اھل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے کہ جب آدمی زاد و راحلہ کا مالک ہو تب اس پر حج فرض ہوتا ہے۔

اللهٰ ما يُوجِبُ الحَجَّ؟ قالَ: ﴿اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ﴾۔ اخرجه الترمذی۔ و قال: حديث حسن، والعمل عليه عند اهل العلم، ان الرجل اذا ملك زاداًوراحلة وجب عليه الحج اهـ۔(۱-۱۰۰)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الصِّحَّةِ وَعَدَمِ الْحَبْسِ وَالْخَوْفِ مِنَ السُّلْطَانِ وَعَدَمِ الْمَشَقَّةِ الظَّاهِرَةِ وَاَمْنِ الطَّرِيْقِ لِوُجُوْبِ الْاَدَاءِ

۲۵۵۶- عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: ﴿مَنْ لَّمْ يَحْبِسْهُ مَرَضٌ، اَوْ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، اَوْ مَشَقَّةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، فَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا، وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا﴾ اخرجه سعيد بن

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس زادِراہ اور سواری کا انتظام ہو اس پر حج فرض ہے لیکن یاد رکھیں کہ زادِراہ سے درمیانے درجہ کا نفقہ مراد ہے اور سواری سے مراد ایسی سواری ہے کہ جس پر وہ آسانی سے مکہ پہنچ سکے۔ وہ بھی ملکیت ہونا یا اجرت پر لینے کی استطاعت ہونا ضروری ہے۔

باب صحت ہونا اور بادشاہ سے کسی قسم کا خوف اور رکاوٹ نہ ہونا اور ظاہری مشقت کا نہ ہونا اور راستے کا پُر امن ہونا وجوبِ ادا کیلئے شرط ہیں

۲۵۵۶۔ ابوامامہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (حج فرض ہوجانے کے بعد) نہ کسی مرض نے اسے روکے رکھا، نہ ظاہری حاجت مانع ہوئی، نہ ظاہری مشقت رکاوٹ بنی اور نہ ہی ظالم بادشاہ نے روڑے اٹکائے (یعنی ہر طرح سے حالات حج کے لئے سازگار تھے) اس کے باوجود اس نے حج نہ کیا تو (ہماری بلا سے) وہ چاہے یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور احمد، ابویعلی اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے دوسرے طرق شوکانی نیل الاوطار میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے، جو جمہور کے ہاں حجت کے قابل ہے۔

فائدہ: مرض سے مراد وہ مرض ہے جو سفر کرنے اور بیت اللہ تک جانے سے مانع ہو اور ظاہری حاجت سے مراد (مثلاً) چھوٹے دودھ پیتے بچے کی پرورش ہے اور ظاہری مشقت سے مراد (مثلاً) اتنا بوڑھا ہونا ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ ہی نہ سکے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب اس پر حج فرض ہوا تو ان رکاوٹوں میں سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا تو اس کے لئے یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں ان عذروں میں سے کسی عذر کی موجودگی میں تاخیر درست ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحت بدن، عدم قید اور عدمِ خوف اور راستے کا پر امن ہونا وجوبِ ادا کی شرائط میں سے ہیں اور زادِراہ اور سواری کی دستیابی نفسِ وجوب کی شرائط ہیں۔ احادیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ (حاشیہ ہدایہ)۔

سنصور فی سننه و احمد وابو یعلی والبیهقی وله طرق عدیدة ذکرها الشوکانی فی النیل ثم قال: ان مجموع تلك الطرق لایقصر عن کون الحدیث حسنا لغیره وهو محتج به عند الجمهور اھ۔(۱٦۵:٤)

۲۵۵۷- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اَبِیْ اَدْرَکَهُ الْاِسْلَامُ وَهُوَ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ رُکُوْبَ الرَّحْلِ، وَالْحَجُّ مَکْتُوْبٌ عَلَیْهِ، اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: اَنْتَ اَکْبَرُ وَلَدِهٖ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَرَاَیْتَ لَوْ کَانَ عَلٰی اَبِیْكَ دَیْنٌ فَقَضَیْتَهُ عَنْهُ اَکَانَ یُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاحْجُجْ عَنْهُ۔ رواه احمد والنسائی بمعناه، قال الحافظ: ان اسناده صالح۔ کذا فی "نیل الاوطار" (٤:۱٦٦)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْمَحْرَمِ اَوِ الزَّوْجِ لِوُجُوْبِ اَدَاءِ الْحَجِّ عَلَی الْمَرْاَةِ

۲۵۵۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿لَا تَحُجُّ اِمْرَاَةٌ اِلَّا

۲۵۵۷۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کا ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد صاحب مسلمان ہیں اور وہ اتنے بوڑھے ہیں کہ سواری پر سوار نہیں ہو سکتے اور حج بھی ان پر فرض ہے تو کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس کا بڑا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا دیکھ اگر تیرے باپ پر کوئی قرض ہو اور تو اس کی طرف سے ادا کرے تو کیا اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے حج ادا کر (احمد، نسائی) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حجت کے قابل ہے (نیل)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ صحت اور راستے کا پُرامن ہونا، بادشاہ کی طرف سے کسی قسم کا خوف نہ ہونا یہ حج کے وجوب ادا کیلئے شرط ہیں یعنی اگر یہ رکاوٹیں ہوں تو حج تو فرض ہوگا البتہ یہ ہے کہ ظاہری مشقت کی بناء پر خود ان کے ذمے حج ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ کسی اور سے حج کروائیں یا مرتے وقت حج کی وصیت کر دیں، یہی حکم اندھے، فالج زدہ، یا دونوں ہاتھ، یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے آدمی کا ہے۔

باب عورت پر حج کے وجوب ادا کیلئے شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے

۲۵۵۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک عورت کے ساتھ محرم نہ ہو وہ حج نہ کرے، ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے فلاں غزوے میں نام لکھوایا ہے اور میری بیوی اس سال حج کر رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا

ومعها محرم، فقال رجل: يا نبي الله! اني اكتتبت في غزوة كذا وامراتي حاجة، قال: ارجع فحج معها﴾- رواه البزار، واخرجه الدارقطني بنحوه، واسناده صحيح- (دراية ۱۸۳)-

۲۵۵۹- عن ابي امامة رضي الله عنه رفعه: ﴿لا يحل لامراة مسلمة ان تحج الا مع زوج او ذو محرم﴾ وفيه ابان بن ابي عياش وهو متروك، رواه الطبراني، واخرجه الدارقطني من وجه آخر بنحوه، بلفظ: ﴿لا تسافر امراة ثلاثة ايام او تحج الا ومعها زوجها﴾- و فيه جابر الجعفي، (دراية ۱۸۳)- قلت: قد انجبر ضعفه بتعدد الطرق، وجابر الجعفي حسن الحديث على الاصل الذي اصلناه غير مرة-

۲۵۶۰- عن ابن عمر رضي الله عنهما مرفوعا: ﴿لا تسافر المراة ثلاثا الا ومعها

کہ لوٹ جا اور اس کے ساتھ حج کر (بزار، دارقطنی) اس کی سند صحیح ہے (درایہ)۔

۲۵۵۹۔ ابوامامہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ شوہر یا محرم کے بغیر حج کرے (طبرانی) اور دارقطنی کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ کوئی عورت تین دن کا سفر یا حج بغیر شوہر کے نہ کرے۔ یہ حدیث تعددِ طرق کی وجہ سے حسن کے درجے کی ہے۔ اور جابر جعفی بھی ہمارے بیان کردہ اصول کے مطابق حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بالغ عورت خواہ وہ بوڑھی ہو یا اگرچہ اس کے ساتھ قابل اعتماد عورتیں ہوں یا اگرچہ اس کے ساتھ دوسرے نیک مرد ہوں پھر بھی بغیر محرم کے حج پر نہ جائے۔ اور یہی حکم عام سفر کا ہے اور شیخینؒ سے مروی ہے کہ ایک دن کی مسافت بھی بغیر محرم کے نکلنا مکروہ ہے (اور مناسب ہے کہ فسادِ زمانہ کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہو) اور اس کی تائید بخاری و مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایماندار عورت کے لئے ایک دن کی مسافت کے سفر کیلئے بغیر محرم کے نکلنا حلال نہیں ہے۔ (درایۃ) الغرض اصل تین دن کی ہی روایات ہیں لیکن بعض روایات میں دو دن یا ایک دن کا ذکر فسادِ زمان وغیرہ احوال کے عارض آنے پر محمول ہے اور پاکستان کے حالات بھی بغیر محرم کے ایک دن کے سفر کی حرمت کا تقاضا کرتے ہیں۔ الحمدللہ احناف نے احادیث کے درجات کی کتنی رعایت کی ہے اور کس طرح انہوں نے مختلف احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ اس باب میں آپ ان کو کسی بھی حدیث کا تارک نہیں پائیں گے الا یہ کہ اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو یا واضح طور پر موضوع ہو لیکن آج کل ایک ٹولہ ضالہ ایسا ہے جو عاملین بالسنۃ پر لعن طعن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہے اور یہ بہتان باندھتا ہے کہ "ابوحنیفہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں"۔ واللہ یہ جھوٹ ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ تو ضعیف حدیث کو بھی اپنی رائے پر ترجیح دیتے ہیں۔

۲۵۶۰۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ عورت محرم کے بغیر تین راتوں کا سفر نہ کرے اسے شیخین نے روایت کیا ہے (درایۃ)۔

ذُومَحْرَمٍ﴾۔ وَفِیْ لَفْظٍ: ثَلَاثَ لَیَالٍ۔ و فی لفظ: فَوْقَ ثَلَاثٍ اخرجه الشیخان۔(درایة ۱۸۳)۔

بَابُ الْمَوَاقِیْتِ وَاِنَّهٗ لَا یَجُوْزُ مُجَاوَزَتُهَا بِغَیْرِ اِحْرَامٍ لِمَنْ اَرَادَ دُخُوْلَ مَکَّةَ

۲۵۶۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذَا الْحُلَیْفَةِ، وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِاَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ، قَالَ: فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰی عَلَیْهِنَّ مِنْ غَیْرِ اَهْلِهِنَّ لِمَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ کَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهٗ مِنْ اَهْلِهٖ، وَکَذٰلِكَ حَتّٰی اَهْلُ مَکَّةَ یُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔ متفق علیه۔ (نیل الاوطار ٤-۱۷۵)۔

۲۵۶۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ۔ رواه ابوداود والنسائی، و سکت عنه ابوداود والمنذری، قال الحافظ فی "التلخیص": هو من روایة القاسم عنها، تفرد به المعافی بن عمران عن افلح عنه، والمعافی ثقة اه۔ (نیل الاوطار ٤-۱۷۷)۔

۲۵۶۳- عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ: اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا سُئِلَ عَنِ الْمُهَلِّ، فَقَالَ: سَمِعْتُ اَحْسِبُهٗ رَفَعَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ﴿مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ، وَالطَّرِیْقُ الْاٰخَرُ الْجُحْفَةُ، وَمُهَلُّ

باب مواقیت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ مکہ معظمہ داخل ہونیوالے کیلئے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں

۲۵۶۱- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کیلئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کیلئے قرن منازل اور یمن والوں کیلئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ میقات ان شہروں کے باشندوں کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے بھی ہیں جو ان شہروں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں۔ اسی طرح مکہ معظمہ کے رہنے والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۵۶۲- عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عراق والوں کیلئے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا (ابوداود، نسائی) ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۲۵۶۳- ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ جابرؓ سے احرام باندھنے کی جگہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا) کہ مدینہ والوں کی میقات ذوالحلیفہ ہے اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اور عراق والوں کی میقات ذات عرق ہے اور نجد والوں کی میقات قرن ہے اور یمن والوں کی میقات یلملم ہے (مسلم)۔ اور ابن ماجہ اور احمد نے یہ روایت بغیر کسی شک کے مرفوعاً روایت کی ہے (نیل)۔ اس باب میں کئی صحابہؓ سے حدیث

اَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ، وَمُهَلُّ اَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ، وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ﴾- رواه مسلم و كذلك احمد وابن ماجة، ورفعا من غير شك، كذا فى "النيل" (۱-۱۷۷)-

٢٥٦٤- حدثنا عبدالسلام بن حرب ، عن خصيف، عن سعيد بن جبير، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ: ﴿لَا تُجَاوِزُوْا الْمَوَاقِيْتَ اِلَّا بِاِحْرَامٍ﴾- رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"، (زيلعى ۱-٤٧٣)- قال الحافظ فى "الدراية": وفيه خصيف اه- قلت: فماله وهو حسن الحديث على الاصل الذى اصلناه غير مرة، قال ابن معين: لا باس به- وقال مرة: ثقة- وقال ابن سعيد: كان ثقة- كذا فى "التهذيب" (۳-۱٤۳،١٤٤) واخرجه البيهقى بلفظ: ﴿لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ مَكَّةَ اِلَّا مُحْرِمًا﴾- قال الحافظ: واسناده جيد اه- (نيل الاوطار٤-۱۸۱)-

٢٥٦٥- اخبرنا ابن عيينة، عن عمرو، عَنْ اَبِى الشَّعْثَاءِ: وَاَنَّهُ رَاَى ابْنَ عَبَّاسٍ يَرُدُّ مَنْ جَاوَزَ الْمِيْقَاتَ غَيْرَ مُحْرِمٍ- اخرجه الامام الشافعى رحمه الله فى "مسنده"- (زيلعى ۱-۱۷۳)-

---

مروی ہے (تفصیل کے لئے حاشیہ اعلاء السنن ملاحظہ فرمائیں) جن میں سے بعض بعض کی تقویت کرتی ہیں اور اس طرح یہ احادیث ابن خزیمہ اور ابن منذر پر حجت بن جاتی ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ "محدثین کے ہاں ذات عرق بارے کوئی چیز مروی نہیں" جبکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ باقی رہا عقیق کو میقات بنانا تو یہ ذات عرق کے منافی نہیں کیونکہ یہ دونوں محاذات (برابری) میں ہیں۔

۲۵۶۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے نہ گذرو (مصنف ابن ابی شیبہ) خصیف (راوی) پر اعتراض کرنا غلط ہے کیونکہ وہ بیان کردہ اصول کے مطابق حسن الحدیث ہے۔ ابن معین اور ابن سعید نے اسے ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب) اور بیہقی میں یوں روایت ہے کہ کوئی بھی مکہ معظمہ میں بغیر احرام کے داخل نہ ہو۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (نیل)

۲۵۶۵۔ ابو الشعثاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ جو بغیر احرام کے میقات سے گزرتا ابن عباسؓ اسے واپس کر دیتے۔ اسے امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (نصب الرایہ) اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: مواقیت سے مراد وہ مقامات ہیں کہ حج کرنے والے یا عمرہ کرنیوالے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان مقامات سے بغیر احرام کے نہ گزرے بلکہ ان مقامات پر احرام باندھے یا ان مقامات سے پہلے باندھ لے۔ آخری دونوں احادیث بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کراہت پر دال ہیں۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ باقی مسلم، نسائی، احمد اور بخاری کی وہ روایت جس میں ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر خود یا عمامہ تھا اور آپ ﷺ بغیر احرام کے تھے۔ تو اس کا جواب

و فی "الدراية": اسناده صحيح (١٨٤)۔

بَابُ اَنَّ الْاَفْضَلَ تَقْدِيْمُ الْاِحْرَامِ عَلَى الْمِيْقَاتِ

٢٥٦٦- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ سَلَمَةَ الْمُرَادِيِّ، قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾؟ قَالَ: اَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِكَ۔ اخرجه الحاكم فی "المستدرك" و قال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه (٢-٢٧٦)۔ واقره عليه الذهبی فی تلخيصه۔ و قال الحافظ فی "التلخيص": اسناده قوی (١-٢٠٥)۔

٢٥٦٧- عن شعبة، عن الحكم بن عتبة، عَنِ ابْنِ اُذَيْنَةَ، قَالَ: اَتَيْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ لَهٗ: مِنْ اَيْنَ اَعْتَمِرُ؟ قَالَ: اِئْتِ عَلِيًّا فَسَلْهُ، فَاَتَيْتُهٗ فَسَاَلْتُهٗ؟ فَقَالَ: مِنْ حَيْثُ اِبْتَدَاْتَ، فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ، فَقَالَ: مَا اَجِدُ لَكَ اِلَّا ذٰلِكَ۔ رواه وكيع فی "مسنده" كما فی "التلخيص" (١-٢٠٥) ورواته كلهم ثقات، وابن اذينة بتقديم الياء التحتانية المثناة على النون مصغرا، و قيل: بفتح الالف و

یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں قتال صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ لہٰذا کسی اور کو آپ ﷺ پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اور جوازِ قتال متقاضی ہے اس بات کا کہ مکہ معظمہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا جائے کیونکہ احرام اور قتال میں واضح منافات ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ﴾ (بقرہ) یعنی سو جو شخص ان (مہینوں) میں حج مقرر کرلے تو پھر (اس کو) حج میں نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے۔ نیز احرام میں قمیض وغیرہ پہننے کی اجازت نہیں جبکہ قتال میں ان چیزوں کی ضرورت شدیدہ ہوتی ہے۔ تو جب تھوڑی دیر کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور صحابہؓ کیلئے قتال حلال کیا تھا تو یقیناً ان کے لئے مکہ میں بغیر احرام کے دخول بھی حلال تھا۔

باب مواقیت سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے

۲۵۶۶۔ عبداللہ بن سلمہ مرادی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے اللہ کی اس آیت ﴿اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (کہ تم اللہ کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ تو اپنے گھر سے ہی احرام باندھے (مستدرک حاکم) حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ذھبی نے بھی یہی کہا ہے اور حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی سند مضبوط ہے۔

فائدہ: مستدرک میں حاکم فرماتے ہیں کہ وحی کے شاہد صحابی کی طرف سے کسی آیت کی تفسیر حدیثِ مسند کے حکم میں ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ کا قول مرفوعِ حکمی کے حکم میں ہے خصوصاً جبکہ ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مرفوع اس کی شاہد بھی ہے۔

۲۵۶۷۔ ابن اذینہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں یہاں سے عمرے کا احرام باندھوں؟ آپؓ

کسر الذال المعجمة، اسمه عبدالرحمن، ثقة من الثالثة كما فى "التقريب" و "التهذيب"۔

۲۵٦۸- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ: ﴿اِنَّ تَمَامَ الْحَجِّ اَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِكَ﴾۔ اخرجه البيهقى وابن عدى، وحسنه السيوطى فى "الجامع الصغير" (۱-۹۸)۔ ولعل تحسينه لاجل الشواهد، فقد روى عن عمر رضی اللہ عنہ كذلك، ذكره الشافعى فى "الام"۔ و قال ابن عبدالبر: واما ما روى عن عمر رضی اللہ عنہ و على رضی اللہ عنہ: اِنَّ اِتْمَامَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَنْ تُحْرِمَ بِهِمَا مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِكَ، فَمَعْنَاهُ اَنْ تُنْشِئَ لَهُمَا سَفَرًاالخ، ذكره الحافظ فى "التلخيص" (۱:۲۰۵) و قال: حديث ابى هريرة رضی اللہ عنہ فى اسناده جابر بن نوح (وهوضعيف)، وقال البيهقى: فى رفعه نظر اھ۔

۲۵٦۹- عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِىِّ ﷺ، اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ، اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ﴾۔ شك عبدالله ايتهما قال: قال ابوداود: احرم وكيع من بيت المقدس الى مكة۔ رواه ابو داود فى "سننه" (۱:۲۵۰)، وسكت عنه۔

۲۵۷۰- مالك، عن الثقة عنده: اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَحْرَمَ مِنْ اِيْلِيَا،

نے فرمایا کہ علیؓ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو پس میں ان کے پاس آیا اور پوچھا تو آپؓ نے فرمایا جہاں سے تو (سفر) شروع کر (یعنی اپنے شہر سے احرام باندھ) میں نے یہ جواب حضرت عمرؓ سے عرض کیا تو آپؓ نے فرمایا میں بھی آپ کے لئے یہی بہتر سمجھتا ہوں (مسند وکیع و تلخیص الحبیر) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سیوطی نے جامع صغیر میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

۲۵٦۸۔ ابوھریرہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کامل حج یہ ہے کہ تو اپنے گھر کے دروازوں سے احرام باندھ (بیہقی وابن عدی)۔ اور شافعیؒ نے کتاب الاحرام میں حضرت عمرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ باقی ان اتمام الحج والعمرة ان تحرم بهما من دويرة اهلك کا معنی یہ کرنا کہ "توان دونوں کے لئے سفر کر" انتہائی بعید ہے کیونکہ اس حدیث کا صریح مفہوم یہ ہے کہ تو اپنے گھر سے ان کا احرام باندھ۔

۲۵٦۹۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ وکیع نے بیت المقدس سے مکہ تک احرام باندھا (سنن ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ضرور ہے۔

۲۵۷۰۔ امام مالک کسی ثقہ آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایلیا مقام سے احرام باندھا (موطا امام مالک)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے۔ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے میقات سے احرام باندھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس

رواه مالك فی "الموطا" (۱۲۸)-

بَابُ مَنْ كَانَ فِیْ طَرِیْقِهٖ مِیْقَاتَانِ فَلَهُ الْاِحْرَامُ مِنْ اَیِّهِمَا شَاءَ

۲۵۷۱- بَلَغَنَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، اَنَّهٗ قَالَ: ﴿مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَمْتِعَ بِثِیَابِهٖ اِلَی الْجُحْفَةِ فَلْیَفْعَلْ﴾ اخبرنا بذلك ابو یوسف، عن اسحاق بن راشد، (ذكره ابن حبان و ابن شاهین فی الثقات، ووثقه النسائی، وابن معین وابو حاتم، كذا فی "التعلیق الممجد" نقلا عن "تهذیب التهذیب وغیره) عن محمد بن علی، عن النبی ﷺ، ذكره محمد فی "الموطا" (۱۹۰)- وهذا سند صحیح مرسل-

کواپنے اوپراعتماد نہ ہووہ میقات سے احرام باندھے تاکہ کوئی خلافِ احرام چیز سرزد نہ ہوجائے۔ ورنہ گھر سے احرام باندھنا افضل ہے مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے۔ باقی رہا حضور ﷺ کا میقات سے ہی احرام باندھنا تو وہ لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے ایسے کیا کہ ان پر احرام کی وجہ سے کوئی سختی نہ ہو جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ان پر تنگی ہوئی تھی۔ الغرض حضور ﷺ کا میقات سے احرام باندھنا اس وجہ سے تھا کہ لوگ احرام کے محظورات وممنوعات میں نہ واقع ہوجائیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عمرانؓ بن حصینؓ کو کہا کہ تو نے بصرہ سے احرام کیوں باندھا ہے؟ کیونکہ لوگ بھی آپ کو دیکھ کر ایسا کریں گے، حالانکہ امن میں وہ آپ جیسے نہیں تو وہ لوگ تو محظورات میں واقع ہوجائیں گے۔ اور حضرت عثمانؓ کا عبداللہ بن عامر (جنہوں نے خراسان سے احرام باندھا) پر انکار میں یہی مذکورہ بالا احتمال ہی متعین ہے۔ الغرض ایک مندوب (گھر سے احرام باندھنے) کو حضور ﷺ نے دوسرے مندوب (لوگوں پر شفقت کرنے تاکہ وہ کسی محظور میں نہ پڑجائیں) کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ اور اس کی بہت ساری مثالیں مرفوع احادیث میں ملتی ہیں۔ نیز دونوں قسم کی احادیث کو عمل میں لانا بہتر ہے بنسبت کسی حدیث کو مہمل چھوڑنے سے اور آپ حضرت علیؓ کے قول کی صحت کو جو مسند کے حکم میں ہے جان چکے ہیں تو اب اس کو بالکل ہی مہمل چھوڑ دینا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ لہٰذا احناف کا قول ہی حق ہے اور حضور ﷺ کا میقات سے احرام باندھنا لوگوں پر شفقت کی غرض سے تھا۔

باب جسکے راستے میں دو میقات ہوں تو وہ جہاں سے چاہے احرام باندھے

۲۵۷۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جحفہ تک اپنے کپڑوں سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھالے۔ اس حدیث کو ابو یوسف نے اسحاق سے بیان کیا ہے (اسحاق کو ابن اسحاق، ابن شاہین، نسائی، ابن معین اور ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے)۔ (مؤطا محمد) اس کی سند صحیح مرسل ہے۔

فائدہ: مدینے والوں کے لئے دو میقات ہیں پہلے ذوالحلیفہ پھر جحفہ تو جحفہ تک بغیر احرام کے جانے کی اجازت ہے لیکن ذوالحلیفہ سے احرام باندھنا افضل اور عزیمت ہے اور جحفہ سے احرام باندھنا رخصت اور خلافِ اولیٰ ہے۔ مرسل حدیث ہمارے یہاں مطلقاً حجت ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک جب کسی صحابی کا فتویٰ یا اس کا عمل مرسل حدیث کے موافق ہو تو حجت ہے اور یہاں بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل موافق ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔ پس یہ حدیث حجت بن سکتی ہے۔

٢٥٧٢- اخبرنا سفيان، عن يحيى بن سعيد، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِعْتَمَرَتْ فِيْ سَنَةٍ مَرَّتَيْنِ، مَرَّةً مِنْ ذِيْ الْحُلَيْفَةِ۔ وَمَرَّةً مِنَ الْجُحْفَةِ۔ اخرجه الامام الشافعي فى "الام" (٢-١٥٥)۔ ورجاله ثقات كلهم۔

بَابُ مِيْقَاتِ اَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ اَلْحَرَمُ وَلِلْعُمْرَةِ اَلْحِلُّ

٢٥٧٣- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِي الْمَوَاقِيْتِ: ﴿فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ اَهْلِهِ، وَكَذٰلِكَ حَتّٰى اَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا﴾۔ متفق عليه۔ (نيل الاوطار ٤-١٧٥)۔

٢٥٧٤- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحَصَّبَ: فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ: اُخْرُجْ بِاُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ لْتَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَاِنِّيْ اَنْتَظِرُكُمَا هٰهُنَا﴾۔ الحديث، متفق عليه۔ (نيل ٤-١٧٨)۔ وزاد الطحاوى عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فى حديثها: اَنَّهَا قَالَتْ: فَكَانَ اَدْنَانَا مِنَ الْحَرَمِ التَّنْعِيْمُ فَاعْتَمَرْتُ مِنْهُ۔ كذا فى "النيل" ايضا (٤-١٧٩)۔ قلت: وسند الطحاوى (١-٤٢٦) صحيح على شرط مسلم۔

٢٥٧٢۔ ابن میتبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک سال میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔ ایک مرتبہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور دوسری مرتبہ جحفہ سے احرام باندھا (الام للشافعی)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

باب مکہ والوں کے لئے حج کا میقات حرم اور عمرہ کا میقات حِل ہے

٢٥٧٣۔ ابن عباسؓ سے مواقیت کی طویل حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو ان مواقیت کے اندر رہتے ہوں ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں اور مکہ والے مکہ سے ہی احرام باندھیں (بخاری و مسلم)۔

٢٥٧٤۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وادیٔ محصب میں اترے، عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ تا کہ وہ عمرہ کا احرام باندھیں پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیت اللہ کا طواف کریں اور میں تم دونوں کا وہاں انتظار کرتا ہوں۔ الحدیث (بخاری و مسلم) اور طحاوی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حرم سے ہمارے نزدیک تنعیم کا مقام تھا بس میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ میں کہتا ہوں کہ طحاوی کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کے رہنے والوں کے لئے عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہ "حل" ہے اور اس پر قرینہ اور دلیل آپ ﷺ کا فرمان "اپنی بہن کو حرم سے باہر لیجاؤ" ہے۔ ورنہ حرم سے باہر نکالنے کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ پھر "حل" میں بھی صرف تنعیم ہی عمرہ کیلئے متعین نہیں بلکہ حل میں سے جہاں سے چاہے عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے، باقی "ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی طرف سے تنعیم کا حکم ملنا اس وجہ سے تھا کہ مقامِ تنعیم حرم سے سب سے زیادہ قریبی جگہ تھی جیسا کہ طحاوی کے الفاظ مذکورہ بالا اس پر دال ہیں۔

۲۵۷۵- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا اَحْلَلْنَا اَنْ نُحْرِمَ اِذَا تَوَجَّهْنَا اِلٰى مِنًى، فَاَهْلَلْنَا مِنَ الْاَبْطَحِ- اخرجه مسلم- (زیلعی ۱-۴۷۳)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْغُسْلِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَلَوْ حَائِضَةً وَنُفَسَاءَ

۲۵۷۶- عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ﷺ: اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ تَجَرَّدَ لِاِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ- رواه الترمذی و قال: حسن غریب- (زیلعی ۱-۴۷۴)-

۲۵۷۷- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَغْتَسِلَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُحْرِمَ- رواه البزار والدارقطنی والحاکم فی "المستدرک" و قال: صحیح علی شرطهما- (زیلعی ۱-۴۷۴)-

۲۵۷۸- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَفِسَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَا بَكْرٍ اَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ- اخرجه مسلم فی "صحیحه" عن القاسم عنها- (زیلعی)-

۲۵۷۹- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿اَلْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ اِذَا اَتَتَا عَلَى الْوَقْتِ

۲۵۷۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم عمرے سے فارغ ہوئے اور حج سے پہلے منٰی کی طرف متوجہ ہوئے تو آنحضور ﷺ کے حکم پر ہم نے ابطح مقام سے احرام باندھا (مسلم)

فائدہ: چونکہ صحابہ ﷺ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد مکی ہو گئے تھے اور ابطح حرم میں واقع ہے تو صحابہ کا ابطح سے احرام باندھنا اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ والوں کے لئے حج کی میقات حرم ہے۔

باب حاجی کیلئے احرام کے وقت غسل کرنا مستحب ہے اگرچہ حاجن عورت حیض اور نفاس کی حالت میں ہو

۲۵۷۶۔ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے احرام باندھتے وقت اپنے کپڑے اتارے اور غسل کیا (ترمذی۔ مسلم)۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

۲۵۷۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے۔ (بزار، دار قطنی، متدرک حاکم) حاکم نے کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

۲۵۷۸۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محمد بن ابوبکر کی پیدائش کی وجہ سے اسماء بنت عمیس کو شجرہ مقام پر (مقام ذوالحلیفہ کا دوسرا نام ہے) نفاس آ گیا تو حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو حکم فرمایا کہ (اسماء سے کہو کہ) وہ غسل کر کے احرام باندھیں (مسلم)۔

۲۵۷۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب حیض و نفاس والی عورتیں میقات پر پہنچیں تو غسل کر کے احرام

تَغْتَسِلَانِ وَتُحْرِمَانِ وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ﴾۔ رواہ ابوداود (۱-۲۵۰) و سکت عنہ، و فیہ خصیف مختلف فیہ، فالحدیث حسن۔

بَابُ مَا يَصْنَعُ الْمُحْرِمُ إِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ مِنْ لُبْسِ الْإِزَارِ وَالرِّدَاءِ وَالتَّطَيُّبِ وَنَزْعِ الْمَخِيطِ وَغَيْرِهِ

۲۵۸۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَائَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَاتِ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ رواہ البخاری (نیل الاوطار ۴:۱۸۶)۔

۲۵۸۱- عَنْ عَائِشَةَ (أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔ رواہ امام المحدثین البخاری (۱:۲۰۸)۔

۲۵۸۲- وَعَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ تَطَيَّبَ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ، ثُمَّ أَرَى وَبِيصَ الدُّهْنِ فِي رَأْسِهِ

باندھیں اور بیت اللہ کے طواف کے علاوہ تمام اعمال بروئے کار لائیں (ابوداود) ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے (جو قابلِ حجت ہونے کی دلیل ہے) اور خصیف راوی بھی مختلف فیہ ہے۔ پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے احرام باندھتے وقت غسل کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ خواہ عورت نفاس یا حیض کی حالت میں بھی ہو۔

باب جب محرم احرام باندھے تو تہہ بند، ازار پہنے، خوشبو لگائے اور سلے ہوئے کپڑے اتار دے

۲۵۸۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کنگھا کرنے، تیل لگانے اور تہہ بند اور ازار پہننے کے بعد اپنے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس وقت زعفران میں رنگے ہوئے ایسے کپڑے پہننے کے سوا جس کا رنگ بدن پر لگتا ہو، کسی قسم کی چادر اور تہہ بند پہننے سے منع نہیں کیا (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہہ بند اور چادر یعنی اَن سلا کپڑا محرم استعمال کر سکتا ہے۔

۲۵۸۱۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ احرام باندھتے تو میں آپ ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت اور اسی طرح طواف افاضہ سے قبل احرام کھولتے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی۔ (بخاری)۔

۲۵۸۲۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ کے احرام باندھتے وقت سب سے اچھی خوشبو جو میرے پاس ہوتی وہ میں حضور ﷺ کو لگاتی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو جو سب سے اچھی خوشبو پاتے وہ لگاتے اور (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں تیل کی چمک

وَلِحْيَتِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ متفق عليهما۔ (نيل الاوطار ٤-١٨٤)۔

٢٥٨٣- وَعَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِلٰى مَكَّةَ، فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ، فَاِذَا عَرِقَتْ اِحْدَانَا سَالَ عَلٰى وَجْهِهَا، فَيَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا يَنْهَانَا۔ رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذري، واسناد رواته ثقات الا شيخ ابی داود، و قد قال النسائی: لا باس به- و قال ابن حبان في "الثقات": مستقيم الامر في ما يروى اه- (نيل ٤-٢٨٧)۔

٢٥٨٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه فِيْ حَدِيْثٍ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿وَلْيُحْرِمْ اَحَدُكُمْ فِيْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ وَنَعْلَيْنِ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ﴾۔ رواه احمد، وعزاه في "مجمع الزوائد" الى الطبراني في "الاوسط"، و قال: اسناده حسن-(نيل الاوطار ٤-١٨٥)۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ اِرَادَةِ الْاِحْرَامِ

٢٥٨٥- عن سالم، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

دیکھتی۔ (بخاری، مسلم)۔

۲۵۸۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوتے تو ہم احرام باندھتے وقت اپنی پیشانیوں پر سُک نامی خوشبو لگاتے (سُک ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جو دوسری خوشبوؤں میں ملا کر استعمال کی جاتی ہے)۔
پھر جب کسی کو پسینہ آتا تو وہ خوشبو اس کے چہرے پر بہہ پڑتی لیکن حضور ﷺ اسے دیکھنے کے باوجود ہمیں منع نہ فرماتے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت فرمایا جو حجت ہونے کی دلیل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور ابوداؤد کے شیخ کو نسائی نے لاباس بہ اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنے سے قبل خوشبو استعمال کرنا جائز ہے۔ اگرچہ تلبیہ کے بعد اس کے اثرات یا بو باقی بھی رہے، فتح الباری میں ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ ہاں البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو یا تیل وغیرہ استعمال کرنا ممنوع ہے۔

۲۵۸۴۔ ایک حدیث میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ تہہ بند، ازار (چادر) اور جوتوں میں احرام باندھے۔ اور اگر جوتے نہ پائے تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ احمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد میں اسے طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (نیل الاوطار)۔

باب احرام کی نیت کرتے وقت دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

۲۵۸۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ مقام پر دو رکعتیں پڑھیں پھر جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس ان کی

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ الحديث، اخرجه مسلم فی "صحيحه"۔ (زيلعی ۱-۴۷٦)۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَصِفَاتِهَا وَمَوَاضِعِهَا وَجَوَازِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمَأْثُوْرِ

۲۵۸٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ، فَقَالَ: ﴿اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ﴾۔ وكان عبدالله يزيد مع هذا: ﴿لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ﴾ متفق عليه۔ (نيل الاوطار ۴-۲۰۴)۔

۲۵۸۷- عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه، قَالَ: أَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ التَّلْبِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَالنَّاسُ يَزِيْدُوْنَ: ذَا الْمَعَارِجِ، وَنَحْوَهُ مِنَ الْكَلَامِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَسْمَعُ فَلَا يَقُوْلُ لَهُمْ شَيْئًا۔

اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کلمات کا تلبیہ پڑھا (مسلم)۔ (وہ الفاظ اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی نیت کرتے وقت دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

باب تلبیہ کے الفاظ اور تلبیہ کہاں کہا جائے اور منقول الفاظ پر اضافہ کرنا بھی جائز ہے

۲۵۸٦۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس وقت تلبیہ پڑھا۔ اور تلبیہ میں آپ ﷺ نے یہ الفاظ پڑھے **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک. ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک** (راوی کہتے ہیں کہ) عبداللہ بن عمرؓ مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ فرماتے لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل (جس کا مطلب ہے کہ اے اللہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ ہر قسم کی سعادت و نیک بختی تیری ہی طرف ہے اور خیر و بھلائی تیرے ہی قبضہ میں ہے اور میں تیری ہی طرف رغبت کرتا ہوں اور تیرے ہی لئے عمل کرتا ہوں) (بخاری و مسلم)۔

۲۵۸۷۔ جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا پھر جابرؓ نے ابن عمرؓ والا تلبیہ ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا کہ لوگ اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرلیا کرتے تھے مثلاً ذا المعارج کی طرح کے الفاظ بڑھاتے۔ اور نبی کریم ﷺ (ان کے اضافہ شدہ تلبیہ کو) سنتے لیکن کچھ نہ کہتے۔ اسے ابوداود، احمد نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے بھی اسی معنی میں حدیث روایت کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ میں جائز اضافہ درست ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

رواه احمد وابوداود ومسلم بمعناه۔(نیل ٤-٢٠٤)۔

٢٥٨٨- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ فِیْ تَلْبِیَتِهٖ: ﴿لَبَّیْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ لَبَّیْكَ﴾۔ رواه احمد وابن ماجة والنسائی، وصححه ابن حبان، والحاکم - (نیل الاوطار٤:٢٠٤)۔

٢٥٨٩- عَنْ خَلَّادِبْنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ آمُرَ اَصْحَابِیْ اَنْ یَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ وَالتَّلْبِیَةِ﴾۔ رواه الخمسة، و صححه الترمذی، وابن حبان، والحاکم، والبیهقی - (نیل الاوطار٤-٢٠٥)۔

٢٥٩٠- عَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: اَنَّهٗ کَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِیَتِهٖ سَاَلَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ رِضْوَانَهٗ وَالْجَنَّةَ، وَاسْتَعَاذَ بِرَحْمَتِهٖ مِنَ النَّارِ۔ رواه الشافعی، والدارقطنی۔(نیل الاوطار٤-٢٠٥)۔

٢٥٩١- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: کَانَ یُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ اِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِیَتِهٖ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ۔ رواه الدارقطنی- (نیل ٤-٢٠٥)

٢٥٩٢- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُلَبِّیْ اِذَا لَقِیَ رَکْبًا، اَوْ عَلَا اَکَمَةً،

۲۵۸۸۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے تلبیہ میں یہ الفاظ بھی پڑھتے **لبیک الہ الحق لبیک** یعنی اے سچے معبود میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔(احمد، ابن ماجہ، نسائی)۔ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۵۸۹۔ خلاد بن سائب بن خلاد اپنے والد (سائبؓ بن خلاد) سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور انہوں نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنے صحابہؓ کو اس بات کا حکم کروں کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں (رواہ الخمسۃ)۔ترمذی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۲۵۹۰۔ خزیمہ بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب اپنے تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت کا سوال کرتے اور اس کی رحمت کے ساتھ آگ سے پناہ مانگتے۔اسے امام شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔(یہ حدیث حسن ہے)۔

۲۵۹۱۔ قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔(دارقطنی)۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بھی حسن ہے۔

۲۵۹۲۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سے ملتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے اور فرض نماز کے بعد اور رات کے آخری حصے میں تلبیہ پڑھتے تھے۔اسے ابن عساکر نے مہذب میں روایت کیا ہے۔

اَوْهَبِطَ وَادِيًا، وَفِي اَدْبَارِ الْمَكْتُوبَةِ، وَآخِرَ اللَّيْلِ۔ رواه ابن عسكر في تخريجه لاحاديث "المهذب"، و في اسناده من لا يعرف۔

۲۵۹۳- وَلَهٗ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَوْقُوْفًا: اَنَّهٗ كَانَ يُلَبِّيْ رَاكِبًا وَنَازِلًا وَمُضْطَجِعًا۔ رواه الشافعي عن سعيد بن سالم، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عنه۔

۲۵۹۴- وَرَوَى ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ سَابِطٍ قَالَ: كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ التَّلْبِيَةَ فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ: فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ، وَاِذَا هَبِطُوْا وَادِيًا، اَوْ عَلَوْهُ، وَعِنْدَ الْتِقَاءِ الرِّفَاقِ۔

۲۵۹۵- وَعَنْ خَيْثَمَةَ نَحْوَهٗ وَزَادَ: وَاِذَا اسْتُنْفِرَتْ بِالرَّجُلِ دَابَّتُهٗ۔ كَذَا فِيْ "التلخيص الحبير" (۱-۲۰۹)۔

بَابُ وُجُوْبِ التَّلْبِيَةِ وَاَنَّ الْاِحْرَامَ لَا يَنْعَقِدُ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَا يَقُوْمُ مَقَامَهَا

۲۵۹۶- عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاَمَرَنِيْ اَنْ آمُرَ اَصْحَابِيْ وَمَنْ مَعِيَ اَنْ يَرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ، اَوْ قَالَ: بِالتَّلْبِيَةِ﴾۔ اخرجه الستة۔ (زيلعی ۱-۲۸۴) وزاد بعضهم فيه: فَاِنَّهَا مِنْ شِعَارِ الْحَجِّ۔ (الدرالمنثور)

فائدہ: یہ حدیث شواہد کی بنا پر حسن ہے اور ہمارا بھی یہی مسلک ہے کہ تلبیہ کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ خاص کر تغیر احوال وازمنہ کے وقت۔

۲۵۹۳۔ ابن عمرؓ سے ایک موقوف حدیث مروی ہے کہ ابن عمرؓ سوار ہوتے وقت، اترتے وقت اور سوتے وقت تلبیہ پڑھتے تھے۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

۲۵۹۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ سلف صالحین چار مواقع پر تلبیہ پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ ۱۔ فرض نماز کے بعد، ۲۔ کسی وادی میں اترتے ہوئے۔ ۳۔ کسی بلند مقام پر چڑھتے وقت، ۴۔ قافلہ سے ملتے وقت۔

۲۵۹۵۔ اسی طرح ایک روایت میں خیثمہ سے مروی ہے جس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ جب اسکی سواری کو ایڑی ماری جائے۔ تب بھی تلبیہ پڑھنے کو مستحب سمجھتے۔ (التلخیص الحبیر)۔

باب تلبیہ پڑھنا واجب ہے اور اس کے یا جو اس کے قائم مقام ہو کے بغیر احرام منعقد نہیں ہوتا

۲۵۹۶۔ خلاد بن سائب اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہؓ اور ہمراہیوں کو اس بات کا حکم دوں کہ وہ تلبیہ اونچی آواز سے پڑھیں۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مروی ہے، بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں "کیونکہ یہ تلبیہ حج کے شعار میں سے ہے" (الدرالمنثور) صاحب درمنثور نے یہ زیادتی حاکم وغیرہ

وعزاه الى الحاكم و غيره، وصححه۔

۲۵۹۷- عَنْ جابرٍ ﷺ: ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ تَبْكِيْ، فقال لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قالَتْ: شَأْنِيْ اِنِّيْ حِضْتُ، وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ اَحْلِلْ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَالنَّاسُ يَذْهَبُوْنَ اِلَى الْحَجِّ الْآنَ، فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَاغْتَسِلِيْ ثُمَّ اَهِلِّيْ بِالْحَجِّ، فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ، حَتّٰى اِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ اخرجه الشيخان۔ (زيلعى ۱-۵۳۰)۔

۲۵۹۸- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اُنْقُضِيْ رَاْسَكِ، وَامْتَشِطِيْ، وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ﴾، الحديث، رواه البخارى۔ "فتح البارى" (۳-۲۳۰)۔ وبطريق قراد بن ابى نوح: حدثنا نافع عن ابن عمر، وابن ابى مليكة عن عائشة: ان النبى ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ كَاَنَّهَا حَزِيْنَةٌ، فَقَالَ: مَالَكِ؟ فَقَالَتْ: لَا اَنَا قَضَيْتُ عُمْرَتِيْ، وَاَلْفَانِي الْحَجُّ عَارِكًا، قَالَ: ﴿ذٰلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ فَحُجِّيْ وَ قُوْلِيْ مَا يَقُوْلُ

کی طرف منسوب کی ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

فائدہ: جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر حضور ﷺ کے واسطے سے حکم کرنا پھر اس کو شعار کہنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵۹۷۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور وہ رو رہی تھیں تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کیوں روتی ہو؟ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے حیض آ گیا ہے اور لوگ عمرے سے فارغ ہو گئے اور میں ابھی تک فارغ نہیں ہوئی اور نہ میں نے ابھی تک بیت اللہ کا طواف کیا ہے اور لوگ اب حج کیلئے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فطری بات ہے جو اللہ نے عورتوں کے لئے لکھ دی ہے (عورت مجبور ہے پس پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) پس آپ غسل کریں اور حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھیے حضرت عائشہؓ نے ایسے ہی کیا اور تمام مواقف پر ٹھہریں اور جب حیض سے پاک ہوئیں تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

۲۵۹۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حیض آ گیا، نہ میں بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا و مروہ کی سعی کر سکی، میں نے اس کی شکایت حضور ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا سر کھول دے اور کنگھا کر اور حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ اور عمرہ چھوڑ دے (بخاری بحوالہ فتح الباری)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے پاس آئے اور وہ غمزدہ تھیں۔ حضور

الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ حَجِّهِمْ﴾۔ الحدیث، ذکره الجصاص فی "احکام القرآن" له(۱-۳۰۶)۔

۲۵۹۹- عن عبدالله بن دینار، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنه: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ﴾ قَالَ: اَهَلَّ- اخرجه الطبری(۲:۱۵۲)- و فی لفظ له قوله: ﴿فمن فرض فیهن الحج﴾ قال: مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ۔

۲۶۰۰- وَاَخْرَجَ عَنْ مُجَاهِدٍ نَحْوَهٗ ، قَالَ: اَلْفَرِیْضَةُ التَّلْبِیَةُ۔ وَنَحْوَهٗ عن ابراهیم النخعی، وطاوس- اسانیدها من بین صحاح و حسان۔

۲۶۰۱- عَنْ جُبَیْرِ بْنِ حَبِیْبٍ، قَالَ: سَاَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَمَّنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ؟ قَالَ: اِذَا اغْتَسَلْتَ وَلَبِسْتَ ثَوْبَكَ وَلَبَّیْتَ فَقَدْ فَرَضْتَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ۔ اخرجه الطبری ایضا فی تفسیره (۲-۱۵۳)- ورجاله کلهم ثقات۔

۲۶۰۲- واخرج ابن المنذر عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه، قَالَ: اَلْفَرْضُ الْاِهْلَالُ۔

۲۶۰۳- وابن ابی شیبة عَنِ ابْنِ الزُّبَیْرِ: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ﴾ قَالَ: اَلْاِهْلَالُ۔

ﷺ نے فرمایا تو غمگین کیوں ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ ابھی تک میں نے عمرہ نہیں کیا اور حج سر پر آ پہنچا ہے جب کہ میں ابھی تک حائضہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فطری بات ہے جو اللہ نے عورتوں کے لئے لکھ دی ہے، پس آپ حج کا احرام باندھیئے اور لوگ جو حج میں کہتے ہیں آپ وہ کہیے (احکام القرآن للجصاص)۔

فائدہ: حضور ﷺ نے ان احادیث میں **اهلی بالحج** اور **قولی ما یقول المسلمون** کے الفاظ فرمائے ہیں اور نبی ﷺ کا امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵۹۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی اس آیت ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ﴾ (یعنی جو ان مہینوں میں حج مقرر کرلے) سے مراد احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جس نے حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا (طبری)۔

۲۶۰۰۔ ایک اور روایت میں مجاہد سے مروی ہے کہ فریضہ سے مراد تلبیہ ہے۔ اس قسم کی روایت ابراہیم نخعی اور طاؤس سے بھی مروی ہے اور ان کی سندیں کچھ صحیح اور کچھ حسن ہیں۔

۲۶۰۱۔ جبیر بن حبیب فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب تو غسل کر کے احرام والا لباس پہن کر تلبیہ پڑھ لے تو گویا تو نے ان مہینوں میں حج کو فرض کرلیا۔ (طبری)

۲۶۰۲۔ ابن المنذر، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فرض کرنے سے مراد تلبیہ پڑھنا ہے۔

۲۶۰۳۔ ابن الزبیر سے مروی ہے کہ ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ﴾ سے مراد تلبیہ پڑھ کر حج شروع کرنا ہے۔ (ابن ابی شیبہ)۔

٢٦٠٤- وَعَنِ الزُّهْرِیُ قَالَ: اَلْاِهْلَالُ فَرِیْضَةُ الْحَجِ (الدر المنثور ١:٢١٨)۔

٢٦٠٥- وقالت عمرة عَنْ عَائِشَةَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا: لَا اِحْرَامَ اِلَّا لِمَنْ اَھَلَّ وَلَبّٰی۔ (احكام القرآن للجصاص ١-٣٠٦) ولم اقف علی اسانيدها وانما ذكرتها اعتضادا۔

٢٦٠٦- عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: اَلتَّلْبِیَةُ فَرْضُ الْحَجِ۔ اخرجه سعيد بن منصور عنه بسند صحيح، قاله الحافظ فی "الفتح" (٣-٢٢٧) قال: وحكاه ابن المنذر عن ابن عمررَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، وطاوس، وعكرمة، وهی صحاح او حسان علی اصله۔

بَابُ: يُلَبِّیُ فِیْ دُبُرِ الصَّلَاةِ

٢٦٠٧- عن سعيد بن جبير، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَھَلَّ فِیْ دُبُرِ الصَّلَاةِ۔ اخرجه الترمذی، و قال: حسن غريب۔ (زيلعی) قلت: وفيه خصيف بن عبدالرحمن

۲۶۰۴۔ زہری فرماتے ہیں کہ تلبیہ پڑھنا حج کا فریضہ ہے۔(درمنثور)

۲۶۰۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ احرام صرف اسی شخص کا معتبر ہے جس نے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا (احکام القرآن للجصاص)۔ مجھے ان کی سندیں نہیں ملیں۔ لیکن میں نے انہیں بطور تائید کے بیان کیا ہے۔

فائدہ: احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ تلبیہ واجب ہے اور احرام محض نیت سے منعقد نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ تلبیہ کا ہونا ضروری ہے۔ بعض حضرات نے حج کو روزے پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح روزے میں نیت کافی ہے اسی طرح حج میں بھی نیت کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج عبادت وجودیہ ہے۔ یعنی اس میں اعمال کئے جاتے ہیں اور روزہ غیر وجودی عبادت ہے یعنی اس میں ترکِ اعمال ہے۔ لہٰذا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ بلکہ حج کو نماز پر قیاس کرنا چاہیے اس لئے کہ وہ بھی عبادت وجودیہ ہے۔ تو جس طرح نماز محض نیت سے شروع نہیں ہوتی بلکہ تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے، اسی طرح حج بھی محض نیت سے شروع نہیں ہوتا بلکہ تلبیہ پڑھنے سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفیہ احادیث وآثار کے انتہائی متبع ہیں۔

۲۶۰۶۔ عطاء فرماتے ہیں کہ تلبیہ ہی حج کو فرض کرنا ہے۔ سعید بن منصور نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ ابن المنذر نے اسے ابن عمرؓ، طاؤس اور عکرمہ سے بھی بیان کیا ہے اور یہ آثار صحیح یا حسن ہیں اس کے قاعدے پر۔

باب دو رکعت نماز کے بعد ہی تلبیہ پڑھنا چاہیے

۲۶۰۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد (احرام باندھ کر) تلبیہ پڑھا (ترمذی)۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے، اس کی سند میں خصیف بن عبدالرحمن ہے جو مختلف فیہ ہے لہذا یہ حدیث صالح للاحتجاج (حجت پکڑنے کے قابل) ہے۔

الجوزی مختلف فیه، و قد حسن له الترمذی کما تراه، وقد تفرد عبدالسلام بن حرب بروایة هذاالحدیث، وهوثقة اخرج له الشیخان- و فی "الجوهر النقی": قال البیهقی: خصیف لیس بالقوی- قلت: هذاالحدیث اخرجه الحاکم فی "مستدرکه" و قال: علی شرط مسلم، واخرجه ابوداود فی "سننه" و سکت عنه، و فی "شرح المهذب" للنووی: قد خالف البیهقی فی خصیف کثیرون من الحفاظ والائمة المتقدمین، فوثقه یحیی بن معین امام الجرح والتعدیل، وابو حاتم، وابو زرعة، و محمد بن سعید- و قال النسائی: صالح اه-

۲۶۰۸- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ اِهْلَالِهٖ حِیْنَ اَوْجَبَ، فَقَالَ: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِذٰلِكَ، اِنَّهَا اِنَّمَا کَانَتْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةٌ وَّاحِدَةٌ فَمِنْ هُنَاكَ اِخْتَلَفُوْا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَاجًّا، فَلَمَّا صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِهٖ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَکْعَتَیْهِ اَوْجَبَ فِیْ مَجْلِسِهٖ، فَاَهَلَّ بِالْحَجِّ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ رَکْعَتَیْهِ، فَسَمِعَ ذٰلِكَ مِنْهُ اَقْوَامٌ فَحَفِظْتُهُ مِنْهُ، ثُمَّ رَکِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ اَهَلَّ، وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ اَقْوَامٌ، وَذٰلِكَ اَنَّ النَّاسِ اِنَّمَا کَانُوْا یَاْتُوْنَ اَرْسَالًا، فَسَمِعُوْهُ حِیْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ یُهِلُّ، فَقَالُوْا: اِنَّمَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ، ثُمَّ مَضٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَلَا شَرَفَ

فائدہ: احرام باندھ کر نماز کے بعد تلبیہ پڑھنا مستحب ہے۔

۲۶۰۸۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ مجھے صحابہ کرامؓ کے اس مسئلہ میں اختلاف سے بڑا تعجب ہوا کہ حضور ﷺ نے کب تلبیہ پڑھ کر حج شروع کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے اس مسئلہ کا سب سے زیادہ علم ہے۔ یہ اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضور ﷺ نے صرف ایک حج کیا (یعنی ایک حج ہونے کی وجہ سے مختلف آراء کو مختلف حجوں پر محمول نہیں کیا جاسکتا)۔ اصل صورت حال یوں ہے کہ جب حضور ﷺ حج کی نیت سے (مدینہ سے) چلے تو مسجدِ ذوالحلیفہ میں آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر تلبیہ پڑھا، اس طرح آپ ﷺ نے حج شروع کیا۔ تو بعض لوگوں نے اس جگہ آپ ﷺ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا تو اس کو محفوظ کر لیا (یعنی یہ سمجھ لیا کہ حضور ﷺ نے یہاں سے تلبیہ پڑھ کر حج شروع کیا ہے) پھر جب آپ ﷺ سوار ہوئے اور اونٹنی آپ ﷺ کو اٹھا کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس وقت پھر آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا۔ تو کچھ لوگوں نے یہاں سے اسے محفوظ کر لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ آپ ﷺ کے پاس گروہ در گروہ حاضر ہو رہے تھے۔ لہٰذا کچھ لوگوں نے اونٹنی پر سوار ہوتے وقت آپ ﷺ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو سمجھے کہ حضور ﷺ نے حج یہاں سے شروع کیا ہے، پھر حضور ﷺ یہاں سے چلے اور بیداء نامی جگہ کی بلندی پر چڑھے تو ایک دفعہ پھر آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا اور کچھ

الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ، وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ اَقْوَامٌ، فَقَالُوْا: اِنَّمَا اَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ- وَاَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اَوْجَبَ فِيْ مُصَلَّاهُ، وَاَهَلَّ حِيْنَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ، وَاَهَلَّ حِيْنَ عَلَاعَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ- قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: فَمَنْ اَخَذَ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَهَلَّ فِيْ مُصَلَّاهُ اِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ- رواه الحاكم فی "المستدرك" (۱-۴۵۳)، و قال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، مفسر فی الباب ولم يخرجاه- واقره على ذلك الذهبی، ورواه ايضا ابو داود كما قاله الحافظ فی "الفتح" (۳-۲۵۸)-

بَابُ لَا يَصِيْدُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَدُلُّ عَلَى الصَّيْدِ وَلَا يُعِيْنُ وَلَا يُشِيْرُ اِلَيْهِ وَيَجُوْزُ لَهٗ اَكْلُ مَا صَادَهُ الْحَلَالُ بِدُوْنِ اَمْرِهٖ وَدَلَالَتِهٖ وَاِشَارَتِهٖ

۲۶۰۹- عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ مَنْزِلٍ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَامَنَا، وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ، وَاَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ عَامَ

لوگوں نے یہاں سے اسے محفوظ کرلیا اور وہ کہنے لگے کہ حضور ﷺ جب بیداء کی بلندی پر چڑھے تھے تو اس وقت حج شروع کیا تھا۔ (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ) قسم بخدا حضور ﷺ نے (مسجد ذوالحلیفہ میں) اپنی نماز کی جگہ ہی سے تلبیہ پڑھ کر حج کو فرض کرلیا تھا (یعنی حج شروع کرلیا تھا) پھر اس کے بعد اونٹنی پر سوار ہوتے وقت اور بیداء کی بلندی چڑھتے وقت آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جو ابن عباسؓ کے قول کو لے تو اسے چاہیے کہ وہ احرام کی دو رکعت نفل کے بعد ہی تلبیہ پڑھ کر حج شروع کردے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور ذھبی نے بھی یہی کہا ہے اور ابوداود نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: یہ حدیث اس باب میں مفسر اور جامع ہے مختلف احادیث کے درمیان، تو اس کو لینا زیادہ بہتر ہے۔ اگرچہ وہ احادیث زیادہ صحیح ہیں جن میں ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہوتے وقت تلبیہ پڑھا لیکن دونوں حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ کسی ایک حدیث کو چھوڑنے سے۔ نیز اونٹنی پر سوار ہوتے وقت تلبیہ پڑھنے کی احادیث اس سے قبل تلبیہ پڑھنے سے ساکت ہیں اور اس حدیث میں اس کی زیادتی ہے تو زیادتی کو لینا لازم ہے۔

باب مُحرم نہ خود شکار کرے، نہ شکار کی رہنمائی کرے، نہ شکار کرنے میں تعاون کرے اور نہ ہی شکار کی طرف کوئی اشارہ کرے اور اگر اس کے حکم یا رہنمائی اور اشارہ کے بغیر کوئی حلال آدمی کوئی جانور شکار کرلائے تو اس کا کھانا مُحرم کے لئے جائز ہے

۲۶۰۹۔ ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں حدیبیہ والے سال مکہ معظمہ جانے والے راستے کے ایک مقام پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ

الْحُدَيْبِيَةِ، فَأَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَأَنَا مَشْغُوْلٌ أَخْصِفُ نَعْلِي، فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِي، وَأَحَبُّوْا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ، فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ، ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، قَالُوْا: وَاللهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ فَغَضِبْتُ، فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَأْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوْا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي، فَأَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ، فَأَكَلَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ متفق عليه۔ ولفظه للبخاري، ولهم في رواية: «هُوَ حَلَالٌ فَكُلُوْهُ»۔ ولمسلم: «هَلْ أَشَارَ إِلَيْهِ إِنْسَانٌ أَوْ أَمَرَهُ بِشَيْءٍ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكُلُوْهُ» وللبخاري: قال: «مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا»: "نيل الاوطار" (۴-۲۴۰)۔

بیٹھا ہوا تھا اور حضور ﷺ ہمارے آگے تھے۔ دوسرے لوگ تو احرام کی حالت میں تھے جبکہ میں بغیر احرام کے تھا۔ لوگوں نے ایک گورخر دیکھا جبکہ میں اپنا جوتا سینے میں مصروف تھا۔ انہوں نے مجھے اس گورخر کی اطلاع تو نہ دی لیکن وہ چاہتے تھے کہ کاش میں اسے دیکھوں۔ پس جب میں مڑا تو میں نے اسے دیکھ لیا۔ پھر گھوڑے کی طرف کھڑا ہوا اور اس پر زین رکھی۔ سوار ہوتے وقت میں کوڑا اور نیزہ لینا بھول گیا۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھا دو لیکن انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ ہم اس کام میں آپ کا تعاون نہیں کرتے۔ مجھے اس پر غصہ آیا۔ بہرحال میں نے اتر کر یہ دونوں چیزیں لیں اور گھوڑے پر سوار ہو کر گورخر پر جھپٹا اور اسے زخمی کر دیا۔ پھر جب میں اسے لوگوں کے پاس لایا تو وہ مر چکا تھا۔ پھر تمام لوگ اس کے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ احرام کی حالت میں اس کے کھانے پر انہیں شک گذرا۔ پس شام کو ہم چلے اور گورخر کا ایک بازو میں نے اپنے ساتھ چھپا لیا (تاکہ پھر کھائیں گے یا کسی اور کو کھلائیں گے) پھر ہماری حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی اور ہم نے اس (کے کھانے) کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ بچا ہوا ہے؟۔ میں نے عرض کیا ہاں!۔ میں نے آپ ﷺ کو وہ بازو دیا تو آپ ﷺ نے اسے احرام کی حالت میں کھایا۔ (بخاری و مسلم)۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں، ایک اور روایت میں، یہ الفاظ ہیں کہ یہ (تمہارے لیے) حلال ہے۔ اسے کھاؤ، صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا کسی محرم نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس کا حکم دیا تھا؟ تو صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اسے کھاؤ۔ بخاری کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ کیا کسی محرم نے اس پر حملہ کرنے کا حکم یا اشارہ دیا تھا تو صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو گوشت باقی بچا ہوا ہے اسے بھی کھاؤ۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کے تمام اجزاء پر "کہ محرم نہ خود شکار کرے، نہ شکار کرنے کا حکم کرے، نہ اس کی طرف رہنمائی اور اشارہ کرے۔ اور اگر کوئی غیر مُحرم آدمی مُحرم کے حکم و رہنمائی اور اشارہ کے بغیر کسی جانور کو شکار کر لائے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے"، پر دلالت ہو رہی ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر غیر مُحرم محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کرے تب بھی محرم اس شکار کا

٢٦١٠- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ مَا لَمْ تَصِيدُوْهُ أَوْ يُصَادُ لَكُمْ﴾- رواه الخمسة الا ابن ماجة، و قال الشافعي: هذا احسن حديث فى الباب واقيس- قلت: وهو من رواية المطلب بن عبدالله بن حنطب عن جابر، ولا يعرف له سماع منه، قاله الترمذي، كذا فى "نيل الاوطار" (٤-٢٤٣)- و فى سنده اضطراب كما سنذكره-

بَابُ مَالَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ وَمَا لَا يُغَطِّيهِ مِنْ اَعْضَائِهِ

٢٦١١- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ قَالَ: ﴿لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيْصَ، وَلَا الْعِمَامَةَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهٗ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ، وَلَا الْخُفَّيْنِ اِلَّا اَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ﴾- رواه الجماعة، و فى لفظ للبخاري: ﴿وَلْيُحْرِمْ اَحَدُكُمْ فِيْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ وَنَعْلَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَجِدِ

گوشت کھا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ابوقتادہؓ نے یہ شکار صرف اپنے کھانے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی کھلانے کی نیت تھی۔ کیونکہ اتنا بڑا جانور صرف اپنے کھانے کیلئے شکار کرنا نہایت بعید اور عجیب ہے۔

۲۶۱۰۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں خشکی کے شکار تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ تم نے خود انہیں شکار نہ کیا ہو اور نہ ہی صرف تمہیں کھلانے کی نیت سے شکار کیا گیا ہو۔ اصحاب خمسہ نے سوائے ابن ماجہ کے اسے روایت کیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس باب میں زیادہ اچھی اور زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

فائدہ: یعنی شکار کرنے والے نے اپنے لئے اور مُحرموں کو کھلانے کیلئے شکار کیا ہو تو مُحرم لوگ اسے کھا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر مُحرموں کو کھلانے کے لئے شکار کیا گیا ہو، ان کے حکم یا اشارہ وغیرہ سے تو اس کا کھانا مُحرموں کے لئے درست نہیں۔ طحاوی نے اس حدیث کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

باب مُحرم کون سے کپڑے نہ پہنے اور کون سے اعضاء نہ ڈھکے

۲۶۱۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مُحرم کیا چیز پہن سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مُحرم قمیص، پگڑی، برساتی، شلوار یا ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا اور موزے نہ پہنے۔ ہاں اگر مُحرم کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن سکتا ہے۔ (رواہ الجماعۃ)۔ اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ تم میں سے ہر ایک ایک چادر، ایک تہہ بند اور دو جوتوں میں احرام باندھے اور اگر جوتے نہ ہوں تو موزے پہن لے (بشرط مذکورہ بالا یعنی ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں کو کاٹ کر جوتے کے طور پر پہننا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جوتے ہوتے

النَّعْلَيْنِ فَيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ- الحديث (نيل ٤-٢١٨،٢١٩)-

٢٦١٢- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ﴾- رواه احمد ، والبخاری، والنسائی، والترمذی وصححه، "نیل الاوطار" (٤-٢١٩)-

٢٦١٣- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ، فَاِذَا حَازَوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَاْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَاِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ- رواه احمد ، وابوداود، وابن ماجة، و فيه يزيد بن ابی زيادة قال ابن خزيمة: فی القلب منه شیء، لكن ورد من وجه آخر، ثم اخرج من طريق فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بكر- وهی جدتها- ونحوه، وصححه الحاكم ، ويزيد بن ابی زيادة المذكور قد اخرج له مسلم، و فی "الخلاصة" عن الذهبی: انه صدوق- (نيل ٤-٢٢٢)-

٢٦١٤- عَنْ سَالِمٍ: اَنَّ عَبْدَ اللهِ -يَعْنِيْ اِبْنَ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا- كَانَ يَقْطَعُ الْخُفَّيْنِ

ہوئے موزے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔اور یہی جمہور کا قول ہے۔

٢٦١٢۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مُحرم عورت چہرے پر نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔(احمد ،بخاری، نسائی، ترمذی)۔ترمذی نے اسے صحیح کہاہے۔

٢٦١٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (دورانِ حج وعمرہ) سوار ہمارے سامنے سے گذرتے اور ہم حضور ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں۔ پس جب سوار ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنے منہ پر نقاب ڈال لیتے (اس طرح کہ کپڑا منہ کو نہ لگے) اور جب وہ گذر جاتے تو ہم پھر اپنے منہ کو کھول لیتے۔(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔اس کی سند میں یزید بن ابی زیادہ ہے جومختلف فیہ ہے اور مسلم نے بھی اس کی حدیث کی تخریج کی ہےاور خلاصہ میں ذھبی سے مروی ہے کہ یہ صدوق (سچا) ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت منہ ڈھانپا جاسکتا ہے بشرطیکہ کپڑا منہ کو نہ لگے۔اسی طرح اس حدیث سے قبل مذکورہ حدیث کے بھی احناف تارک نہ ہوئے۔

٢٦١٤۔ سالم، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ مُحرم عورت کیلئے موزوں کو کاٹا کرتے تھے۔ پھر صفیہ بنت ابوعبید نے سالم کو بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو موزے (کاٹ کر) پہننے کی اجازت دی تھی۔اس کے بعد یہ (کاٹنے کا) عمل ترک کردیا گیا۔(ابوداود)۔اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے لیکن اس نے عنعنہ نہیں کیا۔

<u>فائدہ:</u> یہ کاٹنے کا عمل اس لئے ترک کیا گیا کہ احرام کی حالت میں ٹخنوں کا ننگا رکھنا مرد کیلئے ضروری ہے۔عورت کے لئے

لِلْمَرْاَةِ الْمُحْرِمَةِ، ثُمَّ حَدَّثَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ اَبِي عُبَيْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ قَدْ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُفَّيْنِ، فَتَرَكَ ذٰلِكَ۔ رواه ابوداود، و فى اسناده محمد بن اسحاق، ولكنه لم يعنعن۔ كذا فى "النيل" (٤-٢٢٢)۔

٢٦١٥- عن سعيد بن جبير، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَجُلًا اَوْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّ سِدْرٍ، وَ كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ، فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا﴾۔ اخرجه مسلم، والنسائى، وابن ماجه۔ "التعليق الممجد" (٢٠٢)۔

٢٦١٦- اخبرنا مالك، حدثنا نافع، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: مَا فَوْقَ الذَّقْنِ مِنَ الرَّاْسِ فَلَا يُخَمِّرُهُ الْمُحْرِمُ۔ اخرجه محمد فى "الموطا" (٢٠٢) وقال: بقول ابن عمر ناخذ، وهو قول ابى حنيفة والعامة من فقهائنا رحمهم الله تعالىٰ۔

ضروری نہیں۔ عورت بغیر کاٹے بھی استعمال کر سکتی ہے۔ یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔

۲۶۱۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی احرام کی حالت میں سواری سے گر کر مر گئے تو اس مُحرم کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اسے انہی دو کپڑوں میں کفن دو۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کے سر اور چہرے کو نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرم خوشبو استعمال نہ کرے اور نہ ہی اپنا سر اور چہرہ ڈھانپے۔ البتہ احناف کے نزدیک مُحرم کے مرجانے سے احرام کے احکام ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ مکلف نہ رہا۔ اس لئے اسے خوشبو وغیرہ لگا سکتے ہیں۔ باقی اس حدیث میں مردہ مُحرم کیلئے جو ممانعت آئی ہے یہ اس صحابی کی خصوصیت ہے۔

۲۶۱۶۔ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ مُحرم پیشانی سے ٹھوڑی تک کے حصے کو نہ ڈھانپے۔ (مؤطا محمدؒ)۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کے قول کو ہی ہم لیتے ہیں اور یہی امام اعظم اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرم چہرہ نہ ڈھانپے۔ باقی امام شافعیؒ نے جو دار قطنی میں مذکور ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث احرام الرجل فى راسه واحرام المراة فى وجهها سے جو استدلال کیا ہے کہ مرد کیلئے چہرہ ڈھانپنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے حق میں سر کا ننگا رکھنا زیادہ مؤکد ہے چہرہ کے ننگا رکھنے سے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ چہرہ ننگا رکھنا اسے لازم نہیں اور اس پر دلیل مذکورہ بالا اصح الاسانید والی متن میں مذکور حدیث ہے۔

۲۶۱۷- عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَقَدْ رَاٰی عَلٰی طَلْحَةَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: إِنَّمَا هُوَ مَدَرٌ، قَالَ: إِنَّكُمْ أَيُّهَا الرَّهْطُ أَئِمَّةٌ يَقْتَدِيْ بِكُمُ النَّاسُ، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا جَاهِلًا رَاٰی هٰذَا الثَّوْبَ فَقَالَ: إِنَّ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ كَانَ يَلْبَسُ الثِّيَابَ الْمُصْبَغَةَ فِي الْإِحْرَامِ، فَلَا تَلْبَسُوْا أَيُّهَا الرَّهْطُ مِنْ هٰذِهِ الْمُصْبَغَةِ۔ اخرجه مالك فى "الموطا" "جمع الفوائد" (۱-۱۶۹)۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِيْ "موطاه": وَيُكْرَهُ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ الْمُشْبَعَ بِالْعُصْفُرِ، وَالْمَصْبُوْغَ بِالْوَرْسِ أَوِ الزَّعْفَرَانِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ قَدْ غُسِلَ فَذَهَبَ رِيْحُهُ، وَصَارَ لَا يَنْفُضُ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ اھ۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ وَلْيَفْتُقْهُ

۲۶۱۸- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ»۔ رواه احمد، و مسلم۔ (نيل الاوطار ۴-۲۲۰)۔

۲۶۱۷- عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ کے بدن پر احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ (یعنی رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں تو آپ نے یہ کیوں پہنا ہے؟) طلحہؓ نے فرمایا کہ یہ تو مٹی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہاری حیثیت ائمہ کی سی ہے۔ لوگ تمہاری اقتداء کرتے ہیں۔ اگر کوئی جاہل آدمی یہ کپڑا دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہؓ احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔ پس لوگو! رنگے ہوئے کپڑے مت پہنو (موطا امام مالک) امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں کہ کسم، ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا احرام کی حالت میں پہننا مکروہ ہے۔ ہاں اگر رنگنے کے بعد اسے اتنا دھودیا گیا کہ اس کی بُو باقی نہ رہے اور نچوڑنے سے عصفر وغیرہ نہ ٹپکے تو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو سے رنگا ہوا کپڑا استعمال کرنا مُحرم کیلئے جائز نہیں۔ البتہ اگر اسے اچھی طرح دھودیا جائے اور اس خوشبو کے اثرات ختم ہو جائیں تو پھر پہننا جائز ہے۔ دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ مقتدیٰ لوگوں کو ایسے مباح کاموں سے بھی احتراز کرنا چاہیے جس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو حسنات الابرار سیئات المقربین کے اصول کے تحت۔

باب اگر محرم کے پاس تہہ بند نہ ہو تو وہ سلائی کھول کر شلوار پہن سکتا ہے

۲۶۱۸- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہہ بند نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے۔ (احمد، مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے مطلقاً (بغیر کاٹے) موزوں کو پہننے کی اجازت معلوم ہوتی ہے اور پچھلی احادیث میں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کا کاٹنا ضروری ہے۔ اسی طرح شلوار کو موزوں پر قیاس کرتے ہوئے سلائی کھولنا ضروری ہے۔ اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے اور حدیث صحیح پر

بَابُ مَنْعِ الْمُحْرِمِ مِنْ اِسْتِعْمَالِ الطِّيْبِ بَعْدَ الْاِحْرَامِ

٢٦١٩- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فِيْ حَدِيْثِهٖ: ﴿وَلَا ثَوْبًا مَسَّهٗ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ﴾- وَ قَالَ فِي الْمُحْرِمِ الَّذِيْ اَوْ قَصَتْهُ نَاقَتُهٗ: ﴿وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا﴾- رواه ابن عباس ، و قد تقدم كل ذلك فى الباب المتقدم-

٢٦٢٠- وَعَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ الْحَاجُّ؟ قَالَ: اَلشَّعِثُ التَّفِلُ قَالَ: فَاَيُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ قَالَ: وَمَا السَّبِيْلُ؟ قَالَ: ﴿الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ﴾- رواه ابن ماجة باسناد حسن- (الترغيب والترهيب ١-١٩٥)-

بَابُ جَوَازِ الْمُزَعْفَرِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الثِّيَابِ اِذَا كَانَ غَسِيْلًا

٢٦٢١- حدثنا فهد، ثنا يحيى بن عبدالحميد الحمانى ، ثنا ابو معاوية، وحدثنا ابن ابى عمران، ثناعبدالرحمن بن صالح الازدى ، حدثنا ابو معاوية، عن عبيدالله، عن نافع ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا تَلْبَسُوْا ثَوْبًا مَسَّهٗ وَرْسٌ اَوْ زَعْفَرَانٌ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ غَسِيْلًا﴾- يَعْنِيْ فِي الْاِحْرَامِ- اخرجه الطحاوى، ورجاله ثقات- (زيلعى ١-٤٨٠)- و

عمل کرنے کیلئے موزوں کو کاٹ کر اور شلوار کو ادھیڑ کر پہننا بہتر ہے۔

باب احرام باندھنے کے بعد مُحرم کیلئے خوشبو استعمال کرنا ممنوع ہے

۲۶۱۹۔ ابن عمرؓ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ مُحرم ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔ اسی طرح مرنے والے مُحرم کے بارے میں فرمایا کہ اسے خوشبو نہ لگائی جائے۔ (مسلم، نسائی، ابن ماجہ)۔

۲۶۲۰۔ ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ حاجی کیسا ہونا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پراگندہ بالوں والا اور بدبو والا (یعنی وہ خوشبو وغیرہ استعمال نہ کرے) پھر اس نے پوچھا کہ کون سا حج افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں خوب (لبیک کی) پکار ہو اور (خدا کے نام پر قربانی کر کے) زیادہ خون بہایا جائے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ میں سبیل سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد سفر خرچ اور سواری کا انتظام ہے۔ (ابن ماجہ) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: بدبو والا ہونے سے مراد یہ ہے کہ خوشبو کا استعمال نہ کرے۔ اور چلانے سے مراد یہ ہے کہ تلبیہ اونچی آواز سے کثرت سے پڑھے۔

باب زعفران سے رنگا ہوا کپڑا دھو کر استعمال کرنا درست ہے۔

۲۶۲۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ احرام کی حالت میں ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا مت پہنو۔ ہاں

(عمدة القاری ۱-۵۲۳)۔

۲۶۲۲- ثنا یزید بن هارون، ثنا الحجاج، عن حسین بن عبدالله ، عن عكرمة، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: ﴿لَا بَأْسَ أَنْ یُّحْرِمَ الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبٍ مَصْبُوْغٍ بِزَعْفَرَانَ قَدْ غُسِلَ وَلَیْسَ لَهٗ قَمِیْصٌ وَلَا دِرْعٌ﴾۔ اخرجه اسحاق بن راهویه، وابن ابی شیبة والبزار، وابو یعلی الموصلی فی مسانیدهم۔ (زیلعی ۱-۳۸۱) ورجاله ثقات غیرما فی حسن بن عبدالله من المقال، ومشاه یحیی فی روایة وابن عدی، كما فی "التهذیب" (۱-۳۴۳ و ۳۴۴) وذكرته اعتضادا۔

بَابُ الرَّجُلِ یُحْرِمُ وَعَلَیْهِ قَمِیْصٌ كَیْفَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّخْلَعَهٗ

۲۶۲۳- عَنْ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ فِیْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِیْبٍ فَقَالَ: اِغْسِلِ الطِّیْبَ الَّذِیْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِیْ عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِیْ حَجَّتِكَ، اخرجه البخاری و غیره۔ و فی لفظ عند ابی داود: اِخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، فَخَلَعَهَا مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ

اگر اسے اچھی طرح دھولیا جائے (اور خوشبو کے اثرات زائل ہوجائیں تو پھر پہننا جائز ہے) (طحاوی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۶۲۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر کسی مُحرم کے پاس کوئی اور قمیص اور زرہ نہ ہو تو زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو دھو کر احرام میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راھویہ، بزار، ابویعلیٰ) اس کے راوی سوائے حسن بن عبداللہ کے ثقہ ہیں۔ اور میں نے اس حدیث کو بطور تائید کے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زعفران وغیرہ سے رنگا ہوا کپڑا اچھی طرح دھو کر احرام میں استعمال کرنا جائز ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی پاک کپڑے کو نجاست لگ جائے اور اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہو لیکن جب اسے اسی طرح دھولیا جائے کہ نجاست نکل جائے تو وہ کپڑا پاک ہوجاتا ہے اور اس میں نماز جائز ہوجاتی ہے۔ ابن مسیب، طاؤس، اور ابراہیم نخعی (جیسے کبار تابعین) کا بھی یہی مذہب ہے۔

باب محرم کے گلے میں کرتا ہو تو وہ اسے کس طرح نکالے

۲۶۲۳۔ یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عمرے کا احرام باندھا اور وہ خوشبو میں لت پت تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے جسم سے خوشبو کو تین مرتبہ دھودے اور کرتا اتار دے اور عمرے میں وہی اعمال کر جو تو حج میں کرتا ہے۔ (بخاری وغیرہ)۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کرتا اتار دے تو صحابی نے سر کی جانب سے کرتا اتار دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے گلے میں اگر کرتا ہو تو وہ سر کی جانب اسے اتارے، اور اسے پھاڑ کر اتارنا ضروری نہیں، یہی جمہور کا قول ہے۔ باقی طحاوی میں مذکور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی وہ حدیث کہ جس میں ہے کہ میں نے اپنے پاؤں کی

كَذَا فِی "الفتح" (۳-۳۱۳)۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ اَوْ يَغْتَسِلُ

۲٦۲٤- عن عبدالله بن حنين: اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ والمسور بْنَ مَخْرِمَةَ اِخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، قَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُهُ، فَاَرْسَلَنِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلٰی اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ، فَوَجَدْتُّهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ، اَرْسَلَنِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْاَلُكَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِی الثَّوْبِ فَطَأْطَاَهٗ، حَتّٰی بَدَالِیْ رَاْسُهٗ، ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ: اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰی رَاْسِهٖ، ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ، فَقَالَ: هٰكَذَا رَاَيْتُهٗ ﷺ يَفْعَلُ۔ فَقَالَ الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: لَا اُمَارِيْكَ اَبَدًا ۔ اخرجه الستة الا الترمذی۔ (جمع الفوائد ۱-۱۷۰)۔

جانب سے قمیص اتاری، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یعلیٰ کی حدیث سنداً اور نظراً جابرؓ کی حدیث سے احسن ہے۔ نظراً اس لئے احسن ہے کہ اگر محرم اپنے سر پر کوئی گٹھڑی وغیرہ اٹھالے یا اپنے سر پر ہاتھ رکھ لے تو بالاتفاق کوئی مضائقہ نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ سر کو ڈھانپنے سے منع الباس (لباس پہننے) کی جہت سے ہے، جیسے ٹوپی، پگڑی وغیرہ اور جب وہ سر کی طرف سے قمیص اتارے گا تو اس میں جہت الباس نہیں، اس لئے کوئی حرج نہیں، نیز جابرؓ کی حدیث احتیاط و تقویٰ پر محمول ہے اور سر کی جانب سے قمیص اتارنے میں فساد نہیں۔

باب محرم اپنے سر کو دھو سکتا ہے اور غسل کر سکتا ہے

۲٦۲٤۔ عبداللہ بن حنین فرماتے ہیں کہ (محرم کے سر دھونے کے متعلق) ابواء مقام پر ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہؓ کے درمیان اختلاف ہوا۔ ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے جبکہ مسور کہنے لگے کہ محرم سر نہیں دھو سکتا۔ (مسئلہ دریافت کرنے کیلئے) ابن عباسؓ نے مجھے (یعنی عبداللہ بن حنین کو) ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا۔ عبداللہ بن حنین نے ابوایوب انصاریؓ کو کنویں پر لگی ہوئی دو لکڑیوں کے درمیان ایک کپڑے کی آڑ میں غسل کرتے ہوئے پایا۔ عبداللہ بن حنین کہتے ہیں کہ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے ابن عباسؓ نے آپ سے یہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا ہے کہ حضور ﷺ احرام کی حالت میں کس طرح اپنا سر مبارک دھوتے تھے؟ (یہ سنکر) ابوایوبؓ نے کپڑے پر ہاتھ رکھا اور سر اٹھایا حتیٰ کہ انکا سر مجھے نظر آنے لگا۔ پھر انہوں نے اس شخص سے جو پانی ڈال رہا تھا کہا کہ پانی ڈال۔ پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا اور انہوں نے اپنے سر کو ہاتھوں سے ملا اور ہاتھ آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر مسور، ابن عباسؓ سے فرمانے لگے کہ اب میں آپؓ سے کبھی جھگڑا نہیں کروں گا۔ اسے ترمذی کے علاوہ اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

بَابُ جَوَازِ تَظَلُّلِ الْمُحْرِمِ مِنَ الْحَرِّ اَوْ غَيْرِهٖ

۲۶۲۵- عَنْ اُمِّ الْحُصَيْنِ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ، فَرَاَيْتُ اُسَامَةَ وَبِلَالًا، وَاَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ يَسْتُرُهٗ مِنَ الْحَرِّ، حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ- و فی روایة: وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ عَلٰى رَاسِ النَّبِيِّ ﷺ يُظِلُّهٗ مِنَ الشَّمْسِ- رواہ احمد و مسلم- (نیل ٤:٢٢٥)-

۲۶۲۶- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہما فِیْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنًى، فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ،

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں سر دھونا اور غسل کرنا جائز ہے۔ غسلِ جنابت تو بالاتفاق واجب ہے اور غسلِ نظافت یا غسل تبرید بھی جمہور کے ہاں بلا کراہت جائز ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے سر کا دھونا بھی محرم کیلئے ثابت ہے۔ باقی حضور ﷺ کا فرمان کہ "الحاج الشعث" (کہ حاجی پراگندہ بالوں والا ہوتا ہے) سے غسل راس کے عدم جواز پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ مؤطا محمد صفحہ ۲۳ میں ایک حدیث میں حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ احرام کی حالت میں آپؓ نے یعلی بن منیہ سے فرمایا کہ میرے سر پر پانی ڈال...... پانی ڈالنا سر کی پراگندگی میں اضافہ ہی کرے گا۔ (یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ اگر خالی سر دھویا جائے اور صابون تیل وغیرہ استعمال نہ کیا جائے تو اولاً غبار بالوں کی جڑوں میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر خشک ہونے پر غبار سر کی اوپر کی سطح پر آ جاتا ہے۔ اس طرح پراگندگی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیثِ متن سے اور بھی کئی علوم حاصل ہوتے ہیں: (۱) اگر صحابہ کا آپس میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جائے تو ایک کا قول دوسرے پر حجت نہیں ہوتا الا یہ کہ کسی ایک کے پاس کوئی دلیل ہو، (۲) نص کے پائے جانے کے وقت ترکِ قیاس و اجتہاد ضروری ہے، (۳) خبرِ واحد مقبول ہے اور اس کا قبول کرنا صحابہؓ کے ہاں مشہور تھا، (۴) ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید کر سکتا ہے جب دوسرے کا فضل واضح ہو جائے۔

باب گرمی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے محرم کو کسی چیز کا سایہ لینا جائز ہے

۲۶۲۵۔ ام الحصینؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا میں نے دیکھا کہ اسامہؓ اور بلالؓ میں سے ایک نے حضورؐ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی ہے اور دوسرے نے حضور ﷺ پر گرمی سے بچاؤ کیلئے ایک کپڑے کے ذریعے سایہ کر رکھا ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی۔ (مسند احمد و مسلم)۔

۲۶۲۶۔ حضرت جابرؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ترویہ کے دن (یعنی آٹھ ذوالحجہ کو) تمام لوگ منیٰ کی طرف روانہ

وَالْعِشَاءَ، وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ، فَضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا۔ الحديث رواه مسلم، وابوداود، والنسائي۔ (جمع الفوائد ۱:۱۷۷،۱۷۸)۔

بَابُ يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّبْدَاَ بِالْمَسْجِدِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ ثُمَّ يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ مَا لَمْ يُؤْذِ اَحَدًا وَاِلَّا فَيَسْتَقْبِلُهٗ وَيُكَبِّرُ اللّٰهَ وَيُهَلِّلُهٗ وَيُصَلِّیْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ اِسْتِلَامِهٖ ثُمَّ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ

۲۶۲۷- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ۔ متفق عليه۔ (درايه ۱۸۸)۔

۲۶۲۸- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ

ہونے لگے تو انہوں نے حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا اور حضور ﷺ سوار ہو کر منیٰ گئے اور منیٰ میں آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں پھر فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر سورج طلوع ہونے تک آپ ٹھہرے رہے پھر آپ ﷺ نے (عرفات میں) بالوں کا ایک خیمہ لگانے کا حکم فرمایا اور نمرہ کے مقام پر ایک خیمہ آپ ﷺ کے لئے لگا دیا گیا۔ پھر جب آپ ﷺ عرفات کے میدان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ نمرہ مقام پر آپ ﷺ کے لئے ایک خیمہ لگ چکا ہے۔ تو آپ ﷺ اس میں ٹھہرے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)۔

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گرمی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے سر پر سایہ کرنا محرم کے لئے جائز ہے۔ یہی احناف اور جمہور کا مسلک ہے۔ باقی ابن عمرؓ کی وہ حدیث جو بیہقی میں مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا مرفوع حدیثوں کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ نیز اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ کپڑا محرم کے سر کو لگا ہوا ہو اس لئے ابن عمرؓ نے اس سے روکا ہو۔

باب مکہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسجد حرام جانا پھر بغیر کسی کو تکلیف دیے حجر اسود کو بوسہ دینا مستحب ہے اور تکلیف کی صورت میں حجر اسود کا استقبال ہی کافی ہے۔ بوسہ دیتے وقت تکبیر و تہلیل اور درود پڑھے پھر طواف کرے

۲۶۲۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مکہ داخل ہو کر سب سے پہلے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ (بخاری و مسلم)۔

۲۶۲۸۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو (سب سے پہلے) مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کا بوسہ لیا پھر اور کام کیے (مسلم)۔

...نبی، رواہ مسلم- (درایة۱۸۸)-

۲۶۲۹- عَنْ عَطَاءٍ: لَمَّا دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ لَمْ يَلْوِ عَلٰى شَىْءٍ وَلَمْ يَعْرُجْ، وَلَا بَلَغَنَا أَنَّهُ دَخَلَ بَيْتًا حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَبَدَأَ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ- رواه الازرقی فی "تاريخ مكة"، (دراية) و سكت الحافظ عنه-

۲۶۳۰- عن سعيد بن المسيب، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ﴿يَا عُمَرُ إِنَّكَ رَجُلٌ قَوِيٌّ، لَا تُزَاحِمْ عَلَى الْحَجَرِ فَتُؤْذِي الضَّعِيفَ، إِنْ وَجَدْتَ خَلْوَةً فَاسْتَلِمْهُ، وَإِلَّا فَاسْتَقْبِلْهُ وَكَبِّرْ وَهَلِّلْ﴾- رواه احمد والبيهقی، (دراية۱۸۹)، وسكت الحافظ عنه- واخرجه الشافعی، واسحاق بن راهويه، وابو يعلى الموصلی، كلهم عن سفيان، عن ابی يعفور العبدی -واسمه وقدان- قال: سمعت شيخنا بمكة يحدث عن عمر بن الخطاب ﷺ، فذكره- قال الدارقطنی فی "العلل": قال ابن عيينة: ذكروا ان هذاالشيخ هو عبدالرحمن بن نافع بن عبدالحارث، كذا فی "نصب الراية"(۱:۴۸۶)- قلت: وعبدالرحمن بن نافع ذكره ابن شاهين فی الصحابة، وعزاه لابن سعد، لم يبين مستنده، وابوه صحابی شهير- كذا فی "التهذيب التهذيب" (۶-۲۸۸) فالسند صحيح، ولا اقل من ان يكون حسنا، فان رجاله ثقات كلهم، وقد تابع عبد الرحمن سعيد بن المسيب، فذكر عن عمر نحوه-

۲۶۲۹- عطاءؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو مسجد حرام میں داخل ہونے تک نہ آپ ﷺ کسی جانب ہٹے راستے سے کسی اور جانب مڑے- اور نہ ہی کسی گھر میں داخل ہوئے (یعنی سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے)- اور وہاں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف فرمایا- (ازرقی فی تاریخ مکہ بحوالہ درایہ)- اس حدیث پر حافظ نے سکوت کیا ہے (لہذا یہ کم از کم حسن ہے)-

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مکہ پہنچ کر سب سے پہلے مسجد حرام میں جانا چاہیے اور بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیے-

۲۶۳۰- سعید بن مسیّب حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ طاقتور آدمی ہیں اس لئے حجر اسود پر تنگی نہ کریں- بلکہ جس وقت خلوت پائیں اس وقت بوسہ دے لیں- اور اگر خلوت ہی نہ پائیں تو پھر اس کا صرف سامنا کریں- اور تکبیر و تسبیح پڑھیں- (احمد، بیہقی)- حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے اور شافعیؒ، اسحاق بن راہویہ اور ابویعلیٰ موصلی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے- الغرض اس کی سند صحیح ہے اور اس کا متابع بھی موجود ہے-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل بوسہ لینا ہی ہے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو- اور اگر زیادہ بھیڑ ہو تو حجر اسود کا سامنا کرنا ہی کافی ہے بلکہ اس کا ثواب بھی بوسہ دینے کے برابر ہے- آج کل کی صورت حال بھی اسی کی مقتضی ہے کہ بوسہ دینے پر اصرار نہ

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ

٢٦٣١- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ كَانَ اِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ- رواه البيهقي والطبراني في الاوسط والدعاء وسنده صحيح- (التلخيص الحبير ١:٢١٣)-

٢٦٣٢- وَعَنْهُ: اَنَّهُ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَسْتَلِمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ، وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَسْتَلِمُهُ- رواه الواقدي في المغازي مرفوعًا-

٢٦٣٣- ورواه البيهقي والطبراني في "الاوسط والدعاء" عن الحارث الاعور، عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه: اَنَّهُ كَانَ اِذَا مَرَّ بِالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَرَاٰى عَلَيْهِ زِحَامًا اِسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ، وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ، وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ، (التلخيص ١-٢١٣) سكت الحافظ عنهما فالاسناد حسن-

٢٦٣٤- عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ، قَالَ: اُخْبِرْتُ اَنَّ بَعْضَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ نَقُوْلُ اِذَا اسْتَلَمْنَا؟ قَالَ: ﴿قُوْلُوْا بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ، اِيْمَانًا بِاللهِ وَتَصْدِيْقًا لِمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ﴾- قلت: وهو في "الام" عن سعيد بن سالم، عن ابن جريج، (التلخيص الحبير

کیا جائے۔ لیکن اس مستحب کام کو کرنے کیلئے لوگ دھکم پیل کرتے ہیں جو کہ حرام ہے۔

باب حجر اسود کا بوسہ دیتے وقت محرم کیا کہے

۲۶۳۱۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یہ الفاظ فرماتے تھے۔ بسم اللہ واللہ اکبر (اللہ کے نام سے بوسہ دیتا ہوں جو سب سے بڑا ہے)۔ (بیہقی، طبرانی) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۶۳۲۔ ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کرتے تو یہ الفاظ کہتے: ''اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے، تیری کتاب (قرآن پاک) کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے نبی کریم ﷺ کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے (بوسہ دیتا ہوں) پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے، اس کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیتے۔ واقدی نے مغازی میں اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

۲۶۳۳۔ طبرانی نے الاوسط والدعاء میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب وہ حجر اسود کے پاس سے گذرتے اور اس پر بھیڑ دیکھتے تو اس کا سامنا کرتے ہوئے تکبیر کہتے۔ پھر وہی الفاظ فرماتے جو ابن عمرؓ سے مروی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس پر سکوت کیا ہے پس اس کی سند (کم از کم) حسن ہے۔ (التلخیص الحبیر)۔

۲۶۳۴۔ ابن ابی نجیح فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کیا پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ الفاظ پڑھ بسم الله والله اكبر ايمانا بالله و تصديقا لما جاء به محمد ﷺ (التلخیص الحبیر)۔

(۲۱۳:۱)- و سعيد فيه مقال وهو منقطع ايضا-

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ

۲۶۳۵- عَنْ اِبْرَاهِيمِ النَّخْعِي، قَالَ: تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَفِيْ التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِيْ الْوِتْرِ، وَفِيْ الْعِيْدَيْنِ، وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَبِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ، وَعِنْدَ الْمُقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ- رواه الطحاوی واسناده صحيح- (آثار السنن ۱-۱۸)-

بَابُ لَا يَسْتَلِمُ مِنَ الْاَرْكَانِ غَيْرَ الْحَجَرِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيْ وَاِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْاِسْتِلَامِ يَمْسَحُهُمَا بِشَيْءٍ ثُمَّ يُقَبِّلُهُ

۲۶۳۶- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمْ اَرَ النَّبِیَّ ﷺ يَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ-(رواه الجماعة الا الترمذی، وله معناه من رواية ابن عباس- (نيل ۴:۲۶۴)-

---

فائدہ: اسی طرح احادیث میں یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے بوسہ دیتے وقت یہ بھی کہا کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ (اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبہ۔ عللِ دارقطنی، مسلم، نسائی اور ابوعوانہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے) تو آج کل کے فساد کے زمانہ میں علماء اور اکابر وخواص کے لئے بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ کہنا بھی افضل ہے۔ اس طرح کہنے سے سنت کا اتباع بھی ہو جائے گا اور عوام کے عقائد میں بھی خلل نہیں آئے گا اور فلاسفہ اور دہریوں کے اعتراض سے بھی بچاؤ ہو جائے گا۔

باب حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت ہاتھ اٹھانا

۲۶۳۵۔ ابراھیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ سات موقعوں پر اٹھایا جائے۔ نماز کے شروع میں، وتروں میں قنوت کے لئے تکبیر کہتے وقت، عیدین میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا مروہ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں، جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ ثانیہ کے مقامات میں (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ یقیناً انہوں نے صحابہؓ یا اجلہ تابعینؒ سے سنا ہوگا۔ کیونکہ ایسی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

باب محرم حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور رکن کو بوسہ نہ دے اور اگر بوسہ دینے پر قدرت نہ ہو تو کسی اور چیز سے چھو کر اسے بوسہ دے

۲۶۳۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور رکن کا بوسہ دیتے نہیں دیکھا۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی وغیرہ)۔

٢٦٣٧- عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ، ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ، وَقَالَ: مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهٗ۔ متفق عليه۔ (نيل ٤: ٢٦٣)۔

٢٦٣٨- عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنٍ مَعَهٗ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔ رواه مسلم۔ (نيل ٤: ٢٦٣)۔

٢٦٣٩- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔ متفق عليه۔ وَفِيْ لَفْظٍ: طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَعِيْرٍ، كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ وَكَبَّرَ۔ رواه احمد والبخاري۔ (نيل ٤-٢٦٣)۔

بَابُ طَوَافِ الْقُدُوْمِ وَالرَّمَلِ وَالْاِضْطِبَاعِ فِيْهِ وَكَيْفِيَّتِهِمَا

٢٦٤٠- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ بَدَاَ بِالْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهٗ، ثُمَّ اَخَذَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ وَمَشٰى اَرْبَعًا۔ اخرجه مسلم۔(زيلعی ١-٤٨٨)۔ وهوفی حديث طويل له فی حجة الوداع۔

فائدہ: حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چومنا استلام کہلاتا ہے۔

۲۶۳۷۔ نافع فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو چھوا پھر اپنے ہاتھ کا بوسہ لے کر فرمایا ”جب سے میں نے حضور ﷺ کو یہ کرتے ہوئے دیکھا، اس وقت سے میں نے حجر اسود کا بوسہ نہیں چھوڑا“ (بخاری و مسلم)۔

۲۶۳۸۔ ابوطفیل عامر بن واثلہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرتے اور حجر اسود کو اپنی چھڑی سے چھو کر چھڑی کو چوم لیتے (مسلم)۔

۲۶۳۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ اور حجر اسود کو چھڑی سے چومتے تھے۔ (بخاری و مسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور جب بھی حجر اسود پر پہنچتے تو اپنے ہاتھ میں موجود کسی شئ سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے (احمد و بخاری)۔

فائدہ: مسند احمد میں ہے کہ عطاء فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہؓ، ابن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ، ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ بھی حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھوں کو چوم لیتے۔

باب طواف قدوم اور اس میں رمل اور اضطباع کی کیفیت

۲۶۴۰۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے تو سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر دائیں طرف

۲٦٤١ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا، وَمَشٰی اَرْبَعًا، وَفِیْ روایة: اِذَا طَافَ فِی الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَایَقْدَمُ فَاِنَّهٗ یَسْعٰی ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ بِالْبَیْتِ وَیَمْشِیْ اَرْبَعَةً متفق علیهما (نیل ٤ـ ١٥٩)۔

۲٦٤٢ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ اِعْتَمَرُوْا مِنْ جِعِرَّانَةَ، فَرَمَلُوْا بِالْبَیْتِ، وَجَعَلُوْا اَرْدِیَتَهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ، ثُمَّ قَذَفُوْهَا عَلٰی عَوَاتِقِهِمِ الْیُسْرٰی، رواه احمد، وابوداود، وسکت عنه هو والمنذری، والحافظ فی "التلخیص"، ورجاله رجال الصحیح، و قد صحح حدیث الاضطباع النووی فی "شرح مسلم،(نیل ٤: ٢٦٠)۔

سے طواف شروع کیا۔ اور تین چکروں میں رمل کیا۔ اور چار میں اپنی ہیئت پر چلے۔ (مسلم)۔ یہ حجۃ الوداع کے بارے میں حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمل اب بھی سنت ہے کیونکہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر تو کوئی کافر بھی مکہ میں نہ تھا۔

۲۶۴۱۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں جلدی جلدی چلتے (یعنی رمل کرتے) اور چار چکروں میں عام عادت کے مطابق چلتے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں دوڑتے اور چار چکروں میں عادت کے مطابق چلتے۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ طواف قدوم اور اس میں رمل دونوں سنت ہیں۔ اور ﴿وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ﴾ سے طواف قدوم کے وجوب پر استدلال درست نہیں کیونکہ یہ آیت بالاجماع طواف زیارت سے متعلق ہے۔ (نیل الاوطار) نیز ... سے طواف قدوم کا ساقط ہوجانا، اور وقت کی تنگی کے وقت مردوں سے بھی اس کا ساقط ہوجانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سنت ہے۔ کیونکہ اگر واجب ہوتا تو یہ ساقط نہ ہوتا اور اس کے فوت ہونے کی صورت میں فدیہ واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

۲۶۴۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے جعرانہ مقام سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے رمل کیا۔ (یعنی کندھے اچکاتے ہوئے جھپٹ کر چلے) اور اپنی چادروں کو بغلوں کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھوں پر ڈالا (یعنی اضطباع کیا)۔ (احمد، ابوداوٗد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اضطباع کرنا سنت ہے اور طریقہ اضطباع بھی معلوم ہوا۔

بَابُ الطَّوَافِ مِنْ وَّرَاءِ الْحَطِيْمِ

٢٦٤٣- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْحَجَرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ : فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: ﴿إِنَّ قَوْمَكَ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ، وَلَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْحَجَرَ فِي الْبَيْتِ﴾- الحديث متفق عليه، واللفظ لمسلم (نيل الاوطار٤-٢٦٦)-

٢٦٤٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، قَالَ: اَلْحَجَرُ مِنَ الْبَيْتِ، لِأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ مِنْ وَّرَائِهِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾- اخرجه الحاكم فى "المستدرك" قال: حديث صحيح الاسناد- (زيلعی ١-٤٨٨)-

بَابُ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيْ فِيْ كُلِّ شَوْطٍ وَاِنْ لَّمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ يُشِيْرُ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ وَّ يُقَبِّلُهٗ

باب حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا

۲۶۴۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے حطیم کے بارے میں پوچھا، کیا وہ بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا لوگوں نے (تعمیر کرتے وقت) اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہیں کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تعمیر کرتے وقت) قوم کے پاس خرچہ ختم ہو گیا اور اگر تیری قوم نے جاہلیت (کفر) کو نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ ان کے دل (حطیم کو داخل کرنے کو) برا سمجھیں گے تو میں حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا۔ (بخاری و مسلم)۔

۲۶۴۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ امن والے گھر (بیت اللہ) کا طواف کرو۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اور طواف میں حطیم کو شامل کرنا بھی واجب ہے۔ ابن عبد البر نے حطیم کے باہر سے طواف کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی حدیث مرفوع میں یا کسی صحابی سے یا اس کے بعد کے کسی بزرگ محدث و فقیہ سے یہ بات منقول نہیں ہے کہ اس نے حطیم کے اندر سے طواف کیا ہو۔ (فتح الباری)

باب طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کو بوسہ دیا جائے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس چیز کو چوم لیا جائے

۲٦٤٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: طَافَ النَّبِیُّ ﷺ بِالْبَیْتِ عَلٰی بَعِیْرٍ، كُلَّمَا اَتَی الرُّكْنَ اَشَارَ اِلَیْهِ بِشَیْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ- اخرجه الامام البخاری- (فتح الباری ۳-۳۸۱)-

۲٦٤٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ مَسَحَ، اَوْ قَالَ: اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ فِیْ كُلِّ طَوَافٍ- اخرجه الحاکم فی "المستدرک" (۱-۴۵٦) وقال: حدیث صحیح الاسناد واقره علیه الذهبی-

بَابُ جَوَازِ الطَّوَافِ رَاكِبًا لِعُذْرٍ وَكَرَاهَتِهٖ بِدُوْنِهٖ

۲٦٤٧- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ مَكَّةَ وَهُوَ یَشْتَكِیْ، فَطَافَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ- اخرجه ابوداود، ذکره الحافظ فی (الفتح ۳-۳۹۲) وسکت عنه، فهو صحیح او حسن-

۲٦٤٨- عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: شَكَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ اَشْتَكِیْ،

۲٦۴۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اونٹنی پر طواف کررہے تھے، جب بھی آپ ﷺ حجر اسود کے پاس پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رش کی صورت میں کسی چھڑی وغیرہ کے ذریعے اشارہ کر کے چوم لینا ہی کافی ہے۔ اور مسلم کی حدیث میں چھڑی کو چومنے کا بھی ذکر ہے۔ اور ابوسعید خدری، ابوہریرہ، ابن عمر، جابر اور ابن عباس ﷺ سے بھی اسی طرح چومنا مروی ہے اور جمہور کا یہی مسلک ہے کہ ہاتھ سے چھو کر چومنا سنت ہے۔ اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو کسی شئ سے چھو کر اس کو چوم لیا جائے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ہاتھ یا چھڑی وغیرہ سے اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

فائدہ: باقی آپ ﷺ کا سوار ہو کر طواف کرنا ضرورت اور مجبوری کی بنا پر تھا اور بلا عذر مکروہ ہے کما سیاتی۔

۲٦۴٦۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب طواف کرتے تو حجر اسود اور رکن یمانی کو ہر چکر میں چھو کر چومتے۔ (مستدرک حاکم) حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور ذھبی نے بھی یہی کہا ہے۔

باب عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ

۲٦۴۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ پہنچے تو بیمار تھے اور آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

۲٦۴۸۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے پیچھے

فَقَالَ: ﴿طُوفِی مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ﴾- الحديث، اخرجه البخاری- "فتح الباری" (٣-٣٩٢)-

بَابُ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ اَوَّلَ مَا يَطُوفُ ثُمَّ يَأْخُذُ عَنْ يَّمِينِهِ مِمَّا يَلِی الْبَابَ

٢٦٤٩- عن ابن شهاب، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيهِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ اَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ- اخرجه الامام البخاری- (فتح الباری ٣-٣٧٧)-

٢٦٥٠- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ بَدَأَ بِالْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ اَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ، وَمَشٰى اَرْبَعًا- اخرجه مسلم- (زيلعی ١-٤٨٨) وقد تقدم-

بَابُ وُجُوبِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الطَّوَافِ وَاَفْضَلِ مَكَانِهِمَا خَلْفَ الْمَقَامِ وَسُنِّيَّةِ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ اِذَا كَانَ بَعْدَهُمَا سَعْیٌ

سوار ہوکر طواف کرلو۔ (بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی بناپر سوار ہوکر طواف کرنا جائز ہے۔ اور وہ احادیث جن میں بیماری کا ذکر نہیں، ان مقید احادیث پر محمول ہونگی۔ اور اصل طواف یہ ہے کہ پیدل ہو جیسا کہ ابن عباسؓ کی مشہور حدیث ہے جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے۔ اسے حاکم، ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے سوار ہوکر طواف کرنے پر اس میں کوئی دلالت نہیں۔

باب محرم پہلے طواف میں ہی حجر اسود کو بوسہ دے پھر دروازے کی جانب سے اپنے دائیں جانب سے طواف شروع کرے

٢٦٤٩۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف میں حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے تین میں رمل کرتے۔ (بخاری)۔

٢٦٥٠۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آئے تو سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی دائیں جانب سے طواف شروع کیا۔ طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں عادت کے مطابق چلے (مسلم)۔

فائدہ: بعض حضرات نے حجر اسود کے بوسہ دینے سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ ہر اس شخص کو بوسہ دیا جاسکتا ہے جو تعظیم کا مستحق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور اجزاء حدیث کو بوسہ دینے کا بھی جواز ثابت کیا ہے (فتح الباری)۔ لیکن یاد رہے کہ قبور صالحین کو بوسہ دینے سے علماء حنفیہ نے منع کیا ہے (نور الایضاح) کیونکہ اس میں قبر کو سجدہ کرنے کی ہیئت بنتی ہے جس میں بڑی خرابی ہے جو مخفی نہیں۔

باب طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے اور مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا افضل ہے اور جس طواف کے بعد سعی ہو اس طواف کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے

۲۶۵۱- عَنْ جَابِرٍ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا انْتَهٰى اِلٰى مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ قَرَاَ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، فَقَرَاَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، ثُمَّ عَادَ اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّفَا۔ رواہ احمد و مسلم۔(نیل ٤-۲۷۲)۔

۲۶۵۲- قِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ: اِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ: يُجْزِئُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، فَقَالَ: السُّنَّةُ اَفْضَلُ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ اُسْبُوْعًا اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔ اخرجه البخاری (نیل ٤-۲۷۲)۔

۲۶۵۳- عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ، قَالَ: سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ۔ رواہ الحافظ ابو القاسم تمام بن محمد الرازی فی "فوائدہ"۔ (زیلعی ۱-۴۹۰)۔

۲۶۵٤- عن عمرو، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: مَضَتِ السُّنَّةُ اَنَّ مَعَ كُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ لَا

۲۶۵۱۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب مقام ابراہیم پر پہنچے تو یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ قل یایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھی۔(دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد) آپ ﷺ نے دوبارہ حجر اسود کا بوسہ دیا۔اس کے بعد آپ ﷺ صفا و مروہ کی طرف (سعی کیلئے) چلے گئے۔(احمد و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی آیت ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ سے مراد طواف کی نماز ہے۔اور امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔لہذا طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں۔اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہوگا۔البتہ طواف کی رکعتوں کو مقام ابراہیم کے پاس پڑھنا واجب نہیں کیونکہ احادیث میں حضور ﷺ کا مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف کے بعد دوبارہ حجر اسود کو بوسہ دینا چاہیے بشرطیکہ اس کے بعد سعی ہو۔

۲۶۵۲۔ زہریؒ سے کہا گیا کہ عطاء کہتے ہیں کہ طواف کی دو رکعتیں فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ سنت پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضور ﷺ نے سات چکر پورے کئے ہوں اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔(بخاری)۔

فائدہ: اس اثر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے طواف کی نماز ہمیشہ پڑھی ہے اور کبھی بھی ترک نہیں کیا جو وجوب کی دلیل ہے۔

۲۶۵۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر سات چکروں پر دو رکعت نماز مسنون فرمائی ہے۔اسے ابو القاسم ابن محمد رازی نے فوائد میں روایت کیا ہے۔(زیلعی)۔

۲۶۵۴۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ سنت چلی آ رہی ہے کہ ہر سات چکروں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے

يُجْزِئُ مِنْهُمَا تَطَوُّعٌ وَلَا فَرِيضَةٌ۔ رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، ثم اخرجه عن یحیی بن سلیمان، عن اسماعیل بن امیة، عن الزهری نحوه سواء۔ (زیلعی ۱-۴۹۰)۔

بَابُ جَوَازِ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ وَمِنَ الْحَرَمِ

۲۶۵۵- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَى بَعِيرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ﴾۔ اخرجه الامام البخاری۔ (فتح الباری ۳-۳۹۰)۔

۲۶۵۶- وَصَلّٰى عُمَرُ ؓ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ۔ علقه البخاری۔ وصله مالك وغيره، كما فی "فتح الباری" ایضا۔

اور کسی قسم کی نفل یا فرض نماز سے نمازِ طواف ادا نہیں ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: مضت السنة کے الفاظ مرفوع کے حکم میں ہیں۔ نیز سنت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں عزائمِ شریعت میں سے ہیں اور ہمیشہ سے مسلمانوں میں معروف ومشہور اور ان پر تواتر سے عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ الغرض سنت سے مراد سنت اصطلاحی نہیں بلکہ سنت لغوی مراد ہے جو واجب کو بھی شامل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ دو رکعتیں واجب ہیں اور یہی حنفیہ کا قول ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف اور نمازِ طواف کے درمیان میں موالات بھی سنت ہے۔ بلا عذر تاخیر کراہت سے خالی نہیں۔

باب مسجد حرام یا حرم سے باہر طواف کی دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے

۲۶۵۵۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب صبح کی نماز کھڑی ہو (اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں) تو تو اپنے اونٹ پر طواف کر لینا۔ چنانچہ ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا (لیکن) آپ نے باہر نکلنے تک نمازِ طواف نہ پڑھی۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے طواف کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ طواف میں مردوں سے اختلاط نہ کریں۔ اس پر بخاری کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جس میں ہے کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف سے منع کر دیا......... اس میں ہے کہ حضرت عائشہؓ لوگوں سے الگ تھلگ طواف کرتی تھیں اور جب مطاف خالی ہوتا (رات کے کسی وقت میں) تو تب حجر اسود کو بوسہ دیتیں۔

۲۶۵۶۔ اور بخاری ہی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے طواف کی دو رکعتیں حرم سے باہر جا کر (ذوطوی مقام میں) پڑھیں۔ بخاری نے اسے تعلیقاً اور امام مالکؒ وغیرہ نے اسے موصولاً روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعتیں مسجد حرام سے باہر جا کر پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا

بَابُ ذِكْرِ اللهِ فِي الطَّوَافِ

٢٦٥٧- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ السَّائِبِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيْ وَالْحَجَرِ: ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾- رواه احمد، وابوداود- وقال: بين الركعتين- واخرجه ايضا النسائي، و صححه ابن حبان ، والحاكم- (نيل الاوطار١-٢١٣)- .

٢٦٥٨- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَاالدُّعَاءِ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ ﴿اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِيْ بِخَيْرٍ﴾- رواه ابن ماجة، والحاكم- (التلخيص الحبير١-٢١٣) قال الحاكم: صحيح الاسناد-

٢٦٥٩- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ: اَنَّ اللهَ وَكَّلَ بِالْحَجَرِ سَبْعِيْنَ مَلَكًا، فَمَنْ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَاوَالْاٰخِرَةِ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوْا: آمِيْنَ- رواه ابن ماجة وسكت عنه الحافظ فى التلخيص (١:٢١٣)-

٢٦٦٠- وَعَنْهُ: مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اِلَّا بِسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ

حضور ﷺ ان پر ضرور انکار فرماتے۔ لیکن مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا گذشتہ باب کی احادیث کی بنا پر یقیناً افضل ہے۔

باب طواف کے دوران اللہ کا ذکر کرنا

٢٦٥٧۔ عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ پڑھتے ہوئے سنا: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا) (احمد، ابوداود، نسائی)۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

٢٦٥٨۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ دعاء پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَنِّيْ كُلَّ غَائِبَةٍ لِيْ بِخَيْرٍ (اے اللہ مجھے اپنے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق دے اور میرے لیے اس میں برکت نازل فرما اور میرے لیے ہر غائب چیز میں خیر رکھ دے)۔ (ابن ماجہ، حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

٢٦٥٩۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود پر ستر فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں۔ پس اگر کوئی یوں کہے (حجر اسود کے قریب) اللهم انى اسئلك العفو والعافية فى الدنيا والآخرة. ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار تو اس پر وہ فرشتے آمین کہتے ہیں (ابن ماجہ)۔ حافظ صاحب نے تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)

٢٦٦٠۔ حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ جو بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔ اور اس دوران صرف تیسرا کلمہ پڑھے تو اس

إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ رواه ابن ماجة، و سنده ضعيف، قاله الحافظ فی "التلخيص" (١-٢١٣)- و فی "نيل الاوطار" (٤-٢٦٩): ان فی اسناده اسماعيل بن عياش و فيه مقال، وهشام بن عمار، وهو ثقة تغير بآخره اه- قلت: و كلاهما حسن الحديث عندنا لا سيما فی ابواب الفضائل-

بَابُ جَوَازِ الْكَلَامِ الْمُبَاحِ فِی الطَّوَافِ وَتَرْكُهُ اَفْضَلُ

٢٦٦١- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ، اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَبَاحَ فِيْهِ الْكَلَامَ، فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ اِلَّا بِخَيْرٍ﴾- اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان- (فتح الباری ٣-٣٨٦) و فی كلام الحافظ ما يشعر بكون الحديث مشهورا عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا موقوفا ومرفوعاً-

کے دس گناہ معاف ہوجاتے ہیں، دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔(ابن ماجہ)۔ اس کی سند ضعیف ہے(تلخیص)۔ میں کہتا ہوں کہ اسماعیل اور ہشام دونوں حسن الحدیث ہیں خاص کرابواب فضائل میں۔

فائدہ: ان احادیث سے طواف کے دوران ذکر اللہ کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

باب طواف کے دوران مباح گفتگو کرنا جائز ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے

۲۶۶۱۔ ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے لیکن اس میں گفتگو کرنا مباح اور جائز ہے۔تو جس نے گفتگو کرنی ہو وہ خیر کی گفتگو کرے۔اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے موقوفا و مرفوعا مشہور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران گفتگو کرنا جائز ہے لیکن اسے نماز سے تشبیہ دی گئی ہے لہٰذا گفتگو نہ کرنا ہی مستحب ہے۔اسی طرح ہر وہ عمل نہ کرنا مستحب ہے جو خشوع کے منافی ہو۔لیکن یاد رکھیں کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔کیونکہ حضور ﷺ اور صحابہؓ سے تواتر عملی سے ثابت ہے کہ طواف کے دوران وہ ہاتھ چھوڑے رکھتے تھے۔

فائدہ: قیاس کا تقاضا تھا کہ طواف میں بھی نماز کی طرح ہاتھ باندھے جائیں کیونکہ اسے نماز سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن قربان جائیں امام اعظم ابو حنیفہؒ پر کہ انہوں نے قیاس کو چھوڑ کر سنت نبوی وسنت صحابہ کی پوری پوری رعایت کی ہے۔لیکن اس سب کے باوجود بھی ایک ٹولہ احناف کو قیاس کا طعنہ دیتا ہے۔فهذه فرية بلا مرية تكاد القلوب يتفطرن منه وتنشق الصدور وتخر الجبال هدًا

بَابُ اِذَا اَتٰى مِنْ سَبْعَةِ اَشْوَاطٍ بِاَكْثَرِ صَحَّ طَوَافُهُ

٢٦٦٢- عَنْ اَبِى الشَّعْثَاءِ: اَنَّهُ اُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَقَدْ طَافَ خَمْسَةَ اَطْوَافٍ فَلَمْ يُتِمَّ مَا بَقِىَ- رواه عبدالرزاق، وذكره الحافظ فى "الفتح" (٣-٣٨٨) و سكت عنه، فهو صحيح او حسن-

بَابُ اِذَا قَطَعَ طَوَافَهُ لِعُذْرٍ يَقْضِىْ مَا بَقِىَ وَيَبْنِىْ وَلَا يَلْزَمُهُ الِاسْتِينَافُ وَالسُّنَّةُ فِيهِ الْمُوَالَاةُ

٢٦٦٣- حدثنا اسماعيل بن زكريا، عَنْ جَمِيلِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: رَاَيْتُ اِبْنَ عُمَرَ طَافَ بِالْبَيْتِ فَاُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى مَعَ الْقَوْمِ، ثُمَّ قَامَ فَبَنٰى عَلٰى مَا مَضٰى مِنْ طَوَافِهِ- رواه سعيد بن منصور، و علقه البخارى مختصرا- (فتح البارى ٣-٣٨٧) وسكت عنه الحافظ، فهو صحيح او

باب جو طواف کے اکثر حصے پورے کر لے اس کا طواف درست ہو گیا

۲۶۶۲۔ ابوالشعثاء سے مروی ہے کہ پانچ چکر پورے ہو جانے پر نماز کھڑی ہو جائے تو باقی چکروں کو پورا نہ کرے (مصنف عبدالرزاق)۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اسے ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ طواف کا رکن اکثر چکر لگانا ہے۔ یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

باب اگر کسی عذر کی بنا پر طواف روکنا پڑے تو دوبارہ بناء کرتے ہوئے باقی حصے کی قضا کرے اور از سر نو کرنا ضروری نہیں۔ اور طواف میں سنت طریقہ یہ ہے کہ لگا تار کیا جائے

۲۶۶۳۔ جمیل بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اسی دوران نماز کھڑی ہو گئی تو آپ نے (طواف چھوڑ کر) لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی (پھر نماز کے بعد) آپ کھڑے ہوئے اور سابقہ طواف پر بناء کرتے ہوئے باقی طواف پورا کیا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کیا ہے اور حافظ نے بھی اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر طواف ادھورا چھوڑ دینا جائز ہے اور پھر بناء کرنا بھی جائز ہے۔ نیز مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ اکثر اہل علم (ابن عمر، سالم عطاء، شافعی، ابوثور اور احناف وغیرہ) کے نزدیک اگر طواف یا سعی کرتے ہوئے فرض نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ طواف وسعی ادھوری چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔ نیز حضور ﷺ کے فرمان "اِذَا اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوبَةَ" سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ طواف سنت وغیرہ کے دوران اگر فرض نماز کی اقامت کہی جائے تو طواف

حسن عنده، وجميل بن زيد هذا هو الطائی الكوفی او البصری، روی عنه الثوری، واسماعيل بن زكريا وغيرهما، وهو ضعيف عندهم كما فی "التهذيب" (٢-١١٤)۔

٢٦٦٤- عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: اَلطَّوَافُ الَّذِیْ يَقْطَعُهٗ عَلَی الصَّلَاةِ وَاعْتَدَّ بِهٖ اَيُجْزِئُ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَاَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ لَّا يُعْتَدَّ بِهٖ۔ قَالَ: فَارَدْتُّ اَنْ اَرْكَعَ قَبْلَ اَنْ اُتِمَّ سَبْعِیْ؟ قَالَ: لَا، اَوْفِ سَبْعَكَ اِلَّا اَنْ تُمْنَعَ مِنَ الطَّوَافِ۔ اخرجه عبدالرزاق، و سكت عنه الحافظ فی "الفتح" (٣-٣٨٧)۔

٢٦٦٥- حدثنا هشيم، حدثنا عبدالملك، عَنْ عَطَاءٍ، اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِی الرَّجُلِ يَطُوْفُ بَعْضَ طَوَافِهٖ ثُمَّ تَحْضُرُ الْجَنَازَةُ: يَخْرُجُ فَيُصَلِّیْ عَلَيْهَا، ثُمَّ فَيَقْضِیْ مَابَقِیَ عَلَيْهِ مِنْ طَوَافِهٖ۔ اخرجه سعيد بن منصور و سكت عنه الحافظ فی الفتح (٣٨٧:٣) ورجاله ثقات۔

ادھورا چھوڑ دے اور فرض نماز باجماعت ادا کرے۔ اور ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص بھی نہیں ہے جو بناء طواف کے مسئلہ میں مذکورہ بالا اہل علم کا مخالف ہو ان کے زمانہ میں سوائے حسن بصری کے۔ لیکن جمہور کا قول اولی ہے۔ الخ۔ (٣:٣١٣)

٢٦٦٤۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ سے پوچھا کہ نماز کی وجہ سے طواف کے جس چکر کو توڑ دیا جائے تو کیا اس چکر کو طواف میں شمار کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن مجھے پسندیدہ یہ ہے کہ اسے شمار نہ کیا جائے۔ راوی نے کہا کہ میں نے سات چکر پورا کرنے سے قبل نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا نہیں، سات چکر پورے کر۔ ہاں اگر طواف کرنے سے کوئی رکاوٹ ہو جائے (تو پھر پورا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں) (مصنف عبدالرزاق) حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف درمیان میں چھوڑ دینا عذر کی وجہ سے جائز تو ہے لیکن لگاتار پورے سات چکر لگانا مسنون ہے۔

٢٦٦٥۔ عطاء سے مروی ہے، آپؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی طواف کے کچھ چکر پورے کر چکا ہو۔ پھر جنازہ آ جائے اور وہ نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو وہ واپس آ کر (بنا کرتے ہوئے) باقی طواف کر سکتا ہے۔ سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: حافظ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جمہور کا یہ قول ہے کہ عذر کی بنا پر (مثلاً فرض نماز، نماز جنازہ، تجدید وضو وغیرہ کی بنا پر) طواف ادھورا چھوڑنا جائز ہے اور پھر اس پر بنا کرنا بھی جائز ہے۔

بَابُ اَنَّ الْمُوَالَاةَ بَيْنَ الطَّوَافِ وَرَكْعَتَيْهِ سُنَّةٌ اِلَّا فِيْ وَقْتِ الْكَرَاهَةِ فَلَا بَأْسَ بِقَرْنِ الْاَسَابِيْعِ

٢٦٦٦- عن معمر، عن ايوب، عَنْ نَافِعٍ: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَكْرَهُ قَرْنَ الطَّوَافِ، وَيَقُوْلُ: عَلٰى كُلِّ سَبْعٍ صَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لَا يَقْرِنُ- اخرجه عبدالرزاق، وسكت عنه الحافظ فى الفتح (٣-٣٨٨) ورجاله ثقات معروفون من رجال الجماعة، فالسند صحيح-

٢٦٦٧- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ ﷺ: اَنَّهٗ كَانَ يَقْرِنُ بَيْنَ الْاَسَابِيْعِ اِذَا طَافَ بَعْدَ الصُّبْحِ اَوِ الْعَصْرِ، فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَوْ غَرَبَتْ صَلّٰى لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ- رواه ابن ابى شيبة بسند جيد، كما فى "فتح البارى" (٣-٣٨٨)-

باب طواف اور نماز کے درمیان موالات سنت ہے مگر مکروہ وقت میں مسنون نہیں اور کئی طواف اکٹھے کرنے میں کوئی حرج نہیں

۲۶۶۶۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کئی طواف اکٹھے کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے ہر سات چکروں پر دو رکعت نماز ضروری ہے۔ اور آپ خود کئی طوافوں کو نہیں ملاتے تھے (مصنف عبدالرزاق)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک طواف (یعنی سات چکر) مکمل اور پورا ہونے پر اگلا طواف شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے اور نماز پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دینا اچھا نہیں بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ اور اگر وقت مکروہ ہو تو نماز طواف کی تاخیر میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۲۶۶۷۔ مسور بن مخرمہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ جب صبح یا عصر کی نماز کے بعد طواف کرتے تو کئی طوافوں کو ملاتے اور جب سورج طلوع ہو جاتا یا غروب ہو جاتا تو ہر سات چکروں کیلئے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند عمدہ ہے۔

فائدہ: چونکہ وہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا وقت ہوتا اس لئے آپ نماز نہ پڑھتے۔ بلکہ دوسرا طواف شروع کرتے۔ لیکن پہلی حدیث کی بنا پر عام حالات میں ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ الطَّهَارَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ لِلطَّوَافِ

٢٦٦٨- فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ﴾-

٢٦٦٩- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ اَنَّهُ تَوَضَّاَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ- متفق عليهما- (نيل الاوطار ٤-٢٦٨)-

٢٦٧٠- وَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا طَمِثَتْ بِسَرِفَ: ﴿اِفْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ﴾- متفق عليه- (نيل ٤-٢٦٨)-

٢٦٧١- وَعَنْهَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلْحَائِضُ تَقْضِيْ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ﴾- رواه احمد، واخرجه بهذا اللفظ ابن ابي شيبة باسناد صحيح عن ابن عمر - (نيل ٤:٢٦٨)-

باب طواف کیلئے ستر ڈھانپنا اور طہارت واجب ہے

۲۶۶۸۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ (متفق علیہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر عورت طواف کے لئے واجب ہے۔ کیونکہ یہ خبر بمعنی نہی ہے جو منع میں ابلغ ہے۔

۲۶۶۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب مکہ آتے تو سب سے پہلے وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کرتے (بخاری ومسلم)۔

۲۶۷۰۔ جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سرف مقام پر حیض آ گیا تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو دوسرے حاجی کرتے ہیں تو بھی وہ اعمال کر لیکن جب تک پاک نہ ہو جائے بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۶۷۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حیض والی عورت طواف کے علاوہ حج کے تمام مناسک ادا کر سکتی ہے۔ (مسند احمد ومصنف بن ابی شیبہ)

فائدہ: آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ طہارت طواف کیلئے واجب ہے۔ نیز حضور ﷺ نے طواف کو نماز سے تشبیہ دی ہے۔

بَابُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَوُجُوب الْبَدَاءَةِ بِالصَّفَا وَسُنِّيَّةِ الصُّعُوْدِ عَلَيْهِمَا مُسْتَقْبِلًا وَالدُّعَاء وَذِكْرِ اللهِ عِنْدَهُمَا

۲۶۷۲- عَنْ جَابِرٍ ﷺ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَاَ: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾، اَبْدَأُ بِمَا بَدَاَللّٰهُ بِهٖ- فَبَدَاَ بِالصَّفَا، فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ، فَاسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ فَوَحَّدَ اللهَ، وَكَبَّرَهٗ، وَقَالَ: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ﴾، ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِیْ بَطْنِ الْوَادِیْ، حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا- رواه مسلم- و كذلك احمد والنسائی بمعناه، ولفظ النسائی: ﴿فَابْدَأُوْا بِمَا بَدَاَللّٰهُ بِهٖ﴾ بصيغة الامر، و صححه ابن حزم، والنووی فی "شرح مسلم"- و فی "الموطا": حتی

باب صفامروہ کے درمیان سعی کرنا اور صفا سے سعی کوشروع کرنا واجب ہیں اور صفامروہ پہاڑیوں پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا اور دعا اور ذکر اللہ کرنا سنت ہیں

۲۶۷۲۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ صفا پہاڑی کے قریب ہوئے تو یہ آیت پڑھی۔ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾ (کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) پھر فرمایا کہ میں اسی طرف سے شروع کروں گا جس طرف سے اللہ نے قرآن میں ان کا ذکر شروع کیا ہے (یعنی صفا سے)۔ پھر آپ ﷺ صفا پہاڑی سے شروع ہوئے اور پھر صفا پہاڑی پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا۔ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کبریائی بیان کی پھر آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شیء قدير. لا اله الا الله وحده انجز وعده (یعنی اپنا وعدہ پورا کیا) ونصر عبده (یعنی اپنے بندے کی مدد کی) وحزم الاحزاب وحده (جس نے تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دے دی) آپ ﷺ نے یہ دعا تین دفعہ فرمائی۔ اور ہر دفعہ ان تکبیرات کے بعد دعا بھی فرماتے۔ پھر آپ ﷺ اتر کر مروہ کی طرف چلے یہاں تک کہ اس وادی کے نشیب میں آپ کے قدم مبارک اٹھنے لگے (یعنی نشیب میں دوڑے) پھر جب آپ ﷺ مروہ پہاڑی پر چڑھنے لگے تو عام رفتار سے چلے اور مروہ پہاڑی پر پہنچ گئے۔ اور مروہ پہاڑی پر وہی اعمال کئے جو صفا پہاڑی پر کئے (یعنی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اللہ سے دعاء کی) (مسلم، احمد، نسائی) اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سعی اس طرف سے شروع کرو جس کو اللہ پاک نے کلام پاک میں مقدم رکھا ہے۔ یہ صیغہ امر وجوب پر دال ہے۔ نووی نے شرح مسلم میں اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور حمیدی کے جمع بین الصحیحین میں اور موطا میں یہ لفظ ہیں کہ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک وادی کے نشیب

انصبت قدماه فی بطن الوادی سعی حتی خرج، ولفظ الحمیدی فی "الجمع بین الصحیحین": حتی انصبت قدماه رمل فی بطن الوادی۔ و قد وقع فی بعض نسخ "صحیح مسلم" کلفظ "الموطا" وغیرہ۔ (نیل الاوطار ٤-٢٧٥)۔

٢٦٧٣- عَنْ جَابِرٍؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ وَسَعٰی، رَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰی اَرْبَعًا، ثُمَّ قَرَاَ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰی﴾۔ فَصَلّٰی سَجْدَتَيْنِ، وَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ، ثُمَّ اسْتَلَمَ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾، فَابْدَاُوْا بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ۔ رواه النسائی و صححه ابن حزم والنووی فی شرح مسلم (نیل الاوطار ٤:٢٧٥)۔

٢٦٧٤- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ :اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهٖ اَتَی الصَّفَا، فَعَلَا عَلَيْهِ حَتّٰی نَظَرَ اِلَی الْبَيْتِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْمَدُ اللّٰهَ وَيَدْعُوْ مَا شَاءَ اَنْ يَّدْعُوَ۔ رواه مسلم وابوداود، (نیل الاوطار ٤-٢٧٤)۔

میں اٹھنے لگے۔ آپ ﷺ دوڑے حتی کہ وادی سے نکل گئے۔ اور مسلم کے بعض نسخوں میں بھی موطا کی طرح کے الفاظ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں بلکہ قرآن میں بھی صفا مروہ کی سعی کو شعائر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اِبْدَءُوا امر کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ صفا سے سعی شروع کرنا واجب ہے۔ اور اس حدیث سے صفا مروہ پہاڑی پر ذکر اللہ کرنا بھی ثابت ہے جو کہ سنیت کی دلیل ہے۔

۲۶۷۳۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں عام عادت کے مطابق چلے۔ پھر (طواف کے بعد) یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلّٰی (یعنی مقام ابراہیم کے پاس کی جگہ کو سجدہ گاہ بناؤ) پھر آپ ﷺ نے طواف کی دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقام ابراہیم آپ ﷺ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور یہ فرماتے ہوئے چلائے ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) پھر فرمایا کہ تم سعی اس جانب سے شروع کرو جس جانب کو اللہ نے قرآن میں پہلے ذکر کیا ہے۔ (نسائی) اسے ابن حزم اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

۲۶۷۴۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو صفا کی طرف آئے اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ جب بیت اللہ آپ ﷺ کو نظر آیا تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اور جو چاہا مانگا (مسلم، ابوداؤد)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے طواف اور سعی کے مابین ترتیب معلوم ہو رہی ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔ باقی اسامہ بن شریک کی وہ حدیث جس میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں طواف سے قبل سعی کر چکا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "طُفْ وَلَا حَرَجَ" یعنی اب طواف کر لو، کوئی حرج نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے طوافِ قدوم کے بعد اور طوافِ افاضہ

بَابُ وُجُوْبِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ مَعًا

٢٦٧٥- عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَ: قُلْتُ لَهَا: إِنِّي لَأَظُنُّ رَجُلًا لَوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَا ضَرَّهُ، قَالَتْ: لِمَ؟ قُلْتُ: لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَتْ: مَا أَتَمَّ اللهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ الحديث، رواه مسلم(١-٤١٤)۔ وهذا لفظه، والبخاري ولفظه: فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا۔ فتح الباري ١-٣٩٩)۔

٢٦٧٦- عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنِيْ مَعْرُوْفُ بْنُ مُشْكَانَ، أَخْبَرَنِيْ مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ، قَالَتْ: أَخْبَرَتْنِيْ نِسْوَةٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ اللَّاتِيْ أَدْرَكْنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، قُلْنَ: دَخَلْنَا دَارَ ابْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ فَاطَّلَعْنَا مِنْ مُقْطَعٍ، فَرَأَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَشْتَدُّ فِي

سے قبل سعی کی تھی۔ (فتح الباری) اور یہ صورت ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ نیز حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ اور کبار صحابہؓ نے کبھی بھی طواف سے قبل سعی نہیں کی جو احناف کے مذہب کے لئے مؤید ہے۔

باب حج اور عمرہ دونوں میں صفا مروہ کی سعی واجب ہے

۲۶۷۵۔ عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے خیال میں اگر کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آپؓ نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو حج یا عمرہ کرے تو صفا مروہ کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب تک کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی نہ کرے اس کا حج یا عمرہ پورا نہیں ہوتا۔ اگر اسی طرح ہوتا جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَا يَطُوْفَ بِهِمَا (یعنی صفا مروہ کی سعی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں)۔ (مسلم) اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی کو صفا مروہ کی سعی نہ کرنے کی اجازت نہیں۔

۲۶۷۶۔ منصور بن عبدالرحمن کی والدہ صفیہ فرماتی ہیں کہ بنی عبدالدار کی ان عورتوں نے جنہوں نے حضور ﷺ کو پایا ہے، مجھے خبر دی ہے اور کہا کہ ہم ابن ابی حسینؓ کے گھر میں داخل ہوئیں اور ہم نے ایک مقطع (روشن دان) سے جھانکا تو حضور ﷺ کو سعی کی جگہ میں تیز دوڑتا ہوا دیکھا۔ جب حضور ﷺ فلاں کی گلی پر پہنچے (جس کو راوی نے مسعی کا نام دیا ہے) تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اے لوگو! صفا مروہ کی سعی کرو اس لئے کہ یہ سعی تم پر فرض کر دی گئی ہے۔ (دار قطنی)۔ صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صفا مروہ کی سعی واجب ہے۔ نہ کرنے پر دم واجب ہوگا۔ نیز فتح الباری میں ہے کہ مسلم کی اس حدیث سے بھی جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج اور عمرہ پورا نہ فرمائے (یعنی حضور ﷺ بددعاء دے رہے ہیں) جو صفا مروہ کی

الْمَسْعٰى، حَتّٰى اِذْ بَلَغَ زِقَاقَ بَنِىْ فُلَانٍ - قَدْ سَمَّاهُ مِنَ الْمَسْعٰى - اِسْتَقْبَلَ النَّاسَ، وَقَالَ: ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِسْعَوْا، فَاِنَّ السَّعْىَ قَدْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ﴾- رواه الدارقطنى (۲-۲۷۰)- قال الزيلعى: قال صاحب "التنقيح": اسناده صحيح، و معروف بن مشكان صدوق، لا نعلم من تكلم فيه، و منصور هذا ثقة مخرج له فى الصحيحين (نصب الراية ۱-۴۹۵)-

بَاب فِىْ فَضْلِ الطَّوَافِ

۲۶۷۷- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ، اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَبَاحَ فِيْهِ الْكَلَامَ، فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ اِلَّا بِخَيْرٍ﴾- اخرجه اصحاب السنن، و صححه ابن خزيمة، وابن حبان- (فتح البارى ۳-۳۸۶) وقد تقدم فى باب جواز الكلام المباح فى الطواف-

۲۶۷۸- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اُسْبُوْعًا فَاَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ، لَا يَضَعُ قَدَمًا وَلَا يَرْفَعُ اُخْرٰى اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً، وَكَتَبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةً﴾- رواه الترمذى، والحاكم، والنسائى- (كنز العمال ۳-۱۰) ولم يتعقبه بشىء، فهو صحيح على قاعدته-

---

سعی نہیں کرتا"۔ معلوم ہوا کہ سعی واجب ہے۔

باب طواف کی فضیلت کے بیان میں

۲۶۷۷۔ ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضورعلیہ ﷺ نے فرمایا کہ طواف نماز کی طرح ہے۔ مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے گفتگو کرنا جائز رکھا ہے۔ پس جس نے گفتگو کرنی ہو تو وہ خیر کی گفتگو کرے۔ (اخرجہ اصحاب السنن) ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں طواف کو افضل الاعمال یعنی نماز سے تشبیہ دی گئی ہے، جس سے طواف کی فضیلت واضح ہوگئی۔

۲۶۷۸۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضورعلیہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بیت اللہ کے سات چکر لگائے (یعنی طواف کرے) اور انہیں شمار کرے تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا، اس کے ہر ہر قدم پر اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور (اس کے نامۂ اعمال میں) ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ (ترمذی، حاکم، نسائی) یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: طواف کی فضیلت میں بیہقی، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن حبان وغیرہ میں ستر احادیث مروی ہیں۔

بَابُ عَدَمِ تَكْرَارِ السَّعيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِكُلِّ طَوَافٍ

۲۶۷۹- عَنْ جَابِرٍؓ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا۔ رواه مسلم، وابوداود۔ (نيل الاوطار ٤-٣٠٥) وابن ماجة و فيه ليث بن ابی سليم۔ نصب الراية ١-٥٢٣)۔

بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِيْ أَيَّامِ الْحَجِّ

۲۶۸۰- عَنِ الْعَدَاءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَؓ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلَى بَعِيْرٍ قَائِمٌ فِيْ الرِّكَابَيْنِ۔ رواه ابوداود (٣-١٦٣)۔ وسكت عنه۔

۲۶۸۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ۔ رواه البخاری۔ (فتح الباری ٣-٤٥٨)۔

باب ہر طواف کیلئے سعی دوبارہ نہ کی جائے

۲۶۷۹۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے صفا مروہ کے درمیان ایک ہی مرتبہ سعی کی۔ (مسلم، ابوداؤد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ میں صرف ایک سعی واجب ہے۔ نیز جب بھی نفلی طواف کیا جائے اس کے بعد سعی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نفلی سعی مشروع نہیں ہے۔ فائدہ: اس حدیث سے اس بات پر استدلال پکڑنا غلط ہے کہ قارن صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کرے۔ اس لئے کہ صحابہ میں سے بعض قارن اور بعض متمتع اور بعض مفرد تھے اور بالاتفاق متمتع دو طواف اور دو سعی کرے گا۔ اس لئے اس حدیث کی یہ تاویل کرنا کہ حج کے بعد حج کی سعی کرنے سے عمرہ کی سعی سے کفایت ہوجائے گی غلط ہے۔ بلکہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نفلی طواف کے بعد وہ سعی نہ کریں کیونکہ نفلی سعی مشروع نہیں۔

باب حج کے دنوں میں امام کا خطبہ دینا

۲۶۸۰۔ عطاء بن خالد بن ہوذہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ عرفہ کے دن اونٹنی پر اس کی دو رکابوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے ہیں۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یوم عرفہ کے خطبے کی مشروعیت معلوم ہوئی۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ احناف کے ہاں حج کے خطبے تین ہیں۔ ۱۔ ذوالحجہ کی سات تاریخ کو، ۲۔ عرفہ کے دن، ۳۔ گیارہ ذوالحجہ کو۔

۲۶۸۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ (بخاری)

۲۶۸۲ - عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ رَجَعَ مِنْ عُمْرَةِ الْجِعِرَّانَةِ بَعَثَ اَبَابَكْرٍ عَلَى الْحَجِّ، فَاَقْبَلْنَا مَعَهُ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْعَرْجِ ثُوِّبَ بِالصُّبْحِ، ثُمَّ اسْتَوٰى لِيُكَبِّرَ، فَسَمِعَ الرُّغْوَةَ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَوَقَفَ عَلَى التَّكْبِيْرِ، فَقَالَ: هٰذِهٖ رُغْوَةُ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْجَدْعَاءِ، لَقَدْ بَدَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الْحَجِّ، فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنُصَلِّیَ مَعَهٗ، فَاِذَا عَلِیٌّ عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ: اَمِيْرٌ اَمْ رَسُوْلٌ؟ قَالَ: لَا، بَلْ رَسُوْلٌ، اَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَرَاءَةٍ اَقْرَاُهَا عَلَى النَّاسِ فِیْ مَوَاقِفِ الْحَجِّ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ، فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ قَامَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ، حَتّٰى اِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ، فَقَرَاَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰى خَتَمَهَا، ثُمَّ خَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ قَامَ اَبُوْبَكْرٍ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ، حَتّٰى اِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ فَقَرَاَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰى خَتَمَهَا، ثُمَّ كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَاَفَضْنَا، فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْبَكْرٍ خَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ اِفَاضَتِهِمْ وَعَنْ نَحْرِهِمْ وَعَنْ مَنَاسِكِهِمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ فَقَرَاَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةً حَتّٰى خَتَمَهَا، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّفْرِ الْاَوَّلِ قَامَ اَبُوْبَكْرٍ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ كَيْفَ يَنْفِرُوْنَ، وَكَيْفَ يَرْمُوْنَ فَعَلَّمَهُمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ عَلِیٌّ، فَقَرَاَ بَرَاءَةً عَلَى النَّاسِ۔ رواہ النسائی

۲۶۸۲۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ عمرۂ جعرانہ سے لوٹے تو ابوبکر صدیقؓ کو حج کیلئے (امیر بنا کر) بھیجا (جابرؓ کہتے ہیں کہ) ہم بھی آپؓ کے ساتھ تھے۔ جب ابوبکرؓ عرج مقام پر تھے تو صبح کی نماز کیلئے تکبیر کہی گئی اور ابوبکرؓ تکبیر تحریمہ کہنے ہی والے تھے کہ آپ نے اونٹنی کی آواز سنی تو تکبیر پر ٹھہر گئے اور فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کی اونٹنی جدعاء کی آواز ہے۔ یقیناً حضور ﷺ کو حج میں کوئی امر پیش آ گیا ہے۔ شاید کہ حضور ﷺ خود ہوں تو ہم نماز آپ ﷺ کے پیچھے پڑھیں گے۔ لیکن جب دیکھا گیا تو وہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا آپؓ کو امیر بنا کر بھیجا گیا ہے یا کہ کوئی پیغام دینے تشریف لائیں ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ مجھے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے حج کے مواقف میں سورۂ براءۃ سنانے کیلئے بھیجا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) پھر ہم مکہ پہنچے تو سات ذوالحجہ کو حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں حج کے اعمال کی تعلیم دی۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے لوگوں کے سامنے سورۂ براءۃ کی تمام آیات پڑھ کر سنائیں (راوی کہتے ہیں کہ) پھر ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے چلے گئے۔ پھر نو ذوالحجہ کو حضرت ابوبکرؓ نے (عرفات میں) پھر لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں حج کے مناسک کی تعلیم دی۔ آپ کے خطاب کے بعد حضرت علیؓ نے پھر سورۂ براءۃ کی تمام آیات پڑھ کر سنائیں۔ پھر قربانی کے دن یعنی دس ذوالحجہ کو ہم نے طواف زیارت کیا اور یہاں بھی ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب فرما کر انہیں طواف زیارت، قربانی اور دیگر اعمال کے مسائل کی تعلیم دی۔ ابوبکرؓ کے بعد علیؓ نے سورۂ براءۃ کی وہی آیات لوگوں کو پڑھ کر سنائیں پھر کوچ کرنے کے پہلے دن (بارہ ذوالحجہ کو) ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں کوچ کرنے اور کنکریاں

٤٦-١) واعله بابن خيثم و قال: ليس بالقوى في الحديث۔

٢٦٨٣- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ خَطَبَ النَّاسَ، فَاَخْبَرَهُمْ بِمَنَاسِكِهِمْ، رواه الحاكم والبيهقى۔(التلخيص الحبير١-٢١٥) ولم يتعقبه الحافظ بشىء، فهو صحيح او حسن، و صححه الذهبى فى تلخيصه للمستدرك" (١-٤٦١)۔

٢٦٨٤- عن جعفر بن محمد بن على، عن ابيه، عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه: اَنَّهُ ﷺ خَطَبَ بِعَرَفَاتٍ خُطْبَتَيْنِ۔ رواه الشافعى والبيهقى بمعناه، قال البيهقى: تفرد به ابراهيم (التلخيص ١-٢١٥)۔

٢٦٨٥- عَنْ سَرَّاءِ بُنْتِ نَبْهَانَ، قَالَتْ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الرُّؤُسِ۔ فَقَالَ: اَىُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: اَلَيْسَ اَوْسَطَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ؟۔ رواه ابوداود (٣-١٨٤ مع البذل") و سكت عنه۔

ـنے کے مسائل کی تعلیم دی۔ آپ کے خطاب کے بعد حضرت علیؓ نے ایک بار پھر لوگوں کو سورۂ براءۃ کی آیات پڑھ کر سنائیں۔(نسائی)۔

فائدہ: اس حدیث سے ساتویں ذوالحجہ کو امام کا قوم سے خطاب کرنا ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن ہم نے یہ حدیث تائیداً اور تبعاً پیش کی ہے البتہ یوم نحر کے خطبہ کو اس ضعیف حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو صرف اس لئے بھیجا کہ اس وقت یہ دستور تھا کہ نقضِ معاہدہ کا اعلان خود معاہدہ کرنے والا کرے یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار۔ اسی لئے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو کفار سے معاہدہ حدیبیہ ختم کرنے کا اعلان کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ الغرض اس سے خلافتِ علی بلافصل پر استشہاد بالکل غلط ہے۔

۲۶۸۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یوم ترویہ سے ایک دن قبل (یعنی سات ذوالحجہ کو) لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں حج کے اعمال و مناسک کی تعلیم دی۔ (حاکم، بیہقی) یہ حدیث صحیح یا حسن ہے کیونکہ حافظ نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ اور ذھبی نے اسے مستدرک میں صحیح کہا ہے۔

۲۶۸۴۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عرفات میں دو خطبے دیئے۔ اسے شافعی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۲۶۸۵۔ سراء بنت نبہانؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے یوم الرؤس کو ہم سے خطاب فرمایا۔ پس آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ آج کونسا دن ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آج ایام تشریق کے بیچ کا دن نہیں ہے؟ ابوداود نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

۲۶۸۶- وَرَوٰى مِثْلَهٗ عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِىْ بَكْرٍ، قَالَ: رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ بَيْنَ اَوْسَطِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، وَهِىَ خُطْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِىْ خَطَبَ بِمِنًى اهـ۔ وسكت عنه۔

۲۶۸۷- وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ: وَخَطَبَ النَّاسَ اَيْضًا يَعْنِىْ سَيِّدُنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاَحَدِ ثَانِىْ يَوْمِ النَّحْرِ وَهُوَ يَوْمُ الرُّؤُوْسِ اهـ۔ (عمدة القارى ٤-٧٥٨)۔

بَابُ الْخُرُوْجِ اِلٰى مِنًى بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ

۲۶۸۸- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه فِىْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنًى، فَاَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ، وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ اَنَّهٗ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ۔ الحديث مختصر، رواه مسلم (نيل ٤-٢٨١)۔

۲۶۸۶۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایامِ تشریق کے درمیان والے دن ہم سے خطاب فرمایا۔ یہ حدیث بھی سکوت کی وجہ سے حسن یا صحیح ہے۔

۲۶۸۷۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اتوار کے روز قربانی کے دوسرے دن (جسے یوم الرؤس کہتے ہیں) لوگوں سے خطاب فرمایا۔ (عمدۃ القاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دوسرے دن یعنی گیارہ ذی الحجہ کو خطبہءِ حج دینا چاہیے، جس میں مناسک حج کی تعلیم دی جائے۔ یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) اور یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو خطاب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مشغولیت کے دن ہیں۔ بعض احادیث میں یوم النحر کو خطبہ دینے کا ذکر ہے تو وہ تعلیم مناسک کے لئے نہیں بلکہ تبلیغ واشہاد کیلئے تھا۔ ہاں کسی دوسری حاجت کی بنا پر جب بھی امام ضرورت محسوس کرے خطبہ دے سکتا ہے۔ البتہ خطبہءِ حج تین ہی ہیں جیسا کہ گذرا۔

باب یوم ترویہ کو صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ جانا چاہیے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھنے تک قیام کیا جائے

۲۶۸۸۔ حضرت جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ترویہ کے دن (یعنی آٹھ ذوالحجہ کو) لوگ منیٰ کی طرف جانے لگے تو انہوں نے تلبیہ پڑھ کر حج شروع کیا اور حضور ﷺ بھی سوار ہو کر منیٰ پہنچے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر (پانچ نمازیں) پڑھیں۔ پھر سورج کے نکلنے تک تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے نمرہ مقام میں بالوں کا خیمہ لگانے کا حکم فرمایا۔ اور حضور ﷺ وہاں سے چلے اور قریش کو یقین تھا کہ حضور ﷺ مشعر حرام میں وقوف فرمائیں گے جیسا کہ زمانہء جاہلیت میں قریش کرتے تھے۔ اور

۲۶۸۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ اِذَا اسْتَطَاعَ اَنْ يُّصَلِّيَ الظُّهْرَ بِمِنًى مِنْ يَّوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَذٰلِكَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى- رواه احمد، واخرجه ايضا فى "الموطا" موقوفا على ابن عمر- (نيل ٤-٢٨٠)-

۲۶۹۰- ثَبَتَ اَنَّهُ ﷺ خَرَجَ مِنْ مَّكَّةَ لِضُحًى مِنْ يَّوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَغَدَا اِلٰى عَرَفَاتٍ يَوْمَ عَرَفَةَ بَعْدَ الطُّلُوْعِ- اخرجه البخارى، و مسلم، وابوداود، والترمذى، والنسائى، واحمد، والحاكم، وابن خزيمة وغيرهم- (التعليق الممجد ٢٢٥)-

باب الغدو الى عرفات بعد طلوع الشمس من يوم عرفة والخطبة بها بعد الزوال قبل الصلاة وجمع الصلاتين بها فى وقت الظهر باذان واقامتين

۲۶۹۱- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى مِنًى، فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ، وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ

آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرفات پہنچے۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھنا مستحب ہے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ زوال سے قبل جائے، جیسا کہ مرغینانی فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آٹھ ذوالحجہ کو حضور ﷺ نے فجر کی نماز مکہ میں پڑھی اور پھر طلوع شمس کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی فجر کی نماز پڑھی۔

۲۶۸۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اگر ہمت ہو تو ظہر کی نماز آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ میں پڑھی جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں ہی پڑھی۔ (احمد)۔ اور مؤطا میں موقوفاً یہ حدیث مروی ہے۔

۲۶۹۰۔ یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ ذوالحجہ کو چاشت کے وقت مکہ سے نکلے اور عرفہ کے دن صبح کے وقت عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد، حاکم)۔ بحوالہ التعلیق المجد۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ زوال سے قبل جانا مستحب ہے۔

باب عرفہ کے دن سورج نکلنے کے بعد عرفات جانے اور زوال کے بعد نماز ظہر سے قبل خطبہ دینے اور ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازوں کو اکٹھا کرنے کا بیان

۲۶۹۱۔ حضرت جابرؓ طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سوار ہو کر منیٰ پہنچے اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی

بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَتَّى إِذَا أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا، حَتَّى إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَقَالَ: ﴿إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا﴾۔ إِلَى أَنْ قَالَ: ﴿وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللهِ، وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟﴾ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَى النَّاسِ: ﴿اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ﴾ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ اھ۔ مختصرا، رواه مسلم۔ قال ابن قدامة فی المغنی (۴۱۹:۳): هو حديث جامع صحيح۔ رواه مسلم وابوداود

نمازیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔ آپ ﷺ نے بالوں کا بنا ہوا خیمہ نصب کرنے کا حکم فرمایا جو آپ کے لئے نمرہ مقام پر لگا دیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ منیٰ سے عرفات کی طرف چلے اور قریش کو اس بات کا یقین تھا کہ آپ ﷺ مشعر حرام میں (جو مزدلفہ کی حدود میں ہے) وقوف کریں گے جیسا کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ (وہاں نہ ٹھہرے بلکہ) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرفات پہنچے۔ اور دیکھا کہ نمرہ مقام پر خیمہ لگا دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے وہیں قیام فرمایا۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے قصواء نامی اونٹنی لانے کا حکم فرمایا اس پر پالان کسا گیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی کے اندر آئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور مال تم پر اس طرح حرام (محترم) ہیں جیسا کہ اس شہر میں اور اس مہینہ میں آج کا یہ دن محترم ہے۔ (آگے چل کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے (یعنی اس پر عمل کرتے رہو گے) تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔ اور قیامت کے دن تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا (کہ تم تک اللہ کا پیغام) ٹھیک ٹھیک پہنچا تو تم کیا کہو گے؟ اس پر سب لوگ بول اٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔ اور اس کا حق ادا کر دیا ہے اور نصیحت کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ۔ (پھر حضرت بلالؓ نے) اذان دی اور تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر بلالؓ نے صرف اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔ پھر حضور ﷺ سوار ہو کر موقف پہنچے۔ (مسلم)۔ ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور جامع ہے۔ اسے مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وابن ماجة۔

۲۶۹۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ، قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الْحَجِّ اَنْ یُصَلِّیَ الْاِمَامُ الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، وَالصُّبْحَ بِمِنًی، ثُمَّ یَغْدُوْ اِلٰی عَرَفَةَ فَیَقِیْلُ حَیْثُ قَضٰی لَهٗ، حَتّٰی اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِیْعًا، ثُمَّ وَقَفَ بِعَرَفَاتٍ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ، ثُمَّ یُفِیْضُ فَیُصَلِّیْ بِالْمُزْدَلِفَةِ، اَوْ حَیْثُ قَضَی اللّٰهُ، ثُمَّ یَقِفُ بِجَمْعٍ حَتّٰی یُسْفِرَ، وَیَدْفَعُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، فَاِذَا رَمَی الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰی حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ حُرِّمَ عَلَیْهِ اِلَّا النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ حَتّٰی یَزُوْرَ الْبَیْتَ۔ رواہ الحاکم فی "مستدرکہ" (۱-۴۶۱)۔ و صححه علی شرط الشیخین، واقره علیه الذهبی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرم نو ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد منٰی سے عرفات جائے اور امام ظہر کی نماز سے قبل خطبہ دے اور ظہر وعصر کی نماز کو ظہر کے وقت میں صرف ایک اذان کے ساتھ جمع کرے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ جبکہ یہ حدیث امام مالکؒ کے خلاف حجت ہے۔ جو ظہر کی نماز کے بعد خطبہ کے قائل ہیں اور عصر کی نماز کیلئے مستقل اذان کے قائل ہیں۔

۲۶۹۲۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حج کی سنت میں سے ہے کہ امام ظہر، عصر، مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں پڑھے۔ پھر (نو ذوالحجہ کو) صبح کے بعد عرفات جائے اور جتنی دیر مناسب ہو آرام کرے پھر سورج ڈھلنے کے بعد لوگوں سے خطاب فرمائے۔ پھر ظہر وعصر کو (ظہر کے وقت میں) جمع کرے۔ پھر سورج غروب ہونے تک عرفات میں وقوف کرے۔ پھر (سورج غروب ہونے کے بعد) عرفات سے کوچ کر جائے اور مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں یا جہاں مناسب ہو پڑھے۔ پھر صبح روشن ہونے تک مزدلفہ میں قیام کرے اور سورج طلوع ہونے سے قبل وہاں سے (منیٰ کی طرف) روانہ ہو جائے۔ پھر جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہر وہ چیز جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھی وہ حلال ہو جائے گی، لیکن بیوی اور خوشبو طواف زیارت تک حرام رہیں گی (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرطِ شیخین پر صحیح کہا ہے، اور ذھبی نے بھی صحیح کہا ہے۔

فائدہ: عرفات میں جمع بین الصلوٰتین امام کے ساتھ با جماعت نماز پڑھنے کے ساتھ مشروع ہے۔ اگر کوئی آدمی امام کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو وہ ظہر کو ظہر کے وقت اور عصر کو عصر کے وقت میں پڑھے، اس لئے کہ وقت میں نماز پڑھنا نصوص قطعیہ سے فرض ہے۔ لہذا صرف انہیں صورتوں میں اس فرض کو چھوڑا جا سکتا ہے جو صورت حدیث میں وارد ہے اور وہ صورت امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہے۔ امام کے بغیر نماز پڑھنے کی صورت میں وقت میں نماز پڑھنے کی فرضیت کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

بَابُ التَّوَجُّهِ اِلَى الْمَوْقِفِ بَعْدَ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَاَنَّ الْحَجَّ عَرَفَةٌ فَمَنْ فَاتَهُ الْوُقُوْفُ بِهَا فَاتَهُ الْحَجُّ وَوَقْتُهُ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلَى طُلُوْعِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ النَّحْرِ

۲۶۹۳- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ فِي الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ: ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ، فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ اِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ جَبَلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتّٰى غَابَ الْقُرْصُ- الحديث، رواه مسلم كما مر (۱-۳۹۸)-

۲۶۹۴- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ،

باب جمع بین الصلوٰتین کے بعد موقف کی طرف جانا اور حج وقوفِ عرفات کا نام ہے، جو نو ذوالحجہ کو وقوفِ عرفات نہ کر سکے اس کا حج نہیں۔ وقوفِ عرفات کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لیلۃ النحر کی صبح طلوع ہونے تک ہے

۲۶۹۳۔ حضرت جابرؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ (ظہر کی نماز کے بعد) پھر اقامت کہی اور حضور ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ظہر وعصر کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔ پھر حضور ﷺ سوار ہو کر موقف پہنچے (عرفات کے میدان میں آئے) اور اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا اور جبل مشاۃ کو اپنے سامنے رکھا اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور شام تک ٹھہرے رہے حتیٰ کہ آفتاب ڈوبنے کے قریب ہو گیا اور زردی بھی آہستہ آہستہ کم پڑ گئی۔ یہاں تک کہ سورج کی ٹکیہ بھی غروب ہو گئی۔ الحدیث۔ (مسلم، ابوداؤد)۔

فائدہ: اس بات پر ائمہ کا اجماع ہے کہ وقوفِ عرفات رکن ہے اور اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ وقوفِ عرفات کا وقت زوالِ شمس سے لیکر لیلۃ النحر کی صبح صادق تک ہے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف دن کے وقت وقوف کرنا درست نہیں بلکہ رات کے کسی حصے میں وقوف کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن ان پر یہ حدیث نبوی ﷺ حجت ہوگی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وقد جاء عرفة قبل ذلک ليلا او نهارا فقد تم حجه" کہ دن یا رات کو حاجی عرفات میں آجائے تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔ نیز آپ ﷺ کا زوالِ شمس کے بعد عرفہ میں وقوف کرنا اور زوال سے قبل نمرہ میں پڑاؤ کرنا (جس کے عرفہ میں داخل ہونے میں اختلاف ہے) اور زوال سے قبل عرفہ میں نہ آنا حالانکہ آپ ﷺ کو اس پر قدرت تھی، اس پر دلالت کرتا ہے کہ وقوفِ عرفہ کا وقت زوالِ شمس سے شروع ہوتا ہے۔ نیز اگر تمام دن وقوف کا وقت ہوتا تو حضور ﷺ باوجود قدرت ہونے کے قبل الزوال نمرہ میں قیام نہ فرماتے۔

۲۶۹۴۔ عبدالرحمٰنؓ بن یعمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ عرفات میں وقوف فرما رہے تھے۔ نجد سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حج کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حج عرفات میں وقوف کرنے کا نام

وَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَقَالَ: ﴿اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ عَرَفَةَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ﴾- و فی رواية لابی داود: ﴿مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ﴾- رواه احمد، واصحاب السنن، وابن حبان، والحاكم، وقال: صحيح الاسناد) والدارقطنی، والبيهقی- (التلخيص الحبير)-

بَابُ بَيَانِ الْمَوْقِفِ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ

٢٦٩٥- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا وَقَالَ حِينَ وَقَفَ بِعَرَفَةَ: ﴿هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ﴾- وَقَالَ حِينَ وَقَفَ عَلَى قُزَحٍ: ﴿هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ﴾- رواه الحاكم فی "المستدرک" (١-٤٧٤)- و صححه علی شرط مسلم، واقره

ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی (احرام کی حالت میں) مزدلفہ کی رات کو صبح صادق سے قبل عرفات کے میدان میں آ گیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے (دس ذوالحجہ کی) صبح طلوع ہونے سے قبل عرفہ کو پالیا تو گویا اس نے حج کو پالیا۔ (احمد واصحاب سنن)۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوفِ عرفہ حج کا رکن اصلی ہے اور اس کے ضائع ہوجانے سے حج ہی ضائع ہوجاتا ہے۔ اور اس کی اصل دلیل اللہ کا یہ فرمان عالیشان ہے کہ ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ اور اس آیت سے مراد عرفہ سے کوچ کرنا ہے اور یقیناً کوچ کرنے کی فرضیت وقوف کی فرضیت کو مستلزم ہے۔ نیز وقوفِ عرفات کا آخری وقت بھی معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کی صبح طلوع ہونے سے قبل تک اس کا وقت ہے۔

باب عرفہ اور مزدلفہ میں موقف کے بیان میں

۲۶۹۵۔ ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عرفہ میں وقوف کرتے وقت فرمایا کہ یہ (جہاں ہم ہیں) بھی موقف ہے اور عرفات کا تمام میدان وقوف کی جگہ ہے۔ اور جب (مزدلفہ میں) قزح پہاڑی پر وقوف کیا تو فرمایا کہ یہ (جہاں ہم نے وقوف کیا ہے) بھی وقوف کی جگہ ہے اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم اور ذہبی نے اسے شرطِ مسلم پر صحیح کہا ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عرفات کا تمام میدان وقوف کی جگہ ہے لیکن عرفہ کی وادی سے تیزی سے چلو (اور یہاں وقوف نہ کرو) اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے لیکن وادیٔ محسر سے تیزی سے چلو (اور یہاں وقوف نہ کرو) (زیلعی)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عرفات اور مزدلفہ کل کا کل وقوف کی جگہ ہے۔ البتہ عرفہ اور محسر کی وادیوں میں وقوف کرنا درست نہیں۔

علیه الذهبی۔ ورواه الطبرانی بلفظ: ﴿عَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ﴾۔ (زیلعی ١-٤٩٨)۔

٢٦٩٦- واخرج الحاكم الجملة الاخيرة عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا بِلَفْظ: ﴿اِرْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ﴾۔ و صححه على شرط مسلم، و سكت عنه الذهبی فی "تلخیصه" (١-٤٦٢)۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِعَرَفَاتٍ وَالْاِجْتِهَادِ فِيْهِ

٢٦٩٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔ اخرجه الترمذی و قال: حسن غريب، واخرجه ايضا من حديثه احمد باسناد رجاله ثقات، ولفظه: كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَوْمَ عَرَفَةَ: ﴿لا اله الا الله الخ﴾۔ (نزل الابرار٣١٦)۔

٢٦٩٨- واخرجه مالك فی "الموطا" مِنْ حَدِيْثِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كُرَيْزٍ مُرْسَلًا بِلَفْظِ: ﴿اَفْضَلُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَاَفْضَلُ مَاقُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا

٢٦٩٦۔ حاکم نے بھی ابن عباسؓ سے آخری جملہ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ (عرفات کے میدان میں سے) عرفہ کی وادی اور (مزدلفہ کے میدان میں سے) محسر کی وادی میں وقوف نہ کرو۔ حاکم نے اسے شرطِ مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے نزدیک یہ حدیث بھی صحیح ہے)۔

باب عرفات کے میدان میں خوب گڑگڑا کر دعاء کرنا

٢٦٩٧۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہترین دعاء وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے۔ اور بہترین الفاظ وہ ہیں جو میں نے اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام نے کہے۔ (وہ الفاظ یہ ہیں)۔ لا اله الا الله وحده لا شريک له. له الملک وله الحمد وهو على کل شئ قدير۔ (ترمذی)۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ اور احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ جس میں یہ الفاظ ہیں کہ عرفہ کے روز حضور ﷺ کی اکثر دعاء لا اله الا الله تھی۔

٢٦٩٨۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں طلحہ سے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بہترین دعاء وہ ہے جو عرفہ

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ الحديث- (التلخيص الحبير ١:٢١٥)-

٢٦٩٩- عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه، قَالَ: اَكْثَرُ مَا دَعَا بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فِي الْمَوْقِفِ: ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ تَقُوْلُ، وَخَيْرًا مِمَّا نَقُوْلُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ، وَاِلَيْكَ مَآبِيْ، وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ، وَشَتَاتِ الْاَمْرِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ﴾- رواه الترمذی و قال: غریب من هذا الوجه، ولیس اسناده بالقوی- وابن خزیمة فی "صحیحه"، والمحاملی فی "الدعاء"، والبیهقی- (کنزالعمال ٣-٣٨)-

٢٧٠٠- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْيَوْمَ عَرَفَةَ مَادًّا يَدَيْهِ كَالْمُسْتَطْعِمِ الْمِسْكِيْنِ- رواه البزار، والطبرانی، وابن عدی، من طریق ابن عباس، عن الفضل بن عباس و فیه حسن بن عبدالله ضعیف- (درایة ١٩٤)- وقال ابن عدی: هو ممن یکتب حدیثه، فانی لم اجد له حدیثا منکرا جاوز المقدار- (نصب الرایة ١-٤٩٩)-

٢٧٠١- واخرج ابن ابی شیبة، واحمد بن منیع فی "مسنده" عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رضي الله عنه، قَالَ: كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ بِعَرَفَةَ، فَجَعَلَ يَدْعُوْ هٰكَذَا، وَجَعَلَ ظَهْرَ كَفَّيْهِ مِمَّا يَلِيْ صَدْرَهٗ-

---

کے دن (عرفات کے میدان میں) کی جائے اور بہترین الفاظ وہ ہیں جو میں نے اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام نے کہے (وہ یہ ہیں) لا اله الا الله وحده لا شریک له- (الحدیث)-

٢٦٩٩- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ عرفہ کی شام کو موقف میں یہ دعاء کثرت سے کر رہے تھے- اللهم لک الحمد کالذی تقول وخیرا مما نقول اللهم لک صلاتی و نسکی و محیای و مماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللهم انی اعوذبک من عذاب القبر و وسوسة الصدر وشتات الامر. اللهم انی اعوذبک من شر ما تجیئ به الریح- (اے اللہ تیری ویسی ہی تعریف ہے جیسے تو نے کی ہے اور ہماری تعریف کی ہوئی سے بہتر تیری تعریف ہے- اے اللہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا تیرے ہی لیے ہے- تیری ہی طرف میرا لوٹنا ہے اور میرا سب کچھ تیرے ہی لئے ہے- اے اللہ! میں قبر کے عذاب، دل کے وسوسوں اور پریشان کن امور سے تیری پناہ مانگتا ہوں- اے اللہ میں ہر آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں- (ترمذی)- امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس طریق سے یہ حدیث غریب ہے- اسے ابن خزیمہ، محامل اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے-

٢٧٠٠- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ عرفات کے میدان میں کھانا مانگنے والے مسکین کی طرح ہاتھوں کو پھیلا کر دعاء فرماتے تھے- (بزار، طبرانی)- (سند حدیث ہمارے قواعد کی بنا پر حسن ہے خاص کر جبکہ اس کے متعدد طرق ہیں)-

٢٧٠١- ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے عرفات کے میدان میں وقوف فرمایا اور اس طرح اپنی ہتھیلیوں کے پچھلے

٢٧٠٢- وفی لفظ لابن منیع عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: قَالَ: لَقَدْ رُءِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَشِیَّةَ عَرَفَةَ رَافِعًا یَدَیْهِ یُرٰی مَا تَحْتَ اِبْطَیْهِ: (کنز العمال ٣-٣١٧) و "نزل الابرار" (٣١٨)-

٢٧٠٣- ولابی داود فی مراسیله (١٨) وَسَکَتَ عَنْهُ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ مُوْسٰی قَالَ: لَمْ یُحْفَظْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّهٗ رَفَعَ یَدَیْهِ الرَّفْعَ کُلَّهٗ اِلَّا فِیْ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ: اَلْاِسْتِسْقَاءِ، وَالْاِسْتِنْصَارِ، وَعَشِیَّةَ عَرَفَةَ- ثُمَّ کَانَ بَعْدُ رَفْعٌ دُوْنَ رَفْعٍ اھ-

بَابُ لَا یَقْطَعُ الْحَاجُّ التَّلْبِیَةَ حَتّٰی یَرْمِیَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

٢٧٠٤- عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یَزَلْ یُلَبِّیْ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ- اخرجه الائمة الستة فی کتبهم، وزاد فیه ابن ماجة: فَلَمَّا رَمَاهَا قَطَعَ التَّلْبِیَةَ- (زیلعی ١-٥٠٠)-

٢٧٠٥- وَلَفْظُ الصَّحِیْحَیْنِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا: اِنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ کَانَ رِدْفَ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ اِلَی الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ اِلٰی مِنًی، وَکِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ یَزَلِ النَّبِیُّ ﷺ یُلَبِّیْ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، وَفِیْ روایة: حتی بلغ الجمرة، و فی روایة النسائی-

---

حصے کو اپنے سینے کی طرف کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد بن منیع)۔

٢٧٠٢۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عرفات کے میدان میں شام کے وقت دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے دعا کیلئے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کا نچلا حصہ دکھائی دے رہا ہے۔ (کنز العمال، مسند احمد بن منیع)۔

٢٧٠٣۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دعا کے دوران اپنے ہاتھوں کو بہت زیادہ بلند صرف تین موقعوں پر کیا ہے۔ ایک نماز استسقاء کے دوران، دوسرے کسی پر بددعا کرتے ہوئے، تیسرے عرفہ کے دن عرفات کے میدان میں شام کے وقت اور دیگر مواقع پر آپ ﷺ نے ہاتھ کم بلند کئے۔ (اس پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

<u>فائدہ</u>: الغرض اس دن کثرت سے دعاء کی جائے یہ پورے سال میں سب سے افضل دن ہے دعا کیلئے۔

<u>باب حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ بند نہ کرے</u>

٢٧٠٤۔ فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مروی ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس جملے کا اضافہ کیا ہے کہ جب جمرہ عقبہ کو آپ ﷺ نے کنکریاں مارنی شروع کیں تب آپ ﷺ نے تلبیہ بند کر دیا۔

٢٧٠٥۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید حضور ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضور ﷺ نے فضل بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ یہ دونوں فرماتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک حضور ﷺ برابر تلبیہ پڑھتے رہے (بخاری و مسلم) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ رمی شروع کرنے تک آپ ﷺ برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ جب

...یزل یُلَبِّیْ حَتّٰی رَمٰی، فَلَمَّا رَمٰی قَطَعَ التَّلْبِیَۃَ۔ (التلخیص الحبیر۱-۲۱۸)۔

۲۷۰۶- وَعِنْدَ اَبِیْ داود عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ: رَمَقْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمْ یَزَلْ یُلَبِّیْ حَتّٰی ...رمی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ بِاَوَّلِ حَصَاۃٍ۔ (درایۃ) و سکت عنه الحافظ ولم یعله بشیء۔

بَابُ الْاِفَاضَۃِ مِنْ عَرَفَاتٍ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَمَنْ اَفَاضَ قَبْلَہٗ فَعَلَیْہِ دَمٌ

۲۷۰۷- عَنْ جَابِرٍ ﷺ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ: فَلَمْ یَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ ...وذهبت الصُّفْرَۃُ قَلِیْلًا حَتّٰی غَابَ الْقُرْصُ۔ الحدیث رواہ مسلم و قد مر۔

۲۷۰۸- عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ﷺ ،قَالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعَرَفَۃَ، فَقَالَ: ﴿هٰذِہٖ ...عرفة وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَعَرَفَۃُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ﴾، ثُمَّ اَفَاضَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ الحدیث، رواہ ...الترمذی (۱-۱۱٤) و قال: حسن صحیح، و مثله عن ابن الزبیر ﷺ و قد تقدم۔

۲۷۰۹- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ ﷺ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: ﴿اَمَّا ...بعد فَاِنَّ اَهْلَ الشِّرْكِ كَانُوْا یَدْفَعُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رُؤُوْسِ

...نے رمی شروع کر دی تو تلبیہ پڑھنا بند کر دیا۔

۲۷۰۶۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ برابر تلبیہ پڑھتے رہے اور جونہی آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو پہلی ...کنکری ماری تو تلبیہ بند کر دیا۔ (ابوداود)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہنا چاہیے اور جمرۂ عقبہ کو پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند کر دینا ...چاہیے یہی جمہور کا مسلک ہے۔

باب عرفات سے غروب شمس کے بعد لوٹنا چاہیے، جو اس سے پہلے لوٹے گا اس پر دم ہے

۲۷۰۷۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ برابر وقوف فرماتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور زردی ...آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی اور سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔ (مسلم)۔

۲۷۰۸۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفہ میں وقوف فرمایا اور فرمایا کہ یہ عرفات کا میدان ہے اور جس جگہ ہم ٹھہرے ...ہیں یہ موقف ہے اور عرفات کا تمام میدان موقف ہے۔ پھر آپ ﷺ سورج کے غروب ہونے پر لوٹے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے حسن ...کہا ہے اور اس قسم کی حدیث ابن زبیر سے بھی مروی ہے، جو پہلے گذر چکی ہے۔

۲۷۰۹۔ مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفات کے میدان میں ہم سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ مشرک لوگ اس جگہ سے ...لوٹتے تھے جب کہ سورج پہاڑوں کے سروں پر اس طرح براجمان ہوتا تھا جیسے پگڑیاں لوگوں کے سروں پر لیکن ہم سورج کے غروب ہونے

الْجِبَالِ، كَأَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ عَلَى رُؤُوسِهَا، وَأَنَّا نَدْفَعُ بَعْدَ اَنْ تَغِيبَ﴾۔ اخرجه الحاكم و صححه۔ (دراية ١٩٤)۔ واقره الذهبى على تصحيحه على شرط الشيخين فى "تلخيص المستدرك" (٢-٢٧٧)۔

بَابُ لَوْ مَكَثَ قَلِيلاً بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ لِعُذْرٍ فَلا بَأْسَ بِهٖ

٢٧١٠- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اِنَّهَا كَانَتْ تَدْعُوْ بِشَرَابٍ فَتُفْطِرُ ثُمَّ تُفِيضُ۔ رواه ابن ابى شيبة، واسناده صحيح۔ (دراية ٢٩٥)۔

٢٧١١- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ، فَلَمَّا وَقَفْنَا بِعَرَفَةَ غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: لَوْ اَنَّ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اَفَاضَ الْاٰنَ كَانَ قَدْ اَصَابَ۔ قَالَ: فَمَا اَدْرِيْ اَكَلَامُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَسْرَعُ اَوْ اِفَاضَةُ عُثْمَانَ؟ قَالَ: فَاَوْضَعَ النَّاسُ، وَلَمْ يَزِدْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَلَى الْعُنُقِ حَتّٰى اَتٰى جَمْعًا۔ رواه احمد۔ كذا فى "فتح البارى" (٣-٤٢٤)۔ وهو صحيح او حسن على قاعدته۔

کے بعد چلیں گے۔(مستدرک حاکم)۔حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے شیخین کی شرط پر اس کی تصحیح کو تلخیص مستدرک میں برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس بارے میں روایات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ حضور ﷺ غروب شمس کے بعد عرفات سے لوٹتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھ سے اپنے اعمال سیکھ لو اور یہ فرمانا کہ غروب شمس سے قبل لوٹنا مشرکین کی عادات میں سے ہے اور یہ فرمانا کہ عرفات سے غروب شمس سے قبل کوچ کرے گا اس کا حج نا تمام ہے۔اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سورج کے غروب ہونے تک عرفات میں وقوف کرنا واجب ہے۔اور سورج غروب ہونے سے پہلے لوٹنے پر دم واجب ہے۔ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ جو کوئی حج کے مناسک میں سے کوئی چیز چھوڑے گا تو اس پر دم واجب ہے۔اور اکثر اہلِ علم بھی یہی فرماتے ہیں کہ غروبِ شمس سے قبل کوچ کرنے پر دم واجب ہے۔

باب سورج غروب ہونے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے اگر عرفات کے میدان میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہے تو کوئی حرج نہیں

۲۷۱۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے (عرفات کے میدان میں) افطاری کے لئے پانی منگوایا۔اور پھر افطار کر کے آپ ﷺ نے کوچ کیا۔(مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۷۱۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ (ابن مسعودؓ) کے ساتھ حج کے لئے نکلے۔پس جب ہم نے عرفات میں وقوف فرمایا اور سورج غروب ہو گیا تو عبداللہ نے فرمایا کہ اگر امیر المؤمنین (حضرت عثمانؓ) اس وقت کوچ کریں گے تو درست کریں گے۔راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ابن مسعودؓ کا یہ کلام پہلے تھا یا حضرت عثمانؓ کا کوچ کرنا پہلے تھا۔راوی کہتے ہیں کہ لوگ

بَابُ الْاشْتِبَاهِ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ

٢٧١٢- عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ مَرْفُوْعًا: ﴿يَوْمُ عَرَفَةَ الْيَوْمُ الَّذِيْ يُعَرِّفُ النَّاسُ فِيْهِ﴾۔ رواه ابو داود فی المراسیل مرسلا، فان عبدالعزیز تابعی، (التلخیص الحبیر ١-٢١٧)۔

٢٧١٣- وله شاهد، فقد رواه مجاهد بن اسماعيل، عن سفيان، عن ابن المنكدر، عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَرْفُوْعًا بِلَفْظٍ: ﴿عَرَفَةُ يَوْمٌ يُعَرِّفُ الْإِمَامُ﴾۔ تفرد به مجاهد، قاله البيهقی، قال: و محمد بن المنكدر عن عائشة مرسل، كذا قال، وقد نقل الترمذی عن البخاری: انه سمع منها، واذا ثبت سماعه منها امكن سماعه من ابی هريرة﷜، فانه مات بعدها۔ (التلخيص الحبير ١-٢١٧)۔

٢٧١٤- عن مسلم بن خالد، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: رَجُلٌ حَجَّ أَوَّلَ مَا

نے بھی جلدی جلدی کوچ کرنا شروع کیا اور ابن مسعودؓ درمیانی چال ہی چلے کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔ (مسند احمد)۔ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے غروب شمس کے بعد کوچ کرنے میں تھوڑی سی تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ زیادہ تاخیر جائز نہیں اور امام کے کوچ کر جانے کے بعد بھی تاخیر کرنا درست نہیں۔ اور اگر امام کوچ کرنے میں زیادہ تاخیر کرے تو بھی مخالفتِ سنت کی وجہ سے اس کی موافقت درست نہیں۔

باب عرفہ کے دن میں شبہ کا واقع ہو جانا

۲۷۱۲۔ عبدالعزیز بن عبداللہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عرفہ کا دن وہ دن ہے جس میں لوگ عرفات میں ٹھہریں۔ (مراسیل ابوداؤد)۔

فائدہ: یہ حدیث دوسرے طریق مرسل اور مرفوع سے مؤید ہے۔ اس لئے حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ یہی تمام مجتہدین کا اصول ہے۔

۲۷۱۳۔ اور (مذکورہ بالا حدیث) کا ایک شاہد بھی مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ عرفہ کا دن وہ دن ہے کہ جس دن امام عرفات میں ٹھہرے۔ (بیہقی)۔

فائدہ: یعنی عرفات کا دن وہ دن ہے جس دن لوگ عرفات کی طرف جائیں خواہ وہ دس تاریخ ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی اجتماعیت برقرار رکھا جائے۔ اجتماعیت کے خلاف محض شک کی وجہ سے تاریخ میں گڑبڑ نہ کی جائے۔

۲۷۱۴۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ ایک آدمی نے پہلی مرتبہ حج کیا اور لوگوں نے قربانی کے دن میں

حَجَّ، فَاَخطَاَ النَّاسُ بِيَوْمِ النَّحرِ، اَيُجزِئُ عَنهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَاَحسِبُهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿فِطرُكُم يَوْمَ تُفطِرُوْنَ، وَاَضحَاكُم يَوْمَ تُضَحُّوْنَ﴾۔ قَالَ: وَاَرَاهُ قَالَ: ﴿وَعَرَفَةُ يَوْمَ تُعَرِّفُوْنَ﴾۔ رواه الشافعي واللفظ له، والترمذي واستغربه وصححه۔ (التلخيص الحبير ۱-۲۱۷)۔

بَابُ الْجَمعِ بَيْنَ الْمَغرِبِ وَالْعِشَاءِ بِمُزْدَلِفَةَ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَّ تَرْكِ التَّطَوُّعِ بَيْنَهُمَا

۲۷۱۵- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَالَ: جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سَجْدَةٌ۔ و في رواية: جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمعٍ صَلَّى الْمَغرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكعَتَيْنِ بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔ رواهما مسلم في "صحيحه" (۱-۴۱۷)۔

۲۷۱۶- وَعَنهُ: اَنَّهُ اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، فَصَلَّى الْمَغرِبَ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا فَقَالَ اَلصَّلَاةَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ رَكعَتَيْنِ۔ كذا ذكره ابوداود موقوفا، ورواه من وجه آخر مرفوعا عن

غلطی کی تو کیا حج اس کی طرف سے درست ہوجائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تمام لوگ افطار کریں۔ اور تمہاری قربانی کا دن وہ دن ہے جب تم سب قربانی کرو۔ اور تمہارا عرفہ کا دن وہ دن ہے جس دن تم سب عرفات میں ٹھہرو۔ (رواہ الشافعیؒ)۔ اور ترمذی نے بھی اسے روایت کر کے غریب صحیح کہا ہے۔ (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: یعنی جس دن عام لوگ عرفات کے میدان کی طرف جائیں وہی عرفہ کا دن ہے۔

باب مزدلفہ میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کو جمع کرنا اور ان کے درمیان نوافل نہ پڑھنا

۲۷۱۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان کسی قسم کی (فرض ونفل) نماز نہیں پڑھی۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا۔ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (ان دونوں روایتوں کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)۔

۲۷۱۶۔ ابن عمرؓ سے ہی (موقوف حدیث) مروی ہے کہ آپؓ مزدلفہ تشریف لائے اور اذان واقامت کہی گئی اور آپؓ نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ایک اور نماز پڑھ لیں پھر آپؓ نے عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں۔ ابوداؤد نے اسے موقوف روایت کیا ہے اور ایک اور سند سے ابوداؤد نے ہی اسے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسا عمل فرمایا۔ (درایہ)۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ صاحب نے اور ابوداؤد نے ان دونوں حدیثوں سے سکوت فرمایا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

ابن عمر - (درایة ١٩٥)- قلت: وقد سكت الحافظ عنهما، وكذا ابوداود فى "سننه" ٣-١٦٨ مع "البذل")-

٢٧١٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ وَاِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا- رواه ابن ابى شيبة عن حاتم بن اسماعيل، عن جعفر بن محمد ، عنه به- (زيلعى ١-٢-٥٠) قلت: رجاله كلهم ثقات من رجال مسلم، وهو عن جعفر بن محمد، عن ابيه، عن جابر، فسقط عن ابيه فى الكتابة، والا لكان الحديث منقطعا، ولكن الزيلعى والحافظ ابن حجر لم يعلاه به- و قال ابوداود(٣-١٦٠): الحديث اسنده حاتم بن اسماعيل فى الحديث الطويل، ووافق حاتم بن اسماعيل على اسناده محمد بن على الجعفى، عن جعفر، عن ابيه، عن جابر رضی اللہ عنہ، الا انه قال فصَلّٰى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ اه- فالحديث متصل مرفوع-

٢٧١٨- وفى الباب عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى بِجَمْعٍ الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ- وفيه جابر الجعفى، وهو وان كان ضعيفا فقد تابعه محمد بن ابى ليلى عن عدى عند الطبرانى ايضاً، فيقوى كل واحد منهما بالآخر، فتح البارى ٣-٤١٨)-

٢٧١٩- قلت: وقد رواه ابو حنيفة فى "مسنده" (١١٩) عن ابى اسحاق، عن عبدالله بن يزيد الخطمى، عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِاَذَانٍ وَّ اِقَامَةٍ

٢٧١٧۔ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ملا کر پڑھیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی نماز نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور مسلم کے راوی ہیں پس یہ حدیث متصل مرفوع ہے۔

٢٧١٨۔ ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات ایک اقامت کے ساتھ ملا کر پڑھیں۔ (فتح الباری)۔ اس حدیث کے ایک راوی جابر جعفی اگرچہ ضعیف ہے لیکن ابن ابی لیلی کے متابع کی وجہ سے دونوں قوی ہوجاتی ہیں۔

٢٧١٩۔ امام ابوحنیفہؒ نے یہی حدیث اپنی مسند میں ابوایوب انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ میں ایک اذان ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا۔ (مسند امام اعظم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

وَاحِدَةٍ وهو سالم عن الجعفی، وسنده صحیح۔

بَاب اِذَا جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِمُزْدَلِفَةَ بِفَصْلٍ جَمَعَ بَیْنَهُمَا بِاَذَانٍ وَّ اِقَامَةٍ

٢٧٢٠- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ: اَنَّهُ اَتَی الْمُزْدَلِفَةَ حِیْنَ الْاَذَانِ بِالْعَتَمَةِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ رَجُلًا، فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، ثُمَّ صَلَّی الْمَغْرِبَ، وَصَلّٰی بَعْدَهَا رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهٖ فَتَعَشّٰی- ثُمَّ اَمَرَ اُرٰی رَجُلًا، فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، ثُمَّ صَلَّی الْعِشَاءَ رَكْعَتَیْنِ- الحدیث، رواہ البخاری، ووقع عند الاسماعیلی فی هذاالحدیث: وَلَمْ یَتَطَوَّعْ قَبْلَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَلَا بَعْدَهَا- کذا فی "فتح الباری" (٣-٤١٩)-

٢٧٢١- عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ مَرْفُوْعًا: فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، فَتَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ، ثُمَّ اُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ، ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِیْرَهٗ فِیْ مَنْزِلِهٖ، ثُمَّ اُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلّٰی وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَهُمَا- رواہ البخاری- (فتح الباری ٣-٤١٨)-

فائدہ: احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھا جائے اور مغرب اور عشاء کے درمیان کسی قسم کی نفل یا فرض نماز نہ پڑھی جائے۔ حضور ﷺ کا یہی عمل ہے اور احناف کا یہی مختار مسلک ہے۔ باقی وہ احادیث جن میں دو اقامتوں کا ذکر ہے وہ اس صورت پر محمول ہیں کہ اگر مغرب اور عشاء کے درمیان کسی قسم کا وقفہ کر دیا جائے مثلاً کھانا کھانے کا یا اونٹ وغیرہ بٹھانے کا تو پھر عشاء کی نماز کیلئے دوبارہ اقامت کہی جائے تاکہ جو لوگ ادھر اودھر ہو چکے ہیں وہ نماز کیلئے حاضر ہو جائیں۔ جیسا کہ دو اقامتوں والی احادیث میں شام کے کھانے یا اونٹ بٹھانے کی صراحت ہے جیسا کہ اگلے باب کی احادیث میں ہے۔ باقی یاد رکھئے کہ یہ اختلاف سنیت کا ہے۔ جائز دونوں طریقے ہیں۔

باب کسی وقفہ کی وجہ سے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کرنا

٢٧٢٠۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ مزدلفہ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت پہنچے اور ایک آدمی کو اذان و اقامت کہنے کا حکم فرمایا پھر آپؓ نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر عشاء کا کھانا منگوا کر تناول فرمایا، اس کے بعد (میرے خیال میں) کسی آدمی کو اذان و اقامت کہنے کا حکم فرمایا اور دو رکعت عشاء کی نماز پڑھی۔ (بخاری)۔ لیکن اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ کسی فرض نماز سے قبل یا اس کے بعد نفل نماز نہیں پڑھی۔

٢٧٢١۔ اسامہ بن زیدؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ مزدلفہ تشریف لائے پھر آپ نے اچھی طرح سے وضو فرمایا اس کے بعد اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر لوگ اپنے اپنے اونٹ بٹھانے لگ گئے، اس کے بعد عشاء کی نماز کیلئے اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے کسی قسم کی نماز نہیں پڑھی۔ (بخاری)۔

باب لَا یَجُوزُ لِاَحَدٍ اَنْ یُّصَلِّیَ الْمَغْرِب لَیْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلَّا بِمُزْدَلِفَةِ فِیْ وَقْتِ الْعِشَاءِ وَاِنْ صَلَّاهَا بِعَرَفَةَ اَوْ فِی الطَّرِیْقِ یَجِبُ اِعَادَتُهَا مَالَمْ یَطْلُعِ الْفَجْرُ

۲۷۲۲- عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ الشِّعْبَ الْاَیْسَرَ الَّذِیْ دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ اَنَاخَ فَبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَیْهِ الْوَضُوْءَ، وَتَوَضَّأَ وُضُوْءًا خَفِیْفًا، فَقُلْتُ: اَلصَّلَاةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ﴿اَلصَّلَاةُ اَمَامَكَ﴾، فَرَكِبَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ- للستة الا الترمذی- (جمع الفوائد ۱-۱۸٤)-

۲۷۲۳- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: ﴿لَا صَلَاةَ اِلَّا بِجَمْعٍ﴾- اخرجه ابن المنذر باسناد صحیح- (فتح الباری ۳-٤۱۵)-

۲۷۲٤- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّهٗ قَالَ: هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا: صَلَاةُ

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر دونوں نمازوں کے درمیان کسی قسم کا وقفہ آ جائے (مثلاً پہلی حدیث میں وضو کرنے کا اور دوسری حدیث میں اونٹوں کو بٹھانے کا وقفہ ہے) تو دو اقامتوں کے ساتھ نمازیں پڑھی جائیں۔ اور حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ لہٰذا احناف نے ایک اقامت والی حدیث پر بھی عمل کیا اور دو اقامتوں والی حدیث پر بھی عمل کیا ہے۔ الحمد للہ۔ لیکن اس کے باوجود احناف کو اہل رائے ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ باقی دو اذانوں کا ہونا یہ راوی کا وہم ہے جیسا کہ خود بخاری کا سیاق بھی بتلا رہا ہے۔

باب مزدلفہ کی رات مغرب کی نماز راستے میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عشاء کے وقت مزدلفہ میں پڑھنا واجب ہے اور اگر کوئی راستے میں پڑھ لے تو صبح صادق کے طلوع تک اس کا لوٹانا واجب ہے

۲۷۲۲۔ اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ عرفات سے واپسی پر میں حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی اونٹنی پر سوار ہوا۔ جب آپ ﷺ مزدلفہ کے قریب واقع بائیں جانب کی گھاٹی پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اور اتر کر پیشاب کیا پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ ﷺ پر وضو کا پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے ہلکا سا وضو فرمایا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھ لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز آگے پڑھیں گے۔ پھر آپ ﷺ سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے تو نماز پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح کو فضل بن عباس آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہوئے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)۔

۲۷۲۳۔ حضرت جابرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں ہی درست ہے۔ اسے ابن منذر نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۷۲۴۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دو نمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو

الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ
رواه البخاري (فتح الباري ٣-٤١٩).

بَابُ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِمُزْدَلِفَةَ بِغَلَسٍ قَبْلَ اَنْ يُّسْفِرَ ثُمَّ يَقِفُ عَلٰى قُزَحٍ يَدْعُوْ اِلَى الْاِسْفَارِ وَيُفِيْضُ مِنْهَا قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

۲۷۲۵- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه اِلٰى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُوْلُ: طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُوْلُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ﴾، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا، وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ، ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى اَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَاضَ، اَلْاٰنَ اَصَابَ السُّنَّةَ، فَمَا اَدْرِيْ اَ قَوْلُهٗ كَانَ اَسْرَعَ اَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رضي الله عنه، فَلَمْ يَزَلْ

مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے) اور فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی (اندھیرے میں) پڑھی جاتی ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ (بخاری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز مغرب عشاء کے وقت میں مزدلفہ میں پڑھنا ضروری اور واجب ہے۔ (خصوصاً اسامہؓ کی حدیث فرضیت کی طرف مشیر ہے۔ لیکن خبر واحد ہونے کی وجہ سے وجوب ثابت ہوگا۔) اور مزدلفہ پہنچنے سے قبل عشاء کے وقت سے پہلے نماز مغرب پڑھ لینا جائز نہیں۔ مزدلفہ سے قبل پڑھ لینے کی صورت میں اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم ہوگا۔ دوسری بات اس آخری حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ عام حالات میں فجر کی نماز اسفار میں ہی پڑھی جاتی تھی۔ کیونکہ ابن مسعودؓ حاضر باش کثیر الملازمہ صحابی مزدلفہ کی صبح اول وقت یعنی خوب اندھیرے میں پڑھنے کو اپنے وقت سے ہٹ کر پڑھنا بتا رہے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح کی نماز اسفار میں پڑھنی چاہیے۔

باب محرم مزدلفہ میں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ کر قزح پہاڑ پر وقوف کرے اور صبح روشن ہونے تک دعاء میں مصروف رہے اور سورج کے طلوع ہونے سے قبل وہاں سے روانہ ہو

۲۷۲۵۔ عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف چلا۔ پھر جب ہم مزدلفہ پہنچے تو ابن مسعودؓ نے دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں اور ہر نماز سے قبل ایک اذان اور ایک اقامت کہی گئی اور ان دونوں کے درمیان عشاء کا کھانا تناول فرمایا اور فجر کی نماز صبح صادق طلوع ہوتے ہی پڑھی۔ اور اتنی جلدی پڑھی کہ صبح صادق کے طلوع ہونے میں اختلاف ہوگیا۔ بعض نے کہا کہ صبح صادق طلوع ہو چکی ہے اور بعض نے کہا کہ ابھی طلوع نہیں ہوئی۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں نمازیں اس

لَبّٰی حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ یَوْمَ النَّحْرِ۔ رواہ الامام البخاری۔ (فتح الباری ۳-۴۲۴)۔

۲۷۲۶- عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَیْمُوْنٍ یَقُوْلُ: شَهِدْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ صَلّٰی بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُشْرِکِیْنَ کَانُوْا لَا یُفِیْضُوْنَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَیَقُوْلُوْنَ: اَشْرِقْ ثَبِیْرُ، وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ اَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ رواہ البخاری۔

۲۷۲۷- وَفِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ الطَّوِیْلِ: فَصَلَّی الْفَجْرَ حِیْنَ تَبَیَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، ثُمَّ رَکِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰی اَتَی الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰی وَکَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ

جگہ اپنے وقت سے ہٹادی گئی ہیں، ایک تو مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جائے اور لوگ عشاء سے قبل مزدلفہ نہ آئیں اور دوسرے فجر کی نماز جو اس وقت پڑھی جائے (یعنی خوب اندھیرے میں) پھر عبداللہ نے صبح کے روشن ہونے تک مزدلفہ میں وقوف فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اگر امیر المومنین (حضرت عثمانؓ) اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہے۔ (عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ عبداللہ کی زبان سے پہلے نکلے یا حضرت عثمانؓ نے پہلے کوچ فرمایا۔ آپ قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی سعی تک برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ پہنچنے سے قبل اور عشاء کے وقت سے قبل مغرب کی نماز پڑھنا درست نہیں۔ اور وقوف مزدلفہ کا وقت صبح کی نماز کے بعد سے صبح کے روشن ہونے تک ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلوع شمس سے قبل مزدلفہ سے روانہ ہونا سنت ہے، واجب نہیں۔ حتیٰ کہ اگر وہ طلوع شمس کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو تو کوئی دم لازم نہ ہوگا۔ البتہ عرفات سے غروب شمس سے قبل کوچ کرنے میں دم ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جو عرفات کی وادی سے غروب شمس سے قبل کوچ کرے گا تو فلا حج له الکامل (یعنی اس کا حج کامل نہ ہوگا)۔ نیز ابن مسعودؓ کے قول کہ ''یہ دونوں نمازیں اپنے وقت (معمول) سے ہٹادی گئی ہیں'' سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کا نہ تھا۔ اسی لئے احناف بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے معمول کے مطابق نماز اسفار میں پڑھنی چاہیے تاکہ آپ ﷺ کے معمول (سنت) پر عمل ہو جائے۔

۲۷۲۶۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا اور نماز کے بعد آپ ﷺ ٹھہرے اور فرمایا مشرکین جاہلیت میں یہاں سے سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے، کہتے تھے ''ثبیر (منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف مکہ کا ایک بہت بڑا پہاڑ ہے) چمک جا''، لیکن نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوگئے تھے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح کی نماز کے بعد سے اسفار تک ہے اور طلوع شمس سے پہلے وہاں سے چلے جانا سنت ہے۔ اور طلوع شمس کے بعد روانہ ہونا مکروہ ہے۔

۲۷۲۷۔ جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صبح کے کھل جانے پر فجر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام پہنچے۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ کی حمد بیان کی، تکبیر کہی تلبیہ پڑھا اور اللہ کی توحید بیان کی۔ صبح کے خوب روشن ہونے

يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى أَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ- رواه مسلم-

۲۷۲۸- وَرَوَى الطَّبَرِي عَنْ عَلِيٍّ ﷺ، قَالَ: لَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ غَدًا فَوَقَفَ عَلَى قُزَحَ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ، ثُمَّ قَالَ: ﴿هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ﴾- حَتّٰى إِذَا أَسْفَرَ دَفَعَ- واصله في الترمذي دون قوله: حتى اذا اسفر- (فتح الباري ۳-۴۲۵)-

بَابُ وُجُوبِ الْوُقُوفِ بِمُزْدَلِفَةَ وَلُزُومِ الدَّمِ بِفَوَاتِهِ بِلَا عُذْرٍ وَجَوَازِ تَرْكِهِ بِعُذْرِ الزِّحَامِ وَنَحْوِهِ لِلضُّعَفَاءِ

۲۷۲۹- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِيْنَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولُ! إِنِّي جِئْتُ مِنْ جَبَلَيْ طَيٍّ، أَكْلَلْتُ رَاحِلَتِي، وَأَتْعَبْتُ نَفْسِي، وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ جَبَلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ، فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهِ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ، وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ،

تک آپ وہاں ٹھہرے رہے پھر سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوئے۔ (مسلم۔ ابوداؤد)۔

۲۷۲۸۔ طبری نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ مزدلفہ میں صبح صادق ہونے پر حضور ﷺ چلے اور قزح پہاڑی پر آپ ﷺ نے وقوف فرمایا۔ اور فضل بن عباس کو اپنے پیچھے (اونٹنی پر) بٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی وقوف کی جگہ ہے اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے پھر صبح خوب روشن ہونے پر آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے۔ (ترمذی)۔

فائدہ: ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے قبل اور اسفار کے بعد وہاں سے روانہ ہونا سنت ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اور اجلہ صحابہؓ سے اسفار کے بعد مزدلفہ سے کوچ کرنا ثابت ہے اور عبداللہ بن زبیرؓ سے سنن حج میں مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ اسفار تک مزدلفہ میں وقوف کرے اور ابن قدامہ مغنی میں نقل فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف ہم نہیں جانتے کہ طلوع شمس سے قبل کوچ کرنا مسنون ہے۔ اور خاص اس حدیث سے قزح پہاڑی پر وقوف کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

باب مزدلفہ میں وقوف کرنا واجب ہے اور بغیر عذر کے چھوڑ دینے پر دم لازم ہے ہاں کمزور لوگوں کے لئے رش وغیرہ عذر کی بناء پر وقوف مزدلفہ چھوڑ دینا جائز ہے

۲۷۲۹۔ عروہ بن مضرسؓ فرماتے ہیں کہ میں مزدلفہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نماز کیلئے نکل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں طی کے پہاڑ سے آیا ہوں، میں نے اپنی اونٹنی کو بھی خوب تھکایا اور خود بھی بے انتہا تھک گیا ہوں، قسم بخدا میں نے کوئی پہاڑ وقوف کے بغیر نہیں چھوڑا، کیا میرا حج ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں ہمارے ساتھ شریک

وقضى تَفَثَهٗ﴾۔ رواہ الترمذی (۱-۱۱۵)۔ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح۔ و فی لفظ الطحاوی: ﴿مَنْ شَھِدَ مَعَنَا ھٰذِهِ الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْفَجْرِ﴾ قال: و قال سفیان: وزاد داود ابن ابی ھند: قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ اھ۔(۱-۴۰۸)۔ وقال الحافظ: اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن حبان، والدارقطنی، والحاکم۔ (فتح الباری ۳-۴۲۳)۔ وفیه ایضا: قال مجاھد، وقتادة، والزھری: مَنْ لَّمْ یَقِفْ بِھَا فَقَدْ ضَیَّعَ نُسُکًا، وَ عَلَیْهِ دَمٌ اھ۔

۲۷۳۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْھَا، قَالَتْ: نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَاْذَنَتِ

ہو جائے اور ہمارے یہاں رہنے تک ہمارے ساتھ رہے اور وہ اس سے پہلے دن یا رات کے کسی بھی حصے میں عرفات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا اور وہ اپنا احرام کھول دے (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور طحاوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو ہمارے ساتھ اس صبح کی نماز میں شریک ہو گیا اور داؤد بن ابی ھند نے ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا کہ "میں حضور ﷺ کے پاس اس وقت آیا جب فجر طلوع ہو چکی تھی" (طحاوی)۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اسے اصحاب السنن نے روایت کیا ہے اور ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور فتح الباری میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ مجاہد، قتادہ اور زہرہ فرماتے ہیں کہ جس نے مزدلفہ کا وقوف نہ کیا تو اس نے حج کے نیک عمل کو ضائع کر دیا اور اس پر دم ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوفِ مزدلفہ واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے حج کے تمام ہونے کو اس وقوف پر معلق کیا ہے۔ لہٰذا واجب ہونا ادنیٰ درجہ ہے، اگر یہ خبر واحد نہ ہوتی تو وقوف مزدلفہ فرض ہو جاتا۔ البتہ اس بات پر اجماع ہے کہ مزدلفہ میں جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھنا واجب نہیں جیسا کہ طحاوی نے اسے ذکر کیا ہے اور ابن حزم کے اختلاف سے اس اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے ابن قدامہ نے بھی ابن حزم کے اختلاف کو درخورِ اعتناء نہ سمجھ کر طحاوی کی طرح اجماع ہی نقل کیا ہے۔ باقی نسائی اور ابو یعلیٰ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "من لم یدرک مع الامام فلم یدرک ای الحج" تو اس سے مراد نماز مع الامام نہیں بلکہ اس سے مراد وقتِ وقوفِ امام ہے۔ یعنی جس نے طلوعِ فجر کے بعد سے طلوعِ شمس تک کا وقت مزدلفہ میں پالیا جو کہ امام کے وقوف کا وقت ہے تو اس نے حج کو پالیا۔ نیز "الحج عرفة" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وقوف مزدلفہ فرض نہیں۔ اس لئے فرضیت کا قول صحیح نہیں ہے نیز فرضیت وہاں ثابت ہوتی ہے جہاں دلیل قطعی ہو اور وہ یہاں نہیں کیونکہ یہ مسئلہ اہل دیانت کے ہاں اجتہادی ہے اور جس مسئلہ میں قطعی دلیل ہو وہاں اہل دیانت اختلاف نہیں کیا کرتے۔ نیز حضور ﷺ نے تمامیتِ حج کو اس کے ساتھ معلق فرمایا ہے اور تمامیتِ شئ واجب کے ساتھ معلق ہوا کرتی ہے نہ کہ فرض کے ساتھ اور فرض کے ساتھ تو اصلِ جواز معلق ہوتا ہے نہ کہ تمامیت۔ نیز "من شھد صلاتنا ھذا" سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر کے وقت سے ہے۔

۲۷۳۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم مزدلفہ آئے تو حضرت سودہؓ نے لوگوں کے بھیڑ سے قبل وہاں سے

النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةُ اَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتْ اِمْرَاَةً بَطِيئَةً، فَاَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَاَقَمْنَا حَتّٰى اَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلَاَنْ اَكُوْنَ اِسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا اسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مَّفْرُوْحٍ بِهِ۔ رواه البخاری، واخرجه مسلم بلفظ: وَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ اِسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا اِسْتَاْذَنَتْهُ سَوْدَةُ، فَاُصَلِّي الصُّبْحَ بِمِنًى، فَاَرْمِي الْجَمْرَةَ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَ النَّاسُ۔ فذكر الحديث، و في رواية له: وَكَانَتْ عَائِشَةُ لَا تُفِيضُ اِلَّا مَعَ الْاِمَامِ۔ (فتح الباری ۳-۴۲۳)۔

۲۷۳۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔ وفي رواية: اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهِ رواهما البخاری۔ وقد اخرجه الطحاوی من طريق عطاء، عن ابن عباس ﷺ مفصلا: قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ: ﴿اِذْهَبْ بِضُعَفَائِنَا وَنِسَائِنَا فَلْيُصَلُّوا الصُّبْحَ بِمِنًى، وَلْيَرْمُوْا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَبْلَ اَنْ تُصِيْبَهُمْ دَفْعَةُ النَّاسِ﴾۔ قال (الراوی): فكان عطاء يفعله بعد ما كبر وضعف۔ (فتح الباری

روانہ ہونے کی حضور ﷺ سے اجازت لے لی۔ کیونکہ وہ بھاری بدن کی خاتون تھیں اس لیے آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ ازدحام سے پہلے روانہ ہوگئیں لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ ﷺ کے ساتھ گئے۔ میرے لیے ہر خوش کن چیز سے بہتر تھا کہ اگر میں بھی سودہؓ کی طرح حضور ﷺ سے اجازت لے لیتی۔ (بخاری)۔ مسلم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ میں نے بھی خواہش کی کہ میں بھی حضرت سودہؓ کی طرح اجازت لے لیتی اور صبح کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھتی اور لوگوں کے آنے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی کر لیتی اور مسلم کی ہی ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امام کے ساتھ ہی کوچ کرتی تھیں۔

۲۷۳۱۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مزدلفہ سے رات ہی میں بھیج دیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے گھرانہ کے کمزور افراد کی حیثیت سے مزدلفہ کی رات ہی کو آگے بھیج دیا تھا (بخاری)۔ طحاوی کی ایک روایت میں ہے کہ مزدلفہ کی رات حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہمارے بوڑھوں اور عورتوں کو لے جاؤ تاکہ وہ صبح کی نماز منیٰ میں پڑھیں۔ اور لوگوں کے اژدہام سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کر لیں۔ یہ حدیث حسن ہے (ان شاء اللہ)۔ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم کے کمزوروں اور بچوں کو مزدلفہ سے رات ہی کو بھیج دیا تھا (عمدۃ القاری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کمزور لوگ اگر مزدلفہ کا وقوف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی کوئی دم ہے اور عذر کی وجہ سے ساقط ہو جانا بھی وقوف مزدلفہ کے وجوب کی دلیل ہے۔ کیونکہ وقوف عرفہ عذر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا جو کہ فرضیت کی دلیل ہے۔

...-۴۲۱) وفی سند الطحاوی اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیر، وھو صدوق یخطیٔ، ...و حسن الحدیث ان شاء اللہ تعالیٰ- وروی ابن حبان في الثقات عن ابن عباس: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعَفَةَ بَنِیْ هَاشِمٍ وَ صِبْيَانَهُمْ بلَيْلٍ اھ- (عمدة القاری ٤: ٦٩٠)-

بَابُ لَا يَجُوْزُ رَمْيُ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَاِنْ رَمَاهُ قَبْلَهٗ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اَجْزَاهُ وَاِلَّا لَا وَعَلَيْهِ اِعَادَتُهٗ فِيْ وَقْتِهٖ

۲۷۳۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ، وَقَالَ: ﴿لَا ...وا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ﴾- اخرجه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح ...-۱۰۹) وابوداود وسکت عنه بلفظ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُقَدِّمُ ضُعَفَاءَ اَهْلِهٖ بِغَلَسٍ، وَيَاْمُرُهُمْ ...ی لَا يَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ-(۱-۲۷۵)- قال ابن القیم فی ...زاد المعاد"(۱-۲۳۲): حدیث صحیح، صححه الترمذی وغیره-

۲۷۳۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَيْضًا، قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ ...يْلِمَةَ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ عَلٰى حُمُرَاتٍ، فَجَعَلَ يَلْطَخُ اَفْخَاذَنَا وَيَقُوْلُ: ﴿اُبَيْنِيَّ، لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ

...ب قربانی کے دن سورج کے طلوع ہونے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی کرنا جائز نہیں، اگر اس نے طلوع شمس سے قبل اور صبح ...ق کے طلوع ہونے کے بعد رمی کی تو کفایت کر جائے گی ورنہ نہیں اور اس پر اس کے وقت میں اعادہ کرنا واجب ہے۔

۲۷۳۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے گھرانے کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیا اور فرمایا کہ جمرہ عقبہ کی رمی ...طلوع ہونے سے پہلے مت کرنا (ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ابوداود کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور علیہ السلام ...گھرانہ کے کمزور لوگوں کو رات کے اندھیرے میں بھیج دیتے تھے۔ اور ان کو یہ حکم بھی فرماتے تھے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل جمرہ عقبہ ...نہ کرنا۔ (ابوداؤد)۔ ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ...ہے۔ ترمذی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۲۷۳۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مزدلفہ کی رات ہمیں اور بنو عبدالمطلب کے چھوٹے بچوں کو گدھوں پر ...کر پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ آپ علیہ السلام ہماری رانوں پر آہستہ سے مارتے ہوئے فرماتے کہ سورج نکلنے سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی نہ ...(ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ابن ...زاد المعاد میں کہا ہے کہ یہ حدیث قصہ کے ذکر کے ساتھ محفوظ ہے۔

حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ﴾- قال ابوداود: اللطخ الضرب اللين- اخرجه هو وسكت عنه، واخرجه احمد بلفظ: على حمرات لنا من جمع وبلفظ: اى بنى- ذكره ابن القيم فى "زاد المعاد" (۱-۲۳۳)، وقال: وهو محفوظ بذكر القصة فيه اه-

۲۷۳٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ كَانَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ، فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا بَدَالَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَقِفَ الْاِمَامُ، وَقَبْلَ اَنْ يَّدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: اَرْخَصَ فِيْ اُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. رواه البخارى- (فتح البارى ۳: ٤۲۰)-

بَابُ الْاِيْضَاعِ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ وَالْتِقَاطِ الْحَصٰى مِنْ مُزْدَلِفَةٍ اَوْ مِنَ الطَّرِيْقِ وَاَنْ تَكُوْنَ سَبْعًا كَحَصَى الْخَذْفِ وَيَرْمِيْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَاِنْ رَمَاهَا مِنْ فَوْقِهَا اَجْزَاَ عَنْهُ وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

۲۷۳٤- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے گھرانہ کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ کے مشعر حرام کے پاس آ کر ٹھہرتے تھے اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر امام کے وقوف اور اس کے کوچ کرنے سے قبل منیٰ واپس آ جاتے تھے۔ ان میں سے بعض تو صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچتے تھے اور بعض اس کے بعد پہنچتے تھے۔ جب وہ منیٰ پہنچتے تو جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے۔ اور ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے ان سب چیزوں کی رخصت دی تھی۔ (بخاری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طلوع شمس سے قبل جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ضعفاء صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد طلوع شمس سے قبل کنکریاں ماریں تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ اور یاد رکھیں کہ طلوع شمس سے قبل ضعفاء کیلئے جواز رمی مستلزم ہے اس بات کو کہ اصحاء (تندرستوں) کیلئے بھی رمی کفایت کر جائے گی۔ لیکن اصحاء کے حق میں کراہت کے ساتھ اور ضعفاء کے حق میں بغیر کراہت کے۔

فائدہ: اور جن احادیث میں بِلَيْلٍ کے لفظ ہیں تو ان سے امام شافعی کا قبل الفجر جواز رمی پر استدلال کرنا درست نہیں اس لئے کہ دوسری روایات مذکورہ بالا کے پیش نظر اس سے مراد اول فجر ہے۔ کیونکہ غَلَسْنَا کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

باب وادی محسر سے تیزی سے گذرنا، مزدلفہ یا راستے سے چنے کے برابر سات کنکریاں اٹھانا اور وادی کے نشیب سے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنا سنت ہے۔ اور اگر وادی کے اوپر سے مارے تو بھی جائز ہے اور ہر کنکری مارنے پر تکبیر کہنا سنت ہے

۲۷۳۵- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ حَتّٰى اَتٰى بَطْنَ مُحَسِّرٍ، فَحَرَّكَ قَلِيْلًا، ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيْقَ الْوُسْطٰى الَّتِيْ تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى، حَتّٰى اَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، رَمٰى مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ، الحديث مختصر، رواه مسلم (۱-۳۹۹) وابوداود بطوله۔

۲۷۳۶- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ۔ وَزَادَ فِيْهِ بِشْرٌ: وَاَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ، وَاَمَرَهُمْ بِالسَّكِيْنَةِ۔ وزاد فيه ابو نعيم: وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَا الْخَذْفِ۔ وَقَالَ لِعَلِيٍّ: ﴿لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا﴾۔ رواه الترمذی (۱-۱۰۸)۔ وقال: حديث جابر حديث حسن صحيح۔

۲۷۳۵۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سورج طلوع ہونے سے قبل ہی مزدلفہ سے روانہ ہوئے اور فضل بن عباسؓ کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپ ﷺ محسر کی وادی میں پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلایا پھر درمیان والے راستے پر چلے جو جمرہ عقبہ پر لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے پھر اس پر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر کہی (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہا) اور ہر کنکری ایسی تھی جیسی انگلی میں رکھ کر پھینکتے ہیں (یعنی چنے کے دانے کے برابر) اور آپ ﷺ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں پھر آپ ﷺ قربانی کرنے کی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔ (مسلم، ابوداؤد)۔

۲۷۳۶۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ محسر کی وادی سے تیزی سے گذرے اور بشر راوی نے روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ مزدلفہ سے اطمینان کے ساتھ روانہ ہوئے اور لوگوں کو بھی اطمینان اور سکون سے چلنے کا حکم فرمایا اور ابونعیم نے روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ جمرات پر ایسی کنکریاں ماریں جو انگلیوں میں پکڑی جا سکیں (یعنی چھوٹی ہوں) پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ شاید میں اس سال کے بعد تم لوگوں کو نہ دیکھ سکوں۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وادی محسر سے تیزی سے گذرنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ مواضع عذاب سے تیزی سے گذر جاتے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب حجر ثمود کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ یہاں سے روتے ہوئے گذرو اور پھر حضور ﷺ خود اپنا سر ڈھانپ کر تیزی سے گذر گئے۔ ملخصاً (جمع الفوائد) اور وادی محسر بھی انہی وادیوں میں سے ہے کیونکہ یہاں اصحاب فیل کے ہاتھی تھک کر بیٹھ گئے اس لئے ایسے مواضع میں چلنے کے سنن میں سے ایک سنت یہ ہے کہ تیزی سے چلا جائے۔ نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کنکریاں چھوٹی ہوں (اور یہ جمہور کے ہاں ندب پر محمول ہے) کیونکہ رمی کی علت رجم شیطان اور اس کی اہانت ہے جیسا کہ منذری کی ترغیب میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم شیطان کو رجم کرتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے

۲۷۳۷- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْد، قَالَ: رَمٰی عَبْدُاللّٰهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ، فَقُلْتُ: یَااَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! اِنَّ نَاسًا یَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا- فَقَالَ: وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ هٰذَا مَقَامُ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، ﷺ- رواه البخاری، و فی لفظ له: فَرَمٰی بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ مَعَ کُلِّ حَصَاةٍ- (فتح الباری ۳-۴٦۳،۴٦٤)-

۲۷۳۸- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْن، عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ: اَنَّهٗ رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فِی السَّنَةِ الَّتِیْ اُصِیْبَ فِیْهَا وَفِیْ غَیْرِهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ- اخرجه ابن ابی شیبة باسناد صحیح-

۲۷۳۹- وَمِنْ طَرِیْقِ الْاَسْوَدِ: رَاَیْتُ عُمَرَ رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ فَوْقِهَا- و فی سنده الحجاج بن ارطاة، وفیه ضعف- (فتح الباری ۳-۴٦۳)- قلت: هو حسن الحدیث ما مر غیر مرة-

---

دین کی اتباع کرتے ہو۔ اس لئے عرف میں رمی کنکری کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ہر اس چیز سے بھی ہو سکتی ہے جو جنس ارض سے ہو۔ لیکن پتھر کے ساتھ رمی کرنا افضل اور چھوٹی کنکری کے ساتھ رمی کرنا اکمل ہے فعلِ نبی ﷺ کی اتباع کی وجہ سے اور آپ ﷺ کے ظاہر قول کی وجہ سے جو احادیث میں ہے۔ اور باقی امام احمدؒ کا یہ فرمانا کہ ''نہی، منهی عنه کے فساد کا مقتضی ہے'' غلط ہے۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اعمالِ شرعیہ سے نہی ان کے صحت مع الکراہت کا مقتضی ہے جیسا کہ کتب اصول میں لکھا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کنکریاں وادی کے نشیب سے ماری جائیں اور ہر کنکری پر تکبیر کہی جائے۔ یہی سنت ہے اور احناف اسی کے قائل ہیں۔

۲۷۳۷۔ عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ عبداللہؓ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں۔ میں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! (کنیت ہے عبداللہ کی) لوگ تو جمرۂ عقبہ کی رمی وادی کے اوپر کے حصے سے کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضور ﷺ پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی۔ (بخاری، ترمذی)۔ اور اس کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عبداللہ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی۔

فائدہ: یعنی حضور ﷺ نے سورۂ بقرہ نازل ہونے کی اسی جگہ سے رمی کی تھی اور وہ جگہ وادی کے نشیب کا حصہ ہے۔ گویا حضور ﷺ کی سنت نشیب سے کنکریاں مارنے کی ہے۔ البتہ اس حدیث سے وادی کے اوپر کے حصہ سے رمی کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا۔ صرف اتنا ظاہر فرمایا کہ یہ خلافِ سنت ہے۔

۲۷۳۸۔ عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے شہادت والے سال اور دوسرے سالوں میں وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں۔

۲۷۳۹۔ اور اسود کی سند سے عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو وادی کے اوپر کے حصے سے جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۷۴۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ (وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ): اُلْقُطْ لِيْ، فَلَقَطْتُ لَهٗ حَصَيَاتٍ مِنْ حَصَى الْخَذْفِ، فَقَالَ: ﴿بِاَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ، وَاِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ﴾- رواه احمد، والنسائی، وابن ماجة، والحاكم- ولاحمد من وجه آخر عن ابن عباس رفعه: ﴿عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ﴾ واسناده صحيح- "دراية" (۱۹۷)-

۲۷۴۱- عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ: مَا اُبَالِيْ رَمَيْتُ الْجِمَارَ بِسِتٍّ اَوْ سَبْعٍ وَاَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَنْكَرَ ذٰلِكَ اخرجه ابن ابی شیبة، وقتادة لم يسمع من ابن عمر-

۲۷۴۲- وَرُوِيَ مِنْ طَرِيْقِ مُجَاهِدٍ: مَنْ رَمٰى بِسِتٍّ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ-

۲۷۴۳- وَمِنْ طَرِيْقِ طَاؤُسٍ: يَتَصَدَّقُ بِشَيْءٍ اه- (فتح الباری ۳:۴۶۳)-

فائدہ: پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نشیب سے رمی کرتے تھے اور یہ مواظبت سنت پر دال ہے۔ البتہ کسی دفعہ آپ نے وادی کے اوپر کے حصے سے رمی کی جو جواز پر دال ہے۔ اور آج کل کے حالات بھی یہی بتاتے ہیں کہ دوسری منزل سے بھی رمی جائز ہے گویا اس جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔ صرف افضلیت میں اختلاف ہے اور افضل احادیث مرفوعہ کی بنا پر نشیب سے مارنا ہی ہے۔

۲۷۴۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر مزدلفہ کی صبح کو مجھ سے فرمایا کہ میرے لئے کنکریاں چنو تو میں نے آپ ﷺ کیلئے چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں چنیں (جو انگلیوں کے پوروں میں آ سکتی تھیں) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان جیسی ہی ہونی چاہئیں۔ اور (یہ بھی فرمایا) دین میں غلو اور حد سے بڑھنے سے بچو۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ)۔ مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (چنے کی دال کے برابر) چھوٹی چھوٹی کنکریاں استعمال کرنا تم پر لازم ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنکریاں مزدلفہ سے چن لینا مستحب ہے۔ تاکہ رمی جمار سے قبل کسی اور کام میں مشغولیت نہ ہو جائے۔ اور کسی بھی جگہ سے چن لینا بالاتفاق جائز ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دین میں کسی قسم کا غلو اور زیادتی حرام ہے۔ مثلاً شیطان کی دشمنی اور اللہ کی محبت میں جمرات پر بھاری پتھروں اور جوتیوں سے سنگ باری کرنا دین نہیں بلکہ بدعت ہے۔ لہٰذا چھوٹی کنکری کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

۲۷۴۱۔ قتادہ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں نے جمرہ کو چھ کنکریاں ماری ہیں یا سات ماری ہیں لیکن ابن عباسؓ نے اس پر نکیر کی ہے۔

۲۷۴۲۔ مجاہد، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی حاجی جمرہ کو چھ کنکریاں مارے تو اس پر کچھ نہیں۔

۲۷۴۳۔ اور طاؤس، ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ (چھ کنکریاں مارنے پر) وہ کچھ صدقہ کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

٢٧٤٤- عَنْ سَعْدٍ ﷺ (هو ابن مالك)، قَالَ: رَجَعْنَا فِي الْحَجَّةِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَبَعْضُنَا يَقُولُ: رَمَيْتُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَبَعْضُنَا يَقُولُ: رَمَيْتُ بِسِتٍّ، فَلَمْ يَعِبْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ- رواه النسائي و سنده صحيح، الا انه منقطع بين مجاهد و سعد بن مالك، فانه لم يسمع منه- (الجوهر النقي ١-٣٤٨)-

بَابُ لَا يَقِفُ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَلَا يَأْخُذُ الْحِصَى مِنْ عِنْدِ الْجَمَرَاتِ

٢٧٤٥- عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَمَى

۲۷۴۴۔ سعدؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم حج میں حضو علیہ کے ساتھ لوٹے تو ہم میں سے کسی نے کہا کہ میں نے سات کنکریاں ماری ہیں اور کسی نے کہا کہ میں نے چھ کنکریاں ماری ہیں۔لیکن کسی نے کسی کو عیب نہیں دیا (کہ تو نے غلط کیا)۔(نسائی)۔اس کی سند صحیح ہے مگر منقطع۔

فائدہ: سات کنکریاں مارنا واجب ہے۔البتہ ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی پانچ یا چھ (یعنی اکثر تعداد میں) مارے تب بھی رمی واجب ادا ہو جائے گا۔البتہ نقصان کو پورا کرنے کیلئے صدقہ اس کے ذمے ہوگا۔جو ایک کنکری کے عوض نصف صاع گندم ہے۔البتہ تین جمرات کی رمی میں نصف رمی کی تو دم ہے۔واللہ اعلم

فائدہ: اس بارے میں اختلاف ہے کہ رمی جمار واجب ہے یا فرض یا سنت یا مستحب۔جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ واجب ہے (اور یہی صحیح ہے)۔کیونکہ اس کے وجوب پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع لاحق اختلاف سابق کو ختم کر دیتا ہے۔نیز حضو علیہ کا اس آدمی کو (جس نے کہا ذبحت ثم رمیت ارم ولا حرج) فرمانا بھی وجوب پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ امر وجوب عمل کا مقتضی ہے۔نیز ان اتبع ملة ابیکم بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ جو مناسک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کئے ان کی اتباع واجب ہے۔جب تک کہ کوئی اور دلیل اس کے عدم وجوب پر دال نہ ہو اور رمی بھی انہی مناسک میں سے ایک ہے۔اور باقی ابن جریر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ان ترکه و کبر اجزاه تو ممکن ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قیاس ہو جو نص کے مقابلہ میں حجت نہیں اور اگر مرفوع حدیث ہو تو بھی محتمل ہے اور محتمل کی وجہ سے متیقن کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔اسی طرح اس حدیث سے بھی استدلال کرنا درست نہیں جس میں ہے کہ حضو علیہ نے فرمایا کہ طواف، سعی اور رمی اقامتِ ذکر اللہ کیلئے ہیں (اس لئے رمی واجب نہیں)۔کیونکہ تمام اعمال سے ہی ذکر اللہ مقصود ہے جیسا کہ فرمایا ﴿اقم الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ ذکر نماز سے کفایت کر جائے گا۔کیونکہ روح جسد سے مستغنی نہیں اگر چہ افضل ہو۔

باب محرم جمرۂ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرے اور نہ ہی جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھائے

۲۷۴۵۔ سالم اپنے باپ کے واسطے سے نبی کریم علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ جب جمرہ کی رمی کرتے تھے تو سات

الجمرة رماها بسبع حصيات، يكبر مع كل حصاة، ثم ينصرف، ولا يقف عندها- رواه البخاري- (دراية ۱۹۷)-

۲۷۴٦- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، قال: كان رسول الله ﷺ اذا رمى جمرة العقبة مضى ولم يقف- رواه ابن ماجة (۲۲٤) بسند فيه الحجاج بن ارطاة، وهو حسن الحديث عندنا، كما مر غير مرة-

۲۷٤۷- عن ابى سعيد رضی اللہ عنہ، قال: قلنا: يا رسول الله! هذه الجمار التى يرمى بها كل عام فنحسب انها تنقص- فقال: ﴿انه ما يقبل منها رفع، ولو لا ذلك لرأيتها امثال الجبال﴾ رواه الدارقطنى، والحاكم فى "المستدرك" و قال: حديث صحيح الاسناد، ويزيد بن سنان ليس بمتروك اھ-(زيلعى ۱-۲۰۳)- و فى "الترغيب" للمنذرى: يزيد بن سنان مختلف فى توثيقه اھ- (۱-۲۰۳)- و فيه ايضا (۱-۵۳۰): وثقه البخارى وغيره، قلت: وقد تقدم توثيقه فى هذا الكتاب، وهو حسن الحديث، فالحديث حسن-

۲۷٤۸- عن ابن عباس رضى الله عنهما فى حصى الجمار: ما تقبل منها رفع، وما لم يقبل ترك، ولولا ذلك لسد ما بين الجبلين- اخرجه البيهقى، واسحاق بن راهويه- قال البيهقى: وهو مشهور عن ابن عباس موقوفا-(التلخيص الحبير ۱-۲۱۸)-

---

کنکریاں مارتے تھے۔اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے۔ پھر وہاں سے چلے جاتے اور وہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔(بخاری)

۲۷۴۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے تو فوراً وہاں سے چلے جاتے اور وہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔(ابن ماجہ)۔اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمرۂ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے۔یہی احناف کا مسلک ہے۔

۲۷۴۷۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ان جمرات کو ہر سال اتنی کنکریاں ماری جاتی ہیں۔پس آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ (ہر سال اکٹھی ہونے کی بعد پھر) کم ہوجاتی ہیں (تو آخر یہ کہاں جاتی ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کنکری قبول ہوجاتی ہے وہ اٹھالی جاتی ہے اور اگر ایسے نہ ہوتا تو تو یہاں کنکریوں کے پہاڑ دیکھتا (دارقطنی وحاکم)۔حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔میں کہتا ہوں کہ یزید بن سنان مختلف فیہ ہے لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۴۸۔ ابن عباسؓ سے جمرات کی کنکریوں کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کنکری قبول ہوجاتی ہے اسے اٹھالیا جاتا ہے اور جو کنکری قبول نہیں ہوتی اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔اگر یہ کنکریوں کا اٹھانا نہ ہوتا تو منی کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا راستہ بند ہوجاتا۔(بیہقی، اسحاق بن راہویہ)۔بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے موقوفاً مشہور ہے۔(تلخیص)۔

بَابُ وُجُوبِ التَّرْتِيبِ فِي مَنَاسِكِ يَوْمِ النَّحْرِ وَهِيَ الرَّمْيُ وَالذِّبْحُ وَالْحَلْقُ

٢٧٤٩- عَنْ اَنَسٍ رضي الله عنه :اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَتٰى مِنًى، فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَه بِمِنًى فَنَحَرَ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ: "خُذْ" وَاَشَارَ اِلٰى جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ- اخرجه الخمسة (دراية ١٩٨)-

٢٧٥٠- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه: مَنْ رَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ اَلْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَحَرَ هَدْيَهُ، ثُمَّ حَلَقَ، فَقَدْ حَلَّ مَا حُرِّمَ عَلَيْهِ مِنْ شَاْنِ الْحَجِّ- رواه البزار- (كنز العمال ٣-١٦)-

٢٧٥١- عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعُوْا عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَغَدَاةَ جَمْعٍ: ﴿عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ﴾، حَتّٰى اِذَا دَخَلَ مِنًى فَهَبَطَ حِيْنَ هَبَطَ مُحَسِّرًا قَالَ: ﴿عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِيْ يُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ﴾- الحديث، رواه السنائى بسند صحيح (٢-٤٨)- وقال تعالى: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ الآية-

فائدہ: آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ جمرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریاں مردود ہیں اور انہیں رمی میں استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ (ہدایہ)۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہاں سے لینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی کنکریاں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مقامِ رمی سے کنکری نہیں لی اور فرمایا خذوا عنی مناسککم۔ اور اگر مقام رمی سے کنکری لینا جائز ہوتا تو پھر کوئی بھی دوسری جگہ سے کنکری لینے کا محتاج نہ ہوتا۔ نیز اس پر اجماع بھی ہے کہ غیر مقام رمی سے کنکریاں لینا مستحب ہے۔

باب دس ذوالحجہ کے اعمال (رمی، قربانی اور حلق) میں ترتیب واجب ہے

۲۷۴۹۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منیٰ پہنچ کر جمرۂ عقبہ کے پاس تشریف لائے اور اسے کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچے اور قربانی کی۔ پھر نائی سے فرمایا کہ بال کاٹ دو۔ پہلے اپنی دائیں جانب اشارہ کیا پھر بائیں جانب۔ (اخرجہ الخمسہ)۔

۲۷۵۰۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس حاجی نے جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے جانور کی قربانی کی پھر اس نے سر منڈایا تو حج کی وجہ سے جو چیزیں اس پر حرام تھیں وہ حلال ہوگئیں۔ (بزار، کنز العمال)۔

۲۷۵۱۔ فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عرفہ کی شام کو اور مزدلفہ کی صبح کو لوگ روانہ ہونے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اطمینان اور سکون سے چلو پھر جب منیٰ میں پہنچ کر وادی محسّر میں اترنے لگے تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمرۂ عقبہ کو رمی کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے لو۔ اسے نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اپنی قربانی میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج

٢٧٥٢- ثنا ابو الاحوص، عن ابراهيم بن مهاجر- هو البجلي- عن مجاهد، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما، قَالَ: مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا مِنْ حَجِّهِ اَوْ اَخَّرَهُ فَلْيُهْرِقْ لِذٰلِكَ دَمًا- وهذا سند صحيح على شرط مسلم- (الجوهر النقى ١-٣٤٧)- و قال الحافظ فى "الدراية" (٢٠٨): اخرجه ابن ابى شيبة باسناد حسن، واخرجه الطحاوى من وجه آخر احسن منه عنه اه- قلت: والاحسن من الحسن لا يكون الا صحيحا فما له لا يصححه ؟-

٢٧٥٣- ثنا ابو معاوية، عن الاعمش، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، قَالَ: مَنْ حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَّذْبَحَ اَهْرَقَ دَمًا، فَقَرَاَ: ﴿وَلَا تَحْلِقُوْارُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾، اخرجه ابن ابى شيبة- (الجوهر النقى ١-٣٤٧)، وهذا سند صحيح ايضا-

کو کھلاؤ پھر تم اپنا میل کچیل دور کرو۔ (یعنی احرام کھول دو)''۔

فائدہ: ان احادیث میں فاء اور ثم کے الفاظ ترتیب پر دلالت کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے بارے میں کسی کو شک اور اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ نے پہلے رمی کی پھر قربانی کی اور اس کے بعد حلق کرایا۔ پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا **خذوا عنی مناسککم** اس ترتیب کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اور فضل بن عباسؓ کی حدیث میں تو رمی کی تقدیم تمام مناسک پر ظاہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان مذکورہ بالا میں بھی ''ثم'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذبح اور حلق میں ترتیب واجب ہے اور ارشاد ربانی ﴿**ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ**﴾ پچھلی آیت سے بھی زیادہ صراحت سے ترتیب کے وجوب پر دال ہے۔ کیونکہ بلوغ ھدی سے مراد ذبح ہے۔

۲۷۵۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے حج میں سے کسی عمل کو وقت سے پہلے کیا یا مؤخر کیا تو خون بہانا اس پر لازم ہے۔ یہ سند شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔ (جوہر نقی)۔ حافظ صاحب درایہ میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے یہ حدیث سند حسن سے روایت کی ہے۔ اور طحاوی نے دوسرے طریق سے اس سے بھی زیادہ احسن سند سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حسن سے احسن صحیح ہی ہوتی ہے تو حافظ اسے صحیح کیوں نہیں کہہ دیتے۔

۲۷۵۳۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جس نے ذبح سے قبل حلق کرالیا تو وہ خون بہائے پھر ابراہیم نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿**ولا تحلقوارؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ**﴾ (اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: ان آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کو مقدم اور مؤخر کرنے سے خون بہانا واجب ہو جاتا ہے۔ اور خون بہانا واجب کی تقدیم و تاخیر ہی سے ہوتا ہے، سنت اور مستحب کی تقدیم و تاخیر سے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ترتیب واجب ہے۔ اور وہ احادیث جن میں **لا حرج** کے الفاظ ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ یہ تقدیم و تاخیر نسیان کی وجہ سے ہوئی ہے۔ لہٰذا کوئی گناہ نہیں۔

بَابُ مَنْ رَمٰى وَذَبَحَ وَحَلَقَ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا النِّسَاءُ مَالَمْ يَطُفْ وَاِذَا طَافَ لِلْاِفَاضَةِ فَقَدْ حَلَّ الْحِلُّ كُلُّهٗ

٢٧٥٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا النِّسَاءُ﴾- فَقَالَ رَجُلٌ: وَالطِّيْبُ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَمَّا اَنَا فَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُضَمِّخُ رَاْسَهٗ بِالْمِسْكِ، اَفَطِيْبٌ ذٰلِكَ اَمْ لَا؟ رواه احمد، وابوداود، والنسائی، وابن ماجة، قال فی "البدر المنیر" : اسناده حسن کما قاله المنذری- (نیل الاوطار ٤-٢٥٧)-

٢٧٥٥- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ، وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ، بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ- متفق علیه- (نیل ٤-٢٩٧)- وللنسائی : طَيَّبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَرْمِهٖ حِيْنَ اَحْرَمَ، وَلِحِلِّهٖ بَعْدَ مَا رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ-(نیل ایضا)-

باب دس ذوالحجہ کو رمی ، قربانی اور حلق کرانے سے عورتوں کے سوا تمام چیزیں حلال ہوجاتی ہیں لیکن عورتیں طواف زیارت کے بغیر حلال نہیں ہوتیں اور طواف زیارت سے تمام چیزیں حلال ہوجاتی ہیں

۲۷۵۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جمرۂ عقبہ کی رمی کرلو (اور قربانی اور حلق کرلو) تو عورتوں کے سوا تمام چیزیں تمہارے لئے حلال ہوجائیں گی۔ کسی نے کہا کہ خوشبو بھی؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے سر کو (طواف زیارت سے قبل) مشک میں لت پت دیکھا۔ کیا مشک خوشبو نہیں ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔ بدر منیر میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ ایسے ہی منذری نے بھی کہا ہے۔ فائدہ: "اذا رمیتم الجمرة" کا مطلب یہ ہے کہ تم ذبح اور حلق بھی کرچکو تو تمہارے لئے عورتوں کے سوا ہر چیز حلال ہے۔ اس لئے کہ ذبح اور حلق رمی کے معاقب ہوتے ہیں شرعاً، اس لیے ایک کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے۔

الغرض رمی، قربانی اور حلق کرانے کے بعد طواف زیارۃ سے قبل عورتوں کے سوا تمام چیزیں حلال ہوجاتی ہیں۔ اس کی صراحت و تفصیل آگے حدیث نمبر ۲۷۵۷ میں آرہی ہے۔

۲۷۵۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کو احرام باندھنے سے قبل اور دس ذوالحجہ کو طواف زیارت سے قبل مشک ملی خوشبو لگایا کرتی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام باندھتے وقت اپنے احرام کیلئے اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد طواف زیارت سے قبل احرام کھولتے وقت خوشبو لگائی۔ (نسائی)

۲۷۵۶- حدثنا وكيع، عن هشام بن عروة، عن عروة، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا رَمٰى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءُ﴾۔ رواه ابن ابی شیبة و سنده صحیح، (درایة ۱۹۸)۔ و "زیلعی" (۱:۵۰۸)۔ ورواه ابو داود بطریق الحجاج بن ارطاة، عن الزهری، عن عمرة، عن عائشة رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وضعفه لاجل ان الحجاج لم یرالزهری، ولم یسمع منه شیئا، کما فی "نصب الراية" ایضا، ولکن سند ابن ابی شیبة سالم عن هذه العلة، فالحدیث صحیح۔

۲۷۵۷- عن الحجاج بن ارطاة، عن ابی بکر بن عمرو بن حزم، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ وَذَبَحْتُمْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءُ﴾۔ قال الدارقطنی: ولم یروه غیر الحجاج بن ارطاة۔ "زیلعی" (۱:۵۰۸) و "درایة" (۱۹۸)۔ قلت: فما له وهو حسن الحدیث؟ وثقه غیر واحد کما مر غیر مرة، فالحدیث حسن۔

۲۷۵۸- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهٗ قَالَ عَشِيَّةَ يَوْمِ النَّحْرِ: ﴿إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوْا مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ عَنْهُ إِلَّا النِّسَاءُ﴾۔ اخرجه احمد فی "مسنده"۔ والحاکم فی "المستدرک"، وابوداود فی "سننه" - "زیلعی" (۱:۵۰۸)۔ وسکت عنه ابو داود کما فی "بذل المجهود" (۳:۱۹۰)۔ قال فی "النیل" (۴:۲۹۷): و فی الباب عن ام سلمة عند ابی داود، والحاکم، والبیهقی، و فی اسناده محمد

۲۷۵۶۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمرۂ عقبہ کی رمی کرلے تو عورتوں کے سوا تمام چیزیں اس کے لئے حلال ہو جاتی ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے لیکن وہ حجاج کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن ابن ابی شیبہ کی حدیث اس علت وعیب سے محفوظ ہے اور سالم ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۷۵۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جمرۂ عقبہ کی رمی، حلق اور قربانی کرلو تو تمہارے لئے عورتوں کے سوا تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی۔ (دارقطنی)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ رمی جمرۂ عقبہ کے ساتھ ذبح اور حلق بھی مراد ہے۔ اس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔

۲۷۵۸۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کی شام کو فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کرلینے کے بعد عورتوں کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو حج کی وجہ سے تمہارے لئے حرام تھیں تم پر حلال ہوگئیں۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم، سنن

بن اسحاق، ولکنه صرح بالتحدیث اھ۔ قلت: فالحدیث حسن۔

بَابُ طَوَافِ الزِّیَارَةِ بَعْدَ الرَّمْيِ وَالْحَلْقِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾

۲۷۵۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى، متفق علیه۔ (نیل ٤-٢٩٨)۔

۲۷۶۰- عَنْ جَابِرٍؓ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِنْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ، ثُمَّ رَكِبَ فَاَفَاضَ اِلَى الْبَيْتِ، فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، رواه مسلم۔ (نیل الاوطار ٤:٢٩٨)۔

ابی داؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (بذل) لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حسن ہے۔

باب رمی کرنے اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنا سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حجاج کرام امن والے گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔

۲۷۵۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دس ذوالحجہ کو طواف زیارت کر کے منیٰ لوٹے اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ (بخاری، مسلم)۔

۲۷۶۰۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (کنکریاں مارنے کے بعد) قربان گاہ گئے، قربانی کی اور پھر (حلق کرانے کے بعد) سوار ہو کر مکہ میں طواف زیارت کیا اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ (مسلم)۔

فائدہ: حضرت انسؓ کی حدیث نمبر ۲۷۴۹ میں ہے کہ حضور ﷺ نے قربانی کے بعد سر منڈایا۔ لہٰذا ان تمام احادیث کے مجموعے سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت رمی اور حلق کے بعد کرنا سنت ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ طواف زیارت حج کا ایک رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اور اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ دس ذوالحجہ کو قربانی اور حلق کے بعد طواف زیارت کرنا مستحب ہے اور اگر ایام تشریق تک مؤخر کر دیا تو اس پر کوئی دم نہیں۔ البتہ ایامِ تشریق کے بعد تک مؤخر کرنے میں امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے ہاں دم ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر منیٰ گئے تو وہاں لوگ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو گئے۔

فائدہ: ان مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دن کو طوافِ زیارت کیا جبکہ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے طوافِ زیارت رات تک مؤخر کیا تو اس میں تطبیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے طوافِ زیارت تو دن ہی کو کیا البتہ اپنی عورتوں کے ساتھ رات

باب وُجُوبِ الْحَلْقِ اَوِ التَّقْصِيرِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَكَوْنِهِ نُسُكًا مِّنَ الْمَنَاسِكِ وَاَنَّ الْحَلْقَ اَفْضَلُ مِنَ التَّقْصِيرِ لِلرِّجَالِ وَلَا يَجُوزُ لِلنِّسَاءِ اِلَّا التَّقْصِيرُ

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾۔

۲۷۶۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْيُقَصِّرْ، وَلْيُحَلِّلْ﴾۔ مختصر للشيخين وابى داود والنسائى- (جمع الفوائد۱-۱۷۵)۔

۲۷۶۲- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: فَاَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَصْحَابَهُ اَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً، وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا، وَيَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔ مختصر للشيخين وابى داود والنسائى- (جمع الفوائد۱:۱۷۵)- ولفظ البخارى: عن جابر: ﴿اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافٍ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوْا﴾۔ (التلخيص الحبير۱:۲۱۹)۔

بھی تشریف لائے ان کو طواف زیارت کرانے کیلئے ویسے آپ منیٰ میں قیام کے دوران روزانہ رات کو تشریف لاتے تھے۔ (ھکذا فی العمدۃ)

باب حج اور عمرہ میں حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور مردوں کے لئے حلق افضل ہے۔ عورتوں کے لئے صرف قصر جائز ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مسجد حرام میں امن کے ساتھ حلق کرا کر یا قصر کرا کر ضرور داخل ہو گے۔

۲۷۶۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) لے کر نہ آیا ہو وہ بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی کرے اور بال ترشوا کر احرام کھولدے۔ (شیخین، ابوداؤد، نسائی)۔

۲۷۶۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ (جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہ آیا ہو) اس احرام کو عمرہ کا احرام بنائیں۔ طواف کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھولدیں۔ مگر جو اپنے ساتھ ہدی لے کر آیا ہو (وہ طواف و سعی کے بعد بال نہ ترشوائے اور نہ احرام کھولے بلکہ وہ حج کے بعد احرام کھولے)۔ (شیخین، ابوداؤد، نسائی) جابرؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی کر کے بال ترشواؤ اور احرام کھولدو (بخاری)۔

فائدہ: حضور ﷺ کا امر فرمانا وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا قصر یا حلق مناسک حج میں سے ایک نسک ہے اور واجب ہے۔ یہی جمہور احناف کا مسلک ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کی صفت یوں بیان کرتے ہیں ﴿محلقین رؤوسکم و مقصرین الخ﴾ تو اگر حلق / قصر مناسک میں سے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی یہ صفت بیان نہ کرتے۔ نیز اگر یہ مناسک میں سے نہ ہوتے تو حضور ﷺ محلقین کیلئے تین مرتبہ اور مقصرین کیلئے ایک مرتبہ رحمت کی دعا کر کے اس کی فضیلت کا اظہار نہ کرتے، اسی طرح حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے ہمیشہ ایسا ہی کیا

٢٧٦٣- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبَّدَ رَأْسَهٗ وَاَهْدٰى، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَمَرَ نِسَائَهٗ اَنْ يَّحْلِلْنَ، قُلْنَ: مَالَكَ اَنْتَ لَمْ تَحِلَّ؟ قَالَ: ﴿اِنِّيْ قَلَّدْتُ هَدْيِيْ، وَلَبَّدْتُ رَأْسِيْ، فَلَا اَحِلُّ حَتّٰى اَحِلَّ مِنْ حَجَّتِيْ وَاَحْلِقَ رَأْسِيْ﴾- رواه احمد، وهو فى البخارى عنه عن حفصة وليس فيه: ﴿وَاَحْلِقَ رَأْسِيْ﴾- والحديث احتج به ابن تيمية فى "المنتقى"، والشوكانى فى "نيل الاوطار" (٤:٢٩٦)-

٢٧٦٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ لَقِيَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِهٖ يُقَالُ لَهُ الْمُجَبِّرُ قَدْ اَفَاضَ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ، جَهِلَ ذٰلِكَ، فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فَيَحْلِقَ اَوْ يُقَصِّرَ، ثُمَّ يَرْجِعَ اِلَى الْبَيْتِ فَيُفِيْضَ- رواه مالك- (جمع الفوائد ١-١٨٦)-

٢٧٦٥- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ﴾ قَالُوْا

کہ حلق یا قصر کے ساتھ حلال ہوئے۔ اگر یہ مناسک میں سے نہ ہوتا تو اس پر آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہؓ اس پر مداومت نہ فرماتے۔

۲۷۶۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے سر کے بالوں کو جمایا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر چلے۔ پس جب مکہ پہنچے تو اپنی عورتوں کو (طواف وسعی کے بعد) احرام کھولنے کا حکم فرمایا۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے تو احرام نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا ہے۔ اور میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمایا ہے تو جب تک میں اپنے حج سے فارغ نہ ہو جاؤں اور اپنے سر کے بال نہ منڈالوں میں احرام نہیں کھول سکتا۔ (احمد)۔ اور بخاری میں حفصہؓ سے یہ روایت مروی ہے۔ لیکن اس میں احلق راسی کے الفاظ نہیں۔ ابن تیمیہ اور شوکانی نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حجت کے قابل ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حلق احرام کھلنے کے اسباب میں سے ہے لہٰذا حلق یا قصر بھی مناسک میں سے ایک نسک ہے۔ اور "خذوا عنی مناسککم" کی وجہ سے واجب ہے۔

فائدہ: اس میں حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ "حلق کراؤنگا" حصر کیلئے نہیں کہ تلبید کرنے والے کیلئے صرف حلق ہے، قصر جائز نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ تلبید والے کیلئے حلق افضل ہے۔

۲۷۶۴۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ اپنے گھر کے ایک آدمی سے جس کا نام مجبر تھا ملے۔ جس نے بال ترشوائے یا منڈائے بغیر طواف زیارت کر لیا تھا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا تو جاہل ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے اسے حکم فرمایا کہ جا کر پہلے بال ترشوا یا منڈا پھر دوبارہ بیت اللہ کا طوافِ زیارت کر۔ (مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصر یا حلق واجب ہے۔ کیونکہ اگر واجب نہ ہوتا تو آپ لفظ "جاہل" نہ فرماتے اور اسے کرنے کا تاکیدی حکم نہ دیتے۔ نیز آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "بال ترشوا کر دوبارہ طواف کر" بھی وجوب پر دال ہے کیونکہ ترتیب امور واجبہ میں ہوتی ہے۔

المُقَصِّرِينَ، قَالَ: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ﴾ قَالُوا: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ- قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ﴾- رواه البخاری والجماعة، و فی رواية قال فی الرابعة: ﴿وللمقصرين﴾- (فتح الباری٣-٤٤٨)، و"جمع الفوائد" (١-١٨٦)-

٢٧٦٦- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ﴿لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ﴾- رواه ابوداود، والدارقطنی، والطبرانی، وقد قوی اسناده البخاری فی "التاريخ"، وابوحاتم فی "العلل"، وحسنه الحافظ، واعله ابن القطان، ورد عليه ابن المورق فاصاب- (نيل الاوطار٤:٢٩٦)-

٢٧٦٧- عَنْ عَلِيٍّ ﷺ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا- زاد رزين: فی الحج والعمرة، و قال: ﴿إِنَّمَا عَلَيْهَا التَّقْصِيْرُ﴾- (جمع الفوائد١-١٨٦) اخرجه الترمذی والنسائی، ورواته موثقون الا انه اختلف فی وصله وارساله-(دراية٢٠٢)-

٢٧٦٨- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فِیْ الْاَصْلَعِ: يُمِرُّ الْمُوْسٰی عَلٰی رَأْسِهٖ- رواه

٢٧٦٥- ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ بال منڈانے والوں کو بخش دے۔ لوگوں نے کہا کہ بال ترشوانے والوں کو بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ بال منڈانے والوں کو بخش دے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بال ترشوانے والوں کو بھی تو تیسری مرتبہ (اور ایک روایت میں چوتھی مرتبہ میں جا کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ بال ترشوانے والوں کو بھی بخش دے۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلق یا قصر واجب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بال منڈانا افضل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تقصیر حلق سے کفایت کرتا ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

٢٧٦٦- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں بال نہ منڈائیں۔ بلکہ ان کے ذمے بال ترشوانا ہے۔ (ابوداؤد، دارقطنی)۔ امام بخاری نے تاریخ میں اور ابوحاتم نے علل میں اس کی سند کو قوی کہا ہے، اور حافظ نے اس کی تحسین کی ہے۔

٢٧٦٧- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عورت کو حج اور عمرہ میں سر منڈانے سے منع فرمایا۔ اور رزین نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر تو صرف بال ترشوانا واجب ہے۔ (ترمذی، نسائی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ لیکن اس کے وصل وارسال میں اختلاف ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بال منڈانا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ اور قصر ان پر واجب ہے۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ حافظ نے بھی فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ اس میں عبدالکریم بن روح مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا حدیث کی سند لا باس بہ ہے اور حسن ہے (دارقطنی) دارقطنی اور صاحب التعلیق المغنی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

٢٧٦٨- ابن عمرؓ نے گنجے کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے سر پر استرا پھیر دے۔

الدارقطنی و سکت عنه هو وصاحب "التعليق المغنی"- والاسناد لا باس به، و فيه عبدالکريم بن روح مختلف فيه، وثقه ابن حبان، وضعفه آخرون- (تهذيب ۱: ۱۷۰)-

اَبْوَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ وَآدَابِهٖ

بَابُ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَرَمْيِ الْجِمَارِ الثَّلَاثِ فِیْ سَائِرِ الْاَيَّامِ بَعْدَ الزَّوَالِ

۲۷۶۹- عَنْ جَابِرٍؓ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَمَی الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًی ثُمَّ لَمْ يَرْمِ فِیْ سَائِرِ الْاَيَّامِ حَتّٰی زَالَتِ الشَّمْسُ- رواه مسلم من حديث ابی الزبير عنه معنعنا، وعلقه البخاری، ورواه ابوذر الهروی فی "مناسکه" من حديث ابی الزبير، قال: سمعت جابرا- ورواه الحاکم فی "المستدرك" من حديث ابن جريج، عن عطاء، عن جابرنحوه، ووهم فی استدراکه- (التلخيص الحبير ۱-۲۱۹)-

۲۷۷۰- عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَتٰی اَرْمِی الْجِمَارَ؟ قَالَ: اِذَا

فائدہ: احناف کے ہاں ربع راس کا حلق (چوتھائی سر منڈانا) واجب ہے جو امسحوا برؤسکم سے ماخوذ ہے۔

ابواب جمراۃ کی رمی اور اس کے آداب کے بیان میں

باب دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت کرنا اور باقی ایام میں تمام جمراۃ کی رمی سورج ڈھلنے کے بعد کرنا

۲۷۶۹۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورعلیہ السلام نے دس ذوالحجہ کو چاشت کے وقت جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ اور باقی ایام میں سورج ڈھلنے کے بعد کنکریاں ماریں (مسلم)۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابوذر ہروی نے اسے ابوالزبیر کی حدیث سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے سنا اور حاکم نے مستدرک میں ابن جریج کی حدیث کو عن عطاء عن جابرؓ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد سے سورج ڈھلنے تک رمی کرنا افضل ہے اور سورج ڈھلنے کے بعد غروب ہونے تک جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی جائے۔ اور دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

۲۷۷۰۔ وبرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں نے جمرۂ کی رمی کب کروں۔ آپؓ نے فرمایا کہ جب تیرا امام رمی کرے تو بھی اس وقت رمی کر، وبرہ کہتے ہیں کہ میں نے آپؓ سے دوبارہ مسئلہ پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے تھے، جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے۔ (بخاری)۔ اور ابن عیینہ نے مسعر سے اسی سند کے ساتھ یہ زیادہ کیا ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا اور اگر میرا امام رمی کو مؤخر کردے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ پس آپ نے یہ حدیث بیان کی (فتح الباری)۔ مؤطا محمد کی ایک روایت میں ہے

...ی اِمَامُکَ فَارْمِہٖ، فَاَعَدتُ عَلَیْهِ الْمَسْاَلَةَ، قَالَ: کُنَّا نَتَحَیَّنُ، فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَیْنَا۔ رواہ ...بخاری، و زاد ابن عیینة عن مسعر بهذاالاسناد: فَقُلْتُ لَهٗ: اَرَاَیْتَ اِنْ اَخَّرَ اِمَامِیْ اَیِ ...رَّمْیَ؟، فَذَکَرَ لَهُ الْحَدِیْثَ۔ (فتح الباری ۳-۴۶۳)۔ ورواہ محمد فی "الموطا" (۳۲۹) عن ...مالک، عن نافع، عن ابن عمررَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، بلفظ: اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: لَا تَرْمِی الْجِمَارَ حَتّٰی ...تَزُوْلَ الشَّمْسُ فِی الْاَیَّامِ الثَّلَاثَةِ الَّتِیْ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ اھ۔

۲۷۷۱- عَنْ سَالِمٍ: اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کَانَ یَرْمِیْ الْجَمْرَةَ الدُّنْیَا ...بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ، یُکَبِّرُ عَلٰی اِثْرِ کُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ یَتَقَدَّمُ فَیُسْهِلُ، فَیَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِیَامًا ...طَوِیْلًا، فَیَدْعُوْ وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ، ثُمَّ یَرْمِی الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰی کَذٰلِکَ، فَیَاْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَیُسْهِلُ، ...فَیَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِیَامًا طَوِیْلًا، فَیَدْعُوْ وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ، ثُمَّ یَرْمِی الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ ...الْوَادِیْ، وَلَا یَقِفُ وَیَقُوْلُ: هٰکَذَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَفْعَلُهٗ۔ رواہ البخاری۔ والقیام الطویل قد ...وقع تفسیرہ فیما رواہ ابن ابی شیبة باسناد صحیح عن عطاء: کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْمُ عِنْدَ ...الْجَمْرَتَیْنِ مِقْدَارَ مَا یَقْرَاُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ۔ (فتح الباری ۳-۴۶۶)۔

...ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ دس ذوالحجہ کے بعد باقی تین دنوں میں رمی سورج ڈھلنے کے بعد کرو۔ (مؤطا محمد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذوالحجہ کے بعد باقی دنوں میں رمیِ جمرات کا سورج ڈھلنے کے بعد کرنا واجب ہے اور ...ابن عمرؓ کا یہ فرمانا کہ "ہم انتظار کرتے تھے"۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ باقی دنوں میں رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ اور ...حضور ﷺ کا فعل بھی بخاری میں جابرؓ سے اسی طرح مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے دن (دس ذوالحجہ کو) جمرۂ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت کی ...اور باقی دنوں میں زوالِ شمس کے بعد اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

۲۷۷۱۔ سالم فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ (دس ذوالحجہ کے بعد کے دنوں میں) پہلے جمرہ کو سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر ...کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اس کے بعد آپ آگے بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر دیر تک قبلہ رو کھڑے ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے۔ ...پھر درمیانے جمرہ کی بھی اس طرح رمی کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک ہموار زمین پر قبلہ رو کھڑے ہوجاتے، بہت دیر تک اسی طرح ...کھڑے ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرۂ عقبہ کی رمی وادی کے نشیب سے کرتے لیکن آپ یہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔ آپ فرماتے ...تھے میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا (بخاری)۔ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ پہلے دونوں جمرات کے پاس ...سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار کے برابر کھڑے رہتے۔

۲۷۷۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ آخِرِ يَوْمٍ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مِنًى، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، يَرْمِي الْجَمْرَةَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُوْلَى، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ فَيُطِيْلُ الْقِيَامَ، وَيَتَضَرَّعُ، وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا۔ رواہ احمد، وابو داود، واخرجه ایضا ابن حبان، والحاکم۔ (نیل الاوطار ۴-۳۰۷) و قال المنذری فی مختصره: حدیث حسن۔ وقال الحاکم فی المستدرک: حدیث صحیح علی شرط مسلم (زیلعی ۱:۵۱۰)۔

۲۷۷۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ لِرُعَاءِ الْإِبِلِ أَنْ يَرْمُوْا

فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جمراۃ کی رمی کے بعد وہاں کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر طویل دعا کرنی چاہیے۔ اور آخری جمرہ کی رمی کے بعد وہاں نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔

۲۷۷۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کے وقت اس کے آخری حصہ میں طواف زیارت کیا پھر آپ ﷺ منیٰ لوٹ آئے اور ایام تشریق کی راتیں آپ ﷺ نے منیٰ میں گذاریں۔ سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ رمی کرتے اور ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارتے۔ اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے۔ پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس دیر تک کھڑے رہتے اور گریہ وزاری کر کے دعا کرتے رہتے اور تیسرے جمرہ کی رمی کے بعد آپ ﷺ وہاں نہ ٹھہرتے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن حبان، حاکم)۔ منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گذارنا سنت ہے۔ اس کے ترک پر کوئی چیز واجب نہیں۔ البتہ وہاں رات نہ رہنا مکروہ ضرور ہے۔ لیکن ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واجب ہے البتہ تارک پر کوئی چیز واجب نہیں۔ ممکن ہے کہ ابن الھمامؒ کے سنت کہنے سے مراد بھی سنت مؤکدہ ہو جو کالواجب (واجب کی طرح) ہے۔ اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہو۔ حضور ﷺ کا ابن عباسؓ کو سقایہ کی وجہ سے مکہ میں رات گذارنے کی اجازت دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ منیٰ میں رات گذارنا واجب نہیں کیونکہ اگر واجب ہوتا تو رخصت نہ دیتے جیسا کہ سقایہ کی وجہ سے مزدلفہ کا قیام چھوڑنے کی رخصت نہیں دی جاتی۔ اور ابن عباسؓ کا اجازت لینا اس لئے نہیں تھا کہ منیٰ میں رات گذارنا واجب تھا بلکہ صحابہؓ کی شان ہی ہر کام میں اجازت لینا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿واذا کانوا معه علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ﴾۔ الغرض اس کا درجہ قیام مزدلفہ اور رمی جمار سے کم ہے (اور وہ دونوں واجب ہیں) لہٰذا یہ سنت مؤکدہ ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ ﷺ کا منیٰ میں قیام نسکا نہیں بلکہ ذریعۃً للنسک تھا۔ اس لئے یہ منی میں قیام "خذوا عنی مناسککم" کے ماتحت میں داخل ہو کر واجب نہیں۔

۲۷۷۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کے لئے رات کو رمی کرنے کی اجازت دی۔ حافظ

بِاللَّيْلِ - رواه البزار- و فی سنده مسلم بن خالد الزنجی شیخ الشافعی رحمه الله، ضعفه قوم، ووثقه آخرون- (زیلعی ۱-۵۱۱)- وقال الحافظ فی "التلخیص الحبیر" (۱-۲۱۹)- رواه البزار باسناد حسن، والحاکم، والبیهقی اه-

۲۷۷٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَیْضًا: اَنَّ الْعَبَّاسَ ﷺ اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَنْ یَبِیْتَ بِمَکَّةَ لَیَالِیَ مِنًی لِاَجْلِ سِقَایَةٍ فَاَذِنَ لَهٗ- متفق علیه(التلخیص الحبیر ۱:۲۱۹)-

۲۷۷۵- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اِذَا انْتَفَجَ النَّهَارُ مِنْ یَوْمِ النَّفْرِ فَقَدْ حَلَّ الرَّمْیُ وَالصَّدْرُ- رواه البیهقی، واسناده ضعیف، والانتفاج بالجیم الارتفاع- (درایة ۱۹۹)- فی سنده طلحة بن عمرو، ضعفه البیهقی- (نصب الرایة ۱-۵۱۰)- وقال السیوطی: روی له ابن ماجة و ضعفوه، الا انه لم یتهم بکذب، و قال ابو حاتم: مکی لیس بقوی، لین

صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ بزار نے یہ حدیث سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے اور حاکم وبیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہاں رات سے مراد آنے والی رات ہے یعنی اتوار کی رمی (مثلاً) اتوار کے بعد آنے والی رات کو رمی کریں۔

۲۷۷۴۔ ابن عمرؓ سے ہی مروی ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ سے پانی پلانے کے لئے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت لی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ (بخاری و مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منیٰ کی راتیں مکہ میں گذارنا جائز ہے، منیٰ میں رات گزارنا واجب نہیں۔ حافظ صاحب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے کیونکہ رخصت کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے مقابل (یعنی منیٰ میں رات گزارنا) عزیمت ہے۔ حافظ کا یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ مکہ میں رات گزارنے کی رخصت اور اس کے مقابل کا عزیمت ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ عزیمت واجب ہو۔ بلکہ احتمال ہے کہ سنت مؤکدہ ہو۔ کیونکہ کتنے عزائم ہیں کہ جن کے وجوب کا ائمہ قول نہیں کرتے۔ جیسے سجود تلاوۃ فی القرآن اس لئے ص کے سجدہ کے علاوہ باقی عزائم میں سے ہیں شافعیہ کے ہاں لیکن واجب نہیں۔ سفر میں نماز پوری پڑھنا ان کے ہاں عزیمت ہے لیکن بالاتفاق واجب نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنا بالاتفاق عزیمت ہے لیکن بالاتفاق واجب نہیں۔ لہٰذا منیٰ میں رات گذارنا عزیمت ضرور ہے لیکن واجب نہیں۔

۲۷۷۵۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تیرہ ذوالحجہ کو جب سورج بلند ہو جائے تو جمرات کی رمی کرنا اور وہاں سے چلے جانا جائز ہے۔ (بیہقی)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت طلوع شمس کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

الحدیث- و روی ابن عدی باسناد صحیح عن عبدالرزاق، عن معمر، قصة اجتماع شعبة، و معمر، وسفیان، وابن جریج به، فاملی علیهم اربعة آلاف حدیث عن ظهر قلت: ما اخطا الا فی موضعین، لم یکن الخطا منه، ولا منهم، وانما الخطا من فوق- "کشف الاحوال فی نقد الرجال" (۵۵)- ومثله فی "المیزان" (۱-۴۷۹)- و فیه ایضا: قال آدم بن موسی: سمعت خ(یعنی البخاری) یقول: طلحة بن عمرو لین عندهم اه- قلت: فهو من حفاظ الحدیث، ولم یتهم بکذب، فالحدیث حسن علی اصلنا-

۲۷۷۶- عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ: مَنْ اَدْرَكَهُ الْمَسَاءُ فِی الْيَوْمِ الثَّانِیْ فَلْيُقِمْ اِلَی الْغَدِ حَتّٰی يَنْفِرَ مَعَ النَّاسِ- رواه ابن المنذر، وجعله ثابتا عنه - (المغنی ۳-۴۸۹)-

۲۷۷۷- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ: اَنَّ نَاسًا مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِعَرَفَةَ فَسَاَلُوْهُ؟ فَاَمَرَ مُنَادِيًا يُنَادِیْ فَنَادٰی: اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ

۲۷۷۶- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بارہ ذوالحجہ کو اگر کوئی حاجی سورج غروب ہونے تک منیٰ میں رہے تو اسے چاہیے کہ وہ اگلے دن تک وہاں قیام کرے اور (تیرہ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد) لوگوں کے ساتھ لوٹے۔(ابن المنذر، المغنی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بارہ ذوالحجہ کو واپس نہ لوٹے اور منیٰ میں ہوتے ہوئے ہی سورج غروب ہوجائے تو تیرہ ذوالحجہ کو کنکریاں مارے بغیر آجانا مکروہ ہے۔یہی جمہور اور احناف کا مسلک ہے۔

۲۷۷۷- عبدالرحمٰن بن یعمر سے مروی ہے کہ اہل نجد کے کچھ لوگ عرفات کے میدان میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھا اس پر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو کہا کہ وہ اس بات کا اعلان کردے کہ عرفہ میں وقوف کرنا ہی حج ہے اور جو شخص مزدلفہ کی رات صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے (عرفات کے میدان میں) پہنچ جائے تو اس کا حج ہوگیا۔منیٰ کے تین دن ہیں (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ) جو شخص دو دنوں میں (مکہ واپس آنے میں) جلدی کرے (یعنی بارہ کو کنکریاں مار کر واپس آجائے) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخیر کرے (یعنی تیرہ کو بھی کنکریاں مارے) اس پر بھی گناہ نہیں۔(بخاری، مسلم، ترمذی)۔وقیع فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ام المناسک ہے (یعنی حج کے احکام کی اصل بنیاد ہے) ابن عباسؓ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ دس ذوالحجہ کو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی نہ کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی کے بعد واپس مکہ آجانا بھی جائز ہے اور تیرہ ذوالحجہ کو رمی کر کے واپس آنا بھی درست ہے۔ارشاد ربانی ہے ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ لیکن یاد رکھیں کہ اگر بارہ کو سورج غروب ہوجائے اور وہ منیٰ میں ہی ہو تو حاجی کے لئے منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے لیکن نکلنے پر دم نہیں البتہ اگلے دن طلوع فجر کے بعد وہ نکل آیا تو دم واجب ہوگا نیز

…قرك الحج، اَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ- رواه الخمسة، وابن حبان، والحاكم-(نيل الاوطار٤-٢٨٤)، واللفظ للترمذی(١-١٨٠)، …قال: وقال سفيان بن عيينة: هذا اجود حديث رواه سفيان الثوری، و قال و كيع: هذاالحديث …م المناسك اه- و قد تقدم حديث ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مرفوعاً: «لَا تَرْمُوْاالْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ»، فلا نعيده-

بَابُ يَرْمِى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا وَفِىْ سَائِرِ الْاَيَّامِ يَرْمِى الْجِمَارَ كُلَّهَا مَاشِيًا هُوَ الْاَفْضَلُ

٢٧٧٨- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ، وَيَقُوْلُ: …لِتَاْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ، فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ»- رواه مسلم- (المغنى لابن قدامة٣-٤٤٩)-

٢٧٧٩- عن نافع : كَانَ ابْنُ عُمَرَيَرْمِيْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ عَلٰى دَابَّتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ، وَكَانَ لَا يَاْتِيْ سَائِرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ اِلَّا مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا، وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَاْتِيْهَا اِلَّا مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا- رواه احمد فى "مسنده"- "المغنى" ايضا (٣-٤٤٩)- ورواه الترمذى اخصر

…یہ بھی معلوم ہوا کہ رمی کا وقت دس کو طلوع شمس سے شروع ہوتا ہے اور باقی دنوں میں زوالِ شمس سے۔ اور جن احادیث میں رات کو کنکریاں …نے کی اجازت ہے اس سے مراد اگلی رات ہے نہ کہ پچھلی رات جیسا کہ وقوف عرفہ کیلئے مزدلفہ کی رات کو بیان کیا گیا ہے۔

باب دس ذوالحجہ کو سوار ہو کر اور باقی دنوں میں پیدل رمی کرنا اور یہی افضل ہے

۲۷۷۸۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دس ذوالحجہ کے دن سواری پر سوار ہو کر کنکریاں مارتے اور یہ فرماتے ہوئے …یکھا کہ مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو۔ پھر شاید کہ اس حج کے بعد میں اور حج نہ کرسکوں۔ (مسلم)۔

۲۷۷۹۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دس ذوالحجہ کے دن سوار ہو کر جمرۂ عقبہ کی رمی فرماتے اور باقی دنوں میں …کنکریاں مارنے کیلئے) جمرات تک پیدل آتے اور پیدل ہی واپس جاتے۔ اور ان کا یہ خیال واعتقاد تھا کہ حضور ﷺ (دس ذوالحجہ کے علاوہ …دنوں میں) جمرات تک پیدل آتے اور لوٹتے تھے۔ (احمد، ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ …ہیں کہ ابن عمرؓ دس ذوالحجہ کے بعد باقی تین دنوں میں جمرات تک پیدل آتے اور پیدل ہی لوٹتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے اسی …طرح کیا تھا۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

سنه وصححه، واخرجه ابوداود عنه بلفظ: اَنَّهُ كَانَ يَاْتِيُ الْجِمَارَ فِي الْاَيَّامِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ مَاشِيًاذَاهِبًا وَرَاجِعًا، وَيُخْبِرُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ-(نيل الاوطار٤-٣٠٧)- قلت: وسكت عنه ابو داود، و قال المنذرى: فى اسناده عبد الله بن عمر بن حفص العمرى، و فيه مقال، و قد اخرج له مسلم مقرونا باخيه عبيدالله (عون المعبود٢-١٤٦) قلت: فالحديث حسن-

٢٧٨٠- اخبرنا مالك، اخبرنا عبدالرحمن بن القاسم، عن ابيه، انه قال: اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا اِذَا رَمَوُاالْجِمَارِ مَشَوْا ذَاهِبِيْنَ وَرَاجِعِيْنَ، وَاَوَّلُ مَنْ رَكِبَ مُعَاوِيَةُ- اخرجه محمد فى "الموطا" (٢٢٨)، و سنده صحيح، و قال : اَلْمَشْيُ اَفْضَلُ، وَ مَنْ رَكِبَ فَلَا بَاْسَ بِذٰلِكَ-

٢٧٨١- واخرج ابن ابى شيبة باسناد صحيح: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَمْشِيُ اِلَى الْجِمَارِ مُقْبِلًا وَمُدْبِرًا-

٢٧٨٢- وَعَنْ جَابِرٍ ﷺ: اَنَّهُ كَانَ لَا يَرْكَبُ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ- كذا فى "فتح البارى" (٣-٤٦٦)-

۲۷۸۰۔ عبدالرحمٰن بن قاسم سے مروی ہے کہ ان کے والد نے فرمایا کہ لوگ جمرات کی رمی کے لئے پیدل آتے اور جاتے تھے۔لیکن حضرت امیر معاویہؓ وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے (دس ذوالحجہ کے علاوہ باقی دنوں میں بھی) سوار ہوکر رمی کی (مؤ طامحمد)۔اس کی سند صحیح ہے۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پیدل رمی کرنا افضل ہے اور اگر کوئی شخص سوار ہوکر رمی کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دس ذوالحجہ کو سوار ہوکر اور باقی دنوں میں پیدل رمی کرنا چاہیے۔لیکن آج کل کے ہجوم کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ عوام کے لئے تمام دنوں میں پیدل ہی رمی کرنا زیادہ بہتر ہے۔نیز آپ ﷺ کا سوار ہوکر رمی کرنا اس لئے تھا کہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر رمی کا طریقہ سیکھ سکیں،لہٰذا اب یہ مقصد نہیں۔اس لئے ہمارے لئے تو پیدل رمی کرنا ہی افضل ہے۔

۲۷۸۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ جمرات تک پیدل ہی جاتے اور پیدل ہی واپس آتے۔

۲۷۸۲۔ حضرت جابرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ (رمی کیلئے) بغیر ضرورت کے سوار نہ ہوتے تھے۔(فتح الباری)۔

بَابُ اَنَّ الْمَبِیْتَ بِمِنًی فِیْ لَیَالِیْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ سُنَّةٌ وَیُکْرَهُ تَعْجِیْلُ ثِقْلِهٖ مِنْ مِنًی قَبْلَ النَّفْرِ

٢٧٨٣- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ آخِرِ یَوْمٍ حِیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مِنًی، فَمَکَثَ بِهَا لَیَالِیَ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ. الحدیث۔ رواه احمد، وابوداود، وصححه ابن حبان، والحاکم، وحسنه المنذری، و قد تقدم فی الباب المتقدم۔

٢٧٨٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ فَرُّوْخَ: اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّا نَتَبَایَعُ بِاَمْوَالِ النَّاسِ، فَیَاْتِیْ اَحَدُنَا مَکَّةَ، فَیَبِیْتُ عَلَی الْمَالِ، فَقَالَ: اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَبَاتَ بِمِنًی وَظَلَّ۔ اخرجه ابو داود، و سکت عنه هو والمنذری (عون المعبود ٢:١٤٤). و قد تقدم حدیث ابن عمر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَذِنَ لِلْعَبَّاسِ اَنْ یَّبِیْتَ بِمَکَّةَ لَیَالِیَ مِنًی لِاَجْلِ سِقَایَتِهٖ۔

باب ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنت ہے اور منیٰ سے واپس لوٹنے سے قبل اپنا سامان پہلے بھیج دینا مکروہ ہے

۲۷۸۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کے دن آخر میں ظہر کی نماز کے وقت طواف زیارت کیا پھر آپ ﷺ منیٰ لوٹ آئے اور ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزاریں۔ (احمد، ابوداؤد)۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور منذری نے اسے حسن کہا ہے۔

۲۷۸۴۔ عبدالرحمٰن بن فروخ نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگوں کا مال بیچا کرتے ہیں (جس کی وجہ سے ہمارے پاس بہت سا مال رہتا ہے جس کی حفاظت ضروری ہے) تو کیا ہم میں سے کوئی شخص (منیٰ سے آکر) مکہ میں اپنے مال کے پاس رہ سکتا ہے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تو رات اور دن منیٰ میں گزارتے تھے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور ابن عمرؓ کی یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے پانی پلانے کی خدمت کی وجہ سے حضرت عباسؓ کو منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

فائدہ: یا تو ابن عمرؓ کے ہاں مکہ میں رات گزارنے کی رخصت صرف چرواہوں اور پانی پلانے والوں کیلئے تھی۔ یا وہ یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ تمام لوگ منیٰ میں آئے ہوئے ہیں اس لئے مال کے چوری ہونے کا خطرہ نہیں اس لئے اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور زمانہ بھی خیر القرون کا تھا۔ یا آپ کا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ حضور ﷺ منیٰ میں رات گزارتے تھے (تاکہ شوق پیدا ہو)۔ البتہ دوسرے لوگوں میں سے بعض مکہ میں بھی رات گذارتے تھے، مال کی حفاظت اور سقایت کے لئے۔ الغرض اس جملہ میں کئی احتمالات ہیں۔ لہٰذا اس بات پر استدلال کرنا کہ مکہ میں رات گزارنا جائز نہیں غلط ہے۔

۲۷۸۵- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ یَنْہٰی اَنْ یَّبِیْتَ اَحَدٌ مِنْ وَّرَاءِ الْعَقَبَۃِ، وَکَانَ یَاْمُرُہُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْا مِنٰی- اخرجه ابن ابی شیبة بسند صحیح- (درایة ۲۰۰)-

۲۷۸۶- وَاَخْرَجَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَّنَامَ اَحَدٌ اَیَّامَ مِنٰی بِمَکَّۃَ- (وفی سنده حجاج هو ابن ارطاة وهو حسن الحدیث)-

۲۷۸۷- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّہٗ قَالَ: لَا یَبِیْتَنَّ اَحَدٌ مِنْ وَّرَاءِ الْعَقَبَۃِ لَیْلًا بِمِنًی اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ. (وفی سنده لیث هو ابن ابی سلیم وهو حسن الحدیث ایضا کما مر غیر مرة) "نصب الرایة" (۱-۵۱۲).

۲۷۸۸- اخبرنا مالك، حدثنا عبدالله بن ابی بکر، ان اباه اخبره، ان ابا البداح بن

۲۷۸۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اس بات سے منع کرتے تھے کہ کوئی عقبہ کے پیچھے رات گذارے اور منیٰ میں داخل ہونے کا حکم فرماتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عقبہ اور اس کے جمرات منیٰ میں داخل ہیں۔

۲۷۸۶- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص منیٰ کے دن (اور راتیں) مکہ میں سوئے رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس اثر سے منیٰ میں رات گزارنے کا لزوم معلوم ہو رہا ہے۔ اور پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ ہدایہ کی عبارت وجوب کی طرف مشعر ہے اور ہدایہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ منیٰ میں رات نہ گزارنے والے کو تادیب بھی کیا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ تادیب مکروہ تحریمی پر ہی کرتے ہونگے لہٰذا منیٰ میں رات گزارنا واجب یا سنت مؤکدہ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ البتہ اس کا درجہ وقوف مزدلفہ اور رمی جمرات سے کم ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا۔

۲۷۸۷- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایامِ تشریق کی کوئی رات عقبہ کے پیچھے نہ گزارے۔ (نصب الرایہ)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۸۸- عبداللہ بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ابوالبداح نے اپنے باپ کے واسطے سے یہ خبر دی کہ حضور ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کے لئے منیٰ میں رات نہ گزارنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ دس ذوالحجہ کو رمی کرلیں۔ اس کے بعد پھر کل آکر بھی رمی کرلیں یا پھر صرف پرسوں آکر دونوں کی اکٹھی رمی کرلیں۔ پھر لوٹنے کے دن رمی کرلیں۔ (موطا محمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عاصم بن عدی اخبره عَنْ اَبِيْهِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ ﷺ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اَنَّهُ رَخَّصَ لِرُعَاءِ الْاِبِلِ فِی الْبَيْتُوْتَةِ، يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ مِنَ الْغَدِ اَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ لِيَوْمَيْنِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرِ. اخرجه محمد فی "الموطا" (۲۲۸)۔ وابو داود، والترمذی، والنسائی، وابن ماجة. وقال الترمذی: حسن صحیح.(عون المعبود۲-۱۴۸)۔

۲۷۸۹- حدثنا ابن ادریس، عن الاعمش، عَنْ عَمَّارَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَهٗ مِنْ مِنًی لَيْلَةَ يَنْفِرُ فَلَا حَجَّ لَهٗ۔ اخرجه ابن ابی شیبة۔(زیلعی ۱:۵۱۲)۔

۲۷۹۰- حدثنا وکیع، عن شعبة، عن الحکم، عن ابراهیم عن عمر بن شرحبیل، عن عُمَرَ ﷺ، قَالَ: مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَهٗ قَبْلَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَهٗ۔ اخرجه ابن ابی شیبة ایضا۔ (زیلعی) قلت: وهذا سند صحیح، و عمر بن شرحبیل من خیار عباداللّٰه، احتج به الشیخان وغیرهما، وکان من افاضل اصحاب عبداللّٰه - (تهذیب۸-۴۷)۔ والاثر الاول منقطع بین عمارة-وهو ابن عمیر التیمی کوفی ثقة- و بین عمر، فانه لم یر عمر ورای ابن عمر وروی عنه۔ کذا فی "التهذیب" ایضا۔ (۷-۴۲۱)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنت ہے اور ضرورت کی بنا پر چھوڑ دینا جائز ہے۔ پس آخری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ نے چرواہوں کو ان کے عذر کی وجہ سے ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں نہ گزارنے کی اجازت دی تھی اور اس بات کی بھی اجازت دی تھی کہ وہ دس ذوالحجہ کو رمی کرنے کے بعد گیارہ کو رمی نہ کریں بلکہ بارہ کو آ کر گیارہ و بارہ کی رمی اکٹھی کریں جو گیارہ کی قضاء اور بارہ کی اداء ہوگی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں بذل المجہود ج ۳: ص ۱۸۰، اور عون المعبود ج ۲: صفحہ ۱۴۸۔

۲۷۸۹۔ عمارہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے لوٹنے کے دن سے قبل رات کو ہی اپنا سامان واسباب منیٰ سے واپس بھیج دیا تو اس کا حج (کامل) نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۷۹۰۔ عمر بن شرحبیل سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے لوٹنے کے دن سے قبل ہی اپنا سامان واسباب منیٰ سے واپس بھیج دیا تو اس کا حج (کامل) نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لوٹنے کے دن سے قبل ہی رات کو سامان بھیجنا مکروہ ہے اور حضرت عمرؓ کا "فلا حج لہ" کہنا کراہت تحریمہ پر دال ہے۔ کیونکہ آپؓ نے اس پر تادیب کی۔ ہے اور تادیب مکروہ تحریمی پر ہی کی جاتی ہے۔

بَابُ اَنَّ النُّزُوْلَ بِالْمُحَصَّبِ يَوْمَ النَّفْرِ سُنَّةٌ وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَيَبِيْتَ بِهٖ بَعْضَ اللَّيْلِ

۲۷۹۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ، وَاَبَابَكْرٍ، وَعُمَرَ، كَانُوْا يَنْزِلُوْنَ الْاَبْطَحَ، رواه مسلم (۱-۴۲۲)۔

۲۷۹۲- عَنْ نَافِعٍ: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرَى التَّحْصِيْبَ سُنَّةً، وَكَانَ يُصَلِّيْ الظُّهْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْحَصْبَةِ۔ قَالَ نَافِعٌ: قَدْ حَصَّبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ۔ رواه مسلم (۱-۴۲۲)۔

۲۷۹۳- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ بِمِنًى: ﴿نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ﴾۔ وَذٰلِكَ اَنَّ قُرَيْشًا وَبَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتّٰى يُسْلِمُوْا اِلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ

باب لوٹنے کے دن وادی محصب میں کچھ دیر ٹھہرنا سنت اور وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنا اور رات کا کچھ حصہ گزارنا مستحب ہے

۲۷۹۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ ابطح (محصب) مقام پر ٹھہرتے تھے۔ (مسلم)

۲۷۹۲۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ محصب میں ٹھہرنے کو سنت سمجھتے تھے اور لوٹنے کے دن ظہر کی نماز محصب میں ادا کرتے تھے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے محصب میں قیام کیا تھا۔ (مسلم)

۲۷۹۳۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منیٰ میں حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ہم کل (لوٹنے کے دن) بنی کنانہ کے خیف (یعنی محصب) میں پڑاؤ کریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسم اٹھائی تھی۔ واقعہ یوں ہوا کہ قریش اور بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کے خلاف اس پر ایک دوسرے سے حلف لیا تھا کہ جب تک یہ لوگ (یعنی بنو ہاشم و بنو المطلب) نبی کریم ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ ان سے نہ نکاح کیا جائے اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت کی جائے۔ (مسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے حضور ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کا محصب میں پڑاؤ کرنا معلوم ہوتا ہے، خاص کر آخری حدیث سے حضور ﷺ کا قصداً پڑاؤ کرنا معلوم ہوتا ہے تاکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ کر اس کا شکر ادا کیا جائے (اور وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) پر عمل ہو جائے۔ البتہ بخاری و مسلم کی وہ روایات جن میں **لیس بسنة یالیس بشیئ** کے الفاظ ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ مناسک حج میں سے نہیں ہے، یعنی محصب میں پڑاؤ نہ کرنے پر کوئی حرج اور گناہ نہیں۔

یعنی بِالْمُحَصَّبِ- رواہ مسلم (۱-۴۲۳)- والبخاری- (درایة ۲۰۰)-

۲۷۹۴- عن قتادة، عَنْ اَنَسٍؓ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ، وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ، وَالْعِشَاءَ، وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ اِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ- اخرجه البخاری "زیلعی" (۱-۵۱۲)، "وفتح الباری" (۳-۴۷۰)-

۲۷۹۵- عَنْ نَافِعٍ: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ الظُّهْرَوَالْعَصْرَ، اَحْسِبُهٗ قَالَ: وَالْمَغْرِبَ- قَالَ خَالِدٌ: لَا اَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، رواہ البخاری، واخرجه الاسماعیلی بطریق سفیان بن عیینة بغیر شك فی المغرب، وکذا ھو عند ابی داود- (فتح الباری ۳-۴۷۲)-

بَابُ وُجُوْبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ عَلٰى اَهْلِ الْاٰفَاقِ وَرَخَّصَ لِلْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ فِيْ تَرْكِهٖ

۲۷۹۶- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اُمِرَ النَّاسُ اَنْ يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، اِلَّا اَنَّهٗ

۲۷۹۴- قتادہ، انسؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ محصب میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھتے اور تھوڑی دیر کے لئے نیند بھی کرتے تھے- پھر سوار ہوکر بیت اللہ جاتے اور طواف کرتے- (بخاری)-

۲۷۹۵- نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ محصب میں ظہر، عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے مغرب کا بھی کہا اور خالد راوی کہتے ہیں کہ جب کہ عشاء میں مجھے شک نہیں (کہ وہ اسے پڑھتے تھے)- اور تھوڑی دیر سوتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے اسے کیا تھا- (بخاری)- اور اسماعیل نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا ہے مغرب کی نماز میں شک کے بغیر- ابوداؤد کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے- (فتح الباری)-

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ چار نمازیں محصب میں پڑھنا مستحب ہے- الغرض غنیة السالک میں ہے کہ جب آدمی بارہ ذوالحجہ یا تیرہ ذوالحجہ کو واپسی کا ارادہ کرے تو وادی محصب میں قصداً آئے اور وہاں پڑاؤ کرے- اگرچہ ایک گھڑی ہی کیوں نہ ہو اور دعا کرے اس طرح سنت ادا ہوجائے گی- لیکن کمال یہ ہے کہ وہاں چار نمازیں ظہر عصر مغرب اور عشاء پڑھے- اور تھوڑی دیر آرام کرے پھر مکہ آئے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا-

باب آفاقیوں (غیر مکیوں) پر طواف وداع واجب ہے- ہاں حیض اور نفاس والی عورت چھوڑ سکتی ہے

۲۷۹۶- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ آخر میں بیت اللہ کا طواف کرکے جائیں- مگر حائضہ عورت سے اس میں تخفیف کردی گئی تھی- (یعنی یہ طواف اس سے معاف کردیا گیا تھا)- (بخاری ومسلم)- ایک اور روایت میں ہے کہ لوگ

خَفَّفَ عَنِ الْمَرْاَةِ الْحَائِضِ- رواه الشيخان، وفي لفظ لمسلم: قال: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ﴾ اه-(زيلعی (۱-۵۱۲)-

۲۷۹۷- اخبرنا مالك، عن نافع، عن ابن عمر، عَنْ عُمَرَ رضي الله عنه قَالَ: لَا يَصْدِرَنَّ اَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ، فَاِنَّ آخِرَ النُّسُكِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ- رواه الامام الشافعي في "مسنده" (۷۷)- وسنده صحيح، ومحمد في "الموطا" (۲۳۴) بهذا السند بعينه-

۲۷۹۸- اخبرنا ابن عيينة عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، وَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاؤُسٍ، قَالَ: جَلَسْتُ اِلَى ابْنِ عُمَرَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَالَهُ؟ اَمَا سَمِعَ لِمَا سَمِعَ اَصْحَابُهُ؟ ثُمَّ جَلَسْتُ اِلَيْهِ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: زَعَمُوْا اَنَّهُ

ہر طرف کو واپس جارہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک کہ وہ طوافِ وداع نہ کرلے۔ (مسلم)۔

۲۷۹۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی حاجی اس وقت تک (اپنے گھر کی طرف) نہ لوٹے جب تک کہ وہ آخر میں بیت اللہ کا طواف نہ کرلے اس لیے کہ طواف وداع مناسک حج میں سے آخری نسک (عمل) ہے۔ (مسند شافعی و مؤطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طوافِ وداع صرف حاجی پر لازم ہے، کیوں کہ حاجّ کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا یہ طوافِ وداع عمرہ کرنے والے پر واجب نہیں۔ باقی ترمذی میں جو حارث بن عبداللہ سے حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ آخر عهده بالبيت﴾ یعنی عمرہ کرنے والا بھی آخر میں طواف کر کے جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ حديث الحارث حديث غريب، اور رحمۃ الامۃ میں ہے کہ طوافِ وداع مشہور مذہب پر حج کے واجبات میں سے ہے۔

۲۷۹۸۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا میں نے ابن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی گھر کو نہ لوٹے یہاں تک کہ وہ چلتے وقت طواف وداع نہ کرلے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے کہا اسے کیا ہے؟ کیا اس نے وہ چیز نہیں سنی جو اس کے ساتھیوں نے سنی تھی۔ پھر میں اگلے سال ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا اور آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حائضہ عورت سے طواف وداع معاف ہے۔ (مسند شافعی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ اور نفساء پر طوافِ وداع واجب نہیں اور اس میں یہ دلالت ہو رہی ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے قول وجوبِ طوافِ وداع علی الحائض سے رجوع کرلیا تھا اور یاد رکھیں کہ زید بن ثابت کا رجوع بھی مسلم میں طاؤس کی حدیث سے ثابت ہے۔

رَخَصَ لِلْمَرْاَةِ الْحَائِضِ- رواہ الشافعی فی "مسندہ" (۷۸)- ایضا، و سندہ صحیح-

۲۷۹۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ فَلْیَکُنْ آخِرُ عَہْدِہٖ بِالْبَیْتِ اِلَّاالْحُیَّضَ، وَرَخَّصَ لَہُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ- رواہ الترمذی و قال: حسن صحیح (۱:۱۱٤)-

۲۸۰۰- عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، قَالَتْ: حَاضَتْ صَفِیَّۃُ بِنْتُ حُیَیٍّ بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ، قَالَتْ: فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اَحَابِسَتُنَا ہِیَ؟﴾ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہَا قَدْ اَفَاضَتْ، وَطَافَتْ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْاِفَاضَۃِ، قَالَ: ﴿فَلْتَنْفِرْاِذَنْ﴾- متفق علیہ، (نیل الاوطار٤-۳۱۸)-

بَابُ یُسْتَحَبُّ اَنْ یَشْرَبَ الْمُوْدِعُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَیَلْتَزِمَ الْمُلْتَزَمَ

۲۸۰۱- عَنْ جَابِرٍ ﷺ فِیْ حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ: فَاَفَاضَ اِلَی الْبَیْتِ-فَصَلّٰی بِمَکَّۃَ الظُّہْرَ،

۲۷۹۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص حج کرے اسے چاہیے کہ چلتے وقت طواف وداع کر کے جائے مگر حائضہ عورتوں کو طواف وداع نہ کرنے کی حضور ﷺ نے اجازت دی ہے۔(ترمذی)۔امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف وداع کا وجوب حاجی کے ساتھ خاص ہے۔

۲۸۰۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ طواف زیارت کرنے کے بعد حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا۔اور میں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ہمیں روکنے والی ہے۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ طواف زیارت کرنے کے بعد انہیں حیض آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو انہیں کوچ کرنا چاہیے۔(بخاری ومسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا (خصوصا شروع کی احایث جن میں امر کے الفاظ ہیں) کہ طواف وداع آفاقیوں پر واجب ہے۔اور اس کے ترک پر دم واجب ہے۔اور اس حدیث میں آفاقیوں کے مراد ہونے پر دلیل "کان الناس ینصرفون من کل وجہ" کے الفاظ ہیں۔لہٰذا اس حدیث میں طواف وداع کے مامور یہی ینصرفون یعنی واپس جانے والے آفاقی ہونگے۔یہ دلائل امام مالکؒ پر حجت ہیں۔نیز حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی معلوم ہوا کہ حائضہ سے طواف وداع معاف ہے۔اس پر واجب نہیں البتہ اگر پاک ہونے تک انتظار کر کے طواف کر کے جائے تو اولیٰ ہے۔

باب وداع کرنے والے کا زمزم کا پانی پینا اور ملتزم کو چمٹ جانا مستحب ہے

۲۸۰۱۔ جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور طواف زیارت کیا اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔پھر بنی عبدالمطلب کے پاس آئے جو (لوگوں کو) زمزم پر پانی پلا رہے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا اے عبدالمطلب کی اولاد

فَاتٰی بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَسْقُوْنَ عَلٰی زَمْزَمَ، فَقَالَ: ﴿اِنْزِعُوْا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَلَوْ لَا اَنْ یَغْلِبَکُمُ النَّاسُ عَلٰی سِقَایَتِکُمْ لَنَزَعْتُ مَعَکُمْ﴾، فَنَاوَلُوْهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ۔ رواه مسلم فی "صحیحه" (۱-۴۰۰) وهذا آخره۔

۲۸۰۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا کَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، وَتُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَحْمِلُهٗ۔ رواه الترمذی و قال: حدیث حسن غریب (نیل الاوطار ٤:٣١٥)۔

۲۸۰۳- وَکَتَبَ ﷺ اِلٰی سُهَیْلِ بْنِ عُمَرَ: ﴿وَاِنْ وَصَلَ کِتَابِیْ لَیْلًا فَلَا تُصْبِحَنَّ، اَوْ نَهَارًا فَلَا تُمْسِیَنَّ حَتّٰی تَبْعَثَ اِلَیَّ بِمَاءٍ مِنْ زَمْزَمَ﴾۔ وَفِیْهِ: اَنَّهٗ بَعَثَ لَهٗ بِمَزَادَتَیْنِ، وَکَانَ حِیْنَئِذٍ بِالْمَدِیْنَةِ قَبْلَ اَنْ یُفْتَحَ مَکَّةَ۔ وَهُوَ حدیث حسن لشواهده۔ "المقاصد الحسنة" للسخاوی

پانی بھرو، اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ ہجوم کر کے تمہیں پانی نہ بھرنے دیں گے تو میں بھی تمہارا شریک ہو کر پانی بھرتا۔ (یعنی جب آپ ﷺ بھرتے تو سنت ہو جاتا پھر ساری امت بھرنے لگتی اور بنو عبدالمطلب کی سقایۃ ختم ہو جاتی) پھر ان لوگوں نے پانی کا ایک ڈول آپ ﷺ کو دیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے پیا۔ (مسلم)۔

۲۸۰۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؓ زمزم کا پانی (مدینہ) لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ بھی لاتے تھے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: جب زم زم کا پانی اپنے شہروں اور گھروں کو لے جانا مسنون ہے تو وداع کے وقت اس کا پینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا۔ اور اس میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ ماء زم زم کی فضیلت محض اس کے اپنے محل میں ہی ہے اور جب وہ اپنے محل سے منتقل کر دیا جائے تو اس کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ حضور ﷺ ادویہ اور قرب کے طور پر اسے لے جاتے تھے۔ اور مریضوں پر اسے ڈالتے اور ان کو پلاتے۔ ابن عباسؓ مہمانوں کو تحفہ میں دیتے تھے۔ اللہ ناس کرے یورپ کے اطباء کا جو کہتے ہیں کہ زم زم کا پانی صحت کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ اس تک سورج نہیں پہنچ رہا اور نہ ہی ہوا پہنچتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جاری چشمہ ہے اور چشمہ کا پانی سورج اور ہوا کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کروڑوں لوگوں نے تجربہ کیا ہے کہ ماء زم زم شفاء ہے اور نفع ونقصان کا مدار تجربہ پر ہے۔ کیا ان کے پاس تجربہ کی کوئی چیز ہے تو وہ پیش کریں۔ کلا لن یجدوا الی ذلک سبیلاً۔

۲۸۰۳۔ حضور ﷺ نے سہیل بن عمر کو خط لکھا کہ اگر میرا خط رات کو پہنچے تو صبح ہونے سے پہلے پہلے اور اگر میرا خط دن کو پہنچے تو شام ہونے سے پہلے پہلے مجھے زمزم کا پانی بھجواؤ اور اس میں یہ بھی ہے کہ سہیل بن عمرؓ نے آپ کے لئے دو مشکیزے پانی کے بھجوائے۔ اس وقت آپ فتح مکہ سے پہلے مدینہ میں تھے۔ یہ حدیث دیگر شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ (المقاصد الحسنہ)۔ حافظ نے تلخیص میں اسے ذکر کیا ہے اور بیہقی کی طرف اس کی نسبت کی ہے اور پھر اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں بھی حسن ضرور ہے)۔

(۱۶۹) قلت: وذكره الحافظ فى التلخيص (۱:۲۲٦) وعزاه الى البيهقى و سكت عنه۔

۲۸۰٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ، فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ، وَشِفَاءُ السُّقْمِ﴾، الحديث۔ رواه الطبرانى فى "الكبير"، ورواته ثقات، وابن حبان فى "صحيحه"۔ "الترغيب" للمنذرى (٤-۲۰۳) وهو فى صحيح مسلم بلفظ: ﴿زَمْزَمَ مُبَارَكَةٌ اِنَّهَا طَعَامُ طعمٍ، وَشِفَاءُ سقمٍ﴾۔ "نيل الاوطار" (٤-۳۱٦)۔

۲۸۰٥- عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ﴾۔ رواه احمد، وابن ماجة، وابن ابى شيبة، والبيهقى، والحاكم، والدارقطنى، وصححه المنذرى، والدمياطى، وحسنه الحافظ۔ "نيل الاوطار" (٤-۳۱٦) وقال المنذرى فى "الترغيب" (۱-۲۰٤): روى احمد وابن ماجة المرفوع منه عن عبدالله بن المؤمل، انه سمع ابا الزبير يقول: سمعت جابر بن عبدالله يقول: فذكره۔ وهذا اسناد حسن اه۔ وقال الحافظ فى "الفتح" (۳-۳۹٤): رجاله ثقات الا عبدالله بن المؤمل۔ ذكر العقيلى انه تفرد به، لكن ورد من رواية غيره عندالبيهقى من طريق ابراهيم بن طهمان، ومن طريق حمزة الزيات، كلاهما عن ابى الزبير عن جابر اه۔

۲۸۰٦- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ، فَاِنْ شَرِبْتَهٗ تَسْتَشْفِىْ بِهٖ شَفَاكَ اللّٰهُ، وَاِنْ شَرِبْتَهٗ مُسْتَعِيْذًا اَعَاذَكَ اللّٰهُ، اِنْ شَرِبْتَهٗ

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی گھروں کو لے جانا سنت اور محبوب ہے۔

۲۸۰۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا روئے زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم کا پانی ہے۔ اس میں بھوکے کیلئے کھانا ہے اور بیمار کے لئے شفاء ہے۔ (طبرانی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور ابن حبان نے صحیح اور منذری نے ترغیب میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور یہ حدیث مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) زمزم کا پانی بابرکت ہے کیونکہ یہ بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے دواء ہے۔

۲۸۰۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے اسی میں مفید ہے۔ (احمد، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، بیہقی، حاکم، دارقطنی)۔ منذری نے اسے صحیح کہا ہے اور حافظ نے اسے حسن کہا ہے۔

۲۸۰۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے اسی میں مفید ہے۔ اگر تم اسے (بیماری سے) شفایابی کے لئے پیو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں شفاء دے گا۔ اور اگر تم اسے کسی بھی چیز سے خدا کی پناہ لینے کی غرض

لِيَقْطَعَ ظَمَاكَ قَطَعَهُ﴾۔ قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا شَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا وَاسِعًا، وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔ اخرجه الحاكم فى "المستدرك" (١-٤٧٣)۔ وقال: صحيح الاسناد ان سلم من الجارودى (واسمه محمد بن حبيب) واقره عليه الذهبى۔ قال الحافظ فى "الفتح" (٣-٣٩٤): رجاله موثقون، الا انه قد اختلف فى وصله وارساله، وله شاهد من حديث جابر﷜، وهو اشهر منه اه۔ وقال المحقق فى "الفتح" (٢-٣٩٩): قيل: قد سلم منه فانه صدوق، قاله الخطيب فى "تاريخه"۔ وقال الحافظ المنذرى: لكن الراوى عنه محمد بن هشام المروزى لا اعرفه۔ وقال الحافظ ابن حجر: محمد بن هشام ثقة اه۔ فقد ثبت صحة هذاالحديث الا ما قيل: ان الجارودى تفرد عن ابن عيينة بوصله، والعبرة فى تعارض الوصل والوقف للواصل بعد كونه ثقة، لا للاحفظ ولا غيره، مع تصحيح نفس ابن عيينة للحديث فى ضمن حكاية حكاها الدينورى فذكرها اه۔ ورواه الدارقطنى (١:٢٨٤) بزيادة: وهى هزمة جبرئيل وسقياالله اسماعيل۔

٢٨٠٧- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مِنْ اَيْنَ جِئْتَ؟ فَقَالَ: شَرِبْتُ مِنْ زَمْزَمَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَشَرِبْتَ مِنْهَا كَمَا يَنْبَغِيْ؟ قَالَ: وَكَيْفَ ذَاكَ يَا اَبَا عَبَّاسٍ؟ قَالَ: إِذَا شَرِبْتَ مِنْهَا فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَاذْكُرِاسْمَ اللهِ، وَتَنَفَّسْ ثَلَاثًا، وَتَضَلَّعْ مِنْهَا، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْهَا فَاحْمَدِ اللهَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ﴿آيَةُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُوْنَ

سے پیوگے تو خدا تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گا۔ اور اگر اسے پیاس بجھانے کے لئے پیوگے تو اللہ تعالیٰ پیاس کو بجھا دیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ زمزم کا پانی پیتے وقت یہ دعاء کرتے تھے۔ **اللهم انى اسئلک علما نافعا و رزقا واسعا وشفاء من كل داءٍ** (اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا، فراخ روزی کا، اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں) (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن وصل وارسال میں اختلاف ہے، اور اس کا ایک شاہد بھی ہے جو اس سے زیادہ مشہور ہے اھ۔ اور یاد رکھیں وصل ووقف میں اعتبار واصل کا ہے جبکہ وہ ثقہ ہو۔

۲۸۰۷۔ عثمان بن اسود فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا تو آپؓ نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نے زمزم کا پانی پیا ہے۔ ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو نے اس کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے پیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اے ابن عباسؓ! وہ کیسے؟ آپؓ نے فرمایا کہ جب تو زمزم کا پانی پینے لگے تو قبلہ کی طرف منہ کر، اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ) اور تین سانس میں پی اور سیر ہو کر پی لینے کے بعد اللہ کی حمد وبیان کر اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان (ایک)

بن زمزم﴾- اخرجه الحاكم فی "المستدرك" (۱-۴۷۲)-وقال : صحيح على شرط الشيخين ان كان عثمان سمع من ابن عباس اه- واقره عليه الذهبی، وقال: لا والله ما لحقه، توفی عام خمسين ومائة،واكبر مشيخته سعيد بن جبير اه-قلت:رواه الدارقطنی(۱-۲۸۴) من طريق عثمان بن الاسود: حدثنی عبدالله ابن ابی مليكة، قال: جاء رجل الی ابن عباس فذكره، وابن ابی مليكة قد سمع من ابن عباس و عائشة رضی الله عنها ونظرائهما- ورواه ابن ماجة (۳۰۶۱) عن عثمان بن الاسود، عن محمد بن عبدالرحمن بن ابی بكر، قال: كنت عند ابن عباس فذكره اه-والعجب من الحاكم والذهبی كيف خفی عليهما ذلك كله-

۲۸۰۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ اِلَی السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰی، قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ! اِذْهَبْ اِلٰی اُمِّكَ فَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا، فَقَالَ: ﴿اِسْقِنِیْ﴾- فَشَرِبَ، ثُمَّ اَتٰی زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْتَقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا، فَقَالَ: ﴿اِعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰی عَمَلٍ صَالِحٍ﴾- ثُمَّ قَالَ: ﴿لَوْ لَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰی اَضَعَ الْحَبْلَ﴾، يَعْنِیْ عَلٰی عَاتِقِهٖ، وَاَشَارَ اِلٰی عَاتِقِهٖ- رواه البخاری- (نيل الاوطار۴-۲۱۶)-

۲۸۰۹- عَنِ السَّائِبِ رضی الله عنه،اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ : اِشْرَبُوْا مِنْ سِقَايَةِ الْعَبَّاسِ، فَاِنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ-

---

واضح فرق یہ بھی ہے کہ وہ زمزم کا پانی سیر ہو کر نہیں پیتے۔(متدرک حاکم)۔حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے بشرطیکہ عثمان کا ابن عباسؓ سے سماع ثابت ہو۔میں کہتا ہوں کہ دارقطنی نے عثمان بن اسود کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ ایک آدمی ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابن ابی ملیکہ کا سماع ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے ثابت ہے پس تعجب ہے کہ یہ چیز حاکم اور ذہبی پر مخفی رہی۔

۲۸۰۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ پانی پلانے کی جگہ (زمزم کے پاس) تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا، عباسؓ نے فضل سے کہا کہ اپنی والدہ کے پاس جا کر ان سے حضورﷺ کے لئے پانی لاؤ۔لیکن آپﷺ نے فرمایا کہ مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔چنانچہ آپﷺ نے پانی پیا۔پھر زمزم کے قریب آئے اور لوگ کنویں سے پانی نکال رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔آپﷺ نے انہیں فرمایا کہ کام کرتے جاؤ کیونکہ تم ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو۔پھر فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں پریشان کریں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اپنے اس پر رکھ لیتا، مراد آپﷺ کا کندھا تھا کیونکہ آپﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔(بخاری)۔

۲۸۰۹۔ سائبؓ فرمایا کرتے تھے کہ عباسؓ کے سقایہ سے پانی پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

رواه الطبراني في "الكبير"، و في اسناده رجل لم يسم، وبقيته ثقات- "الترغيب والترهيب" للمنذري (١-٢٠٤)-

٢٨١٠- عَنْ طَاؤسٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَفَاضَ فِیْ نِسَائِهٖ لَیْلًا، فَطَافَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ یَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنِهٖ، وَیُقَبِّلُ طَرْفَ الْمِحْجَنِ، ثُمَّ اَتٰی زَمْزَمَ، فَقَالَ: ﴿اِنْزِعُوْا، فَلَوْلَا اَنْ تُغْلَبُوْا عَلَیْهَا لَنَزَعْتُ﴾، ثُمَّ اَمَرَ بِدَلْوٍ، فَنُزِعَ لَهٗ مِنْهَا، فَشَرِبَ مِنْهُ وَمَضْمَضَ، ثُمَّ مَجَّ فِی الدَّلْوِ، فَاُهْرِیْقَ فِیْ زَمْزَمَ- رواه الازرقي في تاريخ مكة- (زيلعي ١: ٥١٣) وسنده صحيح-

٢٨١١- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَلْمُلْتَزَمُ مَا بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْبَابِ- اخرجه عبدالرزاق من وجه صحيح، وذكره مالك في "الموطا" في رواية ابي مصعب بلاغا، قال: بلغه عن ابن عباس- (دراية ٢٠١)- ورواه البيهقي في "الشعب" عن الحاكم بسنده

اس میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی ثقہ ہیں۔ (الترغیب)۔

فائدہ: لیکن اس حدیث کی تائید ابن عباسؓ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے سقایہ عباسؓ سے زمزم کا پانی پیا۔

فائدہ: مستحب یہ ہے کہ وداع کے وقت حاجی زمزم کے کنویں سے پانی پیئے اور کھڑے ہو کر تاکہ اچھی طرح پیٹ بھر کر پی سکے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر زمزم پیا اور ڈول وغیرہ سے جو بچ جائے اسے اپنے چہرے اور جسم پر انڈیل دے۔ اسی طرح مستحب ہے۔

۲۸۱۰۔ طاؤس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ رات کے وقت اپنی عورتوں کے ساتھ مکہ آئے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف وداع فرمایا۔ حجر اسود کو اپنی چھڑی کے ذریعے استلام کیا اور چھوا اور پھر چھڑی کے اس کنارے کو بوسہ دیا پھر زمزم کے کنویں پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم پانی نکالو کنویں سے اور اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں پریشان کریں گے تو میں بھی کنویں سے پانی نکالتا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کے لئے پانی کا ایک ڈول کنویں سے کھینچا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے پی اور کلی کر کے واپس ڈول میں ڈال دیا۔ پھر وہ ڈول والا پانی (جس میں کلی کی گئی تھی) زمزم کے کنویں میں انڈیل دیا گیا۔ (تاریخ مکہ لازرقی، نصب الرایہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اب تمام حاجی بلکہ روئے زمین کے تمام مسلمان حضور ﷺ کا بچا ہوا پانی پی رہے ہیں۔ اور تا قیامِ قیامت پیتے رہیں گے۔ (الحمدللہ) حضور ﷺ کی شان رحیمی کا کیا کہنا، پس اب زمزم کی برکت، لذت، شفاء، طہارت اور نورانیت میں اضافہ ہو گیا۔

۲۸۱۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کی درمیانی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ (مؤطا مالک۔ مصنف عبدالرزاق)۔ عبدالرزاق نے صحیح طریق سے اسے روایت کیا ہے اور مالک نے بلاغاً۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

مرفوعاً: ﴿مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ مُلْتَزَمٌ﴾۔ وفی اسناده ابراهيم بن اسماعيل، وهو ابن مجمع ضعيف۔ (دراية ٢٠١) قلت: قال ابن عدی: ومع ضعفه يكتب حديثه۔ (تهذيب ١-١٠٥)۔ وقال المحقق فی "الفتح" (٢-٤٠٠): ولمثله حكم المرفوع لعدم استقلال العقل به اه۔

٢٨١٢- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: طُفْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنَ السَّبْعِ رَكَعْنَا فِي دُبُرِ الْكَعْبَةِ، فَقُلْتُ: اَلَا تَتَعَوَّذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ؟ وَقَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ: ثُمَّ مَضٰى فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ، ثُمَّ قَامَ بَيْنَ الْحَجَرِ وَالْبَابِ، فَأَلْصَقَ صَدْرَهُ وَيَدَيْهِ وَخَدَّهُ إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ يَفْعَلُ۔ رواه ابن ماجة، وفيه المثنى بن صباح قد اضطرب فيه مع ضعفه، فروى عنه عبدالرزاق عند ابن ماجة كما ترى ، وعيسى بن يونس عند ابی داود عنه، عن عمرو بن شعيب، عن ابيه شعيب، قال: طفت مع عبدالله بن عمرو۔ ورواه عبدالرزاق عن ابن جريج، عن عمرو بن شعيب، قال: طاف جدی محمد بن عبدالله مع ابيه عبدالله ، فلما كان سابعها قال محمد لعبد الله، فذكره۔ وابن جريج اوثق من المثنى، ورواية ابن جريج تؤيد من قال فيه عن ابيه عن جده۔ (دراية ٢٠١) ۔ قلت: وقد جود المحقق فی الفتح (٢:٤٠٠)سند عبدالرزاق عن ابن جريج اه۔ وهو سند صحيح عند من يصحح رواية عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده۔

۔ حجرِ اسود اور کعبہ کے دروازے کی درمیان کی جگہ ملتزم ہے (بیہقی)۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مدرک بالرائے نہیں اس لئے مرفوع ہے۔

۲۸۱۲۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ بیت اللہ کا طواف کیا اور جب ہم سات چکروں سے فارغ ہوئے تو ہم نے کعبہ کے پیچھے نمازِ طواف پڑھی۔ پھر میں نے (عبداللہ سے) کہا کہ کیا آپ آگ سے اللہ کی پناہ نہیں مانگتے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آگ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر عبداللہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور حجرِ اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر اپنا سینہ، دونوں ہاتھ اور رخسار کو خانہ کعبہ کی دیوار پر رکھ دیا پھر فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا (ابن ماجہ، مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ فتح الباری میں حافظ نے عبدالرزاق کی سند کو جو ابن جریج سے ہے عمدہ کہا ہے اور جو محدّث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت کو صحیح کہتے ہیں ان کے ہاں یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وداع کرتے وقت ملتزم کو لپٹ کر گریہ وزاری کر کے دعاء کرنی چاہیے۔

بَابُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لَا يُكَرَّرُ
فَمَنْ سَعٰى فِيْ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لَا يَسْعٰى فِي الْإِفَاضَةِ وَلَا فِي الْوَدَاعِ

٢٨١٣- عَنْ جَابِرٍ ﷺ، قَالَ: لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا- و فى رواية: الا طوافا واحدا طوافه الاول- رواه مسلم (١-٤١٤)-

مَسَائِلُ شَتّٰى مِنْ أَفْعَالِ الْحَجِّ
بَابُ وَقْتِ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَسُقُوْطِ طَوَافِ الْقُدُوْمِ بِضِيْقِ الْوَقْتِ

٢٨١٤- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِيْنَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ- وفى رواية للطحاوى: حِيْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ جِئْتُ مِنْ جَبَلَيْ طَيٍّ، أَكْلَلْتُ رَاحِلَتِيْ، وَأَتْعَبْتُ نَفْسِيْ، وَاللّٰهِ مَاتَرَكْتُ مِنْ جَبَلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ، فَهَلْ لِيْ مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهِ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ

باب صفا مروہ کی سعی میں تکرار نہیں، جس نے طواف قدوم میں سعی کر لی ہو وہ طواف زیارۃ اور طوافِ وداع میں سعی نہ کرے

۲۸۱۳۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے صفا مروہ کی ایک ہی سعی کی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے طواف (یعنی طواف قدوم) کے ساتھ جو سعی کی بس وہی ایک سعی کی۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج یا عمرہ میں سعی صرف ایک مرتبہ کی جائے، دوبارہ کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ ابن قدامۃ مغنی میں فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق حاجی کے حق میں سعی صرف ایک مرتبہ ہی مشروع ہے بغیر کسی اختلاف کے۔ اگر وہ طواف قدوم کے ساتھ سعی کر چکا ہو تو اس کے بعد سعی نہ کرے۔

حج کے مختلف مسائل

باب عرفہ میں وقوف کرنے کے وقت کا بیان اور وقت کی تنگی کی وجہ سے طوافِ قدوم معاف ہو جاتا ہے

۲۸۱۴۔ عروۃ بن مضرس فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مزدلفہ میں صبح کی نماز کے لئے نکلے تو اس وقت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (اور طحاوی کی روایت میں ہے کہ جب صبح ظاہر ہوئی تب میں حاضر ہوا) اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں قبیلہ طی کے پہاڑوں سے آیا ہوں۔ میں نے اپنی سواری کو بھی تھکا دیا ہے اور میں خود بھی تھک گیا ہوں۔ قسم بخدا میں (راستہ میں) ہر پہاڑ پر وقوف کرتا آیا ہوں۔ تو کیا میرا حج ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائے اور ہمارے یہاں رہنے تک ہمارے ساتھ رہے اور وہ اس سے پہلے عرفات میں دن یا رات کے کسی بھی حصے میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج ہو گیا اور وہ اپنی میل کچیل

قبل ذٰلِكَ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ وَقَضٰى تَفَثَهٗ﴾۔ رواه الترمذی وقال: حسن صحیح۔ و قال الحافظ فی "الفتح": اخرجه اصحاب السنن، وصححه ابن حبان، والدارقطنی، والحاکم، و قد تقدم فی باب وجوب الوقوف بمزدلفة۔

۲۸۱۵- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ﷜، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ، وَاَتَاهُ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَقَالَ: ﴿اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ عَرَفَةَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ﴾۔ رواه احمد، واصحاب السنن، وابن حبان، والحاکم، و قال: صحیح الاسناد (التلخیص الحبیر)۔ وقد تقدم فی باب التوجه الی الموقف۔

۲۸۱۶- عَنْ جَابِرٍ﷜ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ: فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهٗ فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ، فَخَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ اَذَّنَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ،

دے (یعنی احرام کھولدے)۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اصحاب السنن نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابن حبان، دار قطنی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ حاجی مکہ کے باہر سے آیا اور اس نے طواف قدوم نہیں کیا۔ لیکن اس پر کسی نے کوئی نکیر نہیں کی اور نہ ہی دم کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ طواف قدوم سنت ہے اور وقت کی تنگی سے ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۸۱۵۔ عبد الرحمٰن بن یعمر فرماتے ہیں کہ میں عرفات میں وقوف کے دوران حضور ﷺ کے پاس موجود تھا کہ آپ ﷺ کے پاس نجد سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! حج کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج تو وقوف عرفہ کا نام ہے۔ جو شخص مزدلفہ کی رات کو صبح کی نماز سے قبل عرفات میں پہنچ جائے تو اس کا حج ہو گیا۔ (احمد، اصحاب السنن، ابن حبان، حاکم)۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (تلخیص حبیر)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کا آخری وقت مزدلفہ کی رات کو صبح صادق کے طلوع تک ہے۔ اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

۲۸۱۶۔ حضرت جابرؓ اپنی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (مشعر حرام پر نہیں ٹھہرے بلکہ) اس سے آگے نکل گئے۔ جب عرفات پہنچے تو نمرہ مقام کے پاس ایک خیمہ نصب شدہ دیکھا تو اس میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو قصواء نامی اونٹنی لانے کا حکم فرمایا۔ اونٹنی پر پالان کسا گیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی کے نشیب پر پہنچے۔ وہاں آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ پھر اذان و اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور ان دونوں

وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى اَتَى الْمَوْقِفَ- رواه مسلم، وابوداود وابن ماجة، وقد تقدم فی باب الغدو الی عرفات-

۲۸۱۷- عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ اِلَى الْحَجَّاجِ: اَنْ لَا تُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ- و فی روایة: اَنْ يَأْتَمَّ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ- فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا مَعَهٗ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ، فَقَالَ: مَالَكَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَقَالَ: اَلرَّوَاحُ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ، قَالَ: هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاَنْظِرْنِيْ حَتّٰى اُفِيْضَ عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ اَخْرُجَ، فَنَزَلَ (اَیْ ابْنُ عُمَرَ) حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ، فَسَارَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَبِيْ، فَقُلْتُ: اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ اِلٰى عَبْدِ اللهِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللهِ قَالَ: صَدَقَ- رواه البخاری- (فتح الباری ۳-۴۰۸)- و عند ابی داود

نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے کوئی (فرض یا نفل) نماز نہ پڑھی۔ پھر حضور ﷺ سوار ہو کر موقف پہنچے (مسلم، ابوداود، ابن ماجہ)۔

۲۸۱۷۔ سالم فرماتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا کہ حج کے احکام میں عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرے بلکہ اس کی اتباع کرے۔ سالم کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن ابن عمرؓ سورج ڈھلنے کے بعد تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ابن عمرؓ نے حجاج کے خیمے کے پاس آ کر بلند آواز سے (حجاج کو) پکارا تو وہ کسم میں رنگے ہوئے چادر پہن کر باہر نکلا اور کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (ابن عمرؓ کی کنیت ہے) کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر سنت کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہو تو یہی روانگی کا وقت ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس وقت؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا کہ پھر مجھے تھوڑی سی مہلت دیجئے تاکہ میں نہالوں پھر چلوں گا۔ اس کے بعد ابن عمرؓ سواری سے اتر گئے۔ اور جب حجاج باہر آیا تو میرے اور میرے والد (ابن عمرؓ) کے درمیان چلنے لگا (سالم کہتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ اگر سنت کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ میں اختصار اور وقوفِ عرفہ میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ ابن عمرؓ کی طرف دیکھنے لگا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ سالم نے سچ کہا ہے۔ (بخاری) اور ابوداود میں ہے کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کر ڈالا تو ابن عمرؓ کے پاس سے مسئلہ دریافت کیا کہ آج کے دن (عرفہ کے دن) حضور ﷺ نماز کیلئے کب نکلے تھے۔ آپؓ نے جواب میں فرمایا کہ "جب وہ وقت ہوگا تو ہم نکلیں گے"۔ پھر جب ابن عمرؓ نے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے کہا کہ ابھی سورج نہیں ڈھلا۔ آپؓ نے تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا کہ کیا سورج ڈھل چکا ہے؟ (کیونکہ آپؓ نابینا ہو چکے تھے)۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں پھر جب لوگوں نے کہا کہ سورج ڈھل چکا ہے تب آپ روانہ ہوئے۔ (ابوداود)۔ ابوداود اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (عون)۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے زوال سے قبل وقوف عرفہ نہیں فرمایا۔ اور آپ ﷺ کا فعل اول وقت کے

...ن طریق سعید بن حسان، عن ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا۔ قَالَ: لَمَّا قَتَلَ الۡحَجَّاجُ اِبۡنَ الزُّبَیۡرِ ...سَلَ اِلٰی اِبۡنِ عُمَرَ: اَیَّةَ سَاعَةٍ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ یَرُوۡحُ فِیۡ هٰذَا الۡیَوۡمِ (ای الی الموقف؟) قَالَ: اِذَا ...ن ذٰلِكَ رُحۡنَا، فَلَمَّا اَرَادَ ابۡنُ عُمَرَ اَنۡ یَّرُوۡحَ قَالُوۡا: لَمۡ تَزِغِ الشَّمۡسُ، قَالَ: اَزَاغَتۡ؟ قَالُوۡا: لَمۡ تَزِغۡ اَوۡ ...غَتۡ، قَالَ: فَلَمَّا قَالُوۡا: زَاغَتۡ، اِرۡتَحَلَ۔ سکت عنه هو والمنذری۔ (عون المعبود ۲-۱۳۳)۔

۲۸۱۸- اَبُوۡحَنِیۡفَةَ الۡاِمَامُ، عَنۡ حَمَّادٍ، عَنۡ اِبۡرَاهِیۡمَ، عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: اَنَّهٗ بَیۡنَا ...وَاقِفٌ بِجَمۡعٍ اِذۡ اَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَا اَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ! قَدِمۡتُ السَّاعَةَ وَاَنَا مُهِلُّ الۡحَجِّ، فَقَالَ لَهٗ ...مَرُ: اَتَهۡتَدِیۡ اِلٰی عَرَفَاتٍ؟ قَالَ: لَا، فَاَرۡسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا وَقَالَ: اِنۡطَلِقۡ بِهٖ اِلٰی عَرَفَاتٍ، فَلۡیَقِفۡ ...ثُمَّ اعۡجَلۡ عَلَیَّ اَتَمَّ الۡعَجَلِ، فَاِنِّیۡ حَابِسُ النَّاسِ عَلَیۡكَ، الحدیث۔ اخرجه الحافظ ابن ...سرو، والقاضی ابوبکر بن عبدالباقی، والحسن بن زیاد فی "مسند ابی حنیفة"۔ "جامع ...سانید الامام" (۱-۵۲۱)۔ وسنده صحیح الا انه مرسل، ومراسیل ابراهیم صحیحة کما ...تقدم غیر مرة۔

...یان ہے۔ کیونکہ آپ نے صرف ایک ہی حج فرمایا ہے، اگر زوال سے قبل بھی وقوف عرفہ کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ اسے لوگوں کے لئے ...بیان فرماتے۔ اس لئے عروۃ بن مضرس کی حدیث میں آپ کا فرمان لیلاً و نہاراً اول وقت کے بیان کے لئے بالکل مفید نہیں۔ البتہ ...وقت کو مالم یطلع الفجر کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے لیکن اول وقت کے لئے مبین صرف آپ ﷺ کا فعل ہی ہے۔

۲۸۱۸۔ ابوحنیفہؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ مزدلفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو اس ...ت ایک آدمی آپؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں ابھی ابھی آیا ہوں اور میں نے حج کا احرام باندھا ہے (تو میرے بارے میں کیا حکم ...ہے)۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو عرفات کا راستہ جانتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں تو آپؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کو بھیجا ...کہ اسے عرفات لے جاؤ تاکہ یہ وہاں وقوف کر سکے۔ پھر واپس بہت جلدی پہنچو کیونکہ میں نے تمہاری وجہ سے لوگوں کو کوچ کرنے سے ...روکا ہے۔ (مسند ابی حنیفہ، حافظ ابن خسرو)۔ اس کی سند صحیح ہے مگر مرسل ہے اور ابراہیم کے مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے طواف قدوم ساقط اور معاف ہو جاتا ہے۔ یہ تقریباً اجماعی مسئلہ ...اس لئے کہ اکثر کے ہاں طواف قدوم سنت ہے اور اس کے تارک پر کوئی چیز واجب نہیں۔ مگر امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اس کے تارک پر ...واجب ہے۔ یہ حدیث امام مالکؒ پر حجت ہے جو طواف قدوم کے وجوب کے قائل ہیں۔

بَابُ نُسُکِ الْمَرْاَۃِ وَاَنَّھا تَکْشِفُ وَجْھَھَا وَلَوْ سَدَلَتْ عَلٰی وَجْھِھَا شَیْئًا وَجَافَتْہُ جَازَ

۲۸۱۹- عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿لَیْسَ عَلَی الْمَرْاَۃِ اِحْرَامٌ اِلَّا فِیْ وَجْھِھَا﴾۔ رواہ الدارقطنی، والطبرانی، والبیہقی، و فی اسنادہ ایوب بن محمد ابو الجمل، وھو ضعیف قال ابن عدی: تفرد برفعہ۔ قال البیہقی: الصحیح وقفہ، واسندہ فی "المعرفۃ" عن ابن عمر قال: ﴿اِحْرَامُ الْمَرْاَۃِ فِیْ وَجْھِھَا، وَاِحْرَامُ الرَّجُلِ فِیْ رَاْسِہٖ﴾۔ (التلخیص الحبیر ۱-۲۲۳)۔

قلت: ایوب بن محمد مختلف فیہ، قال ابو حاتم: لا باس بہ، وثقہ الفسوی، وعبداللہ بن رجاء۔ کذا فی "اللسان" (۱-۴۸۷)۔ فھو حسن الحدیث علی اصلنا الذی اصلناہ فی المقدمۃ۔

۲۸۲۰- اخبرنا سعید بن سالم، عن ابن جریج، عن عطاء، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما، قَالَ: تُدْلِی عَلَیْھَا مِنْ جَلَابِیْبِھَا، وَلَا تَضْرِبُ بِہٖ۔ قُلْتُ: وَمَا لَا تَضْرِبُ بِہٖ؟ فَاَشَارَلِیْ کَمَا تُجَلْبِبُ الْمَرْاَۃُ ثُمَّ اَشَارَ اِلٰی مَا عَلٰی خَدِّھَا مِنَ الْجِلْبَابِ، فَقَالَ: لَا تُغَطِّیْہِ فَتَضْرِبُ بِہٖ عَلٰی وَجْھِھَا، فَذٰلِکَ الَّذِیْ لَا یَبْقٰی عَلَیْھَا، وَلٰکِنْ تَسْدِلُہٗ عَلٰی وَجْھِھَا کَمَا ھُوَ مَسْدُوْلًا، وَلَا تَقْلِبُہٗ، وَلَا تَضْرِبُ بِہٖ

باب عورت کواحرام کی حالت میں چہرہ ننگا رکھنا ضروری ہے ہاں اگر عورت اپنے چہرے پر اس طرح کپڑا ڈالے کہ چہرے کو نہ لگے تو جائز ہے

۲۸۱۹۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا احرام تو صرف اس کے چہرے میں ہے۔(دارقطنی، بیہقی، طبرانی)۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف حدیث ہے۔اور ''معرفت'' میں اسے مسنداً بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں اور مرد کا احرام اس کے سر میں ہے۔(التلخیص الحبیر)۔

فائدہ: (۱) یہ حدیث مرفوعاً بھی ضعیف نہیں بلکہ صالح للاحتجاج ہے، کیونکہ ایوب بن محمد کی بعض نے توثیق کی ہے۔(دیکھیں جوہرنقی، ج:۱، صفحہ۳۳۵)۔ (۲) یعنی عورت کے لئے اپنا چہرہ اور مرد کے لئے اپنا سر ننگا رکھنا ضروری ہے۔

۲۸۲۰۔ عطاء فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عورت اپنے چہرے پر اس طرح نقاب ڈالے کہ کپڑا اس کے چہرے کو نہ لگے۔ میں نے عرض کیا کہ ''کپڑا چہرے کو نہ لگے'' کا کیا مطلب ہے۔تو آپ نے اشارہ کر کے مجھے سمجھایا کہ کس طرح عورت اپنے چہرے پر کپڑا ڈالتی ہے اور پھر کس طرح کپڑا اس کے رخسار کو لگتا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ عورت اس طرح اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے کہ کپڑا چہرے کو

...تغطفهٔ- رواه الامام الشافعی فی "الام" (۱-۱۲۷)، و سعید بن سالم هو القداح مختلف ...حسن الحدیث- (تہذیب ٤-٣٥)-

بَاب لَا تَرفَعُ الْمَرْاَةُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ وَلَا تَرمُلُ وَلَا تَسْعٰى وَلَا تَسْتَلِمُ الْحَجَرَ اِلَّا اَنْ تَجِدَ الْمَوْضِعَ خَالِيًا

۲۸۲۱- ثنا محمد بن مخلد، نا علی بن اشکاب، نا اسحاق الازراق، عن عبید اللہ بن ...عمر، عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ ...الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ- اخرجه الدارقطنی (۱-۲۸۷)- ورجاله ثقات-

۲۸۲۲- ثنا محمدبن مخلد، نا العباس بن محمد، نا ابو داود الحفری، نا سفیان ...الثوری، عن عبیداللہ بن عمر، عن نافع، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَا تَصْعَدِ الْمَرْاَةُ عَلَى الصَّفَا،

...کیونکہ اس سے احرام اپنی حالت پر باقی نہ رہے گا۔ بلکہ عورت نقاب کو اپنے چہرے پر لٹکائے اور پھر اسے لوٹ پوٹ نہ کرے اور نہ ہی ...ے کو چہرے سے لگنے دے۔ اسے امام شافعی نے "الام" میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں سعید بن سالم مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا ...حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبیوں کے سامنے بلاضرورت چہرہ ننگا رکھنا درست نہیں اور احرام کی حالت میں بے ...سے بچنے کے لئے عورت نقاب اس طرح ڈالے کہ کپڑا چہرے کو نہ چھوئے اور یہ حدیثِ ابن عباسؓ تفسیر ہے اس حدیث کی جو ...اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب دوسرے اجنبی سوار (دوسرے اجنبی لوگ) ہمارے پاس سے ...تے جبکہ ہم احرام میں ہوتیں تو ہم اپنے نقاب کو جو ہمارے سر پر ہوتا منہ پر لٹکا لیتیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ دوسرے صحابہ ﷺ کی بہ ...نسبت حضور ﷺ کی مراد اور ازواج مطہرات کے افعال کی حقیقت سے سب سے زیادہ واقف ہیں۔

باب عورت تلبیہ اونچی آواز سے نہ پڑھے۔ نہ طواف میں رمل کرے اور نہ ہی سعی میں دوڑے اور رش نہ ہونے کی صورت میں حجر اسود کو بوسہ دے ورنہ نہ دے

۲۸۲۱- نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عورت بیت اللہ کے طواف کے دوران رمل نہ کرے اور نہ ہی صفا مروہ کی ...کے دوران دوڑے۔ (دار قطنی) اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

۲۸۲۲- نافع ابن عمرؓ سے ہی نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ عورت صفا مروہ کی پہاڑیوں پر نہ چڑھے اور نہ ہی تلبیہ اونچی ...سے پڑھے۔ (دار قطنی)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: مسند شافعی میں سند حسن کے ساتھ مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں پر نہ طواف میں رمل ہے اور نہ ہی صفا مروہ

وَالْمَرْوَةِ، وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ- رواه الدارقطنی (١-٢٨٧)، ورجاله ثقات-

٢٨٢٣- اخبرنا سعید بن سالم، عن عمر بن سعید بن ابی حسین، عَنْ مَنْبُوذِبْنِ أَبِي سُلَيْمَان، عَنْ أُمِّهِ: أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أُمِّ الْمُؤْمِنِين فَدَخَلَتْ عَلَيْهَا مَوْلَاةٌ لَهَا، فَقَالَتْ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! طُفْتُ بِالْبَيْتِ سَبْعًا،وَاسْتَلَمْتُ الرُّكْنَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: لَا أَجَرَكِ اللهُ، تُدَافِعِينَ الرِّجَالَ، أَلَّا كَبَّرْتِ وَمَرَرْتِ - رواه الامام الشافعی فی "مسنده" (٧٥)- وسنده حسن، ومنبوذ بن ابی سلیمان وثقه ابن معین، وذکره ابن حبان فی الثقات- (تہذیب ١-٢٩٧)

بَابُ تُقَصِّرُ امْرَأَةٌ مِنْ شَعْرِرَاسِهَا وَلَا يَجُوزُلَهَا الْحَلْقُ

٢٨٢٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ﴾- رواه ابوداود ، والدارقطنی، والطبرانی، وقد قوی اسناده البخاری فی "التاریخ"، وابو حاتم فی "العلل"، وحسنه الحافظ، (نیل الاوطار ٤-٢٩٦)-

٢٨٢٥- عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ :نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا، زاد رزین: فِي الْحَجِّ

کے درمیان دوڑنا۔

٢٨٢٣۔ منبوذ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی آئی اور کہا کہ میں نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور دوتین مرتبہ حجر اسود کا بوسہ بھی دیا۔ اس حضرت عائشہؓ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس پر اجر نہ دے، کیونکہ تو نے تو پھر مردوں کو دھکے دیے ہونگے۔ (جو کہ ناجائز ہے) تو تکبیر کہہ کر وہاں سے گذر کیوں نہ گئی۔ (مسند شافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔ اور منبوذ کو ابن معین اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے طواف میں رمل کرنا، صفا مروہ کی سعی کے دوران دوڑنا اور تلبیہ اونچی آواز سے کہنا جائز نہیں۔ نیز ہجوم کی صورت میں حجر اسود کو بوسہ دینا بھی درست نہیں بلکہ عورتوں کے لئے رات کو طواف کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں زیادہ ستر ہے اور ہجوم کی کمی کی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ دینے کا بھی امکان ہے۔

باب عورت (احرام کھولتے وقت) اپنے بالوں کو ترشوائے۔ عورت کے لئے سر کے بال منڈانا جائز نہیں

٢٨٢٤۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے سر کے بال منڈانا جائز نہیں۔ عورتوں پر تو صرف بال کو ترشوانا ہے۔ (ابوداؤد، دار قطنی، بیہقی)۔ ابوحاتم نے علل میں اور امام بخاری نے تاریخ میں اس کی سند کو قوی کہا ہے اور حافظ نے حسن کہا ہے۔

عُمْرَةٍ- وَقَالَ: ﴿إِنَّمَا عَلَيْهَا التَّقْصِيرُ﴾- (جمع الفوائد۱:۱۸٦)- اخرجه الترمذی، والنسائی- ورواته موثقون الا انه اختلف فی وصله وارساله- (درایة۲۰۲)-

بَاب مَنْ قَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَسَاقَهَا فَقَدْ اَحْرَمَ وَمَنْ بَعَثَ بِهَا وَلَمْ يَسُقْهَا لَمْ يَصِرْ مُحْرِمًا مَا لَمْ يُلَبِّ

۲۸۲٦- حدثنا ابن نمیر، ثنا عبیدالله بن عمر عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عنهما قَالَ: مَنْ قَلَّدَ فَقَدْ اَحْرَمَ- رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه"- (فتح القدیر۲-۴۰۵)-

۲۸۲۷- حدثنا وکیع، عن سفیان، عن حبیب بن ابی ثابت، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَنْ قَلَّدَ اَوْ جَلَّلَ اَوْ اَشْعَرَ فَقَدْ اَحْرَمَ- اخرجه ابن ابی شیبة، (فتح القدیر۲-۴۰٦)- وسنده صحیح-

۲۸۲۸- عن عمرة بنت عبدالرحمن: اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ

۲۸۲۵- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حج اور عمرہ میں (احرام کھولتے وقت) عورتوں کو سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ان پر تو صرف بالوں کو ترشوانا ہے۔ (ترمذی، نسائی، جمع الفوائد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ اس کے وصل اور ارسال میں اختلاف ہے۔ (درایہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے ترجمۃ الباب بالکل ظاہر ہے۔ اور اس کی وضاحت ابن عمرؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ احرام والی عورت اپنے بالوں سے ایک پورے کے بقدر ترشوائے۔ (دارقطنی)۔ باقی صحیح ابن حبان کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضرت میمونہؓ نے حج میں اپنے سر کا حلق کرایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو حضرت میمونہؓ کا سر منڈانا عذر پر محمول ہے کہ آپ کے سر میں تکلیف تھی۔

باب جو شخص اپنے بدنہ کو قلادہ پہنا کر خود ھانک لائے تو وہ محرم ہو جاتا ہے اور جو شخص (قلادہ پہنا کر) کسی اور کے ہاتھ بھیج دے اور خود نہ لائے تو تلبیہ پڑھنے تک وہ محرم نہیں ہوگا

۲۸۲٦- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قلادہ پہنایا (اور خود ہانک لایا) تو وہ محرم ہو گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۸۲۷- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہناوے یا اس پر جھول ڈالدے یا اس کا اشعار کرے تو وہ (خود ہانک کر لانے سے) محرم ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ہمارے نزدیک محض قلادہ پہنانے یا جھول ڈالنے یا اشعار کرنے سے محرم نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ خود اپنی طرف لے کر بھی آئے اور یہ شرط اگلی احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

اللّٰہُ عَنہا : اَنَّ عَبدَاللّٰہِ بنَ عَبّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما قالَ: مَن اَھدٰی ھَدْیًا حَرُمَ عَلَیہِ مَا یَحرُمُ عَلَی الحَاجِّ حَتّٰی یَنحَرَ ھَدیَہٗ۔ قالَت عَمرَۃُ: فَقالَت عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا: لَیسَ کَمَا قَالَ ابنُ عَبّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا، اَنَا فَتَلتُ قَلائِدَ ھَدْیِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ بِیَدَیَّ، ثُمَّ قَلَّدَھَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بِیَدَیہِ، ثُمَّ بَعَثَ بِہَا مَعَ اَبِیْ، فَلَم یَحرُمْ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ شَیءٌ اَحَلَّہُ اللّٰہُ حَتّٰی نَحَرَ الھَدیَ۔ اخرجه البخاری ومسلم۔ (زیلعی ۱:۵۱۷)۔

۲۸۲۹- عَن عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا، قَالَت: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یُہدِی مِنَ المَدِینَۃِ فَاَفتِلُ قَلائِدَ ھَدیِہٖ، ثُمَّ لَا یَجتَنِبُ مِمَّا یَجتَنِبُ المُحرِمُ۔ رواہ الجماعۃ، (نیل الاوطار ۴-۳۳۷)۔

۲۸۲۸۔ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ھدی (قربانی کا جانور) بھیجی تو اس پر ھدی کے ذبح ہونے تک وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو محرم (حاجی) پر حرام ہوتی ہیں۔ (عمرۃ کہتی ہیں کہ) اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے جو کچھ فرمایا بات ایسی نہیں ہے۔ میں نے خود نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلادے (گلے میں ڈالنے کے لئے ہار) اپنے ہاتھ سے بٹے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلادہ پہنایا اور میرے والد صاحب کے ساتھ انہیں بھیجدیا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ پر اللہ کی حلال کردہ چیزوں میں سے کوئی بھی چیز ذبح ہونے تک حرام نہیں ہوئی۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۸۲۹۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مدینہ سے اپنے قربانی کے جانور بھیجا کرتے تھے اور ان جانوروں کے قلادے میں خود بٹا کرتی تھی۔ لیکن حضور ﷺ ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے (اسے جماعت صحاح ستہ نے روایت کیا ہے)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ محض قلادہ ڈال کر ھدی بھیج دینے سے آدمی محرم نہیں ہوتا بلکہ ان جانوروں کے ساتھ خود چلنا بھی احرام کیلئے ضروری ہے اس لئے ہم نے ماقبل میں مذکور ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے اثروں کو بھی اس شرط کے ساتھ مقید کیا ہے تاکہ دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے۔ باقی جو طحاوی وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی قمیص کو پھاڑ کر پاؤں کی طرف سے نکال لی اور فرمایا کہ میں نے جانور حرم کی طرف بھیجا ہے اور اسے آج قلادہ پہنانے کا میں نے حکم دیا تھا لیکن میں قمیص پہن بیٹھا اور اسے نکالنا بھول گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعفِ سند کی بنا پر حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کیونکہ طحاوی نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو اٹھارہ طرق سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ آثار حضرت عائشہؓ سے حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی طرح نسائی میں صحیح سند کے ساتھ جابرؓ سے ہی مروی ہے کہ اس حدیث کی صراحۃ اس بات پر دلالت ہے کہ ھدی بھیجنے والے کو اختیار ہونا چاہیے، چاہے محرم ہو جائے چاہے حلال رہے۔ اس لئے ان احادیث کی روشنی میں ہم کہتے ہیں

۲۸۳۰- عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ- وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ﴿اِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ- وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ، فَلَا اَحِلُّ حَتّٰى اَنْحَرَ﴾ رواه البخاري- (فتح الباري ٣-٤٤٦)-

۲۸۳۱- اخبرنا سفيان، حدثنا ابن طاوس، وابراهيم بن ميسرة، وهشام بن حجير، سمعوا طاؤسًا يَقُوْلُ: فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، اِلٰى اَنْ قَالَ: فَاَمَرَ اَصْحَابَهُ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ اَهَلَّ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ اَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً، وَقَالَ: ﴿لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ، وَلٰكِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ، وَسُقْتُ هَدْيِيْ، فَلَيْسَ لِيْ مَحِلٌّ دُوْنَ مَحِلِّ هَدْيِيْ﴾- الحديث، اخرجه الشافعي رحمه الله في "الام" (٢:١٠٩)- وهو مرسل حسن-

کہ جن صحابہ کرامؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جس نے ہدی کو حرم کی طرف بھیج دیا تو وہ محرم ہو گیا تو اس سے ان کی مراد حقیقت احرام نہ تھا بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کے لئے محرمین کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا مستحب ہے جیسا کہ دس ذوالحجہ کو قربانی کرنے والے کیلئے پہلے بھی اس تشبہ کا حکم مروی ہے کہ نہ وہ ناخن کاٹے نہ بال کاٹے۔ (مسلم، مشکوۃ)۔ تو جب دس ذوالحجہ کو قربانی کرنے والے کے لئے تشبہ بالمحرمین مستحب ہے تو حرم کی طرف ہدی بھیجنے ولے کے لئے یہ تشبہ بالمحرمین بطریق اولی مستحب ہوگا اور یہی ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کی مراد ہے۔ فافھم۔

۲۸۳۰۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ لوگوں نے تو عمرہ کر کے احرام کھولدیا اور آپ ﷺ نے عمرہ کر کے احرام نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے (خطمی وغیرہ سے) اپنے سر کے بالوں کو جمایا ہے اور میں نے اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا لہذا میں قربانی کرنے تک احرام نہیں کھولوں گا۔ (بخاری)۔

۲۸۳۱۔ ابن طاؤس، ابراہیم بن میسرہ اور ہشام بن حجیر فرماتے ہیں کہ ہم نے طاؤس کو ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ جس میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم فرمایا کہ جس نے حج کا احرام باندھا اور اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آیا تو وہ اس حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنالے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے وہ بات پہلے معلوم ہوتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں بھی ہدی لے کر نہ آتا (اور احرام کھول دیتا) لیکن میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمایا ہوا ہے اور میں اپنے ساتھ ہدی لے کر آیا ہوں تو میں اپنے قربانی کے جانور کے ذبح ہونے تک احرام نہیں کھول سکتا۔ اسے امام شافعیؒ نے الام میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

فائدہ: (ا) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی قلادہ پہنا کر ہدی خود لے کر چلے تو محرم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہدی کو لے کر آنے سے عقد احرام مزید پختہ ہو جاتا۔ اور یہ تلبیہ سے بھی زیادہ شدید ہے۔ پس اس حدیث میں احناف کے لئے حجت ہے اس بارے میں کہ اگر حاجی ہدی کو قلادہ پہنا کر ہانک کر حرم کی طرف لے آئے تو وہ محرم ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے کیونکہ سوق ہدی احرام میں تلبیہ سے بھی زیادہ ابلغ ہے۔

بَابُ اَنَّ الْبُدْنَةَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَاَنَّ تَقْلِيْدَهَا اَفْضَلُ مِنْ اِشْعَارِهَا وَالْاِشْعَارُ حَسَنٌ وَتَقْلِيْدُ الْغَنَمِ لَيْسَ بِاِحْرَامٍ مَالَمْ يُلَبِّ

۲۸۳۲- عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِيْ بَدَنَةٍ۔ متفق عليه۔ و في لفظ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «اِشْتَرِكُوْا فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ فِيْ بَدَنَةٍ»۔ رواه البرقاني على شرط الصحيحين۔ و في رواية: قال: اِشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِيْ بَدَنَةٍ۔ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ: اَيُشْتَرَكُ فِي الْبَقَرِ مَا يُشْتَرَكُ فِي الْجَزُوْرِ؟ قَالَ: مَا هِيَ اِلَّا مِنَ الْبُدْنِ۔ رواه مسلم (نيل الاوطار ٤- ٣٣١)-

(۲) صحابہ کرام ؓ نے بھی حج کا احرام باندھا تھا لیکن مکہ آ کر حضور ﷺ کو مشرکین کے غلط عقیدے کا علم ہوا (اور اس سے قبل آپ ﷺ کو اس چیز کا علم نہ تھا تو آپ ﷺ عالم غیب کیسے ہوئے؟) کہ ان کے نزدیک اشہر حج میں عمرہ کرنا سب سے بڑا گناہ ہے تو اس غلط عقیدے کے رد کے لئے حضور ﷺ نے ان صحابہ کو جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آئے تھے **فسخ الحج بالعمرة** کا حکم فرمایا یعنی اگر چہ انہوں نے احرام تو حج کا باندھا ہے لیکن محض عمرہ (طواف وسعی) کر کے احرام کھول دیں لیکن **فسخ الحج بالعمرة** صرف اسی وقت کے لئے خاص تھا اب جائز نہیں۔ اس کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے۔

باب بدنہ سے مراد اونٹ اور گائے ہے۔ ان کو قلادہ باندھنا اشعار کرنے سے افضل ہے اور اشعار بھی اچھا ہے اور بکری کو قلادہ پہنانے سے آدمی محرم نہیں ہو جاتا جب تک کہ تلبیہ نہ پڑھے۔

۲۸۳۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اونٹ اور گائے میں شریک ہونے کا حکم فرمایا یعنی سات آدمی ایک بدنہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اونٹ گائے میں سات آدمی شریک ہو جاؤ۔ اسے برقانی نے صحیحین کی شرط پر روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حج و عمرہ میں سات آدمی ایک بدنہ میں شریک ہوئے اور کسی آدمی نے جابرؓ سے کہا کہ کیا گائے میں بھی اتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں جتنے کہ اونٹ میں شریک ہوتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ گائے بھی بدنہ ہے۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح لغۃً بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے کو اتفاقاً شامل ہے اسی طرح شرعاً بھی بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے کو شامل ہے کیونکہ حضرت جابرؓ جس طرح عارف بلغۃ العرب ہیں اسی طرح وہ شریعت کی زبان سے بھی مکمل آشنا ہیں لہٰذا گائے بھی بدنہ ہے اور اونٹ کی طرح اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور جابرؓ کے اس جواب کو بیان لغت پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ سائل نے حکم شرعی کے اعتبار سے ان کی مساوات کے بارے میں پوچھا تھا۔ لہٰذا اس جواب سے آپؓ کا مقصد حکم شرعی کو بیان کرنا تھا۔ پھر یہ حدیث اگر چہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ مسئلہ امر معقول نہیں بلکہ امر تعبدی محض ہے اور پھر برقانی کی روایت سے تو یہ تصریح ہوگئی کہ خود حضور ﷺ کی زبان سے بھی یہی بیان ہوا ہے کہ بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے۔

٢٨٣٣- روى ابن ابى شيبة فى "مصنفه" باسانيد جيدة عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: اِنْ شِئْتَ فَاَشْعِرْ، وَاِنْ شِئْتَ فَلَا- (عمدة القارى ٤-٧١٢)- و قال الطحاوى: ثبت عن عائشة وابن عباس التخيير بين الاشعار و تركه، فدل على انه ليس بنسك- قاله الحافظ فى "الفتح" (٣-٤٣٤)-

٢٨٣٤- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ اَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ وَيُقِيمُ فِيْ اَهْلِهِ حَلَالًا- اخرجه البخارى- (فتح البارى ٣-٤٣٧)-

۲۸۳۳۔ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر تو چاہے تو اشعار کر اور اگر تو چاہے تو اشعار نہ کر۔ (عمدۃ القاری)۔ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن عباسؓ سے اشعار کرنے اور نہ کرنے میں تخییر ثابت ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اشعار ضروری نہیں۔

فائدہ: (۱) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں بھی اصلِ اشعار مکروہ نہیں (کیونکہ حضور ﷺ سے اشعار کرنا ثابت ہے) البتہ ایسا اشعار مکروہ ہے جو مفضی الی الہلاک ہو جیسا کہ آپ کے زمانہ والے عوام حدود کی رعایت نہ کرتے ہوئے اشعار کرتے تھے اس لئے اس مسئلہ میں ابن حزم نے جو طرز اختیار کیا ہے وہ سفاہت اور قلتِ حیاء کا مظہر ہے کیونکہ طحاویؒ علماء کے مذاہب خاص کر مذہب احناف کو بہتر جانتے ہیں۔ اور پھر مزید یہ کہ ابن عباسؓ اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بھی اشعار کو سنت یا مستحب نہیں جانتے تھے تو کیا ابن حزم ان دونوں صحابہؓ پر بھی یہی طرز کلام اختیار کریں گے۔

(۲) اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جانور کے کوہان کی دائیں جانب کو زخمی کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ حرم میں قربانی کا جانور ہے اور قلادہ کا مطلب گلے میں ہار ڈالنا ہے۔

۲۸۳۴۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے جانوروں کے لئے قلادے بٹا کرتی تھی پھر آپ ﷺ بکری کو قلادہ پہناتے اور اپنے گھر میں حلال ہو کر ٹھہر جاتے۔ (بخاری)۔

فائدہ: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ بکری کو قلادہ پہنایا جو بکری کو قلادہ پہنانے کے سنت ہونے کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ سنت کے لئے حضور ﷺ یا خلفاء راشدین کی مواظبت شرط ہے۔ لہٰذا اس سے صرف جواز معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اَهْدٰى رسولُ اللهِ مَرَّةً غَنَمًا فَقَلَّدَهَا۔ لہٰذا صاحب ہدایہ کا اس کو غیر مسنون کہنا ہی درست ہے اور ابن حجر کا ہدایہ میں صاحب ہدایہ کے قول کو مردود کہنا خود محل نظر ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ خود حافظ صاحب غیر معتاد ہونا تسلیم بھی کر رہے ہیں جو کہ عدم مواظبت کی بیّن دلیل ہے۔ اسی طرح کتاب وسنت میں کوئی ایسا کلام بھی نہیں جو بکری کو قلادہ پہنانے کی طلب موکد کیلئے مفید ہو۔ اسی طرح صاحبِ ہدایہ نے ہدایا احرام میں تقلید (قلادہ پہننے) کی نفی کی ہے اور اگر کوئی ماں کا لال اس بات کا مدعی ہو کہ حضور ﷺ یا کسی خلیفہ راشد

بَابُ اِبْدَالِ الْهَدْیِ

۲۸۳۵- عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: اَهْدٰی عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بُخْتِیًّا، فَاُعْطِیَ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِیْنَارٍ، فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ اَهْدَیْتُ بُخْتِیًّا، فَاُعْطِیْتُ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِیْنَارٍ، فَاَبِیْعُهَا وَاشْتَرِیْ بِثَمَنِهَا بُدْنًا؟ قَالَ: ﴿لَا ، اِنْحَرْهَا اِیَّاهَا﴾۔ رواه احمد، وابوداود، والبخاری فی "تاریخه"، وابن حبان، وابن خزیمة فی "صحیحیهما"۔ (نیل الاوطار ٤-۳۲۹)۔

اَبْوَابُ وُجُوْهِ الْاِحْرَامِ

بَابُ کَوْنِ الْقِرَانِ اَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ وَالْاِفْرَادِ وَبَیَانِ اَنَّهٗ ﷺ کَانَ قَارِنًا فِیْ حَجَّتِهٖ

۲۸۳٦- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِوَادِی الْعَقِیْقِ یَقُوْلُ: ﴿اَتَانِی اللَّیْلَةَ آتٍ مِنْ رَّبِّیْ، فَقَالَ: صَلِّ فِیْ هٰذَا الْوَادِی الْمُبَارَكِ، وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِیْ

نے حج میں محرم ہوتے ہوئے بکری کو قلادہ پہنایا ہے تو وہ دلیل لائے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بکری کو محض قلادہ پہنا دینے سے آدمی محرم نہیں ہو جاتا۔

قربانی کا جانور تبدیل کرنا

۲۸۳۵۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک بُختی اونٹ ہدی کے طور پر بھیجا پھر اس کی قیمت تین سو دینار لگ گئی تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک بختی اونٹ ہدی کیا ہے اور مجھے اس کے تین سو دینار مل رہے ہیں۔ تو کیا میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے اور اونٹ خرید لوں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اسی کو ذبح کر۔ (احمد، ابوداود، تاریخ بخاری، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ہدی واجب کو تبدیل کرنا جائز تو ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا جو ہدی حضرت عمرؓ نے بھیجی تھی اگر وہ تطوع تھی تو پھر نہی اپنی حقیقت پر محمول ہے اور اگر وہ ہدی واجب تھی تو پھر نہی خلاف اولیٰ پر محمول ہے۔

ابواب احرام کی قسمیں

باب قران، تمتع اور افراد سے افضل ہے اور حضور ﷺ نے حج قران فرمایا

۲۸۳٦۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو وادی عقیق میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرستادہ آیا اور کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور اعلان کر دو کہ میں نے حج کے ساتھ عمرے کا احرام بھی باندھ لیا

حجۃ﴾۔ رواہ احمد، والبخاری، وابن ماجۃ، وابوداود۔ و فی روایۃ للبخاری: ﴿وَقُلْ: عُمْرَةً وَحَجَّةً﴾۔ کذا فی "نیل الاوطار"(٤-١٩٦)، وزاد فی لفظ: یعنی ذَاالْحُلَیْفَةَ۔ (زیلعی ١-٥١٨)۔

٢٨٣٧- عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ﴿اَہِلُّوْا یَا آلَ مُحَمَّدٍ بِعُمْرَةٍ فِیْ حَجَّةٍ﴾۔ اخرجہ الطحاوی فی "معانی الآثار"۔ (زیلعی ١-٥١٨)، وابن حبان فی "صحیحہ"۔ (کنزالعمال)، واخرجہ الامام احمد بسند جید عنہا، قالہ العینی فی "العمدۃ" (٤-٥٣٧)۔

٢٨٣٨- عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِکٍ ؓ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ﴿دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِی الْحَجِّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ﴾۔ قَالَ: وَقَرَنَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ رواہ الامام احمد، واسنادہ

ہے۔(احمد، بخاری، ابن ماجہ، ابوداؤد)۔اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اعلان کردو کہ میں نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا ہے اور ایک روایت میں ذوالحلیفہ کے الفاظ بھی ہیں (کہ وہ وادی ذوالحلیفہ تھی)۔

فائدہ: حضور ﷺ کے حج کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ﷺ قارن تھے یا متمتع یا مفرد، احناف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ آپ قارن تھے۔ کیونکہ قران کے راوی زیادہ ہیں نیز قران میں ایک زیادتی کا اثبات ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور خاص کر وہ زیادتی جو متعدد طرق سے صحابہؓ کی ایک کثیر جماعت سے مروی ہو اور وہ روایات جن میں تمتع کا ذکر ہے اس سے مراد تمتع لغوی ہے یعنی اشہر حج میں عمرہ اور حج کرنا اور افراد کی روایات کے راوی (جو چار ہیں) وہ سب کے سب قران کے روایات کے بھی راوی ہیں نیز قران کی روایات تاویل کی محتمل نہیں جبکہ تمتع اور افراد کی روایات تاویل کی محتمل ہیں (مثلاً یہ کہ صحابہ کے ہاں تمتع کا لفظ قران کو بھی شامل ہے اور یہ کہ افراد کے راوی قران کے بھی راوی ہیں۔ ہکذا قال ابن تیمیہ)۔ نیز وادی عقیق (ذوالحلیفہ) میں آپ کا دونوں کو جمع کرنا اس بات کو معین کرتا ہے کہ آپ ﷺ قارن تھے۔ نیز مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حج وعمرہ کو جمع کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا تو یقیناً وہ کام جس کا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے افضل ہوگا۔

۲۸۳۷۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے آل محمد (ﷺ) حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو۔(طحاوی، ابن حبان، کنز العمال)۔امام احمد نے اسے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔(عمدۃ القاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے قران کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یقیناً حضور ﷺ نے اپنے اہل کیلئے وہی طریقہ پسند کیا ہوگا جو اپنے لئے پسند کیا ہوگا تو جب اہل بیت کیلئے قران محبوب ہے تو اپنے لئے بھی قران محبوب ہوگا۔

۲۸۳۸۔ سراقہؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت تک کے لئے عمرہ حج کے مہینوں میں کرنا جائز ہے۔سراقہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حجۃ الوداع میں قارن تھے۔(مسند احمد)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ثقات- (زاد المعاد ١-١٨٤)-

٢٨٣٩- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ﴿مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ﴾، الحديث متفق عليه- (نيل الاوطار ٤:١٨٩)-

٢٨٤٠- وَيُزَادُ فِي الْبَابِ مَا سياتي في الباب الذي بعده عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَطَافَ طَوَافَيْنِ، وَسَعَى سَعْيَيْنِ، وَحَدَّثَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ- اخرجه النسائي في مسند علي، ورواته موثقون، (دراية ٢٠٤)-

٢٨٤١- عَنْ مُجَاهِدٍ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ كَمْ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ: مَرَّتَيْنِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِعْتَمَرَ ثَلَاثًا سِوَى الَّتِي قَرَنَ بِحَجَّتِهٖ- رواه ابوداود واسناده صحيح جليل على شرط البخاري - (الجوهر النقي ١-٣٣١)-

٢٨٤٢- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَجَّ ثَلَاثَ حِجَجٍ: حَجَّتَيْنِ قَبْلَ أَنْ

۲۸۳۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ (حج کے لئے) نکلے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنا چاہے تو وہ ایسے کرے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہے وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے حج کی تینوں صورتوں کا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمرہ کرنا یا تمتع کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ وہ احادیث جن میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تمتع سے منع فرماتے تھے وہاں تمتع سے مراد فسخ الحج بالعمرة ہے۔ یا یہ کہ ان کے ہاں دو مختلف سفروں میں دونوں اعمال کرنا، ایک سفر میں دونوں اعمال کرنے سے افضل تھا اس صورت میں یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔

۲۸۴۰۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا اور دو طواف کئے اور دو سعی کی اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسے ہی کیا۔ (مسند علی، النسائی)۔ اس کے راوی توثیق کردہ ہیں۔

۲۸۴۱۔ مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ نے کتنے عمرے کیے، تو انہوں نے فرمایا دو مرتبہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے حج والے عمرے کے علاوہ تین عمرے کیے۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح جلیل ہے۔

۲۸۴۲۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے تین حج کیے، دو حج ہجرت سے قبل اور ایک حج ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا۔ (ترمذی وغیرہ)۔

يهاجر، وَحَجَّةً بَعْدَ مَا هَاجَرَ مَعَهَا عُمْرَةٌ رواه الترمذی وغیره۔

٢٨٤٣- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما، قَالَ: اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَرْبَعَ عُمَرٍ: عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَّةِ، والثَّانِيَةُ حِيْنَ تَوَاطَئُوْا عَلٰى عُمْرَةٍ مِنْ قَابِلٍ، وَالثَّالِثَةُ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ، وَالرَّابِعَةُ الَّتِىْ قَرَنَهَا مَعَ حَجَّتِهٖ۔ رواه ابوداود۔ ذكر الاحاديث الثلاث الحافظ ابن القيم فی "زاد المعاد" (١-١٨٣) وحكم لها بالصحة۔

٢٨٤٤- عن بكر بن عبدالله المزنی، عَنْ اَنَسٍ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ يُلَبِّى بالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيْعًا۔ قَالَ بَكْرٌ: فَحَدَّثْتُ بِذَالِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: لَبّٰى بِالْحَجِّ وَحْدَهٗ۔ فَلَقِيْتُ انسا فَحَدَّثْتُهٗ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ اَنَسٌ: مَا يَعُدُّوْنَنَا اِلَّا صِبْيَانًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لبيك عُمْرَةً وَحَجًّا۔ اخرجه الشيخان۔ (زاد المعاد١-١٨٥)۔

تابع بكرا عن انس ﷺ فی قوله: اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا ابوقلابة عندالشيخين، ويحيى بن ابی اسحاق، وعبدالعزيزبن صهيب، وحميد عند مسلم، ويحيى بن سعيد الانصاری عند ابی يوسف القاضی۔ وابو اسماء، والحسن البصری عندالنسائی۔ وزيد بن اسلم

٢٨٤٣۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چار عمرے کیے۔ ایک حدیبیہ کا عمرہ (یعنی ہجرت کے چھٹے سال میں) دوسرا وہ عمرہ جو آپ ﷺ نے حدیبیہ سے اگلے سال صلح کر کے کیا (جس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں یعنی ہجرت کے ساتویں سال میں) اور تیسرا وہ عمرہ جو جعرانہ سے کیا (آٹھویں سال میں) اور چوتھا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ کیا (دسویں سال میں)۔ (ابوداود)۔ ابن القیم نے زادالمعاد میں (مذکورہ بالا) تینوں حدیثوں کو ذکر کر کے ان پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

فائدہ: ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا یعنی آپ قارن تھے۔

٢٨٤٤۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا، بکر راوی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابن عمرؓ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا پھر میں انسؓ سے ملا اور ان کو ابن عمرؓ کی بات بتائی تو انسؓ نے فرمایا کہ یہ اگرچہ ہمیں بچہ سمجھتے ہیں لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ لبيك عمرة وحجا، اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ (زادالمعاد)۔

مصنف فرماتے ہیں کہ سولہ ثقہ راوی حضرت انسؓ سے یہ بات نقل کرنے میں بکر کی متابعت کرتے ہیں اور متفق ہیں کہ حضور ﷺ قارن تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ابوقلابہ، یحیی بن ابی اسحاق، عبدالعزیز بن صہیب، حمید، یحیی بن سعید انصاری، ابواسماء، حسن بصری، زید بن اسلم مولی عمرؓ، سلیمان تیمی، ابوقدامہ، مصعب بن سلیم، ثابت بنانی، ابوقزعہ اور قتادہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چار عمرے کیے ان کو ذکر کیا اور کہا کہ ایک وہ عمرہ ہے جو حج کے ساتھ کیا۔

مولی عمر بن الخطاب، وسليمان التيمي، وابو قدامة عند البزار۔ ومصعب بن سليم، و ثابت البناني عند وكيع۔ وابو قزعة عندالخشني وقتادة عن انس عند البخاري: اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَرْبَعَ عُمَرٍ، فَذَكَرَهَا، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهٖ۔ وعن ابي قلابة وحميد بن هلال مثله عند عبدالرزاق، فهؤلاء ستة عشر نفسا من الثقات، كلهم متفقون عن انس ان لفظ النبي ﷺ كان اهلالا بحج وعمرة معا، قاله الحافظ ابن القيم في "زاد المعاد" (۱۸٦:۱)۔

۲۸٤۵- عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، اَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ﴿اِنِّي لَبَّدْتُ رَاْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا اَحِلُّ حَتّٰى اَنْحَرَ﴾۔ رواه البخاري (۳-۲۷۸ مع "الفتح")۔ ووقع في رواية عبيدالله بن عمر عند الشيخين: ﴿فَلَا اَحِلُّ مِنَ الْحَجِّ﴾۔ كذا في "فتح الباري" (۳-۲۷۵)۔

۲۸٤٦- ولفظ احمد عَنْ اَنَسٍ ﷺ: ﴿وَلٰكِنْ سُقْتُ الْهَدْيَ، وَقَرَنْتُ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ﴾۔ (نيل الاوطار ٤:۱۹٦)۔

۲۸٤۷- ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ طَاوُسٍ، اَنَّهٗ قَالَ: لَوْ حَجَجْتُ اَلْفَ حَجَّةٍ لَمْ اَدَعْ اَنْ

۲۸۴۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا، یارسول اللہ یہ کیابات ہے کہ لوگوں نے تو عمرہ کرکے احرام کھول دیا اور آپ ﷺ نے عمرہ کرکے احرام نہیں کھولا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے سر کے بالوں کو جمایا ہے اور میں نے اپنی ہدی کو قلادہ پہنایا ہے تو میں ذبح کرنے تک احرام نہیں کھول سکتا۔ (بخاری) اور شیخین کی ایک روایت میں ہے کہ میں حج سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔

۲۸۴۶۔ احمد، انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن چونکہ میں اپنے ساتھ ہدی لایا ہوں اور میں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قارن تھے۔ نیز قران کی روایات میں ثقہ صحابہؓ ایک زائد چیز کو ثابت کررہے ہیں اور مثبت نافی سے راجح ہوتی ہے اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہوتی ہے۔

۲۸۴۷۔ ابوحنیفہؒ، حماد کے واسطے سے طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ طاؤس نے فرمایا کہ اگر میں ہزار حج کروں تو میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یعنی ہر مرتبہ حج قران کروں گا)۔ اس لیے کہ ہم اسے حج اکبر کہتے ہیں اور ہمارے خیال میں جو حاجی قران نہ کرے اس کا حج کامل نہیں۔ (کتاب الآثار محمد وجامع مسانید الامام)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج قران تابعین کے زمانہ میں بھی تمتع اور افراد سے افضل مشہور تھا جو قران کی افضلیت پر واضح دلیل ہے۔

القِرَنِ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، حَتّٰى إِنَّا لَنَدْعُوهُ الْحَجَّ الْأَكْبَرَ، وَنَرٰى أَنَّ حَجَّ مَنْ لَمْ يَقْرِنْ لَيْسَ بِكَامِلٍ- اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۰)، و"جامع مسانید الامام" (۱-۵۱۷)۔

بَابُ إِفْرَادِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِإِنْشَاءِ السَّفَرِ لَهُمَا عَلٰى حِدَةٍ أَفْضَلُ مِنَ الْقِرَانِ وَالتَّمَتُّعِ وَأَمَّا فَسْخُ الْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ فَكَانَ خَاصًّا بِأَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

۲۸۴۸- عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتْعَةِ، وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهٰى عَنْهَا، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ: عَلٰى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثُ، تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ: إِنَّ اللهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُوْلِهِ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ، وَإِنَّ الْقُرْاٰنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهُ، فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ، وَأَبِتُّوا نِكَاحَ هٰذِهِ النِّسَاءِ، فَلَنْ أُوتٰى بِرَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً إِلٰى أَجَلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ- وَفِي رِوَايَةٍ: فَافْصِلُوا حَجَّكُمْ مِنْ عُمْرَتِكُمْ، فَإِنَّهُ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ،

باب الگ الگ سفر کے ساتھ حج اور عمرہ کرنا قران وتمتع سے افضل ہے اور حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ فسخ کرنا حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ (اسی سال کے لئے) خاص تھا

۲۸۴۸۔ ابونضرۃ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ فسخ الحج بالعمرۃ کا حکم فرماتے تھے اور ابن زبیرؓ اس سے منع فرماتے تھے، ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ اختلاف جابر بن عبداللہؓ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث تو میرے ہاتھوں پھیلی ہے۔(جابرؓ فرمانے لگے) ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ فسخ کیا (یعنی حج کا احرام باندھ کر آئے تھے لیکن پھر عمرہ یعنی طواف وسعی کر کے یعنی عمرہ کر کے احرام کھولدیا)۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کے لئے جس سبب سے بھی چاہتا اور جو چاہتا حلال کر دیتا تھا۔ اور بے شک قرآن کے تمام احکام اپنی اپنی جگہ پر اترے ہیں۔ لہذا تم حج اور عمرہ کو اسی طرح پورا کرو جس طرح اللہ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔ اور ان عورتوں کے نکاح کو قطعی اور دائمی کرو (یعنی جن سے تم نے معینہ مدت تک کے لئے نکاح کیا ہے جسے متعہ کہتے ہیں۔ اسے دائمی نکاح بنالو)۔ اب اگر کوئی میرے پاس نکاح متعہ کے ساتھ آیا تو میں اسے ضرور رجم کروں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے حج کو اپنے عمرہ سے جدا کرو اس لئے کہ اس سے تمہارا حج بھی پورا ہوگا اور تمہارا عمرہ بھی پورا ہوگا۔ (مسلم)۔

فائدہ: حج کے مسائل میں متعہ یا تمتع کے دو معنی ہیں۔ (۱) تمتع معروف یعنی عمرہ کا احرام باندھ کر اشھرِ حج میں عمرہ کرنا پھر اسی سال حج کرنا یہ بالاتفاق جائز ہے اور قرآن کی آیت ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ سے علماء کے نزدیک بالاتفاق

وَاَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ- رواه مسلم (۳-۳۵۸)-

۲۸۴۹- عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ،اَنَّهٗ قَالَ: اِنْ اَتَمَّ لِحَجِّكُمْ وَعُمْرَتِكُمْ اَنْ تُنْشِئُوْا لِكُلِّ مِنْهُمَا سَفَرًا- وعن ابن مسعود نحوه، اخرجه ابن ابی شيبة وغيره- (فتح الباری ۳-۲۷۶)- قلت

یہی تمتع معروف مراد ہے۔ حضرت عمرؓ بھی تمتع معروف کے جواز کے قائل تھے (اور حضرت عمرؓ اس کے عدم جواز کے قائل کیونکر ہو سکتے تھے جبکہ یہ تمتع معروف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہے) ایک حدیث میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں دوبارہ حج کروں گا تو تمتع کروں گا۔ (سنن اثرم۔ مصنف عبدالرزاق۔ زادالمعاد)۔ (۲) تمتع بمعنی فسخ الحج بالعمرة یعنی حج کے احرام کو عمرہ کے اعمال پر کھول دینا اور پھر دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج کرنا، مذکورہ بالا حدیث میں مختلف فیہ صورت بھی یہی فسخ الحج بالعمرة ہے اور حضرت عمرؓ نے اسی صورت سے منع فرمایا تھا اور آپؓ کا قول ''ان اللہ کان یحل لرسوله ما شاء بما شاء '' (کہ اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کرتے ہیں) اس پر واضح قرینہ ہے کہ آپ فسخ الحج بالعمرة سے منع کرتے۔ یہ جمہور علماء کے نزدیک اب جائز نہیں اور صرف حضور ﷺ کے حجۃ الوداع والے سال ایک مصلحت کے پیش نظر جائز کیا گیا تھا جیسا کہ آنے والی احادیث اس پر دال ہیں۔ اور وہ مصلحت یہ تھی کہ مشرکین و کفار اشہر حج میں عمرہ کرنے کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا ان کے اس غلط عقیدے کو ختم کرنے کے لئے وقتی تقاضے کے تحت فسخ الحج بالعمرة کی اجازت دی گئی۔ اب یہ صورت جائز نہیں سوائے ابن عباسؓ کے اور ان کے بعد ابن القیم نے اس کے وجوب پر زور دیا ہے۔ حالانکہ ابن عباسؓ اس کے محض جواز کے قائل ہیں نہ کہ وجوب کے۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ (عمرؓ کے حضور ﷺ اور اسلام سے تعلق اور محبت کو دیکھتے ہوئے) حضرت عمرؓ نے فسخ الحج بالعمرة کو اپنی رائے سے ختم نہیں فرمایا۔ اگر انہوں نے اپنی رائے سے ختم کرنا ہوتا تو وہ یقیناً رمل کو بھی ختم کرتے۔ یقیناً حضرت عمرؓ کے پاس ضرور کوئی دلیل ہوگی۔

بہرحال بے شمار احادیث (جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں) سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فسخ الحج بالعمرة صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ اور خصوصیات بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتیں۔ لہٰذا ابوذرؓ کا خاص کہنا اور عمرؓ کا منع فرمانا یقیناً سماع پر محمول ہوگا۔ اور اگر فسخ الحج بالعمرة کے بارے میں ابوذرؓ و عمرؓ کے اقوال کو رائے پر محمول کریں تو متعۃ النساء کے بارے میں بھی ان کے قول کو رائے پر محمول کرنا پڑے گا کیونکہ ابن عباسؓ دونوں متعوں کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن متعۃ النساء کے جواز کا صرف شیعہ گروہ (فرقہ باطلہ) ہی قائل ہے۔ تو جس طرح متعۃ النساء کے بارے میں ان کا قول سماع پر یقیناً محمول ہے تو اسی طرح فسخ الحج بالعمرة کے بارے میں بھی ان کا قول (یقیناً) سماع پر محمول کرنا چاہیے۔

۲۸۴۹۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے حج اور عمرہ کا کمال یہ ہے کہ تم ہر ایک کے لئے الگ الگ سفر کرو۔ اور ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ حافظ ابن حجر نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ حضرت عمرؓ سے ثابت ہے۔

وقد صرح الحافظ بکونه ثابتا عن عمر رضی اللہ عنہ۔

۲۸۵۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي عُمْرَتِهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: ﴿اِنَّمَا اَجْرُكِ فِي عُمْرَتِكِ عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ﴾۔ اخرجه الشيخان۔ و في لفظ للبخاري: ﴿عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ﴾ وللحاكم: ﴿عَلٰى قَدْرِ نَصَبِكِ وَ نَفَقَتِكِ﴾۔ (فتح الباري ۳-۳۹۶)۔

۲۸۵۱- عَنْ سُلَيْمِ بْنِ الْاَسْوَدِ: اَنَّ اَبَاذَرٍّ كَانَ يَقُوْلُ فِيْمَنْ حَجَّ ثُمَّ فَسَخَهَا بِعُمْرَةٍ: لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِلَّا لِلرَّكْبِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رواه ابوداود۔

۲۸۵۲- ولمسلم والنسائي وابن ماجة عن ابراهيم التيمي، عن ابيه، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ، قال: كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاصَّةً۔ (نيل الاوطار ۴-۲۱۴)۔

۲۸۵۳- عن ربيعة بن ابي عبدالرحمن، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: ﴿لَنَا خَاصَّةً﴾۔ رواه الخمسة الا

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنا افضل ہے۔

۲۸۵۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنے ہی عمرہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تیرے عمرہ کا ثواب تیرے خرچ کی بقدر ہے (بخاری و مسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ تیرے عمرے کا ثواب تیرے خرچ اور مشقت کے بقدر ہے۔ اور حاکم میں ہے کہ تیرے عمرہ میں تیرا ثواب تیری مشقت اور خرچہ کے بقدر ہے۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: (۱) ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنا حج قران اور حج تمتع سے افضل ہے کیونکہ الگ الگ سفر میں خرچ اور مشقت زیادہ ہے۔ (۲) لیکن یاد رکھیں کہ خرچہ اور مشقت کی زیادتی کی وجہ سے ثواب کا زیادہ ہونا مطرد نہیں کیونکہ بعض اوقات عبادت مشقت والی عبادت پر ثواب زیادہ رکھتی ہے (مثلاً) کسی مکان یا زمان کی نسبت کی وجہ سے مثلاً لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ یا جیسے دو رکعت نماز مسجد حرام میں دوسری جگہ کی درجنوں نمازوں سے بہتر ہے۔

۲۸۵۱۔ سلیم بن الاسود سے مروی ہے کہ حضرت ابوذرؓ فسخ الحج بالعمرۃ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ صرف حضور ﷺ کے ساتھ حج میں شریک لوگوں کے لئے خاص تھا۔ (ابوداؤد)۔

۲۸۵۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابوذرؓ نے فرمایا کہ فسخ الحج بالعمرۃ اصحاب محمد کے لئے خاص تھا۔ (مسلم، ابن ماجہ، نسائی)۔

فائدہ: اس بارے میں حضرت ابوذرؓ سے روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ فسخ الحج بالعمرۃ صرف اسی سال میں صحابہ کے لئے خاص تھا۔

الترمذی، وقال الحافظ: الحارث بن بلال من ثقات التابعین اھ۔ (نیل الاوطار ٤-٢١٤)۔

٢٨٥٤- عن ابراھیم التیمی، عن ابیه، قال: قَالَ اَبُوْذَرٍّ: لَا تَصْلُحُ الْمُتْعَتَانِ اِلَّا لَنَا خَاصَّةً، يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ، وَمُتْعَةَ الْحَجِّ۔ رواہ مسلم (٣-٣٨٠ مع شرحه "اكمال المعلم")۔

٢٨٥٥- عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، فَاَتَاهُ آتٍ فَقَالَ: اِبْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ اِخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ، فَقَالَ جَابِرٌ: فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَلَمْ نُعِدْ لَهُمَا۔ رواہ مسلم (٣:٣٩٧)۔

٢٨٥٦- وعنه، عن ابیه، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ فِيْ مُتْعَةِ الْحَجِّ: لَيْسَتْ لَكُمْ، وَلَسْتُمْ مِنْهَا فِيْ شَيْءٍ، اِنَّمَا كَانَتْ رُخْصَةً لَنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رواہ النسائی بسند صحیح۔ (زاد المعاد ١-٢١٣)۔

٢٨٥٧- وَعَنْهُ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: سُئِلَ عُثْمَانُ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ: كَانَتْ لَنَا لَيْسَتْ لَكُمْ۔ رواہ ابوداود بسند صحیح۔ (زاد المعاد ١-٢١٣)۔

۲۸۵۳۔ حارث بن بلال فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا **فسخ الحج بالعمرة** ہمارے لئے خاص ہے یا کہ تمام (قیامت تک آنے والے) لوگوں کے لئے اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف ہمارے لئے خاص ہے۔ (رواہ الخمسہ الا الترمذی)۔

فائدہ: اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور نسائی نے حارث بن بلال پر سکوت کیا ہے اور حافظ صاحب نے اس کو ثقہ تابعی کہا ہے۔ لیکن خدا ناس کرے ضد کا کہ ابن قیمؒ اس حدیث کو نہ ماننے پر مصر ہیں۔ لیکن غیر مقلدین کو اب یہاں سانپ سونگھ گیا ہے کہ وہ ابن قیم پر کچھ تبصرہ نہیں کرتے۔

۲۸۵۴۔ ابراہیم تیمی اپنے باپ کے واسطے سے فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ نے فرمایا کہ دو متعے (یعنی فسخ الحج بالعمرة اور متعة النساء) صرف ہمارے لئے خاص تھے۔ (مسلم)

۲۸۵۵۔ ابونضرة فرماتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہؓ کے پاس تھا کہ کسی نے آ کر کہا کہ ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ دونوں متعوں (فسخ الحج بالعمرة اور متعة النساء) کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اس پر جابرؓ نے فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں انہیں کرتے تھے پھر ہمیں ان دونوں سے حضرت عمرؓ نے منع کر دیا تو ہم نے دوبارہ انہیں نہیں کیا۔ (مسلم)

۲۸۵۶۔ ابونضرة اپنے باپ کے واسطے سے ابوذرؓ سے فسخ الحج بالعمرة کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں اور نہ ہی تمہارا اس سے کوئی واسطہ ہے۔ یہ تو صرف اصحاب محمد کے لئے جائز ہوا تھا۔ (نسائی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۸۵۸- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نَوْفَلٍ: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ لَهُ: سَلْ لِیْ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ عَنْ رَجُلٍ اَهَلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ اَیَحِلُّ اَمْ لَا؟ قَالَ: فَسَاَلْتُهُ؟ فَقَالَ: لَا یَحِلُّ مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اِلَّا بِالْحَجِّ، فذکر الحدیث وَفِیْهِ: قَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَاَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَةُ اَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَاَبِهٖ حِیْنَ قَدِمَ مَکَّةَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَکْرٍ، فَکَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ لَمْ تَکُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ عُمَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ، ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ، فَرَاَیْتُهٗ اَوَّلُ شَیْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ لَمْ تَکُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ مُعَاوِیَةُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِی الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَکَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ لَمْ تَکُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ رَاَیْتُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ، ثُمَّ لَمْ تَکُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَاَیْتُ فَعَلَ ذٰلِکَ ابْنُ عُمَرَ، ثُمَّ لَمْ یَنْقُضْهَا بِعُمْرَةٍ۔ فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ اَفَلَا یَسْاَلُوْنَهٗ؟ وَلَا اَحَدٌ مِمَّنْ مَضٰی مَا کَانُوْا یَبْدَاُوْنَ بِشَیْءٍ حِیْنَ یَضَعُوْنَ اَقْدَامَهُمْ اَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ لَا یَحِلُّوْنَ، وَقَدْ رَاَیْتُ اُمِّیْ

۲۸۵۷۔ ابونضرۃ اپنے باپ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ سے فسخ الحج بالعمرۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے لئے خاص تھا۔ تمہارے لئے جائز نہیں۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ فسخ الحج بالعمرۃ صحابہ کے لئے خاص تھا اب اس کی اجازت نہیں۔

۲۸۵۸۔ محمد بن نوفل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی عراق سے آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں عروہ بن الزبیر سے یہ مسئلہ پوچھیں کہ اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر آئے تو کیا وہ طواف وسعی کر کے (یعنی صرف عمرہ کے اعمال کر کے) احرام کھول سکتا ہے؟ تو عروۃ بن زبیر نے فرمایا کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ صرف حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے (یعنی عمرہ کر کے احرام نہیں کھول سکتا۔ یعنی فسخ الحج بالعمرۃ جائز نہیں) پھر اس کے بعد محمد بن نوفل نے لمبی حدیث ذکر کی اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے مجھے اطلاع دی کہ حضور ﷺ نے مکہ میں آ کر سب سے پہلے وضو کر کے طواف کیا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ لیکن انہوں نے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں نہیں بدلا تھا۔ پھر ان کے بعد عمرؓ نے بھی ایسے ہی کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے حج کیا تو انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ فسخ نہیں کیا تھا۔ پھر اس کے بعد معاویہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے ابوالزبیر بن العوامؓ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ لیکن حج کو عمرہ کے ساتھ فسخ نہیں کیا۔ پھر مہاجرینؓ وانصارؓ کو بھی ایسے ہی کرتے دیکھا (یعنی حج کو عمرہ سے فسخ نہیں کیا)۔ وہ آخری شخص جس کو میں نے یہ کرتے (یعنی حج کا احرام باندھ کر طواف کرتے) دیکھا وہ ابن عمرؓ تھے۔ لیکن انہوں نے بھی حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ ختم نہیں کیا۔ اور ابن عمرؓ تمہارے پاس موجود ہیں تم ان سے پوچھ کیوں نہیں لیتے۔ تمام گذشتہ صحابہؓ حج کا احرام باندھ کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے لیکن احرام نہیں کھولتے تھے۔ اور میں نے اپنی والدہ اور خالہ کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر مکہ آئیں تو انہوں نے سب سے پہلے بیت

وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدَآنِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، تَطُوفَانِ بِهِ، ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ۔ رواه مسلم فی "صحیحه"۔ (زاد المعاد) واللفظ له والبخاری۔ (۱-۲۱۶)۔

۲۸۵۹ - عَنْ وَبْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسَةً عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيَصْلُحُ لِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الْمَوْقِفَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: لَا تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَأْتِيَ الْمَوْقِفَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَقَدْ حَجَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ الْمَوْقِفَ، فَبِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ تَأْخُذَ، أَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا؟ رواه مسلم فی "صحیحه" (۳۸۶:۳ مع شرحه)۔

بَابٌ يَطُوفُ الْقَارِنُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعْيَيْنِ

۲۸۶۰ - عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه : أَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَطَافَ طَوَافَيْنِ، وَسَعَى سَعْيَيْنِ وَحَدَّثَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ۔ اخرجه النسائی فی مسند علی، ورواته ثقون۔

اللہ کا طواف کیا لیکن انہوں نے احرام نہیں کھولا۔ (مسلم، بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث میں حج کی پوری تاریخ بیان کردی گئی ہے کہ کسی صحابی نے بھی فسخ الحج بالعمرۃ پر عمل نہیں کیا۔ کم از کم بیان جواز کے لئے تو کسی کو عمل کرنا چاہیے تھا۔ لیکن عمل نہ کرنا عدم جواز پر دلالت کرتا ہے۔ اور عروہ کا اتنے کثیر صحابہؓ اور خلفاء کے عمل کو پیش کرنا اجماع کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۲۸۵۹۔ وبرۃ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ کیا میں موقف (عرفات کے میدان میں) جانے سے قبل طواف کر سکتا ہوں۔ تو آپؓ نے فرمایا ہاں۔ اس پر اس نے کہا کہ ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں کہ عرفات میں آنے سے قبل طواف نہ کر۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے تو موقف میں آنے سے قبل طواف کیا تھا۔ اگر تو سچا ہے تو بتا کہ حضور ﷺ کا فرمان زیادہ قابل عمل ہے یا ابن عباسؓ کا قول؟ (مسلم)۔

فائدہ: ابن عباسؓ نے اس لئے روکا کہ طواف کرنے سے محرم حلال ہو جاتا ہے خواہ حاجی ہو یا غیر حاجی (عمرہ کرنے والا) یعنی ان کے نزدیک محرم کو اختیار ہے کہ خواہ وہ طواف کر کے حلال ہو جائے (یعنی فسخ الحج بالعمرۃ کر لے) یا موقف سے قبل طواف نہ کر کے محرم باقی رہے۔ بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی فسخ الحج بالعمرۃ جائز ہے۔ حالانکہ اس پر بھی ابن عمرؓ نے رد فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ابن قیم فسخ الحج بالعمرۃ کے وجوب پر بضد ہیں۔ واللہ ھو الھادی۔

باب قارن دو طواف اور دو سعی کرے

۲۸۶۰۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپؓ نے حج قران کیا اور دو طواف اور دو سعی کیں اور یہ بھی بیان کیا کہ حضور ﷺ نے ایسے کیا تھا۔ (نسائی فی مسند علی)۔ اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں۔

۲۸۶۱ - عن حماد بن عبدالرحمن الانصاری، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ، قَالَ: طُفْتُ مَعَ اَبِیْ وَقَدْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَطَافَ لَهُمَا طَوَافَیْنِ، وَسَعٰی لَهُمَا سَعْیَیْنِ، وَحَدَّثَنِیْ: اَنَّ عَلِیًّا رضی الله عنه فَعَلَ ذَاکَ، وَحَدَّثَهٗ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِکَ۔ اخرجه النسائی فی سننه الکبری"، و سنده حسن۔ (فتح القدیر ۲-۴۱۵)۔

۲۸۶۲ - اخبرنا ابو حنیفة، ثنا منصور بن المعتمر، عن ابراهیم النخعی، عن ابی نصر السلمی، عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی الله عنه، قَالَ: اِذَا اَهْلَلْتَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطُفْ لَهُمَا طَوَافَیْنِ، وَاسْعَ لَهُمَا سَعْیَیْنِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ قَالَ مَنْصُوْرٌ: فَلَقِیْتُ مُجَاهِدًا وَهُوَ یُفْتِیْ بِطَوَافٍ وَاحِدٍ لِمَنْ قَرَنَ، فَحَدَّثْتُهٗ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ، فَقَالَ: لَوْ کُنْتُ سَمِعْتُهٗ لَمْ اُفْتِ اِلَّا بِطَوَافَیْنِ، وَاَمَّا بَعْدَهٗ فَلَا اُفْتِیْ اِلَّا بِهِمَا۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۰)۔ و فی "فتح القدیر" (۲:۴۱۶): لا شبهة فی هذا السند اهـ۔ وقد رواه الدارقطنی فی "سننه" ایضا، وقد احتج به مجاهد، وترک به قوله الاول، وهو امام مجتهد، فاخذه به تصحیح له کما اصلناه فی المقدمة فلتراجع،

۲۸۶۱۔ ابراہیم بن محمد بن الحنفیۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا جبکہ آپ کا حج قران تھا۔ آپ نے دو طواف اور دو سعی کیں۔ اور والد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے ایسے ہی کیا تھا۔ اور ان سے حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔ (سنن کبری للنسائی) اس کی سند حسن ہے۔ (فتح القدیر)۔

۲۸۶۲۔ علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جب تو حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے (یعنی قارن ہو) تو ان دونوں (حج و عمرہ) کے لئے دو طواف اور دو سعی کر۔ منصور راوی کہتے ہیں کہ پھر میں مجاہدؒ سے ملا جو قارن کے لئے ایک طواف کا فتویٰ دیتے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا اگر میں نے یہ حدیث پہلے سنی ہوتی تو دو طوافوں کا ہی فتویٰ دیتا۔ آج کے بعد میں دو طوافوں کا ہی فتویٰ دوں گا۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ فتح القدیر میں ہے کہ اس کی سند میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ دارقطنی نے بھی اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ مجاہد نے اس کو حجت بناتے ہوئے اپنے پہلے قول (ایک طواف و ایک سعی) کو ترک فرمادیا اور مجاہد امامِ مجتہد ہیں اور امام مجتہد کا اس کو حجت بنانا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ابو عمر تمہید میں ابونصر عن علیؓ کی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اعمش نے ابراہیم اور مالک بن حارث سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن اذینۃ سے روایت کیا ہے اور یہ سند عمدہ ہے (جوہر نقی)۔ میں کہتا ہوں کہ طحاوی نے بھی اعمش والی سند کی معانی الآثار (۱-۴۰۶) میں تخریج کی ہے اور وہ بھی عمدہ سند ہے۔

وابونصر السلمی ذکرہ ابن خلفون فی الثقات، کما فی "تعجیل المنفعة" (٥٢٣)۔ وذکر ابو عمر فی "التمهید" حدیث ابی نصر عن علی، ثم قال: وروی الاعمش هذاالحدیث عن ابراهیم، ومالك بن الحارث عن عبدالرحمن بن اذینة، قال: سالت علیا فذکرہ، وهذا اسناد جید۔ (الجوهر النقی ١:٣٤٢)۔ قلت: وقد اخرج الطحاوی سند الاعمش فی "معانی الآثار" له وهو سند جید(١:٤٠٦)۔

٢٨٦٣- ثنا هشیم، عن منصور بن زاذان، عن الحکم، عَنْ زِیَادِبْنِ مَالِكٍ: اَنَّ عَلِیًّا وَابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: اَلْقَارِنُ یَطُوْفُ طَوَافَیْنِ۔ اخرجه ابن ابی شیبة، و سعید بن منصور، ورجال هذاالسند ثقات، و زیاده بن مالك ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ (الجوهر النقی ١:٣٤٢)۔ قلت: والحدیث ذکرہ الزیلعی فی "نصب الرایة" (١:٥٢٥): والحافظ فی الدرایة(٢٠٤) فزاد و یسعی سعیین اھ و فی معانی الآثار(١-٤٠٦)بطریق سعید بن منصور بسنده قالا: اَلْقَارِنُ یَطُوْفُ طَوَافَیْنِ، وَ یَسْعٰی سَعْیَیْنِ۔

٢٨٦٤- عن حماد بن سلمة، عن حماد بن ابی سلیمان، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیْ: اَنَّ الصُّبِیَّ بْنَ مَعْبَدٍ قَرَنَ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافَیْنِ، وَسَعٰی سَعْیَیْنِ، وَلَمْ یَحِلَّ بَیْنَهُمَا وَاَهْدٰی۔ وَاَخْرَجَهُ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: هُدِیْتَ لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ ﷺ۔ رواه ابن حزم فی "المحلی"۔ (الجوهر النقی ١-٣٤٣)۔ والاسناد المذکور حسن کما لا یخفی۔

فائدہ: امام محمد مجتہد کا اس سے استدلال کرنا بھی اس کی صحت کی دلیل ہے اور عبدالرحمٰن بن اذینۃ کا تابع بھی موجود ہے۔

۲۸۶۳۔ زیاد بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ قارن دو طواف کرے (مصنف ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور) اس سند کے راوی ثقہ ہیں اور زیاد بن مالک کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (جوہر نقی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث نصب الرایہ (ج ۱: صفحہ ۵۲۵) اور درایہ (صفحہ ۲۰۴) میں بھی ہے۔ اور انہوں نے یہ الفاظ زیادہ ذکر کیے ہیں کہ دو سعی بھی کرے۔ اور شرح معانی الآثار میں سعید بن منصور کے طریق میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

۲۸۶۴۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ صبی بن معبد نے حج قران کیا اور ان کے لئے دو طواف اور دو سعی کیں، ان دونوں طوافوں کے درمیان آپ نے احرام نہیں کھولا۔ اور آپ اپنے ساتھ قربانی کا جانور بھی لائے تھے۔ جب یہ بات عمر بن خطابؓ سے کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے نبی کی سنت کی ہدایت کی گئی ہے (یعنی تو نے سنت پر عمل کیا ہے)۔ اسے ابن حزم نے محلی میں بیان کیا ہے (الجوہر

والمحدث لا يسقط من اول الاسناد الا من لا حاجة الى ذكره، ولم يعله ابن التركمانى الا بما فيه من ارسال النخعى، فانه لم يدرك عمر ولا الصبى، ثم اجاب بما حاصله ان مراسيل النخعى عندهما صحاح اهـ- والحديث اخرجه ابو حنيفة الامام فى "مسنده" (۱۲۱، ۱۲۲): عن حماد بن ابى سليمان هكذا واطول منه- (فتح القدير۲: ٤۱٥)-

۲۸٦٥- ثنا ابو محمد بن صاعد، ثنا محمد بن يحيى الازدى، ثنا عبدالله بن داود، عن شعبة، عن حميد بن هلال، عن مطرف، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ طَوَافَيْنِ، وَسَعَى سَعْيَيْنِ- اخرجه الدارقطنى فى "سننه"، ثم قال: ان محمد بن يحيى حدث بهذا من حفظه، فوهم فى متنه، والصواب بهذاالاسناد انه عليه السلام قرن الحج والعمرة،وليس فيه ذكر الطواف والسعى، وقد حدث به محمد بن يحيى على الصواب مرارا، يقال: انه رجع عن ذكر الطواف والسعى، قال ابن التركمانى: قوله: "حدث به من حفظه فوهم" لم ينسبه الى احد ممن يعتمد عليه، وكذا قوله: ويقال: انه رجع عنه- والظاهر ان المراد انه سكت عنه، واذا ذكر هذه الزيادة مرة و سكت عنها مرة لعذر لا تترك الزيادة، ولو كان فى الحديث علة اخرى غير هذا لذكره الدارقطنى ظاهرا اهـ- (الجوهر النقى ۱: ۳٤۳)- و قال ابن الهمام: ومحمد بن يحيى هذا قال الدارقطنى: ثقة، وذكره ابن حبان فى كتاب الثقات، والحاصل انه ثقة، ثبت عنه انه ذكر زيادة على غيره، والزيادة من الثقة مقبولة اهـ- (فتح القدير۲: ٤۱٦)-

۲۸٦٦- ثنا حفص بن غياث، عن حجاج، عن الحكم، عن عمرو، عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِذَا قَرَنْتَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَطُفْ طَوَافَيْنِ، وَاسْعَ سَعْيَيْنِ- اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"- (نصب الراية۱: ٥۲٥)- و فيه الحجاج بن ارطاة متكلم

(نخعی)۔اس کی سند حسن ہے اور مراسیل ابراہیم نخعی صحیح ہیں۔اور یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی مسند میں بیان کی ہے۔

۲۸٦٥۔ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دوطواف اور دوسعی کیں (سنن دارقطنی)۔محمد بن یحیی کو دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے (فتح القدیر)

۲۸٦٦۔ حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ جب تو حج قران کرے تو دوطواف اور دوسعی کر (مصنف ابن ابی شیبہ)۔حجاج بن ارطاۃ حسن الحدیث ہیں اور باقی راوی ثقہ ہیں اور اس اثر کو حافظ نے درایۃ میں ذکر کرکے اس پر سکوت کیا ہے۔(لہٰذا یہ اثر کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قارن کو دوطواف اور دوسعی کرنی چاہیے نیز ثقہ راویوں کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے دو طواف کیے ہیں یہ اثبات زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے، نیز مثبت نافی سے راجح ہوتی ہے اور جن راویوں نے ایک طواف کا ذکر کیا

فيه، وهو حسن الحديث كما مر غير مرة، والباقون ثقات معروفون، والاثر ذكره الحافظ في "الدراية" و سكت عنه (٢٠٤)۔

بَابُ اِخْتِصَاصِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ بِمَنْ كَانَ خَارِجَ الْمَوَاقِيْتِ وَوُجُوْبِ الْهَدْيِ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ وَالْقَارِنِ

٢٨٦٧- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ: اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَاَهْلَلْنَا، اِلٰى اَنْ قَالَ بَعْدَ ذِكْرِ التَّمَتُّعِ

ہے ممکن ہے کہ انہوں نے دوسرا طواف کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔ لیکن عدم رؤیت عدم طواف کو مستلزم نہیں۔ باقی دخلت العمرة في الحج والی دلیل کئی معانی کی محتمل ہے جو غیر صریح ہونے کی وجہ سے مذکورہ بالا صریح دلائل کی معارض نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت عائشہؓ بھی قارن نہیں تھیں کیونکہ حدیث بخاری میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے حیض آجانے پر فرمایا کہ "دعی عمرتک" کہ اپنا عمرہ چھوڑ دو۔ اور حج کا احرام باندھ لو۔ پھر بعد میں آپؓ نے تنعیم سے عمرۂ قضاء ادا فرمایا، اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ اگر آپ قارن یا متمتع (اصطلاحی) ہوتیں تو آپ پر یقیناً بالاتفاق آیت قرآنی ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ کی وجہ سے اور امت کے اجماع کی وجہ سے ہدی واجب ہوتی۔ لیکن بخاری میں صراحت ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں کہ مجھ پر کوئی ہدی، صدقہ واجب نہ ہوا، اور یہی حق ہے اور اس سے تمام اختلافی روایات جمع ہوجاتی ہیں اور ان میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ نیز مسلم میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؓ روتی ہوئیں حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا تو حضرت عائشہ نے کہا کہ "منعت العمرة" کہ آپ نے عمرہ سے روک دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا پھر آپ ﷺ نے فرمایا "فکوني في حجک فعسى الله ان يرزقكيها" کہ آپؓ اب اپنے حج میں ہوجائیں اور شاید اللہ تجھے عمرہ بھی عنایت کردے۔ یہ اس بات میں صریح ہے کہ وہ عمرہ کرنے سے روک دی گئی تھیں اور قارن نہ تھیں۔ باقی يسعک طوافک لحجک و عمرتک کے الفاظ میں عبداللہ بن طاؤس عن ابیہ کا تفرد ہے اور مجاہد کا عائشہؓ سے سماع بھی مختلف فیہ ہے جو کہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات کے معارض نہیں بن سکتے۔

باب تمتع اور قران صرف ان لوگوں کے لئے خاص ہے جو مواقیت سے باہر رہتے ہوں اور متمتع اور قارن پر ہدی واجب ہے

۲۸۶۷۔ ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین، انصار، اور امہات المؤمنین نے اور ہم نے حج احرام باندھا تھا۔ (حج تمتع کے ذکر کے بعد فرمایا) جب ہم مناسکِ حج سے فارغ ہوگئے تو ہم نے آکر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی۔ اس طرح ہمارا حج پورا ہوگیا اور قربانی ہم پر واجب ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو کچھ قربانی کا جانور میسر ہو تو اسے ذبح کرے اور جسے قربانی کی استطاعت نہ ہو تو تین دن روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے گھر واپس ہونے پر رکھے"۔ قربانی میں بکری بھی کافی ہے۔ لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں ایک ہی سال میں ایک ساتھ کیے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا، فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا، وَعَلَيْنَا الْهَدْىُ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾ اِلٰى اَمْصَارِكُمْ، اَلشَّاةُ تُجْزِئُ، فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِىْ عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَهُ فِىْ كِتَابِهِ، وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ ﷺ، وَاَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ اَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللّٰهُ۔ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾، وَاَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِىْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: شَوَّالٌ، وَذُوالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِىْ هٰذِهِ الْاَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ۔ الحديث اخرجه البخارى۔ (فتح البارى ٣-٢٨٠)۔

٢٨٦٨- حدثنا ابن بشار، ثنا عبدالرحمن، ثنا عبدالله بن المبارك، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ مَكْحُوْلٍ: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ قَالَ: مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ حدثنا المثنى، ثنا سويد، اخبرنا ابن المبارك باسناده مثله، الا انه قال: ما كان دون المواقيت الى مكة۔ اخرجه الامام ابن جرير الطبرى فى تفسيره (٢:١٩٤)۔ واسناده حسن صحيح۔

٢٨٦٩- حدثنا الحسن بن يحيى، قال: اخبرنا عبدالرزاق، عن معمر، عن رجل، عَنْ

نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لئے مباح قرار دیا تھا۔ لیکن مکہ والوں کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ذٰلِکَ لِمَنْ لَمْ یَکُنْ اَھْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** یعنی یہ (تمتع اور قران) اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قرب ونواح میں نہ رہتے ہوں اور حج کے جن مہینوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ شوال، ذی قعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ تو جو شخص ان مہینوں میں عمرہ کر کے حج کرے گا اس پر قربانی واجب ہوگی یا روزے۔ (بخاری)۔

فائدہ: قرآن کی آیت اور اس حدیث میں واضح طور پر اشارہ ہے کہ دونوں یعنی حج اور عمرہ کے اعمال ایک ہی سال اشہر حج میں بجالانا مکیوں کے لئے جائز نہیں۔ یہ صرف آفاقیوں (میقات سے باہر رہنے والوں) کے لئے جائز ہے۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمتع یا قران کرنے والوں پر قربانی واجب ہے۔

٢٨٦٨۔ مکحول فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی یہ آیت ﴿**ذلک لمن لم یکن اھله حاضری المسجد الحرام**﴾ میں مسجد حرام کے حاضرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں اور ابن المبارک فرماتے ہیں کہ مواقیت سے لے کر مکہ تک رہنے والے لوگ مراد ہیں۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

٢٨٦٩۔ عطاء فرماتے ہیں کہ جس کے اہل وعیال مواقیت کے اندر رہتے ہیں وہ مکیوں کی طرح ہے۔ وہ تمتع اور قرآن نہ

عَطَاءٍ، قَالَ: مَنْ كَانَ اَهْلُهُ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ فَهُوَ كَاَهْلِ مَكَّةَ لَا يَتَمَتَّعُ- اخرجه ابن جرير ايضا فی تفسیره، و فيه رجل لم يسم، وقد ذكرناه اعتضادا-

۲۸۷۰- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، فِيْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ اِعْتَمَرَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهِ ذٰلِكَ قَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ هَدْيٌ لِمُتْعَتِهِ- اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۲)- وَقَالَ: وَبِهِ نَأْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَذٰلِكَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾اه-

بَابُ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْقَارِنُ اَوِ الْمُتَمَتِّعُ الْهَدْيَ فَعَلَيْهِ صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا عَرَفَةُ فَاِنْ فَاتَتْهُ فَعَلَيْهِ الْهَدْيُ وَلَا يَصُوْمُ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ

۲۸۷۱- عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ ﷺ، قَالَ: اَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اُنَادِيَ اَيَّامَ مِنًى: اِنَّهَا

کرے (تفسیر طبری)- اس میں ایک راوی ایسے ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا لیکن ہم نے اس حدیث کو بطور تائید کے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: یہاں تمتع سے مراد تمتع لغوی ہے جو حج قران اور حج تمتع دونوں کو شامل ہے۔

۲۸۷۰- ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مکی اشہر حج میں عمرہ کر کے پھر اسی سال حج بھی کرے تو اس تمتع کی بنا پر اس پر قربانی نہیں۔ (کتاب الآثار)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمتع اور قران ان لوگوں کے لئے جائز ہے جن کے گھر والے مسجد حرام میں نہ رہتے ہوں۔

فائدہ: اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ مکیوں پر حج تمتع اور حج قران کرنے کی صورت میں دمِ تمتع اور دمِ قران نہیں (مغنی-۳-۵۰۲) لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس پر دمِ جبر ہے یا نہیں تو امام اعظمؒ کے ہاں اس پر دم جبر ہے۔

باب اگر قارن اور متمتع کے پاس ھدی کی طاقت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے ایام حج میں رکھے ان میں سے تیسرا روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔ اگر یہ تین روزے رہ جائیں تو اس پر ہدی واجب ہو جائے گی اور ایام تشریق میں روزے نہیں رکھ سکتا

۲۸۷۱- سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں منیٰ کے دنوں میں یہ اعلان کردوں کہ یہ (یعنی ایام تشریق) کھانے اور پینے کے دن ہیں، ان میں روزہ رکھنا درست نہیں۔ (مسند احمد، بزار)۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ ان دونوں کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (نیل) اور طحاوی میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں۔ اور ابن ماجہ اور ابن حبان کے الفاظ ہیں کہ "بعال" عورتوں سے ہم بستری کرنا ہے۔

اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشَرَابٍ، وَلَا صَوْمَ فِیْهَا، یَعْنِیْ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ- رواه احمد، والبزار- وقال فی "مجمع الزوائد": رجالهما رجال الصحیح- (نیل الاوطار٤-١٤٤)- ولفظ الطحاوی: اِنَّهَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَ شُرْبٍ وَبِعَالٍ-(١-٤٢٨)- ولفظ ابن ماجة وابن حبان عن ابن عباس ﷺ: وَالْبِعَالُ وِقَاعُ النِّسَاءِ- (نیل ٤:١٤٤)-

٢٨٧٢- حدثنا محمد بن خزیمة، ثنا حجاج بن المنهال، ثنا حماد بن سلمة، انا حجاج، عن عمرو بن شعیب، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ: اِنَّ رَجُلًا اَتٰی عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ! اِنِّیْ تَمَتَّعْتُ وَلَمْ اُهْدِ وَلَمْ اَصُمْ فِی الْعَشْرِ، فَقَالَ: سَلْ فِیْ قَوْمِكَ؟ ثُمَّ قَالَ: یَا مُعَیْقِیْبُ! اَعْطِهٖ شَاةً- رواه الطحاوی (٤:٤٣١) و سنده حسن-

٢٨٧٣- عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَهٗ وَاَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ، فَنَادَیَا: اَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَاَیَّامُ مِنًی اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ- رواه احمد و مسلم- (نیل الاوطار٤-٢١)-

٢٨٧٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّهٗ قَالَ لِاِبْنِهٖ عَبْدِاللّٰهِ فِیْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ: اِنَّهَا الْاَیَّامُ الَّتِیْ

فائدہ: امام طحاوی نے جو کہ اس فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، سولہ صحابہؓ سے ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے سے نہی اور منع کی حدیث روایت کی ہے اور پھر چونکہ یہ منادی تمام حاجیوں کے لئے کرائی گئی تھی جس میں قارن اور متمتع بھی تھے اوران کا استثناء بھی نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ قارن اور متمتع بھی روزے نہیں رکھ سکتے۔

۲۸۷۲۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ایک آدمی دس ذی الحجہ کو حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا اے امیر المؤمنین! میں نے تمتع کیا ہے اور میرے پاس ہدی بھی نہیں ہے اور میں روزے بھی نہ رکھ سکا تو آپ نے فرمایا اپنی قوم میں سے کسی سے (قربانی کا جانور) مانگ، پھر آپ نے فرمایا اے معیقیب اسے بکری دے دو۔ (طحاوی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین روزے فوت ہو جانے پر ہدی متعین ہو جاتی ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ اس شخص سے ضرور کہتے کہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے۔

۲۸۷۳۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسے اور اوس بن حدثان کو ایام تشریق میں بھیجا کہ یہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہو گا اور منیٰ کے دن کھانے اور پینے کے دن ہیں۔ (احمد و مسلم)۔

۲۸۷۴۔ عمرو بن العاص کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے ایام تشریق کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ دن ہیں کہ جن میں حضور ﷺ نے روزے رکھنے سے منع فرمایا اور ان میں روزہ نہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد، ابن المنذر)۔ ابن خزیمہ، اور ابن

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِهِنَّ، وَاَمَرَ بِفِطْرِهِنَّ، اخرجه ابو داود، وابن المنذر، وصححه ابن خزيمة، والحاكم۔(فتح البارى ٤-٢١١)۔

٢٨٧٥- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، فِيْ الرَّجُلِ يَفُوْتُهٗ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِيْ الْحَجِّ قَالَ: عَلَيْهِ الْهَدْيُ، لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَوْ اَنْ يَبِيْعَ ثَوْبَهٗ۔ اخرجه محمد فى "الآثار" له۔(٥٢)۔ و سنده صحيح۔

حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام تشریق میں روزے نہ رکھے جائیں۔ متمتع اور قارن بھی اس عموم میں داخل ہیں۔

۲۸۷۵۔ ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اگر متمتع وقارن سے ایام حج کے تین دن کے روزے چھوٹ جائیں تو اس پر ہدی واجب ہوجاتی ہے، اگرچہ اسے کپڑے بیچ کر ہی کیوں نہ خریدنی پڑے۔ (کتاب الآ ثار امام محمدؒ)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایامِ حج کے روزے چھوٹ جانے پر ہدی واجب ہوجاتی ہے۔اور ایامِ تشریق میں روزے نہیں رکھ سکتا۔ (۲) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ متمتع کے پاس ہدی کی طاقت نہ ہواور وہ یوم عرفہ تک تین روزے بھی نہ رکھ سکا ہو تو اس کے لئے ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ تیرہ تاریخ کو روزے رکھنا جائز ہے۔ اوران کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اگر متمتع کے پاس ہدی نہ ہوتو وہ یوم عرفہ تک روزے رکھے اور اگر وہ روزے بھی نہ رکھ سکا اور ہدی بھی اس کے پاس نہیں تو وہ ایام منیٰ میں (گیارہ، بارہ، تیرہ کو) کو روزے رکھ لے اور اسی طرح قرآن کی آیت ﴿فصيام ثلاثة ايام فى الحج﴾ میں فی الحج عام ہے جو ماقبل یوم النحر اور مابعد یوم النحر دونوں کو شامل ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سعد بن ابی وقاص، کعب بن مالک، اوس بن الحدثان، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن حذافہ، بشر بن سحیم، معمر بن عبداللہ عدوی وغیرہم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس بات کا اعلان کریں کہ قیام منیٰ میں روزے نہ رکھے جائیں۔ (طحاوی)۔لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے قطعی طور پر لیکن افسوس ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کو اس کے مرفوع ہونے میں شک ہے اور حدیثِ عائشہؓ وابن عمرؓ جو اباحت میں ہے، کو مرفوع سمجھتے ہیں حالانکہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ وہ ان دونوں حضرات کا عمومِ آیت سے استنباط ہے اور مرفوع نہیں۔ پھر امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ ایام تشریق میں روزے کی ممانعت کی احادیث متواتر ہیں۔ دیکھئے معانی الآ ثار طحاوی اور متواتر حدیث سے عموم آیت میں تخصیص درست ہے پھر عجیب اتفاق کہ خود جواز کے قائلین بھی اس میں تخصیص کر چکے ہیں وہ اس طرح کہ بالاتفاق یوم نحر میں صوم تمتع ممنوع ہے حالانکہ وہ بھی ایام حج میں سے ہے بلکہ اس کا ایام حج میں سے شمار ہونا اولیٰ ہے بنسبت ایام تشریق کے تو جب حکمِ عام میں سے ایک فرد خاص کرلیا گیا تو اس کا عموم باقی افراد میں قطعی نہ رہا۔اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ قضاء رمضان کے بارے میں حکم ہے کہ ﴿فعدة من ايام اخر﴾ جو اپنے عموم کی وجہ سے سال کے تمام ایام اور ایام تشریق کو بھی شامل ہے۔ لیکن انہی مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے ہی اس آیت کے عموم میں تخصیص کی گئی ہے تو ثابت ہوگیا کہ بالاتفاق یہ احادیث متواتر ہونے کی وجہ سے آیت کے عموم کے لئے مخصص بن سکتی ہیں۔ لہٰذا فصیام ثلثة ایام میں ایام تشریق (ایام منیٰ) شامل نہ ہونگے۔ الحمد للہ احناف کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ طَرِيقِ التَّمَتُّعِ وَانَّهُ مَعَ سَوْقِ الْهَدْىِ اَفْضَلُ مِنْهُ لِغَيْرِهِ وَلَا يَحِلُّ الْمُتَمَتِّعُ سَائِقُ الْهَدْىِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهُ يَوْمَ النَّحْرِ

٢٨٧٦- عن الزهرى ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِى حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ وَاَهْدٰى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْىَ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْىَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: ﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَىْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِىَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٌ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهِ﴾- وَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ

باب حج تمتع کا طریقہ

تمتع میں ہدی ساتھ لانا، ہدی نہ لانے سے افضل ہے اور ہدی ساتھ لانے والا متمتع اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک کہ ہدی اپنی جگہ اور وقت پر ذبح نہ ہو جائے

٢٨٧٦۔ زہری، سالم کے واسطے سے ان کے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا اور ہدی بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے ہدی لے کر گئے تھے۔ حضور ﷺ نے پہلے عمرہ کے لئے احرام باندھا اور پھر حج کا احرام باندھا۔ لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ حج کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھا تھا۔ لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ ہدی لے گئے تھے اور بہت سے لوگ نہیں لے گئے تھے۔ پھر جب حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا کہ تم میں سے جو شخص ہدی ساتھ لایا ہے، اس کے لئے حج کے پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہوئی ہے۔ لیکن جن کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ طواف اور سعی کر کے بال ترشوالیں اور حلال ہو جائیں (یعنی احرام کھولدیں) پھر حج کے لئے از سر نو احرام باندھیں اور قربانی کریں۔ اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات روزے گھر واپسی پر رکھے، جب حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تو سب سے پہلے طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا، تین چکروں میں آپ ﷺ نے رمل کیا اور چار چکروں میں حسب معمول چلے۔ طواف پورا ہونے پر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی، سلام پھیر کر آپ صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا مروہ کی سعی کی اور سات چکر لگائے جن چیزوں کو احرام کی وجہ سے اپنے پر حرام کر لیا تھا ان سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک حج پورا نہ کر لیا اور جب تک دس

مَكَّةَ، فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ مِنَ السَّبْعِ، وَمَشَى أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ، فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ يَتَحَلَّلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضَى حَجَّهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ- وعن عروة عن عائشة مثل حديث سالم عن ابيه متفق عليه- (نيل الاوطار ٤-١٩٤)

٢٨٧٧- وَ فِي حَدِيثِ جَابِرِ الطَّوِيلِ عِنْدَ مُسْلِمٍ: حَتّٰى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافِهِ عَلَى الْمَرْوَةِ فَقَالَ: ﴿لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَااسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً﴾- الحديث-

بَابُ مَتٰى يَقْطَعُ الْمُتَمَتِّعُ وَالْمُعْتَمِرُ تَلْبِيَتَهُ

٢٨٧٨- عن ابن ابى ليلى، عن عطاء، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

ذوالحجہ کو قربانی کا جانور بھی ذبح نہ کرلیا۔ پھر آپ ﷺ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی۔ اور جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا۔ حضرت عروہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اسی طرح کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: اس حدیث میں تمتع کی دونوں قسموں کا طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ حاجی اگر اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو تو وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے پھر حج کے قریب حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے۔ اور ہدی تمتع اس کے ذمہ واجب ہے۔ اور جو حاجی اپنے ساتھ ہدی لایا ہو وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوگا بلکہ حج کے بعد حلال ہوگا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ تمتع مع سوق الہدی، تمتع من غیر سوق الہدی سے افضل ہے۔ اس لئے کہ (۱) حضور ﷺ خود سائق الہدایا تھے۔ اور (۲) سائق الہدی اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوتا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ لہٰذا کثرتِ مشقت اس صورت میں پائی گئی لہٰذا یہ صورت افضل ہوگی۔ کیونکہ کثرت مشقت کثرت ثواب کو مستلزم ہے۔

۲۸۷۷۔ جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے مروہ کا آخری چکر پورا کیا تو فرمایا اگر وہ بات مجھے پہلے معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دیتا اور تم میں سے جو اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو اسے چاہیے کہ اس احرام کو عمرہ کا احرام بنادے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع میں ہدی اپنے ساتھ لانے والا عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوتا جب کہ ہدی نہ لانے والا عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے۔

... يُمْسِكُ عَنِ التَّلْبِيَةِ فِي الْعُمْرَةِ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ۔ رواه الترمذی و قال: حدیث صحیح۔ ...عی ۱-۵۲٦)۔

۲۸۷۹- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ﴿يُلَبِّي الْمُعْتَمِرُ حَتَّى ...تَلِمَ الْحَجَرَ﴾۔رواه ابوداود(۲-۱۰۰)، وسكت عنه، قال المنذری: واخرجه الترمذی و ... صحيح اه۔ و فی اسناده محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، و فیه مقال۔

۲۸۸۰- حدثنا اسامة بن زيد، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ ﷺ: اَنَّ ...نبی ﷺ لَبَّى يَعْنِي فِي عُمْرَةِ الْقَضِيَّةِ حَتَّى اِسْتَلَمَ الرُّكْنَ - رواه الواقدی فی "کتاب ...مغازی"۔ (زیلعی ۱-۵۲٦)۔ قلت: اسامة بن زيد هذاهو الليثی، وروی له مسلم مقرونا، ...بخاری تعليقا، واصحاب السنن۔ (تقريب ۱۲)، والواقدی فیه کلام، وثقه بعضهم، ...ضعفه آخرون، وهو مقبول فی المغازی کما مر غير مرة۔

باب حج تمتع کرنے والا اور عمرہ کرنے والا تلبیہ کب بند کرے

۲۸۷۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ عمرہ میں جب حجر اسود کو بوسہ دیتے تو تلبیہ بند کردیتے۔(ترمذی)۔امام ...فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(زیلعی)۔

فائدہ: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ علم کا اس پر عمل ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے تو تلبیہ بند کردے۔

۲۸۷۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمرہ کرنے والا حجر اسود کو بوسہ دینے تک تلبیہ پڑھتا ...۔(ابوداؤد)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔(لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہوگی)۔منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ...نے ذکر کرکے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۸۸۰۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرہ قضا میں حجر اسود کو ...ینے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔(کتاب المغازی للواقدی ونصب الرایہ)۔مصنف علام فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید لیثی کی روایت کو ...مسلم نے مقرونا اور امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور اصحاب السنن نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(تقریب)۔واقدی کو بعض نے ...بعض نے ضعیف کہا ہے الغرض وہ مغازی میں مقبول ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اور حج تمتع میں محرم جب حجر اسود کا بوسہ دے تو تلبیہ ختم کردے اور یہ قولاً وفعلاً دونوں ...سے حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

بَابُ اَنَّ مِنْ شَرطِ التَّمَتُّعِ الْاِعْتِمَارُ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ مِنْ عَامِهٖ وَعَلَیْهِ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ وَاِنْ صَامَ فَاقِدُ الْهَدْیِ ثلاثَةَ اَیَّامٍ بَعْدَ مَا اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ لَهَا جَازَ وَاِنْ صَامَهَا قَبْلَ الْاِحْرَامِ بِهَا لَمْ یَجُزْ

۲۸۸۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ: اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَاجِّ، فَقَالَ: اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ، فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ، وَفِیْهِ: فَجَمَعَهَا نُسُكَیْنِ فِیْ عَامٍ وَاحِدٍ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَهٗ فِیْ كِتَابِهٖ، وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ، وَاَبَاحَهٗ لِلنَّاسِ غَیْرَ اَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾۔ وَاَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِیْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ شَوَّالٌ، وَذُوالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِیْ هٰذِهِ الْاَشْهُرِ فَعَلَیْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ۔ اخرجه البخاری والبیهقی۔ (الدرالمنثور۱:۲۱۵)۔ و فیه ایضا: اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم، عن ابن عباس فی قوله: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ﴾ یَقُوْلُ: مَنْ اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ اھ۔

باب اشہر حج میں عمرہ کرنا پھر اسی سال حج کرنا تمتع میں شرط ہے اور جو قربانی میسر ہو وہ متمتع پر واجب ہے اور جس متمتع کے پاس قربانی کی طاقت نہ ہو اور وہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کے طواف سے قبل تین روزے رکھ لے تو جائز ہے اور اگر عمرہ کے احرام سے قبل روزے رکھے تو جائز نہیں

۲۸۸۱۔ ابن عباسؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ ان سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین وانصار نے حج کا احرام باندھا پھر آپ نے طویل حدیث ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کو ایک سال میں جمع کیا۔ کیونکہ اللہ نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے خود اس پر عمل کر کے غیر مکی لوگوں کے لئے مباح قرار دیا تھا۔ (البتہ مکہ والوں کے لئے یہ جائز نہیں)۔ کیونکہ اللہ کا یہ فرمان ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل وعیال مسجد حرام یا گردونواح کے رہنے والے نہ ہوں۔ اور حج کے جن مہینوں کا قرآن حکیم میں ذکر ہے وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں، پس جو شخص ان مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو کرے گا اس پر قربانی یا روزے واجب ہیں (بخاری، بیہقی)۔ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی آیت ﴿فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو اشہر حج میں عمرہ کرے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اور حج کو اشہر حج میں کرنا تمتع کے لئے شرط ہے اور ایسے حاجی پر قربانی واجب ہے اور یہ کہ تمتع کی اجازت مکہ والوں کو (یعنی جو میقات کے اندر رہتے ہیں) حاصل نہیں۔

٢٨٨٢- عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ، فَأَمَرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: فِيهَا جَزُوْرٌ، أَوْ بَقَرَةٌ، أَوْ شَاةٌ، أَوْ شِرْكٌ مِنْ دَمٍ- متفق عليه- "المغنی" لابن قدامة (٣-٤٩٨)-

٢٨٨٣- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: مَنِ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ فِي شَوَّالٍ، أَوْ ذِي الْقَعْدَةِ، أَوْ ذِي الْحَجَّةِ، قَبْلَ الْحَجِّ، ثُمَّ أَقَامَ بِمَكَّةَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ الْحَجُّ، فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ إِنْ حَجَّ، وَعَلَيْهِ مَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ- فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ، وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ- اخرجه مالك في "الموطا" (١٣٣)-

٢٨٨٤- مالك، عن صدقة بن يسار، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: وَاللّٰهِ

۲۸۸۲۔ ابو جمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم فرمایا اور میں نے ہدی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہدی میں اونٹ، گائے یا بکری یا اونٹ گائے میں حصہ داری شامل ہے۔(بخاری ومسلم)۔

۲۸۸۳۔ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اشہر حج یعنی شوال یا ذوالقعدہ یا ذوالحجہ میں حج سے پہلے عمرہ کرے پھر مکہ میں ہی مقیم ہوجائے یہاں تک کہ حج کے دن آجائیں اور وہ اسی سال حج کرے تو متمتع ہے۔اور جو ہدی میسر ہو اس کا ذبح کرنا اس پر واجب ہے اور ہدی کی طاقت نہ ہو تو ایام حج میں تین روزے رکھے اور گھر لوٹنے پر سات روزے رکھے۔(مؤطا امام مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اشہر حج میں کرنا اور پھر اس سال حج کرنا تمتع کے لئے ضروری ہے اور تمتع میں قربانی بھی واجب ہے اور قربانی کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں دس روزے رکھے۔ان میں سے تین روزے حج سے قبل اور عمرہ کے احرام کے بعد کیونکہ احرام بالعمرۃ ہی تمتع کا سبب ہے لہذا تمتع کا اثر اور موجب یعنی روزے بھی احرام بالعمرۃ کے بعد ہونے چاہئیں اور وجودِ سبب کے بعد وقت وجوب سے قبل روزے رکھنا درست ہوتا ہے۔ جیسے تعجیل زکوۃ میں یعنی وجود نصاب (سبب) کے پائے جانے پر وقت وجوب (سال کے گذرنے) سے قبل زکوۃ دینا جائز ہے ایسے ہی کفارۃ قتل کی تعجیل۔ نیز ابن عباسؓ سے سند حسن کے ساتھ تفسیر ابن جریر طبری میں یہ روایت مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ الصیام للمتمتع ما بین احرامه الی یوم عرفة (۲-۱۴۴) اور یہاں احرام سے مراد احرام بالعمرۃ ہی ہے کیونکہ عمل باحج متمتع کے لئے منیٰ کی طرف روانگی کا وقت ہی مسنون ہے اور اس وقت سے لے کر عرفہ تک تین دن نہیں بنتے۔ لہذا اس حدیث ابن عباسؓ میں احرام بالعمرۃ ہی مراد ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ عمرہ کے احرام اور عرفہ کے درمیان تین روزے رکھے۔

۲۸۸۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا! حج سے پہلے عمرہ کرنا اور ہدی ساتھ لے جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ میں

لَاَنْ اَعْتَمِرَ قَبْلَ الْحَجِّ وَاُهْدِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَمِرَ بَعْدَ الْحَجِّ فِیْ ذِیْ الْحَجَّةِ۔ (الموطا ۱۳۳)۔

۲۸۸۵- عَنْ نَافِعٍ: اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ مُعْتَمِرَیْنِ فِیْ شَوَّالٍ، فَاَدْرَکَهُمَا الْحَجُّ وَهُمَا بِمَکَّةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنِ اعْتَمَرَ مَعَنَا فِیْ شَوَّالٍ ثُمَّ حَجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ، عَلَیْهِ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ۔ الحدیث، اخرجه الطبری فی تفسیره۔(۲۔۱۴۴)۔ وسنده صحیح۔

۲۸۸٦- حدثنا ابن حمید، ثنا هارون ، عن عنبسة، عن لیث، عَنْ عَطَاءٍ، فِیْ رَجُلٍ اِعْتَمَرَ فِیْ غَیرِ اَشْهُرِ الْحَجِّ، فَسَاقَ هَدْیًا تَطَوُّعًا، فَقَدِمَ مَکَّةَ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، قَالَ: اِنْ لَمْ یَکُنْ یُرِیْدُ الْحَجَّ فَلْیَنْحَرْ هَدْیَهٗ، ثُمَّ لْیَرْجِعْ اِنْ شَاءَ۔ فَاِنْ هُوَ نَحَرَ الْهَدْیَ وَحَلَّ، ثُمَّ بَدَالَهٗ اَنْ یُقِیْمَ حَتّٰی یَحُجَّ، فَلْیَنْحَرْ هَدْیًا آخَرَ لِتَمَتُّعِهٖ، فَاِنْ لَمْ یَجِدْ فَلْیَصُمْ۔ حدثنا ابن حمید، ثنا هارون، عن عنبسة، عن ابن ابی لیلی مثله۔ اخرجه الطبری ایضا فی تفسیره(۱۴۴:۲)۔ و سنده حسن۔

۲۸۸۷- اخبرنا ابو حنیفة، عن حماد، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، فِی الرَّجُلِ یَقْدَمُ مُتَمَتِّعًا فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَا یَطُوْفُ حَتّٰی یَدْخُلَ شَوَّالٌ، قَالَ: هُوَ مُتَمَتِّعٌ، لِاَنَّهٗ طَافَ (لِعُمْرَتِهٖ) فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔

ذوالحجہ میں حج کے بعد عمرہ کروں۔(مؤطا مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذوالحجہ میں حج کے بعد عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا۔

۲۸۸۵۔ نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ابن عمرؓ شوال میں عمرہ کے لئے نکلے اور ابھی ہم مکہ ہی میں تھے کہ حج کے دن آ پہنچے تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے ساتھ شوال میں عمرہ کیا پھر حج کیا تو وہ متمتع ہے اور جو ہدی میسر ہو اسے ذبح کرنا اس پر واجب ہے۔(تفسیر طبری)۔اس کی سند صحیح ہے۔

۲۸۸٦۔ عطاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اشہر حج سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور نفلی ہدی ساتھ لے کر چلے اور مکہ اشہر حج میں پہنچے فرمایا کہ اگر تو وہ حج کا ارادہ نہیں رکھتا تو ہدی ذبح کردے اور اگر چاہے (عمرہ کر کے) واپس چلا جائے اور اگر وہ ہدی ذبح کر کے حلال ہو جائے، پھر اسے مکہ میں رہنا پڑ جائے حتیٰ کہ وہ حج کرے تو اسے چاہیے کہ تمتع کے لئے ایک اور قربانی دے اور اگر قربانی نہ ہو تو روزے رکھے۔(تفسیر طبری)۔اس کی سند حسن ہے۔

۲۸۸۷۔ ابراہیم نخعیؒ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو حج تمتع کی نیت سے رمضان کے مہینے میں مکہ آتا ہے لیکن شوال میں ہی طواف کرتا ہے تو آپ نے فرمایا وہ متمتع ہے کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کا طواف اشہر حج ہی میں کیا ہے۔امام محمدؒ نے کتاب الآثار

اخرجه محمد فی "الآثار" و قال: وَبِهٖ نَاْخُذُ، عُمْرَتُهٗ فِیْ الشَّهْرِ الَّذِیْ یَطُوْفُ فِیْهِ، وَلَیْسَ فِیْ الشَّهْرِ الَّذِیْ یُحْرِمُ فِیْهِ، وهو قول ابی حنیفة اھ۔(۵٦)۔

بَاب اَلْمُتَمَتِّعُ غَیْرُ سَائِقِ الْهَدْیِ یُلِمُّ بِاَهْلِهٖ بَعْدَ مَا حَلَّ مِنْ عُمْرَتِهٖ بَطَل تَمَتُّعُهٗ فَاِنْ رَجَعَ وَحَجَّ مِنْ عَامِهٖ ذٰلِکَ لَمْ یَجِبْ عَلَیْهِ هَدْیُ الْمُتْعَةِ وَاِنْ خَرَجَ اِلٰی غَیْرِ بَلَدِهٖ وَاَهْلِهٖ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ اِنْ حَجَّ مِنْ عَامِهٖ

۲۸۸۸- اخبرنا مالك، اَخْبَرَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ: مَنِ اعْتَمَرَ فِیْ شَوَّالٍ اَوْ ذِی الْقَعْدَةِ اَوْ فِیْ ذِی الْحَجَّةِ ثُمَّ اَقَامَ حَتّٰی یَحُجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ، قَدْ وَجَبَ عَلَیْهِ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ، اَوِ الصِّیَامِ اِنْ لَمْ یَجِدْ هَدْیًا، وَمَنْ رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ ثُمَّ حَجَّ فَلَیْسَ بِمُتَمَتِّعٍ۔ اخرجه محمد فی "الموطا"، وقال: وبهذا کله ناخذ، وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهاء نا اھ۔ (۲۱۳)۔

یہ حدیث روایت کر کے فرمایا یہی ہمارا مسلک ہے۔ اس کا عمرہ اس مہینے میں سمجھا جائے گا جس مہینے میں وہ طواف کرتا ہے۔ اور اس مہینے میں نہیں سمجھا جائے گا جس مہینے میں احرام باندھتا ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار)۔

فائدہ: ان تمام آثار وروایات سے معلوم ہوا کہ اشہر حج میں عمرہ اور اسی سال حج کرنا تمتع کے لئے شرط ہے۔ اور متمتع پر قربانی واجب ہے۔ عمرہ کا طواف اشہر حج میں ہونا شرط ہے اگر چہ احرام رمضان میں ہی باندھا ہو۔ واللہ اعلم۔

باب ہدی ساتھ نہ لانے والا اگر عمرہ کر کے گھر چلا جائے تو اس کا تمتع باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اگر (گھر جا کر) واپس آ کر حج کرے تو اس پر ہدی تمتع واجب نہیں۔ البتہ اگر وہ (عمرہ کر کے) کسی دوسرے شہر چلا جائے اور پھر اسی سال آ کر حج کرے تو وہ متمتع ہے

۲۸۸۸۔ یحیٰ بن سعید نے سعید بن المسیب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص شوال یا ذیقعدہ یا ذوالحجہ میں عمرہ کر کے (مکہ میں) ٹھہر جائے اور پھر (اسی سال) حج کرے تو وہ متمتع ہے۔ اور اس پر جو ہدی (قربانی کا جانور) میسر ہو سکے اس کی قربانی واجب ہے۔ اگر ہدی میسر نہ ہو تو (دس) روزے اس پر واجب ہیں۔ اور جو شخص (عمرہ کر کے) اپنے گھر لوٹ جائے اور پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں (اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہے)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا اور امام ابو حنیفہؒ اور عام حنفی فقہاء کا مسلک ہے۔ (موطا محمد)۔

فائدہ: عطاء، مجاہد، طاؤس اور ابراہیم نخعی رحمهم اللہ جیسے کبار تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔ (احکام القرآن جصاص، طحاوی)۔

٢٨٨٩- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِذَا اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ أَقَامَ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ، فَإِنْ رَجَعَ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، اخرجه ابن ابی شیبة (الدرالمنثور١:٢١٥)، واحتج به ابن قدامة فی المغنی(٣:٥٠١)- فهو حسن او صحيح، ولا اقل من ان یکون صالحا۔

٢٨٩٠- عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: مَنِ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَلَدِهِ، ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهِ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، ذَاكَ مَنْ أَقَامَ وَلَمْ يَرْجِعْ۔ اخرجه ابن ابی شیبة ایضا-(الدرالمنثور١:٢١٦)- ولم اقف علی سنده و ذکرته اعتضاداً۔

٢٨٩١- اخبرنا ابوحنيفة، عن حماد، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، فِي الرَّجُلِ إِذَا أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ فِي غير أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ أَقَامَ حَتّٰى يَحُجَّ أَوْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ ثُمَّ حَجَّ: فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، وَإِذَا أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ، ثُمَّ حَجَّ فَلَيْسَ بِمُتَمَتِّعٍ، وَإِذَا اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، ثُمَّ أَقَامَ حَتّٰى

٢٨٨٩۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جوشخص اشہرحج میں عمرہ کر کے وہیں ٹھہر جائے (اور پھر اسی سال حج کرے) تو وہ متمتع ہے اور اگر (عمرہ کر کے) اپنے گھر لوٹ جائے تو وہ متمتع نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) (الدرالمنثور)۔ مغنی میں ابن قدامہ نے اسے حجت بنایا ہے۔ پس یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اور کم از کم حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: ہمارے (احناف) کے ہاں قولِ صحابی حجت ہے، خاص کر اس مسئلہ میں جو مدرک بالرائے نہ ہو پس یہ حکماً مرفوع ہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہؒ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رجوع سے تمتع باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ معنی رجوع میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ نے رجوع کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ اپنے شہر لوٹ جائے...... الغرض اس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ رجوع مبطلِ تمتع ہے۔ نیز قرآن پاک کی آیت ﴿ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام﴾ میں تمتع کو اہل مکہ کے لئے جائز نہیں رکھا۔ اس کی وجہ اہل مکہ کا اپنے اہل پر المام مع جواز الاحلال منہا ہے اور یہ معنی اس غیر مکی (آفاقی) میں بھی موجود ہے جو اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عمرہ کر کے اپنے گھر جانے والا اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہ ہوگا۔

٢٨٩٠۔ عطاء فرماتے ہیں کہ جوشخص اشہرحج میں عمرہ کر کے اپنے شہر لوٹ جائے اور پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں۔ متمتع وہ شخص ہے جو (عمرہ کر کے مکہ میں) ٹھہر جائے یعنی گھر نہ لوٹے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ (مصنف علام فرماتے ہیں کہ) مجھے اس کی سند پر اطلاع نہیں ہوئی۔ میں نے اسے محض تائید کے لئے پیش کیا ہے۔

٢٨٩١۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جوشخص اشہرحج کے علاوہ کسی اور مہینے (مثلاً رمضان) میں عمرہ کر کے وہیں ٹھہر جائے اور پھر اسی سال حج کرے یا اپنے گھر لوٹ جائے اور اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں۔ اور اگر وہ اشہرحج میں عمرہ کر کے اپنے گھر لوٹ جائے اور پھر اسی سال حج کرے تو وہ بھی متمتع نہیں۔ اور اگر وہ اشہرحج میں عمرہ کر کے وہیں ٹھہر جائے اور پھر حج کرے تو وہ متمتع ہے۔ (کتاب الآثار محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

حَجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۲)۔ و سنده صحیح۔

۲۸۹۲ - عَنْ زَیْدِ الثَّقَفِیِّ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: اَتَیْنَا عِمَارًا قَضَیْنَاهَا۔ ثُمَّ زُرْنَا الْقَبْرَ، ثُمَّ حَجَجْنَا، فَقَالَ: اَنْتُمْ مُتَمَتِّعُوْنَ۔ اخرجه السرخسی فی "المبسوط" (۱۸۴:۴)۔ واحتج به لابی حنیفة، ولم اقف له علی سند۔

بَابُ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَ كَرَاهَةِ الْاِحْرَامِ بِالْحَجِّ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا وَاِنْ اَحْرَمَ بِهٖ فِیْ غَیْرِهَا صَحَّ

۲۸۹۳ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهُ قَالَ: اَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُوالْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِی الْحَجَّةِ۔ علقه البخاری، ووصله الطبری والدارقطنی من طریق ورقاء، عن عبداللّٰه بن دینار، عنه، والبیهقی من طریق عبداللّٰه بن نمیر عن عبیداللّٰه بن عمر، عن نافع عنه۔ قال الحافظ: والاسنادان صحیحان۔ (فتح الباری ۳۲۳:۳)۔ ورواه الحاکم فی مستدرکه فی

۲۸۹۲۔ زید ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم عمرہ کی نیت سے آئے اور ہم نے عمرہ کر کے (مدینہ میں) روضہ اطہر کی زیارت کی پھر ہم نے (اسی سال) حج کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم متمتع ہو۔ (مبسوط سرخسی)۔ مبسوط نے اسے امام اعظم ابوحنیفہ کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور اس کی سند مجھے معلوم نہیں ہوسکی۔

فائدہ: (۱): صاحب مبسوط نے اسے امام ابوحنیفہؒ کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے اور سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بلاغات امام محمدؒ میں سے ہے اور بلاغاتِ امام محمد ہمارے ہاں حجت ہیں۔ (۲) ان تمام آثار و روایات سے معلوم ہوا کہ تمتع کے لئے شرط ہے کہ عمرہ اور حج شہر حج میں ایک ہی سفر میں ہوں۔ اگر عمرہ کر کے اپنے گھر آجائے اور پھر حج کرے تو تمتع باقی نہیں رہتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ اشہر حج میں عمرہ کر کے اپنے شہر آنے کی بجائے کسی دوسرے شہر چلا جائے تب بھی وہ متمتع ہی رہتا ہے خواہ وہ شہر دور ہو یا نزدیک جیسا کہ یہاں پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ زیارت روضہ اطہر کے لئے گئے جو بعید اور خارج عن المیقات ہے لیکن ابن عباسؓ نے مدینہ کی طرف چلے جانے کو ان کے لئے مبطل تمتع نہیں کہا پس معلوم ہوا کہ وہ رجوع تمتع کو باطل کر دینے والا ہے جو اپنے اہل کی طرف ہو نہ کہ کسی دوسرے شہر کی طرف، رجوع خواہ نزدیک ہو یا دور۔ (۳) اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ تمام لوگوں میں سے اثر و حدیث کے تابع اور متبع ہیں اور قیاس سے سب سے زیادہ دور ہیں اس لئے اب آپ کو کثرتِ قیاس اور اتباع رائے سے وہی شخص متہم کر سکتا ہے جو آثار و احادیث سے جاہل ہو۔ (۴) اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفر کیا کرتے تھے اور ائمہ مجتہدین اسے جانتے اور درست سمجھتے تھے اس لئے بعض لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اسلاف کے زمانہ میں قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر معمول بہ نہ تھا اور نہ ہی ائمہ مجتہدین اس سے واقف تھے۔

باب حج کے مہینوں کا بیان، حج کا احرام اشہر حج سے قبل یا بعد میں باندھنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے

۲۸۹۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال، ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا

تفسیر سورة البقرة بطریق عبیدالله بن عمر، عن نافع عنه و قال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه۔ (بنایة ۱:۸:۱۵۰)۔

۲۸۹۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَا یُحْرِمَ بِالْحَجِّ اِلَّا فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔ علقه البخاری، ووصله ابن خزیمة، والحاکم، والدارقطنی، من طریق الحاکم عن مقسم عنه، وابن جریر من وجه آخر عن ابن عباس، قال: لَا یَصْلُحُ اَنْ یُّحْرِمَ اَحَدٌ بِالْحَجِّ اِلَّا فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔ (فتح الباری ۳:۳۳۳)۔

بَابُ اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ عِنْدَالْاِحْرَامِ اِغْتَسَلَتْ وَاَحْرَمَتْ وَصَنَعَتْ کَمَا یَصْنَعُهُ الْحَاجُّ غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفَ بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْهُرَ

۲۸۹۵- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ خَرَجْنَا لَا نَرٰی اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا کُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَبْکِیْ، فَقَالَ: ﴿مَالَكِ؟ اَنُفِسْتِ؟﴾۔ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿اِنَّ هٰذَااَمْرٌ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِیْ مَا یَقْضِی الْحَاجُّ، غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ حَتّٰی

ہے۔اور طبری، دارقطنی اور بیہقی نے اسے اپنی اپنی سندوں سے موصولاً روایت کیا ہے اور حافظ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ دونوں سندیں صحیح ہیں اور حاکم نے مستدرک میں سورۃ البقرہ کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔(بنایہ)

۲۸۹۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ، حاکم، دارقطنی نے حاکم کے طریق سے اسے موصولاً روایت کیا ہے۔اور ابن جریر نے دوسری وجہ سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھنا درست ہے۔(طبری)۔

فائدہ: کراہت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اشہر حج میں ہی احرام باندھا تھا۔لہذا اس سے قبل احرام باندھنا خلاف سنت ہے۔نیز اشہر حج سے قبل احرام باندھنے میں کثرتِ وقت کی وجہ سے کسی ممنوع چیز میں پڑنے کا امکان ہے۔

باب اگر احرام باندھتے وقت عورت حائضہ ہو تو وہ غسل کر کے احرام باندھے اور حج کے تمام افعال سرانجام دے مگر پاک ہونے تک طواف نہ کرے

۲۸۹۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حج ہی کی نیت سے نکلے تھے۔اور جب ہم سرف مقام پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی اور حضور ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہے؟ کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فطری بات ہے جو اللہ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔لہذا جو اعمال حاجی کرتا ہے تو بھی کر لیکن حیض سے پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔(بخاری ومسلم)۔

تَطْهُرِیْ﴾- اخرجه الشیخان- (زیلعی ۱-۵۳۰)-

۲۸۹۶- عن وکیع، ثنا سفیان، عن جابر، عن عبدالرحمن بن الاسود، عن ابیه، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: ﴿اَلْحَائِضُ تَقْضِیْ الْمَنَاسِكَ کُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ﴾- رواه احمد، وابن ابی شیبة- (زیلعی ۱-۵۳۰)- و فیه جابر هو الجعفی مختلف فیه، و قد تاید بالذی قبله-

بَابُ اِذَا حَاضَتِ الْمُتَمَتِّعَةُ قَبْلَ الطَّوَافِ وَلَمْ تَطْهُرْ اِلٰی یَوْمِ عَرَفَةَ رَفَضَتْ عُمْرَتَهَا وَبَطَلَتْ مُتْعَتُهَا وَعَلَیْهَا دَمٌ لِرَفْضِ الْعُمْرَةِ وَقَضَائُهَا

۲۸۹۷- عن عروة بن الزبیر، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ﴿مَنْ کَانَ مَعَهٗ هَدْیٌ فَلْیُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا یَحِلُّ حَتّٰی یَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِیْعًا﴾، فَقَدِمْتُ مَکَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ وَلَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَکَوْتُ ذٰلِكَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اُنْقُضِیْ

۲۸۹۶- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ عورت طواف کے علاوہ حج کے تمام اعمال سرانجام دے سکتی ہے۔ (احمد، ابن ابی شیبہ)۔ اس میں جابر جعفی مختلف فیہ ہے۔ پس حدیث حسن ہے۔ اور یہ حدیث پہلی صحیح حدیث سے مؤید ہے۔

فائدہ: یہ غسل احرام کے لئے ہے نہ کہ نماز کے لئے اور چونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور مسجد میں حائضہ کا داخلہ منع ہے اس لئے طواف مؤخر کرنے کا حکم ہوا۔

باب اگر حج تمتع کرنے والی عورت طوافِ عمرہ سے قبل ہی حائضہ ہو جائے اور یوم عرفہ تک وہ پاک نہ ہو تو وہ اپنا عمرہ چھوڑ دے اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ اس پر دم اور قضاء واجب ہوگی اور اس کا تمتع باطل ہو جائے گا

۲۸۹۷- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے ساتھ ہدی لایا ہو تو وہ حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھے اور دونوں سے فارغ ہونے تک وہ احرام نہ کھولے۔ (ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) جب میں مکہ پہنچی تو میں حائضہ تھی اور میں بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی نہ کر سکی اور اس کی شکایت میں نے حضور ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا سر کھولدے اور کنگھی کر (یعنی عمرہ کا احرام کھولدے) اور حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ اور عمرہ چھوڑ دے تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ہم نے حج کر لیا تو حضور ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم تک بھیجا اور وہاں سے میں نے عمرہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عمرہ

رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ، وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ، وَدَعِيْ الْعُمْرَةَ﴾، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِيْ النَّبِيُّ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: ﴿هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ﴾ الحديث- رواه البخاری- (فتح الباری ۳: ۳۳۰)-

۲۸۹۸- عن حماد، عن ابراهيم، عن الاسود، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَهِيَ حَائِضٌ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَرَفَضَتْ عُمْرَتَهَا، فَاسْتَأْنَفَتِ الْحَجَّ، حَتّٰى إِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَجِّهَا أَمَرَهَا أَنْ تَصْدُرَ إِلَى التَّنْعِيْمِ مَعَ أَخِيْهَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ- رواه الامام ابو حنيفة، وهذا سند صحيح، اخرجه ابو محمد البخاری فی "مسنده" لابی حنيفة- (جامع المسانيد ۱: ۵۵۳) وفی سنده الی الامام من لم اعرفه، وذكرته اعتضادا-

۲۸۹۹- ابو حنيفة، عن الهيثم، عن رجل، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَبَحَ لِرِفْضِهَا الْعُمْرَةَ بَقَرَةً- (عقود الجواهر المنيفة ۱-۱۴۶)- واخرجه ابو محمد البخاری بسنده عن ابی حنيفة، عن عبدالملك بن عمير، عن ربعی بن حراش، عن

اس چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲۸۹۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حج تمتع کی نیت سے مکہ پہنچی تو حائضہ تھیں تو حضور ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔لہٰذا انہوں نے اپنا عمرہ چھوڑ دیا اور از سرنو حج کا احرام باندھ کر حج شروع کر دیا اور جب حج سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم جائیں۔ (اسے ابوحنیفہؒ نے روایت کیا ہے۔اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابو محمد بخاری نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (جامع المسانید)۔میں نے یہ حدیث تائیداً روایت کی ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اس کو ترک کر دینے پر قضا لازم ہے۔ یہ حدیث اس پر بھی نص ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اولاً عمرہ کا احرام باندھا اور پھر حیض کی وجہ سے اسے چھوڑ کر حج افراد کیا اور زبیدی اپنی عقود الجواہر میں فرماتے ہیں کہ "هذه مكان عمرتک" اور "هذه قضاء عن عمرتک" کے الفاظ صراحۃً دلالت کر رہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے پہلا عمرہ چھوڑ دیا تھا کیونکہ دوسرا پہلے کی جگہ اور پہلے کی قضاء اس کے (یعنی پہلے کے) مفقود ہونے پر ہی ہوسکتا ہے۔

۲۸۹۹۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے عمرہ چھوڑنے پر ایک گائے ذبح کی (عقود الجواہر المنیفہ)۔ اسے ابو محمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کے عمرہ چھوڑنے پر خون بہا کا حکم فرمایا۔ (جامع المسانید)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ متمتع نہیں تھیں کیونکہ انہوں نے عمرہ کے اعمال ترک کر دیئے تھے، حیض کی وجہ

عائشةرَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ لِرَفۡضِہَاالۡعُمۡرَۃَ دَمًا- (جامع المسانید۱:۵۴۹)-

۲۹۰۰- وروی مسلم عَنۡ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: نَحَرَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ عَنۡ عَائِشَۃَ بَقَرَۃً یَوۡمَ النَّحۡرِ- (عقود الجواھر)- وفیہ تقویۃ لما رواہ الامام-

اَبۡوَابُ الۡجِنَایَاتِ

بَابُ اَنَّ الۡحِنَّاءَ طِیۡبٌ وَکَذٰلِکَ الۡعُصۡفُرُ

۲۹۰۱- عن خولة بنت حکیم، عَنۡ اُمِّ سَلَمَۃَرَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا، قَالَتۡ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ﴿لَا تُطَیِّبِیۡ وَاَنۡتِ مُحۡرِمَۃٌ، وَلَا تَمَسِّیۡ الۡحِنَّاءَ، فَاِنَّہٗ طِیۡبٌ﴾- اخرجہ الطبرانی فی "معجمہ" والبیہقی فی "کتاب المعرفة" فی الحج، قال: اسنادہ ضعیف، فان ابن لہیعة لا یحتج بہ-(زیلعی ۱-۵۳۱)- قلت: وقد مرغیر مرة انہ حسن الحدیث، وثقہ غیر واحد، وتکلم فیہ آخرون، و قال الحافظ فی "الدرایة"(۲۰۷): اخرجہ البیہقی- واعلہ بابن لہیعة، لکن اخرجہ النسائی من وجہ آخر اسلم منہ اھ- فارتفعت العلة-

---

سے اور بعد میں انہوں نے متروکہ عمرہ کی قضاء کی اور جو دم اور قربانی کی وہ عمرہ چھوڑنے پر کی تھی۔ فائدہ: یہ روایت امام اعظمؒ نے دوسندوں سے روایت کی ہے ایک سند میں ایک راوی مجہول ہے لیکن دوسری سند میں کوئی علت اور اعتراض نہیں لہٰذا یہ حدیث حجت پکڑنے کے لائق ہے۔ اور یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ عمرہ چھوڑنے پر دم بھی واجب ہے اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

۲۹۰۰۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف سے دس ذوالحجہ کو ایک گائے ذبح کی۔ (عقود الجواہر المنیفہ) اس حدیث میں امامؒ کی روایت کردہ حدیث کے لئے تقویت ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عمرہ کو ترک کرنے پر قضا کے ساتھ دم بھی واجب ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

ابواب الجنایات

باب مہندی اور کسم خوشبو ہیں

۲۹۰۱۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو احرام کی حالت میں خوشبو استعمال نہ کر اور مہندی کو ہاتھ بھی نہ لگا اس لیے کہ یہ بھی خوشبو ہے۔ (معجم طبرانی، کتاب المعرفت للبیہقی)۔ ابن لھیعہ حسن الحدیث ہے۔ اسے کئی محدثین نے ثقہ کہا ہے۔ حافظ ابن حجر درایہ میں فرماتے ہیں کہ بیہقی نے اسے ابن لھیعہ کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے لیکن نسائی نے یہ حدیث ایک اور طریق سے روایت کی ہے جس میں ابن لھیعہ نہیں ہے لہٰذا یہ اعتراض بھی ختم ہوا۔

۲۹۰۲۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کا خاوند مرجائے وہ عدت کے دنوں میں کسم سے رنگے

۲۹۰۲- عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: ﴿اَلْمُتَوَفّٰی عَنْھَا زَوْجُھَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّیَابِ﴾۔ الحدیث، رواہ ابو داود بسند صحیح۔ (الجوھر النقی ۱:۳۳۷)۔

بَابُ فِدْیَةِ مَنْ حلق رَاْسَهٗ فِی الْاِحْرَامِ بِعُذْرٍ

۲۹۰۳- عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ﷺ، قَالَ: وَقَفَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْحُدَیْبِیَةِ وَرَاْسِیْ یَتَھَافَتُ قُمْلًا، فَقَالَ: ﴿یُؤْذِیْکَ ھَوَامُّکَ؟﴾ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿فَاحْلِقْ رَاْسَکَ اَوْ اِحْلِقْ﴾ قَالَ:

ہوئے کپڑے نہ پہنے۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (جوہر نقی)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مہندی اور کسم خوشبو ہیں اور خوشبو کا استعمال حالت احرام میں ممنوع ہے۔ لہٰذا ان کا استعمال حالت احرام میں غلط ہے۔ باقی رہا شافعیہ کا ابن عباسؓ کی اس حدیث سے استدلال کرنا کہ ازواج مطہرات مہندی لگائے ہوتی تھیں اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں جبکہ وہ احرام میں ہوتیں۔ تو اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس میں یعقوب بن عطاء بن ابی رباح ہے اکثر محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) اور اس جیسی روایت محدثین کے ہاں حجت نہیں ہوا کرتی۔ نیز اس روایت کو سند کے ساتھ ذکر کرنا بھی طبرانی یا اس کے کسی شیخ کا تفرد ہے ورنہ بیہقی نے المعرفۃ میں، ابن المنذر نے الاشرف میں اور دیگر محدثین نے اسے بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا سند پر واقفیت حاصل کئے بغیر اس کو حجت بنانا درست نہیں اور اگر اس حدیث کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ احرام سے قبل مہندی لگاتی تھیں اور مہندی کا اثر ان کے ہاتھ میں باقی رہ جاتا تھا۔ اسی طرح وہ کسم میں رنگے ہوئے کپڑے کو دھو کر استعمال کرتی تھیں۔ اور تاویل اس لئے ضروری ہے کہ محلی ابن حزم میں ہے کہ حضرت عمرؓ سے جملۃً کسم میں رنگے ہوئے کپڑے کے استعمال کا ممنوع ہونا مروی ہے اور حضرت عائشہؓ سے خاص محرم کے لئے اس کا ممنوع ہونا مروی ہے۔ اور احرام سے قبل خوشبو لگانا اور خوشبو لگائے ہوئے کپڑے کو دھو کر حالت احرام میں استعمال کرنا ہمارے ہاں جائز ہے جیسا کہ حدیث متفق علیہ میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا جبکہ وہ خلوق خوشبو میں تربتر تھا اور اس نے جبہ بھی پہنا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خوشبو دھو ڈال اور جبہ بھی اتار دے اور عمرہ میں وہ افعال سرانجام دے جو تو حج میں دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ان کے حج کے احرام باندھنے سے کچھ دیر قبل اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی اور یقیناً اس کا اثر احرام کے بعد تک رہا ہوگا اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور انما یوخذ بالآخر فالآخر من الامر کے اصول کے تحت اگر احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا اثر رہ جائے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔

باب احرام کی حالت میں عذر کی وجہ سے سر کے بال منڈوانے کا فدیہ

۲۹۰۳۔ کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ مقام پر حضور ﷺ میرے پاس کھڑے تھے اور میرے سر سے جوئیں کثرت سے گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ جوئیں تجھے تکلیف دیتی ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اپنے سر کے بال منڈوا دے۔ کعب فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت ﴿فمن کان منکم مریضاً او بہ اذی من راسہ (الآیۃ)﴾ (یعنی تم میں سے

فِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّأْسِهٖ﴾ اِلٰى آخِرِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، اَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ، اَوْ نُسُكٍ بِمَا تَيَسَّرَ﴾- رواه البخاری- و فی لفظ له: ﴿اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ﴾- و فی روایة عند احمد: ﴿وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ﴾- ولمسلم من طریق ابی قلابة عن ابن ابی لیلی: ﴿اَوْ اَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ﴾- ولاحمد عن بهز عن شعبة: ﴿نِصْفَ صَاعِ طَعَامٍ﴾- ولبشر بن عمر عن شعبة: ﴿نِصْفَ صَاعِ حِنْطَةٍ﴾- قال الحافظ: المحفوظ عن شعبة انه قال فی الحدیث: ﴿نِصْفَ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ﴾- والاختلاف علیه فی کونه تمرا او حنطة لعله من تصرف الرواة- فتح الباری ٤:١٣ و ١٥)-

٢٩٠٤- عن الشعبی، عن ابن ابی لیلی، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ؓ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهٗ: ﴿اِنْ شِئْتَ فَانْسُكْ نَسِيْكَةً، وَاِنْ شِئْتَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، وَاِنْ شِئْتَ فَاَطْعِمْ﴾- الحدیث: رواه ابوداؤد و فی روایة مالك فی الموطا عن عبدالکریم باسناده فی آخر الحدیث ﴿اَيَّ ذٰلِكَ فَعَلْتَ اَجْزَاَكَ﴾- ذکره الحافظ فی "الفتح" (٤:١٠)- وهو صحیح او حسن علی اصله-

---

جو مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ دے)- میرے بارے میں ہی نازل ہوئی- حضور ﷺ نے فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکینوں پر چھ فرق صدقہ کر یا جو قربانی میسر ہو وہ ذبح کر- (بخاری) بخاری کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلا، ہر مسکین کو آدھا صاع اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے- مسلم کی ایک روایت میں ہے چھ مسکینوں کو کھجور کے تین صاع کھلا- اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اناج کا آدھا صاع اور ایک روایت میں ہے کہ گندم کا آدھا صاع ہر مسکین کو دے- حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ محفوظ لفظ طعام ہے پھر طعام کی مراد میں اختلاف ہے کہ کھجور ہے یا گندم- (فتح الباری)

۲۹۰۴- کعب بن عجرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اگر چاہے تو ایک قربانی ذبح کر یا تین دن کے روزے رکھ اور اگر چاہے تو کھانا کھلا- (ابوداؤد) مؤطا مالک کی ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے جو کام بھی تو کرے گا درست ہوگا- (فتح الباری)- یہ حدیث حافظ ابن حجر کے اصول پر صحیح یا کم از کم حسن ہے-

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر عذر کی وجہ سے سر منڈایا جائے تو محرم کو باجماع ائمہ ذبح، صدقہ اور روزے میں تخییر ہے- البتہ بغیر عذر کے سر منڈانے پر احناف کے ہاں قربانی ہی متعین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت بالا میں تخییر کو شرط عذر کے ساتھ مقید کیا ہے پس جب شرط عذر نہ ہوگی تو تخییر بھی نہ رہے گی-

بَابُ فَسادِ الحَجِّ بِالجِماعِ قَبلَ الوُقُوفِ بِعَرفَةَ وَعَلَيهِ القَضاءُ وَما تَيَسَّرَ مِنَ الهَدْىِ وَادْناهُ شاةٌ

۲۹۰۵- عَنْ يَزِيدِ بْنِ نعيم: اَنَّ رَجُلًا مِنْ جُذامٍ جامَعَ اِمْرَاَتَهُ وَهُما مُحْرِمانِ، فَسَاَلَا النَّبِيَّ ﷺ، فَقالَ: ﴿اِقْضِيا نُسُكَكُما، وَاَهْدِيا هَدْيًا﴾- رواه ابوداود فى مراسيله- ورجاله ثقات مع ارساله، ورواه ابن وهب فى "موطاه" من طريق سعيد بن المسيب مرسلا اھ- (التلخيص الحبير۱-۲۲۷)- واعله ابن القطان بجهالة يزيد، وذكرنا جوابه فى الحاشية- ورواه ابن وهب: اخبرنى ابن لهيعة، عن يزيد بن ابى حبيب، عن عبدالرحمن بن حرملة عن ابن المسيب: ان رجلا من جذام جامع امراته وهما محرمان- فسال الرجل النبى ﷺ الحديث- قال ابن القطان: وهذاايضا ضعيف بابن لهيعة- (زيلعى ۱:۵۳۲)- قلت: قد مر غير مرة انه حسن الحديث-

باب وقوف عرفہ سے قبل جماع سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور ہدی ذبح کرنا اور حج کی قضا کرنا واجب ہے

۲۹۰۵- یزید بن نعیم سے مروی ہے کہ قبیلہ جذام کا ایک آدمی اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا جب کہ وہ دونوں احرام کی حالت میں تھے- تو انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے حج کی قضا کرو اور ہدی ذبح کرو- (مراسیل ابوداؤد)- اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں- اور مؤطا ابن وہب میں بھی یہ حدیث سعید بن مسیب کے طریق سے مرسلاً مروی ہے- اور ابن القطان نے اس حدیث کو یزید بن نعیم کے مجہول ہونے کے ساتھ معلول کیا ہے- لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ بیہقی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور راوی بلاشک یزید بن نعیم ہے اھ- اور ابوداؤد کی سند میں انقطاع بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی سند یوں ہے عن ابی توبہ بن الربیع بن نافع عن معاویہ بن سلام عن یحیٰ بن ابی کثیر قال اخبرنی یزید بن نعیم اور زید بن نعیم (یزید اور زید میں ابوتوبہ کو شک ہے اور یہ شک بیہقی کی روایت میں نہیں ہے) یہ سند متصل ہے اور بیہقی کی سند کی تقریر پر یہاں یزید راوی ہے لہٰذا تمام راوی ثقہ ہیں لہٰذا یہ حدیث متصل و مرسلاً ہر دو طرح مروی ہے اور وہ ہمارے ہاں اور اکثر اہل علم کے ہاں حجت ہے (فتح الباری ۲-۴۵۵) ابن وھب کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قبیلہ جذام کے ایک آدمی نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی جبکہ وہ دونوں حالتِ احرام میں تھے- پس اس آدمی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا الحدیث- اس سند میں ابن لھیعہ ہے جو حسن الحدیث ہے- کما مر غیر مرۃ

فائدہ: صحابہؓ کی جماعت سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ قبل الوقوف وطی کرنے سے اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر قضا بھی ہے اور کم از کم بکری بھی جبکہ امام شافعیؒ قبل الوقوف ہم بستری کو بعد الوقوف ہم بستری پر قیاس کرتے ہوئے اونٹ کی قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں لیکن احناف کثر اللہ سوادھم حدیث میں واھدیا ھدیا کے عموم کی وجہ سے اور صحابہؓ کے اقوال کی وجہ سے بکری کی قربانی کو بھی جائز قرار دیتے ہیں- اب دیکھیے کون قیاس کر رہا ہے اور کون حدیث پر عمل کر رہا ہے لیکن افسوس کہ ترکِ حدیث کا اعتراض پھر بھی احناف پر-

٢٩٠٦- عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَتٰى رَجُلٌ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، فَسَاَلَهٗ عَنْ مُحْرِمٍ وَقَعَ بِامْرَاَتِهٖ، فَاَشَارَ لَهٗ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ الرَّجُلُ، قَالَ: فَذَهَبْتُ مَعَهٗ، فَسَاَلَهٗ عَنْ مُحْرِمٍ وَقَعَ بِامْرَاَتِهٖ، قَالَ: بَطَلَ حَجُّهٗ۔ قَالَ: فَيَقْعُدُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ يَخْرُجُ مَعَ النَّاسِ، فَيَصْنَعُ مَا يَصْنَعُوْنَ، فَاِذَا اَدْرَكَهٗ قَابِلٌ حَجَّ وَاَهْدٰى، فَرَجَعْنَا اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَاَرْسَلَنَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ شُعَيْبٌ: فَذَهَبْتُ مَعَهٗ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ الرَّجُلُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: مَا تَقُوْلُ اَنْتَ؟ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَا: رواه الدارقطني، وعنه الحاكم، وعنه البيهقي في "المعرفة"، و قال: اسناده صحيح، وفيه دلالة على صحة سماع شعيب من جده عبدالله بن عمرو، ومن ابن عباس ؓ انتهى۔(اى ومن ابن عمر ؓ ايضا) وقال الشيخ في "الامام": رجاله كلهم ثقات مشهورون اه۔ (زيلعي ١-٥٣٢) "دراية" (٢٠٧)۔

٢٩٠٧- مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ: اَنَّ عُمَرَ، وَعَلِيًّا، وَاَبَا هُرَيْرَةَ ؓ، سُئِلُوْا عَنْ رَجُلٍ اَصَابَ اَهْلَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِالْحَجِّ، فَقَالُوْا: يَنْفُذَانِ بِوُجُوْهِهِمَا حَتّٰى يَقْضِيَا حَجَّهُمَا، ثُمَّ عَلَيْهِمَا الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ

٢٩٠٦۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمرو کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ اگر کوئی مُحرم اپنی بیوی سے ہم بستری کرے (اس کے بارے میں کیا حکم ہے) تو انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن وہ آدمی ابن عمرؓ کو نہیں جانتا تھا۔ تو راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ گیا اور اس آدمی نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر مُحرم اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے تو کیا حکم ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اس کا حج باطل ہو گیا۔ اس آدمی نے کہا کیا وہ بیٹھ جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ لوگوں کے ساتھ نکلے اور جو اعمال لوگ کریں یہ بھی کرے اور جب اگلا سال آئے تو حج کرے اور قربانی دے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم عبداللہ بن عمروؓ کے پاس لوٹے تو انہوں نے ہمیں ابن عباسؓ کی طرف بھیج دیا۔ شعیبؒ کہتے ہیں کہ میں بھی اس آدمی کے ساتھ ابن عباسؓ کے پاس گیا، آپؓ نے بھی اسی طرح فرمایا پھر اس آدمی نے عبداللہ بن عمروؓ سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے ان دونوں حضرات کی طرح فرمایا۔ (دارقطنی، حاکم، بیہقی)۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ "امام" میں فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ مشہور ہیں۔ (زیلعی، درایہ)۔

فائدہ: لفظ اھدی اس بات پر دلیل ہے کہ مطلق ہدی واجب ہے اور وہ کم از کم بکری ہے۔

٢٩٠٧۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عمرؓ، علیؓ، ابوہریرہؓ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا، جو احرام کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھے، انہوں نے فرمایا کہ وہ (میاں بیوی) تمام اعمال بجالائیں اور حج پورا کریں پھر اگلے سال حج اور قربانی ان کے ذمہ ہوگی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب اگلے سال وہ دونوں حج کا احرام باندھیں تو دونوں حج کے مکمل ہونے تک علیحدہ علیحدہ رہیں۔ (مؤطا مالک)۔ عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس جگہ سے جدا ہو جائیں جہاں انہوں نے ہم بستری کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

وَالْهَدْیُ-قَالَ عَلِیٌّ: فَاِذَا اَهَلَّا بِالْحَجِّ مِنْ عَامٍ قَابِلٍ تَفَرَّقَا حَتّٰی یَقْضِیَا حَجَّهُمَا- رواه فی "الموطا"، واخرجه البیهقی من طریق عطاء عن عمر، قال فیه: وَیَتَفَرَّقَانِ حَتّٰی یُتِمَّا حَجَّهُمَا- واخرجه ابن ابی شیبة من طریق عطاء عن مجاهد، قال: کان فی عهد عمر فذکره، وفیه وَتَفَرَّقَا مِنَ الْمَكَانِ الَّذِیْ اَصَابَهَا فِیْهِ- ومن طریق الحکم عن علی نحوه، ومن طریق ابن عباس نحوه- (درایة۲۰۷)-

بَابُ مَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ قَبْلَ الْحَلْقِ فَعَلَیْهِ بَدَنَةٌ وَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ

۲۹۰۸- اخبرنا مالك، اخبرنا ابو الزبیر المکی، عن عطاء بن ابی رباح، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ وَقَعَ عَلٰی اِمْرَاَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یُّفِیْضَ، فَاَمَرَهٗ اَنْ یَّنْحَرَ بَدَنَةً- رواه محمد فی "الموطا" (۲۳۳)، وهو فی "موطا مالك" بهذاالسند، ولفظه: وَهُوَ بِمِنًی قَبْلَ اَنْ یُّفِیْضَ- (درایة۲۰۸)-

۲۹۰۹- حدثنا ابوبکر بن عیاش، عن عبدالعزیز بن رفیع، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقوفِ عرفہ سے پہلے محرم جماع کر بیٹھے تو اس حج کو پورا کرے اور حج کے فاسد ہونے کی وجہ سے اگلے سال قضاء کرے اور قربانی دے اور قربانی میں بکری بھی کافی ہے کیونکہ احادیث میں مطلق ہدی کا ذکر ہے جو بکری کو بھی شامل ہے۔ البتہ میاں بیوی کے جدا ہونے کا حکم استحباب پر محمول ہے، وجوب پر نہیں۔ کیونکہ عمرؓ اور ابو ہریرہؓ نے سائل کے سوال کے جواب میں علیحدہ علیحدہ رہنے کو ذکر نہیں کیا۔ اگر علیحدہ علیحدہ رہنا واجب ہوتا تو یہ دونوں حضرات بھی اسے ضرور ذکر کرتے۔ البتہ مستحب ضرور ہے تا کہ کہیں پھر ہمبستری نہ کر بیٹھے جیسے پہلے احرام میں ہمبستری کر بیٹھا ہے۔ اور اگر محرم وقوفِ عرفہ کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھے تو اس صورت میں اس کا حج فاسد نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ الحج عرفة یعنی حج تو وقوف عرفہ ہی ہے اور آپ ﷺ کا دوسرا فرمان ہے کہ "من وقف بعرفة فقد تم حجه" یعنی جس نے وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج مکمل ہوگیا۔ البتہ وقوف عرفہ کے بعد ہم بستری کرنے پر اس پر اونٹ کی قربانی واجب ہوگی۔ مزید تفصیل اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب جو وقوف عرفہ کے بعد حلق سے پہلے ہم بستری کر بیٹھے تو اس کا حج پورا ہوگیا اور اس پر بدنہ واجب ہے

۲۹۰۸۔ عطاء سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم طوافِ زیارت سے قبل اپنی بیوی سے جماع کرلے (تو اس کا کیا حکم ہے) تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ ایک بدنہ ذبح کرے۔ (مؤطا محمد) اور مؤطا مالک کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ طواف زیارت سے قبل منیٰ میں (جماع کرلے)۔

۲۹۰۹۔ عطاء فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم آدمی تمام مناسک حج ادا کرنے کے بعد طوافِ زیارت سے قبل اپنی بیوی سے ہمبستری کرلے (تو اس کا کیا حکم ہے)۔ آپؓ نے فرمایا کہ ایک بدنہ ذبح کرنا اس پر واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی

... عنهما عَنْ رَجُلٍ قَضَى الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَزُرِ الْبَيْتَ حَتَّى وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ؟، قَالَ: ... بَدَنَةٌ۔ اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۱: ۵۳۳)۔ ورجاله رجال الصحیح۔

۲۹۱۰- اخبرنا ابو حنیفة، عن عطاء بن ابی رباح، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِذَا جَامَعَ ... مَا يُفِيضُ مِنْ عَرَفَاتٍ فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ، وَيَقْضِي مَا بَقِيَ مِنْ حَجِّهِ وَتَمَّ حَجُّهُ۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۳)۔ ... به ناخذ، وهو قول ابی حنیفة اھ۔ قلت: وهذا سند صحیح جلیل کلهم ائمة فقهاء۔

بَابُ مَنْ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ بِشَهْوَةٍ أَوْ لَمَسَهَا أَوْ جَامَعَهَا فِي غَيْرِ السَّبِيلَيْنِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَلَا يَفْسُدُ حَجُّهُ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ

۲۹۱۱- اخبرنا ابو حنیفة عن عبدالعزیز بن رفیع، عن مجاهد عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ... أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي قَبَّلْتُ امْرَأَتِي وَأَنَا مُحْرِمٌ، فَخَذَفْتُ بِشَهْوَتِي، فَقَالَ: إِنَّكَ شَبِقٌ، ... دَمًا، وَتَمَّ حَجُّكَ۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (۵۳)۔ وسنده صحیح، قال محمد: وبه ناخذ، ... یفسد الحج حتی یلتقی الختانان، وهو قول ابی حنیفة، وکذلك بلغنا عن ابن ابی رباح اھ۔

... اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۲۹۱۰۔ عطا بن ابی رباح سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر محرم عرفات سے لوٹنے کے بعد ہمبستری کر لے ... پر بدنہ ذبح کرنا واجب ہے، اور حج کے باقی اعمال وہ پورے کرے اور اس کا حج مکمل ہوگیا۔ (کتاب الآثار امام محمدؒ)۔ امام محمدؒ فرماتے ... ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح جلیل ہے اور اس کے تمام راوی ائمہ فقہاء ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کے بعد ہمبستری کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا۔ البتہ ایک بدنہ (اونٹ یا ...) کا ذبح کرنا ضروری ہے۔

... اگر محرم اپنی بیوی کو شہوت سے بوسہ دے یا چھوئے یا غیر سبیلین میں جماع کرلے تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ البتہ اس پر دم واجب ہے

۲۹۱۱۔ مجاہد سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ میں نے احرام کی حالت میں اپنی ... کو بوسہ دیا ہے اور بوسہ دے کر میں نے اپنی شہوت کو قطع کیا ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ تو شدید شہوت والا ہے۔ ایک ہدی ذبح کر اور تیرا حج ... ہوگیا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک دونوں ختنے نہ ملیں حج فاسد نہیں ہوتا۔ یہی ہمارا اور امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ اور عطاء بن ... بھی یہی فرماتے ہیں (کتاب الآثار)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہوت سے بوسہ دینے سے حج فاسد نہیں ہوتا اگرچہ منی اتر آئے۔ اور ابن عباسؓ نے

۲۹۱۲- عن عبدالرحمن بن الحارث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ قَبَّلَ عَائِشَۃَ بِنْتَ طَلْحَۃَ مُحْرِمًا فَاَجْمَعَ لَہٗ عَلٰی اَنْ یُّھْرِقَ دَمًا۔ رواہ الاثرم فی "سننہ" باسنادہ۔ (المغنی لابن قدامۃ۳-۳۲۷)۔

۲۹۱۳- اخبرنا ابو حنیفۃ، عن حماد، عَنْ اِبْرَاھِیْمَ، قَالَ: مَنْ قَبَّلَ وَھُوَ مُحْرِمٌ فَعَلَیْہِ دَمٌ۔ اخرجہ محمد فی "الآثار" وقال: وبہ ناخذ اذا قبّل بشھوۃ، وھو قول ابی حنیفۃ(۵۳)۔ وسندہ صحیح۔

بَابُ وُجُوْبِ الْاِعَادَۃِ عَلٰی مَنْ طَافَ لِلزِّیَارَۃِ جُنُبًا اَوْ مُحْدِثًا وَاِنْ لَّمْ یُعِدْ فَعَلَیْہِ دَمٌ

۲۹۱۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا مَرْفُوْعًا: ﴿اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلَاۃٌ، اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اَبَاحَ فِیْہِ الْکَلَامَ، فَمَنْ نَطَقَ فَلَا یَنْطِقُ اِلَّا بِخَیْرٍ﴾۔ اخرجہ اصحاب السنن، وصححہ ابن خزیمۃ، وابن حبان۔ (فتح الباری۳:۳۸۶)، قال الحافظ: اشار البخاری الی الحدیث المشھور عن ابن عباس موقوفا و مرفوعا فذکرہ۔

فتوی دیا کہ اس صورت میں حج پورا ہو جائے گا اور اس پر دم واجب ہے جو کم از کم ایک بکری ہے۔

۲۹۱۲۔ عبدالرحمٰن بن الحارث سے روایت ہے کہ عمر بن عبداللہؓ نے عائشہ بنت طلحہ کو احرام کی حالت میں بوسہ دیا تو خون بہانے پر اتفاق ہوا۔ (المغنی لابن قدامہ)

۲۹۱۳۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص احرام کی حالت میں بوسہ دے تو اس پر دم واجب ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی مسلک ہے بشرطیکہ بوسہ شہوت کے ساتھ ہو اور یہی امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔ (کتاب الآ ثار)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں بوسہ دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ مغنی میں ہے کہ ابن منذر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ حالت احرام میں جماع کے علاوہ باقی تمام حرکات کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا۔ اور شہوت سے بوسہ دینا، چھونا یا غیر سبیلین میں جماع کرنا جماع نہیں ہے لہٰذا ان سے حج فاسد نہیں ہوگا۔

باب اگر طوافِ زیارت جنابت یا حدث کی حالت میں کرے تو اس کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہے

۲۹۱۴۔ ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف (ثواب کے حصول میں) نماز کی طرح ہے۔ لیکن اس میں بات چیت کرنا اللہ نے جائز کر دیا ہے۔ لہٰذا جس نے بات کرنی ہی ہو تو بھلی بات کرے۔ (اخرجہ اصحاب السنن)۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے مروی موقوف و مرفوع حدیث کی طرف اشارہ کر کے یہی حدیث روایت کی ہے۔

۲۹۱۵- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَ لَهَاالنَّبِيُّ ﷺ لَمَّا طَمَثَتْ بِسَرِفَ: ﴿اِفْعَلِي مَا ...لُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي﴾- متفق عليه، (نيل الاوطار٤-٢٦٨)-

۲۹۱٦- حدثنا ابو عوانة، عن ابی بشر، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: حَاضَتْ اِمْرَأَةٌ وَهِيَ تَطُوفُ ...عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَاَتَمَّتْ بِهَا عَائِشَةُ سُنَّةَ طَوَافِهَا- رواه سعيد بن منصور في "سننه"، ...كره الشيخ تقی الدين فی "الامام"- "فتح القدير" (٢: ٤٦٠)-"ونصب الراية" (١: ٥٣٣)-...ده صحيح، وابو بشر هو جعفر بن اياس-

۲۹۱۷- حدثنا غندر، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَاَلْتُ الْحَكَمَ، وَحَمَّادًا، وَمَنْصُوْرًا، ...سُلَيْمَانَ، عَنِ الرَّجُلِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَلَمْ يَرَوْا بِهٖ بَأْسًا- وَرُوِيَ عَنْ عَطَاءٍ: إِذَا

۲۹۱۵- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ مقام سرف پر حائضہ ہوگئیں تو ...ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ حاجی جوافعال سرانجام دیتے ہیں تو بھی وہ سرانجام دے۔لیکن حیض سے پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف ...کر۔(بخاری ومسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طہارت طواف کے لئے واجب ہے۔لیکن یاد رکھیں کہ طہارت طواف کے لئے شرط ...یعنی اگر کوئی بغیر طہارت کے طواف کرلے تو طواف ہوجائے گا جیسا کہ اگلے آثار اس کے مؤید ہیں۔

فائدہ: طواف کو نماز سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ طواف حصول ثواب میں نماز کی طرح ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ...تمام احکام میں نماز کی طرح ہے۔مثلاً چلنا، گفتگو کرنا، نماز میں جائز نہیں لیکن طواف میں جائز ہے۔بدن اور کپڑوں کا نجس سے پاک ...کے لئے شرط ہے لیکن طواف کے لئے بالاتفاق شرط نہیں۔اس طرح طہارت بھی نماز کے لئے شرط ہے لیکن طواف کے لئے شرط ...لہذا اگر کوئی شخص طواف بغیر طہارت کے کرلے تو جائز ہوجائے گا۔البتہ واجب کے چھوڑنے پر جرمانہ ہوگا جو طوافِ قدوم (جو سنت ...طواف زیارت (جو فرض ہے) اور طواف وداع (جو واجب ہے) کے لئے مختلف ہے۔طواف زیارت اگر بغیر طہارت کے ہو تو اس کا ...جب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہے۔مزید تفصیل کے لئے فتح القدیر ج ۲ صفحہ ۴۵۹ ملاحظہ کریں۔

۲۹۱٦- عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ طواف کررہی تھی کہ اچانک ...حیض آ گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سنت طواف (یعنی طوافِ قدوم) پورا کرایا۔اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ...کیا ہے۔اور تقی الدین شیخ نے الامام میں اسے ذکر کیا ہے۔(نصب الرایہ و فتح القدیر)۔اس کی سند صحیح ہے۔

۲۹۱۷- شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حمادؒ، منصورؒ اور سلیمانؒ سے پوچھا کہ اگر آدمی بغیر طہارت کے طواف کرے (تو کیا حکم ...) انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔حضرت عطاء سے مروی ہے کہ اگر عورت تین سے زیادہ چکر لگا چکی ہو اور پھر حیض آجائے تو وہ ...کفایت کرجائے گا (یعنی درست ہے)۔اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔(فتح الباری)۔یہ حدیث حافظ ابن

طَافَتِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ فَصَاعِدًا ثُمَّ حَاضَتْ أَجْزَأَعَنْهَا۔ رواہ ابن ابی شیبة۔ (فتح الباری ۳-۳-۴۰۳)۔ وھو حسن او صحیح علی اصلہ۔

بَابُ وُجُوبِ الدَّمِ عَلٰی مَنْ تَرَکَ شَیْئًا مِنْ وَاجِبَاتِ الْحَجِّ اَوْ نَسِیَهُ اَوْ قَدَّمَ وَاَخَّرَ

۲۹۱۸- عن مجاھد، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا: مَنْ قَدَّمَ شَیْئًا مِنْ حَجِّهٖ اَوْ اَخَّرَ فَلْیُهْرِقْ لِذٰلِكَ دَمًا۔ اخرجه ابن ابی شیبة باسناد حسن، والطحاوی من وجه آخر احسن عنه، قاله الحافظ فی (الدرایة۲۰۸)۔

۲۹۱۹- مالك، حدثنا ایوب السختیانی، عن سعید بن جبیر، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ أَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: مَنْ نَسِیَ مِنْ نُسُکِهٖ شَیْئًا اَوْ تَرَکَ فَلْیُهْرِقْ دَمًا۔ قَالَ أَیُّوْبُ: لَا اَدْرِیْ اَقَالَ: تَرَکَ اَمْ نَسِیَ۔ اخرجه مالك فی "موطاہ" (۱۶۳)۔ و محمد فی "موطاہ" ایضا (۲۳۰) وسندہ صحیح جلیل۔

اَبْوَابُ جَزَاءِ الصَّیْدِ

بَابُ مَا یَحِلُّ قَتْلُهٗ لِلْمُحْرِمِ فِی الْاِحْرَامِ وَلَهٗ وَلِلْحَلَالِ فِی الْحَرَمِ

حجرؒ کے اصول پر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ طہارت طواف کے لئے شرط نہیں۔

باب کسی واجب کے چھوڑنے یا بھول جانے پر یا واجب کے مقدم و مؤخر کرنے سے دم واجب ہوتا ہے

۲۹۱۸۔ مجاہدؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جس نے اپنے حج سے کوئی چیز مقدم یا مؤخر کی تو وہ اس پر خون بہائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن ہے۔ اور طحاویؒ نے اس سے زیادہ بہتر طریق سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

۲۹۱۹۔ سعید بن جبیر، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر محرم حج کے (واجب) اعمال میں سے کوئی عمل بھول جائے یا چھوڑ دے تو اسے چاہیے کہ وہ خون بہائے (مؤطا مالک، مؤطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ فرض یا رکن کے چھوڑنے پر کوئی تدارک ممکن نہیں بلکہ اصل عمل (مثلاً حج) ہی جاتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح سنت یا مستحب کے چھوڑنے پر کوئی دم واجب نہیں لہذا ان احادیث سے معلوم ہوا کہ واجب کے چھوڑنے یا تقدیم و تاخیر کرنے پر دم واجب ہے۔ باقی افعل و لا حرج والی احادیث عدم گناہ پر محمول ہیں اور کفارہ کے وجوب اور عدم وجوب سے خاموش ہیں۔ اس پر لَمْ اشعر کے الفاظ واضح دلیل ہیں۔

ابواب شکار کرنے کی جزاء

باب جن چیزوں کا احرام کی حالت میں قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے

۲۹۲۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ خَمْسِ فَوَاسِقَ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَمِ: اَلْغُرَابِ، وَالْحِدَاۃِ، وَالْعَقْرَبِ، وَالْفَارَۃِ، وَالْکَلْبِ الْعَقُوْرِ۔ متفق علیه۔ (نیل الاوطار ٤-٢٤٥)- واخرجه ابو عوانة فی "المستخرج" من طریق المحاربی، عن هشام، بلفظ: ست- وزاد: الحیة- وهو کذلك عند مسلم بطریق شیبان عن ابن عمر، فزاد الحیة، ولم یقل فی اوله: خمسا، ولاستا- وقد وقع فی حدیث ابی سعید عند ابی داود نحو روایة شیبان، وزاد السبع العادی- و فی حدیث ابی هریرة عند ابن خزیمة وابن المنذر زیادة الذئب، والنمر، فتصیر تسعا، وفی روایة سعید بن المسیب عن عائشة عند مسلم: الغراب الابقع- (فتح الباری ٤: ٣٠)-

۲۹۲۱- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: ﴿یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْحَیَّةَ وَالذِّئْبَ﴾ اخرجه ابو داود وابن ابی شیبة وسعید بن منصور ورجاله ثقات- (فتح الباری ٤: ٣٠)-

۲۹۲۲- عن حجاج بن ارطاة، عن وبرة، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الذِّئْبِ لِلْمُحْرِمِ- اخرجه احمد، وحجاج ضعیف- (فتح الباری)- قلت: کلا، بل هو حسن الحدیث کما مر غیر مرة-

۲۹۲۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ﴿خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَیْسَ

اسی طرح وہ جانور جن کو حرم میں قتل کرنا محرم اور حلال دونوں کے لئے جائز ہے

۲۹۲۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے پانچ موذی جانوروں کو حل اور حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا کوا، چیل، بچھو، چوہا اور باؤلا کتا (بخاری و مسلم)۔ ابوعوانہ نے مستخرج میں محاربی کے طریق سے ہشام کے واسطے سے حضرت عائشہؓ سے چھ جانوروں کا ذکر کر کے سانپ کا اضافہ کیا ہے۔ اور مسلم میں شیبان کے طریق سے ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابوداؤد میں ابو سعید کی حدیث میں شیبان کی طرح ہے اور ایک اور جانور کا اضافہ ہے اور وہ پھاڑنے والا درندہ ہے۔ اور صحیح ابن حزیمہؒ اور ابن منذر میں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں دو اور جانوروں کا اضافہ ہے بھیڑیا اور تیندوا تو اس طرح یہ کل نو ہو گئے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں چتکبرے کوے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری)۔

۲۹۲۱۔ سعید بن مسیب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا محرم سانپ اور بھیڑیے کو قتل کرے۔ (ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۹۲۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے محرم کو بھیڑیے کے قتل کرنے کا حکم فرمایا (احمد)۔ حجاج ضعیف نہیں بلکہ حسن الحدیث ہے۔

۲۹۲۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا پانچ جانوروں کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں۔ کوا، چیل، بچھو،

عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ: اَلْغُرَابُ، وَالْحِدَاةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَارَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ﴾- رواه الجماعة الا الترمذي، و في لفظ: ﴿خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْاِحْرَامِ: اَلْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ، وَالْغُرَابُ وَالْحُدَى وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ﴾رواه مسلم والنسائي(نيل الاوطار٤:٢٤٥)-

٢٩٢٤- عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَ مُحْرِمًا بِقَتْلِ حَيَّةٍ بِمِنًى، رواه مسلم - (نيل ٤:٢٤٥)-

٢٩٢٥- عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِيَ، وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ، وَالْفَارَةَ، وَالْعَقْرَبَ، وَالْحِدَاةَ﴾- رواه الترمذي و قال: هذا حديث حسن(١:١٠٣)-

٢٩٢٦- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ﷺ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الضَّبُعِ، فَقَالَ: ﴿هِيَ مِنَ الصَّيْدِ﴾، وَجَعَلَ فِيْهَا اِذَا اَصَابَهَا الْمُحْرِمُ كَبْشًا- اخرجه الطحاوي في "معاني الآثار" له (١-٣٨٤) بسند صحيح، واخرجه باسانيد متعددة حسان وصحاح، واخرجه اصحاب السنن، وابن حبان، والحاكم عن جابر بلفظ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ اَصَيْدٌ؟، قال

چوہا اور باؤلا کتا۔ اسے ترمذی کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو ان پانچ جانوروں کو حرم میں یا احرام کی حالت میں قتل کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل اور باؤلا کتا۔ (مسلم ونسائی)۔

۲۹۲۴۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے منٰی میں سانپ کے قتل کرنے کا محرم کو حکم فرمایا۔ (مسلم)۔

۲۹۲۵۔ ابوسعیدؓ نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ محرم پھاڑنے والے درندے، باؤلے کتے، چوہا، بچھو اور چیل کو قتل کرے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: سبع عادی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر درندہ محرم پر حملہ کرے تو اس کا قتل جائز ہے۔ ہاں اگر وہ تکلیف دینے کی ابتداء نہ کرے تو پھر اسے قتل کرنا جائز نہیں۔

۲۹۲۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بجو کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا شکار ہے۔ اگر محرم اسے قتل کرے تو اس میں ایک بکرا ہے۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ امام طحاوی نے اسے صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اصحاب السنن اور حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا بجو شکار ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اور اگر محرم اسے شکار کرے تو اس پر ایک بکرا ہے۔ (درایۃ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا جانوروں کا قتل کرنا حرم اور حل میں محرم اور حلال کے لئے جائز ہے۔ آخری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر قسم کے درندے کو مارنا جائز نہیں کیونکہ بجو بھی درندہ ہے لیکن اس کے قتل سے روکا گیا ہے۔

نعم، وَفِيهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ﴾- (دراية ٢٠٩)-

بَابُ أَنَّ الدَّلَالَةَ عَلَى الصَّيْدِ كَاصْطِيَادِهِ فِيْ إِيْجَابِ الْجَزَاءِ وَالتَّحْرِيْمِ

٢٩٢٧- عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ ﷺ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا، فَخَرَجُوْا معه، فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ فِيْهِمْ أَبُوْ قَتَادَةَ، فَقَالَ: خُذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوْا أَحْرَمُوْا إِلَّا أبا قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَبَيْنَمَاهُمْ يَسِيْرُوْنَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ أَبُوْقَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ، فَعَقَرَ منها أَتَانًا، فَنَزَلُوْا، فَأَكَلُوْا مِنْ لَحْمِهَا، وَقَالُوْا: أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بقي مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ، فَلَمَّا أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ: ﴿أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عليها، أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟﴾ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ﴿فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا﴾- رواه البخاري، وفي رواية له بطريق ابي حازم: وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِيَ، وَفِيْهِ: ﴿مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟﴾، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ، فأكلها حَتّٰى تَعَرَّقَهَا - وفي رواية لمسلم: ﴿هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ؟﴾، وفي رواية له: ﴿هَلْ أَشَرْتُمْ أَوْ أَعَنْتُمْ أَوْ اِصْطَدْتُمْ﴾- (فتح الباري ٤-٣٥)-

٢٩٢٨- عَنْ عُمَرَ ﷺ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ: إِنِّيْ أَشَرْتُ إِلٰى ظَبْيٍ وَأَنَا مُحْرِمٌ، فَقَتَلَهُ صَاحِبِيْ،

باب شکار کرنے کی طرح شکاری کی راہنمائی کرنا محرم کے لئے حرام ہے اور راہنمائی کرنے پر جزا واجب ہے

۲۹۲۷۔ ابوقتادہؓ طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرہ کا ارادہ کر کے نکلے، صحابہ کرامؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو جن میں ابوقتادہؓ بھی تھے یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ سمندر کے کنارے ہو کر جاؤ (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) جب یہ جماعت لوٹی تو ابوقتادہ کے علاوہ سب نے احرام باندھا، یہ قافلہ چل رہا تھا کہ اچانک انہوں نے چند گورخر دیکھے، ابوقتادہ ان گورخروں پر جھپٹ پڑے اور ان میں سے ایک مادہ کو شکار کر لائے، ان سب نے ایک جگہ ٹھہر کر اس کا گوشت کھایا۔ اچانک انہیں خیال آیا کہ کیا ہم محرم ہوتے ہوئے شکار کا گوشت کھا سکتے ہیں؟ چنانچہ جو گوشت باقی بچا وہ ہم ساتھ لائے، جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کرنے کے لئے کہا تھا یا کسی نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا، انہوں نے کہا نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا باقی ماندہ گوشت بھی کھالو (بخاری) اور ابوحازم کے طریق سے بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے اپنے ساتھ ایک بازو (جانور کا) چھپالیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ باقی بھی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو وہ بازو دے دیا تو آپ ﷺ نے اسے کھایا یہاں تک کہ اس کی ہڈی پر سے سارا گوشت کھالیا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کیا تم میں سے کسی نے اس کا حکم دیا یا اس کی طرف اشارہ کیا؟۔ اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ کیا تم نے اشارہ کیا یا تم نے اعانت کی یا تم نے خود شکار کیا۔ (فتح الباری)۔

۲۹۲۸۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کی طرف

فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: مَا تَرٰی؟ قَالَ: شَاةٌ، وَاَنَا اَرٰی ذٰلِكَ۔ رواه الطحاوی فی "اختلاف العلماء" له (الجوهر النقی ۱-۳۵۳)، واحتج به، واحتجاج مثله بحدیث حجة کما ذکرنا فی المقدمة۔

اشارہ کیا اور میرے ساتھی نے اسے قتل کیا تو عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا ایک بکری واجب ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میری بھی یہی رائے ہے۔ (اختلاف العلماء للطحاوی بحوالہ الجوہر النقی)۔ امام طحاوی نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے اور طحاوی جیسے مجتہد کا کسی حدیث سے حجت پکڑنا اس حدیث کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: (۱) چونکہ پہلی حدیث میں حضور ﷺ نے حلال ہونے کو عدم اشارہ کے ساتھ معلّق کیا ہے۔ اور اشارہ کہتے ہیں کہ بغیر زبان کے راہنمائی کرنا تو زبان کے ساتھ راہنمائی کرنا بطریق اولیٰ حرام ہونا چاہیے۔ الغرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے جس طرح خود شکار کرنا حرام ہے اسی طرح شکاری کی راہنمائی کرنا یا شکار کی طرف اشارہ کرنا یا شکاری کی شکار کرنے میں کسی طرح کی مدد کرنا بھی حرام ہے۔ اور اس پر جزا واجب ہے۔

(۲) مغنی میں موفقؒ فرماتے ہیں کہ اس پر سب اہل علم کا اجماع ہے کہ محرم کے لئے جانور کا شکار کرنا اور قتل کرنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے ﴿**لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ**(المائدہ)﴾ اور فرمان عالی شان ہے ﴿**حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا**(المائدہ)﴾ اور اسی طرح محرم کے لئے شکار کی طرف اشارہ کرنا یا اس کے بارے میں رہنمائی کرنا یا شکار کرنے والے کی کسی طرح مدد کرنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث ابوقتادہ (جو متفق علیہ ہے) میں ہے کہ ساتھیوں نے کہا کہ بخدا ہم آپ کی اعانت نہیں کریں گے اور پھر حضور ﷺ کا سوال کرنا **هل منكم احد امره او اشار اليها** اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اشارہ یا حکم اور دلالت بھی اگر محرم کی طرف سے پائی گئی تو وہ جانور حرام ہوگا۔

(۳) اگر محرم کی راہنمائی سے کوئی اور شخص شکار کرے تو اس کی جزاء راہنمائی کرنے والے محرم پر ہوگی کیونکہ وہ شکار کے تلف کرنے کا سبب بنا ہے اور اس لئے کہ یہی قول علیؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے اور صحابہ میں کوئی ایسے صحابی نظر نہیں آتے جس نے ان کے قول کی مخالفت کی ہو (مغنی ۳۔۲۸۷)۔ مبسوط میں شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ جزاء محرم (جو اشارہ یا دلالت و راہنمائی کرنے والا ہے) پر نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس شکار کرنے والے پر ہونی چاہیے (جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے) کیونکہ جزاء قتل صید پر ہے اور دلالت یا اشارہ قتل کے معنی میں نہیں کیونکہ قتل ایک فعل ہے جو قاتل کی طرف سے مقتول کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور دلالت یا اشارہ محل یعنی شکار کے ساتھ متصل نہیں۔ اور اس لئے بھی جزاء اشارہ کرنے یا راہنمائی کرنے والے محرم پر نہیں ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے مال یا جان کی کسی کو راہنمائی کرے اور وہ (مدلول) اسے قتل کردے تو اس کی جزاء اس راہنمائی کرنے والے پر نہیں ہوتی حالانکہ مسلمان کے مال و جان کی حرمت زیادہ ہے محرم کے حق میں شکار کے حرمت کی نسبت تو لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ محرم اگر شکار کی راہنمائی کرے تو اس پر جزاء واجب نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن احناف نے اس قیاس کو ترک کردیا ہے کیونکہ صحابہؓ کا اتفاق ہے کہ جزاء رہنمائی کرنے والے محرم پر واجب ہوگی۔ کیونکہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ اس محرم پر بکری ہے۔ اسی طرح

بَابُ يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ اَكْلُ مَا صَادَهُ الْحَلَالُ اِذَا لَمْ يَدُلَّهُ عَلَيْهِ وَلَمْ يُشِرْ اِلَيْهِ وَلَمْ يُعِنْهُ بِشَيْءٍ

۲۹۲۹- عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ ﷺ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: اَنَّهُ اصْطَادَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ وَاَصْحَابُهُ مُحْرِمُوْنَ، فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَاْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ اِنَّهُمْ شَكُّوْا فِيْ اَكْلِهِمْ اِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِيْ، فَاَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: ﴿هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟﴾ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ، فَاَكَلَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، متفق عليه مختصر، ولمسلم: ﴿هَلْ اَشَارَ اِلَيْهِ اِنْسَانٌ اَوْ اَمَرَهُ بِشَيْءٍ؟﴾ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ﴿فَكُلُوْهُ﴾- وللبخاري: ﴿هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهُ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا، اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا؟﴾ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ﴿فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا﴾- (نيل الاوطار۴-۲۴۰)-

---

حضرت علیؓ وابن عباسؓ سے ایسے محرم کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بیض نعامہ پر راہنمائی کی تھی تو آپ نے فرمایا کہ راہنمائی کرنے والے پر اس کی جزاء ہے۔اور فقہاء صحابہ کے قول کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔اور اس مسئلہ میں جو کچھ صحابہؓ سے منقول ہے وہ حضور ﷺ سے نقل شدہ بات کی طرح ہے کیونکہ یقیناً انہوں نے یہ فتویٰ اٹکل سے نہیں دیا ہوگا اور قیاس بھی اس فتویٰ کا مؤید نہیں تو لامحالہ یہ مسئلہ انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہوگا۔الغرض احناف نے اقوال صحابہؓ کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دیا اور اقوالِ صحابہ کو ترجیح دی۔الحمدللہ۔اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ احناف آثارِ صحابہ کے کتنی شدت کے ساتھ متبع ہیں اور آثار کی وجہ سے قیاس کو چھوڑنے والے ہیں۔لیکن خدا ناس کرے ضد کا کہ ضد کی وجہ سے ایک گروہ کی آنکھیں ان تمام چیزوں سے اندھی ہوگئیں اور وہ احناف پر آئے روز یہ الزام لگاتا ہے کہ احناف نصوص کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

باب غیر محرم کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کھا سکتا ہے بشرطیکہ محرم نے اس کی طرف راہنمائی یا اشارہ کیا ہو نہ ہی اس کی اعانت کی ہو۔

۲۹۲۹۔ ابوقتادہؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ میں نے ایک جنگلی گورخر شکار کیا جبکہ میں غیر محرم تھا اور میرے تمام ساتھی محرم تھے وہ تمام اس کے کھانے پر ٹوٹ پڑے پھر انہیں احرام کی حالت میں اس کے کھانے میں شک ہوا (یعنی محرم شکار کردہ جانور کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں) پھر ہم واپس لوٹے اور میں نے اپنے ساتھ اس کا ایک بازو چھپالیا۔پھر جب ہم حضور ﷺ سے ملے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا (یعنی کیا حلال کا شکار کردہ جانور محرم کھا سکتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس میں سے بچا ہوا کچھ ہے؟ میں نے کہا ہاں اور میں نے وہ بازو آپ ﷺ کو دیدیا اور آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں اسے کھایا (بخاری ومسلم)۔مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا کسی محرم نے اس کا حکم کیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ لوگوں نے کہا نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر کھاؤ اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس پر حملہ کا حکم یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر جو باقی بچا ہوا ہے وہ کھاؤ۔

۲۹۳۰- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ التَّیْمِی وَھُوَ ابْنُ اَخِیْ طَلْحَۃَ- قَالَ: کُنَّا مَعَ طَلْحَۃَ وَنَحْنُ حُرُمٌ، فَاُھْدِیَ لَنَا طَیْرٌ وَطَلْحَۃُ رَاقِدٌ، فَمِنَّا مَنْ اَکَلَ، وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمْ یَاْکُلْ، فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ طَلْحَۃُ وَفَّقَ مَنْ اَکَلَہٗ، وَقَالَ: اَکَلْنَاہُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ- رواہ احمد، ومسلم، والنسائی- (نیل ۴-۲۳۸)-

۲۹۳۱- عَنْ عُمَیْرِ بْنِ سَلَمَۃَ الضَّمْرِیِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَھْزٍ: اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یُرِیْدُ مَکَّۃَ، حَتّٰی اِذَا کَانُوْا فِیْ بَعْضِ وَادِی الرَّوْحَاءِ وَجَدَ النَّاسُ حِمَارَ وَحْشٍ عَقِیْرًا، فَذَکَرُوْا لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اَقِرُّوْہُ حَتّٰی یَاْتِیَ صَاحِبُہٗ﴾، فَاَتَی الْبَھْزِیُّ وَکَانَ صَاحِبُہٗ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! شَاْنُکُمْ ھٰذَا الْحِمَارُ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبَابَکْرٍ، فَقَسَّمَہٗ فِی الرِّفَاقِ وَھُمْ مُحْرِمُوْنَ- رواہ احمد والنسائی، ومالک فی الموطا وصححہ ابن خزیمۃ وغیرہ کما قال فی الفتح (نیل الاوطار ۴:۲۳۹)-

۲۹۳۰- عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی (جو طلحہؓ کے بھتیجے ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم احرام کی حالت میں حضرت طلحہؓ کے ساتھ تھے کہ ہمیں ایک شکار کیا ہوا پرندہ (پکا ہوا) ہدیہ کیا گیا اور حضرت طلحہ سو رہے تھے۔ ہم میں سے بعض لوگوں نے کھایا اور بعضوں نے پرہیز کرتے ہوئے نہ کھایا۔ پھر جب طلحہ جاگے تو انہوں نے کھانے والوں کی موافقت کی (یعنی فرمایا کہ کھانا جائز ہے)۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ کھایا تھا۔ (احمد، مسلم، نسائی)۔

۲۹۳۱- عمیر بن سلمۃ ضمری کسی بہزیؓ آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ بہزیؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے ہمراہ (احرام کی حالت میں) مکہ کے ارادے سے نکلے۔ جب وہ روحاء مقام (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) پر تھے تو لوگوں نے ایک گورخر شکار کیا ہوا پایا اور اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے یہاں پڑا رہنے دو تا کہ اس کا مالک آ جائے۔ پس اس کا مالک بہزی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس گورخر کے آپ ﷺ مختار ہیں تو حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اسے ساتھیوں میں تقسیم کر دو۔ حالانکہ تمام ساتھی محرم تھے۔ (احمد، نسائی، مؤطا مالک)۔ اسے ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ (فتح)۔

فائدہ: آپ ﷺ اور طلحہ نے ہدیہ کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے اپنے لئے شکار کیا تھا یا محرمین کے لئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کا شکار کیا ہوا محرمین کے لئے کھانا حلال ہے، خواہ اس نے اپنے لئے کیا ہو یا محرمین کے لئے بشرطیکہ محرم نے کسی قسم کی معاونت نہ کی ہو، اس کو شکار کرنے میں۔ حتیٰ کہ نہ حکم کیا ہو اور نہ ہی شکار کی طرف اشارہ کیا ہو۔

۲۹۳۲- مالك عن ابن شهاب، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ: اَنَّهُ مَرَّبِهٖ قَوْمٌ مُحْرِمُوْنَ بِالرَّبْذَةِ، فَاسْتَفْتَوْهُ فِيْ لَحْمِ صَيْدٍ وَجَدُوْا نَاسًا اَحِلَّةً يَاْكُلُوْنَهٗ، فَاَفْتَاهُمْ بِاَكْلِهٖ، قَالَ: ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: بِمَ اَفْتَيْتَهُمْ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: اَفْتَيْتُهُمْ بِاَكْلِهٖ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ اَفْتَيْتَهُمْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ لَاَوْجَعْتُكَ- رواه مالك فی "الموطا" (۱۳۶)، والطحاوی وزاد: اِنَّمَا نَهَيْتُ اَنْ تَصْطَادَهٗ- (۱-۳۹۰)-

۲۹۳۳- عن عبدالله بن شماس يَقُوْلُ: اَتَيْتُ عَائِشَةَ فَسَاَلْتُهَا عَنْ لَحْمِ الصَّيْدِ يَصِيْدُهُ الْحَلَالُ ثُمَّ يُهْدِيْهِ لِلْمُحْرِمِ، فَقَالَتْ: اِخْتَلَفَ فِيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَمِنْهُمْ مَنْ حَرَّمَهٗ، وَمِنْهُمْ مَنْ اَحَلَّهٗ- وَمَا اَرٰى بِشَيْءٍ مِنْهُ بَاْسًا- رواه الطحاوی(۱:۳۸۷)، وفيه عبيدالله بن عمران شيخ شعبة، روى عنه واثنى عليه، قال ابوحاتم: شيخ، وذكره ابن حبان فی الثقات- وعبدالله بن شماس اظنه عبدالرحمن بن شماسة- كذا فی "تعجيل المنفعة"(۱۷۲)- اخطأ شعبة فی اسمه، وربما اخطا فی الاسماء ولا يخطئ فی المتون كما مر غير مرة،

۲۹۳۲- سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو ابن عمرؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ مجھے ربذہ مقام پر احرام کی حالت میں ملے اور انہوں نے مجھ سے شکار کے ایسے گوشت کے بارے میں پوچھا جو حلال لوگوں کے پاس ہوا اور وہ اسے کھا رہے تھے تو میں نے انہیں اس کے کھانے کی اجازت دی۔ ابو ہریرہؓ نے مزید فرمایا کہ پھر جب میں مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت عمرؓ سے اس بارے میں میں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے کیا فتویٰ دیا؟ میں نے کہا کہ میں نے کھانے کا فتویٰ دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو کسی اور چیز کا فتویٰ دیتا تو میں تجھے سزا دیتا۔ (مؤطا مالک)۔ اور طحاوی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ میں نے تو صرف اسے شکار کرنے سے منع کیا۔ (طحاوی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال کا شکار کیا ہوا محرم کے لئے حلال اور مباح ہے خواہ شکار کرنے والے نے اپنے لئے شکار کیا ہو یا محرم کے لئے کیونکہ حضرت عمرؓ نے بھی اس بارے میں نہیں پوچھا کہ کس کے لئے شکار کیا گیا۔

۲۹۳۳- عبداللہ بن شماس کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، پوچھا کہ حلال آدمی کسی شکار کو شکار کر کے اس کا گوشت محرم کو ہدیہ کرے تو اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں صحابہؓ میں اختلاف ہے۔ بعض اس گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض حلال قرار دیتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اس گوشت کے کھانے میں کوئی

وعبدالرحمن بن شماسة من رجال مسلم والاربعة، ثقة، قال ابو حاتم: روایته عن عائشة مرسلة۔ و قال اللالکائی: سمع منها۔(تہذیب التہذیب۶:۱۹۵)۔ وسیاق ھذاالاسناد یؤید اللالکائی کما تری، وھو عندی اسناد حسن۔

۲۹۳٤- اخبرنا ابو حنیفة، قال: حدثنا ھشام بن عروة، عن ابیه، عن جده الزبیر بن العوام، قَالَ: کُنَّا نَحْمِلُ لَحْمَ الصَّیْدِ صَفِیْفًا، وَنَتَزَوَّدُ وَنَاکُلُهُ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔ اخرجه محمد فی "الآثار"(۱٥٤) وسنده صحیح، وابن خسرو فی "مسنده" لابی حنیفة، ذکره الشیخ فی "الامام"۔ (زیلعی ۱: ٥٤٠)۔ وروی ھذاالحدیث حماد بن ابی سلیمان شیخ الامام عن ابی حنیفة رحمه الله لجلالة قدره۔(جامع المسانید۱:٥٥٥)۔ واخرجه مالك فی "الموطا" عن ھشام بن عروة، عن ابیه مختصرا: اَنَّ الزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَامِ کَانَ یَتَزَوَّدُ صَفِیْفَ الظَّبَاءِ فِی الْاِحْرَامِ۔ قال مالك: والصفیف القدیر(۱۳٥)۔

۲۹۳٥- اخبرنا ابو حنیفة، عن محمد بن المنکدر، عن عثمان بن محمد عن طلحة

حرج نہیں۔(طحاوی)۔اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان کہ "میرے خیال میں اس گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں" اپنے عموم کی وجہ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حلال کا شکار کردہ محرم کے لئے مباح ہے خواہ اس نے جس نیت سے بھی شکار کیا ہو۔

۲۹۳۴۔ زبیر بن العوامؓ فرماتے ہیں کہ ہم شکار کا گوشت پکا کر خشک کر کے اپنے ساتھ زادِراہ کے طور پر لے جاتے اور کھاتے تھے جبکہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ احرام کی حالت میں ہوتے تھے۔(کتاب الآثار محمدؒ)۔اس کی سند صحیح ہے۔اور ابن خسرو نے اپنی مسند میں اور حماد نے جامع المسانید میں یہ حدیث روایت کی ہے۔اور مؤطا مالک میں ہے کہ زبیرؓ بن العوام احرام کی حالت میں ہرن کا گوشت پکا کر خشک کر کے لے جاتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شکار کا گوشت محرم کے لئے مباح ہے۔بشرطیکہ اس نے اسے احرام باندھنے سے قبل شکار کیا ہو۔اور اسی طرح وہ گوشت بھی مباح ہے جو حلال نے شکار کر کے محرم کو بھیجا ہو۔جو ان دونوں میں فرق کا مدعی ہے پس اس کے ذمہ دلیل ہے۔

۲۹۳۵۔ طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات میں بحث کر رہے تھے کہ آیا حلال آدمی کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم

عن عبيدالله، قال: تَذَاكَرْنَا لَحمَ الصَّيدِ يَصِيدُهُ الحَلَالُ فَيَأْكُلُهُ المُحرِمُ وَالنَّبِيُّ ﷺ نَائِمٌ، فَارتَفَعَت اَصوَاتُنَا، فَاستَيقَظَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿فِيمَ تَتَنَازَعُونَ؟﴾ فَقُلنَا: فِي لَحمٍ يَصِيدُهُ الحَلَالُ فَيَأكُلُهُ المُحرِمُ، قَالَ: فَاَمَرَنَا بِاَكلِهِ- اخرجه محمد فى "الآثار"(٥٤)، وابو محمد البخاري، والحافظ طلحة بن محمد، والحافظ ابن خسرو، والقاضي ابن عبد الباقى فى مسانيدهم للامام "جامع المسانيد"(١:٥٤٢)- وعثمان بن محمد بن ابى سويد روى عنه الزهرى ومحمد بن المنكدر، ذكره ابن حبان فى الثقات، من التابعين- (تعجيل المنفعة ٢٨٣) فالحديث حسن صحيح-

٢٩٣٦- اخبرنا ابوحنيفة، قال: حدثنا الهيثم بن ابى الهيثم، عن الصلت بن حنين، عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما، قَالَ: اُهدِيَ لَهُ ظَبيَانِ وَ بَيضُ نَعَامٍ فِي الحَرَمِ، فَاَبَى اَن يَقبَلَهُ وَ قَالَ: هَلَّاذَبَحتَهُمَا قَبلَ اَن تَجِيءَ بِهِمَا؟- اخرجه محمد فى "الآثار"- قال محمد: وبه ناخذ، اذا دخل شيء من الصيد الحرم حيا لم يحل ذبحه ولا بيعه وخلى سبيله، وهو قول ابى حنيفة اه(٥٥)- لم اعرف الصلت هذا، ولكن محمدا احتج به، واحتجاج المجتهد

کھا سکتا ہے؟ اور حضور ﷺ (ہمارے پاس ہی) آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ہماری آواز بلند ہوئی تو حضور ﷺ جاگ پڑے اور فرمایا کہ تم کس بات پر جھگڑ رہے تھے؟ ہم نے کہا کہ حلال کے شکار کردہ جانور کے گوشت کے بارے میں کہ کیا محرم اس گوشت کو کھا سکتا ہے؟ راوی فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم فرمایا۔ (کتاب الآثار محمد)۔ یہ حدیث ابو محمد بخاری، حافظ طلحہ بن محمد اور ابن خسرو نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ کا کھانے کا حکم فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حلال کا شکار کردہ محرم کے لئے مباح ہے۔ خواہ اس نے اس نیت سے بھی شکار کیا ہو۔

۲۹۳۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حرم میں دو ہرن اور شتر مرغ کے انڈے ہدیہ کئے گئے تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ انہیں لانے سے قبل تم نے ذبح کیوں نہیں کر لیا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر شکار کو حرم میں زندہ لایا جائے تو اس کو ذبح کرنا اور بیچنا جائز نہیں بلکہ اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ (کتاب الآثار محمد)۔ امام محمدؒ مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

بحديث تصحيح له كما مر في المقدمة۔

۲۹۳۷- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم، قَالَ: اِذَا اَهْلَلْتَ بِهِمَا جَمِيْعًا الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَاَصَبْتَ صَيْدًا فَاِنَّ عَلَيْكَ جَزَائَيْنِ، فَاِنْ اَهْلَلْتَ بِعُمْرَةٍ كَانَ عَلَيْكَ جَزَاءٌ، وَاِنْ اَهْلَلْتَ بِحَجٍّ كَانَ عَلَيْكَ جَزَاءٌ۔ اخرجه محمد في "الآثار" وقال: وبه ناخذ، وهو قول ابي حنيفة اهـ۔(٥٤)۔

۲۹۳۸- ابو حنيفة، عن حماد عن ابراهيم، قَالَ: اِذَا اشْتَرَكَ الْقَوْمُ الْمُحْرِمُوْنَ فِيْ صَيْدٍ فَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جَزَاؤُهٗ۔ قال محمد: وبه ناخذ، وهو قول ابي حنيفة۔ "كتاب الآثار"(١٥٤)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذبح شدہ جانور حرم میں لانا اور محرم کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔ البتہ زندہ صورت میں محرم کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ حلال آدمی کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کے لئے کھانا درست ہے۔ بشرطیکہ کسی محرم نے حکم، اشارہ یا تعاون نہ کیا ہو۔ اور خواہ شکار کرنے والے نے محرم کو کھلانے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو کیونکہ حضور ﷺ نے جب موانع عن الاکل کے بارے میں سوال کیا تو حکم، اشارہ اور تعاون کے بارے میں تو پوچھا اور اگر محرم کو کھلانے کی نیت سے شکار کرنا بھی مانع ہوتا تو ضرور اس بارے میں سوال کرتے، لیکن سوال نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مانع نہیں۔ نیز ابو قتادہؓ کا گورخر شکار کرنا صرف اپنے لئے نہیں تھا بلکہ یقیناً ساتھیوں کے لئے تھا۔

۲۹۳۷۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو اور پھر تو (احرام کی حالت میں) شکار کرے تو تجھ پر دو جزاء واجب ہونگی۔ اور اگر تو نے صرف عمرہ کا یا صرف حج کا احرام باندھا ہو تو تجھ پر ایک جزاء واجب ہوگی۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ (کتاب الآثار محمد)۔

فائدہ: چونکہ اس نے دو احراموں کی بے حرمتی کی ہے۔ لہٰذا دو جزائیں واجب ہونگی۔

۲۹۳۸۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ محرم لوگ مل کر کسی شکار کو شکار کریں تو ان میں سے ہر ایک پر مستقل الگ الگ جزاء ہوگی۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

فائدہ: چونکہ یہ جزاء جنایت پر ہے اور یہاں جنایت متعدد ہیں لہٰذا جزاء بھی متعدد ہونگی۔

باب قوله تعالى: ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾

۲۹۳۹- عن محمد بن سيرين: اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: اِنِّىْ اَجْرَيْتُ اَنَا وَصَاحِبٌ لِىْ فَرَسَيْنِ نَسْتَبِقُ اِلٰى ثُغْرَةِ ثَنِيَّةٍ، فَاَصَبْنَا ظَبْيًا وَنَحْنُ مُحْرِمَانِ، فَمَا ذَا تَرٰى؟ فَقَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ بِجَنْبِهِ: تَعَالَ حَتّٰى نَحْكُمَ اَنَا وَاَنْتَ، قَالَ: فَحَكَمَا عَلَيْهِ بِعَنْزٍ، فَوَلَّى الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: هٰذَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَحْكُمَ فِىْ ظَبْيٍ حَتّٰى دَعَا رَجُلًا فَحَكَمَ مَعَهُ. فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ الرَّجُلِ، فَدَعَاهُ، فَسَاَلَهُ: هَلْ تَقْرَاُ سُوْرَةَ الْمَائِدَةِ؟ فَقَالَ: لَا، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِىْ حَكَمَ مَعِىَ؟ فَقَالَ: لَا فَقَالَ: لَوْ اَخْبَرْتَنِىْ اَنَّكَ تَقْرَاُ سُوْرَةَ الْمَائِدَةِ لَاَوْجَعْتُكَ ضَرْبًا، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ فِىْ كِتَابِهِ: ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾. وَهٰذَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ. رواه مالك فى "الموطا" عن عبدالملك بن قريب، عن محمد بن سيرين وعبدالملك بن قريب هو الاصمعى ثقة. (نيل الاوطار ٤:۲۳۵).

باب اللہ کا فرمان "يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ" (یعنی اس کی جزاء کے بارے میں دو عادل فیصلہ کریں) کی تفسیر

۲۹۳۹۔ محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ایک آدمی عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں اور میرے دوست نے ثنیۃ الوداع کی سرحد تک گھڑ دوڑ کی پھر ہم نے احرام کی حالت میں ایک ہرن شکار کیا۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے فرمایا تشریف لائیں تا کہ ہم دونوں مل کر فیصلہ کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں نے اس پر ایک بکری کا فیصلہ کیا۔ پھر وہ آدمی یہ کہتے ہوئے لوٹا یہ کیسا امیر المؤمنین ہے، جو ایک ہرن کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا؟ جب تک کہ آدمی کو نہ بلالے جو اس کے ساتھ فیصلہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے اس آدمی کی بات سن لی۔ اور اسے بلا کر اس سے پوچھا کیا تو نے سورۂ مائدہ پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو یہ کہتا کہ میں نے سورۂ مائدہ پڑھی ہے تو میں تجھے مارتا۔ پھر آپؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ اس بارے میں تم میں سے دو عادل شخص جزا میں ایسی ہدی کا فیصلہ کریں جو مکہ میں پہنچنے والی ہو۔ اور یہ شخص جنہوں نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے (مؤطا مالک)۔ اسے عبدالملک بن قریب نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے اور عبدالملک بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں شکار کرنے کی جزا کا فیصلہ دو عادل مل کر کریں اور یہ مستحب

باب من کسر بیض النعامة فعلیه قیمته وان المراد بالمثل فی قوله تعالی: ﴿فجزاء مثل ما قتل من النعم﴾ المثل المعنوی وهو القیمة دون النظیر من حیث الخلقة

۲۹۴۰- عن کعب بن عجرة ﷺ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَضٰی فِیْ بَیْضِ نَعَامَةٍ اَصَابَهُ الْمُحْرِمُ بِقِیْمَتِهٖ۔ رواه عبدالرزاق، والبیهقی، والدارقطنی، من حدیث ابراهیم بن ابی یحیی، عن حسین بن عبدالله، عن عکرمة، عن ابن عباس، عنه، وحسین ضعیف۔ ورواه ابوداود والدارقطنی، والبیهقی، من روایة ابن جریج، عن زیاد بن سعد، عن ابی الزناد، عن رجل عن عائشة رضی الله عنها۔ ورواه ابن ماجة، والدارقطنی، من حدیث ابی المهزم- وهو اضعف من حسین او مثله- عن ابی هریرة ﷺ۔ (التلخیص الحبیر ۱:۲۲۴)۔ قلت: حسین بن عبدالله قال ابن ابی مریم عن یحیی: لیس به باس: یکتب حدیثه، وکذا قال ابن عدی: هو ممن یکتب حدیثه، فانی لم اجد له حدیثا منکرا قد جاوز المقدار اه۔ من "التهذیب" (۲:۳۴۱،۳۴۲) وقد عرف ان قول ابن معین: لا باس به، ولیس به باس، توثیق منه۔ وللحدیث طرق عدیدة اذا ضم بعضها الی بعض حصلت له قوة۔

ہے، ورنہ ایک عادل بھی فیصلہ کرسکتا ہے۔ جیسا کہ اگلے باب کی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شکار کی قیمت وہاں کی معتبر ہوگی جہاں شکار کیا گیا ہے پھر فدیہ دینے میں محرم کو اختیار ہے چاہے تو ہدی حرم میں ذبح کرے یا اس کی قیمت کا غلہ لے کر مساکین میں تقسیم کرے یا روزے رکھے۔

باب شترمرغ کے انڈے کے توڑنے پر اس کی قیمت واجب ہے اور اللہ کے فرمان ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ میں مثل سے مثل معنوی مراد ہے، مثل صوری مراد نہیں۔

۲۹۴۰۔ حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اگر محرم شترمرغ کا انڈہ توڑے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔ (عبدالرزاق، بیہقی، دارقطنی)۔

فائدہ: اس کے متعدد طرق ہیں۔ جس کی وجہ سے حدیث میں قوت آجاتی ہے۔ نیز آثار صحابہ ﷺ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے یہ حدیث حسن ہے اور حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

٢٩٤١- عن ابن عباس رضى الله عنهما، قَالَ: فِيْ بَيْضِ النَّعَامِ يُصِيْبُهُ الْمُحْرِمُ ثَمَنُهُ. اخرجه عبدالرزاق من طريق صحيح منه، قاله الحافظ فى "الدراية" (٢٠٩)۔

٢٩٤٢- حدثنا ابن فضيل، عن خصيف، عن ابى عبيدة، عن عبدالله-هو ابن مسعود- قَالَ: فِيْ بَيْضِ النَّعَامِ قِيْمَتُهُ۔

٢٩٤٣- حدثنا ابو حنيفة رحمه الله، عن خصيف به۔ اخرجه عبدالرزاق فى "مصنفه" (زيلعى ١:٥٣٧)۔ وسكت عنه الحافظ فى "الدراية" (٢٠٩)۔ ورجاله كلهم ثقات، وقد ذكرنا غير مرة ان الدارقطنى صحح احاديث ابى عبيدة عن ابيه، فالاثر صحيح۔

٢٩٤٤- حدثنا وكيع، وابن نمير، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن عمرؓ، قَالَ: فِيْ بَيْضِ النَّعَامِ قِيْمَتُهُ. قاله الشيخ فى "الامام"۔ وابراهيم النخعى عن عمرؓ منقطع اه۔ زيلعى ١:٥٣٧)۔ قلت: نعم، ولكن مراسيله صحاح كما مر غير مرة۔

٢٩٤٥- عن نافع بن عبدالحارث، قَالَ: قَدِمَ عُمَرُ مَكَّةَ، فَدَخَلَ دَارَالنَّدْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ،

۲۹۴۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ محرم پر شتر مرغ کے انڈے کے توڑنے میں اس کی قیمت واجب ہے۔ (عبدالرزاق)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۹۴۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شتر مرغ کا انڈہ توڑنے میں اس کی قیمت واجب ہے۔

۲۹۴۳۔ امام ابوحنیفہؒ خصیف سے بھی اس قسم کی روایت نقل کرتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ پس یہ اثر صحیح ہے۔

۲۹۴۴۔ ابراہیمؒ (نخعی) سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شتر مرغ کا انڈہ توڑنے میں اس کی قیمت واجب ہے۔ (نصب الرایہ)۔ ابراہیم کے تمام مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شتر مرغ کے انڈے کو توڑنے میں قیمت کو واجب کیا گیا اور قیمت مثل معنوی ہے۔

۲۹۴۵۔ نافع بن عبدالحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مکہ تشریف لائے اور جمعہ کے دن دار الندوۃ میں داخل ہوئے اور اپنی چادر گھر میں کسی کھڑی ہوئی چیز پر لٹکادی۔ پھر اس پر کوئی پرندہ آ بیٹھا آپ کو خوف ہوا کہ کہیں اس پر بیٹ نہ کردے تو آپ نے اسے

فَالْقَی رِدَائَهٗ عَلٰی وَاقِفٍ فِی الْبَیْتِ، فَوَقَعَ عَلَیْهِ طَیْرٌ، فَخَشِیَ اَنْ یَّسْلَحَ عَلَیْهِ فَاَطَارَهٗ، فَوَقَعَ عَلَیْه

فَانْتَهَزَتْهُ حَیَّةٌ فَقَتَلَهٗ، فَلَمَّا صَلَّی الْجُمُعَةَ دَخَلْتُ عَلَیْهِ اَنَا وَ عُثْمَانُ، فَقَالَ: اُحْکُمَا عَلَیَّ فِیْ شَیْءٍ

صَنَعْتُهُ الْیَوْمَ، فَذَکَرَلَنَا الْخَبَرَ، فَقُلْتُ لِعُثْمَانَ: کَیْفَ تَرٰی فِیْ عَنْزٍ ثَنِیَّةٍ عَفْرَاءَ؟ قَالَ: اَرٰی ذٰلِكَ

فَاَمَرَ بِهَا عُمَرُ- اخرجه الشافعی، واسناده حسن- (التلخیص الحبیر۱:۲۲۸)-

۲۹۴۶- عن مجاهد، عن عبداللہ، قَالَ: فِی الضَّبِّ یُصِیْبُهُ الْمُحْرِمُ حَفْنَةٌ مِنْ طَعَامٍ- رواه

ابن ابی شیبة- (التلخیص الحبیر۱:۲۲۸)- وسکت عنه الحافظ فهو حسن او صحیح-

۲۹۴۷- عن طارق قَالَ: خَرَجْنَا حُجَّاجًا، فَاَوْطَاَ رَجُلٌ مِنَّا- یُقَالُ لَهٗ: اَرْبَدُ- ضَبًّا، فَفَزَرَ

ظَهْرَهٗ، فَاَتٰی عُمَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: اُحْکُمْ یَا اَرْبَدُ، قَالَ: اَرٰی فِیْهِ جَدْیًا قَدْ جَمَعَ الْمَاءَ وَالشَّجَرَ، قَالَ

عُمَرُ: فَذَاكَ فِیْهِ: اخرجه الشافعی رحمه اللہ بسند صحیح- (التلخیص الحبیر۱:۲۲۸)-

---

اڑایا۔ پھر وہ دوبارہ اس پر آبیٹھا اور سانپ نے اسے زخمی کر کے مار ڈالا۔ نافع کہتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت عثمانؓ جمعہ کی نماز کے وقت آپؓ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا آج میں نے یہ کیا ہے، اس کی جزا کے بارے میں مجھ پر فیصلہ کرو۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ثنیۂ عفراء کی بکری کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے بکری لانے اور ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ (اخرجہ الشافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: پرندے اور بکری میں کوئی صوری مماثلت نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن میں مثل سے مراد مثل معنوی ہے۔ اس سے جمہور کا یہ دعویٰ بھی باطل ہوگیا کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مثل صوری مراد ہے۔ نیز جوہر نقی باب جزاء الحمام میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حمام (کبوتر) کی جزاء میں بکری واجب کی۔

۲۹۴۶۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر محرم گوہ کو شکار کرے تو اس میں لپ بھر غلہ واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ حافظ صاحب نے اس کی سند سے سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۲۹۴۷۔ طارق فرماتے ہیں کہ ہم حاجی بن کر نکلے، ہم میں سے ایک اربد نامی آدمی نے ایک گوہ کو روندا اور اس کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اربد! فیصلہ کر، اس نے کہا میرے خیال میں اس میں ایک بکری ہے جس نے پانی اور سبزے کو جمع کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس میں یہی واجب ہے۔ اسے امام شافعی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (التلخیص الحبیر)۔

٢٩٤٨- عن عمر رضی اللہ عنہ: اَنَّهٗ قَضٰى فِى الْغَزَالِ بِعَنْزٍ، وَ فِى الْاَرْنَبِ بِعَنَاقٍ، وَ فِى الْيَرْبُوْعِ بِجَفْرَةٍ- رواه مالك والشافعی بسند صحيح۔

٢٩٤٩- وقال ابن ابی شيبة: ثنا يزيد بن هارون عن ابن عون، عن ابی الزبير، عن جابر رضی اللہ عنہ: اَنَّ عُمَرَ قَضٰى فِى الْاَرْنَبِ بِبَقَرَةٍ- كذا فی "التلخيص الحبير"، و سند ابن ابی شيبة صحيح ايضا۔

٢٩٥٠- حدثنا محمد بن المثنى، ثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة، عن حماد، سَمِعْتُ ابراهيم يَقُوْلُ: فِىْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ ثَمَنُهٗ- اخرجه الامام ابن جرير الطبری فی تفسيره (٧-٣١)- و سنده صحيح۔

۲۹۴۸۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ہرن کے شکار میں بکری، خرگوش کے شکار میں بکری کے بچے اور جنگلی چوہے کے شکار میں چار مہینے کے بکری کے بچے کا فیصلہ فرمایا۔ امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں اور امام شافعیؒ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۹۴۹۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے خرگوش کے شکار میں گائے کا فیصلہ فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

فائدہ: گوہ کے شکار میں کبھی لپ بھر غلہ اور کبھی بکرے کا فیصلہ کرنا اور خرگوش کے شکار کرنے میں بکری کے بچے اور کبھی گائے کا فیصلہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ مثل سے مراد مثل معنوی ہے کیونکہ مختلف مقامات یا مختلف زمانوں میں ایک چیز کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ لہٰذا اسی قیمت کے مطابق مختلف فیصلے فرمائے گئے۔

۲۹۵۰۔ حماد فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر شکار میں اس کی قیمت واجب ہے۔ (تفسیر طبری)

فائدہ: ابراہیم نخعیؒ کا قول اور فتویٰ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آیت میں مثل سے مراد مثل معنوی ہے نہ کہ مثل صوری۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مثل معنوی کہنے میں امام اعظمؒ منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

باب یذبح الهدی بالحرم ویتصدق بالطعام ویصوم حیث شاء وهو مخیّر بین الثلاثة وان کان ذا یسار

۲۹۵۱- حدثنا هناد، ثنا ابن ابی عروبة، عن ابی معشر عن ابراهیم، قَالَ: مَا کَانَ مِنْ دَمٍ فَبِمَکَّةَ، وَمَا کَانَ مِنْ صَدَقَةٍ اَوْ صَوْمٍ حَیْثُ شَاءَ- اخرجه الامام الطبری فی تفسیره(۳۶:۷)- و سنده حسن صحیح-

۲۹۵۲- حدثنا ابن وکیع، وابن حمید، قالا: ثنا جریر، عن منصور، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ: ﴿اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا﴾، قَالَ: اِذَا اَصَابَ الْمُحْرِمُ الصَّیْدَ حُکِمَ عَلَیْهِ جَزَاؤُهٗ مِنَ النَّعَمِ، فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ نُظِرَ کَم

باب محرم فدیہ کی ہدی حرم ہی میں ذبح کرے البتہ جہاں چاہے صدقہ دے اور روزے رکھے۔ محرم کو ان تینوں فدیوں میں سے ایک فدیہ دینے کا اختیار ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو

۲۹۵۱۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ فدیہ دم کی صورت میں ہو تو مکہ میں ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر صدقہ یا روزے کی صورت میں ہو تو جہاں چاہے فدیہ دے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے باب کا جزء اول واضح ہے کہ فدیہ کا جانور صرف مکہ ہی میں ذبح ہوگا۔ البتہ صدقہ اور روزہ کی صورت میں فدیہ ہر جگہ دے سکتا ہے۔ احکام القرآن میں جصاص لکھتے ہیں کہ اس بات میں فقہاء کے مابین اختلاف نہیں ہے کہ فدیہ کا جانور صرف مکہ ہی میں ذبح کرنا جائز ہے۔ اور ''بالغ الکعبة'' کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں اسے ذبح کیا جائے۔ اور فقہاء اس پر بھی متفق ہیں کہ فدیہ کے روزے غیر مکہ میں رکھنے جائز ہیں۔ البتہ صدقہ میں اختلاف ہے۔ ہم احناف کے ہاں جہاں چاہے دے سکتا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ﴿اَوْ کَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاکِیْنَ﴾ ہے کیونکہ یہاں تمام مساکین مراد ہیں خواہ مکہ کے ہوں یا غیر مکہ کے۔ اور اس کی تخصیص کرنا کسی مخصوص مکان کے ساتھ بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ اسی طرح جب دیگر صدقات ہر جگہ جائز ہیں تو یہ بھی چونکہ ایک صدقہ ہے تو یہ بھی ہر جگہ جائز ہونا چاہیے۔

۲۹۵۲۔ اللہ پاک کا ارشاد ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ﴾ الآیہ۔ (تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو مساوی ہوگا اس جانور کے جو اس نے قتل کیا ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کریں۔ اگر وہ فدیہ ہدی کی شکل میں ہو تو وہ کعبہ تک پہنچائی جائے یا کفارہ مسکینوں کو دے دیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لیے جائیں)۔ کے بارے میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر محرم کسی جانور کو شکار کرلے تو جانوروں میں

…- قَالَ اِبْنُ حَمِيْدٍ: كَمْ قِيمَتُهُ فَقُوِّمَ عَلَيْهِ ثَمَنُهُ طَعَاماً، فَصَامَ مَكَانَ كُلِّ نِصْفِ صَاعٍ يَوْمًا، أَوْ …ارَةٌ طَعَامِ مَسَاكِيْنَ، أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا- قَالَ: إِنَّمَا أُرِيْدَ بِالطَّعَامِ الصِّيَامُ، فَإِذَا وُجِدَ الطَّعَامُ …جِدَ جَزَائُهُ- اخرجه الامام الطبری ایضا(۷: ۲۹)- و سنده حسن صحیح-

۲۹۵۳- حدثنا هناد بن السری، ثنا ابن ابی زائده، اخبرنا ابن جریج، عَنْ عَطَاءٍ، فِيْ …لِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾، قَالَ: إِنْ أَصَابَ إِنْسَانٌ مُحْرِمٌ نَعَامَةً فَإِنَّ لَهُ إِنْ …نَ ذَا يَسَارٍ أَنْ يُهْدِيَ مَا شَاءَ جَزُوْرًا، أَوْ عَدْلُهَا طَعَامًا، أَوْ عَدْلُهَا صِيَامًا، قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِيْ …رْآنِ أَوْ أَوْ فَلْيَخْتَرْ مِنْهُ صَاحِبُهُ مَا شَاءَ- اخرجه الطبری ایضا (۷: ۳۵)- و سنده صحیح-

۲۹۵٤- حدثنا هناد، ثنا حفص، عن لیث، عن مجاهد، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، … كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ أَوْ أَوْ ، فَصَاحِبُهُ مُخَيَّرٌ فِيْهِ، وَكُلُّ شَيْءٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ، فَالْأَوَّلُ ثُمَّ …ذِيْ يَلِيْهِ- اخرجه الطبری ایضا (۷: ۳۵)- و سنده حسن- ولیث هو ابن ابی سلیم، وفیه،

…اس کی جزاء کا فیصلہ کیا جائے گا اور اگر وہ جانور نہ پائے تو اس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے۔ ابن حمید فرماتے ہیں کہ اس کی قیمت کا … لگایا جائے پھر اس کی قیمت پر غلہ کا اندازہ لگایا جائے۔ ہر نصف صاع کے بدلے ایک دن روزہ رکھے یا مسکینوں کو غلہ دے کر کفارہ ادا …ے۔ یا اس کے برابر روزے رکھے۔

راوی کہتے ہیں طعام سے صیام مراد ہے، جب طعام پایا جائے گا گویا کہ جزاء پائی گئی۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

۲۹۵۳۔ عطاءؒ، اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ (محرم جو جانور شکار کرے اس کی مثل فدیہ میں …ے) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر انسان احرام کی حالت میں کسی شتر مرغ کا شکار کرلے اور وہ آدمی مالدار ہو تو اسے اس بات کا …یار ہے کہ یا تو جس قسم کا اونٹ چاہے ذبح کرے (مکہ میں) یا اس کی قیمت کے برابر اناج لے کر صدقہ کرے یا نصف صاع کے حساب …ے اس کے برابر روزے رکھے۔ عطاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس مسئلہ میں ''اَوْ''، اَوْ کا ذکر ہے اس میں عامل کو اختیار ہے …جو صورت چاہے اختیار کرے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۹۵۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس مسئلہ میں اَوْ ، اَوْ کا ذکر ہے اس میں عامل کو اختیار ہے کہ جو صورت …ہے اختیار کرے۔ اور ہر وہ مسئلہ جس میں اَوْ اَوْ نہ ہو تو اس میں پہلے پہلی صورت اور (اگر اس کی طاقت نہ ہو تو) پھر اس کے ساتھ والی …ورت (اختیار کرے)۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند حسن ہے۔

وفيه مقال، ولكنه حسن الحديث كما مر غير مرة۔

باب الجراد من صيد البر وفيها صدقة كحفنة من طعام او تمرة

۲۹۵۵- عن زيد بن اسلم: اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنِّيْ اَصَبْتُ جَرَادَاتٍ بِسَوْطِيْ وَاَنَا مُحْرِمٌ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اَطْعِمْ قُبْضَةً مِنْ طَعَامٍ۔ اخرجه مالك فی "الموطا" (۱۶۲)، وهو مرسل۔

۲۹۵۶- عن يحيى بن سعيد: اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَسَاَلَهُ عَنْ جَرَادَةٍ قَتَلَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ عُمَرُ لِكَعْبٍ: تَعَالَ حَتّٰى نَحْكُمَ، فَقَالَ كَعْبٌ: دِرْهَمٌ، فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّكَ لَتَجِدُ الدَّرَاهِمَ، لَتَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ۔ اخرجه مالك فی "الموطا" ايضا (۱۷۲) وهو مرسل۔

فائدہ: ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ اگر محرم احرام کی حالت میں کسی جانور کا شکار کرلے تو اسے فدیے میں تین چیزوں میں سے ایک چیز کا اختیار ہے۔ یا تو ہدی حرم میں بھیج کر ذبح کرے یا ہدی کی قیمت کے بقدر اناج لے کر مساکین میں تقسیم کرے یا ہر نصف صاع کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔

باب ٹڈی خشکی کا شکار ہے اور اس کے شکار کرنے پر لپ بھر اناج یا کھجور ہے

۲۹۵۵۔ زید بن اسلمؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں نے احرام کی حالت میں چند ٹڈیوں کو اپنے کوڑے سے مار ڈالا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ ایک مٹھی بھر کھانا کسی کو کھلا دے۔ (مؤطا مالک)۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

فائدہ: ابن حبان کے حوالہ سے یہ بات مقدمہ اعلاء السنن میں مذکور ہے کہ کبار تابعین کے مراسیل مقبول ہیں کیونکہ وہ صحابہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔ اسی طرح ابن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ثقہ سے ہی حدیث روایت کرتا ہے تو اس کا ارسال بھی مقبول ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم شدہ ہے کہ زید بن اسلم صرف ثقہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔

۲۹۵۶۔ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عمرؓ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اس نے احرام کی حالت میں ایک ٹڈی مار ڈالی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے فرمایا کہ آؤ ہم مل کر فیصلہ کریں۔ کعبؓ نے فرمایا کہ ایک درہم لازم ہے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس تو بہت دراہم ہیں۔ میرے نزدیک ایک کھجور ایک ٹڈی سے بہتر ہے۔ (مؤطا مالک)۔ یہ مرسل ہے لیکن عبدالرزاق نے اسے سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔

ووصله عبدالرزاق بسند صحيح، كما سنذكره فى الحاشية۔

۲۹۵۷- عن ابن عباس رضى الله عنهما: فِى الْجَرَادَةِ قُبْضَةٌ مِنْ طَعَامٍ، وَلَتُوْخَذَنَّ بِقَبْضَةِ جَرَادَاتٍ۔ رواه الامام الشافعى بسند صحيح (التلخيص الحبير۱:۲۲۹)۔

باب يجب على المحرم ارسال ما فى يده من الصيد عند الاحرام لا ما فى بيته او فى قفص معه و فى حكمه الداخل فى الحرم

۲۹۵۸- حدثنا ابوبكر بن عياش، عن يزيد بن ابى زياد، عن عبدالله بن الحارث، قَالَ: كُنَّا نَحُجُّ وَنَتْرُكُ عِنْدَاَهْلِنَا اَشْيَاءً مِنَ الصَّيْدِ مَا نُرْسِلُهَا۔ رواه ابن ابى شيبة۔(زيلعى ۱:۵٤۱)۔ قلت: سند حسن صحيح على شرط مسلم، وعبدالله بن الحارث له رؤية، ولد على عهد النبى ﷺ كما فى التقريب(۱۰۰)۔

۲۹۵۹- حدثنا عبدالسلام بن حرب، عن ليث، عن مجاهد: اَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ رَاٰى مَعَ

فائدہ: یعنی احرام کی حالت میں ایک ٹڈی مارنے پر ایک کھجور یا مٹھی بھر اناج صدقہ کر دینا کافی ہے۔

۲۹۵۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ٹڈی کے مارنے میں مٹھی بھر اناج صدقہ کرنا (محرم پر) لازم ہے۔ اور تیری مٹھی بھر ٹڈیوں کی وجہ سے پکڑ ہوگی۔ اسے امام شافعی نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ (تلخیص حبیر)۔

فائدہ: باقی ابوداؤد وترمذی کے الفاظ کہ "كلوه فانه صيد البحر" کہ اسے کھاؤ کیونکہ یہ سمندر کے شکاروں میں سے ہے۔ اس میں ابوالمهزم متكلم فيه ہے۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ ابوالمهزم ضعیف ہے اور یہ حدیث وہم پر مبنی ہے۔ (عون المعبود ج۲ ص۱۱۰)۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ حج کے موقعہ پر یعنی احرام کی حالت کا قصہ نہیں بلکہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ انه من صيد البحر کا مطلب یہ ہے کہ یہ سمندری شکار کے مشابہ ہے کہ اسے ذبح نہیں کرنا پڑتا۔

باب احرام باندھتے وقت محرم کے ہاتھ میں جو بھی شکار ہو اسکا چھوڑنا واجب ہے۔ البتہ جو گھر میں یا اس کے ساتھ پنجرے میں ہے اس کا چھوڑنا ضروری نہیں اور یہی حکم حرم میں موجود شکار کا ہے

۲۹۵۸۔ عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ ہم حج پر جاتے لیکن ہمارے گھروں میں جو بھی شکار (جانور یا پرندے) ہوتے تھے ہم نہیں چھوڑتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر حسن صحیح ہے۔

۲۹۵۹۔ مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کے پاس جو کہ احرام میں تھے، پالتو شکار (کبوتر وغیرہ) دیکھا اور انہیں

اَصْحَابِهٖ دَاجِنًا مِّنَ الصَّیْدِ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ، فَلَمْ یَاْمُرْهُمْ بِاِرْسَالِهٖ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ۔(زیلعی ۵٤۱:۱)۔ و سندہ حسن، ومجاهد عن علی ؓ مرسل، وهو حجة عندنا۔

۲۹۶۰- حدثنا عارم، ثنا حماد بن زید، عن هشام بن عروة، قَالَ: کَانَ اِبْنُ الزُّبَیْرِ بِمَکَّةَ وَاَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ یَحْمِلُوْنَ الطَّیْرَ فِی الْاَقْفَاصِ۔ رواه البخاری فی "الادب المفرد" (۷۰) و سنده صحیح، وزاد ابن قدامة فی "المغنی": لَا یَرَوْنَ بِهٖ بَاْسًا اھ۔ (۲۹۹:۳)۔

باب حرمة صید الحرم و شجره و نباته و حشیشه الّا الاذخر

۲۹۶۱- عن ابی شریح العدوی، اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعْدٍ وَهُوَ یَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰی مَکَّةَ-: اِئْذَنْ لِیْ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ! اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْغَدَ مِنْ یَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ اُذُنَایَ، وَوَعَاهُ قَلْبِیْ، وَاَبْصَرَتْهُ عَیْنَایَ حِیْنَ تَکَلَّمَ بِهٖ، اِنَّهٗ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ: ﴿اِنَّ مَکَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ، وَلَمْ یُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا یَحِلُّ لِامْرِئٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّ لَا یَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً، فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا لَهٗ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ ﷺ وَلَمْ یَاْذَنْ لَّکُمْ، وَاِنَّمَا اَذِنَ لِیْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَ قَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْیَوْمَ کَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ،

اس شکار کے چھوڑنے کا حکم نہ فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن ہے اور مجاہد عن علی مرسل ہے۔ لیکن یہ ہمارے ہاں حجت ہیں۔

۲۹۶۰۔ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ابن الزبیرؓ مکہ میں تھے اور صحابہ کرامؓ پنجروں میں پرندے اٹھائے رہتے تھے۔ بخاری نے ادب المفرد میں اسے روایت کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور المغنی میں ہے کہ صحابہ کرام اس چیز کو برا محسوس نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ محرم حالتِ احرام میں گھر کے اندر یا اپنے ساتھ پنجرے میں پرندے وغیرہ رکھ سکتا ہے اسی طرح حرم میں بھی گھروں اور پنجروں میں شکار رکھے جا سکتے ہیں اور انہیں آزاد کرنا اور چھوڑنا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب حرم مکہ کے شکاری جانور، درخت، گھاس اور بھنگ محترم ہیں (ان کو کاٹنا جائز نہیں) اذخر کو کاٹنا جائز ہے

۲۹۶۱۔ ابو شریح العدوی سے مروی ہے کہ جب عمرو بن سعید مکہ کی طرف (ابن الزبیر پر چڑھائی کے لئے) لشکر بھیج رہا تھا تو انہوں نے اس سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی حدیث بیان کروں جو نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن بیان فرمائی تھی۔ اس حدیث مبارک کو میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے اسے پوری طرح محفوظ کیا اور جب آپ ﷺ یہ حدیث

وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾۔ اخرجه البخاری واللفظ له (فتح الباری ٤:٣٨)۔

٢٩٦٢- عن ابی هريرة ﷺ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مَكَّةَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِمْ، فَحَمِدَاللهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ، ثُمَّ بَقِيَ حَرَامًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ﴾، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا۔ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: ﴿إِلَّا الْإِذْخِرَ﴾۔ اخرجه الستة۔ (زيلعی (١:٥٤١)۔

٢٩٦٣- عن طاوس، عن ابن عباس رضی الله عنهما: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ

بیان فرمارہے تھے تو میری یہ دونوں آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں۔(حدیث کی صحت بتانا مقصود ہے)۔آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرمت والا بنایا ہے اور لوگوں نے اسے حرمت عطاء نہیں کی۔ اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ اس مکہ میں خون بہائے اور یہاں کا کوئی درخت کاٹے۔لیکن اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے قتال (یوم فتح مکہ کے موقعہ پر) سے اس کی اجازت نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ بے شک اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔اور مجھے بھی دن کے ایک مختصر حصہ کے لئے اجازت دی تھی۔ پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی ہوگئی جیسے پہلے تھی۔اور یہاں موجود غائب کو (اللہ کا پیغام اور میری نصیحتیں) پہنچادے۔(بخاری)۔

فائدہ: موفق مغنی میں لکھتے ہیں کہ حرم کا شکار حلال اور حرام (محرم) دونوں پر حرام ہے اور جو بھی حرم کے شکار کو ہلاک کرے تو اس کی بھی وہی سزا ہے جو محرم کی ہے۔اور اس کی حرمت نص اور اجماع سے ثابت ہے۔

۲۹۶۲۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کرایا تو آپ ﷺ لوگوں کے درمیان (تقریر) کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثناء کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اصحاب فیل کو مکہ پر قبضہ کرنے سے روک دیا تھا۔ مگر اس نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اس پر قبضہ دلا دیا ہے۔اور میرے لئے (یہاں) کچھ دیر کے لئے (قتال کرنا) حلال ہوا ہے۔اس کے بعد قیامت تک کے لئے یہ شہر محترم ہے۔اب نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کے جانور کو شکار کے لئے پکڑا جائے اور نہ ہی یہاں کی گری پڑی چیز کسی کے لئے اٹھانا حلال ہے۔البتہ وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو (یعنی مالک کی تلاش کر کے مالک تک پہنچانے والا ہو) اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا (اے اللہ کے رسول!) مگر اذخر (جو گھاس ہے) کی اجازت دیجئے کیونکہ وہ ہمارے قبروں اور گھروں کی ضرورت ہے۔تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا مگر اذخر کی اجازت ہے (صحاح ستہ۔احمد،دارمی)

۲۹۶۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا بے شک اللہ نے اس شہر مکہ کو اسی دن حرمت عطا

مَكَّةَ: ﴿إِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا﴾۔ قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ، فَقَالَ: ﴿إِلَّا الْإِذْخِرَ﴾۔ اخرجه البخارى واللفظ له۔ (فتح البارى ٤:٤٢)۔ والائمة الستة فى كتبهم۔ (زيلعى ١:٥٤١)۔

٢٩٦٤- اخبرنا سعيد، عن ابن جريج، قال: سمعت عطاء يَقُوْلُ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ صَيْدِ الْجَرَادِ مِنَ الْحَرَمِ، فَقَالَ: لَا، وَنَهٰى عَنْهُ۔ قَالَ: إِمَّا قُلْتُ لَهُ أَوْ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: فَإِنَّ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْنَهُ وَهُمْ مُحْتَبُوْنَ (وفى لفظ: منحنون) فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اخرجه الامام الشافعى فى "مسنده" (٨٠)، و سنده حسن فان فى سعيد مقالا۔

فرمائی تھی جس دن اس نے زمین وآسمان پیدا کیے تھے۔ اس لئے یہ اللہ کی دی ہوئی حرمت کی وجہ سے تا قیامت حرام اور محترم ہے۔ اس لئے یہ مجھ سے قبل بھی کسی کیلئے جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور مجھے بھی دن کے کچھ حصے کے لئے جنگ کی اجازت دی گئی۔ پس اب یہ شہر اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ لہٰذا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے، نہ اس کے شکار بھڑکائے جائیں اور نہ ہی کوئی یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائے۔ مگر وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے اور نہ ہی اس کی گھاس اکھاڑی جائے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مگر اذخر کی اجازت دیدیں کیونکہ یہ کاریگروں اور گھروں کے لئے ضروری ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اذخر کاٹنے کی اجازت ہے۔ (بخاری و الائمۃ الستۃ)

۲۹۶۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابن عباسؓ سے حرم کی ٹڈی کا شکار کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا شکار نہ کیا جائے اور آپ نے شکار کرنے سے منع فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور آدمی نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم تو مسجد میں بیٹھ کر ٹڈی کا شکار کرتی ہے تو اس پر آپ نے فرمایا انہیں معلوم نہیں ہے۔ (مسند شافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حلّ کا شکار حرم میں داخل ہو جائے تو وہ حرم کے شکار کے حکم میں ہے۔ اور درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ حرم کا شکار اور اس کے درخت، گھاس، کانٹے وغیرہ کاٹنا محرم اور حلال سب پر حرام ہے۔

۲۹۶۵- اخبرنا سعید، عن ابن جریج، عن عطاء، اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عُبَیْدِاللّٰہِ بْنِ حُمیدٍ قَتَلَ اِبْنٌ لَہٗ حَمَامَۃً، فَجَاءَ اِبْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَہٗ ذٰلِکَ، فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ: تُذْبَحُ شَاۃٌ فَتُصَدَّقُ بِھَا، قَالَ اِبْنُ جُرَیْجٍ: فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ: اَمِنْ حَمَامِ مَکَّۃَ؟ قَالَ: نَعَمْ- اخرجه الامام الشافعی فی "مسنده" (...۸)، وسنده حسن۔

۲۹۶۶- عن عطاء: اَنَّ رَجُلًا اَغْلَقَ بَابَہٗ عَلٰی حَمَامَۃٍ وَفَرْخَیْھَا، ثُمَّ انْطَلَقَ اِلٰی عَرَفَاتٍ وَمِنًی، فَرَجَعَ وَ قَدْ مَاتَتْ، فَاَتٰی اِبْنَ عُمَرَ، فَجَعَلَ عَلَیْہِ ثَلَاثًا مِنَ الْغَنَمِ، وَحَکَمَ مَعَہٗ رَجُلٌ آخَرُ- اخرجه ابن ابی شیبة، والبیهقی، و سکت عنه الحافظ فی "التلخیص" (۱:۲۲۹)، فهو حسن او صحیح، و تقدم حدیث عمر من طریق نافع بن عبدالحارث: اَنَّہٗ تَسَبَّبَ فِیْ قَتْلِ حَمَامَۃٍ بِمَکَّۃَ، فَحَکَمَ عَلَیْہِ نَافِعٌ وَ عُثْمَانُ بِعَنْزٍ ثَنِیَّۃٍ عَفْرَاءَ- و سنده حسن۔

۲۹۶۷- عن عبدالله بن عمر العمری، عن ابیه، قَالَ: قَدِمْنَا وَ نَحْنُ غِلْمَانٌ مَعَ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، فَاَخَذْنَا فَرْخًا بِمَکَّۃَ فِیْ مَنْزِلِنَا، فَلَعِبْنَا بِہٖ حَتّٰی قَتَلْنَاہُ- فَقَالَتْ لَہٗ اِمْرَاَتُہٗ عَائِشَۃُ

۲۹۶۵۔ عطاء سے مروی ہے کہ عثمان بن عبید اللہ کے بیٹے نے ایک کبوتری کو قتل کر دیا تو عثمان، ابن عباس کے پاس آئے اور یہ قصہ بیان کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا ایک بکری ذبح کر کے اس کا صدقہ کیا جائے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے عرض کیا کہ کیا مکی کبوتری کے بارے میں یہ فرمایا، انہوں نے کہا ہاں۔ (مسند شافعی)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۲۹۶۶۔ عطاء فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کبوتری اور اس کے دو چوزوں کو کمرے میں بند کر کے عرفات اور منیٰ چلا گیا۔ اور جب واپس لوٹا تو وہ مر چکے تھے۔ پھر وہ ابن عمرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس پر تین بکریاں واجب کیں۔ فیصلہ کرنے میں آپ کے ساتھ ایک آدمی بھی شریک تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)۔ حافظ صاحب نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی حدیث (نمبر ۲۹۴۵) پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت عمرؓ مکہ میں کبوتری کے مارنے کا سبب بنے تو عثمان اور نافع نے ثنیۃ عفراء کی بکری واجب کی۔ اس کی سند بھی حسن ہے۔

۲۹۶۷۔ عبداللہ عمری سے مروی ہے کہ ان کے باپ نے فرمایا ہم حفص بن عاصم کے ساتھ بچپن میں (مکہ) آئے اور ہم مکہ میں اپنے گھر میں ایک چوزے کو پکڑ کر اس سے کھیلنے لگے۔ یہاں تک ہم نے اسے مار ڈالا اس پر حفص کی بیوی عائشہ نے حضرت حفصؓ سے یہ قصہ ذکر کیا تو آپ نے ایک بکرا ذبح کر کے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ حافظ صاحب نے اس پر سکوت کیا

بِنُتُ مُطِيعِ بُنِ الْاَسُوَرِ، فَاَمَرَ بِكَبُشٍ، فَتَصَدَّقَ لَهُ۔ اخرجه ابن ابی شيبة، وسكت عنه الحافظ فی "التلخيص" (۱:۲۲۹)، فهو حسن او صحيح۔

۲۹٦۸- مالك عن يحيى بن سعيد، عن سعيد بن المسيب، اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: فِیُ حَمَامِ مَكَّةَ اِذَا قُتِلُنَ شَاةٌ۔ رواه البيهقی، ورواه ابن ابی شيبة عن ابی خالد الاحمر، و عن عبدة، كلاهما عن يحيى بن سعيد نحوه۔ (التلخيص الحبير۱:۲۲۹)، و سند ابن ابی شيبة صحيح۔

۲۹٦۹- عن داود بن شابور، عن مجاهد، عن النبی ﷺ، اَنَّهُ قَالَ: ﴿فِی الدَّوُحَةِ الْكَبِيُرَةِ اِذَا قُطِعَتُ مِنُ اَصلِهَا بَقَرَةٌ﴾۔ رواه سفيان بن عيينة، قاله الماوردی۔ (التلخيص الحبير۱:۲۲۹)۔ قلت: داود هذا من رجال الترمذی والنسائی، ثقة من السادسة۔ (تقريب ٥٤)، والاثر مرسل، ومراسيل مجاهد حسان كما مر فی المقدمة۔

۲۹۷۰- عن ابن الزبير: فِی الشَّجَرَةِ النَّامِيَةِ الْكَبِيُرَةِ بَقَرَةٌ، وَ فِی الصَّغِيُرَةِ شَاةٌ۔ ذكره الامام الشافعی، ولم يذكر له اسنادا۔ (التلخيص الحبير۱:۲۲۹)۔

۲۹۷۱- عن هشيم، عن شيخ، عن عطاء، اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اَلْمُحُرِمُ اِذَا قَطَعَ شَجَرَةً عَظِيُمَةً مِنُ شَجَرَةِ الْحَرَمِ فَعَلَيُهِ بَدَنَةٌ۔ اخرجه سعيد بن منصور، و فی سنده رجل لم يسم۔

ہے۔لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

۲۹٦۸۔ سعید بن میّب فرمایا کرتے تھے کہ مکہ کے کبوتر کے قتل کرنے میں بکری واجب ہے۔(بیہقی)۔اور ابن ابی شیبہ نے ابوخالد احمر اور عبدۃ سے اور وہ دونوں سعید بن میّب سے اسی طرح حدیث روایت کرتے ہیں۔ابن ابی شیبہ کی حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۹٦۹۔ مجاہدؒ، نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر بڑے درخت کو جڑ سے اکھیڑا جائے تو اس میں ایک گائے واجب ہے۔(تلخیص الحبیر)۔میں کہتا ہوں کہ یہ اثر مرسل ہے اور مراسیلِ مجاہد حسن ہیں۔

۲۹۷۰۔ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ بڑے بڑھنے والے درخت کے کاٹنے میں گائے اور چھوٹے درخت کے کاٹنے میں بکری ہے۔اسے امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند ذکر نہیں کی۔(تلخیص الحبیر)۔

۲۹۷۱۔ عطاء فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی محرم حرم کے درختوں میں سے کوئی بڑا درخت کاٹ دے تو اس پر بدنہ واجب ہے۔اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ایک سند میں ایک غیر معلوم راوی ہے(ایضاً)۔

(التلخيص الحبير١: ٢٢٩)۔

٢٩٧٢- ابو حنيفة عن حماد، والهيثم، عن نافع، عن ابن عمر رضی الله عنهما، اَنَّهٗ قَالَ: اِذَا رَمٰى الرَّجُلُ فِیْ الْحَرَمِ فَاَصَابَ فِیْ الْحِلِّ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ، وَاِذَا رَمٰى فِی الْحِلِّ فَاَصَابَ فِیْ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ۔ اخرجه الحافظ ابن خسرو فی مسنده للامام، و سنده صحيح۔(جامع المسانيد١: ٥٤٩)۔

مسائل شتى تتعلق بالحج

باب لا يجوز قصر الصلاة بمنى لاهل مكة ومن مثلهم من المقيمين

٢٩٧٣- اخبرنا سعيد بن عبيد الطائی، عن علی بن ربيعة الوالبی، قال: سَاَلْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَرضی الله عنهما اِلٰى كَمْ تُقْصَرُ الصَّلَاةُ؟ فَقَالَ: اَتَعْرِفُ السُّوَيْدَاءَ؟ قَالَ: قُلْتُ:

٢٩٧٢۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی حرم میں کھڑے ہوکر تیر پھینکے اور وہ حل میں کسی شکار کو جا لگے تب بھی اس پر جزاء ہے اور اگر حل میں کھڑے ہوکر تیر پھینکے اور وہ حرم میں کسی شکار کو جا لگے تب بھی اس پر جزاء ہے۔ اسے حافظ ابن خسرو نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (جامع المسانید)۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حرم کے کسی جانور کو مارنا یا درخت وغیرہ کو کاٹنا حرام ہے اور ان کے قتل کرنے اور کاٹنے پر جزاء واجب ہے۔ آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تیر انداز حرم میں ہو اور شکار حل میں یا اس کے برعکس تب بھی جزاء واجب ہے۔

فائدہ: علامہ جصاصؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ ﴿لا تقتلوا الصيد وانتم حرم﴾ کا ایک محتمل یہ بھی ہے کہ تم حرم میں داخل ہوکر شکار کو قتل نہ کرو اور جب حضور ﷺ نے حلال اور حرام کو حرم کے شکار سے منع کر دیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی اس آیت سے مراد تھا۔

حج سے متعلق مختلف مسائل

باب مکہ مکرمہ کے باشندوں اور مقیمین کے لئے منیٰ میں قصر کرنا جائز نہیں

٢٩٧٣۔ علی بن ربیعہ والبی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کہاں تک جا کر نماز کی قصر کی جائے؟ آپ نے فرمایا: کیا تو سویدا کو جانتا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ صرف اس کا نام ہی جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ درمیانی چال کے تین رات کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں تک نکلتے تو نماز کی قصر کرتے۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ اس کی سند شرط شیخین پر صحیح ہے۔

لَا، وَلٰكِنِّي قَدْ سَمِعْتُ بِهَا، قَالَ: هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ، فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلَاةَ- رواه الامام محمد بن الحسن فی "الآثار" له (٦٢)، واسناده صحيح على شرط الشيخين غير محمد، فلم يخرجا له وهو ثقة امام-

باب اذا قضى حجه فليعجل الرحلة الى اهله وما يقول عندالوصول اليهم وما يفعلون

٢٩٧٤- عن عائشة رضى الله عنها مرفوعاً: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ﴿إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ حَجَّهُ فَلْيُعَجِّلِ الرَّحْلَةَ إِلٰى أَهْلِهِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأَجْرِهِ﴾- اخرجه الحاكم فى "المستدرك" (٤: ٣٢٠)، وصححه على شرط الشيخين، واقره عليه الذهبى فى "تلخيصه"-

٢٩٧٥- عن انس، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَأَبُوْ طَلْحَةَ وَ صَفِيَّةُ رَدِيْفَتُهُ عَلٰى نَاقَتِهِ،

سوائے امام محمد کے اور وہ بھی امام مجتہد تو ہیں۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین دن کی مسافت سے کم پر نماز کی قصر نہیں کرنی چاہیے۔

<u>فائدہ:</u> دارقطنی، ابن ابی شیبہ اور طبری و بیہقی میں مذکورہ مرفوع حدیث "یا اهل مكة لا تقصروا الصلوة فى ادنى من اربعة برد من مكة الى عسفان" (یعنی اے مکہ والو اڑتالیس میل سے کم میں نماز قصر نہ کرو یعنی عسفان سے کم کے سفر میں قصر نہ کرو) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث مرفوع ہے اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن مؤطا میں مذکور صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ کیا عرفہ تک کے سفر میں قصر کیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ عسفان، طائف یا جدہ تک کے سفر میں قصر کیا جائے۔ اور پھر اس بات پر اجماع ہے کہ اڑتالیس میل سے کم کے سفر میں قصر نہ کیا جائے۔

<u>باب حج ادا کر کے گھر جلدی لوٹے اور گھر پہنچنے پر کیا الفاظ کہے اور گھر والے کیا کریں؟</u>

۲۹۷۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا حج مکمل کرلے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر جلدی لوٹے کیونکہ یہ جلدی لوٹنا اس کے اجر اور ثواب کو بڑھانے والا ہے (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرطِ شیخین پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اسے برقرار رکھا ہے۔

۲۹۷۵۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب میں اور ابوطلحہؓ حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ آئے۔ اور صفیہؓ آپ ﷺ کی اونٹنی پر

حتی إذَا کُنَّا بِظَهرِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: ﴿آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ﴾، فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ۔ رواه مسلم، والنسائی۔(نزل الابرار ۳۳۸)۔

۲۹۷۶- عن ابن عباس رضی الله عنهما، قَالَ: کَانَ ﷺ إذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَرَاٰی اَهْلَهٗ قَالَ: ﴿اَوْبًا اَوْبًا اِلٰی رَبِّنَا تَوْبًا، لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا﴾۔ اخرجه الحاکم فی "المستدرک" (۱:۴۸۸)۔ وصححه، واقره عليه الذهبی۔ و فی "مجمع الزوائد": رواه احمد ، والطبرانی، وابو يعلی، والبزار، ورجالهم رجال الصحيح۔ (نزل الابرار ۳۳۸)۔

۲۹۷۷- عن عائشة رضی الله عنها، قَالَتْ: اَقْبَلْنَا مِنْ مَکَّةَ فِیْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ، وَاُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ يَسِيْرُ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَتَلَقَّانَا غِلْمَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، وَکَانُوْا يَتَلَقَّوْنَ اَهَالِيَهُمْ اِذَا قَدِمُوْا۔ اخرجه الحاکم فی "المستدرک" ايضا (۱:۴۸۸)۔ وصححه علی شرط مسلم، واقره الذهبی۔

۲۹۷۸- عن ابن عمر رضی الله عنهما مرفوعا: ﴿إذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ

آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھیں۔ جب کہ ہم مدینہ کے باہر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم لوٹنے والے ہیں۔ اللہ کی طرف توبہ کرنے والے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے مدینہ پہنچنے تک حضور ﷺ برابر یہ الفاظ کہتے رہے۔ (مسلم، نسائی)۔ (نزل الابرار)۔

۲۹۷۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے اور اپنے گھر والوں کو دیکھتے تو یہ الفاظ کہتے: ہم لوٹنے والے ہیں اپنے رب کی طرف توبہ کرنے والے ہیں۔ وہ ایسا رب ہے جو ہم پر کسی گناہ کو باقی نہیں رکھے گا (متدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی یہی کہا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے احمد، طبرانی، ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (نزل الابرار)۔

۲۹۷۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حج یا عمرہ کر کے مکہ سے واپس آئے اور اسید بن حضیر آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے تو انصاری بچوں نے ہمارا استقبال کیا۔ اور (انصاریوں کی عادت تھی کہ) ان کے گھر والے جب آتے تو وہ ان کا استقبال کیا کرتے تھے (متدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۲۹۷۸۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو حاجی سے ملے تو اسے سلام کہہ اور اس سے

وَصَافِحُه، وَمُرْه اَنْ يَسْتَغْفِرَلَكَ قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهٗ، فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَهٗ﴾۔ رواہ احمد فی "مسندہ"۔ (کنز العمال ۳:۳)۔ وھو حسن او صحیح۔

۲۹۷۹- عن عمرؓ، قَالَ : تَلَقَّوُا الْحَاجَّ وَالْعُمَّارَ وَالْغُزَاةَ، فَلْيَدْعُوْالَكُمْ قَبْلَ اَنْ يَتَدَنَّسُوْا۔ رواہ ابن ابی شیبۃ۔ (کنز العمال ۲۷:۳)۔

ابواب الاحصار

باب الاحصار لا یختص بالعدو

ووجوب القضاء علی المحصَر وما استیسر من الھدی

۲۹۸۰- عن الحجاج بن عمرو، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ كُسِرَ اَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ اُخْرٰى﴾۔ قَالَ عِكْرَمَةُ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ، وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ، فَقَالَا صَدَقَ۔ رواہ الخمسۃ۔ و فی روایۃ لابی داود وابن ماجۃ: ﴿مَنْ عَرِجَ اَوْ كُسِرَ اَوْ مَرِضَ﴾۔

مصافحہ کرو اور اس سے اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لئے بخشش کی دعا کا کہہ اس لئے کہ وہ گناہوں سے صاف ہے۔ (مسند احمد)۔ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۲۹۷۹۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور مجاہدین کا استقبال کرو۔ اور قبل اس کے کہ وہ میلے ہوں تمہارے لیے دعا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حجاج وغیرہ کا شہر سے باہر جا کر استقبال کرنا مستحب ہے۔ اور حاجی کو گھر جلدی واپس آنے کا اس لئے کہا گیا ہے کہ گھر والوں کا اس پر حق ہے۔ لہٰذا لمبی غیوبت سے ان کو نہ ستائے۔

ابواب الاحصار

باب احصار صرف دشمن ہی کے ساتھ خاص نہیں اور محصر پر قضا اور قربانی واجب ہے

فائدہ: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کسی رکاوٹ کی وجہ سے رک جانے کو احصار کہتے ہیں اور یہ رکاوٹ دشمن یا بیماری وغیرہ ہو سکتی ہے۔

۲۹۸۰۔ حجاج بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہو گیا تو اس کا احرام کھل گیا اور اس پر (آئندہ سال) حج واجب ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے بیان کی تو انہوں

...كر معناه و فى رواة لاحمد: ﴿مَنْ حُبِسَ بِكَسْرٍ أَوْ مَرَضٍ﴾، والحديث سكت عنه ...وداود، والمنذرى، وحسنه الترمذى، واخرجه ايضا ابن خزيمة، والحاكم- (نيل ...وطار ٤: ٣٢٠)-

٢٩٨١- حدثنى المثنى، ثنا ابو صالح، ثنى معاوية، عن على، عن ابن عباس رَضِيَ ... عَنْهُمَا، قوله: ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾، يَقُوْلُ: مَنْ أَحْرَمَ بِحَجٍّ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ ...سَ عَنِ الْبَيْتِ بِمَرَضٍ يُجْهِدُهُ، أَوْ عُذْرٍ يَحْبِسُهُ، فَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا- اخرجه الامام الطبرى فى ...سيره (٢: ١٢٤)، و سنده صالح حسن، وعلى بن ابى طلحة عن ابن عباس رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ...سل بينهما مجاهد، وذكر البخارى فى التراجم وغيرها ممن تفسيره رواية معاويةبن ...الح عنه من ابن عباس شيئا كثيرا، ولكنه لا يسميه، كذا فى "التهذيب" (٧: ٣٤٠)-

٢٩٨٢- حدثنا ابن مرزوق، ثنا بشر بن عمر، ثنا شعبة، عن الحكم، قَالَ: سَمِعْتُ ...رَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بن يزيد، قَالَ: أَهَلَّ رَجُلٌ مِنَ النَّخْعِ بِعُمْرَةٍ يُقَالُ لَهُ: عُمَيْرُ بْنُ ...سَعِيْدٍ، فَلُدِغَ، فَبَيْنَا هُوَ صَرِيْعٌ فِيْ الطَّرِيْقِ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ فِيْهِمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه،

...فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ (رواہ الخمسۃ)۔ اور ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو لنگڑا ہو گیا یا اس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا ...یادہ بیمار ہو گیا۔ اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو ہڈی ٹوٹنے یا بیماری کی وجہ سے رک گیا۔ اس حدیث سے ابوداؤد اور منذری نے ...وت کیا ہے۔ (لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اور ابن خزیمہ اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (نیل)

فائدہ: یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ احصار غیر عدو کے ساتھ بھی متحقق ہوتا ہے۔

۲۹۸۱۔ ابن عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (یعنی اگر تم بیماری یا دشمن ...کے سبب روک دیے جاؤ تو پھر قربانی کا جو جانور میسر ہو سکے ذبح کرو) کے بارے میں فرمایا جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر لاغر ...کرنے والی بیماری یا کسی اور معقول عذر کی وجہ سے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے (تفسیر طبری)۔ ...کی سند صالح حسن ہے۔

۲۹۸۲۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ نخع مقام سے ایک آدمی نے جس کا نام عمیر بن سعید ہے نے احرام باندھا پھر اسے ...کسی کیڑے نے ڈنک مارا اور وہ راستے میں بے سدھ پڑا تھا کہ ایک قافلہ وہاں سے گذرا جن میں ابن مسعودؓ بھی تھے۔ لوگوں نے اس کے

فَسَالُوْهُ، فقال: اِبْعَثُوْا بِالْهَدْيِ، وَاجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ يَوْمًا اَمَارَةً، فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَلْيَحِلَّ- قَالَ الْحَكَمُ: وَقَالَ عَمَّارَةُ بْنُ عُمَيْرٍ: وَكَانَ حَدَّثُتُكَ بِهٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْد اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ: وَعَلَيْهِ الْعُمْرَةُ مِنْ قَابِلٍ- قَالَ شُعْبَةُ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَهٗ بِهٖ مِثْلَ مَا حَدَّثَ بِهِ الْحَكَمُ سَوَاءً. اخرجه الطحاوى (١: ٤٣٢)- وسنده صحيح-

٢٩٨٣- روى الواقدى فى المغازى عن جماعة من مشايخه قَالُوْا: لَمَّا دَخَلَ هِلَالُ ذِى الْقَعْدَةِ سَنَةَ سَبْعٍ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرُوْا قَضَاءَ عُمْرَتِهِمِ الَّتِىْ صُدُّوا عَنْهَا وَاَنْ لَّا يَتَخَلَّفَ اَحَدٌ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَّةَ، فَلَمْ يَتَخَلَّفْ مِمَّنْ شَهِدَهَا اِلَّا مَنْ قُتِلَ بِخَيْبَرَ اَوْ مَاتَ، وَخَرَجَ مَعَهٗ نَاسٌ مِمَّنْ لَمْ يَشْهَدِ الْحُدَيْبِيَّةَ، فَكَانَ عِدَّةُ مَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَلْفَيْنِ- ذكره الحافظ فى "التلخيص الحبير" (١: ٣٣١)- وقال: والواقدى اذا لم يخالف الاخبار الصحيحة ولا غيره من اهل المغازى مقبول فى المغازى عند اصحابنا اھ- قلت: ولما ذكره الواقدى شواهد ذكرناها فى الحاشية-

---

بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ایک قربانی کا جانور (حرم میں) بھیج دو اور اپنے اور اس کے درمیان کسی دن کو ذبح کرنے کے لئے مقرر کرلو تو جب وہ دن ہو تو یہ مریض احرام کھولدے۔ حکم فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے یہ فرمایا کہ اس پر اگلے سال عمرہ ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان کو یہ حدیث بیان کرتے سنا تو انہوں نے بھی حکم کی طرح بیان کیا۔ (طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاوہ بیماری یا کوئی معقول عذر بھی احصار کا سبب ہے اور محصر پر قربانی کر کے حلال ہونا اور پھر اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

٢٩٨٣۔ واقدی نے کتاب المغازی میں اپنے اساتذہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ۷ھ کو جب ذوالقعدہ کا چاند طلوع ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ پچھلے سال کے عمرہ کی قضاء کریں جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ اور واقعہ حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی آدمی پیچھے نہ رہے تو حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی آدمی پیچھے نہ رہا۔ البتہ وہ لوگ جو خیبر میں شہید کردیئے گئے یا جو مرچکے تھے وہ عمرۂ قضا میں حاضر نہ ہوسکے اور عمرۂ قضا میں آپ کے ساتھ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو حدیبیہ میں حاضر نہیں تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ (تلخیص الحبیر)۔ واقدی کی ذکر کردہ اس روایت کے کچھ شواہد ہیں جو اعلاء السنن کے حاشیہ میں مذکور ہیں۔

۲۹۸٤- عن ابن عمرؓ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِيْ، أَوْ يَصُوْمُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا۔ رواه البخاری، والنسائی۔ (نیل الاوطار٤:٣٢٠)۔

باب تحقق الاحصار فی العمرة کالحج

۲۹۸۵- نافع أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ، وَ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ، كَلَّمَا عَبْدَاللّٰهِ حِيْنَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ اِبْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا: لَايَضُرُّكَ أَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ، فَإِنَّا نَخْشٰى أَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ، وَيُحَالُ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ۔ قَالَ: إِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهٗ حِيْنَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً۔ فَانْطَلَقَ حَتّٰى أَتٰى ذَاالْحُلَيْفَةِ فَلَبّٰى بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنْ خُلِّيَ سَبِيْلِيْ قَضَيْتُ عُمْرَتِيْ، وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهٗ، ثُمَّ تَلَا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾، ثُمَّ سَارَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، إِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

۲۹۸٤۔ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارے لیے نبی ﷺ کی سنت کافی نہیں؟ کہ اگر تم میں سے کوئی حج سے روک دیا جائے (پھر رکاوٹ دور ہونے پر عمرے پر وہ قادر ہو) تو بیت اللہ کا طواف کرلے۔ اور صفاومروۃ کی سعی کرے پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے۔ (یعنی احرام کھول دے لیکن احرام کھولنے سے پہلے) ہدی ذبح کرے اور اگر ہدی کی طاقت نہ ہو تو روزے رکھے۔ اور اگلے سال حج کرے (بخاری ونسائی)۔ (نیل)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج یا عمرہ سے روک دیئے جانے پر قربانی کرکے احرام کھول دے اور پھر اس کی قضاء کرے۔ اور یہ قضاء واجب ہے۔

باب حج کی طرح عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہے

۲۹۸۵۔ نافع فرماتے ہیں کہ جن دنوں حجاج بن یوسف، عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ میں آیا تھا تو عبداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کیا نقصان ہے۔ اس لئے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں لڑائی ہو اور آپ بیت اللہ نہ جا سکیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں بیت اللہ نہ جا سکا تو میں ایسا ہی کروں گا جیسا حضور ﷺ نے کیا تھا۔ کہ جب کفار نے آپ ﷺ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا پھر ابن عمرؓ نے فرمایا

الْعُمْرَةِ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْحَجِّ، أُشْهِدُكُمْ اَنِّي قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي- الحديث، رواه مسلم(١:٤٠٤) واللفظ له، والبخاری-

باب يجب على المحصر عن العمرة عمرةٌ وعلى المحصر عن الحج حجة وعمرة قضاءً

٢٩٨٦- حدثنا عبيد بن اسماعيل الهباری، ثنا عبدالله بن نمير، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن علقمة: ﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ﴾ قَالَ: اِذَا اَهَلَّ الرَّجُلُ بِالْحَجِّ فَاُحْصِرَ قَالَ: يَبْعَثُ بِمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةً، قَالَ: فَاِنْ عَجَّلَ قَبْلَ اَنْ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، اَوْ حَلَقَ رَاْسَهُ، اَوْ مَسَّ طِيبًا، اَوْ تَدَاوٰی، كَانَ عَلَيْهِ فِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ، اَوْ صَدَقَةٍ، اَوْ نُسُكٍ، ﴿فَاِذَا اَمِنْتُمْ﴾ فَاِذَا بَرَاَ فَمَضٰی

کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا ہے۔ پھر آپ ذوالحلیفہ آئے اور عمرہ کا تلبیہ پڑھ کر احرام باندھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میرا راستہ نہ روکا گیا تو میں اپنا عمرہ بجالاؤں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ پیش آ گئی تو میں ویسا ہی کروں گا جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا تھا۔ جب کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (یعنی تمہارے لیے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) پھر آپ ﷺ چلے اور بیدا مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ حج اور عمرے کا ایک ہی حکم ہے یعنی اگر میں عمرہ سے روکا گیا تو حج سے بھی روکا جاؤں گا، تم گواہ رہو۔ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی اپنے اوپر واجب کرلیا۔ (مسلم وبخاری)۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ اور حج احصار کے حکم میں برابر ہیں اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ اور یہ واقعہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو حدیبیہ والے سال عمرے سے روکا گیا تھا تو آپ ﷺ نے قربانی کر کے احرام کھول دیا پھر اگلے سال اس کی قضا کی۔

باب عمرہ سے روکے جانے والے پر قضاء میں عمرہ اور حج سے روکے جانے والے پر قضاء میں حج اور عمرہ دونوں واجب ہیں

۲۹۸۶۔ علقمہ ﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی حج کا احرام باندھے اور پھر حج سے روک دیا جائے تو وہ قربانی کا جانور جو میسر ہو حرم میں بھیج دے اور اگر ہدی کے اپنی جگہ (حرم) میں ذبح ہونے سے پہلے وہ احرام کھول دے یا سر منڈا دے یا خوشبو لگالے یا کوئی دوائی لگادے تو اس پر تین روزے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانے یا بکری ذبح کرنے کا فدیہ واجب ہے۔ پھر

...وَجْهِهٖ ذٰلِكَ حَتّٰى اَتَى الْبَيْتَ حَلَّ مِنْ حَجِّهٖ بِعُمْرَةٍ، وَكَانَ عَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ، وَاِنْ هُوَ ... وَلَمْ يتم اِلَى الْبَيْتِ مِنْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ، فَاِنَّ عَلَيْهِ حَجَّةً وَّ عُمْرَةً، وَدَمًالِتَاخِيْرِ الْعُمْرَةِ، فَاِنْ هُوَ ... مُتَمَتِّعًا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، فَاِنَّ عَلَيْهِ مَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةً، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ ... فِي الْحَجِّ، وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ- قَالَ اِبْرَاهِيْمُ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: كَذٰلِكَ ... ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ- اخرجه الامام الطبرى فى تفسيره(٢:١٤٣)، ورجاله رجال الصحيح، وشيخه عبيد بن اسماعيل الهبارى اخرج له البخارى فى "الصحيح"- كما فى التهذيب"(٧:٥٩)-

٢٩٨٧- حدثنا يزيد بن سنان، ثنا يحيى بن سعيد القطان، عن الاعمش، عن ابراهيم، عَنْ عَلْقَمَةَ: ﴿وَاَتِمُّواالْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَااسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾، قَالَ: ... اُحْصِرَ الرَّجُلُ بَعَثَ بِالْهَدْيِ- ﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ ...كُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾، فَاِنْ عَجَّلَ فَحَلَقَ قَبْلَ ... يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَعَلَيْهِ فِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ، اَوْ نُسُكٍ، صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، اَوْ تَصَدَّقَ

...پ نے فاذاامنتم کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ عذر (احرام کھولنے سے پہلے) ٹل جائے تو (اسی احرام کے ساتھ) بیت اللہ حاضر ہوکر ...ہوکر کے حج کا احرام کھولدے اور اگلے سال حج کرنا اس پر واجب ہے۔ اور اگر وہ عذر ختم ہونے کے باوجود بیت اللہ نہ آیا۔ تو اس پر اگلے سال حج اور عمرہ (دونوں) واجب ہیں۔ اور عمرہ کو مؤخر کرنے پر دم بھی واجب ہے۔ پھر اگر وہ اشہر حج میں تمتع کی نیت سے لوٹے تو اس پر بکری کی قربانی (دم تمتع کے طور پر) واجب ہے۔ اور اگر قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین دن ایام حج میں روزے رکھے اور سات روزے ...ٹنے پر۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سعید بن جبیر سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح فرمایا (تفسیر طبری)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۲۹۸۷۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ اگر تمہیں بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو جو ہدی میسر ہو اسے ذبح کرو یعنی اگر محرم کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو وہ ہدی حرم میں بھیج دے اور پھر جب تک ہدی حرم میں ذبح نہ ہوجائے اپنے سروں کو نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو) ہاں جو تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزوں یا صدقہ یا قربانی کی صورت میں فدیہ دے۔ یعنی ہدی کی جگہ پر ذبح ہونے سے پہلے اس نے سر منڈالیا تو اس پر روزے یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ ہے

عَلٰی سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ، كُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ، وَالنُّسُكُ شَاةٌ، فَاِذَا اَمِنَ مِمَّا كَانَ بِهٖ ﴿فَمن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ فَاِنْ مَضٰى مِنْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ، وَاِنْ اَخَّرَ الْعُمْرَةَ اِلٰى قابل فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَ عُمْرَةٌ۔ ﴿وَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ، ﴿وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾۔ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: هٰذَا قول اِبْنِ عَبَّاسٍ، وَعَقَدَ ثَلَاثِيْنَ، اخرجه الطحاوی فی "معانی الآثار" له (۴۳۲:۱)۔ وسنده صحیح وَيُزَادُ فِيْهِ مَاتَقَدَّمَ عن الواقدی: اَنَّهٗ ﷺ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرُوْا قَضَاءَ عُمْرَتِهِمُ الَّتِيْ صُدّوا عَنْهَا الخ۔ و فیه دلیل علی وجوب العمرة علی المحصر عن العمرة۔

یعنی تین دن کے روزے رکھنا یا چھ مسکینوں پر صدقہ کرنا بایں صورت کہ مسکین کو آدھا صاع دے یا بکری کی قربانی کرے (اور اگر احرام کھولنے سے پہلے حج کے فوت ہونے کے بعد) وہ عذر ٹل جائے تو اسی احرام کے ساتھ عمرہ کرکے احرام کھولے تو اس پر اگلے سال حج واجب ہے اور اگر اگلے سال تک عمرہ کو مؤخر کردے تو اس پر عمرہ اور حج دونوں واجب ہیں۔ اور دونوں اکٹھے کرنے کی صورت میں جو میسر ہوسکے ذبح کرے اور جس کے پاس ہدی کی طاقت نہ ہو تو تین دن حج کے دنوں میں روزے رکھے۔ یعنی آخری روزہ عرفہ کے دن اور سات روزے گھر لوٹنے پر رکھے، راوی کہتے ہیں کہ یہ حدیث سعید بن جبیر سے ذکر کی تو اس نے کہا کہ ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور اس حدیث میں پچھلی حدیث کی نسبت اس عبارت کا اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو اس بات کا حکم دیا کہ پچھلے سال جس عمرہ سے روک دیئے گئے تھے اس کی قضاء کا عمرہ کرو۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس میں واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ عمرہ سے روکے جانے والے پر بھی عمرہ کی قضاء واجب ہے۔

فائدہ: اگر حج کے دن سے پہلے ہی رکاوٹ ٹل جائے تو پھر محرم کو اسی احرام کے ساتھ ہی حج کرنا چاہیے۔ بخاری اور نسائی میں بھی ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ محصر عن الحج کے بارے میں فرماتے تھے کہ کیا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کافی نہیں کہ اگر کوئی شخص حج سے روک دیا جائے تو وہ طواف وسعی کرکے احرام کھول دے اور اگلے سال حج کرے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ محصر عن الحج پر عمرہ اور حج ہے۔

فائدہ: محصر عن الحج کے لئے اس فتویٰ کو سنت رسول اللہ کہا گیا ہے حالانکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں محصر عن الحج کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا بلکہ محصر عن العمرہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اور یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ نے قیاس سے بتایا تو معلوم ہوا کہ قیاس بھی دلیل شرعی ہے۔ اور قیاس کے حجت شرعیہ ہونے کے منکرین کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

باب هل يجب على المحصر الحلق اذا حل فى مكانه ولم يصل الى البيت

۲۹۸۸- عن المسور و مروان فى حديث عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ وَالصُّلْحِ: اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ: ﴿قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا﴾، قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ، فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِىَ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: يَا نَبِىَّ اللّٰهِ! اَتُحِبُّ ذَاكَ؟ اُخْرُجْ ثُمَّ لَاتُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ، فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ، نَحَرَ بُدْنَهٗ، وَدَعَا حَالِقَهٗ فَحَلَقَهٗ، فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا، حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا. الحديث، اخرجه البخارى مطولا (۱: ۳۸۰)-

۲۹۸۹- عن المسور اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ اَنْ يَحْلِقَ، وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ- اخرجه البخارى ايضا، واحمد ولفظه: حَلَقَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِىْ عُمْرَتِهٖ، وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ، وَنَحَرَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ قَبْلَ اَنْ يَحْلِقَ، وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ- كذا فى "نيل الاوطار" (۴: ۳۲۲)-

باب اگر محصر بیت اللہ تک پہنچنے سے قبل ہی احصار کی جگہ احرام کھولے تو کیا اس پر سر منڈانا واجب ہے؟

۲۹۸۸۔ مسورؓ اور مروان عمرۂ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ صلح نامے سے فارغ ہوئے تو اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ اب اٹھو اور جن جانوروں کو ساتھ لائے ہو ان کی قربانی کرلو اور سر منڈالو۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے۔ پھر جب کوئی شخص نہ اٹھا تو آپ ﷺ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کیا۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ یہ پسند کریں گے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کردیں اور اپنے حجام کو بلالیں جو آپ ﷺ کا سر مونڈ دے۔ چنانچہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور کسی سے کوئی بات نہ کی اور یہی سب کچھ کیا یعنی اپنے جانور کی قربانی کردی اور اپنے حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے سر کے بال مونڈ دیے۔ جب صحابہؓ نے یہ سب کچھ دیکھا تو وہ بھی اٹھ کر قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے لگے اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈنے لگے۔ حتیٰ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رنج و غم میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ محصر پر اپنی جگہ پر حلق کرانا واجب ہے خواہ وہ بیت اللہ تک نہ ہی پہنچ سکے۔ کیونکہ یہاں امر کا لفظ وجوب پر دلالت کرتا ہے یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

۲۹۸۹۔ مسورؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سر منڈانے سے قبل قربانی کا جانور ذبح کیا اور اپنے صحابہؓ کو اس بات کا حکم دیا۔ (بخاری) اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ والے عمرہ میں سر کے بال منڈائے اور صحابہؓ کو اس کا حکم

۲۹۹۰- عن عائشة (ام المؤمنین رضی الله عنها) زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ فِی حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَقَدِمْتُ مَکَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ وَلَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَکَوْتُ ذٰلِکَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: ﴿اُنْقُضِی رَاْسَکِ وَامْتَشِطِی، وَاَهِلِّی بِالْحَجِّ، وَدَعِی الْعُمْرَةَ﴾، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَیْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِی النَّبِیُّ ﷺ مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی بَکْرٍ اِلَی التَّنْعِیْمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ ﴿هٰذِهٖ مَکَانُ عُمْرَتِکِ﴾، الحدیث، اخرجه البخاری (۱:۲۱۱)۔

باب ان محل الهدی الحرم للمحصر و غیره دون الحل وقوله ﴿هدیا بالغ الکعبة﴾، وقوله: ثم محلها الی البیت العتیق

۲۹۹۱- عن عطاء بن ابی رباح، عن جابر ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿کُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَکُلُّ مِنًی مَنْحَرٌ، وَکُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ، وَکُلُّ فِجَاجِ مَکَّةَ طَرِیْقٌ وَ مَنْحَرٌ﴾۔ اخرجه

فرمایا (نیل الاوطار)۔

فائدہ: تو یہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔

۲۹۹۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طویل حدیث میں فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ پہنچی تو میں حائضہ تھی اور میں طواف وسعی نہ کر سکی اور اس کی شکایت میں نے حضور ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنا سر کھول دے اور کنگھی کر اور عمرہ کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھ لے اور میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابوبکر (جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے بھائی ہیں) کے ساتھ تنعیم مقام کی طرف بھیجا اور میں نے وہاں سے عمرہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیرے اس چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء ہے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قصر کا حکم نہیں دیا جس سے عدم وجوب معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول ہے۔ نیز ان تمام احادیث سے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کرنا واجب معلوم ہوتا ہے۔

باب محصر وغیرہ کی ہدی کے ذبح ہونے کی جگہ حرم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''یہاں تک کہ وہ ہدی اپنے محل تک پہنچ جائے'' اللہ کا ارشاد ہے کہ ''ایسی ہدی جو کعبہ تک پہنچے''۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اس کے ذبح ہونے کی جگہ امن والا گھر ہے''

۲۹۹۱۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرفات کا تمام میدان وقوف کرنے کی جگہ ہے۔ تمام منیٰ ذبح کرنے کی جگہ ہے۔ تمام مزدلفہ وقوف کرنے کی جگہ ہے اور مکہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ راستہ اور قربان گاہ ہے۔ (ابوداؤد، ابن

بوداود، وابن ماجة، وفيه اسامة بن زيد الليثي قال في "التنقيح": روى له مسلم متابعة فيما يرى، ووثقه ابن معين في رواية انتهى- قال الزيلعي: فالحديث حسن- (نصب الراية ۱:۵۵۲)-

۲۹۹۲- عن عمرو بن ميمون، قال: سمعت ابا حاضر الحميري يحدث ابي ميمون بن مهران، قَالَ: خَرَجْتُ مُعْتَمِرًا عَامَ حَاصَرَ اَهْلُ الشَّامِ اِبْنَ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ، وَبَعَثَ مَعِيْ رِجَالٌ مِنْ قَوْمِيْ بِهَدْيٍ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَى اَهْلِ الشَّامِ مَنَعُوْنَا اَنْ نَدْخُلَ الْحَرَمَ، فَنَحَرْتُ الْهَدْيَ مَكَانِيْ، ثُمَّ اَحْلَلْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ خَرَجْتُ لِاَقْضِيَ عُمْرَتِيْ، فَاَتَيْتُ

ماجہ)۔زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اوپر کی آیات سے (جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہیں) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی (خواہ دم احصار ہو یا دم کفارات یا دم قران ہو یا دم تمتع یا جزاءِ صید ہو) کا محل حرم ہے، حل نہیں، جوہر نقی میں ہے کہ نسائی نے سند صحیح کے ساتھ ناجیہ بن کعب الاسلمی سے جو روایت ذکر کی ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی ہدی کو (دم احصار کو) حرم میں ذبح کیا گیا۔فتح الباری میں ہے کہ عطاء کہتے تھے کہ حضور ﷺ نے حدیبیہ کے روز حرم میں ہی قربانی دی۔تو یہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ محصر کے ہدی کا محل حرم ہی ہے اس کے باہر ذبح کرنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ اس پر بالکل قادر نہ ہو اس صورت میں اس پر اس کا بدل ہو گا قضاء میں۔نیز اگر محلِ ہدی حرم نہ ہوتا تو آپ ﷺ ناجیہ کے ذریعے اتنا حیلہ نہ کرتے حرم تک پہنچانے کے لئے کہ وہ اسے خفیہ طریقہ پر حرم لاتے۔باقی جو ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے شجرۂ حدیبیہ کے پاس ذبح کیا تھا بغیر سند کے مجہول راوی سے مروی ہے اور نسائی کی حدیث کی سند صحیح ہے۔اس لئے تو عطاء اور ابن اسحاق نے جزم اور پورے وثوق سے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے دن دمِ احصار حرم ہی میں ذبح کیا ہے۔

۲۹۹۲۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاضر الحمیری کو ابو میمون سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ جس سال شامیوں نے عبداللہ بن الزبیرؓ کا مکہ مکرمہ میں محاصرہ کیا تھا اس سال میں عمرہ کرنے کی نیت سے نکلا، میری قوم کے کچھ لوگوں نے میرے ساتھ ہدی بھیجی تو شام والوں نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا تو میں نے اسی جگہ (یعنی حرم سے باہر حل میں) ہدی کی قربانی کی اور احرام کھولدیا اور واپس چلا آیا۔پھر جب دوسرا سال آیا تو میں اپنے عمرہ کی قضاء کے لئے پھر نکلا اور میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور آپؓ سے مسئلہ پوچھا) تو آپؓ نے فرمایا کہ ہدی بھی بدل ڈال کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اس ہدی کو عمرہ قضا میں بدل دیں جو انہوں نے حدیبیہ کے سال میں ذبح کی تھی (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے جو صحت یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔اور جوہر نقی میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور مستدرک حاکم میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ عمرو بن میمون نے فرمایا کہ

اِبْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: اَبْدِلِ الْهَدْیَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّبْدِلُوا الْهَدْیَ الَّذِیْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِیْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ۔ اخرجه ابو داود(۱:۲٦٤)۔ و سكت عنه۔ و فی "الجوهر النقی" (۱:۳٥۸): بسند حسن اھ۔ واخرجه الحاكم فی "المستدرك" (۱:٤۸٦) وزاد: قَالَ عَمْرٌو (هو ابن ميمون) فَكَانَ اَبِیْ قَدْ اَهَمَّهٗ ذٰلِكَ الَّذِیْ نَحَرُوْا عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ، يَقُوْلُ : لَا اَدْرِیْ هَلْ اَبْدَلَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ الْهَدَايَا الَّتِیْ نَحَرُوْا بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِیْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ اَمْ لَا؟ حَتّٰى حَدَّثَهٗ اَبُوْ حَاضِرٍ۔ قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد، وابو حاضر شيخ من اهل اليمن مقبول صدوق اھ۔ واقره عليه الذهبی فی "تلخيصه"۔

۲۹۹۳- عن ابن عباس رضی الله عنهما: وَاِذَا كَانَ مَعَهٗ هَدْیٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَ اِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّبْعَثَ، وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ۔ رواه البخاری معلقا، ووصله اسحاق بن راهويه فی تفسيره، وابن جرير الطبری، (فتح الباری ٤:۹)۔ وهو صحيح او حسن۔

۲۹۹٤- عن عبدالرحمن بن يزيد، قَالَ: اَهَلَّ رَجُلٌ مِنَّا بِعُمْرَةٍ فَلُدِغَ، فَطَلَعَ رَكْبٌ

میرے والد کے لئے یہ مسئلہ پریشان کن تھا کہ آیا عمرہ قضاء میں صحابہ نے ہدایا کو تبدیل کیا تھا یا نہیں؟ اس کے بعد ابو حاضر نے ان سے یہ حدیث بیان کی (کہ تبدیل کی تھیں) حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور تلخیص میں ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ بعض صحابہ نے صلح حدیبیہ والے سال حرم سے باہر حل میں ہدی ذبح کی تھی۔ لہٰذا انہیں دوبارہ ہدی ذبح کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حرم سے باہر ہدی ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ یہ اس بارے میں واضح دلیل ہے کہ محصر کے لئے بھی ہدی حرم میں ذبح کرنا واجب ہے اور اگر حرم میں ذبح نہ کر سکے تو قضاءً اس کا بدل دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور بعض صحابہؓ نے حدیبیہ کے دن قربانی حرم میں کی تھی جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہے۔

۲۹۹۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر محرم کے پاس ہدی ہو اور بیت اللہ تک جانے میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے اور وہ ہدی حرم میں نہ بھیج سکتا ہو تو وہیں ذبح کر دے (اور احرام کھول دے) اور اگر وہ ہدی حرم میں بھیجنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک کہ ہدی اپنی جگہ (حرم) میں پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے۔ (بخاری) اور ابو اسحاق نے اپنی تفسیر میں اور ابن جریر طبری نے اسے موصولاً روایت کیا ہے (فتح) اور وہ صحیح یا حسن ہے۔

۲۹۹۴۔ عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی نے عمرہ کا احرام باندھا پھر اسے کسی کیڑے نے ڈس

فيهم عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَسَاَلُوْهُ، فَقَالَ: يَبْعَثُ بِهَدْيٍ، وَاجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ يَوْمًا اَمَارًا، فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ فَلْيَحِلَّ- قال عمارة بن عمير: فَكَانَ حَسْبُكَ بِهٖ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدٍ عن عبدالله ، وَعَلَيْهِ الْعُمْرَةُ مِنْ قَابِلٍ، اخرجه الطبری فی تفسيره(١٢٩:٢)- بسند صحيح، و فی رواية له: قَالَ: يَبْعَثُ مَعَكُمْ بِثَمَنِ هَدْيٍ-

باب الاشتراط فی الحج والعمرة

٢٩٩٥- حدثنی يونس قال: اخبرنا ابن وهب ، اخبرنی يونس، عن ابن شهاب، عن سالم، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ يُنْكِرُ الْاِشْتِرَاطَ فِی الْحَجِّ وَ يَقُوْلُ: اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ اِنْ حُبِسَ اَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، وَيُهْدِیْ اَوْ يَصُوْمُ اِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا- اخرجه الامام الطبری فی تفسيره (١٣١:٢)- وسنده صحيح- واخرجه البخاری مختصرا كما مر فی آخر ابواب الاحصار من هذاالكتاب-

---

یا۔ پھر وہاں ایک قافلہ آن پہنچا جن میں عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے تو لوگوں نے آپؓ سے اس کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ ایک ہدی (حرم میں) بھیجے اور اپنے اور اس کے درمیان ذبح کرنے کا کوئی دن مقرر کرلے۔ جب وہ دن آئے تو یہ محرم احرام کھول دے۔ عمارۃ بن عمیر نے ان الفاظ کا بھی حدیث میں اضافہ کیا ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس پر اگلے سال عمرہ کی قضاء ہے (تفسیر طبری)۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور اس کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمہارے ساتھ ہدی کی قیمت بھیجدے (تاکہ تم اس رقم کی ہدی خرید کر ذبح کردو)۔

فائدہ: بہرحال ان احادیث سے (اور دیگر احادیث سے جو اعلاء السنن کے حاشیہ میں مذکور ہیں) معلوم ہوا کہ مکانِ احصار میں ہدی قربان کرنا جائز نہیں بلکہ حرم میں بھیجنا ضروری ہے۔

باب حج اور عمرہ میں شرط لگانا

٢٩٩٥۔ سالم فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ حج میں شرط لگانے کو برا سمجھتے تھے۔ اور فرماتے کہ کیا تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کافی نہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو (احرام باندھنے کے بعد) حج سے روک دیا جائے تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے احرام کھول دے اور ہر چیز سے حلال ہوجائے، پھر اگلے سال دوبارہ حج کرے۔ لیکن احرام کھولنے سے قبل ہدی ذبح کرے اور اگر ہدی کی طاقت نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔ (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے اور بخاری نے بھی مختصراً اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بیہقی میں بھی صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے اور ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

۲۹۹۶- اخبرنا ابو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِطُ فِي الْحَجِّ قَالَ: لَيْسَ شَرْطُهُ بِشَيْءٍ۔ اخرجه محمد فی "الآثار" (٦٢)۔ و سنده حسن صحيح۔ قال محمد: وبه ناخذ، وهو قول ابی حنيفة اه۔

باب فوات الحج وما على من فاته ولا يجب عليه الهدى للفوات

۲۹۹۷- عن يحيى بن عيسى النهشلی، عن محمد بن ابی ليلى، عن عطاء، عن ابن عباس رضی الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ﴿مَنْ اَدْرَكَ عَرَفَاتٍ فَوَقَفَ بِهَا وَالْمُزْدَلِفَةَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَمَنْ فَاتَهُ عَرَفَاتٌ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ، فَلْيَتَحَلَّلْ بِعُمْرَةٍ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ﴾۔ اخرجه

۲۹۹۶۔ ابراہیم نخعیؒ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو حج میں شرط لگاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی شرط کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم احناف کا یہی مسلک ہے۔ (کتاب الآثار محمد)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی احرام باندھتے وقت اس قسم کی شرط لگانا کہ اگر میں بیت اللہ تک پہنچا تو حج کا احرام منعقد ہوگا ورنہ نہیں۔ اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ احرام منعقد ہو جائے گا۔ ہاں رکاوٹ کی صورت میں ہدی ذبح کر کے حلال ہو جائے اور اگلے سال قضاء کرے۔ اور ابن عمرؓ کے فتوی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے حج اور اپنے عمروں میں سے کسی عمرے میں قطعاً کوئی شرط نہیں لگائی۔ اور نہ ہی صحابہؓ میں سے کسی صحابی کو (سوائے ضباعہ کے) اس کا حکم دیا حالانکہ اس میں عمومی طور پر اس کی حاجت ہوتی ہے اور کوئی بھی عوارض سے کلی طور پر اور قطعی طور پر محفوظ نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر یہ شرط لگانے کی عام اجازت ہوتی تو آپ ﷺ بھی اس کو عمل میں لاتے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم کرتے لیکن چونکہ اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ ضباعہ کو حکم دینا صرف اسی کے ساتھ خاص ہے، اس میں عموم نہیں۔ اور ضباعہ کو آپ ﷺ نے اس کی اجازت اس کے تطییب قلب کے لئے دی کیونکہ بعض اوقات آدمی وہ کام کرنے کی جرات نہیں کرتا جس میں عدم وفاء کا خطرہ ہو کیونکہ اس میں ظاہری طور پر وعدہ خلافی کا پہلو ہوتا ہے۔ تو اس لئے آپ ﷺ نے اس کی تسکین کے لئے اس کا حکم کیا۔

باب حج کے فوت ہو جانے کا بیان اور جس کا حج فوت ہو جائے اس پر کیا واجب ہے اور اس پر حج کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ہدی واجب نہیں

۲۹۹۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا (حج کا احرام باندھ کر) جس نے عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کر لیا

الدارقطني، والنهشلي متكلم فيه، و قال في "التنقيح": روى له مسلم-(زيلعي ۱:۵۴۲)-
قلت: وقال احمد: ما اقرب حديثه- و قال ابوداود: بلغني عن احمد انه احسن الثناء عليه،
وقال العجلي: ثقة- وقال ابو معاوية: اكتبوا عنه، فطالما رأيته عند الاعمش - ذكره ابن حبان
في الثقات، وقال مسلمة: لا باس به- وضعفه ابن معين، قال النسائي- ليس بقوي- (وهذا
تليين هين) كذا في "التهذيب" (۱۱:۲۶۳)- فالحديث صحيح حسن-

۲۹۹۸- عن ابن عمر رضى الله عنهما: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ﴿ مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ بِلَيْلٍ
فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ، وَمَنْ فَاتَهُ عَرَفَاتٌ بِلَيْلٍ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ، فَلْيَحِلَّ بِعُمْرَةٍ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ
قَابِلٍ﴾- اخرجه الدارقطني، وفيه رحمة بن مصعب قال الدارقطني: ضعيف، وقد تفرد
به (زيلعي ۱:۵۴۲)- قلت: قال الآجري: سالت ابا داود عنه، فاثنى عليه خيرا، وذكره ابن
حبان في الثقات، كذا في "اللسان" (۲:۴۵۸)- فالحديث حسن-

تو اس کا حج ہوگیا اور جو عرفات میں وقوف نہ کرسکا اس کا حج ضائع ہوگیا اور حج کے ضائع ہوجانے پر اسے چاہیے کہ وہ عمرہ کرکے احرام
کھولدے اور اگلے سال حج کی قضاء کرے۔ (دار قطنی)۔ یہ حدیث صحیح حسن ہے۔

۲۹۹۸۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس ذوالحجہ کی رات کو عرفات میں وقوف کرلیا تو اس کا حج
ہوگیا اور جو اس رات کو عرفات میں وقوف نہ کرسکا تو اس کا حج ضائع ہوگیا۔ اسے چاہیے کہ وہ عمرہ کرکے حج کا احرام کھول دے اور اگلے سال
حج کی قضاء کرے۔ (دار قطنی)۔ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر حج ضائع ہوجائے اور وقوفِ عرفات نہ کرسکے تو اسے
چاہیے کہ وہ عمرہ کرکے حج کا احرام کھول دے اور یہ عمرہ کرنا واجب ہے۔ البتہ حج کا احرام کھولتے وقت ہدی ذبح کرنا واجب نہیں کیونکہ
حضور ﷺ نے اس کا حکم نہیں فرمایا، اگر واجب ہوتا تو ضرور بیان کرتے کیونکہ یہ موضع بیان ہے۔ اس مرفوع حدیث کی بناء پر ہم حضرت عمرؓ کی وہ
حدیث جو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کی ہے کہ "حضرت عمرؓ نے فائت الحج کو فرمایا کہ ہدی ذبح کر" ندب اور استحباب پر محمول
کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے بنایہ میں کہا ہے کہ اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے سنا کہ جس کا حج فوت
ہوجائے تو وہ عمرہ کے ساتھ حلال ہوجائے اور اس پر دم نہیں اور اسود فرماتے ہیں کہ پھر میں تیس سال بعد زید بن ثابتؓ سے ملا تو انہوں نے
بھی یہی فرمایا۔ اور حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (البنایہ)۔ حضرت عمرؓ کا قول اور اثر مبسوط امام محمد میں بلاغاً مذکور ہے اور ان

باب جواز العمرة فی جمیع السنة الا ایام التشریق ویوم عرفة ویوم النحر

۲۹۹۹- عن ابن عباس ﷺ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ، قَالَ: ﴿عُمْرَةٌ فِی رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً﴾- رواه الجماعة الا الترمذی، لکنه له من حدیث ام معقل-(نیل الاوطار۱۸۲:٤)- واخرجه ابن حبان بلفظ: ﴿عُمْرَةٌ فِی رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِیْ﴾- (فتح الباری۳: ٤٠) و فیه ایضا: قال ابن العربی: حدیث العمرة هذا صحیح اه- وفی طریق لمسلم- ﴿تَقْضِیْ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَعِیْ﴾- و فی روایة لابی داود: ﴿تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِیْ﴾- من غیر شك-(فتح القدیر۳:٦١)-

۳۰۰۰- عن قتادة سَاَلْتُ اَنَسًا کَمْ اِعْتَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ؟ قَالَ: اَرْبَعٌ، عُمْرَةُ الْحُدَیْبِیَّةِ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ حَیْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِکُوْنَ، وَ عُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ حَیْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ- و فی روایة قَالَ: اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِیْ اِعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهٖ- الحدیث رواه البخاری (فتح الباری۳:٤٧٩)-

---

کے بلاغات ہمارے ہاں حجت ہیں۔

باب نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک کے ایام کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے

۲۹۹۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہے۔ اسے ترمذی کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا (ثواب میں) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (فتح الباری)۔ اور مسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ اور ابوداؤد میں بغیر شک کے ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (فتح القدیر)۔

فائدہ: یاد رکھیں کہ رمضان میں عمرہ کرنا ثواب میں حج کے برابر ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج فرض اس سے ساقط ہوجاتا ہے، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ عمرہ حج فرض کے قائم مقام نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ﴿قل هو الله احد﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۳۰۰۰۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے کتنے عمرے کئے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے چار عمرے کئے۔ ایک عمرہ حدیبیہ ذیقعدہ میں کیا جب مشرکین نے آپ ﷺ کو (بیت اللہ جانے سے) روک دیا۔ دوسرا اگلے سال عمرۂ قضاء ذیقعدہ میں۔ تیسرا عمرۂ جعرانہ (اور چوتھا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ کیا)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حج والے عمرہ کے علاوہ باقی تمام عمرے ذیقعدہ میں کئے۔ (بخاری)۔

۳۰۰۱- عن عائشة رضی الله عنها اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِعْتَمَرَ عُمْرَتَیْنِ عُمْرَةً فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ، وَ عُمْرَةً فِیْ شَوَّالٍ- رواه ابو داود و سکت عنه، ورجاله رجال الصحیح (نیل ۱۸۲:٤)-

۳۰۰۲- عن شعبة، عن یزید الرشك، عن معاذة، عن عائشة رضی الله عنها، قَالَتْ: حَلَّتِ الْعُمْرَةُ فِی السَّنَةِ کُلِّهَا اِلَّا اَرْبَعَةَ اَیَّامٍ: یَوْمُ عَرَفَةَ، وَ یَوْمُ النَّحْرِ، وَیَوْمَانِ بَعْدَ ذٰلِكَ- اخرجه البیهقی-(زیلعی ۱:۵٤۳)- قلت: المذکور من السند صحیح، والمحدث لا یحذف من اوله الا ما لا کلام فیه-

۳۰۰۳- اخبرنا ابو حنیفة، عن یزید بن عبدالرحمن ، عن عجوز من العتیك، عن عائشة ام المؤمنین رضی الله عنها، اَنَّهَا قَالَتْ: لَا بَاْسَ بِالْعُمْرَةِ فِیْ اَیِّ السَّنَةِ شِئْتَ مَا خَلَا خَمْسَةَ اَیَّامٍ: یَوْمُ عَرَفَةَ، وَیَوْمُ النَّحْرِ، وَاَیَّامُ التَّشْرِیْقِ- اخرجه محمد فی "الآثار"(۷۲)، وقال: وبه ناخذ- والعجوز من العتیك هی معاذة العدویة، اخرج ابن خسروالحدیث من طریق

۳۰۰۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دوعمرے کیے ایک ذیقعدہ میں اور ایک عمرہ شوال میں کیا۔(ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔(نیل)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عمرہ تمام سال میں اور اشہر حج میں بھی جائز ہے۔یہی جمہور کا مسلک ہے۔لیکن بادویہ(فرقہ) کہتا ہے اشہر حج میں عمرہ مکروہ ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اشہر حج میں عمرہ کرنے سے حج کے اعمال متاثر ہونگے۔لیکن سوچنے کی چیز یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تمام عمرے اشہر حج میں ہی کئے اور اس کی وجہ جاہلیت کی اس رسم کو توڑنا تھا کہ اشہر حج میں عمرہ ممنوع ہے۔لیکن بادویہ ان صحیح دلائل اور واضح براہین کے باوجود شارع علیہ السلام کی مخالفت اور جاہلیت کی حمایت میں کمر بستہ ہیں اور کہتے ہیں کہ اشہر حج میں عمرہ مکروہ ہے۔

۳۰۰۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمرہ چار دنوں کے علاوہ سال کے تمام ایام میں جائز ہے۔اور وہ چار ایام یہ ہیں: نو، دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ۔(بیہقی)۔میں کہتا ہوں کہ مذکورہ سند صحیح ہے۔

۳۰۰۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پانچ دنوں کے علاوہ سال کے جس حصے میں تو چاہے عمرہ کرسکتا ہے۔اور وہ پانچ دن یوم عرفہ(نو ذوالحجہ) یوم النحر(دس ذوالحجہ) اور ایام تشریق(گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ) ہیں۔اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

فائدہ: راجح پانچ دن ہیں کیونکہ اثر ابن عباسؓ اس کے لئے شاہد ہے۔نیز زیادۃ ثقہ مقبول ہے۔

يزيد الرشك عنها۔ قاله الحافظ فى "تعجيل المنفعة" (٥٦٧)۔ وهذا سند صحيح جليل ويزيد بن عبدالرحمن هو يزيد بن ابى يزيد الرشك من رجال الجماعة ثقة۔ وكذا معاذة ثقة حجة۔ (تهذيب ١٢: ٤٥٢)۔

٣٠٠٤- عن اسماعيل بن عياش عن ابراهيم و نافع عن طاوس قال البحر يعنى ابن عباس رضى الله عنهما : خَمْسَةُ اَيَّامٍ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَ ثَلَاثَةُ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، اِعْتَمِرْ قَبْلَهَا وَ بَعْدَهَا مَا شِئْتَ۔ ذكره الشيخ تقى الدين فى الامام و لم يعزه (زيلعى ١: ٥٤٣)۔ و قال العينى فى "البناية" (١: ١٦٠٧): رواه سعيد بن منصور اه۔ واسماعيل بن عياش مختلف فيه اذا روى عن غير الشاميين، فالاثر حسن۔

٣٠٠٥- عن ابن مسعودؓ مرفوعًا: ﴿تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَاِنَّ مُتَابَعَةً بَيْنَهُمَا تَنْفِى الذُّنُوْبَ وَالْفَقْرَ كَمَا يَنْفِى الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةَ﴾۔ اخرجه الترمذى وغيره۔ (فتح البارى ٣: ٤٦٨)۔ و سكت عنه الحافظ، فهو صحيح او حسن۔ وقال الترمذى: حديث حسن صحيح غريب (١: ١٠٠)۔

۳۰۰۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پانچ دنوں (یوم عرفہ، یوم نحر، ایام تشریق) سے قبل یا بعد میں جب چاہے عمرہ کر۔ اسے شیخ تقی الدین نے الامام میں روایت کیا ہے۔ (زیلعی) یہ اثر حسن ہے۔

۳۰۰۵۔ ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ پے در پے کرو۔ (یعنی ایک دوسرے کے متعاقب ہوں خواہ عمرہ مقدم ہو یا حج) کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتا ہے۔ اور مقبول حج کا بدلہ صرف جنت ہی ہے۔ (ترمذی وغیرہ)۔ حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ تمام سال میں اور اشہر حج میں بھی عمرہ کرنا جائز ہے اور حج کے فوراً بعد تنعیم سے عمرہ کرنے پر مواظبت ثابت ہے۔ ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھی حج کرتیں تو حج کے فوراً بعد تنعیم سے عمرہ کرتیں۔ (مسلم)۔ اور آپؓ کا یہ عمل بطور مقتدی کافی ہے۔ اور اگر حج کے بعد تنعیم سے عمرہ کرنا مکروہ ہوتا جیسا کہ ابن القیم نے کہا ہے تو آپؓ اس طرح مواظبت نہ کرتیں۔ نیز رمضان المبارک میں عمرہ کرنا افضل ہے۔ اسی لئے اسلاف رمضان میں عمرہ کرنے کو حج اصغر کہتے ہیں۔

باب ان العمرة تطوع ای سنة ولیست بفریضة

٣٠٠٦- عن جابر رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: ﴿لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرُوْا هُوَ أَفْضَلُ﴾۔ رواه الترمذى (١:١١٢)، و قال: هذا حديث حسن صحيح۔

٣٠٠٧- وعنه أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْعُمْرَةِ، أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: ﴿لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرَ خَيْرٌ لَّكَ﴾ رواه احمد، والترمذى و قال: حسن صحيح، وابو يعلى، وابن خزيمة، والدارقطنى، و سعيد بن منصور۔ (كنز العمال ٢:٢٩٣) واحاديث ابن خزيمة صحاح على ...سه، و قد حسنه الترمذى وصححه، كما مر۔

٣٠٠٨- حدثنا بشر بن موسى ثنا جرير وابوالاحوص عن معاوية بن اسحاق عن ابى صالح عن ابى هريرة رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ﴿اَلْحَجُّ جِهَادٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ﴾۔ اخرجه عبدالباقى بن قانع، واعله ابن حزم و قال: انما هو من طريق ابى صالح ماهان الحنفى عن النبى ﷺ مرسل، وماهان ضعيف، واوهم بن قانع انه ابو صالح السمان وليس كذلك۔ واعترضه الشيخ (ابن دقيق العيد) فى "الامام" بان عبدالباقى بن قانع من كبار الحفاظ،

باب عمرہ کرنا سنت ہے، فرض نہیں

٣٠٠٦۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا عمرہ کرنا واجب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ لیکن اگر تم عمرہ ...کرو تو یہ افضل اور بہتر ہے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ عمرہ نفل ہے، واجب نہیں۔

٣٠٠٧۔ جابرؓ سے ہی مروی ہے کہ کسی آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے عمرے کے بارے میں بتاؤ، کیا یہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے ...یا کہ نہیں۔ لیکن عمرہ کرنا تیرے لئے خیر کا سبب ہے۔ (ترمذی، احمد، ابویعلی، ابن خزیمہ، دارقطنی، سعید بن منصور)۔ امام ترمذی نے اسے ...صحیح حسن کہا ہے۔ اور ابن خزیمہ کی احادیث بھی ان کے اصل پر صحیح ہیں۔

٣٠٠٨۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حج جہاد کی طرح ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اسے عبدالباقی بن قانع ...روایت کیا ہے۔ (زیلعی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

واکثر عنه الدارقطنی، وبقیة الاسناد ثقات۔ وقوله فی ابی صالح ماهان الحنفی: انه ضعیف ليس بصحیح، فقد وثقه ابن معین، وروی عنه جماعة مشاهیر اه (زیلعی ۱: ٥٤٣)۔ قلت فالحدیث حسن صحیح۔

۳۰۰۹- عن القاسم ابی عبدالرحمن عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: ﴿مَنْ مَشٰى اِلٰى صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَحَجَّةٍ، وَمَنْ مَشٰى اِلٰى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ فَاَجْرُهٗ كَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ﴾۔ رواه يحيى بن الحارث۔ واعله ابن حزم بضعف القاسم، ورواه ايضا عن حفص بن غيلان عن مكحول عن ابی امامة۔ قال ابن حزم: حفص بن غيلان مجهول، ومكحول لم يسمع من ابی امامة۔ قال الشيخ فی "الامام": قوله: حفص بن غيلان مجهول، عجيب منه، فانه ابو معيد شامی مشهور۔ (زیلعی ۱: ٥٤٥)۔

قلت: اما القاسم صاحب ابی امامة فصدوق حسن الحديث، احتج به اصحاب السنن وهو من ثقات المسلمين، وانما يجيئ المناكير فی حديثه اذا روى عنه الضعفاء، كما يظهر من مراجعة اقوال المعدلين۔(تهذيب ۸: ۳۲۳ و ۳۲٤)۔ واما حفص بن غيلان فمن رجال النسائی وابن ماجة، وثقه ابن معين، ودحيم، ومحمد بن المبارك الصوری، وابو زرعة، وابو حاتم، وابن عدی، وابن حبان، والحاكم۔ وتكلم فيه آخرون۔(تهذيب ۲: ٤١٨)۔ وابن حزم مفرط فی تجهيل المعروفين۔ و سماع مكحول عن ابی امامة مختلف فيه، وغايته الارسال، والمرسل اذا تأيد بموصول تقوى، فالحديث حسن صالح للاحتجاج به۔ واخرجه الطبرانی وسكت عنه الحافظ فی "التلخيص" (۱: ۲۰٤)، ولا يسكت فيه الا عن صالح

۳۰۰۹۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو فرض نماز کے لئے چل کر جاتا ہے اس کے لئے حج کے برابر ثواب ہے۔ اور جو نفل نماز کے لئے چل کر جاتا ہے اس کے لئے عمرہ کے برابر ثواب ہے۔ اسے یحییٰ بن حارث نے روایت کی ہے (زیلعی)۔ یہ حدیث حسن اور حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور حافظ نے بھی تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے اور وہ صالح للاحتجاج سے ہی سکوت کرتے ہیں۔

... كما ذكرناه في المقدمة۔

۳۰۱۰- حدثنا ابن ادريس وابو اسامة عن سعيد بن ابي معشر عن ابراهيم قَالَ: قَالَ ...الله بْنُ مَسْعُودٍؓ: اَلْحَجُّ فَرِيضَةٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ۔ اخرجه ابن ابي شيبة ...(١:٥٤٤)۔ وابو معشر من قدماء اصحاب ابراهيم،اسمه زياد بن كليب، ثقة من ...مسلم۔ قال ابن حبان: كان من الثقات المتقنين(تهذيب٣:٣٨٢)۔ وقد تقدم غير مرة ...مراسيل ابراهيم صحاح لا سيما عن ابن مسعودؓ۔

ابواب الحج عن الغير

باب اذا حج عن غيره من لم يحج لنفسه صح حجه عن الغير ويكره

۳۰۱۱- عن عبدالله بن الزبيرؓ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ ... اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ، وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ رُكُوْبَ الرَّحْلِ وَالْحَجُّ مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ، اَفَاَحُجُّ ...؟ قَالَ: ﴿اَنْتَ اَكْبَرُ وَلَدِهِ؟﴾ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ عَنْهُ، ... يُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنْهُ؟﴾ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿فَاحْجُجْ عَنْهُ﴾۔ رواه احمد والنسائي بمعناه، وقال ...حافظ: ان اسناده صالح-(نيل ٤:١٦٦)۔

۳۰۱۰- ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔یہ ...مرسل ہے اور مراسیلِ ابراہیم صحیح ہیں خاص کر ابن مسعودؓ سے۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ عمرہ نفل اور سنت ہے۔البتہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے جیسا کہ اس باب ...سابقہ باب سے معلوم ہوتا ہے۔

ابواب کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا

باب اپنا حج کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج کرنا صحیح تو ہے مگر مکروہ ہے

۳۰۱۱- عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کے ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول ...میرے والد مسلمان ہیں اور سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور حج ان پر فرض ہو چکا ہے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟

۳۰۱۲- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اَنَّ اِمْرَاَۃً مِنْ جُھَیْنَۃَ جَاءَ تْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ اُمِّی نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰی مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْھَا؟ قَالَ: ﴿نعم، حُجِّی عَنْھَا۔ اَرَاَیْتَ لَوْ کَانَ عَلٰی اُمِّکِ دَیْنٌ اَکُنْتِ قَاضِیَتَہٗ؟ اِقْضُوااللّٰہَ، فَاللّٰہُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ﴾۔ رواہ البخاری والنسائی بمعناہ۔ وفی روایۃ لاحمد والبخاری: ﴿جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّ اُخْتِیْ نَذَرَتْ بِالْحَجِّ﴾۔(نیل الاوطار ۴:۱۶۶)۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا بڑا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو اگر ان پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کرتے تو کیا تمہارے ادا کرنے سے ان کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس کی طرف سے تو حج کر۔ (احمد، نسائی)۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صالح ہے۔

فائدہ: بڑے بیٹے کا باپ کی طرف سے حج کرنا افضل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو بڑا بیٹا ہے؟

۳۰۱۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہء جہینہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ لیکن حج کرنے سے قبل ہی وفات پا گئیں تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اس کی طرف سے حج کر۔ دیکھو اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کی طرف سے قرض ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا قرض ادائیگی کا اس سے بھی زیادہ مستحق ہے۔ (بخاری، نسائی)۔ اور احمد اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی ہے۔ (نیل الاوطار)۔

فائدہ: حضور ﷺ نے دوسرے کی طرف سے حج کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا تو نے خود حج کیا ہوا ہے یا نہیں یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خواہ خود حج کیا ہو یا نہ کیا ہو دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ نیز آپ ﷺ نے والد کی طرف سے حج کی قضاء کو دَین کی قضاء کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ والد کی طرف سے قرضہ ادا کرنا جائز اور درست ہے اگرچہ بیٹا مدیون ہو۔ البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث (جس میں ہے کہ ایک شخص کو حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں یہ کہتے سنا کہ لبیک عن شبرمہ تو آپ نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی یا قریبی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا حج عن نفسک ثم عن شبرمہ یعنی پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کا۔ ابوداؤد، دارقطنی)۔ مذکورہ احادیث کی بنا پر افضلیت پر محمول ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنا حج کرے پھر غیر کا۔ لیکن اگر اپنا حج کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج کرے تب بھی درست ہے تو گویا کہ احناف دونوں حدیثوں کو عمل میں لائے ہیں۔ فللہ الحمد۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں حضور ﷺ خود حج کو قرضہ پر قیاس فرما رہے ہیں تو قیاس کو کارِ ابلیس کہنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ بھی کارِ ابلیس میں ملوث ہیں۔

باب حج الصبی

۳۰۱۳- عن ابن عباس رضی الله عنهما: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: ﴿مَنِ الْقَوْمُ؟﴾ قَالُوْا: اَلْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالُوْا مَنْ اَنْتَ؟ فَقَالَ: ﴿رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ﴾- فَرَفَعَتْ اِلَیْهِ اِمْرَاَةٌ صَبِیًّا فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: ﴿نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ﴾- رواه احمد و مسلم وابو داود والنسائی (نیل الاوطار ۴:۱۶۴)-

۳۰۱۴- عن السائب بن یزید ﷺ، قَالَ: حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ- رواه احمد والبخاری والترمذی وصححه- (نیل الاوطار ۴:۱۷۴)-

۳۰۱۵- عن جابر ﷺ قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَعَنَا النِّسَاءُ وَالصِّبْیَانُ، فَلَبَّیْنَا عَنِ الصِّبْیَانِ وَرَمَیْنَا عَنْهُمْ- رواه احمد، وابن ماجة، وابن ابی شیبة و فی اسناده اشعث بن سوار وهو ضعیف (نیل ۴:۱۷۴)-

۳۰۱۶- عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا قَالَ: ﴿اَیُّمَا صَبِیٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَیْهِ

باب بچے کا حج کرنا

۳۰۱۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی روحاء مقام پر ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی تو ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور تجھے ثواب ملے گا۔ (احمد، ابوداؤد، مسلم، نسائی)۔

۳۰۱۴۔ سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میرے والد نے حضور ﷺ کی معیت میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر مجھے لے کر حج کیا جبکہ میں سات سال کا بچہ تھا۔ (ترمذی، بخاری، احمد)۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (نیل)۔

۳۰۱۵۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں حج کیا جبکہ ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ہم نے بچوں کی طرف سے تلبیہ پڑھا اور رمی کی۔ (احمد، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اشعث بن سوار مختلف فیہ ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔

۳۰۱۶۔ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس بچے نے (بچپن میں) حج کیا اور پھر وہ بالغ ہوا تو حج (یعنی فرض حج) اس پر ابھی فرض ہے اور جس غلام نے حج کیا اور اس کے بعد وہ آزاد ہوا تو (آزادی کے بعد) اس پر بھی حج فرض باقی

حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَاَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ عَتَقَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ﴾۔ اخرجه ابن خزيمة والاسماعيلى، والحاكم، والبيهقى، وابن حزم وصححه من حديث محمد بن المنهال عن يزيد بن زريع عن شعبة عن الاعمش عن ابى ظبيان عنه۔ قال ابن خزيمة: الصحيح موقوف۔ قال البيهقى: تفرد برفعه محمد بن المنهال۔ قال الحافظ فى "التلخيص" : لكن تابعه الحارث بن سريج عن يزيد بن زريع عند الاسماعيلى والخطيب، ويؤيد صحة رفعه ما رواه ابن ابى شيبة: نا ابو معاوية عن الاعمش عن ابى ظبيان عن ابن عباس قال: احفظوا عنى ولا تقولوا قال ابن عباس رضى الله عنهما: فذكره۔ وهذا ظاهره انه اراد انه مرفوع، فلذانهاهم عن نسبته اليه۔ (التلخيص الحبير ۱:۲۰۲)۔

ابواب الهدى

باب ان الهدى من الابل، او البقر، او الغنم، او شرك من دم

۳۰۱۷- عن ابى جمرة قَالَ: سَأَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما عَنِ الْمُتْعَةِ فَاَمَرَنِي

ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ اسماعیلی، حاکم، بیہقی وابن حزم)۔

فائدہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نابالغ بچے کا حج کر لینے سے فرض ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح غلامی کی حالت میں کیا ہوا حج کافی نہیں بلکہ بلوغت اور آزادی کے بعد دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ البتہ بچپن یا غلامی کی حالت میں کیا ہوا حج نفل ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: اللُّباب میں ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک تمیز کرنے والے بچے کا احرام نفل حج کے لئے منعقد ہوجاتا ہے۔ اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ البتہ اگر وہ کوئی جنایت کا ارتکاب کرے تو اس پر یا اس کے ولی پر کوئی فدیہ یا دم نہیں ہے۔

ھدی کا بیان

باب ہدی میں اونٹ، گائے، بکری یا (اونٹ یا گائے) میں حصہ رکھنا شامل ہے

۳۰۱۷۔ ابو جمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے مجھے اس کی اجازت دی اور میں نے آپؓ سے ہدی کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ اونٹ، گائے یا بکری کی قربانی کرنا یا (اونٹ، گائے) میں حصہ

بیه، و سَالْتُهٗ عَنِ الْهَدْیِ فَقَالَ: فِیهَا جَزُوْرٌ اَوْ بَقَرَةٌ اَوْ شَاةٌ اَوْ شِرْکٌ فِیْ دَمٍ۔ الحدیث رواہ البخاری (فتح الباری ۲:٤٢٦)۔

٣٠١٨- عن ابن عباس رضی الله عنهما : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَةً وَاَنَا مُوْسِرٌ وَلَا اَجِدُهَا فَاَشْتَرِیَهَا؟ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاهٍ فَیَذْبَحَهُنَّ۔ رواه احمد، وابن ماجة۔ قال الشوکانی: ورجاله رجال الصحیح لکن عطاء (الخراسانی) لم یسمع من ابن عباس رضی الله عنهما۔(نیل الاوطار٤:٣٣٠)۔ قلت: وهو مختلف فیه فالحدیث حسن، و قد تقدم حدیث جابر المتفق علیه بلفظ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَّشْتَرِکَ فِی الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ کُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِیْ بَدَنَةٍ۔

٣٠١٩- عن حذیفة ﷺ قَالَ: شَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّتِهٖ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْبَقَرَةِ عَنْ سَبْعَةٍ۔ رواه احمد۔ وقد اورده الحافظ فی "التلخیص" و سکت عنه، و قال فی "مجمع الزوائد": رجاله ثقات (نیل ٤:٣٣٠)۔

اس میں شامل ہیں۔(بخاری)۔

۳۰۱۸۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھ پر بدنہ (اونٹ یا گائے) واجب ہے اور میں مالدار آدمی ہوں۔ لیکن بدنہ ملتا نہیں کہ میں اسے خریدوں تو حضور ﷺ نے اسے سات بکریاں خرید کر کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔(احمد، ابن ماجہ)۔ شوکانی کہتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ لیکن عطاء خراسانی نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا۔(نیل)۔ میں کہتا ہوں کہ عطاء مختلف فیہ ہے۔ پس حدیث حسن ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی متفق علیہ حدیث گذر چکی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اونٹ یا گائے میں شریک ہونے کا حکم فرمایا کہ ہم سات آدمی ایک بدنہ میں شریک ہوں۔(بخاری ومسلم)۔

۳۰۱۹۔ حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سات سات مسلمانوں کو ایک گائے میں شریک فرمایا۔(احمد)۔ حافظ نے اسے تلخیص حبیر میں ذکر کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (پس یہ حدیث ان کے ہاں حسن ہے یا صحیح ہے) اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ یا گائے میں سات آدمی شریک ہوں خواہ ہدی نفلی ہو یا واجب، یہی جمہور کا مسلک ہے۔ باقی جو حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ قربانی کا دن آ گیا تو ہم نے گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث جسے ائمہ خمسہ نے ماسوائے ابوداود کے

باب يستحب الاكل من لحوم الهدايا اذا كانت للتمتع او القران او تطوعا، ولا يؤكل من جزاء الصيد والنذر ولا من الفدية

۳۰۲۰- عن جابر ﷺ في حديثه الطويل: ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّيْنَ بِيَدِهٖ، ثُمَّ اَعْطٰى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَاَشْرَكَهٗ فِيْ هَدْيِهٖ، ثُمَّ اَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ

روایت کیا ہے وہ مذکورہ بالا حدیثِ جابر (جو متفق علیہ ہے اور حدیثِ حذیفہ سے مؤید بھی ہے) کے معارض نہیں بن سکتی۔ پھر امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے فضل بن موسیٰ کے طریق سے ہی جانتے ہیں (ا-۱۸۱) اور پھر یہ حدیث محل نزاع سے الگ ہے۔ کیونکہ یہ حدیثِ ابن عباس اضحیہ سے متعلق ہے اور پھر ہدی کو اس پر قیاس کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ یہ قیاس مخالف نصوص ہے۔ اور پھر یہ قصہ سفر کا ہے اور سفر میں تو قربانی واجب ہی نہیں ہوتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ اور حجۃ الوداع سے قبل کا ہو اور منسوخ ہو۔ اور نیز مؤطا محمد میں ہے کہ سعید بن مسیب سے بدنہ کی بابت سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ اور اگر وہ نہ پائے تو گائے ورنہ دس بکریاں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سالمؒ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا لیکن انہوں نے فرمایا کہ اگر گائے نہ ملے تو سات بکریاں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے عبداللہ بن محمد بن علی سے پوچھا تو انہوں نے سالم کی طرح فرمایا (ص ۲۰۰) اس کی سند صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ گائے، اونٹ میں سات حصے ہوتے ہیں اور سعید بن مسیب اس مسئلہ میں جمہور سے الگ ہیں۔ اور ان کے موافق کوئی نہیں۔

فائدہ: البتہ تمام شرکاء کے لئے تقرب وثواب کی نیت کا ہونا احناف کے ہاں ضروری ہے۔ کیونکہ ہدی اس جانور کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بیت اللہ کی طرف بھیجی جائے۔ پس اگر شرکاء کی یا کسی ایک کی نیت تقرب کی نہ ہو تو وہ ہدی نہ رہے گی۔

باب ہدی تمتع یا ہدی قران یا نفلی ہدی میں سے خود کھانا مستحب ہے لیکن شکار کی جزاء ، نذر اور فدیہ کی قربانی کا گوشت خود کھانا جائز نہیں

۳۰۲۰۔ حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ قربان گاہ کی طرف گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے۔ اور باقیوں کو حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور انہوں نے باقی اونٹوں کو ذبح کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک فرمایا پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر اونٹ میں سے ایک ٹکڑا لے کر ایک ہانڈی میں ڈال کر اسے پکایا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اور حضرت علیؓ نے اس کا گوشت کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ (مسلم)

فائدہ: حضور ﷺ قارن تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہدیِ قران سے کھانا سنت ہے۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہدیِ تطوع وغیرہ سے کھانا سنت ہے، واجب نہیں۔

فی قِدرٍ فَطُبِخَتْ، فَاَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا۔ الحديث رواه مسلم (۱:۳۹۹)۔

۳۰۲۱- عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما: لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ، وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ۔ علقه البخاری ووصله الطبری، (فتح الباری ۳:٤٤٤)۔

۳۰۲۲- عن عطاء قَالَ: يَاْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ۔ علقه البخاری، ووصله عبد الرزاق عن ابن جريج عنه۔

۳۰۲۳- وروى سعيد بن منصور من وجه آخر عن عطاء: لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ، وَلَا مِمَّا يُجْعَلُ لِلْمَسَاكِيْنِ مِنَ النَّذْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، وَلَا مِنَ الْفِدْيَةِ، وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ۔

۳۰۲٤- وروى عبد بن حميد من وجه آخر عنه: اِنْ شَاءَ اَكَلَ مِنَ الْهَدْيِ وَالْاُضْحِيَةِ، وَاِنْ شَاءَ لَمْ يَاْكُلْ۔ (فتح الباری ۳:٤٤٤) و سكوته عن الاحاديث المزيدة فی "الفتح" دليل علی صحتها او حسنها، كما صرح به فی المقدمة۔

۳۰۲۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ شکار کی جزاء اور نذر کی قربانی سے نہ کھایا جائے اور ان کے سوا دوسری قربانیوں کے جانوروں کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔ بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور طبری نے موصولاً۔ (فتح الباری)۔

۳۰۲۲۔ عطاء فرماتے ہیں کہ دمِ تمتع کی قربانی کا گوشت کھا اور کھلا سکتا ہے۔ (بخاری نے اسے تعلیقاً اور عبدالرزاق نے ابن جریج سے موصولاً روایت کیا ہے)۔

۳۰۲۳۔ عطاء ہی فرماتے ہیں کہ شکار کی جزاء کے جانور کا گوشت اور نذر (جو مساکین کے لئے مانی گئی ہو) وغیرہ کے جانور کا گوشت اور فدیہ کے جانور کا گوشت نہ کھایا جائے۔ ہاں ان کے علاوہ ذبح کئے جانے والے تمام جانوروں کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث مسلک حنفیہ میں صریح ہے اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث (جو بخاری ومسلم میں ہے) سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے پاس قربانی کے دن گوشت لایا گیا تو میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کی ہے۔ چونکہ یہ ہدی تمتع تھی اس لئے اس سے بھی مسلک حنفیہ واضح ہو جاتا ہے۔

۳۰۲۴۔ عطاء ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قربانی دینے والا ہدی اور اضاحی کے جانوروں میں سے اگر چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو نہ کھائے۔ (فتح الباری)۔ حافظ صاحب نے اس پر سکوت کیا ہے جو کہ صحیح ہونے یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

باب یستحب نحر الابل قیاما مقیدة والذبح فی البقر والغنم وان یسمی ویکبر ویباشره بیده ویجوز الاستنابة فیه

۳۰۲۵- عن انس رضی الله عنه فی حدیث: وَنَحَرَ النَّبِیُّ ﷺ بِیَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِیَامًا، وَضَحّٰی بِالْمَدِیْنَةِ کَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ- رواه البخاری، (فتح الباری ۳:۴۴۲)-

۳۰۲۶- عن جابر رضی الله عنه: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ کَانُوْا یَنْحَرُوْنَ الْبَدَنَةَ مَعْقُوْلَةَ الْیُسْرٰی قَائِمَةً عَلٰی مَا بَقِیَ مِنْ قَوَائِمِهَا- رواه ابو داود و سکت عنه هو والمنذری، ورجاله رجال الصحیح-(عون المعبود۲:۸۳)-

۳۰۲۷- عن زیاد بن جبیر قَالَ: کُنْتُ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ بِمِنًی، فَمَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ یَنْحَرُ بَدَنَةً وَهِیَ بَارِکَةٌ فَقَالَ:اِبْعَثْهَا قِیَامًا مُقَیَّدَةً، سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ- اخرجه الشیخان وابو داود-(عون

باب اونٹ کو کھڑا کر کے پاؤں میں رسی باندھ کر سینے پر نیزا مار کر ذبح کرنا اور گائے اور بکری کا گلا کاٹ کر ذبح کرنا مستحب ہے۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا، تکبیر کہنا اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیے۔ ہاں کسی اور سے ذبح کرانا بھی جائز ہے

۳۰۲۵۔ ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سات اونٹوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نیزے پر مار کر ذبح کیا اور مدینہ میں دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ (بخاری)۔

۳۰۲۶۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ اونٹ کو اس طریقے پر نحر کرتے تھے کہ وہ اس کو کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ دیتے تھے، اور باقی تین ہاتھ پاؤں پر وہ کھڑا رہتا تھا۔ (ابوداؤد)۔

۳۰۲۷۔ زیاد بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر کے اور باندھ کر نحر کر کیونکہ یہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا۔ (بخاری ومسلم، ابوداؤد)۔

فائدہ: نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کے حلقوم پر نیزہ مارا جائے اور جب وہ گر جائے تو پھر اسے ذبح کیا جائے۔ اور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے گلے پر چھری چلائی جائے۔ جمہور کے نزدیک اونٹ کو نحر کرنا اور گائے، بکری وغیرہ کو عام معروف طریقے سے ذبح کرنا مستحب ہے۔ ہاں اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا افضل ہے۔ بٹھا کر نحر کرنا بھی جائز ہے۔

...معبود ۳: ۸۳)۔

۳۰۲۸- عن انس ﷺ قَالَ: ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ، فَرَاَيْتُهٗ وَاضِعًا ...دَمَيْهِ عَلٰی صَفَاحِهِمَا يُسَمِّیْ وَ يُكَبِّرُ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ۔ رواه الجماعة، (نيل الاوطار ٤: ٣٥٤)۔

۳۰۲۹- عن جابر ﷺ فی حديثه الطويل: ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّيْنَ ...، ثُمَّ اَعْطٰی عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ۔ الحديث رواه مسلم (١: ٣٩٩)۔

۳۰۳۰- عن ابی هريرة ﷺ قَالَ: ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَمَّنْ اِعْتَمَرَ مِنْ نِّسَائِهٖ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ۔ اخرجه النسائی، والحاکم و صححه۔ (فتح الباری ٣: ٤٤٠)۔

باب يتصدق بجلود الهدايا و جلالها ولا يعطى الجزار منها شيئا فی جزارتها

۳۰۳۱- عن علی ﷺ قَالَ: اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰی بُدْنِهٖ وَ اُقَسِّمَ جُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا، وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَا اُعْطِیَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا۔ وَ قَالَ: نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا۔ اخرجه

۳۰۲۸۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ اور میں نے آپ ...دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے پاؤں جانور کے کوہان پر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے ...ں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔ (بخاری)۔ اسے جماعت نے بھی روایت کیا ہے۔

۳۰۲۹۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (رمی جمرۃ عقبہ کے بعد) قربان گاہ کی طرف گئے اور اپنے ہاتھوں سے ...سٹھ جانور ذبح کئے اور باقی (سینتیس جانور) حضرت علیؓ کے سپرد کئے اور انہوں نے بقیہ جانور ذبح کئے۔ الحدیث۔ (مسلم)۔

۳۰۳۰۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ان ازواج مطہرات کی طرف سے گائے ذبح ...جن ازواج مطہراتؓ نے عمرہ کیا تھا۔ (نسائی، حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

باب قربانی کے جانوروں کی جھولوں اور چمڑوں کو صدقہ کرنا چاہیے اور قصائی کو اجرت میں ان میں سے کوئی چیز نہ دی جائے

۳۰۳۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے جانوروں کی دیکھ بھال کروں اور ان کی ...جھولوں اور چمڑوں کو تقسیم کر دوں اور قصاب کو ان میں سے کوئی چیز (اجرت میں) نہ دوں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم قصاب کو اپنے پاس سے (ان جھولوں اور چمڑوں کے علاوہ) کوئی اور چیز (اجرت میں) دیتے ہیں (ابوداؤد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)۔ بخاری کی روایت

ابوداود، والبخاری، و مسلم، والنسائی، وابن ماجة-(عون المعبود ۲:۸۳)- ولفظ البخاری: وَلَا يُعْطِي فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا- زاد مسلم وابن خزيمة: وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا-(فتح الباری ۳:۴۴۳)-

باب جواز الركوب على الهدى اذا اضطر اليه والا فلا

۳۰۳۲- عن ابی الزبیر قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ سُئِلَ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ﴿اِرْكَبْهَا اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا﴾- رواه مسلم (۱:۴۲۶)-

۳۰۳۳- اخبرنا مالك اخبرنا هشام بن عروة عن ابيه انه قَالَ: اِذَا اضْطُرِرْتَ اِلٰى بَدَنَتِكَ فَارْكَبْهَا رُكُوْبًا غَيْرَ قَادِحٍ- اخرجه محمد فی "الموطا" (۲۰۰) و سنده صحیح-

باب من اهدى تطوعا ثم ماتت فى الطريق فليس عليه ابدالها

۳۰۳۴- عن ابن عمر ﷺ (مرفوعا): ﴿مَنْ اَهْدٰى تَطَوُّعًا ثُمَّ ضَلَّتْ فَاِنْ شَاءَ اَبْدَلَهَا وَاِنْ

میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے ذبح کرنے کی اجرت کے طور پر ان میں سے کوئی چیز نہ دی جائے۔ (فتح)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قصاب کو اجرت میں چمڑا یا جھول دینا نا جائز ہے

باب مجبوری کی حالت میں قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے اور بغیر ضرورت کے نا جائز ہے

۳۰۳۲۔ جابرؓ بن عبداللہ سے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تمہیں انتہائی ضرورت ہو اور دوسری کوئی سواری نہ ملے تو اس پر سوار ہو جاؤ۔ (مسلم)۔

۳۰۳۳۔ عروۃ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ جب تو اپنے قربانی کے جانور پر سوار ہونے پر مجبور ہو جائے تو اس پر ایسی طرح سوار ہو کہ اسے تکلیف نہ ہو (موطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ بغیر ضرورت اور اضطرار کے سوار نہ ہوا جائے۔

باب نفلی ہدی راستے میں مر جائے تو اس کو بدلنا ضروری نہیں

۳۰۳۴۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی نفلی ہدی مر جائے تو اسے تبدیل کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔ پس اگر چاہے تو اس کی جگہ دوسری ہدی ذبح کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے (یعنی دوسری ہدی اس کے بدلہ میں

شاءَ تَرکَ، وَاِنْ كَانَ فِیْ نَذْرٍ فَلْیَتَبَدَّلْ﴾- رواه الحاکم، والبیهقی-(کنز العمال ۳: ۲۱)-

۳۰۳۵- اخبرنا مالك اخبرنا نافع: ان ابن عمر او عمر -شك محمد- كَانَ يَقُوْلُ: مَنْ اَهْدٰى بَدَنَةً فَضَلَّتْ اَوْ مَاتَتْ فَاِنْ كَانَتْ نَذْرًا اَبْدَلَهَا، وَاِنْ كَانَتْ تَطَوُّعًا فَاِنْ شَاءَ اَبْدَلَهَا، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهَا- اخرجها محمد فی "الموطا" (۲۰۱)- و فی "التعلیق الممجد": و فی موطا یحیی عن ابن عمر من غیر شك اه-

باب ما یفعل بالهدی اذا خاف علیه العطب

۳۰۳۶- عن ابن عباس رضی الله عنهما: اَنَّ ذُوَیْبًا اَبَا قَبِیْصَةَ حَدَّثَهٗ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهٗ بِالْبُدْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ: ﴿اِذَا عَطِبَ مِنْهَا شَیْءٌ فَخَشِیْتَ عَلَیْهِ مَوْتًا فَانْحَرْهَا، ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِیْ دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ بِهٖ صَفْحَتَهَا، وَلَا تَطْعَمْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ﴾، رواه مسلم (۱: ۴۲۷)-

۳۰۳۷- عن ابی قتادة ﷺ مرفوعا: ﴿اِنْ كَانَ هَدْيًا تَطَوُّعًا عَطِبَ فَلَا تَاكُلْ مِنْهُ﴾،

ذبح نہ کرے) اور اگر نذر کی ہدی ہو (اور مرجائے) تو اس کے بدلے دوسری ہدی لے کر ذبح کرے۔ (حاکم، بیہقی)۔

۳۰۳۵۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ یا عمرؓ (امام محمد کو شک ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا عمرؓ نے) فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص قربانی کا جانور لے کر چلے اور وہ (راستے میں) ضائع ہو جائے یا مرجائے۔ اگر تو وہ نذر کا جانور ہو تو اس کے بدلے اور لے کر ذبح کرے۔ اور اگر نفلی ہدی ہو تو اگر چاہے تو اس کے بدلے اور لے کر ذبح کرے (اور اگر چاہے تو اس کے بدلے اور نہ لے)۔ (مؤطا محمد)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نفلی ہدی کے مرجانے پر اس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کرنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر فرض ہدی مرجائے تو اس کے بدلے دوسرا جانور لے کر ذبح کرنا ضروری ہے۔

باب اگر راستے میں ہدی کے مرنے کا خطرہ ہو تو کیا کیا جائے

۳۰۳۶۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ذویب ابو قبیصہ نے ان سے فرمایا کہ حضور ﷺ میرے ساتھ قربانی کے جانور بھیجا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ اگر ان میں سے کوئی لاغر ہو جائے اور اس کے مرنے کا خطرہ ہو تو اس کو ذبح کر کے اس کے کھر خون میں لت پت کر کے اس کی کوہان پر چھاپ دینا (تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے) اور نہ تو خود کھانا اور نہ تمہارا کوئی ہمسفر ساتھی کھائے۔ (مسلم)

۳۰۳۷۔ ابو قتادہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نفلی ہدی مرجائے تو اس میں سے کچھ نہ کھاؤ۔ (صحیح ابن خزیمہ، کنز العمال)۔

اخرجه ابن خزيمة فى صحيحه۔ (كنز العمال ۲۲:۳)۔

۳۰۳۸- عن ابى قتادة رضی اللہ عنہ ايضا مرفوعا: ﴿مَنْ سَاقَ الْهَدْیَ تَطَوُّعًا فَعَطِبَ فَلَا يَأْكُلْ مِنْهُ، فَإِنَّهُ إِنْ أَكَلَ مِنْهُ كَانَ عَلَيْهِ بَدَلُهُ، وَلٰكِنْ لِيَنْحَرْهَا ثُمَّ لِيَغْمِسْ نَعْلَهَا فِیْ دَمِهَا ثُمَّ لِيَضْرِبْ جَبِيْنَهَا، وَإِنْ كَانَ هَدْيًا وَاجِبًا فَلْيَأْكُلْ إِنْ شَاءَ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءِهٖ﴾. اخرجه البيهقى (كنز العمال ۲۲:۳)۔

۳۰۳۸۔ ابوقتادہ سے ہی مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نفلی ہدی لے کر چلے اور وہ راستے میں ہلاک ہو جائے (اور ذبح کردی جائے) تو اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ اس لئے کہ اگر وہ شخص اس میں سے کچھ کھائے گا تو اس کا بدل اس کے ذمہ ہوگا۔ بلکہ اسے چاہیے کہ اسے ذبح کرے اور اس کے کھر خون میں لت پت کرے اور اس کی کوہان پر وہ چھاپ دے اور اگر ہدی واجب ہو اور وہ لاغر ہو جائے تو اسے ذبح کردے) تو اس میں سے اگر چاہے تو کھا سکتا ہے کیونکہ ہدی واجب کی قضاء ضروری ہے۔ (بیہقی)۔

فائدہ: چونکہ نفل ہدی کی قضاء ضروری نہیں اس لئے اس میں سے کھانا جائز نہیں۔ اور چونکہ ہدی واجب کی قضا ضروری ہے لہٰذا اس جانور سے کھایا جا سکتا ہے۔

فائدہ: کتاب الآثار امام محمدؒ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ جب ہدی ہلاک ہونے کے قریب ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کا کھانا مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ اسے درندوں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ امام اعظمؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہدی واجب ہے تو اس کے ساتھ تو جو چاہے کر اور اس کا بدل تیرے ذمہ ہے۔ اور اگر وہ ہدی نفلی ہے تو اسے فقراء پر صدقہ کردے اور اگر اُس جگہ فقراء ہی نہ ہوں تو اسے ذبح کر کے اس کے کھر خون میں لت پت کر کے اسے کوہان پر دے مار اور پھر لوگوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دے ہاں اگر آپ خود اس سے کھائیں تو اس کا بدل آپ کے ذمہ ہوگا۔ پس اگر تو چاہے تو اس کے ساتھ جو چاہے کر اور تیرے ذمہ اس کا عوض ہوگا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر ہدی نفلی کا بدل دینے کا ارادہ ہو تو اس کا حکم بھی واجب والا ہی ہے کہ اس سے خود بھی کھا سکتا ہے اور اغنیاء کو بھی کھلا سکتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان "اس کا کھانا مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ درندوں کے لئے اسے چھوڑ دیا جائے" کا مطلب یہ ہے کہ جب جگہ ایسی ہو کہ وہاں فقراء ہی نہ ہوں تو پھر وہ خود اور اس کے ہم سفر اس کو کھالیں اور اس کو درندوں کے لئے نہ چھوڑیں۔ البتہ اس کے عوض دوسری ہدی دے۔

باب من نذر الحج ماشيا لزمه المشي فان عجز عنه ركب واراق دما

٣٠٣٩- عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما: اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اُخْتَهٗ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِيَ اِلَى الْبَيْتِ وَشَكَا اِلَيْهِ ضُعْفَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ نَذْرِ اُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً﴾- رواه احمد- و في لفظ: اِنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِيَ اِلَى الْبَيْتِ وَاَنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا- رواه ابوداود وسكت عنه هو والمنذري ورجاله رجال الصحيح- وقال الحافظ في "التلخيص": اسناده صحيح- (نيل ٨: ٤٨٣)-

٣٠٤٠- عن ابن عباس رضي الله عنهما قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اُخْتِيْ حَلَفَتْ اَنْ تَمْشِيَ اِلَى الْبَيْتِ وَاِنَّهٗ يَشُقُّ عَلَيْهَا الْمَشْيُ، فَقَالَ: ﴿مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ اِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَمْشِيَ فَمَا اَغْنَى اللّٰهُ اَنْ يَّشُقَّ عَلٰى اُخْتِكَ﴾: اخرجه الحاكم و سكت عنه الحافظ في "الفتح" (١١: ٥١١)- و من طريق كريب عن ابن عباس نحوه بلفظ: ﴿لِتَحُجَّ

باب جو پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو پیدل حج کرنا اس پر لازم ہے، اگر وہ اس سے عاجز آجائے تو سوار ہو سکتا ہے لیکن فدیہ میں بکری ذبح کرے

۳۰۳۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن عامرؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اس کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے (یعنی پیدل حج کرنے) کی نذر مانی ہے اور آپ ﷺ سے اس کی کمزوری کی شکایت کی تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کی نذر سے بے نیاز ہیں۔ وہ سوار ہو سکتی ہے لیکن بدنہ ذبح کرے (احمد)۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عقبہ بن عامرؓ کی ہمشیرہ نے بیت اللہ تک (حج کے لئے) پیدل چلنے کی نذر مانی لیکن اب وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تو حضور ﷺ نے اسے سوار ہونے اور ہدی ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور تلخیص حبیر میں حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۳۰۴۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری ہمشیرہ نے بیت اللہ تک (حج کے لئے) پیدل چلنے کی نذر مانی ہے لیکن پیدل چلنا اس پر دشوار ہو رہا ہے تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسے چلنے کی طاقت نہ ہو تو اسے حکم کر دو کہ وہ سوار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس چیز سے بہت بے نیاز ہیں کہ تیری ہمشیرہ کو مشقت میں ڈالیں۔ (مستدرک حاکم، حافظ نے اس سے سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ سوار ہو کر حج کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ (ابوداؤد، احمد)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

رَاكِبَةً ثُمَّ لْتُكَفِّرْ يَمِينَهَا﴾۔ رواه احمد، وابو داود ورجاله رجال الصحيح (نيل ۸: ۴۸۳)۔

۳۰۴۱- اخبرنا شعبة بن الحجاج عن الحكم بن عتبة عن ابراهيم النخعى عن على ابن ابى طالب رضي الله عنه اَنَّهُ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّحُجَّ مَاشِيًا ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ وَلْيَحُجَّ وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً۔ وجاء عنه فى حديث آخر: وَيُهْدِىَ هَدْيًا۔ اخرجه الامام محمد فى "موطاه" (۳۲۳)۔ و سنده صحيح، وابراهيم عن على مرسل، و مراسيله صحاح كما قد مر غير مرة۔

۳۰۴۲- عن عطاء بن ابى رباح عن عبدالله بن عباس رضى الله عنهما قَالَ: كَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ يَدْخُلُوْنَ الْحَرَمَ مُشَاةً حُفَاةً، وَيَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ وَيَقْضُوْنَ الْمَنَاسِكَ حُفَاةً مُشَاةً۔ رواه ابن ماجة (۲۱۷) و فيه مبارك بن حسان مختلف فيه، وثقه ابن معين ولينه آخرون، وذكر الحافظ الحديث فى "التلخيص" (۱: ۲۱۱) و سكت عنه۔ وله شواهد ذكرها الحافظ فى "التلخيص" ايضا۔

۳۰۴۳- عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى ﷺ قَالَ: ﴿اِنَّ آدَمَ اَتَى الْبَيْتَ اَلْفَ اٰتِيَةٍ لَمْ يَرْكَبْ قَطُّ فِيْهِنَّ مِنَ الْهِنْدِ عَلٰى رِجْلَيْهِ﴾۔ رواه ابن خزيمة فى صحيحه۔ و قال: فى القلب من القاسم بن عبدالرحمن۔ قال الحافظ القاسم: هذا واه: (الترغيب والترهيب ۱۹۱)۔

۳۰۴۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جوشخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور پھر عاجز آجائے تو اسے چاہئے کہ وہ سوار ہوکر حج کرے اور (کفارہ میں) بدنہ ذبح کرے۔ اور حضرت علیؓ سے ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ کفارہ میں ہدی ذبح کرے (موطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے اور مراسیل ابراہیم صحیح ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی نذر ماننے سے (طواف زیارت تک) پیدل حج کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر وہ اس نذر کو پورا کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو سوار ہوکر حج کرلے اور نذر پوری نہ کرنے کی پاداش میں ہدی ذبح کرے۔

۳۰۴۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام پیدل اور ننگے پاؤں حرم میں داخل ہوتے تھے۔ اور بیت اللہ کا طواف اور دیگر مناسک حج پیدل اور ننگے پاؤں ہی سرانجام دیتے تھے۔ (ابن ماجہ)۔ مبارک بن حسان مختلف فیہ ہے۔ حافظ نے تلخیص میں اس حدیث سے سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور اس کے شواہد بھی تلخیص میں مذکور ہیں۔

۳۰۴۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سے ہزار مرتبہ بیت اللہ پیدل تشریف لائے اور ان سفروں میں کبھی بھی سوار نہیں ہوئے (صحیح ابن خزیمہ)۔ اس کی سند میں ایک راوی قاسم ہے جسے ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: آخری دو احادیث سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنا محمود اور پسندیدہ ہے۔ نیز چونکہ اجر وثواب بقدر مشقت ملتا ہے اور

قلت: بل هو حسن الحديث، وثقه ابن معين وغيره كما مر غير مرة، وصحح له الترمذي، و قال يعقوب بن شيبة: متهم من يضعفه۔ (ترغيب ٥٣٠)۔

باب حرم المدينة وانه ليس كحرم مكة في الاحكام

٣٠٤٤- عن سلمة بن الاكوع ﷺ قَالَ: كُنْتُ اَرْمِي الْوَحْشَ وَاَصِيْدُهَا وَاُهْدِيْ لَحْمَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اَمَا لَوْ كُنْتَ تَصِيْدُهَا بِالْعَقِيْقِ لَشَيَّعْتُكَ اِذَا ذَهَبْتَ وَ تَلَقَّيْتُكَ اِذَا جِئْتَ، فَاِنِّيْ اُحِبُّ الْعَقِيْقَ﴾۔ رواه الطبراني في "الكبير" باسناد حسن۔(الترغيب ٢١١:١)۔ و قال الهيثمي: اسناده حسن۔ (وفاء الوفاء ١٨٨:٢)۔

٣٠٤٥- عن انس ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ، فَاِذَا جِئْتُمُوْهُ

پیدل حج کرنے میں مشقت زیادہ ہے، لہٰذا محمود ہے۔ احکام القرآن میں بصاص فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے پیدل حج کرنے کی خواہش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿یاتوک رجالا......﴾ کہ وہ تیرے پاس (بیت اللہ تک) پیدل آتے ہیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے پیدل حج کیا۔ حسن بن علیؓ نے پچیس حج پیدل کئے۔ اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر پیدل سفر کرنا اولی اور افضل ہے تو حضور ﷺ نے سوار ہوکر ہی حج کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اہل جاہلیت کی اس رسم کو توڑنا چاہتے تھے کہ وہ حج کرتے ہوئے سوار نہیں ہوتے تھے اور سوار ہونے کو برا جانتے تھے۔ تو بعض اوقات حضور ﷺ بیان جواز کے لئے غیر اولی کو پسند فرماتے تھے اسی لیے آپ نے سوار ہوکر حج کیا۔ وله نظائر كثيرة۔

باب مدینہ کے حرم کا بیان اور مدینہ کا حرم احکام میں مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے

۳۰۴۴۔ سلمۃ بن الاکوع ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جنگلی جانوروں کا شکار کرتا اور ان کا گوشت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ہدیہ کرتا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو وادی عقیق میں شکار کرتا تو میں تیرے جانے پر تجھے الوداع کہتا اور تیرے آنے پر تیرا استقبال کرتا۔ اس لئے کہ مجھے وادی عقیق سے محبت ہے۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وادی عقیق میں شکار کرنا جائز ہے اور وادی عقیق حرم مدینہ میں داخل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حرم مدینہ میں شکار جائز ہے۔

۳۰۴۵۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تم وہاں آؤ تو اس کے درختوں کے پھل سے کچھ ضرور کھاؤ اگرچہ کانٹے دار درخت سے ہی کچھ کھالو۔ (طبرانی فی الاوسط) یہ حدیث حسن ہے۔

فَكُلُوا مِنْ شَجَرِهِ وَلَوْ مِنْ عِضَاهِهِ﴾۔ رواه الطبرانی فی "الاوسط" من رواية كثير بن زيد (الترغيب ٢١١)۔

قلت : وكثير هذا اخرج حديثه ابن خزيمة فی صحيحه، و قال ابن عدی: لم ار بحديث كثير باسا۔ وقال ابن معين: ثقة، و قال ابو زرعة: صدوق، و فيه لين۔ و قال ابن المدينی: صالح وليس بقوی، وضعفه النسائی، كذا فی "الترغيب" ايضا (٣٠ فالحديث حسن علی الاصل الذی ذكرناه غير مرة۔

٣٠٤٦- وعنه: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، وَكَانَ لِیْ اَخٌ يُقَالُ لَهٗ: عُمَيْرٌ وَهُوَ فَطِيْمٌ، كَانَ اِذَا جَاءَ قَالَ: ﴿يَا اَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟﴾ لِنُغَرٍ كَانَ يَلْعَبُ بِهٖ ۔ الحديث للشيخين وابی داود والترمذی (جمع الفوائد٢: ١٨٠) قال الترمذی (شمائل ص ١٧): وَفِيْهِ اَنَّهٗ لَا بَاْسَ اَنْ يُعْطَى الصَّبِیُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهٖ، وَاِنَّمَا قَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ : ﴿يَا اَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟﴾ لِاَنَّهٗ كَانَ لَهٗ نُغَيْرٌ فَيَلْعَبُ بِهٖ، فَمَاتَ فَحَزِنَ الْغُلَامُ عَلَيْهِ، فَمَازَحَهُ النَّبِیُّ ﷺ اه۔

٣٠٤٧- عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قَالَ: ﴿اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ، فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا او

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احد کے درختوں سے کھانا جائز ہے اور احد حرم مدینہ میں داخل ہے۔ لہٰذا حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ کی طرح نہیں۔

٣٠٤٦۔ انسؓ سے ہی مروی ہے کہ حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ میرا ایک بھائی عمیر تھا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا تھا اور اس کے پاس ایک بلبل تھا جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تو حضور ﷺ جب بھی (ہمارے ہاں) تشریف لاتے تو فرماتے اے ابوعمیر! نغیر کا کیا ہوا؟۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بچے کو کھیلنے کے لئے کوئی پرندہ دے دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ حضور ﷺ نے اس (عمیر) سے یہ بات اس لئے کہی کہ عمیر کے پاس ایک بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ جب وہ بلبل مر گیا تو اس کے مرنے پر عمیر غمزدہ ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے بطور مزاح کے یہ بات کہی تھی۔

فائدہ: ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ کا حرم احکام میں مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ درختوں کے پھل توڑ کر کھانا، پرندوں کو محبوس کرنا اور شکار کرنا جائز ہے۔

٣٠٤٧۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ محترم ہے۔ جو شخص اس میں کوئی نئی بات (دین میں) نکالے

[آ]وی مُحدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ﴾۔ [ر]واه مسلم (۱: ٤٢٠)۔وزاد فی بعض طرقه: وَجَعَلَ اِثْنَيْ عَشَرَ مِيلاً حَوْلَ الْمَدِينَةِ حِمًى۔

۳۰٤۸- عن عدی بن زید قال: حَمٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَرِيْدًا بَرِيْدًا، لَا [ي]خبط شَجَرُهٗ وَلَا يُعْضَدُ اِلَّا مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ۔ رواه ابوداود (۲: ۱٦٦ مع "العون") وسكت عنه، و[ذ]كره الحافظ فی "الفتح" (٤: ۷۲) و سكت عنه، فهو صحيح او حسن۔

۳۰٤۹- عن جابر بن عبدالله ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يُخْبَطُ وَلَا يُعْضَدُ حِمٰى [رَ]سُوْلِ اللهِ وَلٰكِنْ يُهَشُّ هَشًّا رَفِيْقًا﴾۔ اخرجه ابوداود و سكت عنه هو والمنذری۔(عون [ال]معبود ۲: ۱٦۹)۔

۳۰۵۰- عن عائشة رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ لِآلِ رَسُوْلِ ﷺ وَحْشٌ فَإِذَا خَرَجَ

[...]یات نکالنے والے کو پناہ دے تو اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اس کے نہ فرض قبول ہونگے [...]ں۔(مسلم، ابوداؤد)۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ کے ارد گرد بارہ میل تک کے علاقہ کو محترم کہا ہے۔

۳۰۴۸۔ عدی بن زیدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ کے ہر طرف سے ایک ایک برید کو محفوظ قرار دیا یعنی نہ وہاں کا [در]خت کاٹا جائے اور نہ پتے توڑے جائیں۔ مگر اونٹ کے چارے کے واسطے کاٹے جاسکتے ہیں۔(ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا [ہ]ے۔ حافظ نے فتح الباری میں اسے ذکر کرکے اس پر سکوت کیا ہے۔ پس یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۰۴۹۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے حرم میں سے نہ پتے توڑے جائیں اور نہ درخت کاٹا [جا]ئے بلکہ آہستہ سے پتے جھاڑ لئے جائیں۔(ابوداؤد)۔ ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: ان احادیث میں مدینہ کے حرم کو حمیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدینہ کے درختوں کو کاٹنے [س]ے ممانعت سیاسۃً ہے تاکہ وہاں کے جانوروں کے لئے کمی نہ آجائے اور مدینہ کے حسن میں خلل نہ ہو۔ اور اس کی تائید طحاوی کی حدیث [ابن] عمرؓ سے ہوتی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مدینہ کے آطام کے گرانے سے منع فرمایا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور [ﷺ] نے فرمایا کہ مدینہ کے آطام مت گراؤ کیونکہ یہ مدینہ کی زینت ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور طحاوی میں ہی سلمہ بن الاکوعؓ کے بارے [میں] ہے کہ وہ شکار کرتے تھے اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ مدینہ کا شکار مباح ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضور ﷺ نے [ان کی] شکار میں راہنمائی کی اور یہ مکہ میں جائز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مدینہ کے شکار کا حکم مکہ کے شکار کی طرح نہیں۔

۳۰۵۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی آل کا ایک جنگلی جانور تھا جو جب پناہ گاہ سے باہر آتا تو

لَعِبَ وَاشْتَدَّ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ، فَاِذَا اَحَسَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ رَبَضَ فَلَمْ يَتَرَمْرَمْ كَرَاهَةَ اَنْ يُؤْذِيَهُ﴾- رواه الطحاوی و سنده صحیح، واخرجه احمد ایضا فی مسنده-(عمدة القاری ٥:١٣٦)-

ابواب الزیارة النبویة

باب زیارة قبر النبی ﷺ قبل الحج او بعده

٣٠٥١- عن موسى بن هلال العبدی عن عبیدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ﴾- اخرجه الدارقطنی-

واتفقت روایاته فی عدة نسخ معتمدة من سننه، و كذلك فی غیر السنن عن المحاملی عن عبیدالله مصغرا، رواه البیهقی عن غیر المحاملی من طریق محمد بن زنجویه القشیری: حدثنا عبید بن محمد بن القاسم ابن ابی مریم الوراق ثنا موسى بن هلال العبدی عن عبیدالله بن عمر

کھیلتا کودتا اور دوڑ لگاتا، آتا اور جاتا لیکن جب اسے معلوم ہوجاتا کہ حضور ﷺ گھر میں آچکے ہیں تو سکون سے بیٹھ جاتا اور حرکت نہ کرتا تاکہ کہیں آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ (طحاوی، اور امام احمد نے بھی مسند میں اسے روایت کیا ہے)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ ربض (پناہ گاہ) حرم مدینہ میں داخل ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگلی جانوروں کو محبوس کرنا اور ان کو بند کردینا جائز ہے۔ جس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مدینہ کا حرم احکام میں مکہ کے حرم کی طرح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵: صفحہ ۱۳۶)

ابواب زیارت نبویہ

باب حج سے قبل یا بعد میں نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا

فائدہ: آنے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرِ نبی کی زیارت کی بڑی فضیلت ہے بلکہ احناف کے ہاں قبر مبارک کی زیارت واجب کے قریب کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۰۵۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی تو میری شفاعت اس کے لئے (قیامت کے دن) واجب ہوگئی۔ (دارقطنی)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن السکن، عبدالحق اور تقی الدین سبکی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

...نافع عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما الحديث۔ فثبت عن عبيد بن محمد وهو ثقة روايته ...ى التصغير، والرواة الى موسى بن هلال ثقات، و موسى قال ابن عدى: ارجوا انه لا باس به۔ ...وروى عنه ستة منهم الامام احمد، ولم يكن يروى الا عن ثقة، فلا يضره قول ابى حاتم الرازى: ...مجهول۔ كذا فى "وفاء الوفاء" (۲:۳۹٤)۔ فالحديث حسن صحيح،وقد صحح هذاالحديث ...السكن، وعبدالحق، و تقى الدين السبكى، كذا فى نيل الاوطار(٤:۳۲٥)۔

۳۰۵۲- عن ابن عمرؓ مرفوعاً قالﷺ: ﴿مَنْ جَاءَ نِيْ زَائِرًا لَا يُهِمُّهُ اِلَّا زِيَارَتِيْ كَانَ حَقًّا ...يَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِيْعًا﴾ رواه الطبرانى، و صححه ابن السكن، قاله العراقى فى "شرح ...احياء" (٤:٤١٦)۔

۳۰۵۳- عن هارون بن قزعة عن رجل من آل حاطب عن حاطبؓ قَالَ: قَالَ ...سُوْلُ اللّٰهِﷺ: ﴿مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ، وَمَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَيْنِ ...عِثَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾۔رواه الدارقطنى وغيره، وجود الذهبى اسناده كما فى "وفاء ...الوفاء" (۲:۳۹٤ و ۳۹۹)۔

۳۰۵٤- عن سوار بن ميمون: حدثنى رجل من آل عمر عن عمر رضى الله تعالىٰ ...عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ يَقُوْلُ: ﴿مَنْ زَارَ قَبْرِيْ اَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِيْ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ

۳۰۵۲۔ ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صرف اور صرف میری زیارت کے لئے آیا تو قیامت ...ن اس کی شفاعت کرنا مجھ پر لازم ہے (طبرانی) ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے (شرح احیاء)۔

۳۰۵۳۔ حاطبؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میری زیارت کی تو ...س نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جو شخص مکہ یا مدینہ کے حرموں میں سے کسی حرم میں مرے گا وہ قیامت کے روز ایسے ...ں میں اٹھایا جائے گا جو خدا کی حفظ و امان میں ہونگے۔ (دار قطنی)۔ علامہ ذہبی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

۳۰۵۴۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی یا یوں فرمایا ...جس نے میری زیارت کی قیامت کے روز میں اس کا سفارشی یا اس کے حق میں گواہ ہونگا۔ اور جو شخص مکہ یا مدینہ کے کسی حرم میں مرے گا ...مت کے روز ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جو خدا کی حفظ و امان میں ہونگے۔ (ابوداؤد طیالسی، ابوجعفر عقیلی)۔ ابوجعفر عقیلی کے

شَهِيدًا، وَمَنْ مَاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فِي الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾- رواه ابو داود الطيالسی، وابو جعفر العقيلی ولفظه:﴿مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا كَانَ فِیْ جِوَارِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾- كذا فی "وفاء الوفاء" (۳۹۹:۲)- و فيه ايضا: قال السبكی: هو مرسل جيد، سوار ابن ميمون روی عنه شعبة فدل علی ثقته عنده، فلم يبق من ينظر فيه الا الرجل الذی من آل عمر- والامر فيه قريب لا سيما فی هذه الطبقة التی هی طبقة التابعين اه-

قلت : والمجهول فی القرون الفاضلة حجة عندنا، فالحديث حجة- و فی الباب عن عبدالله بن مسعودؓ، وابی هريرةؓ، وانسؓ بن مالك، وابن عباسؓ، و علیؓ بن ابی طالب، وغيرهم ﷺ اذا ضمت صارت حجة قوية، و قد ذكرها صاحب "وفاء الوفاء" (۳۰۲:۲) باسانيدها فلتراجع-

۳۰۵۵- حدثنا محمد بن يعقوب ثنا عبدالله بن وهب عن رجل عن بكر بن عبداللهؓ عن النبی ﷺ قَالَ: ﴿مَنْ اَتَی الْمَدِيْنَةَ زَائِراً لِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِالْحَرَمَيْنِ بُعِثَ آمِنًا﴾- رواه يحيی بن الحسن بن جعفر الحسينی فی اخبار المدينة، ولم يتكلم عليه السبكی- و محمد بن يعقوب هو ابو عمر الزبيری المدنی صدوق، وعبدالله بن وهب ثقة، ففيه الرجل المبهم، وبكر بن عبدالله ان كان المزنی فهو تابعی جليل فيكون مرسلا، وان كان بكر بن عبدالله بن الربيع الانصاری فهو صحابی، كذا فی "وفاء الوفاء" ايضا (۴۰۳:۲)-

---

الفاظ ہیں کہ جو شخص بالقصد میری زیارت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید اور مرسل ہے اور اس باب میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابوہریرہؓ، انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ، علی المرتضیٰؓ وغیرہ سے احادیث مروی ہیں۔ اور جب یہ احادیث ملیں گی تو حجت قویہ ہو جائیں گی۔ یہ تمام روایات واحادیث وفاء الوفاء میں مذکور ہیں۔

۳۰۵۵۔ بکر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے گا قیامت کے روز اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو جائے گی۔ اور جو شخص مکہ یا مدینہ کے حرم میں مرے گا تو وہ قیامت کے روز خدا کی امان میں اٹھایا جائے گا۔ (وفاء الوفاء)۔ اسے یحییٰ بن حسن نے اخبار المدینہ میں روایت کیا ہے اور سبکی نے اس پر کلام نہیں کیا۔

۳۰۵۶- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ﴿مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ﴾۔ رواہ ابوداود بسند صحیح، وذکرہ ابن قدامة من روایة احمد بلفظ: ﴿مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ﴾، وقد صدر بہ البیہقی باب زیارة قبر النبی ﷺ، واعتمد علیہ جماعة من الائمة فیہا منہم الامام احمد۔ قال السبکی: وھو اعتماد صحیح اھ۔ کذا فی "وفاء الوفاء" (۴۰۳:۲)۔

۳۰۵۶۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)۔ اس کی سند صحیح ہے اور ابن قدامۃ نے احمد کی روایت سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں کہ جو مسلمان میری قبر پر آ کر مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو (آگے وہی مذکورہ بالا الفاظ ہیں)۔

فائدہ: اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ الحدیث۔ اس حدیث پاک میں ردّ روح سے مراد متوجہ کرنا ہے جیسا کہ لیلۃ التعریس میں آپ ﷺ نے فرمایا (جبکہ صبح کی نماز کے لیے آپ ﷺ کی اور آپ کے صحابہ کی آنکھ نہ کھلی) "ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء، وردھا علیکم حین شاء . یا بلال! قم فاذن" (بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب الاذان بعد ذھاب الوقت۔ جلد ۱ ص۸۳)۔ تو جس طرح حدیث لیلۃ التعریس میں ردروح سے مراد متوجہ کرنا ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا "الا رداللہ علی روحی" میں بھی ردّ روح سے مراد متوجہ کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ حضرت عالیہ اور تجلیاتِ ربانی کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر جب کوئی شخص آپ ﷺ کے روضہ مبارکہ پر جا کر سلام عرض کرتا ہے تو پھر آپ کو دوائر بشریہ اور اس عالم کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تا کہ آپ ﷺ سلام سنیں اور اس کا جواب دیں۔ گویا کہ آپ ﷺ سونے والے کی طرح ہیں جو تنبہ کے بعد سنتا اور بولتا ہے۔ ھکذا قال الخفاجی والسبکی (وفاء-۲:۴۰۷) اور اس حدیث کا ظاہری مفہوم کہ "آپ ﷺ کی حیاۃ روضہ میں دائمی نہیں بلکہ غیر متناہی مرتبہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسد اطہر سے نکالا اور اس کی طرف لوٹایا جاتا ہے" مراد نہیں کیونکہ اس سے متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔ (۱) بار بار نبی اقدس ﷺ کو موت کی تکلیف میں مبتلا کرنا اور اگر تکلیف نہ ہو تو کم از کم اس کا حضور ﷺ کے اکرام کے مخالف ہونا (۲) شہداء کی حیات استمراری (دائمی) ہے حالانکہ ان کا رتبہ آپ ﷺ سے کم ہے اور آپ ﷺ کی حیات کا دائمی نہ ہونا۔ (۳) موتوں اور زندگیوں کا متعدد ہونا جو ظاہر قرآن کے مخالف ہے۔ (۴) گزشتہ متواتر حدیثوں کے مخالف ہونا جن سے دائمی حیات ثابت ہوتی ہے اور اس بنا پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں اس حدیث پاک کی ۱۵ تاویلیں ذکر کی ہیں تا کہ متواتر روایات سے اس کا تضاد نہ ہو۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔ (۱) الفاظِ حدیث میں راوی کو وہم ہو گیا جو ان اشکالات کا سبب بنا یعنی راوی نے روایت بالمعنی ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ اپنی طرف سے ذکر کئے ہیں، حدیث پاک کے الفاظ کچھ اور تھے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ احتمال ضعیف ہے۔ (۲) رداللہ جملہ حالیہ ہے اور قد یہاں محذوف ہے اور حتی تعلیلیہ نہیں بلکہ محض عاطفہ بمعنی واؤ ہے معنی یہ ہو گا کہ کوئی مجھ پر سلام نہیں بھیجے گا مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے

اوپر میری روح کو لوٹا دیا ہوگا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا یعنی سلام سے پہلے مجھ میں روح لوٹا دی گئی ہوگی۔(۳) جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے قول قدافترینا علی الله كذبا ان عدنا فی ملتکم میں عود لوٹنے کے معنی میں نہیں کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے کبھی ان کے دین پر نہیں رہے تھے بلکہ عود صیر ورۃ کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو گئے اسی طرح اس حدیث میں ردصیر ورۃ کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے میری روح میرے اوپر ہی کی ہوگی۔(۴) ردروح سے مراد روح کو متوجہ کرنا ہے یعنی روح مبارک جو تجلیات ربانی کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتی ہے اس کو زائر کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تاکہ اس کے سلام کا جواب دے۔(۵) ردِروح سے مراد دوامِ حیات ہی ہے کیونکہ جب کوئی وقت سلام کرنے والے کے سلام سے خالی نہیں تو ردروح سے دوام حیات اور دوام توجہ ہی مراد ہوگی۔(۶) ابتداً آپ کو دوام کی اطلاع نہیں تھی یہ آپ نے اس وقت فرمایا بعد میں بذریعہ وحی آپ کو دوام حیات کی اطلاع دی گئی۔(۷) روح سے مراد راحت اور خوشی ہے جیسے قرآن پاک میں فروح و ریحان میں ایک قراءۃ را کی پیش کے ساتھ ہے تو معنی ہوگا کہ کوئی آدمی مجھ پر سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مجھے راحت اور بشاشت عطا فرماتے ہیں اسی بشاشت کی وجہ سے میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔(۸) روح سے مراد رحمت ہے یعنی امتیوں کے سلام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اوپر سلامتی اور رحمت لوٹاتے ہیں تو میں بھی خوش ہو کر سلام کا جواب دیتا ہوں۔(۹) روح اس فرشتہ کو کہتے ہیں جو قبر اطہر پر سلام پہنچانے کے لیے متعین ہے۔(۱۰) رد الحکم الی فلانٍ کا معنی فیصلہ اس کے سپرد کر دینا ہے جیسے فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول میں رد سپرد کرنے کے معنی میں ہے تو حدیثِ پاک کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح یا مجازاً میرے سلام کو میرے سپرد کر دیا ہے۔ الغرض اس حدیث میں عدم استمرار حیاۃ پر کوئی دلالت نہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

پیغمبر ﷺ کی حیات اور سماع کا مسئلہ ضروریاتِ اہلسنت والجماعت میں سے ہے۔ زائر کے سلام کے سننے کی صراحت آپ ﷺ نے خود فرما دی ہے۔(۱) حضور ﷺ نے فرمایا ''من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیاً ابلغته (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص ۸۷) اس کی سند جید ہے۔ مرقات ص ۳۴۷، القول البدیع ص ۱۶۰۔(۲) اور ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ''من صلی علی عند قبری رددت علیه و من صلی علی فی مکان آخر بلغونیه'' اور اصول ہے کہ تعدد طرق قوت کا فائدہ دیتا ہے۔(۳) اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے ''علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی (رواہ المنذری)۔(۴) کامل ابن عدی میں حضرت ثابت بن انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ اسے ابویعلی نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔(۵) ابن ماجہ نے سند جید (عمدہ سند) کے ساتھ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهد الملائکة وان احد یصلی علی الاعرضت علی صلوته حین یفرغ منها. قال قلت و بعد الموت؟ قال ﷺ و بعد الموت، ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام فنبی الله حی یرزق۔(۶) عبدالحق الاحکام الصغریٰ میں ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ما من احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام۔ اسے ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ هکذا نقله ابن تیمیه۔ اور ابن ابی الدنیا ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں

٣٠٥٧- عن عمر بن عبدالعزيز ﷺ: اَنَّهٗ کَانَ یُبْرِدُ الْبَرِیْدَ مِنَ الشَّامِ یَقُوْلُ: سَلِّمْ لِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ- ذکره عنه الامام ابوبکر بن عمرو بن عاصم النبیل فی مناسکه والتزم له الثبوت، و قال السبکی: قد استفاض ذلك عن عمر بن عبدالعزیز، وذلك فی زمن صدر التابعین (وفاء الوفاء٢:٤٠٩)-

٣٠٥٨- عن عمر بن الخطاب ﷺ: اَنَّهٗ لَمَّا صَالَحَ اَهْلَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَ قَدِمَ عَلَیْهِ کَعْبُ الْاَحْبَارُ وَ اَسْلَمَ وَفَرِحَ بِاِسْلَامِهٖ قَالَ لَهٗ: هَلْ لَكَ اَنْ تَسِیْرَ مَعِیَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ، وَتَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ وَ تَتَمَتَّعَ

کہ اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام و عرفه. واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام اس بارے میں آثار کثیر موجود ہیں۔

اور ابن تیمیہ ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں لکھتے ہیں کہ شہداء بلکہ تمام مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی مسلمان ان کی زیارت کرتا ہے اور انہیں سلام کہتا ہے تو وہ اسے پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس جب عام مسلمان کی یہ حالت ہے تو سید المرسلین کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (٧) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لاتشعرون۔ تو جب ایک عام شہید قبر میں زندہ ہے تو جس ذات کی وجہ سے ان کو یہ رتبہ ملا ہے یعنی سید المرسلین اور سید الشہداء تو کیا وہ زندہ نہ ہونگے تو اس طرح آپ کی حیاۃ فی القبر دلالۃ النص سے ثابت ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ '' آپ ﷺ کی وفات اسی زہر کی وجہ سے تھی جو آپ ﷺ کو کچھ عرصہ قبل دیا گیا تھا تو اس طرح آپ ﷺ بھی شہید ہوئے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی حیاۃ فی القبر تو عبارۃ النص سے ثابت ہوئی۔

٣٠٥٧۔ عمر بن عبدالعزیزؒ (جنہیں پانچواں خلیفہ راشد جانا جاتا ہے) کے بارے میں آتا ہے کہ وہ شام سے اپنا ایک قاصد (مدینہ منورہ کے لئے) روانہ کرتے اور اس سے کہتے کہ میرا سلام نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر پیش کرو۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے یہ بات حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ تابعین کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ (وفاء الوفاء)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض زیارت نبوی ﷺ کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور پھر کسی کا سلام پہنچانا اور اپنا سلام پہنچانا اس میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ دوسرا اقرب الی الضرورۃ ہے کیونکہ اپنے لئے عمل ہے۔ پھر تابعین میں سے ایک جلیل تابعیؒ کا عمل ہے اور تابعین میں سے کسی تابعی کا بھی انکار مروی نہیں۔ پس یہ حجت ہے ابن تیمیہ پر جو نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھنے کے لئے سفر کرنے سے روکتے ہیں۔

٣٠٥٨۔ عمر بن خطابؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جب انہوں نے بیت المقدس والوں سے صلح کی اور کعب الاحبار آپؓ کی خدمت میں آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور حضرت عمرؓ کو ان کے اسلام لانے پر خوشی ہوئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کعب سے فرمایا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے تاکہ آپ حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کر کے فیض یاب ہو سکیں۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں،

بِزِیَارَتِہٖ؟ فَقَالَ: نَعَمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اَنَا اَفْعَلُ ذٰلِکَ۔ وَ لَمَّا قَدِمَ عُمَرُ الْمَدِیْنَۃَ کَانَ اَوَّلُ مَا بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔ ذکرہ فی "فتوح الشام"،(وفاء الوفاء ۲: ۴۰۹)۔

۳۰۵۹- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: اَنَّہٗ کَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا بَکْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ، یَا اَبَتَاہُ۔ اخرجہ عبدالرزاق بسند صحیح۔ و فی "الموطا" رواہ یحیی بن یحیی: اَنَّ اِبْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ یَقِفُ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ ، فَیُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ، وَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما۔ و عند ابن القاسم والقعنبی: ویدعو لابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ و عن ابن عون قَالَ: سَاَلَ رَجُلٌ نَافِعًا ھَلْ کَانَ اِبْنُ عُمَرَ رضی اللہ تعالی عنہما یُسَلِّمُ عَلَی الْقَبْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ! لَقَدْرَاَیْتُہٗ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اَوْ اَکْثَرَ مِنْ مِائَۃٍ کَانَ یَاْتِی الْقَبْرَ فَیَقُوْمُ عِنْدَہٗ فَیَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ۔(وفاء الوفاء ۲: ۴۱۰)۔

۳۰۶۰- ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قَالَ: مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ تَاْتِیَ قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَ تَجْعَلَ ظَھْرَکَ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْھِکَ ثُمَّ تَقُوْلَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اخرجہ الحافظ طلحۃ بن محمد فی مسند ابی حنیفۃ عن صالح بن احمد عن عثمان بن سعید عن ابی عبد الرحمن المقرئ عن

اے امیر المؤمنین! میں چلوں گا۔ تو حضرت عمرؓ جب مدینہ آئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ (فتوح الشام)۔

۳۰۵۹۔ ابن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتے اور فرماتے السلام علیک یارسول اللہ! السلام علیک یا ابا بکر! السلام علیک یا ابتاہ! (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

اور مؤطا کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر کھڑے ہوکر نبی کریم ﷺ پر ابوبکرؓ پر اور عمرؓ پر درود وسلام بھیجتے۔ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے لئے دعاء کرتے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا ابن عمرؓ قبر مبارک پر سلام پڑھتے تھے تو آپؒ نے فرمایا ہاں۔ میں نے ان کو سو مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیکھا ہے کہ آپؓ قبر مبارک پر تشریف لاکر کھڑے ہوجاتے اور کہتے السلام علی النبی ﷺ، السلام علی ابی بکرؓ ، السلام علی ابیؓ (وفاء الوفاء)۔

۳۰۶۰۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تیرا قبلہ کی جانب سے قبر مبارک پر آنا اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرکے اور قبر کی طرف منہ کرکے یہ کہنا السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ سنت ہے۔ (ایضا)۔

ابی حنیفة به، كذا فی "وفاء الوفاء" (۲:۴۱۰)۔

۳۰۶۱- اخبرنا مالك اخبرنا عبدالله بن دینار: اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَاءَ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَ دَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: هٰكَذَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَفْعَلَهُ اِذَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، يَأْتِيْ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ۔ اخرجه محمد فی "الموطا" (۳۹۲)۔ و سنده صحیح۔

۳۰۶۲- عن داود بن ابی صالح قَالَ: اَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ، فَاَخَذَ بِرَقَبَتِهِ وَ قَالَ: اَتَدْرِيْ مَا تَصْنَعُ ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْاَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ رضي الله عنه، فَقَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ يَقُوْلُ: ﴿لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهُ اَهْلُهُ، وَلٰكِنْ اِبْكُوْا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ اَهْلِهِ﴾۔ اخرجه الحاكم وقال: صحیح الاسناد واقره علیه الذهبی فی "تلخیص المستدرك" (۴:۵۱۵) فقال: صحیح اه۔

۳۰۶۱۔ ابن عمرؓ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے اور دعاء کر کے واپس ہوتے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اچھا ہے کہ جب بھی انسان مدینہ منورہ حاضر ہوتو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو۔ (مؤطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۰۶۲۔ داؤد بن ابی صالح سے مروی ہے کہ ایک دن مروان مدینہ منورہ آیا اور دیکھا کہ ایک آدمی نے اپنا چہرہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر رکھا ہوا ہے تو مروان نے اس کو اس کی گدی سے پکڑ کر کہا کہ کیا تجھے پتہ ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر جب مروان نے اسے دیکھا تو وہ ابوایوب انصاریؓ (برگزیدہ صحابی) تھے۔ اور ابوایوبؓ انصاری نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آیا ہوں۔ کسی پتھر پر نہیں آیا۔ اور حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب دین، دین کے اہل لوگوں کے سپرد ہو تو تم دین کی بے کسی پر نہ رونا۔ لیکن اگر دین نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے تو پھر دین کے ضائع ہونے کے خوف سے رونا۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اور تلخیص مستدرک میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ہے۔ اور حج کے لئے جا کر قبر مبارک پر جانا واجب کے قریب ہے اور بے شمار فضائل کا موجب ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ کیونکہ ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں پتھر (بے جان) کے پاس نہیں آیا۔ نیز ابوایوب انصاریؓ کے آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کو فضول سمجھنے والے نااہل لوگ ہیں۔

كِتَابُ النِّكَاحِ

بَابُ كَرَاهَةِ التَّبتل وَكَوْنِ النِّكَاحِ سُنَّة

٣٠٦٣- عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ، يَقُوْلُ : رَدَّرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبتُّلَ، وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا- رواه البخاری (٧٥٩:٢)-

٣٠٦٤-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ، يَقُوْلُ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰی بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا : وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ،قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاِنِّیْ اُصَلِّی اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ،وَقَالَ آخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا- فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ، لٰكِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَيْسَ مِنِّیْ- رواه البخاری (٧٥٧:٢)-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النکاح

باب ترکِ نکاح مکروہ اور نکاح کرنا سنت ہے

۳۰۶۳۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عثمانؓ بن مظعون کو ترکِ نکاح کی اجازت نہ دی۔ اگر انہیں اجازت مل جاتی تو ہم خصی ہو جاتے۔ (بخاری، ترمذی)

۳۰۶۴۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تین حضرات (علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف حضور ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں حضور ﷺ کا معمول بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ حضور ﷺ سے ہمارا کیا مقابلہ، حضور ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ایک نے کہا کہ میں آج سے رات بھر نماز پڑھا کروں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کروں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ قسم بخدا! کہ میں اللہ سے تمہاری نسبت زیادہ ڈرنے والا ہوں اور اس کے لئے تم سے زیادہ میرے اندر تقویٰ ہے لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور بلا روزے کے بھی رہتا ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا

بَابُ وُجُوبِ النِّكَاحِ اِذَا اشْتَدَّتِ الْحَاجَةُ اِلَيْهِ

٣٠٦٥- عن عبدالله بن مسعودؓ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَاباً لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ-رواه البخاری (٢:٧٥٨)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِعْلَانِ بِالنِّكَاحِ وَالْخُطْبَةِ وَكَوْنِهِ فِي الْمَسْجِدِ

٣٠٦٦- عن عائشة رضی الله عنها قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ-رواه الترمذی (١:١٣٨) وقال: هذا حديث حسن غريب"-

---

ہوں۔لہٰذا میرے طریقے اور سنت سے جس نے اعراض کیا وہ مجھ میں سے نہیں۔(بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا سنت ہے اور ترکِ نکاح جائز نہیں۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح دیگر نفلی عبادات سے افضل ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب انتہائی ضرورت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے

٣٠٦٥۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جوان تھے اور ہمیں کوئی چیز میسر نہ تھی (مال و اسباب میں سے)۔حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے بھی نکاح کی قدرت ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔اور جو شخص نکاح کی استطاعت وقدرت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ یہ خواہشاتِ نفسانی میں کمی کا باعث ہے۔(بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات یعنی انتہائی ضرورت کے وقت میں نکاح واجب ہو جاتا ہے کیونکہ امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

باب نکاح کا اعلان کرنا، مسجد میں نکاح کرنا اور نکاح کے لئے خطبہ پڑھنا مسنون ہیں

٣٠٦٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ نکاح کا اعلان کیا کرو اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور نکاح کے وقت نقارہ بجایا کرو۔(ترمذی) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: دَف سے مراد وہ دف ہے جس کے جھالر نہ ہوں اور اس میں کسی قسم کی سریلی آواز پیدا نہ ہو۔آج کل کے بین باجے

۳۰۶۷ - عن ابن مسعودؓ قال: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلتَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ، وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ، وَذَكَرَ تَشَهُّدَ الصَّلَاةِ، قَالَ: وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، قَالَ: وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ، فَفَسَّرَهَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: "وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا، اِتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا" الآية۔ رواه الترمذي و صححه، رواه البيهقي من حديث واصل الاحدب عن شقيق عن ابن مسعود بتمامه، و في رواية للبيهقي: اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّخْطُبَ لِحَاجَةٍ مِّنَ النِّكَاحِ اَوْ غَيْرِهٖ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ الخ (نيل ٦: ۳۸ و ۳۹)

حرام ہیں کیونکہ ان کا مقصد اعلان نہیں بلکہ تلذذ ہوتا ہے۔

۳۰۶۷۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں نماز میں تشہد پڑھنا اور حاجت میں تشہد پڑھنا سکھایا پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز کا تشہد بیان کیا پھر فرمایا کہ حاجت میں پڑھا جانے والا تشہد یہ ہے۔ الحمد للہ نستعینہ الخ پھر حضور ﷺ تین آیات پڑھتے (سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ تین آیات یہ ہیں)۔ ۱۔ واتقوا الله حق تقاته الآیہ (آل عمران) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم صرف اسلام کی حالت پر ہی مرو) ۲۔ اتقوا الله الذی تساء لون به و الارحام الآیہ (النساء) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو کہ اس کے نام کا تم آپس میں وسیلہ پکڑتے ہو اور رشتہ داریاں توڑنے سے ڈرو بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے)۔ ۳۔ اتقوا الله و قولوا قولا سدیدا الآیہ (الاحزاب) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو، اللہ تمہارے اعمال کی درستگی فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔ (ترمذی) ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح مسجد میں کرنا، خطبہ پڑھنا اور نکاح کا اعلان کرنا مسنون ہے۔

فائدہ: نکاح کا مسجد میں مستحب ہونا اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ نکاح کو عبادات کے ساتھ ایک عظیم مشابہت ہے۔ اسی لئے تو اس میں اہتمام کے ساتھ خطبہ پڑھا جاتا ہے حالانکہ دوسرے عقود (بیع، اجارہ وغیرہ) میں کوئی خطبہ نہیں۔

فائدہ: چونکہ اعلان مستحب ہے اور جمعہ کے دن مسجد میں دور دور سے لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے جمعہ کے دن مسجد میں نکاح کرنے سے اعلان (جو مستحب ہے) بغیر تداعی اور تکلف کے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے مسجد میں نکاح کرنا اور جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے۔

بَابُ مَا يُدْعٰى بِهٖ لِلْمُتَزَوِّجِ وَمَا يُفْعَلُ بِهٖ

۳۰۶۸- عن ابی هريرة ﷺ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَفَّأَ الْاِنْسَانُ اِذَا تَزَوَّجَ قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِیْ خَيْرٍ- رواه الترمذی (۲: ۱۳۸) وقال حسن صحيح-

۳۰۶۹- عن عقيل بن ابی طالب ﷺ: اَنَّهٗ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً مِنْ بَنِیْ جُشَمٍ، فَقَالُوْا: بِالرَّفَاءِ وَالْبَنِيْنِ، فَقَالَ: لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ- رواه النسائی وابن ماجة واحمد بمعناه، وفی رواية له: لَا تَقُوْلُوْا ذٰلِكَ، فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَدْ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، قُوْلُوْا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، وَبَارَكَ لَكَ فِيْهَا- وحديث عقيل اخرجه ايضا ابويعلی و الطبرانی، وهو من رواية الحسن عن عقيل- قال فی الفتح: ورجاله ثقات الا ان الحسن لم يسمع من عقيل فيما يقال (نيل الاوطار ۲: ۳۹ و ۴۰)-

۳۰۷۰- عن انس ﷺ وَلَمَّا زَوَّجَ ﷺ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ

باب دلہا کو کیا دعا دی جائے اور اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

۳۰۶۸۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شادی کرتا تو حضور ﷺ اس کو ان الفاظ سے مبارک باد دیا کرتے تھے "بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر" یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہمہ جہت برکتوں سے نوازے اور تم دونوں میں بہترین میل جول پیدا کرے۔ (ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۰۶۹۔ عقیلؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ انہوں نے قبیلہء بنو جشم کی ایک عورت سے شادی کی تو لوگوں نے اس طرح دعا کی (بالرفاء والبنین) کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے درمیان اتفاق وحسن معاشرت قائم رکھے اور اولاد عطا فرمائے تو اس پر عقیل نے کہا کہ اس طرح دعا دو جس طرح حضور ﷺ دعا دیا کرتے تھے یعنی اللہ تمہیں برکت دے اور تمہاری ہر چیز میں برکت عطا فرمائے۔ (نسائی، ابن ماجہ، احمد) اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس طرح دعا نہ دو کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے بلکہ یوں دعا دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تمہاری ہر چیز میں برکت دے۔ حدیثِ عقیل کو ابویعلی اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور وہ عقیل سے حسن کی روایت سے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، لیکن ایک قول میں ہے کہ حسن نے عقیل سے سماع نہیں کیا۔ (نیل)

۳۰۷۰۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے فرمایا تو آپ ﷺ گھر میں آئے اور فاطمہؓ سے پانی لانے کو کہا تو وہ بڑے پیالے میں پانی لائیں تو آپ ﷺ نے اس پانی کو لے کر اس میں کلی کی پھر فاطمہؓ سے فرمایا

الْبَيْتَ، فَقَالَ لِفَاطِمَةَ : اِئْتِيْنِي بِمَاءٍ، فَقَامَتْ اِلَى قَعْبٍ فِي الْبَيْتِ، فَاَتَتْ فِيهِ بِمَاءٍ، فَاَخَذَهُ وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لَهَا: تَقَدَّمِي۔ فَتَقَدَّمَتْ، فَنَضَحَ بَيْنَ ثَدْيَيْهَا وَعَلَى رَأْسِهَا، وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ ثُمَّ قَالَ : اَدْبِرِي، فَاَدْبَرَتْ، فَصَبَّ بَيْنَ كَتِفَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ ثُمَّ قَالَ: اِئْتُوْنِي بِمَاءٍ، قَالَ عَلِيٌّ: فَعَلِمْتُ الَّذِي يُرِيْدُ، فَقُمْتُ، فَمَلَأْتُ الْقَعْبَ مَاءً ،وَ آتَيْتُهُ بِهِ، فَاَخَذَهُ وَمَجَّ فِيهِ۔ ثُمَّ قَالَ تَقَدَّمْ۔فَتَقَدَّمْتُ، فَصَبَّ عَلَى رَأْسِي وَبَيْنَ يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُعِيْذُهُ بِكَ وَذُرِّيَّتَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ ثُمَّ قَالَ اَدْبِرْ فَاَدْبَرْتُ فَصَبَّ بَيْنَ كَتِفَيَّ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُعِيْذُهُ بِكَ وَذُرِّيَّتَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَالَ: اُدْخُلْ بِاَهْلِكَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ، رواه ابن حبان فی "صحیحہ" (الحصن الحصین ۱۲۰ مطبوع انوار محمد لکھنئو)۔

بَابُ مَا يُنْظَرُ فِي الْمَخْطُوْبَةِ مِنَ الصِّفَاتِ الْمَحْمُوْدَةِ

۳۰۷۱- عن جابر بن عبداللہ ؓ،قال: تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَقِيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا جَابِرُ! تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ! قَالَ: بِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ؟ قُلْتُ: ثَيِّبٌ۔ قَالَ: فَهَلَّا بِكْرًا

آگے آؤ، وہ آگے آئیں تو آپ ﷺ نے اس کے سینے اور سر پر پانی چھڑکا اور یہ دعاء پڑھی۔ اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان مردود سے۔ پھر آپ ﷺ نے فاطمہؓ سے پیٹھ کرنے کا فرمایا تو انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو حضور ﷺ نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی ڈال کر پھر یہی دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی لاؤ تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی مراد سمجھ گیا (یعنی مجھے ہی حکم فرما رہے ہیں) اور میں اٹھا اور بڑے پیالے میں پانی بھر لایا اور حضور ﷺ کو لا کر دے دیا۔ آپ ﷺ نے اسے لیا اور اس میں کلی فرمائی پھر مجھ سے فرمایا آگے آؤ تو میں آگے بڑھا تو حضور ﷺ نے میرے سر پر اور میرے سامنے کے حصے پر پانی ڈالا اور پھر وہی دعا فرمائی۔ پھر مجھ سے پیٹھ پھیرنے کو کہا تو میں نے پیٹھ پھیری تو حضور ﷺ نے میرے کندھوں کے درمیان پانی ڈالا اور وہی دعا فرمائی (یعنی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان مردود سے) پھر حضور ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کہ اب تو اللہ کے نام اور برکت کے ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس جا (صحیح ابن حبان)۔ **فائدہ:** یہ قصہ حضرت انسؓ نے حضرت علیؓ سے سنا ہے۔

باب منگیتر میں کس قسم کی عمدہ صفات کو دیکھا جائے

۳۰۷۱- جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نکاح کیا پھر میں آپ ﷺ سے ملا تو

تلاعبها؟قُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیُ اَخوَاتٍ، فَخَشِيتُ اَنُ تَدخُلَ بَيُنِی وَ بَيُنَهُنَّ، قَالَ: فَذَاكَ اِذَنُ، اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنُكَحُ عَلٰی دِينِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا، فَعَلَيُكَ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتُ يَدَاكَ۔ رواه مسلم (١:٤٧٤)۔

٣٠٧٢- عن عبدالرحمن بن سالم بن عتبة بن عويم بن ساعدة، عن ابيه عن جده (مرفوعا): عَلَيُكُمُ بِالْاَبُكَارِ، فَاِنَّهُنَّ اَعُذَبُ اَفُوَاهًا، وَاَنُتَقُ اَرُحَامًا۔ رواه ابن ماجة، و روی

آپ ﷺ نے فرمایا اے جابرؓ کیا تو نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ تو اس کے ساتھ کھیلتا۔ میں نے عرض کیا جناب! میری بہنیں ہیں (اور والدین فوت ہو چکے ہیں) لہٰذا مجھے خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کنواری لڑکی ان کی پرورش میں میرے لئے رکاوٹ بن جائے یہ خود بھی ان لڑکیوں میں شامل ہو کر ان کی تربیت نہ کر سکے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ خیال ہے تو پھر درست ہے۔ مزید فرمایا کہ عورت سے اس کے دین، اس کے مال اور اس کے حسن کے لئے نکاح کیا جاتا ہے۔ سو تو دین کو مقدم رکھ (اگر تو نے دینداری کو ترجیح نہ دی تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (مسلم)

فائدہ: اس معلوم ہوا کہ دیندار عورت تلاش کرنی چاہیے۔ چاہے حسن یا مال ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: تلخیص حبیر میں حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث تزوجوا النساء فانهن یاتینکم بالمال (کہ عورتوں سے نکاح کرو کہ وہ تمہارے پاس مال لائیں گی) سے مال کے سبب نکاح کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عورت سے محض اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرنا پسندیدہ نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صفتِ دین عورت کی تمام صفات پر مقدم ہونی چاہیے۔ ہاں اگر دین و دنیا دونوں عورت میں جمع ہوں تو نہایت خوب ہے۔ الغرض دونوں احادیث میں کوئی منافات نہیں۔ لیکن سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ تلخیص حبیر میں مذکور حدیثِ عائشہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکاح رزق میں بھی برکت کا سبب ہے۔ کیونکہ بعض اوقات مرد صرف اس لیے نکاح نہیں کرتا کہ عورت اور بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا تو آپ نے فرمادیا کہ نکاح کی وجہ سے رزق میں برکت ہوگی گویا کہ عورت بھی آئے گی اور ساتھ مال بھی آئے گا۔ اور اس دوسرے جواب کی تائید تلخیص حبیر میں ہی مذکور مرفوع اور صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ ا۔ مجاہد فی سبیل اللہ، ۲۔ پاک دامنی اور عفت کے ارادے سے نکاح کرنے والا۔ ۳۔ وہ مکاتب جو بدلِ کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ الغرض اللہ تعالیٰ نیک نیتی سے نکاح کرنے والے کی ہر طرح سے مدد کرتے ہیں اور اس مدد میں سے ایک رزق میں فراخی بھی ہے۔

۳۰۷۲۔ عتبہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ ان کے منہ شیریں ہوتے ہیں

الطبرانی من حديث ابن مسعودؓ نحوه، وزاد۔ "وَاَرْضٰی بِالْیَسِیْرِ" (فتح الباری ١٠٥:٩) وهو حسن او صحيح علی اصله۔

٣٠٧٣- عن معقل بن یسارؓ، قال: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَصَبْتُ اِمْرَاَۃً ذَاتَ حَسَبٍ وَّ جَمَالٍ، وَ اِنَّهَا لَا تَلِدُ، فَاَتَزَوَّجُهَا؟ قَالَ: لَا! ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِیَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ۔ رواه ابوداؤد والنسائی واخرجه ابن حبان و صححه الحاکم (نیل الاوطار ٨:٦)

٣٠٧٤- عن ابن عمر رضی الله عنهما اَنَّ عُمَرَ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً فَاَصَابَهَا سُمْطَاءُ ... حَصِیْرٌ فِیْ بَیْتٍ خَیْرٌ مِّنْ اِمْرَاَۃٍ لَا تَلِدُ۔ وَاللّٰهِ مَا اَقْرَبُکُنَّ لِشَهْوَۃٍ۔ وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ۔ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ رواه الخطیب و سنده جید، (کنز العمال ٨:٢٨٥)

٣٠٧٥- عن انسؓ مرفوعاً: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

اور ان کے رحم جننے والے ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ) اور طبرانی نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ وہ تھوڑے پر راضی ہونے والی ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا بہتر ہے۔

٣٠٧٣۔ معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک عورت ملی ہے جو خاندانی بھی ہے اور خوبصورت بھی لیکن اس کے اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آیا آپ ﷺ نے پھر منع فرمایا۔ وہ شخص تیسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے اور خوب بچے جننے والی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بنا پر ہی سابقہ امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ (ابوداود، نسائی) ابن حبان نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

٣٠٧٤۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت سے شادی کی تو اس عورت کو بانجھ پن کی بیماری لگ گئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ گھر میں ایک چٹائی کا ہونا بانجھ عورت سے بہتر ہے۔ اور قسم بخدا! ہم تم سے شہوت رانی کے لئے ہمبستری نہیں کرتے بلکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شوہر سے محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت کی بنا پر دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ اسے خطیب نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔ (کنز العمال)

٣٠٧٥۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شوہر سے محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے

...رجه ابن حبان، وهو صحيح، كذا في "فتح الباري" (۹:٦۹)

بَابُ جَوَازِ الزِّفَافِ

۳۰۷٦- عن عائشة رضي الله عنها: أَنَّهَا زَفَّتْ اِمْرَأَةً اِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ... يَا عَائِشَةُ (رضي الله عنها) مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ؟ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ. رواه ...خاري (۱:۷۷۵).

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْوَلِيْمَةِ وَكَوْنِ وَقْتِهَا بَعْدَ الدُّخُوْلِ

۳۰۷۷- عن حميد: سمعت انسا رضي الله عنه قال: لَمَّا قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ ...اجِرُوْنَ عَلَى الْاَنْصَارِ، فَنَزَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عَلٰى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَقَالَ: اُقَاسِمُكَ

...کرو کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ (ابن حبان)۔ یہ حدیث صحیح ہے ...باری میں اسی طرح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بانجھ عورت سے نکاح کرنا پسندیدہ نہیں بلکہ بچے جننے والی اور شوہر سے محبت کرنے ...ورت سے نکاح کیا جائے۔

باب دلہن کا بناؤ سنگھار کر کے دلہا کے پاس بھیجنا جائز ہے

۳۰۷٦۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک یتیم بچی کا نکاح کسی انصاری مرد سے کیا اور اس کا ...سنگھار کر کے دلہا کی طرف بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس بجنے والا دف نہیں ہے کیونکہ انصار اسے پسند کرتے ... (بخاری)۔

فائدہ: اگر اس بناؤ سنگھار کر کے بھیجنے میں کوئی دینی فساد اور بگاڑ نہ ہو تو جائز ہے۔ اور مراد اس سے عورتوں کا اجتماع ...لیکن یاد رکھیں کہ عورتوں کا اجتماع کم ہی دینی فساد سے خالی ہوتا ہے، آپ دیکھتے ہونگے کہ ولیموں میں عورتیں نماز تک چھوڑ دیتی ہیں ...نہیں سے پردہ نہیں کرتیں وغیرہ ذلک۔ البتہ اگر کسی قسم کے دینی فساد کا اندیشہ نہ ہو تو عورتوں کا اجتماع درست ہے۔

باب ولیمہ کرنا اور ہمبستری کے بعد (ولیمہ) کرنا مستحب ہے

۳۰۷۷۔ حمید کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصارؓ کے گھروں میں ...عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ربیع کے گھر ٹھہرے۔ سعد نے فرمایا اے بھائی عبدالرحمٰن! میں تمہیں اپنا آدھا مال دیتا ہوں اور اپنی

مَالِی وَاَنزِلُ لَکَ عَنْ اِحْدٰی اِمْرَاَتِی، قَالَ: بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِی اَهلِکَ وَمَالِکَ۔ فَخَرَجَ اِلَی السُّوْقِ فَبَاعَ وَاشْتَرٰی، فَاَصَابَ شَیْئًا مِنْ اَقِطٍ وَّسَمَنٍ، فَتَزَوَّجَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔ رواہ البخاری (۲:۷۷۷)۔

۳۰۷۸- عن بریدة ﷺ قال: لَمَّا خَطَبَ عَلِیٌّ رضی الله عنه فَاطِمَةَ رضی الله عنها، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّهٗ لَا بُدَّ لِلْعُرُوْسِ مِنْ وَلِیْمَةٍ۔ رواہ احمد و سندہ لا باس بہ ۔ (فتح الباری ۹:۱۹۸)۔

۳۰۷۹- عن ابی هریرة ﷺ رفعه: اَلْوَلِیْمَةُ حَقٌّ وَ سُنَّةٌ۔ فَمَنْ دُعِیَ فَلَمْ یُجِبْ فَقَدْ عَصٰی، الحدیث۔ رواہ ابو الشیخ والطبرانی فی "الاوسط"(فتح الباری ۹:۱۹۸)۔وسندہ صحیح او حسن علی قاعدة الحافظ فی الفتح۔

۳۰۸۰- عن ثابت قال: ذُکِرَ تَزْوِیْجُ زَیْنَبَ اِبْنَةِ جَحْشٍ عِنْدَ اَنَسٍ، فَقَالَ: "مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَوْلَمَ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ نِسَائِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلَیْهَا،اَوْلَمَ بِشَاةٍ۔ رواہ البخاری (۲:۷۷۷)۔

ایک بیوی کو طلاق دے کر آپؓ سے شادی کر دیتا ہوں۔ عبدالرحمٰنؓ بولے کہ آپؓ کا مال اور بیویاں اللہ آپ کو مبارک کرے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے بازار جا کر خرید و فروخت شروع کر دی اور کچھ پنیر اور کچھ گھی حاصل کیا پھر شادی کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ (بخاری)۔

فائدہ: یہ امر استحباب پر محمول ہے لیکن استحباب تاکیدی ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

۳۰۷۸۔ بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دولہا کے لئے ولیمہ کرنا ضروری ہے۔ (مسند احمد) اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۳۰۷۹۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولیمہ کرنا ضروری اور سنت ہے اور جس شخص کو ولیمہ کے کھانے کی دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی) نافرمانی کی۔ (طبرانی فی الاوسط) اس کی سند حافظ کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ واجب نہیں ہے۔

۳۰۸۰۔ ثابتؓ نے انسؓ کے پاس زینب بنت جحشؓ (ام المؤمنین) کی شادی کا ذکر کیا تو انسؓ نے فرمایا کہ جس قدر زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ میں حضور ﷺ نے خرچ کیا اتنا میں نے کسی اور بیوی کے ولیمے میں خرچ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔ (بخاری)

۳۰۸۱- عن صفية بنت شيبة قالت: أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ-رواه البخاری (۱:۷۷۷)-

۳۰۸۲- عن انس بن مالك ﷺ: أَنَّهٗ كَانَ ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ مَقْدَمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ، فَكُنَّ أُمَّهَاتِيْ يُوَاظِبْنَنِيْ عَلٰى خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ- وَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِيْنَ سَنَةً، فَكُنْتُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِيْنَ أُنْزِلَ، وَكَانَ أَوَّلُ مَا أُنْزِلَ فِيْ مُبْتَنٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوْسًا، فَدَعَا الْقَوْمَ، فَأَصَابُوْا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوْا، وَبَقِيَ رَهْطٌ مِنْهُمْ- الحديث، رواه البخاری (۲:۷۷۶)-

---

۳۰۸۱۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ چار سیر جو میں ہی کر دیا تھا۔ (بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں زیادہ خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔

۳۰۸۲۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا۔ میری والدہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا ہمیشہ حکم دیتی رہتی تھیں۔ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی اور جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو میں بیس سال کا تھا۔ پردے کے حکم کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی میں اس سے سب سے زیادہ واقف تھا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی۔ پردے کی آیت حضور ﷺ کے زینب بنت جحشؓ کے ساتھ زفاف والی رات نازل ہوئی۔ جب صبح کو زینب بنت جحشؓ حضور ﷺ کی دلہن بنیں تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کو بلا کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد اکثر تو ان میں سے چلے گئے مگر ان میں سے کچھ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے رہے (تو اس واقعہ میں پردے کی آیت اور حکم نازل ہوا) (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ شبِ زفاف کے بعد کرنا مستحب ہے۔ فائدہ: ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ سب سے بُرا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی گئی ہو اور غرباء کو دعوت نہ دی گئی ہو۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ فائدہ: نکاح کے وقت چھوہارے وغیرہ تقسیم کرنا بلکہ پھینکنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ بیہقی میں ہے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک نکاح میں تشریف لائے پھر ایک تھال میں اخروٹ، کھجور وغیرہ لائے گئے اور اسے پھینکا گیا اور ہم نے اپنے ہاتھ (ناپسندیدگی کی وجہ سے) پیچھے کھینچ لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کیوں نہیں لیتے ہو۔ پس جو تمہارے پاس آئے اسے اچک لو۔ یہ حدیث ضعیف اور منقطع ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت حسن بصری اور شعبی اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

بَابُ جَوَازِ الْوَلِيمَةِ اِلَى اَيَّامِ اِنْ لَمْ يَكُنْ فَخراً

۳۰۸۳- عن انس رضى الله عنه قال: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صُدَاقَ

وَجَعَلَ الْوَلِيمَةَ ثَلاثَةَ اَيَّامٍ- اخرجه ابويعلى بسند حسن، (فتح البارى (۹: ۲۱۰)-

۳۰۸٤- عن حفصة بنت سيرين قالت: لَمَّا تَزَوَّجَ اَبِی دَعَا الصَّحَابَةَ سَبْعَةَ اَيَّامٍ، فَ

كَانَ يَوْمُ الْاَنْصَارِ دَعَا اُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ وَزَيْدَبْنَ ثَابِتٍ وَّغَيْرَهُمَا، فَكَانَ اُبَيٌّ صَائِمًا، فَلَمَّا طَعِمُ

دَعَا اُبَيٌّ وَاَثْنٰى- واخرجه البيهقى من وجه آخر اتم سياقا منه، و اخرجه عبد الرزاق من وج

آخر الى حفصة، و قال فيه:" ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ"(فتح البارى ۹: ۲۱۰)-

۳۰۸۵- حدثنا محمد بن المثنى قال: ناعفان بن مسلم، قال: حدثنا همام، قال:ناقت

عن الحسن عن عبدالله بن عثمان الثقفى، عن رجل اعور من ثقيف- كان يقال له معرو

اى يثنى عليه خيرًا ان لم يكن اسمه- زهير بن عثمان فلا ادرى ما اسمه (هذا قول قتادة ك

فى "فتح البارى")، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَلْوَلِيمَةُ اَوَّلُ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِى مَعْرُوفٌ وَالْيَوْمُ الثَّالِث

باب ولیمہ کئی دن تک کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں فخر نہ کرے

۳۰۸۳۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا، ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر فرمایا اور تین دن تک

مسلسل ولیمہ کرتے رہے۔اسے ابویعلی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۰۸۴۔ حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ میرے والد نے جب شادی کی تو سات دن تک صحابہ کرامؓ کو دعوت دیتے ر

(یعنی سات دن تک ولیمہ ہوتا رہا) اور جس دن انصار کی دعوت تھی اس دن (میرے والد نے) ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ کو دعوت

دی۔لیکن ابیؓ روزے سے تھے اس لیے جب لوگوں نے کھانا کھالیا تو ابی نے دعاء کی اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور بیہقی نے دوسرے طر

سے روایت کیا ہے جو اس طریق سے زیادہ اتم اور مکمل ہے۔اور عبدالرزاق نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے جس میں آٹھ د

تک ولیمہ کرتے رہنے کا ذکر ہے۔(فتح الباری)

۳۰۸۵۔ عبداللہ بن عثمان ثقفی قبیلہ ثقیف کے ایک کانے آدمی، جسے لوگ اچھا سمجھتے تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ ن

کریم ﷺ نے فرمایا کہ (نکاح کے بعد) پہلے دن ولیمہ کرنا (لوگوں کا) حق ہے اور دوسرے دن ولیمہ کرنا بھی نیکی ہے اور تیسرے دن ک

ریاکاری اور شہرت کے لئے ہے۔(ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

سُمْعَةً وَرِيَاءً۔ رواه ابوداود و سكت عنه (۲: ۱۷۰)۔

بَابٌ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ

۳۰۸٦- عن سعيد بن يحيى بن سعيد الاموى ثنا حفص بن غياث، عن ابن جريج، عن سليمان بن موسى، عن الزهرى، عن عروة، عن عائشة رضى الله عنها، قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَ شَاهِدَىْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بَاطِلٌ، فَاِنْ تَشَاجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهٗ۔ اخرجه ابن حبان فى صحيحه فى النوع الثامن والتسعين من القسم الاول، ثم قال: لم يقل فيه "و شاهدى عدل" الا ثلاثة انفس، سعيد بن يحيى الاموى عن حفص بن غياث، و عبدالله بن عبدالوهاب الحجبى عن خالد بن الحارث، و عبدالرحمن بن يونس الرقى عن عيسى بن يونس، ولا يصح فى ذكر الشاهدين غير هذا الخبر (زيلعى ۲: ۲)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کئی روز تک ولیمہ کرتے رہنا جائز ہے لیکن اس میں کسی قسم کا ریاء اور فخر نہیں ہونا چاہیے۔

باب گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں

۳۰۸٦۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں۔ اور جو نکاح ان شرطوں کے بغیر ہو وہ نکاح باطل ہے اور اگر ولی باہم اختلاف کریں تو بادشاہ اس عورت کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ (صحیح ابن حبان)

فائدہ: ولی کی موجودگی میں بادشاہ کی ولایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ولیوں کا کسی بات پر اتفاق نہ ہو رہا ہو تو بادشاہ ولی بن کر مناسب اور مفید فیصلہ کرے۔ فائدہ: ہمارے ہاں گواہوں کا عادل ہونا مناسب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں عدالت کا ذکر ہے اور بعض میں عدالت کا ذکر نہیں اس لیے **المطلق يجرى على اطلاقه والمقيد على تقييده** کے اصول کے تحت ہم دونوں احادیث پر عمل کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ غیر عادلوں کی موجودگی میں بھی نکاح درست ہو جاتا ہے۔ البتہ عادل ہونا دیگر احادیث کی بنا پر مستحب اور احسن ہے۔

۳۰۸۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتیں گواہوں کے بغیر نکاح کرتی ہیں وہ زانیہ ہیں۔ یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو طرح صحیح ہے۔

٣٠٨٧- عن ابن عباس رضی الله عنهما اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلْبَغَایَا اللَّاتِی یَنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَیْرِ بَیِّنَةٍ- رواه الترمذی، و ذکر انه لم یرفعه غیر عبد الاعلی، وانه قد وقفه مرة، ان الوقف اصح، و هذا لا یقدح، لان عبدالاعلی ثقة، فیقبل رفعه، و قد یرفع الراوی الحدیث و قد یقفه، کذا فی "المنتقی مع النیل" (٦:٣٣)- قلت: فالحدیث صحیح مرفوعاً و موقوفاً-

٣٠٨٨- وعن ابن عباس رضی الله عنهما قوله :لَا نِكَاحَ اِلَّا بِبَیِّنَةٍ، رواه الترمذی (١:١٤٠)،وصححه-

٣٠٨٩- عن ابی موسی رضی اللہ عنہ مرفوعا: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَشَاهِدَیْنِ- رواه الطبرانی فی "الکبیر"، کذا فی "الجامع الصغیر" (٢:١٧٦)- ثم حسنه بالرمز، و قال الهیثمی فی "مجمع الزوائد" (٤:٢٨٦):رواه ابوداؤد و غیره خلا قوله: "وشاهدین"- رواه الطبرانی و فیه ابو بلال الاشعری و هو ضعیف، قلت: ذکره ابن حبان فی "الثقات"، ولینه الحاکم، و قول القطان "لا یعرف البتة" وهم فی ذلك فانه معروف، یروی عن قیس بن الربیع والکوفیین، و روی عنه اهل العراق، مشهور بکنیته، واسمه مرداس کذا فی "اللسان" (٦:١٤ و٣٥٣)-

٣٠٩٠- عن جابر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ : "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَشَاهِدَیْ عَدْلٍ"- رواه الطبرانی فی "الاوسط" من طریق محمد بن عبدالملك عن ابی الزبیر- فان کان هو الواسطی الکبیر فهو ثقة، والا فلم اعرفه، و بقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد ٤:٢٨٦)- وذکر البیهقی عن الشافعی انه قال: هو ثابت عن ابن عباس وغیره من الصحابة، ای قوله: "لا

٣٠٨٨- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں (ترمذی)۔امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں

٣٠٨٩- ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح صحیح نہیں (طبرانی فی الکبیر)۔جامع الصغیر نے بھی اشارۃً اسے حسن کہا ہے۔

٣٠٩٠- جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح صحیح نہیں (طبرانی فی الاوسط)۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بہت سے صحابہؓ سے ثابت ہے کہ نکاح بغیر گواہوں کی موجودگی کے صحیح نہیں (جوہر نقی)

نکاح اِلَّا بِشَاهِدَیْنِ" (الجوهر النقی ۲:۷۹)۔

۳۰۹۱- عن عبدالوهاب بن عطاء، عن سعید، عن قتادة، عن الحسن، عن سعیدبن المسیب، ان عمرؓ قال: لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَ شَاهِدَیْ عَدْلٍ۔ رواه البیهقی، و قال: هذا اسناد صحیح، وابن المسیب کان یقال له روایه عمر، (الجوهر النقی ۲:۸۰)۔

۳۰۹۲- اخبرنا مالك عن ابی الزبیر: "اَنَّ عُمَرَ اُتِیَ بِرَجُلٍ فِیْ نِکَاحٍ لَمْ یُشْهِدْ عَلَیْهِ اِلَّا رَجُلٌ وَامْرَاَةٌ۔ فَقَالَ عُمَرُ: هٰذَا نِکَاحُ السِّرِّ وَلَا نُجِیْزُهٗ، وَلَوْ کُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِیْهِ لَرَجَمْتُ۔ رواه محمد فی الموطا (۲۴۱)۔وهو مرسل صحیح۔

۳۰۹۳- اخبرنا محمد بن ابان (القرشی) عن حماد عن ابراهیم: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

۳۰۹۱۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح درست نہیں (بیہقی) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۰۹۲۔ ابوالزبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس کے نکاح پر ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ خاموشی کا نکاح ہے۔ ہم اسے جائز قرار نہیں دیتے۔ اگر میں اس کی پہلے سے تشہیر کر چکا ہوتا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نکاح درست نہیں ہوتا اور پھر تو اس طرح نکاح کرتا تو میں تجھے ضرور سنگسار کرتا۔ (موطا محمد) یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ دو گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں، البتہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض روایات میں عدل کے بغیر مطلقاً دو گواہوں کا ذکر ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا ہے کہ گواہی صحتِ نکاح کے لئے ضروری ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی کو قبول نہیں کیا اور ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمرؓ، ابن عباسؓ، ام المؤمنین عائشہؓ، ابوموسیٰؓ، ابوسعیدؓ، جابرؓ اور ابن مسعودؓ سے صحیح مرفوع اور موقوف احادیث میں نکاح کے لئے گواہی کا شرط اور ضروری ہونا ثابت ہے۔ حتیٰ کہ فخر الاسلام کہتے ہیں کہ گواہی کی حدیث مشہور ہے اور کتاب اللہ کی تخصیص اس کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ اس لیے یہ اعتراض کرنا غلط ہے کہ قرآن میں تو فانکحوا ما طاب لکم من النساء الآیۃ مطلق ہے۔ اس میں تو شہادت کو شرط قرار نہیں دیا گیا تو پھر شہادت کی شرط لگانا اور اس کو ضروری قرار دینا کتاب اللہ کے عام کو خاص کرنا اور مطلق کو مقید کرنا ہے۔ تو ہم جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ حدیثِ شہود (گواہی والی) مشہور ہے اور مشہور حدیث سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے، بلکہ میں (مترجم) تو یہ کہتا ہوں کہ یہ مذکورہ بالا آیت فانکحوا ما طاب لکم الآیہ آیت محرمات کے ساتھ پہلے سے مخصوص منہ البعض ہے۔ لہٰذا اگر یہ حدیث شہود خبر واحد بھی ہو تو بھی اس مخصوص منہ البعض کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے۔

۳۰۹۳۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نکاح اور فرقت (جدائی) میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی امام ابوحنیفہؒ اور تمام احناف کا مسلک ہے (موطا محمد) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

اَجَازَ شَهَادَةَ رَجُلٍ وَامْرَاَتَینِ فِیْ النِّکَاحِ وَالْفُرْقَةِ"۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: "وَبِهٖ نَاخُذُ، وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ"(الموطا ص ۲۴۱) ۔ وھو مرسل حسن۔

۳۰۹۴- عن ابن عباسؓ قال: "اَدْنٰی مَایَکُوْنُ فِیْ النِّکَاحِ اَرْبَعَةٌ الَّذِیْ یُزَوِّجُ، وَالَّذِیْ یَتَزَوَّجُ- وَشَاھِدَانِ"- رواہ ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، والبیھقی فی "الخلافیات" وصححه (کذا فی "التلخیص الحبیر۲:۲۹۸)۔

۳۰۹۵- اخبرنا عباد بن العوام، اخبرنا الحجاج بن ارطاة عن عطاء بن ابی رباح عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه: "اَنَّهٗ کَانَ یُجِیْزُ شَهَادَةَ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِیْ النِّکَاحِ"- اخرجه محمد فی "الحجج" (۶:۳۰)، وھو مرسل حسن۔

بَیَانُ الْمُحَرَّمَاتِ

بَابُ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

۳۰۹۶- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ اِبْنَةِ حَمْزَةَ: لَا تَحِلُّ لِیْ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِیَ بِنْتُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ رواہ البخاری فی الشهادات من "صحیحه"(۲:۳۶۰)۔

۳۰۹۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کم ازکم نکاح میں چار آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ا۔نکاح کرانے والا (یعنی ولی)،۲۔جس کا نکاح ہورہا ہے (یعنی دلہا) اوردوگواہ۔(مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی فی الخلافیات) بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۰۹۵۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نکاح میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی کو درست قرار دیتے تھے (کتاب الحج)۔

فائدہ: ان احادیث معلوم ہوا کہ ایک مرد اور دوعورتوں کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہے۔

محرمات کا بیان

باب جوعورتیں نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوجاتی ہیں۔

۳۰۹۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح کرنا میرے لیے حلال نہیں کیونکہ جوعورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتی ہیں،اور یہ میرے رضاعی بھائی (حمزہؓ) کی بیٹی ہے (بخاری)

فائدہ: یعنی حضور ﷺ اور حمزہؓ نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے لہٰذا یہ دونوں رضاعی بھائی ہوئے اور حمزہؓ کی بیٹی حضور ﷺ کی بھتیجی ہوئیں۔

۳۰۹۷- عن عائشة رضی الله عنها فی حدیث طویل: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَعَمْ اِنَّ الرِّضَاعَةَ يَحْرُمُ مِنْهَا مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ-رواہ البخاری فی الشهادات من صحیحه (۲:۳٦۱)-

بَابٌ لَا يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ وَطْياً

۳۰۹۸- نا ابن المبارک، عن موسی بن ایوب، عن عمه ایاس بن عامر، عن علی رضی الله عنه قال: "سَاَلْتُهٗ عَنْ رَجُلٍ لَهٗ اَمَتَانِ اُخْتَانِ وَطِئَ اِحْدَاهُمَا، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَطَاَ الْاُخْرٰى، قَالَ: لَا حَتّٰى يُخْرِجَهَا عَنْ مِلْكِهٖ، قُلْتُ: فَاِنْ زَوَّجَهَا عَبْدَهٗ؟ قَالَ: لَا حَتّٰى يُخْرِجَهَا عَنْ مِلْكِهٖ"- رواہ ابن ابی شیبة، زاد ابن عبدالبر فی "الاستذکار" من طریق ابی عبدالرحمن المقری عن موسی: "اَرَاَيْتَ اِنْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا اَلَيْسَ تَرْجِعُ اِلَيْكَ؟ لَاَنْ تُعْتِقَهَا اَسْلَمُ لَكَ، قَالَ: ثُمَّ اَخَذَ عَلِيٌّ بِيَدِيْ فَقَالَ: اِنَّهٗ يَحْرُمُ عَلَيْكَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مَا يَحْرُمُ عَلَيْكَ مِنَ الْحَرَائِرِ اِلَّا الْعَدَدَ" (التلخیص الحبیر ۲:۲۰۳)-قلت: رجال ابن ابی شیبة کلهم محتج بهم-

۳۰۹۷- عائشہؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رضاعت وہ تمام رشتے حرام کردیتی ہے جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ (بخاری)

باب ملک یمین کی وجہ سے دو بہنوں سے وطی کرنا جائز نہیں

۳۰۹۸- ایاس بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جس کے پاس دو باندیاں ہوں اور وہ دونوں بہنیں ہوں۔ وہ (مرد) ان میں سے کسی ایک سے ہمبستری کرے اور پھر دوسری سے ہمبستری کا ارادہ کرے (تو کیا یہ جائز ہے؟)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جب تک کہ پہلی کو اپنی ملک سے نہ نکال دے (یعنی آزاد کردے) دوسری سے ہمبستری نہ کرے۔ (ایاس کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا اگر وہ پہلی کا نکاح اپنے غلام سے کردے (تو کیا اس صورت میں دوسری سے وطی کرسکتا ہے؟) آپؓ نے فرمایا نہیں۔ یہاں تک کہ اسے آزاد کردے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) ابن عبدالبر نے الاستذکار میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ دیکھ اگر وہ (غلام) شوہر اسے طلاق دے دے یا شوہر مرجائے تو کیا وہ باندی تیرے پاس نہیں لوٹ آئے گی؟ (یعنی لوٹ آئے گی۔ اس صورت میں پھر دونوں بہنیں ملک یمین کی وجہ سے وطی میں جمع ہوجائیں گی جو کہ ناجائز ہے) لہٰذا تیرے لیے سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تو اسے آزاد کردے (اگر دوسری سے ہم بستری کرنی ہے) ایاس کہتے ہیں کہ پھر حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو صورت آزاد عورتوں کی تجھ پر حرام ہے وہی صورت باندیوں کی بھی تجھ پر حرام ہے۔ البتہ تعداد میں دونوں کی صورت ایک نہیں۔ (تلخیص الحبیر) میں کہتا ہوں کہ ابن

٣٠٩٩- عن علی رضی اللہ عنہ: "اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْاُخْتَيْنِ الْمَمْلُوْكَتَيْنِ، فَقَالَ: اِذَا اَحَلَّتْ لَكَ وَحَرَّمَتْ عَلَيْكَ اُخْرٰى، فَاِنَّ اَمْلَكَهُمَا اٰيَةُ الْحَرَامِ"، رواه ابن ابی شیبة (کنز العمال ٨: ٢٩٢)۔

٣١٠٠- عن ابن شهاب، عن قبيصة بن ذويب: "اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عَنِ الْاُخْتَيْنِ مِنْ مِلْكِ الْيَمِيْنِ هَلْ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا؟ فَقَالَ عُثْمَانُ: اَحَلَّتْهُمَا اٰيَةٌ، وَحَرَّمَتْهُمَا اٰيَةٌ اُخْرٰى فَاَمَّا اَنَا فَلَا اُحِبُّ اَنْ اَصْنَعَ ذٰلِكَ، قَالَ: فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَقِيَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ لِيْ مِنَ الْاَمْرِ بِشَيْءٍ ثُمَّ وَجَدْتُّ اَحَدًا فَعَلَ ذٰلِكَ لَجَعَلْتُهٗ نَكَالًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: "اَرَاهُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ۔ رواه مالك فی "الموطا" (١٩٥) ۔وفيه ايضا مالك انه بلغه عن الزبير بن العوام مثل ذلك۔ ورواه عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عبيدالله قال: "سأل رجل عثمان فذكره وصرح به علی (التلخيص الحبير ٢: ٣٠٣)۔

ابی شیبہ کی حدیث کے تمام راوی حجت پکڑنے کے لائق ہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح نکاح میں دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا ناجائز اور حرام ہے اسی طرح ملک یمین کی وجہ سے بھی دو بہنوں کو وطی میں جمع کرنا ناجائز ہے۔ لیکن چار سے زیادہ آزاد عورتیں آپ نکاح میں نہیں رکھ سکتے، لیکن باندیوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں۔ جتنی مرضی آئے رکھ لیں۔

٣٠٩٩۔ حضرت علیؓ سے دو ایسی بہنوں کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی کی باندی ہوں تو آپؓ نے فرمایا کہ ایک آیت تیرے لیے اسے حلال کرتی ہے اور دوسری آیت تیرے لیے اسے حرام قرار دیتی ہے۔ لیکن حرام کرنے والی آیت پر عمل کرنے میں ہی احتیاط ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ: حلت والی آیت سے مراد "ما ملکت ایمانکم" ہے اور حرمت والی آیت "ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف" ہے۔ دوسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز میں حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب آ کر رہتا ہے۔ نیز اگر کسی مسئلہ میں محرم اور محلل دونوں قسم کی روایات ہوں تو محرم روایت کو لینا راجح ہے، اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

٣١٠٠۔ قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے پوچھا کہ کیا دو بہنوں کو ملک یمین کی وجہ سے اکٹھا رکھنا درست ہے؟ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ایک آیت اسے حلال کہتی ہے اور دوسری آیت اسے حرام کہتی ہے۔ لیکن اس طرح کرنا مجھے پسند نہیں۔ قبیصہ کہتے ہیں کہ پھر وہ آدمی وہاں سے چلا گیا اور ایک اور آدمی سے ملا اور ان سے بھی یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا

بَابُ مَنُ تَحْرُمُ مِنُ اَهْلِ قَرَابَةِ الْمَرْاَةِ

۳۱۰۱- عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا-رواه الجماعة، و فی روایة: نَهٰى اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَ عَمَّتِهَا، وَبَيْنَ الْمَرْاَةِ وَ خَالَتِهَا- رواه الجماعة الا ابن ماجة والترمذی، والاحمد والبخاری والترمذی من حدیث جابر مثل لفظ الاول- قال ابن عبدالبر: حدیث ابی هریرة اکثر طرقه متواترة عنه، و زعم قوم انه تفرد به وليس كذلك(نیل الاوطار ۶:۵۸)-

بَابُ جَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ اِمْرَاَةٍ وَبِنْتِ زَوْجٍ كَانَ لَهَا مِنْ قَبْلُ

۳۱۰۲- قال البخاری رحمه الله تعالی فی صحیحه: "وَجَمَعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ

کہ اگر میں حاکم ہوتا اور کسی کو ایسا کرتے دیکھتا تو اسے سخت سزا دیتا اور قابل عبرت بنا دیتا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ صحابی حضرت علیؓ تھے۔ (مؤطا مالک) اور مؤطا امام مالک میں ہی ہے کہ زبیر بن العوامؓ سے بھی اسی طرح کے سخت الفاظ مروی ہیں اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمانؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا الخ، اس میں اس کی تصریح ہے کہ وہ آدمی حضرت علیؓ ہی تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا حضرت علیؓ ملک یمین میں دو بہنوں کو اکٹھا کرنے کو برا اور حرام سمجھتے تھے اس لیے اب اُس روایت سے استدلال کرنا غلط ہے جس میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "لا احرمہ ولا احلہ" کیونکہ پہلے آپ متردد تھے لیکن پھر مسئلہ واضح ہونے پر آپ نے حرمت کے قول کو اختیار کیا۔

باب بیوی کی کونسی رشتہ دار عورتیں مرد پر حرام ہیں

۳۱۰۱۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس سے منع کیا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے (اسے جماعت نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خالہ اور بھانجی کو یا پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی)۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کی مذکورہ حدیث کے اکثر طرق آپ ﷺ سے متواتر ہیں۔

فائدہ: اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اور روافض یا خوارج کا **واحل لکم ماوراء ذلکم** سے اس بات پر استدلال کرنا کہ قرآن میں مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی ہر عورت سے نکاح کرنا حلال اور جائز ہے "غلط" ہے۔ کیونکہ یہ حدیث متواتر ہے اور متواتر حدیث کے ساتھ قرآن کی تخصیص کرنا جائز ہے۔

باب عورت اور اس کے پچھلے خاوند کی دوسری بیوی کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

۳۱۰۲۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت علیؓ (کے انتقال کے بعد) ان کی بیوی اور ان کی بیٹی کو نکاح میں جمع کیا (وہ بیٹی دوسری بیوی سے تھی) اور فتح الباری میں ہے کہ بغوی نے بھی جعدیات میں متصل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ

اِبْنَةِ عَلِيٍّ رضی اللّٰہ عنہ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ ﷺ اھ"۔ وفی "فتح الباری" (۱۲۳:۹): وصلہ البغوی فی الجعدیات من طریق عبدالرحمن بن مھران انہ قال: جَمَعَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ جَعْفَر بَيْنَ زَيْنَبَ بِنْتِ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ ﷺ لَيْلٰى بِنْتِ مَسْعُوْدٍ"۔ واخرجہ سعید بن منصور من وجہ آخر فقال: لَيْلٰى بِنْتُ مَسْعُوْدِ النَّهْشَلِيَّةُ وَأُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ رضی اللّٰہ عنہ لِفَاطِمَةَ فَكَانَتَا اِمْرَأَتَيْهِ۔ وَ قَوْلُهٗ: "لِفَاطِمَةَ" اَیْ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ، وَلَا تَعَارُضَ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ فِیْ زَيْنَبَ وَأُمِّ كُلْثُوْمٍ، لِأَنَّهٗ تَزَوَّجَهُمَا وَاحِدَةً بَعْدَ أُخْرٰی مَعَ بَقَاءِ لَيْلٰى فِیْ عِصْمَتِهٖ وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ مُبَيِّنًا عِنْدَابْنِ سَعْدٍ اھ"۔

۳۱۰۳- وفیہ ایضا: "اخرج ابن ابی شیبۃ من طریق ایوب عن عکرمۃ بن خالد أَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ صَفْوَانَ تَابِعِی، (تقریب۱۲۲) تَزَوَّجَ اِمْرَأَةَ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيْفٍ وَابْنَتَهٗ اَیْ مِنْ غَيْرِهَا قَالَ أَيُّوْبُ: فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ ابْنُ سِيْرِيْنَ فَلَمْ يَرَبِهٖ بَأْسًا وَقَالَ: نُبِّئْتُ أَنَّ رَجُلًا كَانَ بِمِصْرَ اِسْمُهٗ جَبَلَةُ، جَمَعَ بَيْنَ اِمْرَأَةِ رَجُلٍ وَبِنْتِهٖ مِنْ غَيْرِهَا۔ وَأَخرج الدار قطنی من طریق ایوب ایضا عن ابن سیرین: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مِصْرَ كَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ يُقَالُ لَهٗ جَبَلَةُ فَذَكَرَہ اھ"۔

عبداللہ بن جعفر نے حضرت علیؓ کی بیوی اور ان کی بیٹی زینب کو اپنے نکاح میں جمع کیا (جبکہ وہ بیٹی دوسری بیوی سے تھی) اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی کی بیوی لیلیٰ نھشلیۃ بنت مسعود اور حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم کو جو فاطمہؓ سے تھی، اپنے نکاح میں جمع کیا۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ عبداللہ بن جعفر نے یکے بعد دیگرے حضرت علیؓ کی دو بیٹیوں سے نکاح کیا جبکہ لیلیٰ (حضرت علیؓ کی بیوی) آپؓ کے نکاح میں باقی رہیں۔

۳۱۰۳۔ عکرمہ بن خالد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن صفوان تابعی نے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی کی بیوی اور اس کی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کیا جبکہ وہ بیٹی دوسری بیوی سے تھی۔ ایوب راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں ابن سیرین سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ مصر میں جبلہ نامی مرد نے کسی مرد کی بیوی اور اس کی دوسری بیوی سے ہونے والی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کیا (مصنف ابن ابی شیبہ) اور دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ مصر کا یہ آدمی صحبت یافتہ (یعنی صحابی تھا) تھا جسے جبلہ کہا جاتا تھا۔

فائدہ: آثار کی دلالت ترجمۃ الباب پر ظاہر ہے۔ مغنی میں موفق فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم عورت اور اس کی ربیبۃ کو نکاح میں جمع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر اور صفوان بن امیۃ نے بھی ایسا کیا اور تقریباً سارے فقہاء کا ماسوا چند کے یہی قول ہے۔ اور اس پر قرآن کی آیت ﴿واحل لکم ماوراء ذلکم﴾ بھی دلالت کرتی ہے۔ نیز ان دونوں کے درمیان کوئی قرابت بھی نہیں پس یہ دو اجنبی عورتوں کی طرح ہیں۔

بَابُ مَنْ زَنٰی بِامْرَاَۃٍ حَرُمَتْ عَلَیْہِ اُمُّہَا وَبِنْتُہَا

۳۱۰۴- عن ام هانیء رضی الله عنها مرفوعا: "مَنْ نَظَرَ اِلٰی فَرْجِ اِمْرَاَۃٍ لَمْ تَحِلَّ لَہٗ اُمُّہَا وَلَا بِنْتُہَا" رواه ابن ابی شیبة و اسناده مجهول، قاله البیهقی (فتح الباری ۹:۱۳۵)۔

۳۱۰۵- عن الحسن البصری، عن عمران بن حصینؓ، قَالَ فِیْمَنْ فَجَرَ بِاُمِّ اِمْرَاَتِہٖ: "حَرُمَتَا عَلَیْہِ"۔ رواه عبدالرزاق، ولا باس باسناده (فتح الباری ۹:۱۳۵)۔

۳۱۰۶- عن عائشة رضی الله عنها اَنَّہَا قَالَتْ: "اِخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَۃَ فِیْ غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: ھٰذَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِبْنُ اَخِیْ عُتْبَۃَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَہِدَ اِلَیَّ اَنَّہٗ اِبْنُہٗ، اُنْظُرْ اِلٰی شَبَہِہٖ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَۃَ: ھٰذَا اَخِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِ اَبِیْ مِنْ وَلِیْدَتِہٖ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلٰی شَبَہِہٖ فَرَاٰی شَبَہًا بَیِّنًا بِعُتْبَۃَ فَقَالَ: ھُوَ لَکَ یَا عَبْدُ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِیْ مِنْہُ یَا سَوْدَۃُ بِنْتَ زَمْعَۃَ! قَالَتْ: فَلَمْ یَرَ سَوْدَۃَ قَطُّ"، رواه

مرد جس عورت سے زنا کرے تو اس کی ماں اور اس کی بیٹی اس پر حرام ہو جاتی ہیں

۳۱۰۴۔ ام ہانیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھا تو اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی اس کے لیے حلال نہیں (یعنی ان سے نکاح نہیں کر سکتا) (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ بیہقی نے اس کی سند کو مجہول کہا ہے (فتح)

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن مقصود پر صراحۃً دلالت کرتی ہے اور ہم نے اس کو تائیداً ذکر کیا ہے اس لیے کہ اگلی دو حدیثیں بھی مقصود پر دال ہیں۔

۳۱۰۵۔ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنی ساس کے ساتھ برائی کی تو دونوں (ماں بیٹی) اس پر حرام ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کی سند لاباس بہ کے درجہ میں ہے (یعنی حجت پکڑنے کے قابل ہے)۔

۳۱۰۶۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہؓ نے ایک بچے کے بارے میں جھگڑا کیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور انہوں نے مجھے کہا تھا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ آپ ﷺ اس میں شباہت ملاحظہ فرمالیں۔ عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے فراش پر اس کی لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ واضح طور پر عتبہ کے مشابہ ہے اور فرمایا کہ اے عبد! یہ تیرا ہے۔ لڑکا اس کا ہے جس کے فراش پر پیدا ہو اور زانی کے لئے محرومی ہی محرومی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ سے فرمایا، اے سودہ! اس سے پردہ کر۔ اس

مسلم فی "صحیحه" (۲: ۴۷۰ و ۴۷۱)۔

لا يجوز ان ينكح اخت مطلقته حتى تنقضى عدتها وكذا لا يجوز ان ينكح خامسة قبل انقضاء عدة واحدة من الاربع

۳۱۰۷- اخبرنا اسماعيل بن عياش قال: حدثنى سعيد بن يوسف، عن يحيى بن ابى كثير قال: قَضٰى عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ ؓ فِي الرَّجُلِ يَكُوْنُ تَحْتَهٗ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَطَلَّقَ اِحْدَاهُنَّ قَالَ: لَا تُنْكَحُ اِمْرَاَةٌ حَتّٰى يَخْلُوَ اَجَلُ الَّتِيْ طَلَّقَ۔ رواه الامام محمد بن الحسن فى كتاب الحجج (ص ۳۳۵) ورجاله محتج بهم۔

کے بعد اس نے سودہؓ کو کبھی نہیں دیکھا (مسلم)

فائدہ: فراش سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی جائے خواہ وطی نکاح سے ہو یا ملک یمین سے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ نیز اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ شہوت سے چھونا بیوی کی ماں اور اس کی بیٹی کو حرام کرنے میں بمنزلہ وطی کے ہے اور مقدمات زنا کے موجب تحریم ہونے پر اجلہ تابعین کا اتفاق ہے اور یہ عمران بن حصینؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ کا قول ہے (یہاں پر بھی احناف نے آثار صحابہؓ کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا) اور آخری حدیث کا یہی مقتضا ہے کہ فراش کی وجہ سے آپ ﷺ نے لڑکا تو زمعہ کو دے دیا لیکن پھر سودہ کو جو کہ زمعہ کی ہی بیٹی تھی اس لڑکے سے پردہ کرنے کو بھی کہا جو اس بات کی صراحۃً دلیل ہے کہ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ ام ہانی کا مرسل اثر اس پر واضح دلیل ہے لہٰذا احناف کا مسلک روایۃً ودرایۃً مضبوط وراجح ہے۔ باقی ابن عباسؓ سے جو عدم حرمت کا قول مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے حرمت کا قول بھی مروی ہے لہٰذا "اذا تعارضا تساقطا" کے تحت ان کا قول حجت نہ رہے گا۔ نیز حرمت حدیثِ مرفوع سے ثابت ہے تو لہٰذا ابن عباسؓ کا قول اس کے معارض نہیں بن سکتا۔ اور پھر تطبیق ممکن نہ ہونے کی صورت میں محرم کو مبیح پر ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا حرمت ہی راجح ہے۔

باب آدمی اپنی مطلقہ عورت کی عدت گذرنے سے قبل اس کی بہن سے اور چار میں سے ایک مطلقہ عورت کی عدت گذرنے سے قبل پانچویں سے نکاح نہیں کر سکتا

۳۱۰۷- یحییٰ بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فیصلہ فرمایا کہ جس آدمی کے پاس چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دیدے تو وہ اس وقت تک کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ اس مطلقہ عورت کی عدت نہ گذر جائے۔ (کتاب الحجج) اس کے تمام راوی حجت پکڑنے کے قابل ہیں۔

۳۱۰۸- اخبرنا عباد بن العوام قال: "اخبرنا سعید بن ابی عروبة، حدثنا قتادة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه قال: "لَایَتَزَوَّجُ خَامِسَةً حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّةُ الَّتِیْ طَلَّقَ حَامِلاً کَانَتْ اَوْغَیْرَ حَامِلٍ، وَکَذٰلِکَ فِی الْاُخْتَیْنِ" رواہ الامام محمد بن الحسن فی کتاب الحجج (ص ۳۳۵)۔

۳۱۰۹- اخبرنا محمد بن عمروقال: اخبرنا اسماعیل بن اسحاق بن حازم، عن ابی الزناد عن سلیمان بن یسار: اَنَّ خَالِدَ بْنَ عُقْبَةَ کُنَّ تَحْتَهٗ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَطَلَّقَ وَاحِدَةً ثَلَاثًا، فَزَوَّجَ خَامِسَةً قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِیَ الْعِدَّةُ، فَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ۔ وَاَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمَئِذٍ مُتَوَافِرُوْنَ"۔(رواہ محمد فی الحجج ۳۳۴ و ۳۳۵)۔

بَابُ جَوَازِ نِکَاحِ الْمُسْلِمِ نِسَاءَ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا الْمَجُوْسِیَاتِ

۳۱۱۰- عن شقیق قال: "تَزَوَّجَ حُذَیْفَةُ اِمْرَاَةً یَهُوْدِیَّةً، فَکَتَبَ اِلَیْهِ عُمَرُ: خَلِّ سَبِیْلَهَا، فَکَتَبَ اِلَیْهِ اِنْ کَانَتْ حَرَامًا فَعَلْتُ، فَکَتَبَ عُمَرُ: اِنِّیْ لَا اَزْعَمُ اَنَّهَا حَرَامٌ، لٰکِنْ

۳۱۰۸۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی پانچویں عورت سے نکاح نہ کرے یہاں تک کہ مطلقہ (چوتھی عورت) کی عدت گذر جائے۔ خواہ وہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔ اور یہی حکم دو بہنوں کے بارے میں ہے (یعنی اگر ایک عورت کو طلاق دے تو اس کی بہن سے نکاح نہ کرے یہاں تک کہ پہلی بہن کی عدت گذر جائے)۔ (کتاب الحجج)

۳۱۰۹۔ سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ خالد بن عقبہ کے پاس چار عورتیں تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک عورت کو طلاق دیدی۔ پھر اس نے اس مطلقہ عورت کی عدت ختم ہونے سے قبل ہی پانچویں عورت سے نکاح کرلیا تو مروان بن الحکم نے ان میں جدائی کرادی اور صحابہ کرامؓ اس وقت کثیر تعداد میں موجود تھے۔ (کتاب الحجج)۔

فائدہ: احادیث کی دلالت باب کے دونوں اجزاء پر واضح ہے۔ عبیدۃ سلیمانی فرماتے ہیں کہ اس طرح صحابہؓ نے کسی چیز پر اجماع نہیں کیا کہ جس طرح انہوں نے ظہر سے قبل چار رکعت کے سنت ہونے پر اور عورت کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کے جائز نہ ہونے پر اجماع کیا ہے۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا پانی ایک وقت میں دو بہنوں میں جمع نہ ہو۔

باب مسلمان، اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے لیکن مجوسی عورتوں سے نہیں

۳۱۱۰۔ شقیق کہتے ہیں کہ حذیفہؓ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اے

اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مُوْمِسَةً" (اى فاجرة كما فى "القاموس")، رواه ابن ابى شيبة بسند لا باس به (التلخيص الحبير ۲:۳۰۳)۔

۳۱۱۱- عن عثمان رضی اللہ عنہ "اَنَّهُ نَكَحَ اِبْنَةَ الْفَرَافِصَةِ الْكَلْبِيَةِ وَهِىَ نَصْرَانِيَّةٌ عَلٰى نِسَائِهٖ، ثُمَّ اَسْلَمَتْ عَلٰى يَدَيْهِ"۔ رواه البيهقى (التلخيص الحبير ۲:۳۰۳)۔

۳۱۱۲- نا ابراهيم بن الحجاج، نا ابورجاء جار لحماد بن سلمة، نا الاعمش عن زيد بن وهب، قال: "كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَذَكَرَ مَنْ عِنْدَهُ الْمَجُوْسُ فَوَثَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: اَشْهَدُ بِاللّٰهِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، لَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اِنَّمَا الْمَجُوْسُ طَائِفَةٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ، فَاحْمِلُوْهُمْ عَلٰى مَا تَحْمِلُوْنَ عَلَيْهِ اَهْلَ الْكِتَابِ"۔ رواه ابن ابى عاصم فى كتاب النكاح بسند حسن (التلخيص الحبير ۲:۳۰۲)

چھوڑ دے۔ حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر تو یہ حرام ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لکھا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے، لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ زانیہ ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند لاباس بہ ہے (یعنی حجت پکڑنے کے قابل ہے)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز تو ہے لیکن پسندیدہ نہیں۔

۳۱۱۱۔ عثمانؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں پر فرافصہ کلبیہ کی بیٹی سے نکاح کیا اور وہ عیسائی تھی۔ پھر وہ آپؓ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی (بیہقی)

۳۱۱۲۔ زید بن وہب فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایسے آدمی کا تذکرہ ہوا جس کے پاس مجوسی عورت ہے (یعنی اس کے نکاح میں ہے) تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اچھل کر فرمایا کہ قسم بخدا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجوسی، اہل کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔ تو ان سے بھی وہی معاملہ کرو جو تم اہل کتاب سے کرتے ہو، اسے ابن ابی عاصم نے کتاب النکاح میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (تلخیص حبیر)

فائدہ: اس حدیث میں مجوس کو اہل کتاب سے تشبیہ جزیہ میں دی گئی ہے، نکاح کے مسئلہ میں نہیں۔ یعنی ان سے بھی اہل کتاب کی طرح جزیہ لو۔ جیسا کہ اگلی احادیث اس پر دال ہیں۔ باقی محض جزیہ لینا ہی ان کے اہل کتاب ہونے کے لئے کافی نہیں کیونکہ زہری سے پوچھا گیا کہ کیا غیر اہل کتاب سے جزیہ لیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں! حضور ﷺ نے اہل بحرین سے، عمرؓ نے اہل سواد سے اور عثمانؓ نے بربر سے جزیہ لیا جبکہ یہ سب غیر اہل کتاب تھے، نیز حضرت عمرؓ کا یہ فرمان کہ مجھے معلوم نہیں کہ "میں مجوس کے ساتھ کیا معاملہ کروں" بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کے ہاں مجوس اہل کتاب نہ تھے اور نہ ہی کسی صحابی کے ہاں وہ اہل کتاب تھے ورنہ

۳۱۱۳- عن قیس (وھو ابن الربیع الزیلعی) بن مسلم عن الحسن (تابعی جلیل) ابن محمد بن علی: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَتَبَ اِلٰی مَجُوْسِ ھَجَرٍ یَعْرِضُ عَلَیْھِمُ الْاِسْلَامَ، فَمَنْ اَسْلَمَ قُبِلَ مِنْہُ وَمَنْ لَّمْ یُسْلِمْ ضُرِبَتْ عَلَیْہِ الْجِزْیَۃُ غَیْرَ نَاکِحِیْ نِسَائِھِمْ وَلَا آکِلِیْ ذَبَائِحِھِمْ۔ رواہ عبدالرزاق وابن ابی شیبة فی مصنفیھما۔ وذکرہ ابن ابی شیبة فی النکاح و عبدالرزاق فی کتاب اھل الکتاب، ولفظہ فیہ: "وَلَا تُؤْکَلُ لَھُمْ ذَبِیْحَۃٌ، وَلَا یُنْکَحُ فِیْھِمْ اِمْرَاَۃٌ" (زیلعی ۲:٤)، قلت: سندہ مرسل و قیس مختلف فیہ وھوحسن الحدیث علی الاصل الذی ذکرناہ غیر مرة۔

۳۱۱٤- اخبرنا محمد بن عمر وھوالواقدی، حدثنی عبدالحکم بن عبداللہ بن ابی فروة عن عبداللہ بن عمرو بن سعید بن العاص: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَتَبَ اِلٰی مَجُوْسِ ھَجَرٍ، یَعْرِضُ عَلَیْھِمُ الْاِسْلَامَ فَاِنْ اَبَوْا اَعْرِضْ عَلَیْھِمُ الْجِزْیَۃَ۔ بِاَنْ لَا یُنْکَحَ نِسَائُھُمْ، وَلَاتُؤْکَلَ ذَبَائِحُھُمْ"۔ و فیہ قصة رواہ ابن سعد فی "الطبقات" (زیلعی۲:٤) قال: "وفی الواقدی،

ان پر جزیہ لاگو کرنے میں تردد کا کیا معنی۔ تو لہٰذا حضور ﷺ کا فرمان "سنوابھم سنة اھل الکتاب" صحابہ کے ہاں اس کا مطلب یہ قطعاً نہ تھا کہ وہ اہل کتاب ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ جزیہ صرف اہل کتاب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام کفار کو شامل ہے، مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ عطاء سے پوچھا گیا کہ کیا مجوس اہل کتاب ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ ابوبکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اکثر فقہاء اور اکابر یہی کہتے ہیں کہ مجوس اہل کتاب نہیں۔ لیکن کچھ لوگ جن کی حیثیت شاذ کی ہے کہتے ہیں کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ اوران کے اہل کتاب نہ ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا﴾ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب دو گروہ ہیں یہود و نصاریٰ۔ اور اگر مجوس بھی اہل کتاب ہوتے تو اہل کتاب کے دو کی بجائے تین گروہ ہوتے۔

۳۱۱۳۔ حسن بن محمد بن علی (تابعی جلیل) سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوس کی طرف ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ لکھا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے گا اس کا اسلام قبول ہوگا اور جو شخص مسلمان نہیں ہوگا اس سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے ذبیحے کھائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق)۔ اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور ان کی کسی عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند مرسل ہے اور قیس مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے۔

۳۱۱٤۔ عمرو بن سعید بن العاص فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوس کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ لکھا کہ اگر انہوں نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تو میں ان پر جزیہ لاگو کر دوں گا، لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے ذبیحوں کو کھایا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد)

فائدہ: ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے لیکن مجوسیوں سے نکاح جائز

کلام"۔ قلت: ولکن الراجح توثیقه، کما قدمناه مرارا۔

۳۱۱۵- عن ابی میسرة (هو عمرو بن شرحبیل تابعی جلیل) هو الهمدانی قال: "إِمَاءُ أَهْلِ الْكِتَابِ بِمَنْزِلَةِ حَرَائِرِهِمْ"۔ رواه ابن ابی شیبة بسند صحیح (الجوهر النقی ۸۷:۲)

بَابُ جَوَازِ النِّكَاحِ فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ

۳۱۱۶- عن ابن عباس ﷺ قال: "تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰه عنها وَهُوَ مُحْرِمٌ"۔ رواه الائمة الستة فی کتبهم۔ وزاد البخاری: "وَبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ، وَمَاتَتْ بِسَرِفَ" (زیلعی ۴:۲)

۳۱۱۷- حدثنا محمد بن خزیمة قال: حدثنا معلی بن اسد قال: حدثنا ابو عوانة عن مغیرة عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشة، قالت: "تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْضَ نِسَآئِهٖ وَهُوَ مُحْرِمٌ"۔ رواه الطحاوی (۴۴۲:۱)۔ورجاله ثقات، و فی "فتح الباری" (۱۴۳:۹): صححه ابن حبان۔

نہیں۔ **فائدہ:** قرآن پاک کی آیت ﴿ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب صرف دو گروہ ہیں یعنی یہود ونصاریٰ اور اسی طرح قرآن کی آیت ﴿یا اهل الکتاب لستم علی شئ حتی تقیموا التوراة والانجیل﴾ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب وہ ہیں جو اہل تورات اور اہل انجیل ہیں یعنی یہود ونصاریٰ، ان کے علاوہ اور کوئی اہل کتاب نہیں۔

۳۱۱۵۔ ابو میسرہؒ (جو اجلہ تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی باندیاں ان کی آزاد عورتوں کی طرح ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح اہل کتاب کی آزاد عورتوں سے نکاح کرنا درست ہے اسی طرح اہل کتاب کی لونڈیاں رکھنا بھی جائز ہے۔

باب حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے

۳۱۱۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں میمونہؓ سے نکاح کیا (صحاح ستہ)۔اور بخاری میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے ہمبستری کی حلال ہونے کی حالت میں۔اور حضرت میمونہؓ سرف مقام پر فوت ہوئیں۔(بخاری)

۳۱۱۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں ایک عورت (میمونہؓ) سے نکاح کیا (طحاوی)۔اس کے راوی ثقہ ہیں اور فتح الباری میں ہے کہ ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۱۱۸- ثنا سلیمان بن شعیب الکیسانی ثنا خالد بن عبدالرحمن الخراسانی ثنا کامل ابو العلاء عن ابی صالح عن ابی هریرةؓ: "تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ"- رواه الطحاوی فی مشکل الحدیث، (الجوهر النقی ۲:۹۵)- ورجاله ثقات-

۳۱۱۹- حدثنا روح بن الفرج قال: ثنا احمد بن صالح قال: ثنا ابن ابی فدیك قال: حدثنی عبدالله بن محمد بن ابی بکر قال: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ، فَقَالَ: مَا بَاْسَ بِهٖ هَلْ هُوَ اِلَّا كَالْبَيْعِ- رواه الطحاوی(۲:۴۴) ورجاله رجال الصحیح الا الاول و قد وثقه الخطیب و قال فی فتح الباری (۹:۱۴۳)- اسناده قوی-

۳۱۲۰- حدثنا محمد بن خزیمة قال:" ثنا حجاج (وهوابن منهال) قال: ثنا جریر بن حازم عن سلیمان الاعمش، عن ابراهیم، اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَرٰى بَاْسًا اَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُحْرِمُ"- رواه الطحاوی(۱:۱۴۳)- ورجاله ثقات-

۳۱۱۸- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا (طحاوی)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۱۱۹- عبداللہ بن محمد بن ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ محرم کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔نکاح بھی بیع کی طرح ہے (طحاوی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں،سوائے پہلے راوی کے کہ اس کو بھی خطیب نے ثقہ کہا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس کی سند مضبوط ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح احرام کی حالت میں خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح نکاح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۳۱۲۰- ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(طحاوی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔البتہ حالتِ احرام میں وطی کرنا ناجائز ہے جیسا کہ اس پر پہلی حدیث دال ہے۔ اور باقی مسلم کی وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ **لا ینکح المحرم و لا ینکح** کہ محرم نہ نکاح کرے اور نہ اس سے نکاح کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس قول اور مذکورہ بالا احادیثِ متن میں مذکور فعل میں تطبیق دینے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کا یہ قول لا ینکح الخ افضلیت پر اور عمل محض جواز پر محمول ہے اور جوہر نقی میں ہے کہ "لا ینکح" کے الفاظ وطی پر محمول ہیں یعنی ہم بستری نہ کی جائے احرام کی حالت میں۔باقی خود عقد نکاح اس کا حدیث میں ذکر نہیں۔مزید تفصیل کتاب الحج میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ عَدَمِ جَوَازِ النِّكَاحِ بِالْاَمَةِ عَلَى الْحُرَّةِ وَجَوَازِ عَكْسِهٖ

۳۱۲۱- عن الحسن رضی اللہ عنہ: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُنْكَحَ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ"- رواه البیهقی فی "سننه"، وقال: "مرسل" كما فی الجوهر النقی(۸۶:۳)-وهو حجة عندنا

۳۱۲۲- عن جابر رضی اللہ عنہ: "لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْاَمَةِ"- اخرجه عبدالرزاق باسناد صحیح(دارية ۲۱۸)

بَابُ لَا تُبَاحُ لِلْحُرِّ بِالتَّزَوُّجِ اِلَّا الْاَرْبَعَ مِنَ النِّسَاءِ

۳۱۲۳- حدثنا مسددنا هشيم- رحمه الله تعالى- ونا وهب بن بقية عن ابن ابی ليلى عن حميضة بن الشمردل عن الحارث بن قيس، قال مسدد بن عميرة: و قال وهب الاسدی: قال: "اَسْلَمْتُ وَعِنْدِیْ ثَمَانُ نِسْوَةٍ،وقَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ "اِخْتَرْمِنْهُنَّ اَرْبَعًا"- وحدثنا به احمد بن ابراهيم: ناهشيم بهذا الحديث، فقال: قيس بن الحارث مكان الحارث بن القيس- قال احمد بن ابراهيم: هذا هو الصواب، يعنی قيس بن الحارث- رواه ابوداؤد(۱:۳۱۱)فی سننه و سكت عنه-

باب آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں،اس کے برعکس جائز ہے

(یعنی باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کرنا جائز ہے)

۳۱۲۱- حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا-(بیہقی)امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل ہے(جوہرنقی)میں کہتا ہوں کہ مرسل ہمارے ہاں حجت ہے-

۳۱۲۲- جابرؓ فرماتے ہیں کہ آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح نہ کیا جائے اور باندی کے ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے-(مصنف عبدالرزاق)اس کی سند صحیح ہے-

باب آزادمردایک وقت میں صرف چارعورتوں کونکاح میں رکھ سکتا ہے

۳۱۲۳- وہب اسدیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہواتو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں اوراس کا میں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،ان میں سے چار کا انتخاب کرلے-(ابوداؤد)ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے-لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے-

٣١٢٤- عن الزهری، عن ابیه: "أَنَّ غَيْلَانَ أَسْلَمَ وَتَحْتَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "اِخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا، وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ" - رواه الامام الشافعی والترمذی وابن ماجة وابن حبان فی "صحیحه"، والحاکم فی "مستدرکه"، وابوداود عن الزهری، و قال ابو حاتم: "زیادة و هی من الثقة مقبولة"- و صححه البیهقی و ابن القطان ایضا (کنز العمال ٨: ٢٥١)-

٣١٢٥- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "أَسْلَمَ غَيْلَانُ وَعِنْدَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَمْسِكْ أَرْبَعًا، وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ" - رواه ابن حبان فی "صحیحه" (کنز العمال ٨: ٣٩١) وسنده صحیح علی قاعدة العلامة الحافظ السیوطی-

٣١٢٦- اخبرنا ابو حنیفة قال: حدثنا قیس بن مسلم الجدلی (ثقة کما فی التقریب ص ٢١١) عن الحسن (تابعی جلیل) بن محمد بن علی بن ابی طالب فی قول اللّٰه: "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ" (النساء- ٢٤)- قال: كَانَ يَقُوْلُ: "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ" (النساء- ٢٣)- قَالَ: أُحِلَّ لَكُمْ أَرْبَعٌ، ﴿وَحُرِّمَتْ

۳۱۲۴۔ زہری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ غیلان جب مسلمان ہوئے تو اس کے نکاح میں دس عورتیں تھیں تو حضور ﷺ نے (اس سے) فرمایا کہ ان میں سے چار کا انتخاب کر لے اور باقی کو (طلاق دے کر) چھوڑ دے (ترمذی، ابن ماجہ، شافعی، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)۔ بیہقی اور ابن القطان نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۳۱۲۵۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غیلان جب مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس عورتیں تھیں، حضور ﷺ نے (اس سے) فرمایا کہ چار رکھ لے اور باقیوں کو آزاد کر دے۔ (صحیح ابن حبان) علامہ سیوطی کے قاعدہ پر اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۲۶۔ حسن بن محمد بن علیؓ اللہ کے اس فرمان **والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم** (تم پر محصنہ عورتیں بھی حرام ہیں البتہ باندیاں حلال ہیں) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں ہے کہ **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع** (تم جن عورتوں سے چاہو نکاح کر لو خواہ وہ دو یا تین یا چار ہوں) یعنی تمہارے لیے چار آزاد عورتیں حلال ہیں اور چار کے بعد آزاد عورتیں حرام ہیں البتہ مملوکہ (باندیوں) کی کوئی حد بندی نہیں (کتاب الآثار محمد)

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد صرف چار عورتیں ہی بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے اور باقی آپ ﷺ کا چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ نیز فتح الباری کے مصنف نے چار سے زیادہ عورتیں حلال نہ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ بہر حال اہل تشیع (قاتلھم اللہ) جواز کے قائل ہیں لیکن ان کا قول قابل اعتناء نہیں۔

عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾الی آخر الآية، قال: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمُحْصَنَاتُ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ بَعْدَ الْاَرْبَعِ"۔ رواه الامام محمد فی "كتاب الآثار"(٦٠)۔

بَابُ لَا يَجُوزُ اَنْ يَتَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَوْقَ اِمْرَاَتَيْنِ

٣١٢٧- روى الشافعي عن عمر﷛ قال: يَنْكِحُ الْعَبْدُ اِمْرَاَتَيْنِ۔ ورواه عن علی و عبدالرحمن بن عوف، قال الشافعي: ولا يعرف لهم من الصحابة مخالف۔ واخرجه ابن ابی شيبة عن عطاء والشعبی والحسن وغيرهم(التلخيص الحبير ٢:٣٠٣)۔

٣١٢٨- عن الحكم بن عتيبة: "اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى اَنْ لَّا يَنْكِحَ الْعَبْدُ اَكْثَرَ مِنْ اِثْنَتَيْنِ"۔ رواه ابن ابی شيبة، والبيهقی من طريقه (التلخيص الحبير٢:٣٠٣)۔

بَابُ الرَّجُلِ يَكُونُ عِنْدَهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ وَاحِدَةً بَائِنَةً اَنَّهُ لَا يَتَزَوَّجُ اُخْرىٰ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّةُ الَّتِي طَلَّقَ

٣١٢٩- اخبرنا محمد بن عمر قال: اخبرنا اسماعيل بن اسحاق بن حازم عن ابی الزناد

باب غلام دوعورتوں کو ہی بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے

۳۱۲۷۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ غلام (ایک وقت میں) دوعورتوں کو ہی نکاح میں رکھے۔ یہ مضمون حضرت علیؓ و عبدالرحمنؓ بن عوف سے بھی مروی ہے۔ (شافعیؒ) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں سے کسی صحابیؓ نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی۔ گویا اس پر اجماع ہے کہ غلام صرف دو بیویاں رکھ سکتا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی عطاء، شعبی اور حسن سے یہی مضمون روایت کیا ہے۔

۳۱۲۸۔ حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ غلام (ایک وقت میں) دو سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھے (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)۔

فائدہ: لہٰذا نیل الاوطار میں حضرت ابوالدرداءؓ سے جو ضعیف قول غلام کے لئے چار عورتیں رکھنے کا مروی ہے وہ اس اجماع کے مقابل ہونے کی بنا پر مردود ہے۔

باب جس آدمی کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق بائن دیدے تو پانچویں سے اس وقت تک نکاح نہ کرے یہاں تک کہ چوتھی مطلقہ کی عدت گذر جائے

فائدہ: طلاق رجعی میں بطریق اولی پانچویں سے نکاح کرنا عدت میں جائز نہیں۔

۳۱۲۹۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ خالد بن عقبہ کے نکاح میں چار عورتیں تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک کو تین طلاقیں دیدیں۔ اور اس کی عدت کے گذرنے سے قبل اس نے پانچویں سے نکاح کرلیا تو مروان بن حکم نے ان میں جدائی کردی اور صحابہ کرامؓ

عن سلیمان بن یسار: "اَنَّ خَالِدَ بْنَ عُقْبَةَ كُنَّ تَحْتَهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَطَلَّقَ وَاحِدَةً ثَلَاثاً فَزَوَّجَ الْخَامِسَةَ قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَاَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَئِذٍ مُتَوَافِرُوْنَ"۔ رواہ الامام محمد فی "کتاب الحجج" (۳۳۴و۳۳۵)۔ولم اعرف اسماعیل بن اسحاق، و بقیته ثقات، ورواہ عبدالرزاق بسند صحیح، کما ذکرناہ فی الحاشیة۔

۳۱۳۰- اخبرنا اسماعیل بن عیاش قال: حدثنی سعید بن یوسف عن یحیی بن کثیر (الصحیح عندی: یحیی بن ابی کثیر، مؤلف) قال: "قَضٰی عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ فِي الرَّجُلِ يَكُوْنُ تَحْتَهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ اِحْدَاهُنَّ، قَالَ: لَا تُنْكَحُ اِمْرَاَةٌ حَتّٰى يَخْلُوَ اَجَلُ الَّتِيْ طَلَّقَ"۔ رواہ الامام محمد فی الحجج (۳۳۵) و سندہ منقطع محتج بہ۔

۳۱۳۱- اخبرنا عباد بن العوام قال: اخبرنا سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن الحسن فِيْ الرَّجُلِ يَكُوْنُ تَحْتَهُ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ اِحْدَاهُنَّ ثَلَاثاً، قَالَ: "كَانَ لَا يَرٰى بَاساً اَنْ يَّتَزَوَّجَ خَامِسَةً مَالَمْ تَكُنِ الَّتِيْ طَلَّقَ حَامِلاً، وَكَذٰلِكَ فِي الْاُخْتَيْنِ"۔ قال سعید: وحدثنا قتادة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه قال: "لَا يَتَزَوَّجُ خَامِسَةً حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّةُ الَّتِيْ طَلَّقَ حَامِلاً كَانَتْ اَوْ غَيْرَ حَامِلٍ، وَكَذٰلِكَ فِي الْاُخْتَيْنِ۔ رواہ الامام محمد فی "الحجج"

کثیر تعداد میں موجود تھے (کتاب الحجج)۔ اسماعیل بن اسحاق کا حال مجھے معلوم نہیں اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث مصنف عبدالرزاق نے صحیح سند سے روایت کی ہے (اور پھر امام محمدؒ جیسے مجتہد کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے)۔

فائدہ: یعنی کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا گویا صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔

۳۱۳۰۔ یحیٰی بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس آدمی کے بارے میں جس کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دیدے، فرمایا کہ جب تک اس مطلقہ عورت کی عدت نہ گذر جائے وہ کسی اور عورت سے نکاح نہ کرے۔ (کتاب الحجج) اس کی سند منقطع ہے لیکن امام محمد مجتہد نے اس سے حجت پکڑی ہے (جو اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے)۔

۳۱۳۱۔ سعید، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ جس آدمی کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دیدے تو اگر وہ مطلقہ حاملہ نہیں ہے تو پانچویں سے (عدت گذرنے سے قبل) نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہی حکم دو بہنوں کا ہے۔ (یعنی ایک بہن کو طلاق دے اور وہ حاملہ نہ ہو تو دوسری بہن سے عدت گذرنے سے قبل نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔ اور سعید ہی قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ چوتھی مطلقہ عورت کی عدت گذرنے تک وہ پانچویں عورت سے نکاح نہ کرے خواہ وہ مطلقہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ اور یہی حکم دو بہنوں کا ہے (یعنی اگر ایک بہن کو طلاق دے تو اس کی عدت گذرنے

(۳۳۵) ورجاله رجال الجماعة الا ان السند منقطع بين قتادة وابن عباس۔

بَابُ اَنَّ جَوَازَ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ مَنْسُوْخٌ

۳۱۳۲- عن: سبرة الجهنی ﷺ: "اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَیْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهُ، وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا"۔ رواه مسلم (۱:۴۵۱)۔

۳۱۳۳- عن ابی هريرة مرفوعاً: "حَرَّمَ اَوْهَدِمَ الْمُتْعَةَ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ، وَالْعِدَّةُ

تک دوسری بہن سے نکاح نہ کرے خواہ پہلی مطلقہ بہن حاملہ ہو یا نہ ہو) (کتاب الحجج)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن قتادہ اور ابن عباسؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

فائدہ: ابن عباسؓ کے اثر سے معلوم ہوا کہ چوتھی مطلقہ کی عدت گذرنے تک پانچویں سے نکاح نہیں کرسکتا خواہ وہ چوتھی مطلقہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ اور حسن بصریؒ تابعی کا قول ابن عباسؓ جلیل القدر صحابی کے فتوی کے معارض نہیں بن سکتا۔ پھر خود حسن بصریؒ کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ وہ مطلقہ کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور اسی طرح حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ کوئی شخص کسی عورت کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس کی عدت گذرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح کرے۔ اور ان دونوں اثروں کی سند جماعت کی شرط پر صحیح ہے اور متقدمین کی اصطلاح میں کراہت حرمت کے معنی میں ہوتی ہے۔ اسی طرح عطاء بن ابی رباح سے بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کو طلاق دیدے تو کیا وہ پانچویں سے نکاح کرسکتا ہے تو عطاء نے فرمایا مطلقہ کی عدت گذرنے کے بعد نکاح کرسکتا ہے۔ اور اسی قسم کا قول صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ فائدہ: نکاح متعہ کا جواز اگرچہ منسوخ ہے لیکن متعہ کرنے والے پر حد زنا نہیں لگائی جائے گی کیونکہ حدود ادنیٰ شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور متعہ میں دو شبہے ہیں: (۱) ممکن ہے کہ متعہ کرنے والے کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ قرن اول اور قرن ثانی میں اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف رہا ہے۔ باقی حضرت عمرؓ سے منقول "لو کنت تقدمت فیها لرجمت" تہدید پر محمول ہے لیکن یاد رکھیں متعہ کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔

باب نکاحِ متعہ کا جواز منسوخ ہے

۳۱۳۲۔ سبرۃ جہنی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور لیکن اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔ اور جس کے پاس متعہ پر کوئی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے۔ اور جو چیز تم انہیں دے چکے ہو وہ واپس نہ لو (مسلم)۔

۳۱۳۳۔ ابو ہریرۃؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نکاح، طلاق، عدت اور میراث کے احکام نے متعہ کی رسمِ باطل کو حرام اور منہدم کر دیا ہے۔ (دار قطنی) ابن قطان اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

خیرات"- اخرجه الدار قطنی و قال ابن القطان فی "کتابه"- اسناده حسن" (زیلعی ۲:۹)- وفی "الدراية" "اسناده حسن" اھ-

بَابٌ اِذَا ثَبَتَ النِّكَاحُ بِحُجَّةٍ عِنْدَ الْحَاكِمِ وَحَكَمَ بِهِ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ فَهُوَ نِكَاحٌ ظَاهِراً وَبَاطِناً

۳۱۳۴- قال محمد رحمه الله تعالىٰ فی "الاصل": بَلَغَنَا عَنْ عَلِيٍّ ﷺ: "اَنَّ رَجُلاً اَقَامَ عِنْدَهُ بَيِّنَةً عَلٰى اِمْرَاَةٍ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا، فَاَنْكَرَتْ، فَقَضٰى لَهُ بِالْمَرْاَةِ، فَقَالَتْ: اِنَّهُ لَمْ يَتَزَوَّجْنِيْ، فَاَمَّا اِذَا قَضَيْتَ عَلَيَّ فَجَدِّدْ نِكَاحِيْ- فَقَالَ: لَا اُجَدِّدُ نِكَاحَكِ، الشَّاهِدَانِ زَوَّجَاكِ-(ردالمختار ۵۱۶:۵)- ورواه ابو يوسف عن عمرو بن المقدام، عن ابيه عن علی ﷺ، و هو مرسل حسن- كما ذكرناه فی الحاشية-

فائدہ: یعنی نکاح، طلاق، عدت اور میراث کے شرعی احکام آ جانے کے بعد اب متعہ کی جاہلانہ رسم قیامت تک کے لیے حرام ہے- علامہ نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور ایک بدعتی ٹولہ کے سوا اس اجماع کا کوئی مخالف نہیں۔

باب جب حاکم کے پاس گواہوں سے نکاح ثابت ہو جائے اور حاکم اس کا فیصلہ کر دے تو وہ ظاہراً و باطناً نکاح ہی ہوگا اگر چہ حقیقت میں نہ ہو

۳۱۳۴- امام محمدؒ کتاب الاصل میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت علیؓ سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے آپ کے پاس اس پر گواہ پیش کیے کہ اس نے فلاں عورت سے نکاح کیا ہے لیکن اس عورت نے انکار کیا- آخر کار قاضی نے اس مرد کے لئے عورت کا فیصلہ کر دیا کہ یہ اس کی بیوی ہے اس پر عورت نے کہا کہ بے شک اس نے مجھ سے نکاح نہیں کیا- لیکن اگر آپ یہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو اب میرا نکاح کر دیجئے- آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے نکاح کی تجدید نہیں کرتا اس لیے کہ دونوں گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا- (ردالمحتار) اور اسے امام ابو یوسف نے بھی روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: تعلیق مجد میں ہے کہ فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ بلاغاتِ محمدؒ بھی مسند ہوتے ہیں۔

فائدہ: اگر ان کے مابین باطناً نکاح منعقد نہ ہوتا تو عورت کے مطالبے پر اور شوہر کے شوق پر آپؓ ضرور تجدید نکاح کرتے- تجدید نکاح نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ باطناً بھی نکاح منعقد ہو چکا ہے اور اسی قسم کا قول ابن عمرؓ، اور شعبی سے بھی مروی ہے۔

بَابُ اَنَّ النِّكَاحَ لَا يَفْسُدُ بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ

۳۱۳۵- عن عطاء الخراسانی: "اَنَّ عَلِيًّا، وَابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَا عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَشَرَطَتْ عَلَيْهِ اَنَّ بِيَدِهَا الْفُرْقَةُ، وَالْجِمَاعُ. وَعَلَيْهَا الصَّدَاقُ، فَقَالَا: عُمِّيَتْ عَنِ السُّنَّةِ، وَوُلِّتَ الْاَمْرُ غَيْرَ اَهْلِهِ، عَلَيْكَ الصَّدَاقُ، وَبِيَدِكَ الْفِرَاقُ، وَالْجِمَاعُ". رواہ الضیاء المقدسی فی "المختارۃ" (کنز العمال ۸:۲۹۱)۔ و ھو صحیح علی قاعدۃ السیوطی رحمہ اللّٰہ۔

اَبْوَابُ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَكْفَاءِ

بَابُ لَا يَشْتَرِطُ الْوَلِيُّ فِيْ صِحَّةِ نِكَاحِ الْبَالِغَةِ

۳۱۳۶- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ اِذْنُهَا؟ قَالَ: اَنْ تَسْكُتَ". رواہ مسلم (۱:۴۵۵)

باب شرط فاسدہ کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا

۳۱۳۵۔ عطاء خراسانی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ وابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اس عورت نے یہ شرط رکھی کہ اسی کے قبضے میں طلاق اور جماع ہوگا۔ اور اسی عورت پر ہی مہر لازم ہوگا (تو اس کا کیا حکم ہے) تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ عورت سنت سے ناواقف ہے اور معاملہ نااہل کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے (اے خاوند!) تیرے ہی ذمے مہر ہے اور تیرے قبضہ میں طلاق اور جماع ہے (کنز العمال) یہ حدیث سیوطی کے قاعدہ پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرطِ فاسد سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ خود شرطِ فاسد ہی باطل ہو جاتی ہے اور نکاح باقی رہتا ہے۔

ابواب ولی اور کفو کے بیان میں

باب بالغہ کے نکاح کے صحیح ہونے میں ولی کی اجازت ضروری نہیں

۳۱۳۶۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے بھی اجازت نہ لے لی جائے۔ لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! باکرہ کی اجازت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کا خاموش رہنا اجازت ہے (مسلم)۔

۳۱۳۷- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: "اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا، وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا"۔ رواہ مسلم (۱:۴۵۵)۔

۳۱۳۸- حدثنا ابو الاحوص عن عبدالعزیز بن رفیع عن ابی سلمة رضی اللہ عنہ: "جَاءَ تْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ: اِنَّ اَبِيْ اَنْكَحَنِيْ رَجُلًا وَاَنَا كَارِهَةٌ، فَقَالَ لِاَبِيْهَا: لَا نِكَاحَ لَكَ، اِذْهَبِيْ فَانْكِحِيْ مَنْ شِئْتِ"۔ اخرجه سعید بن منصور، و هذا مرسل جید (درایة ۳۱۹و ۳۲۰)۔

۳۱۳۹- عن حسین بن محمد، عن جریر بن حازم عن ایوب عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: "اَنَّ جَارِيَةً بِكْراً اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ۔ رواہ الامام العلام احمد، ورجاله ثقات۔ وقال ابن القطان: صحیح (درایة ۲۲۱)۔

۳۱۴۰- عن ابن عباس رضی الله عنهما : "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ نِكَاحَ بِكْرٍ وَثَيِّبٍ اَنْكَحَهُمَا

۳۱۳۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے نکاح میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری سے اس کے نکاح میں اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے (مسلم)۔

۳۱۳۸۔ ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح فلاں مرد سے کر دیا ہے اور مجھے یہ ناپسند ہے اس پر آپ ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تیرا نکاح معتبر نہیں (اور اس عورت سے کہا) جا جس سے چاہے نکاح کر۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل جید ہے۔ (درایہ)

۳۱۳۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں تو حضور ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (چاہے تو نکاح کو باقی رکھے اور چاہے تو نکاح کو ختم کر دے) (مسند احمد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن القطان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (درایہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے تو صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ باکرہ پر باپ کو حقِ جبر حاصل نہیں بلکہ باکرہ کو نکاح رد کرنے کا بھی اختیار ہے۔

۳۱۴۰۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کنواری اور بیوہ کا نکاح رد کر دیا جو ان کے والدین نے ان کی رضا کے بغیر کیا تھا (دارقطنی) اس کی سند ضعیف ہے اور یہ مرسل ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت سے خواہ کنواری ہو یا بیوہ نکاح کی اجازت لینا ضروری ہے۔ ان پر جبر

اَبُوهُمَا وَهُمَا كَارِهَتَانِ"۔ رواہ الدار قطنی، و ھو باسناد ضعیف والصواب مرسل (درایۃ: ۲۲۱)۔

بَابُ الثَّيِّبِ لَا بُدَّ مِنْ رِضَاهَا بِالْقَوْلِ

۳۱۴۱- عن عدی الکندی قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صَمْتُهَا"۔ رواہ ابن ماجۃ (ص ۱۳۶)۔ وعزاہ فی "الجامع الصغیر" (۱: ۱۲۴) الی ابن ماجہ، والامام احمد، ثم صححہ۔

باب ان النکاح الی العصبات و ان المراۃ قد تستحق ولایۃ الانکاح

۳۱۴۲- قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: "إِذَا كَانَ الْعَصَبَةُ اَحَدُهُمْ اَقْرَبُ بِأُمٍّ فَهُوَ اَحَقُّ" رواہ الامام محمد فی "کتاب الحجج" (۲۹۳)۔

کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اگر باپ کسی ایسی جگہ بالغہ بیٹی کا نکاح کردے جو جگہ اسے پسند نہ ہو تو اسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے اس کے پاس رہے اور چاہے نہ رہے یعنی چاہے تو نکاح کو جائز قرار دے چاہے کالعدم کردے۔ جوہر نقی میں ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان کہ "باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لی جائے" اس پر دلیل ہے کہ بالغہ عورت کو اس کا باپ یا کوئی اور نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا۔ شارح عمدۃ فرماتے ہیں کہ یہی امام اعظم کا مذہب ہے اور اس کا حدیث سے استدلال پکڑنا قوی ہے۔ ابن منذر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان لا تنکح البکر حتی تستاذن ثابت ہے اور یہ قول عام ہے جو ہر عقدِ خلاف شرع کے باطل ہونے کو شامل ہے خواہ وہ ثیبہ سے متعلق ہو یا باکرہ بالغہ کے متعلق۔ دونوں جگہ باپ وغیرہ کو جبر کا حق حاصل نہیں۔ البتہ کنواری کی خاموشی ہی اجازت ہے لیکن بیوہ کی خاموشی کافی نہیں بلکہ زبان سے کہنا ضروری ہے جیسا کہ اگلے باب سے واضح ہے۔ لیکن نابالغ لڑکی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اسے حق اذن حاصل نہیں۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کا نکاح چھ سال کی عمر میں کیا۔

باب بیوہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ رضامندی کا اظہار زبان سے کرے

۳۱۴۱۔ عدی کندیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنی رضامندی کا زبان سے اظہار کرے۔ اور کنواری کی خاموشی ہی رضامندی ہے۔ (ابن ماجہ) جامع صغیر میں اسے ابن ماجہ اور امام احمد کی طرف منسوب کرکے اسے صحیح کہا ہے۔

باب نکاح کی ولایت عصبات کو حاصل ہے، اور عصبہ عورت بھی ولایتِ نکاح کا حق رکھتی ہے

۳۱۴۲۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کے عصبہ رشتہ دار ہوں تو نکاح کی ولایت انہیں حاصل ہے اور ان میں سے جو ماں کی طرف سے زیادہ قریب ہو وہ نکاح کی ولایت کا زیادہ حقدار ہے۔ (کتاب الحجج)

۳۱۴۳- عن عائشة رضی الله عنها قالت: كَانَتْ عِنْدِىْ جَارِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ [ز]وَّجْتُهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، يَا عَائِشَةُ (رضی الله عنها)! اَلَا تُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ [الْاَنْ]صَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ- رواه ابن حبان فی "صحیحه" (مشكاة نظامی دهلی ۲:۲۳۰)-

بَابٌ اَنَّ السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهٗ

۳۱۴۴- عن عائشة رضی الله عنها ان النبی ﷺ قال: "اَيُّمَا اِمْرَاَةٍ نَكَحَتْ اِلٰى اَنْ قَالَ:

۳۱۴۳- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری لونڈی تھی اور میں نے اس کا (کسی سے) نکاح کر دیا تو [حضور] ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تو نے گانے کا اہتمام کیوں نہیں کیا کیونکہ انصاری لوگ گانے کو پسند کرتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی نکاح کرانے کی ولایت حاصل ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ نے ایک باندی کا [نک]اح کرایا اور حضور ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ باقی ابن ماجہ اور دارقطنی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی وہ مرفوع حدیث جس میں ہے کہ [آپ] ﷺ نے فرمایا کہ نہ عورت عورت کا نکاح کرے اور نہ عورت اپنا نکاح کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب [عص]بہ مرد موجود ہوں تو اس وقت عصبہ مرد کو عصبہ عورت پر تقدم حاصل ہے۔ تو اس خاص حالت میں عورت کو ولایت انکاح حاصل نہیں۔ اور رہا [مطل]ق ولایت انکاح کا نہ ہونا تو یہ اس حدیث سے مراد نہیں کیونکہ مذکورہ بالا مرفوع وموقوف حدیث سے اس کا جواز ثابت ہے فافہم۔ اسی [ط]رح حضرت علیؓ سے کئی وجوہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا جس کا نکاح اس کی ماں نے کرایا تھا اور احکام [ال]قرآن میں علامہ جصاص فرماتے ہیں کہ آیت ﴿فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف﴾ بھی اس [پر دلا]لت کرتی ہے کہ جب عورت اپنا نکاح خود کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح آیت ﴿فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره [فا]ن طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا﴾ الآیہ میں عقد نکاح اور تراجع کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ عورت کو ولایت نکاح [ح]اصل ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "الايم احق بنفسها من وليها" اور آپ ﷺ نے فرمایا "ليس للولى مع [الث]يب امر" (سند صحیح ہے) یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ عقد میں ولی کا اعتبار ساقط ہے۔ اور یہ کہ اگر عورت اپنا عقد [ن]کاح کر رہی ہو تو ولی کو حق منع حاصل نہیں تو ان سب سے معلوم ہوا کہ عورت کو خود نکاح کرنے کا حق حاصل ہے اور جب اپنے اوپر ولایت [ن]کاح حاصل ہے تو غیر پر بھی ولایت نکاح حاصل ہوگا اور جصاصؒ فرماتے ہیں کہ لا تزوج المراة المراة کراہت پر محمول ہے۔

فائدہ: یہ گانے کا اہتمام اس صورت میں جائز ہے کہ اپنے ہی خاندان کی چھوٹی نابالغ بچیاں کوئی گیت گائیں اور کسی قسم کے [فتن]ہ کا خطرہ نہ ہو۔ لیکن آج کل کے فحش گانوں اور بالغ عورتوں کا رقص قطعاً جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

باب جس کا ولی نہ ہو تو بادشاہ اس کا ولی ہے

۳۱۴۴- ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس عورت نے اپنا نکاح خود کیا.......... (آگے چل کر حدیث میں ہے

فَاِنْ اِشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَّا وَلِیَّ لَهٗ"۔ رواه الخمسة الا النسائی وابن حبان وصححاه، (نيل الاوطار ٦:٢٥)

فصل فی الكفاءة

باب مراعاة الكفائة وجواز النكاح فی غيرها

٣١٤٥- عن عائشة رضی الله عنها قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوْا الْاَكْفَاءَ، وَاَنْكِحُوْا اِلَيْهِمْ"-رواه ابن ماجه (١٤٢)- و فی "فتح الباری" (٩:١٠٧) اخرجه ابن ماجه، و صححه الحاكم، اخرجه ابو نعيم من حديث عمر ايضا، و فی اسناده مقال، و يقوى احدالاسنادين بالآخر اه-قلت: والجملة الاولى ذكرها فی "كنزالعمال" (٨:٣٤٤) و عزاه الى تمام، والضياء المقدسی عن انس مرفوعا، واسناد الحافظ الضياء صحيح على قاعدة المتقی فی كنز العمال ، وعزاه العلامة السيوطی فی "الجامع الصغير" (١:١١٢) الى مستدرك الحاكم، و سنن البيهقی و سنن ابن ماجة، ثم صححه بالرمز الا ان فيه: "فانكحوا الاكفاء" موضع "وانكحوا الاكفاء"۔

کہ) اور اگر کسی عورت کے ولی آپس میں اختلاف کریں (اور کسی بات پر متفق نہ ہوسکیں) تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہِ وقت ہے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)۔

فائدہ: اگر کسی عورت کے ولی نہ ہوں یا سختی اور جبر کرتے ہوں تو بادشاہ اس عورت کا ولی ہے۔ مغنی میں ہے کہ ہم اہل علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ بادشاہ کو عدم اولیاء کے وقت کسی عورت کے نکاح کی ولایت حاصل ہے۔ نیز نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آپ ﷺ سے فرمایا۔

کفاءت (ہم سری) کا بیان

باب کفاءت کی رعایت کرنا چاہیے البتہ غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے

۳۱۴۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے نطفوں کے لیے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو اور برابر کے لوگوں سے نکاح کرواور ان کی طرف نکاح کا پیغام بھیجو۔ (ابن ماجہ) اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور ضیاء مقدسی کی سند بھی کنز العمال کے قاعدہ پر صحیح ہے اور علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں اسے مستدرک حاکم، بیہقی اور ابن ماجہ کی طرف منسوب کر کے اشارۃً صحیح کہا ہے۔

۳۱٤٦- عن علي ﷺ رفعه: "ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا، اَلصَّلَاةُ اِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ، وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا"- اخرجه الترمذی والحاكم باسناد ضعيف (دراية ۲۲:۲) - قلت حسنه السيوطی فی "الجامع الصغير" (۱۱۸:۱) بالرمز وصححه الحاكم والذهبی كلاهما كما فی المستدرك (۱٦۲:۲)- والاختلاف غير مضر كما مر غير مرة-

۳۱٤۷- سفيان واسرائيل عن ابی اسحاق عن ابی ليلی الكندی قال: قَالَ سلمان: لَا نَؤُمُّكُمْ وَلَا نَنْكِحُ نِسَائَكُمْ - اخرجه ابن ابی حاتم فی العلل (٤۰٦:۱)- وقال: ورواه شعبة عن اوس بن ضمعج عن سلمان، ثم حكی عن ابيه و ابی زرعة قالا: حديث الثوری اصح و قال ابن تيمية فی اقتضاء الصراط المستقيم (۷٦): هذا اسناد جيد-

۳۱٤۸- عن عبدالله بن بريدة عن ابيه قال: "جَاءَ تْ فَتَاةٌ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ اَبِیْ زَوَّجَنِیْ ابْنَ اَخِيْهِ لِيَرْفَعَ بِیْ خَسِيْسَةً، قال: فَجَعَلَ الْاَمْرَ اِلَيْهَا، فَقَالَتْ: قَدْ اَجَزْتُ مَا

۳۱٤٦۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کر، ۱۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھنے میں تاخیر نہ کرو، ۲۔ جب جنازہ آ جائے تو اس کے پڑھنے میں تاخیر نہ کرو، ۳۔ جب عورت کا کفو مل جائے تو اس کا نکاح کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ (ترمذی، حاکم) سیوطی نے اسے جامع صغیر میں اشارۃً حسن کہا ہے اور حاکم وذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، بہرحال اختلاف مضر نہیں۔ فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کفو میں کرنا چاہیے۔

۳۱٤۷۔ ابولیلی کندی فرماتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ نے فرمایا کہ (اے قبیلہ عرب!) ہم تمہاری امامت نہیں کرتے اور نہ ہی تمہاری عورتوں سے نکاح کرتے ہیں۔ (کتاب العلل لابن ابی حاتم) ابوزرعہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ثوری کی حدیث اصح ہے اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد عمدہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عجمی عربی کا کفو نہیں۔ اور یہ حدیث شاہد ہے اس حدیث کا جو حاکم نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عرب عرب کا کفو ہے اور غلام غلام کا کفو ہے۔

۳۱٤۸۔ عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لڑکی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے تا کہ اس (بھتیجے) کی ذلت میرے نکاح کی وجہ سے ختم ہو جائے (یعنی اس کا بھتیجا مفلس ہوگا، لہٰذا امیر زادی سے نکاح کرنے سے اس کی مفلسی کی ذلت ختم ہو جائے گی) راوی کہتا ہے کہ اس پر حضور ﷺ نے عورت کو (نکاح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا) اختیار دیا۔ اس لڑکی نے کہا کہ میں اپنے باپ کا نکاح برقرار رکھتی ہوں۔ لیکن اس مقدمہ سے میرا مقصد یہ تھا کہ

صَنَعَ اَبِیْ، وَلٰکِنْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْلِمَ النِّسَاءَ اَنْ لَّیْسَ اِلَی الْاٰبَاءِ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ - رواہ ابن ماجة و رجاله رجال الصحیح (نیل الاوطار ۳۵)۔

۳۱۴۹- عن ابی ہریرة مرفوعا: یا بنی بیاضة انکحوا ابا هند، وانکحوا الیه، قال: و کان حجاماً۔ رواه ابوداود والحاکم، واسناده حسن (التلخیص الحبیر ۲: ۲۹۹)۔ و فی التعلیق المغنی: بسند جید، و کذا فی ''بلوغ المرام''۔

۳۱۵۰-عن الزہری قال: ''اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَنِیْ بَیَاضَةَ اَنْ یُزَوِّجُوْا اَبَا هِنْدٍ اِمْرَأَةً مِنْهُمْ فَقَالُوْا: نُزَوِّجُ بَنَاتِنَا مَوَالِیْنَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: '' اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا'' الآیة (الحجرات: ۱۳)۔ قال الزُّهْرِیُّ: ''نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ هِنْدٍ خَاصَّةً''۔ رواه ابو داؤد فی ''مراسیله''، و سکت عنه۔

۳۱۵۱- عن الحکم بن عیینة: ''اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَرْسَلَ بِلَالًا اِلٰی اَهْلِ بَیْتٍ مِنَ الْاَنْصَارِ یَخْطُبُ اِلَیْهِمْ، فَقَالُوْا: عَبْدٌ حَبَشِیٌّ، قَالَ بِلَالٌ: لَوْلَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَنِیْ اَنْ آتِیَکُمْ لَمَا آتَیْتُکُمْ۔ فَقَالُوْا: اَلنَّبِیُّ ﷺ اَمَرَکَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالُوْا: قَدْ مَلَکْتَ، فَجَاءَ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ، فَاُدْخِلَتْ عَلٰی

عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ والدین کو ان (لڑکیوں) پر کوئی اختیار حاصل نہیں (یعنی لڑکیوں کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتے) (ابن ماجہ) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کفو میں نکاح کرنا چاہیے۔ اور حق کفاءۃ عورت اور اولیاء دونوں کو حاصل ہے۔

۳۱۴۹- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے بنو بیاضہ، ابو ہند سے نکاح کرو اور اس کے پاس اپنی بیٹیوں کا پیغام نکاح بھیجو۔ جب کہ ابو ہند حجام تھے (ابوداود، حاکم) اس کی سند حسن ہے اور تعلیق مغنی اور بلوغ المرام میں ہے کہ اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔

۳۱۵۰- زہری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم فرمایا کہ ابو ہند سے اپنی کسی عورت کا نکاح کرو، بنو بیاضہ کے لوگوں نے کہا کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوباً﴾ الآیة۔ (یعنی ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قبیلے بنا دیے تا کہ تم آپس میں پہچان کر سکو۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو) نازل فرمائی۔ زہری فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو ہند کے بارے ہی میں نازل ہوئی۔ (مراسیل ابوداود) ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۱۵۱- حکم بن عیینہؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو انصار کے اہل بیت کی طرف (حضرت بلالؓ ہی کے لیے) پیغامِ نکاح دینے کے لئے بھیجا تو ان لوگوں نے کہا کہ ایک حبشی غلام کو دیں۔ بلالؓ نے فرمایا اگر مجھے حضور ﷺ نے تمہارے پاس

النبي ﷺ قِطعَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا، فَقَالَ: سُقْ هٰذَا اِلٰى امْرَاَتِكَ، وَقَالَ لِاَصْحَابِهِ: اِجْمَعُوْا اِلٰى اَخِيْكُمْ فِيْ وَلِيْمَتِهٖ"، رواه ابوداود فی "مراسیله" (ص ۲۲)، وسکت عنه۔

بَابُ اَنَّ لِلْوَلِيِّ اَنْ يُزَوِّجَ مَوْلَاتَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَاَنَّ الْوَاحِدَ يَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ

۳۱۵۲- "خَطَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اِمْرَاَةً هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِهَا، فَاَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ" رواه البخاري (۲:۷۷)۔

۳۱۵۳- عن عائشة رضی الله عنها: "وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ" اِلٰى قَوْلِهٖ: "وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ" (النساء۔ ۱۲۷)۔ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: هُوَ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْيَتِيْمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا، فَاَشْرَكَتْهُ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ، فَيَرْغَبُ اَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ اَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهٗ فِيْ مَالِهٖ بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔ رواه البخاری (۲:۶۶۱)۔

ے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں تمہارے پاس نہ آتا انہوں نے کہا کیا حضور ﷺ نے تجھے حکم فرمایا۔ بلالؓ نے کہا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا تو مالک ہے (یعنی تیرا پیغام نکاح قبول ہے) پھر حضرت بلال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام قصہ بیان کر دیا۔ اسی دوران سونے کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے وہ ٹکڑا بلال کو دے دیا اور فرمایا یہ اپنی بیوی کو دینا۔ اور اپنے صحابہؓ سے فرمایا اپنے بھائی (بلال) کے پاس اس کے ولیمہ میں جمع ہو۔ (مراسیل ابوداود) امام ابوداود نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ کفو کی رعایت کرنا افضل اور بہتر ہے اور غیر کفو میں شادی کرنا بھی جائز ہے۔

باب ولی اپنی باندی کا اپنے سے نکاح کر سکتا ہے اور ایک آدمی نکاح کی دونوں طرفوں کا ولی بن سکتا ہے

۳۱۵۲۔ مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، آپ اس خاتون کے زیادہ حقدار تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک آدمی سے کہا اور اس نے آپ کا نکاح پڑھایا (بخاری)۔

۳۱۵۳۔ حضرت عائشہؓ سے قرآن پاک کی آیت ﴿ویستفتونک فی النساء﴾ الآیۃ۔ (اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ اللہ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور یہ آیات بھی جو قرآن میں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، جو کہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہیں جن کو تم ان کا مقرر کردہ حق ان کو نہیں دیتے ہو۔ اور ان سے نکاح کی خواہش رکھتے ہو) کے بارے میں مروی ہے آپؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں ہے کہ اس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور وہ اس کا ولی

۳۱۵۴- قال عبدالرحمن بن عوف لام حکیم بنت قارظ: "اَتَجعَلِینَ اَمرَكِ اِلَیَّ" قَالَتْ: نَعَمْ! فَقَالَ: قَدْ تَزَوَّجتُكِ رواه البخاری (۲: ۷۷۰)۔

۳۱۵۵- عن عقبة بن عامر رضی الله عنه: اَنَّهُ عَلَیهِ السَّلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ: "اَتَرضٰی اَنْ اُزَوِّجَكَ فُلَانَةً؟ قَالَ نَعَمْ! وَقَالَ لِلْمَرْاَةِ: اَتَرْضَیْنَ اَنْ اُزَوِّجَكِ فُلَانًا؟ قَالَتْ: نَعَمْ! فَزَوَّجَ اَحَدَهُمَا صَاحِبَهُ" الحدیث۔ رواه ابوداود بسند صحیح و اخرجه ایضا ابن حبان فی صحیحه و الحاکم فی مستدرکه و قال: " صحیح علی شرط الشیخین "(الجوهر النقی ۲: ۸۱)۔

اَبوَابُ المَهْرِ

بَابٌ لَّا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ

۳۱۵۶- حدثنا عمرو بن عبدالله الاودی حدثنا وکیع عن عبادة بن منصور قال

اور وارث بھی ہو اور لڑکی اس کے مال میں حصہ دار بھی ہو، حتیٰ کہ باغ میں بھی حصہ دار ہو، اب وہ شخص خود اس سے نکاح کرنا چاہے کیونکہ اسے یہ پسند نہیں کہ وہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کردے کہ وہ اس کے اس مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی۔ اس وجہ سے اس لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (بخاری)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مولیٰ اپنی باندی سے نکاح کرسکتا ہے۔

۳۱۵۴۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ام حکیم بن قارظ سے کہا کیا تم اپنا معاملہ میرے حوالہ کرتی ہو، انہوں نے کہا کہ ہاں۔ عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ پھر میں نے تم سے نکاح کیا (بخاری)۔

۳۱۵۵۔ عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تیرا فلاں عورت سے نکاح کردوں، اس نے کہا ہاں پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تیرا نکاح فلاں مرد سے کردوں، اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے اس مرد کا نکاح اس عورت سے کردیا (ابوداؤد) اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط شیخین پر صحیح ہے۔

فائدہ: آخری دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک آدمی نکاح میں دونوں طرف سے ولی بن سکتا ہے۔

ابواب المہر

باب دس درہم سے کم مہر نہیں

۳۱۵۶۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ (ابن ابی حاتم

حدثنا القاسم بن محمد قال: سمعت جابرا رضی اللہ عنہ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "وَلَا مَهْرَ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ"۔ من الحديث الطويل رواه ابن ابى حاتم، قال الحافظ (ابن حجر): انه جيد الاسناد حسن، ولااقل منه، وحسنه البغوى فى شرح السنة كما فى شرح البخارى للشيخ برهان الدين الحلبى (فتح القدير، ۲:۱۸۶)۔

بَابُ وُجُوْبِ مَهْرِ الْمِثْلِ عِنْدَ عَدَمِ تَسْمِيَتِهٖ فِى النِّكَاحِ

۳۱۵۷- عن علقمة قال: "اَتٰى عَبْدَاللّٰهِ فِىْ اِمْرَاَةٍ تَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ

حوالہ فتح القدیر) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور بغوی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: دارقطنی میں بطریق داؤداودی (جس سے شعبہ اور سفیان بھی روایت کرتے ہیں حالانکہ شعبہ ثقہ سے ہی روایت کرتا ہے) اور ابن عدی فرماتے ہیں کہ داؤد کی کوئی منکر حدیث مجھے نہیں ملی۔ اور اس کی حدیث مقبول ہوگی جبکہ اس سے ثقہ روایت کرے انتہی (اور یہاں تو دو ثقہ اس سے روایت کررہے ہیں) شعبی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ (خلیفہ راشد) نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں (۲:۳۹۲) یہ اثر داؤداودی سے عبیداللہ بن موسیٰ (جو کہ جماعت کا راوی ہے) بھی روایت کرتے ہیں اور محمد بن ربیعہ (جو کہ بخاری کا راوی ہے) بھی روایت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ داؤداودی کم از کم حسن الحدیث ضرور ہے۔ اور باقی حضرت علیؓ سے دارقطنی میں جو پانچ درہم کے مروی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں حسن بن دینار ہے او بالاتفاق ضعیف ہے۔ لہٰذا وہ مذکورہ بالا اثر کا معارض نہیں بن سکتا نیز حنفیہ فرماتے ہیں کہ ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدلِ بضع کے وجوب کی شرط کے ساتھ ہی اباحتِ نکاح مشروط ہے اور وہ بدل بضع مال ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ بدلِ بضع واجب ہے اور وہ بدلِ بضع (مہر) اتنا ہو جس کو مال کہتے ہوں تو لہٰذا معلوم ہوا کہ ہلکی چیز (جسے مال نہیں کہا جاتا) مہر نہیں بن سکتا۔ باقی بخاری میں "ولو خاتما من حدید" کے الفاظ سے استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ ہے کہ زیورات سے حضور ﷺ نے یہ کہہ کر کہ "یہ جہنمیوں کا زیور ہے" منع فرمادیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ یہ نہی سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مبالغہ پر محمول ہے کہ نکاح ضرور کرو۔ اور باقی جن احادیث میں تعلیم قرآن کو مہر بنانا ثابت ہے تو ان کا جواب ہے یہ ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے لہٰذا منسوخ ہے۔ یا یہ مہر ادھار پر محمول ہے جیسے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اذا رزقک اللہ فعوضھا یعنی جب گنجائش ہو جائے اس وقت بضع کا عوض دے دینا۔ (نوٹ: دیکھیں امام محدثین امام بخاری منسوخ حدیث بھی لاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بخاری کی ہر حدیث قابل عمل نہیں)

باب نکاح میں مہر مقرر نہ کرنے کے باوجود مہر مثلی واجب ہے

۳۱۵۷۔ علقمہؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک ایسی عورت کا مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایک مرد نے اس سے نکاح کیا

يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقاً، وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا، قَالَ: فَاخْتَلَفُوْا اِلَيْهِ، فَقَالَ: اَرٰى لَهَا مِثْلَ مَهْرِ نِسَائِهَا، وَلَهَا الْمِيْرَاثُ، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ۔ فَشَهِدَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى فِيْ بَرْوَعَ اِبْنَةِ وَاشِقٍ بِمِثْلِ مَا قَضٰى۔ رواه الخمسة، و صححه الترمذی، و صححه ایضا ابن مهدی و قال ابن حزم: ”لا مغمز فیه لصحة اسناده“(نیل الاوطار، ۶:۸۹)۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَعْجِيْلِ شَيْءٍ مِنَ الْمَهْرِ عِنْدَ الدُّخُوْلِ

۳۱۵۸- عن رجل رضی اللہ عنہ من اصحاب النبی ﷺ: ”اَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَرَادَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَمَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى يُعْطِيَهَا شَيْئاً فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اَعْطِهَا دِرْعَكَ، فَاَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا۔ رواه ابوداود(۱:۲۹۶و ۲۹۷)۔ و سکت عنه۔

۳۱۵۹- عن خیثمة عن عائشة رضی الله عنها قالت: ”اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اُدْخِلَ اِمْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا قَبْلَ اَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئاً“۔ رواه ابوداود(۱:۲۹۷)۔ و فی بعض نسخه المذکور

اور مہر مقرر کرنے سے قبل ہی مرگیا اور وہ اس سے صحبت بھی نہ کر پایا تھا۔ علقمہؒ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں اختلاف کرتے رہے (یعنی کسی حتمی اتفاقی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے) اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس عورت کے لئے اس کے خاندان کی عورتوں کے مہر جیسا مہر ہوگا (یعنی مہر مثلی ہوگا) اور یہ عورت میراث کی بھی مستحق ہوگی اور عدت بھی گذارے گی۔ اس پر معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ حضور ﷺ نے بروع بنت واشق کے معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ آپ نے فیصلہ کیا ہے۔ (رواہ الخمسہ) امام ترمذی نے اور ابن مہدی نے اسے صحیح کہا ہے۔

باب صحبت سے قبل کچھ مہر دینا مستحب ہے

۳۱۵۸۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ سے نکاح کیا۔ جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے صحبت کرنی چاہی تو حضور ﷺ نے انہیں منع فرمایا تاوقتیکہ وہ پہلے حضرت فاطمہ کو کچھ (مہر میں سے) دے دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! میرے پاس تو (دینے کے لئے) کچھ نہیں ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنی زرہ ہی دے دو۔ تو حضرت علیؓ نے فاطمہ کو اپنی زرہ دے دی۔ پھر ان سے ہمبستر ہوئے (ابوداؤد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۱۵۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک عورت کو اس کے خاوند کے پاس پہنچانے کا حکم فرمایا، قبل اس کے کہ اس کے خاوند نے اسے کچھ دیا ہو (ابوداؤد)۔ عائشہ صدیقہؓ سے خیثمہ کے سماع میں اختلاف ہے لیکن خیثمہ کی

فی الحاشیة قال ابوداود: خیثمة لم یسمع من عائشة رضی الله عنها قلت: فالاسناد منقطع- و هو لا یضرنا- و قال ابن القطان- ینظر فی سماعه من عائشة رضی الله عنها(تهذیب۳: ۱۷۹)- فدل علی ان عدم سماعه منها لیس بمتیقن- و قد روی عن علی والبراء بن عازب، وعدی بن حاتم، والنعمان بن بشیر ﷺ، فلا یبعد سماعه من عائشة، و عنعنة المعاصر الممکن اللقاء محمولة علی الاتصال عند الجمهور، وهو المذهب المنصور-

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ تَقۡلِیۡلِ الۡمَهۡرِ

۳۱۶۰- عن عائشة رضی الله عنها:"اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اَعۡظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَةً

براء بن عازب، عدی بن حاتم اور نعمان بن بشیر ﷺ سے سماع ثابت ہے تو حضرت عائشہؓ سے سماع بھی ممکن ہے اور ممکن اللقاء کا عنعنہ جمہور کے ہاں اتصال پر محمول ہوتا ہے۔ اور اگر انقطاع بھی ثابت ہو جائے تو وہ ہمارے ہاں کچھ مضر نہیں۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کچھ مہر دیئے بیوی سے صحبت کرنا ممنوع ہے لیکن دوسری حدیث اس کے خلاف حق پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا پہلی حدیث کو استحباب پر اور دوسری کو جواز پر محمول کریں گے یعنی صحبت سے قبل کچھ مہر دینا مستحب ہے اور نہ دینا بھی جائز ہے۔

فائدہ: ترمذی کی حدیث میں (جسے امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے) مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا اور اس کے عتق کو مہر بنایا (۱) تو اس سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنا مہر بن سکتا ہے تو اس کا جواب (جو شرح نووی علیٰ مسلم میں مذکور ہے) یہ ہے کہ صحیح اور محقق یہ ہے کہ یہ آزاد کرنا بغیر عوض اور بغیر شرط کے تبرعا تھا پھر آپ ﷺ نے صفیہ سے بغیر مہر کے نکاح کیا یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے لئے بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی تائید بخاری میں مذکور ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ "اصدقها نفسها" حالانکہ نفس مرأۃ مہر کی صلاحیت نہیں رکھتا بالاجماع۔ اور شرح مسلم للنووی میں ہی ہے کہ جس نے اپنی باندی کو آزاد کیا اس شرط پر کہ وہ اس سے شادی کرے گی اور اس کا عتق ہی اس کا مہر ہوگا تو جمہور علماء کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ عورت پر ضروری نہیں کہ وہ اس سے شادی کرے اور یہ شرط صحیح نہیں اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ قرآن میں ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ کے بموجب مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور اعتاق مال نہیں جو عورت کے سپرد کیا جائے۔

باب مہر کم مقرر کرنا مستحب ہے

۳۱۶۰۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں مشقت کم ہو (مسند احمد) سیوطی نے جامع صغیر میں اسے مستدرک حاکم اور شعب الایمان للبیہقی کی طرف منسوب کر کے صحیح کہا ہے۔

اَیۡسَرُہٗ مَؤُنَۃً"۔ رواہ احمد (نیل، ٦:٨٣)۔ و عزاہ الامام السیوطی فی الجامع الصغیر (١:...) الی مستدرک الحاکم، و شعب الایمان للبیہقی ایضا، ثم صححہ، و لفظہ: "اَعۡظَمُ النِّسَاءِ بَرَکَۃً اَیۡسَرُھُنَّ مَؤُنَۃً" اھ۔

٣١٦١- عن عقبۃ بن عامرؓ قال: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: "خَیۡرُ الصَّدَاقِ اَیۡسَرُہٗ"۔ رواہ الحاکم و صححہ (نیل، ٦:٦٤)۔

بَابُ وُجُوۡبِ الۡمَھۡرِ بِالۡخَلۡوَۃِ

٣١٦٢- عن محمد بن ثوبان: ان النبی ﷺ قال: "مَنۡ کَشَفَ اِمۡرَاَۃً فَنَظَرَ عَلٰی عَوۡرَتِھَا فَقَدۡ وَجَبَ الصَّدَاقُ"۔ رواہ ابوداود فی المراسیل (٢٣و٢٤) و سکت عنہ۔ و فی التلخیص الحبیر (٢:٣١١): "رجالہ ثقات"۔ و فی الجوہر النقی (٢:١٠٤): "و ھو سند علی شرط الصحیح لیس فیہ الا الارسال"۔

٣١٦٣- عن یحیی بن سعید (الانصاری) عن سعید بن المسیب: "اَنَّ عُمَرَ...

۳۱۶۱۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہترین مہر وہ ہے جس کی ادائیگی سہولت سے ہو (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

__فائدہ:__ زیادہ مہر بوجھ ہوتا ہے اس لیے کم مہر کی ادائیگی میں سہولت ہے۔ لیکن زیادہ مہر بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم سے چالیس ہزار پر اور حسن بن علی نے کسی عورت سے اس سے بھی زائد پر نکاح کیا۔ اور اسی طرح قرآن پاک کی آیت ﴿و آتیتم احدھن قنطارا﴾ بھی زیادتی مہر پر دلالت کرتی ہے، اس آیت سے ہی ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے سامنے تکثیر مہر پر استدلال کیا تھا لیکن کم مہر مقرر کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ اس میں سہولت ہے۔

باب خلوۃ سے ہی مہر واجب ہو جاتا ہے

۳۱۶۲۔ محمد بن ثوبان سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کا کپڑا کھول کر اس کے ستر پر نظر ڈالے اس پر مہر واجب ہو جاتا ہے (مراسیل ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور جوہر نقی میں ہے کہ یہ صحیح کی شرط پر ہے اور اس میں صرف ارسال ہے (اور وہ مضر نہیں)

۳۱۶۳۔ سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر (اس پر) پردے لٹکا دیے جائیں (یعنی خلوت صحیحہ ہو جائے) تو مہر واجب ہو گیا (مؤطا مالک)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور مصنف...

الخطاب قضى في المرأة اذا تزوجها الرجل انه اذا ارخيت الستور فقد وجب عليه الصداق"۔ رواه مالك في الموطا(۱۹۱)ورجاله رجال الصحيح۔ ورواه عبدالرزاق في مصنفه عن ابي هريرة، قال عمر:"اذا ارخيت الستور، وغلقت الابواب فقد وجب الصداق"۔ سكت عنه الحافظ في التلخيص۔

۳۱۶۴- عن زرارة بن اوفى قال: "قضى الخلفاء الراشدون المهديون انه اذا اغلق الباب وارخي الستر فقد وجب الصداق"۔ رواه ابوعبيد في كتاب النكاح، و سكت عنه الحافظ في التلخيص(۲:۳۱۱) و رواه احمد والاثرم ايضا وزاد:"وجبت العدة"، قاله الموفق في المغني(۸:۶۲)۔

۳۱۶۵- اخبرنا مالك اخبرنا ابن شهاب عن زيد بن ثابت قال:" اذا دخل الرجل بامراته، وارخيت الستور فقد وجب الصداق"۔ رواه محمد في الموطا(۲۴۰)۔ ورجاله رجال الصحيح۔

عبدالرزاق میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب پردے لٹکا دیے جائیں اور دروازے بند کر دیے جائیں تو مہر واجب ہوگا۔ حافظ ابن حجر میں تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

۳۱۶۴۔ زرارۃ بن اوفیؒ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ نے فیصلہ فرمایا کہ جب کوئی خاوند دروازہ بند کر لے اور پردے لٹکا دے (یعنی خلوت صحیحہ ہو جائے) تو مہر واجب ہو جائے گا (رواہ ابوعبید فی کتاب النکاح)۔ تلخیص میں حافظ نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور احمد اور اثرم کی روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ اس صورت میں اس پر عدت گذارنا بھی واجب ہوگا۔ (مغنی للموفق)

۳۱۶۵۔ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی کے پاس چلا جائے اور پردے لٹکا دیے جائیں تو اس سے مہر واجب ہو جائے گا (مؤطا محمد) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

<u>فائدہ</u>: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ نکاح صحیح کے بعد محض خلوتِ صحیحہ سے ہی مہر واجب ہو جاتا ہے اور عدت بھی، خواہ جماع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور یہی فتویٰ خلفاء راشدینؓ، زیدؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے اور یہی اجلہ تابعین سے بھی مروی ہے۔ اور نیز خلفاء راشدینؓ نے خلوتِ صحیحہ پر مہر کا حکم لگایا تو اس وقت میں کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کی تو یہ اجماع ہو گیا۔ اور ابن عباسؓ سے جو اس کے خلاف مروی ہے تو وہ صحیح نہیں کیونکہ ابن عباسؓ سے ہی حنظلہؒ خلفاء راشدینؓ کے مطابق نقل کرتے ہیں جبکہ لیث اس کے خلاف اور احمد کہتے ہیں کہ لیث قوی نہیں لہٰذا لیث کے واسطے سے ابن عباسؓ کا مروی قول صحیح نہیں۔ اور ابن مسعودؓ سے جو مروی ہے وہ منقطع ہونے کی بنا پر مذکورہ

بَابُ اَنَّهُ لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْعَبْدِ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهٖ

٣١٦٦- عَن جابر رضی الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَيُّما عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ- رواه احمد و ابوداودوالترمذی و قال: "حديث حسن"- و اخرجه ایضا ابن حبان والحاكم و صححاه(نیل ٦٤:٦)-

بَابُ خِيَارِ الْاَمَةِ اِذَا اُعْتِقَتْ مَالَمْ تُوطَأْ بَعْدَ الْعِتْقِ

٣١٦٧- عَن عائشة رضی الله عنها قالت: "كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا حُرًّافَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ- رواه الترمذی (١٤٨:١) وقال: "حسن صحيح"- و فی فتح الباری (٣٦٣:٩): عند ابی داود من طريق ابن اسحاق باسانيد عن عائشة اَنَّ بَرِيْرَةَ اُعْتِقَتْ فذكر الحديث- و فی آخره:"اِنْ قَرُبَكِ فَلَا خِيَارَلَكِ" اه- و فيه ايضا: و فی رواية الدار قطنی:"اِنْ وَطِئَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ اه" قلت: و اسناد كل منهما صحيح او حسن علی قاعدة

بالاصحیح موصول روایات کا معارض نہیں بن سکتا۔

باب غلام کا نکاح اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے

۳۱۶۶۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔(احمد، ابوداؤد، ترمذی)۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ نے اس کے فعل کو زنا سے تعبیر کیا ہے اور زنا حرام ہے تو یہ فعلِ نکاح بغیر اذنِ مولی بھی حرام ہوگا۔

باب باندی کو اپنی آزادی کے بعد فسخ نکاح کا اختیار ہے بشرطیکہ آزادی کے بعد اس سے وطی نہ کی گئی ہو

۳۱۶۷۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب بریرۃ کو آزادی ملی تو ان کے خاوند آزاد تھے۔اور (بریرۃ کی آزادی کے بعد) حضور ﷺ نے بریرۃ کو اختیار دیا (کہ چاہے تو نکاح برقرار رکھے اور چاہے تو ختم کردے) (ترمذی، بخاری، مسلم) ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔اور ابوداؤد کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ اگر تیرے شوہر نے تجھ سے صحبت کرلی تو پھر تجھے اختیار باقی نہیں رہے گا۔اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ اگر شوہر نے تجھ سے ہمبستری کرلی تو پھر تجھے اختیارِ فسخ حاصل نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد و دار قطنی کی دونوں روایات کی اسناد حافظ صاحب کے قاعدہ پر صحیح یا حسن ہیں۔

حافظ قدس سرہ۔

۳۱۶۸- و فی الدرایة (۲۲٤): ابن سعد مرسل الشعبی أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِبَرِیْرَةَ لَمَّا عَتَقَتْ: "قَدْ عُتِقَ بُضْعُكِ مَعَكِ فَاخْتَارِیْ" ووصله الدار قطنی من حدیث عائشة رضی الله عنها بلفظ۔ "اِذْهَبِیْ، فَقَدْ عُتِقَ مَعَكِ بُضْعُكِ"۔

۳۱۶۸۔ ابن سعد سے مروی ہے کہ جب بریرۃ آزاد ہوئی تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تیرے ساتھ تیری بضع بھی آزاد ہوئی ہے۔ پس تو اپنی پسند کا انتخاب کر (کہ نکاح باقی رکھنا ہے یا نہیں) یہ حدیث شعبیؒ کا مرسل ہے اور دار قطنی کی روایت میں جس کو انہوں نے موصول بیان کیا ہے یہ الفاظ ہیں کہ (اے بریرۃ!) جا تیرے ساتھ تیری بضع بھی آزاد ہوئی ہے۔ (درایۃ)

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بریرۃ کی آزادی کے وقت ان کے خاوند مغیث آزاد تھے۔ اور بریرۃ کی آزادی پر آپ ﷺ نے اسے نکاح ختم کرنے کا اختیار دیا۔ لیکن ہم نے دوسری حدیث ابن سعد کی بنا پر یہ تعمیم کردی ہے کہ شوہر خواہ آزاد ہو یا غلام ہر دونوں صورتوں میں باندی کے آزاد ہونے کی صورت میں اسے خیارِ عتق حاصل ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن سعد کی حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ باندی آزاد ہونے پر اپنی بضع کی مالک ہوتی ہے تو بضع کے مالک ہونے کا سبب باندی کے عتق کو بنایا ہے اور یہ سبب دونوں صورتوں میں (خواہ خاوند آزاد ہو یا غلام) حاصل ہے اور آپ ﷺ نے بھی اس سبب کو شوہر کے آزاد ہونے یا غلام ہونے کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیار عتق وطی تک اسے حاصل رہے گا اور اگر خاوند عورت سے عورت کی آزادی کے بعد وطی کرلے تو اب اسے کوئی اختیار فسخ حاصل نہ ہوگا۔ اور باقی بخاری یا ترمذی میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ بریرۃ کی آزادی کے وقت بریرۃ کے خاوند غلام تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں احادیث میں تطبیق دینا بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہوجائے گا اور عدم تطبیق کی صورت میں ایک حدیث کا لازماً ترک ہوگا۔ اور تطبیق کی صورت یہی ہے کہ پہلے غلامی ہوتی ہے اور پھر اس پر عتق طاری ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ صورت اختیار کریں گے جس میں تضاد نہ ہو اور وہ یہی ہے کہ بریرۃ کی آزادی کے وقت ان کے خاوند مغیث آزاد تھے لیکن ابن عباسؓ جو بخاری و ترمذی کی حدیث کے راوی ہیں ان کو ان کے آزاد ہونے کا علم نہ ہوا تھا۔ خود ابن حزم فرماتے ہیں کہ آزادی کے گواہ کو غلامی کے گواہ پر بلاخلاف فوقیت حاصل ہے۔ اور باقی درایۃ میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ اگر مغیث آزاد ہوتے تو حضور ﷺ اس کو خیار نہ دیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) نسائی فرماتے ہیں کہ یہ غلام عروہ کا ہے اور (۲) اگر عائشہ صدیقہؓ کا بھی ہو تو یہ قیاس صحابیہ مذکورہ بالا مرفوع حدیث کا معارض نہیں بن سکتا۔

ابواب نكاح الكفار

بَابُ تَقْرِيرِ الْكُفَّارِ عَلٰى اَنْكِحَتِهِمْ

۳۱۶۹- عَن ابن شهاب انه بلغه: "اِنَّ نِسَائِكُنَّ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُسْلِمْنَ بِاَرْضِهِنَّ وَهُنَّ غَيْرُمُهَاجِرَاتٍ، وَاَزْوَاجُهُنَّ حِيْنَ اَسْلَمْنَ كُفَّارٌ، مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، وَكَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ، فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَهَرَبَ زَوْجُهَا صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ مِنَ الْاِسْلَامِ- فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اَنْ قَالَ: ثُمَّ رَجَعَ (اَیْ صَفْوَانُ) مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ كَافِرٌ، فَشَهِدَ حُنَيْنًا وَالطَّائِفَ، وَهُوَ كَافِرٌ وَامْرَاَتُهٗ مُسْلِمَةٌ، وَلَمْ يُفَرِّقْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ امْرَاَتِهٖ حَتّٰى اَسْلَمَ صَفْوَانُ، وَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهٗ امْرَاَتُهٗ بِذٰلِكَ النِّكَاحِ"- رواه الامام مالك فی "الموطا"(۱۹۷)

۳۱۷۰- حدثنی محمد ابن اخی الزهری عن عمه عن عروة عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرَ سِفَاحٍ"- رواه الواقدی(زیلعی،۳۵:۲)- و فیه ایضا قال فی التنقیح:"الواقدی متكلم فیه اھ"-قلت: قد مر غیر مرة انه قد وثقه كثیر، وان الاختلاف غیر مضر-

ابواب کفار کے نکاح کا بیان

باب کفار کو ان کے نکاح پر باقی رکھنا

۳۱۶۹۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنے ہی ملک میں اسلام لاتی تھیں لیکن مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرتی تھیں۔ عورتوں کے اسلام لانے کے وقت ان کے شوہر کافر ہی ہوتے تھے۔ مثلاً ولید بن مغیرہ کی بیٹی (عاتکہ) جو صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھی وہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائی لیکن اس کا خاوند صفوان بن امیہ اسلام سے بھاگ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو بلا بھیجا......... پھر صفوان لوٹ آیا اور حضور ﷺ کے ساتھ کفر کی حالت میں ہی غزوۂ حنین اور طائف میں شرکت کی جبکہ صفوان کی بیوی مسلمان تھی لیکن حضور ﷺ نے ان کے درمیان جدائی نہ کی یہاں تک کہ صفوان بھی مسلمان ہو گئے اور ان کی عورت بدستور ان کے پاس ہی رہی (موطا مالک)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کا حالتِ کفر میں کیا ہوا نکاح برقرار رہتا ہے۔ دوسرے چونکہ عاتکہ بنت ولید کے مسلمان ہونے اور صفوان کے مسلمان نہ ہونے کے باوجود چونکہ اختلاف دارین بھی نہیں تھا اور صفوان کے کردار سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائے گا لہٰذا حضور ﷺ نے ان میں تفریق نہیں فرمائی۔

۳۱۷۰۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ (نصب الرایہ) واقدی مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

٣١٧١- عَن عائشة رضى الله عنها مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرَ سَفَاحٍ"- رواه ابن سعد بسند حسن (الجامع الصغير، ٢:٣)-

٣١٧٢- عَن ابن عباس رضى الله عنهما مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ لَدُنِ آدَمَ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرَ سَفَاحٍ"- رواه ابن سعد بسند حسن (الجامع الصغير، ٢:٣)-

٣١٧٣- عَن علی ﷺ مرفوعا: "خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ، وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سَفَاحٍ مِنْ لَدُنِ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِىْ أَبِىْ وَأُمِّىْ، لَمْ يُصِبْنِىْ مِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَىْءٌ"- رواه العدنى و ابن عدى فى الكامل والطبرانى فى الاوسط و سنده حسن (الجامع الصغير، ٢:٣)-

باب

اذا اسلم احد الزوجين يفرق بينهما بعد عرض الاسلام على الآخر وابائه عنه

٣١٧٤- حدثنا احمد بن منيع و هناد قالا: نا ابو معاوية عن الحجاج (هو ابن ارطاة) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَدَّ اِبْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِى الْعَاصِ بْنِ

۳۱۷۱۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا سے پیدا نہیں ہوا (ابن سعد)۔اس کی سند حسن ہے (جامع صغیر)

۳۱۷۲۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم کی نسل سے ہوں اور نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔زنا سے پیدا نہیں ہوا۔(ابن سعد)۔اس کی سند حسن ہے (جامع صغیر)

۳۱۷۳۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور زنا سے پیدا نہیں ہوا۔آدم کی مٹی سے لے کر میرے پیدا ہونے تک ہماری پشت میں ذرہ بھر زنا کی جاہلانہ رسم کا شبہ نہیں (ابن عدی،عدنی، طبرانی) اس کی سند حسن ہے (جامع صغیر)

فائدہ: ان احادیث میں اسلام سے قبل کے تمام نکاحوں کو نکاح صحیح سے تعبیر کیا گیا ہے۔لہٰذا ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ کفر میں ہونے والا نکاح اسلام لانے کے بعد بھی برقرار رہے گا۔

باب اگر زوجین میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر دوسرا اسلام لانے سے انکار کر دے تو تب ان میں جدائی کر دی جائے گی

۳۱۷۴۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کو

الرَّبِيعِ بِمَهْرٍ جَدِيدٍ وَنِكَاحٍ جَدِيدٍ"۔ رواه الترمذی (١٤٦:١)۔ و قال: "هذا حديث فی اسناده مقال"۔ قلت: و فی الجوهر النقی (٩١:٢): "حديث عمرو بن شعيب عندنا صحيح اه"۔ و قد مر غير مرة ان الاختلاف لا يضر۔

٣١٧٥- عَن ايوب عن عكرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما فِي الْيَهُودِيَّةِ أَوِ النَّصْرَانِيَّةِ تَكُونُ تَحْتَ الْيَهُودِيِّ اَوِ النَّصْرَانِيِّ فَتُسْلِمُ، فَقَالَ: يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَ...

ابوالعاص کے پاس نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ لوٹایا (ترمذی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں کچھ کلام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جوہر نقی میں ہے کہ حدیث عمرو بن شعیب ہمارے ہاں صحیح ہے (۲۔۹۱) اور اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ، حدیث عمرو بن شعیب سے اصح ہے تو لفظ اصح (زیادہ صحیح) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری کے ہاں بھی عمرو بن شعیب کی حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے اور تدلیس تو ہمارے یہاں مضر ہی نہیں اور خود ترمذیؒ بھی اس کی حدیث کو عنعنہ کے ساتھ حسن کہہ چکے ہیں اور رہے عزرمی تو اس سے تو شعبہ (جو کہ ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں) اور ثوری اور امام اعظمؒ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کافر رہے اور اختلاف دارین بھی ہو جائے تو فرقت واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دوبارہ خاوند کے پاس جانے کے لیے نکاح جدید ضروری ہے۔ باقی ابن عباسؓ کی حدیث جو ترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی زینبؓ کو ابن العاص پر نکاح اول کے ساتھ ہی لوٹا دیا اور نیا نکاح نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث مثبت زیادت ہے جو کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں نہیں اور مثبت راجح ہوتی ہے اور فتح الباری (۹:۳۷۳) میں ہے کہ ابن عبدالبر عمرو بن شعیب کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں حدیثوں کو جمع کرنا کسی ایک کو لغو کرنے سے بہتر ہے تو ابن عباسؓ کی حدیث میں بالنکاح الاول سے مراد یہ ہے کہ پہلے نکاح والی شرطوں کے ساتھ دوبارہ عقد فرمایا اور لم یحدث شیئا کا مطلب یہ ہے کہ ان شرطوں پر کسی اور چیز کا اضافہ نہ فرمایا۔ پھر فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث اصول کے ساتھ مؤید ہے اور اس میں تصریح ہے کہ نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ لوٹایا اور صریح بات کو لینا محتمل بات کو لینے سے بدرجہا بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث خود ابن عباسؓ کے مذہب سے بھی مؤید ہے جیسا کہ متن کے شروع میں حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ جب ابن عباسؓ کا مذہب عمرو بن شعیب کی حدیث کے موافق ہے تو اپنی روایت کردہ حدیث کے مخالف ہوا اور جب راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث منسوخ ہے۔ صاحب تمہید فرماتے ہیں کہ اگر ابن عباسؓ کی حدیث "بالنکاح الاول" والی صحیح ہو تو منسوخ ہوگی کیونکہ کوئی بھی عدت کے بعد رجوع کا قائل نہیں۔ (جوہر نقی)

۳۱۷۵۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہودی عورت یا نصرانی عورت، یہودی مرد یا نصرانی مرد کے نکاح میں ہو اور عورت مسلمان ہو جائے تو ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی کیونکہ اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے (فتح الباری)۔

تعلی عَلَیْهِ"۔ اخرجه الطحاوی و سنده صحیح (فتح الباری، ۹: ۳۷۰)۔

۳۱۷۶- عَن ابن عباس رضی الله عنهما: "اِذَا اَسْلَمَتِ النَّصْرَانِیَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ"۔ علقه البخاری ووصله ابن ابی شیبة ولفظه: فَهِیَ اَمْلَكُ بِنَفْسِهَا (فتح الباری ۹: ۳۷۰)۔

۳۱۷۷- عَن ابراهیم الصائغ: "سُئِلَ عَطَاءٌ عَنْ اِمْرَاَةٍ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ اَسْلَمَتْ ثُمَّ اَسْلَمَ زَوْجُهَا فِیْ الْعِدَّةِ اَهِیَ اِمْرَاَتُهُ؟ قَالَ: لَا! اِلَّا اَنْ تَشَاءَ هِیَ بِنِکَاحٍ جَدِیْدٍ وَصَدَاقٍ"۔ علقه البخاری فی صحیحه (فتح، ۹: ۳۷۰)۔

۳۱۷۸- حدثنا عباد بن العوام، عن ابی اسحاق الشیبانی عن یزید بن علقمة: "اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ النُّعْمَانِ بْنِ زُرْعَةَ التَّغْلَبِیَّ کَانَ نَاکِحًا بِامْرَاَةٍ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ، فَاَسْلَمَتْ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: اِمَّا اَنْ تُسْلِمَ وَاِمَّا اَنْ نَنْتَزِعَهَا مِنْكَ، فَاَبٰی، فَنَزَعَهَا عُمَرُ مِنْهُ"۔ رواه ابن ابی شیبة، کما فی المحلی (۷: ۳۱۳ و ۳۱٤)، واعله بجهل یزید بن علقمة اولا، ثم احتج به من طریق شعبة: اخبرنی ابو اسحاق الشیبانی قال: "سمعت یزید بن علقمة اَنَّ جَدَّهُ وَجَدَّتَهُ

۳۱۷۶۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر نصرانی عورت اپنے خاوند سے ایک گھڑی قبل بھی مسلمان ہو جائے تو اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی (بخاری) اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ اب وہ عورت اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے۔

۳۱۷۷۔ ابراہیم صائغ سے مروی ہے کہ عطاء سے دریافت کیا گیا کہ اگر معاہد قوم سے کوئی عورت مسلمان ہو جائے اور پھر اس کے بعد اس کی عدت میں اس کا خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو کیا وہ اس کی عورت ہوگی؟ عطاء نے فرمایا نہیں۔ ہاں وہ عورت نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ اس کی بیوی بن سکتی ہے (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کے اسلام لانے سے بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور اگر پھر خاوند مسلمان ہو جائے تو بیوی نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ اس کے نکاح میں آ سکتی ہے۔ خواہ خاوند عورت کی عدت کے زمانے میں ہی مسلمان کیوں نہ ہوا ہو۔ اس سے شافعیہ پر رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اگر خاوند بھی بیوی کے اسلام لانے کے بعد اس کی عدت کی مدت میں اسلام لے آئے تو بغیر نکاح جدید کے وہ اس کی بیوی ہے۔

۳۱۷۸۔ یزید بن علقمہ سے مروی ہے کہ عبادہؓ بن نعمان تغلبی نے بنو تمیم کی ایک عورت سے نکاح کیا ہوا تھا پھر وہ عورت مسلمان ہو گئی، اس پر حضرت عمرؓ نے عبادہؓ سے فرمایا کہ یا تو تو بھی مسلمان ہو جا ورنہ وہ عورت ہم تجھ سے چھین لیں گے (یعنی تم دونوں میں جدائی کر دیں گے) لیکن اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ نے عورت کو مرد سے جدا کر دیا (مصنف ابن ابی شیبہ) اور محلی میں ہے کہ ابو اسحٰق شیبانی فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن علقمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس کے دادا اور دادی عیسائی تھے پھر دادی مسلمان ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کر دی۔

كَانَا نَصْرَانِيَّيْنِ فَأَسْلَمَتْ جَدَّتُهُ، فَفَرَّقَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بَيْنَهُمَا اه"۔ واذا كان شعبة في اسناد فشد يديك به۔

۳۱۷۹- و فی زاد المعاد(۲: ۲۲۰)۔ صح عن عمرؓ: "اَنَّ نَصْرَانِيًّا اَسْلَمَتْ اِمْرَأَتُهُ فَقَالَ عُمَرُ ؓ: اِنْ اَسْلَمَ فَهِيَ اِمْرَأَتُهُ، وَاِنْ لَمْ يُسْلِمْ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا، فَلَمْ يُسْلِمْ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وكذلك قال لعبادة بن النعمان، و قد اسلمت امراته اه۔ فالحديث صحيح و ذكره محمد في الحجج (۳۵۳)بلاغا ثم اسنده عن يعقوب بن ابراهيم(هو ابو يوسف الامام) عن سليمان ابن ابی سلیمان (وهو ابو اسحاق) الشیبانی عن السفاح(هو ابن مطر) الشیبانی عن داود بن كردوس عن عمر نحوه، والسفاح بن مطر من رجال التهذيب مقبول، ذكره ابن حبان في الثقات، و داود بن كردوس التغلبي ذكره ابن حبان في الثقات ايضا، و قال: يروى عن عمر بن الخطاب ؓ،عداده في اهل الكوفة، كذا في كشف الاستار(۳۲)۔

۳۱۸۰- عن قتادة عن سعيد بن المسيب: اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ فِي الزَّوْجَيْنِ الْكَافِرَيْنِ يُسْلِمُ اَحَدُهُمَا: "هُوَ اَمْلَكُ بِبُضْعِهَا مَادَامَتْ فِيْ دَارِ هِجْرَتِهَا"۔ رواه حماد بن سلمة كما في المحلى(۷: ۳۱٤)وسنده صحيح۔

۳۱۸۱- عن مطرف بن طريف عن الشعبي عن عليؓ: "هُوَ اَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يَخْرُجْ

۳۱۷۹۔ زاد المعاد میں ہے کہ ایک عیسائی مرد کی عورت مسلمان ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ مرد بھی مسلمان ہو جائے تو یہ اس کی عورت رہے گی اور اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ آخر وہ مسلمان نہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کردی۔ اسی طرح عبادۃ بن نعمان کو بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ جب کہ اس کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی۔ (کتاب الحجج) امام محمد نے کتاب الحجج میں یہ حدیث بلاغاً ذکر کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور پھر مسنداً بھی ذکر کی ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر زوجین دار الاسلام میں ہوں ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو دوسرے کو بھی اسلام لانے کا کہا جائے گا اگر وہ اسلام لائے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔

۳۱۸۰۔ سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر (دار الحرب میں) کافر زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو خاوند اس عورت کا زیادہ حقدار ہے جب تک وہ عورت دار الحرب میں ہے (محلی) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۸۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کا زیادہ حقدار ہے جب تک وہ عورت دار الحرب سے نہ نکلے (ایضاً) اس کی سند صحیح ہے۔

مِن مِصْرِهَا"۔ رواه سفيان بن عيينة كما فى المحلى (٣١٤:٧) وسنده صحيح و قد اثبت بعضهم سماع الشعبی من علی، كما ذكرناه فى الاستدراك و غيره من المواضع۔

٣١٨٢- نا معتمر بن سليمان عن معمر عن الزهرى: "اِنْ اَسْلَمَتْ وَلَمْ يُسْلِمْ زَوْجُهَا فَهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا اِلَّا اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا سُلْطَانٌ"۔ رواه ابن ابی شيبة۔

٣١٨٣- نا عبدة بن سليمان عن سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن الحسن، قَالَ: "اِذَا اَسْلَمَتْ وَاَبٰى اَنْ يُسْلِمَ فَاِنَّهَا تَبِيْنُ مِنْهُ بِوَاحِدَةٍ"۔ وقاله عكرمة، رواه ابن ابی شيبة (المحلى ٣٦٤:٧)وسنده صحيح۔

٣١٨٤- حدثنا عبيدالله بن محمد المؤدب ثنا علی بن معبد ثنا عباد بن العوام عن سفيان بن حسين، عن الزهرى: "اَنَّ اَبَا الْعَاصِ بْنَ رَبِيْعَةَ اُخِذَ اَسِيْرًا يَوْمَ بَدْرٍ، فَاُتِىَ بِهِ النَّبِىَّ ﷺ، فَرَدَّ عَلَيْهِ اِبْنَتَهٗ، قَالَ الزُّهْرِىُّ: وَكَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ الْفَرَائِضُ يَعْنِىْ اِبْنَةَ النَّبِىِّ ﷺ، وَرَدَّهَا عَلٰى زَوْجِهَا"۔ رواه الطحاوى(١٥٢:٢)۔ و فی سفيان مقال، و عبيد الله المؤدب ضعيف، كما فى "كشف الاستار"(٧٠)۔

٣١٨٥- حدثنا عبيدالله ثنا علی ثنا عباد بن العوام عن سعيد عن قتادة ﷺ: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَدَّ عَلٰى اَبِى الْعَاصِ اِبْنَتَهٗ۔ قَالَ قَتَادَةُ: كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ سُوْرَةُ بَرَاءَةَ"۔رواه الطحاوى(٧٠)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر دارالحرب کے اندر عورت مسلمان ہو جائے اور دارالحرب سے ہجرت نہ کرے تو خاوند مسلمان ہو کر اس سے نکاح کر سکتا ہے اور نکاح کا زیادہ حقدار ہے۔

۳۱۸۲۔ زہری سے مروی ہے کہ اگر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا خاوند مسلمان نہ ہو تو وہ دونوں اپنے نکاح پہ رہیں گے الا یہ کہ بادشاہ ان کے درمیان جدائی کردے (مصنف ابن ابی شیبہ)

۳۱۸۳۔ قتادہؒ سے مروی ہے کہ حسن فرماتے ہیں کہ اگر عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند مسلمان ہونے سے انکار کردے تو عورت اس سے ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی (مصنف ابن ابی شیبہ) (المحلی) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۸۴۔ زہری سے مروی ہے کہ ابوالعاص بن ربیعہ کو جنگ بدر میں قید کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو حضور ﷺ نے اپنی بیٹی اس کو واپس کردی۔ زہری فرماتے ہیں کہ یہ فرائض کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے یعنی فرائض آنے سے قبل حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ابوالعاص کو واپس کردی۔ (طحاوی)

۳۱۸۵۔ قتادہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ابوالعاص کو واپس کردی۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سورۂ براۃ کے

ایضا و فی عبیداللہ المذکور وانما ذکرنا الاثرین تائیداً للاحتمال الذی ایدناہ قیاسا۔

۳۱۸۶-قال ابن شبرمة: "كَانَ النَّاسُ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُسْلِمُ الرَّجُلُ قَبْلَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةُ قَبْلَ الرَّجُلِ، فَاَيُّهُمَا اَسْلَمَ قَبْلَ اِنْقِضَاءِ عِدَّةِ الْمَرْاَةِ فَهِيَ اِمْرَاَتُهُ، وَاِنْ اَسْلَمَ بَعْدَ الْعِدَّةِ فَلَا نِكَاحَ بَيْنَهُمَا"۔ ذکرہ ابن القیم فی زاد المعاد(۲: ۳۳۰)۔ واعلہ بالانقطاع لیس الا و هو لیس بعلة عندنا فی القرون الفاضلة۔

۳۱۸۷- اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن حماد عن ابراهیم قال: "كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلىٰ عَبْدِ الْحَمِيْدِ(هو عامله علی الكوفة): اِذَا اَسْلَمَتِ الْمَرْاَةُ قَبْلَ زَوْجِهَا عُرِضَ عَلىٰ زَوْجِهَا الْاِسْلَامُ، فَاِنْ اَسْلَمَ فَهُمَا عَلىٰ نِكَاحِهِمَا الْاَوَّلِ وَاِنْ اَبىٰ اَنْ يُسْلِمَ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا" رواه محمد فی الحجج له (۳۵۴): وسنده حسن، و فی ابن ابان مقال من قبل الحفظ، قال احمد:" لم يكن ممن يكذب"۔ و قال ابو حاتم:"يكتب حديثه ولا يحتج به اه"۔ من اللسان(۵: ۳۱)۔ والظاهر انه جد مشكد انه يروی عن ابی اسحاق السبيعی،وطبقته: و عنه

اترنے سے قبل کا ہے (طحاوی)۔ یہ دونوں اثر تائیداً ذکر کیے گئے ہیں۔

۳۱۸۶۔ ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں خاوند بیوی سے قبل اور بیوی خاوند سے قبل اسلام لاتے پھر اگر دوسرا ابھی عدت گذرنے سے پہلے مسلمان ہوجاتا تو وہ اس کی عورت ہوتی اور اگر وہ عورت کے بعد مسلمان ہوتا تو ان کے درمیان کوئی نکاح نہ ہوتا۔ (زادالمعاد) اس میں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں۔

۳۱۸۷۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کوفہ کے گورنر عبدالحمید کو لکھا کہ اگر عورت خاوند سے پہلے مسلمان ہوجائے تو خاوند پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ بھی مسلمان ہوجائے تو وہ دونوں اپنے پہلے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردے تو ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ (کتاب الحجج) اس کی سند حسن ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابن ابان مختلف فیہ ہے۔

فائدہ: ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دارالاسلام میں زوجین میں سے کوئی مسلمان ہوجائے تو دوسرے کو بھی اسلام لانے کا کہا جائے گا اگر وہ مسلمان ہوجائے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ اور اگر دارالحرب میں زوجین میں سے کوئی مسلمان ہوجائے تو اگر اس کی عدت کے اندر خاوند بھی مسلمان ہوجائے تو وہ دونوں اپنے نکاح پر رہیں گے اور عدت گذرنے کے بعد سابقہ نکاح پر برقرار رکھنے کی کوئی صورت نہیں بلکہ ان کے درمیان جدائی ثابت ہوجائے گی۔ اور اگر بیوی مسلمان ہوکر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو محض اختلاف دارین کی وجہ سے ہی ان کے درمیان جدائی متحقق ہوجائے گی۔ محض اختلاف دارین سے فرقت کے ثبوت کی دلیل اللہ پاک کا ارشاد ﴿فلا ترجعوهن الى الكفار﴾ ہے۔ پس اگر زوجیت باقی ہوتی (جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے

ابوداود وابوالولید الطیالسیان کما فی التہذیب(٥:٩)۔ ولم یذکرہ احد بجرح ولا تعدیل۔

بَابُ الْوَلَدِ يَتبعُ خَيرَ الْاَبَوَيْنِ اِذَا اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا

۳۱۸۸- اخبرنا محمود بن غیلان قال: ثنا عبدالرزاق قال: ثنا سفیان عن عثمان البتی عن عبدالحمید بن سلمة الانصاری عن ابیه عن جده، اَنَّهُ اَسْلَمَ وَاَبَتْ اِمْرَاَتُهُ اَنْ تُسْلِمَ، فَجَاءَ ابْنٌ لَهُمَا صَغِيرٌ لَمْ يَبْلُغِ الْحُلُمَ۔ فَاَجْلَسَ النَّبِیُّ ﷺ الْاَبَ هٰهُنَا، وَالْاُمَّ هٰهُنَا، ثُمَّ خَيَّرَهُ، فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اهْدِهِ" فَذَهَبَ اِلٰى اَبِيهِ۔ رواہ النسائی(۲:۱۱و۱۲): وسکت عنه فهو صحیح عندہ۔

۳۱۸۹- حدثنا ابراهیم بن موسی الرازی انا عیسی ثنا عبدالحمید بن جعفر اخبرنی

زوج اس کا زیادہ حقدار ہوتا۔ اور اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد ﴿لا هن حل لهم ولاهم یحلون لهن﴾ اور ارشاد ﴿واتوهم ما انفقوا﴾ میں ردمہر کا حکم ہے پس اگر زوجیت باقی ہوتی تو مہر کی واپسی کا حکم نہ ہوتا۔ اور اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد ﴿ولا جناح علیکم ان تنکحوهن﴾ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نکاح اول باقی نہیں کیونکہ اگر نکاح اول باقی ہوتا تو دوسرا نکاح کرنے کی عورت کو اجازت نہ ہوتی۔ اسی طرح ﴿والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم﴾ کے بارے میں ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ یہ اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی اور انہیں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی حاملہ سے وضع حمل تک اور غیر حاملہ سے ایک حیض آنے تک وطی نہ کی جائے تو اگر کسی حد تک بھی سابقہ زوجیت باقی ہوتی تو اس سے وطی کرنا کسی صورت حلال نہ ہوتا تو یہ سارے دلائل یہ بتارہے ہیں کہ اختلاف دارین کی وجہ سے سابقہ زوجیت ختم ہوچکی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں نہ اسلام پیش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی تین حیض کے گذرنے کے انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔ باقی شوافع کا قصہ ابوسفیان سے استدلال کرنا کہ ابوسفیان مسلمان ہوگئے اور ان کی بیوی ہند کافرتھی اور پھر وہ بعد میں مسلمان ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوسفیان بھی مرالظہران میں مسلمان ہوئے اور وہ مکہ میں ہی ہے اور اس وقت مکہ دارالاسلام نہیں بنا تھا، اسی طرح عکرمہ اور صفوان کا قصہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

باب والدین میں سے اگر کوئی مسلمان ہوجائے تو بچہ خیرالابوین کے تابع ہوگا

۳۱۸۸۔ حمید بن سلمہ انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے دادا نے اسلام قبول کیا لیکن اس کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کردیا۔ ان کا نابالغ بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے ماں کو ایک طرف اور باپ کو دوسری طرف بٹھایا پھر بچہ کو اختیار دیا کہ جدھر چاہے جائے پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے ہدایت دے تو وہ بچہ اپنے باپ کی طرف چلا گیا۔ (نسائی)۔ امام نسائی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح ہے۔

۳۱۸۹۔ رافع بن سنانؓ فرماتے ہیں کہ وہ اسلام لے آیا لیکن اس کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پس رافع کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی کہ میری بیٹی مجھے دلائیں۔ اس کا دودھ چھوٹ چکا تھا یا چھوٹنے کے قریب تھا۔ اور رافع

ابی عن جدی رافع بن سنان اَنَّهُ اَسْلَمَ وَاَبَتْ اِمْرَاَتُهُ اَنْ تُسْلِمَ، فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ: اِبْنَتِی وَهِیَ فَطِیْمٌ اَوْ شَبَهُهُ، وَقَالَ رَافِعٌ: اِبْنَتِی۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: "اُقْعُدْ نَاحِیَةً" وَقَالَ لَهَا: "اُقْعُدِی نَاحِیَةً"۔ وَاَقْعَدَ الصَّبِیَّةَ بَیْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: "اُدْعُوَاهَا"، فَمَالَتِ الصَّبِیَّةُ اِلٰی اُمِّهَا: فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "اَللّٰهُمَّ اِهْدِهَا"۔ فَمَالَتْ اِلٰی اَبِیْهَا فَاَخَذَهَا۔ رواه ابوداود(۱:۳۱۲):وسکت عنه۔

ابواب القسم

باب وجوب العدل بین الازواج فیما یطاق

۳۱۹۰- عَنْ ابی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: "مَنْ کَانَتْ لَهُ اِمْرَاَتَانِ یَمِیْلُ لِاِحْدَاهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَجُرُّ اَحَدَ شِقَّیْهِ سَاقِطًا اَوْ مَائِلًا"۔ رواه الخمسة والدارمی وابن حبان والحاکم قال: واسناده علی شرط الشیخین، واستغربه الترمذی مع تصحیحه(نیل۶:۱۳۸)

نے کہا میری بیٹی مجھے دلائیں۔ حضور ﷺ نے رافع سے فرمایا کہ تو ایک کونے میں بیٹھ اور اس کی بیوی سے کہا کہ تو دوسرے کونے میں بیٹھ۔ پھر بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھایا اور فرمایا تم دونوں اس کو بلاؤ پس وہ بچی اپنی ماں کی طرف بڑھی تو اس پر حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اسے ہدایت دے تو بچی اپنے باپ کی طرف بڑھی۔ رافع نے اسے لے لیا (ابوداؤد) امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: آپ ﷺ کا بچہ کے لئے ہدایت کی دعا کرنا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ مطلوب یہ ہے کہ بچہ خیر الابوین کے تابع ہوگا۔ اور باقی رہا بچہ کو اختیار دینا تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اپنی دعاء کی قبولیت پر اعتماد تھا۔ ورنہ عام حالات میں یعنی اب بچہ کو اختیار نہیں دیا جائے گا اور نفی تخییر پر حدیث ابن عباس "الاسلام یعلو ولا یعلی" دال ہے یعنی اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ نیز حضور ﷺ نے حمزہ کی بیٹی کی حضانت کے مسئلہ میں تخییر کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے چچا جعفر کے سپرد کر دیا کیونکہ جعفر کے ہاں بچی کی خالہ تھی۔

ابواب القسم

باب بیویوں کے درمیان ایسے امور میں جو خاوند کے قبضے میں ہوں برابری کرنا واجب ہے

۳۱۹۰۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف دوسری کی نسبت زیادہ میلان کرے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے بدن کا ایک حصہ جھکا ہوا ہوگا۔ (رواہ الخمسہ، ابن حبان، دارمی، حاکم) حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ترمذی نے اسے صحیح غریب کہا ہے۔

۳۱۹۱- عَن حماد بن سلمة عن ایوب عن ابی قلابة عن عبدالله بن یزید عن عائشة رضی الله عنها۔ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقسِمُ بَیْنَ نِسَائِهِ فَیَعْدِلُ، وَیَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسمِیْ فِیْمَا اَملِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَملِكُ"۔ رواہ الاربعة و صححه ابن حبان والحاکم، قال الترمذی: یعنی به الحب والمودة، کذلك فسره اهل العلم۔ قال الترمذی: رواہ غیر واحد عن حماد بن زید عن ایوب عن ابی قلابة مرسلا، و هو اصح من روایة حماد بن سلمة۔ وقد اخرج البیهقی من طریق علی بن ابی طلحة عن ابن عباسؓ فی قوله:﴿وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا﴾ الآیة۔ (النساء-۱۲۹) قال: فی الحب والجماع، و عن عبیدة بن عمرو السلمانی مثله۔(فتح الباری لحافظ الدنیا العسقلانی، ۹:۲۷۴و۲۷۵)

۳۱۹۱۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان دن تقسیم کرتے تو انصاف کرتے تھے اور فرماتے کہ اے اللہ یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جس کا میں مالک ہوں، سو جس چیز کے آپ مالک ہیں اور میں اس کا مالک نہیں ہوں اس میں آپ مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے (رواہ الاربعہ) ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ قول کہ مجھے ملامت نہ کیجئے اس سے مراد قلبی محبت ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حماد بن سلمہ سے زیادہ صحیح ہے اور بیہقی میں ہے کہ اللہ کا فرمان ﴿ولا تستطیعو ان تعدلوا﴾ الآیۃ (یعنی تم بعض امور میں برابری نہیں کر سکتے) میں ان امور سے مراد قلبی محبت اور ہم بستری ہے۔ (فتح الباری)

فائدہ: یعنی شب باشی، تن پوشی، دلجوئی اور خبر گیری وغیرہ میں برابری واجب ہے البتہ قلبی محبت اور جماع میں برابری واجب نہیں۔ کیونکہ یہ امور انسان کے بس میں نہیں۔ نیز اللہ پاک کے ارشاد ﴿فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة﴾ (یعنی اگر تمہیں عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو پھر ایک سے ہی نکاح کرو) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ باکرہ اور ثیبہ کے درمیان برابری واجب ہے۔ باقی بخاری میں حضرت انسؓ سے جو یہ مروی ہے کہ "یہ سنت ہے کہ جب آدمی ثیبہ کی موجودگی میں باکرہ سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن رہ کر پھر تقسیم (باری) مقرر کرے اور اگر باکرہ کے ہوتے ہوئے ثیبہ سے شادی کرے تو اس کے ہاں تین دن رہ کر پھر باری مقرر کرے" تو اس کا جواب (جو کہ عنایۃ میں مذکور ہے) یہ ہے کہ یہ تفصیل بالبداءۃ پر محمول ہے نہ کہ زیادۃ پر جیسا کہ ام سلمہؓ کی حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے پاس بھی سات دن رہوں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس بھی سات سات دن" اور ہم احناف بھی کہتے ہیں کہ وہ نئی دلہن سے ابتداء کرے، لیکن برابری کی شرط کے ساتھ۔

بَابٌ کَیْفَ الْقَسْمُ بَیْنَ الْاَمَةِ وَالْحُرَّةِ

۳۱۹۲- نادعلج بن احمدنا محمد بن علی بن زیدنا سعید بن منصور ناهشیم عن ابن ابی لیلی عن المنہال بن عمرو عن عبادة بن عبدالله الاسدی عن علی ﷺ انه کان یقول: "اِذَا تَزَوَّجَ الْحُرَّةَ عَلَی الْاَمَةِ قَسَمَ لِلْاَمَةِ الثُّلُثَ، وَلِلْحُرَّةِ الثُّلُثَیْنِ"- رواہ الدارقطنی (۲: ۴۱۰)-

۳۱۹۳- عَن سلیمان بن یسار قال: "مِنَ السُّنَّةِ اَنَّ الْحُرَّةَ اِنْ اَقَامَتْ عَلٰی ضِرَارٍ فَلَهَا یَوْمَانِ وَلِلْاَمَةِ یَوْمٌ"- رواہ البیهقی (التلخیص الحبیر، ۲: ۳۱۴)- قلت: سلیمان هذا تابعی ثقة کما فی التقریب (۱۰۳) فالحدیث مرسل-

۳۱۹۴- اخبرنا عباد بن العوام قال: اخبرنا الحجاج بن ارطاة عن حصین بن عبد الرحمن الحارثی عن الحارث عن علی بن ابی طالب ﷺ انه قال: "لَا تُنْکَحُ الْاَمَةُ عَلَی الْحُرَّةِ وَتُنْکَحُ الْحُرَّةُ عَلَی الْاَمَةِ، فَیَکُوْنُ لَهَا ثُلُثَانِ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ، وَلِلْاَمَةِ الثُّلُثُ"- رواہ الامام محمد فی الحجج (۳۱۲)- ورجاله ثقات و ان کان اکثرهم قد اختلف فیهم-

باب آزادعورت اور باندی کے درمیان کس طرح راتیں تقسیم کرے

۳۱۹۲۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ جب آدمی باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کرے تو باندی کے لئے ایک تہائی اورآزادعورت کے لئے دوتہائی کی نسبت سے راتیں تقسیم کرے۔ (دارقطنی)۔

فائدہ: منہال کی دوحدیثیں بخاری میں مروی ہیں لہٰذاوہ ثقہ ہے اور عباد مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضرنہیں۔ پس یہ حدیث کم ازکم حسن ہے۔

۳۱۹۳۔ سلیمان بن یسارفرماتے ہیں کہ آزادعورت اگرکسی کی سوکن بنے تو سنت یہ ہے کہ اس کے لئے دودن اور باندی کے لئے ایک دن کی نسبت سے تقسیم کرے۔ (بیہقی) یہ حدیث مرسل ہے۔

۳۱۹۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آزادعورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح نہ کیا جائے اور باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے آزادعورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں خاوند کے جان ومال میں سے آزادعورت کے لئے دوثلث اور باندی کے لیے ایک ثلث ہوگا (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْقُرْعَةِ لِاِسْتِصْحَابِ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فِي السَّفَرِ

٣١٩٥- عَن عائشة رضى الله عنها: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ. متفق عليه (نيل الاوطار ٦: ١٣٩).

بَابُ صِحَّةِ تَرْكِ النَّوبَةِ لِضَرَّتِهَا

٣١٩٦- عَن عائشة رضى الله عنها: "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ". الحديث و فيه: وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ حِيْنَ اَسَنَّتْ وَخَافَتْ اَنْ يُفَارِقَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهَا، فَفِيْهَا وَاَشْبَاهِهَا نَزَلَتْ: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ الآية (النساء-١٢٨). رواه ابوداود، و تابعه ابن سعد عن الواقدى عن ابن ابى الزناد فى وصله، و رواه سعيد بن منصور عن ابن ابى الزناد مرسلا لم يذكر فيه عن عائشة رضى الله عنها، و عند الترمذى من حديث ابن عباس موصولا نحوه، و كذا قال عبدالرزاق عن معمر بمعنى ذلك، فتواردت هذه الروايات على

باب سفر میں کسی عورت کوساتھ رکھنے کے لیے قرعہ اندازی کرنا مستحب ہے

٣١٩٥۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو اپنی بیویوں کے بیچ قرعہ ڈالتے تھے تو جس کے نام کا قرعہ نکلتا اسے اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے (بخاری ومسلم)

فائدہ: یعنی قرعہ اندازی کرنا عورتوں کے قلوب کی تطیب کے لئے مستحب ہے، واجب نہیں۔

باب اپنی باری اپنی سوکن کے لئے چھوڑ دینا درست ہے

٣١٩٦۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ ہمارے پاس رہنے میں کسی بیوی کو دوسروں پر فوقیت نہیں دیتے تھے (بلکہ برابری کرتے تھے)۔ (اسی حدیث میں آگے چل کر یہ الفاظ ہیں کہ) جب ام المؤمنین سودہؓ بوڑھی ہوگئیں اور ان کو یہ خیال ہوا کہ کہیں آپﷺ انہیں چھوڑ نہ دیں (یعنی طلاق نہ دیدیں) تو انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے نام کرتی ہوں۔ آپﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ اور ان جیسی عورتوں کے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿وان امراة خافت من بعلها نشوزا﴾ الآیۃ (یعنی اگر کسی عورت کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کا شوہر اس سے اعراض برتے گا یا زیادتی کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح ہی بہتر ہے (ابوداؤد) اور ابن سعد نے اتصال میں اس کی متابعت کی ہے اور سعید بن منصور نے اسے مرسلا روایت کیا ہے کہ اس میں عن عائشہ نہیں اور ترمذی میں ابن عباسؓ سے موصولاً یہ حدیث مروی ہے۔

اَنَّہا خَشِیَتُ الطَّلَاقَ فَوَهَبَتُ-

۳۱۹۷- واخرج ابن سعد بسند رجاله ثقات من رواية القاسم بن ابی بزة مرسلا: النَّبِیَّ ﷺ طَلَّقَهَا فَقَعَدَتُ لَهٗ عَلٰی طَرِیُقِهٖ، فَقَالَتُ: وَالَّذِیُ بَعَثَكَ بِالُحَقِّ مَالِیُ فِی الرِّجَالِ حَاجَة وَلٰكِنُ اُحِبُّ اَنُ اُبُعَثَ مَعَ نِسَائِكَ یَوُمَ الُقِیَامَةِ، فَاُنُشِدُكَ بِالَّذِیُ اَنُزَلَ عَلَیُكَ الُكِتَابَ هَل طَلَّقُتَنِیُ لِمَوُجِدَةٍ وَجَدُتَّهَا عَلَیَّ؟ قَالَ: "لَا"! قَالَتُ: فَاُنُشِدُكَ لِمَا رَاجَعُتَنِیُ فَرَاجَعَهَا، قَالَتُ فَاِنِّیُ قَدُ جَعَلُتُ یَوُمِیُ وَ لَیُلَتِیُ لِعَائِشَةَ حُبَّةَ رَسُوُلِ اللّٰهِ ﷺ"-(فتح الباری،۹:۲۷۲)-

كِتَابُ الرَّضَاعِ

بَابُ اَنَّ الرَّضَاعَ یُحَرِّمُ مَا یُحَرِّمُهُ النَّسَبُ اِذَا كَانَ فِیُ مُدَّتِهٖ وَقَلِیُلُهٗ وَ كَثِیُرُهٗ سَوَاء

۳۱۹۸- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا فی حدیث طویل: "اَلرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ

۳۱۹۷- قاسم بن ابی بزة کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ کو طلاق دی تو وہ آپ ﷺ کے راستے میں بیٹھ گئیں اور کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، مجھے مرد کی کوئی خواہش نہیں۔ لیکن مجھے یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے روز میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ اٹھائی جاؤں۔ میں آپ ﷺ سے اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں جس نے آپ ﷺ پر قرآن اتارا کہ کیا آپ ﷺ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا کہ جس کی وجہ سے مجھے طلاق دی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر حضرت سودہؓ نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مجھ سے رجوع کر لیں۔ اس پر آپ ﷺ نے رجوع فرمالیا۔ حضرت سودہؓ نے کہا کہ میں اپنی باری کے دن رات حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے عائشہؓ کو ہبہ کرتی ہوں۔ (فتح الباری) ابن سعد نے مرسلاً روایت کیا ہے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عورت بوڑھی ہو جائے اور خاوند کو اس سے مجامعت اور ہمبستری کرنے میں رغبت نہ ہو لیکن عورت میں مجامعت کی رغبت پائے تو اس کو طلاق دینا جائز ہے۔ لیکن جب وہ یہ دیکھے کہ عورت کو مردوں کی ضرورت نہیں اور مجامعت کی رغبت نہیں رکھتی اور اپنی باری کسی اور کو دینے پر راضی ہے تو اسے طلاق نہ دینا اور اپنے پاس رکھنا اولیٰ ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا۔ ﴿وفیہ اسوۃ حسنة لمن كان یرجو الله والیوم الآخر﴾ خوب سمجھ لو۔

رضاعت کا بیان

باب رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہو جاتے ہیں خواہ تھوڑا دودھ پیا ہو یا زیادہ بشرطیکہ دودھ پینا مدتِ رضاعت میں ہو

۳۱۹۸- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رضاعت (بچے کو دودھ پلانا) بھی ان رشتوں کو

تحرم الولادة"۔ رواه البخاری (٧٦٤)۔

۳۱۹۹- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اَلَا تَتَزَوَّجُ اِبْنَةَ حَمْزَةَ؟ قال: "اِنَّها اِبْنَةُ اَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ"۔ رواه البخاری (٧٦٤)۔

۳۲۰۰- عن قتادة رحمه الله قال: كَتَبْنَا اِلَى اِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ النَّخَعِيِّ نَسْأَلُهُ عَنِ الرَّضَاعِ، فَكَتَبَ اَنَّ شُرَيْحًا حَدَّثَنَا اَنَّ عَلِيًّا ؓ وَابْنَ مَسْعُودٍ ؓ كَانَا يَقُوْلَانِ: "يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ"۔ رواه النسائی (٢:٨٢)۔

۳۲۰۱- اخبرنا مالك اخبرنا ثور بن زيد اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقُوْلُ: "مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ مَصَّةً وَاحِدَةً فَهِيَ تُحَرِّمُ" رواه الامام محمد فی "الموطا" (٢٧٢)۔قلت: اسناده صحيح۔

۳۲۰۲- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "لَا رَضَاعَ اِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ"۔ رواه البيهقی و قال: هذا هوالصحيح موقوف، ثم ذكر من حديث الهيثم بن جميل، ثنا

کر دیتا ہے جن رشتوں کو نسب حرام کر دیتا ہے (بخاری)

۳۱۹۹۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ حمزہ ؓ کی بیٹی سے نکاح نہیں کرتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ (بخاری)

فائدہ: یعنی جس طرح نسبی چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ حرام ہیں اسی طرح رضاعی چچا، ماموں وغیرہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

۳۲۰۰۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم نخعیؒ سے لکھ کر رضاعت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ شریح ؒ نے ہمیں بتایا کہ حضرت علیؓ وابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ رضاعت سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں خواہ تھوڑا دودھ پیا ہو یا زیادہ۔ (نسائی)

۳۲۰۱۔ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو رضاعت دو سال کی مدت میں ہو وہ حرام کر دیتی ہے خواہ ایک ہی چوسہ ہو (مؤطا محمد)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۰۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رضاعت وہی معتبر ہے جو دو سال کی مدت میں ہو (بیہقی) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف حدیث ہے۔ پھر ہیثم سے حدیث ابن عباسؓ کی روایت کو مرفوعاً بھی ذکر کی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے ہیثم کی توثیق کی

سفیان فذکرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا، قلت: الھیثم ھذا وثقہ ابن حنبل وغیرہ، وقال الدارقطنی: حافظ، فعلی ھذا الحکم لہ علی ما ھوالاصح عندھم، لانہ ثقۃ وقد زادالرفع (الجوھر النقی ۲:۱۳۸)۔

۳۲۰۳- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَعِنْدِیْ رَجُلٌ فَقَالَ: "مَنْ ھٰذَا؟" قُلْتُ: اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ! قَالَ: "یَا عَائِشَۃُ- رضی اللہ عنہا- اُنْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُکُنَّ، فَاِنَّمَا الرَّضَاعَۃُ مِنَ الْمَجَاعَۃِ- رواہ الجماعۃ الا الترمذی (نیل الاوطار۶:۲۵۳)۔

بَابٌ اَنَّ لَبَنَ الْفَحْلِ یُحَرِّمُ

۳۲۰۴- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: جَاءَ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ لِیَسْتَاْذِنَ عَلَیَّ فَاَبَیْتُ اَنْ آذَنَ لَہٗ حَتّٰی اَسْتَاْمِرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "فَلْیَلِجْ عَلَیْکِ فَاِنَّہٗ عَمُّکِ

ہے اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ حافظ ہے لہٰذا رفع کی زیادتی ایک ثقہ کی زیادتی ہے جو کہ مقبول ہے (جوہر نقی)

۳۲۰۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تو حضورﷺ نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا کہ میرا رضاعی بھائی ہے، اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! ذرا دودھ شریک بھائیوں میں غور کیا کرو کیونکہ دودھ پینا وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت میں ہو (یعنی دوسال کی مدت میں ہو) اسے ترمذی کے علاوہ جماعت نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حرمت صرف اسی رضاعت سے ثابت ہوگی جو دودھ پینے کی مدت یعنی دوسال میں ہو۔ اس طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ مدتِ رضاعت میں ایک چوسہ سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ باقی جماعت محدثین کی روایت کردہ حدیث کہ آپﷺ نے فرمایا کہ ایک چوسہ یا دو چوسے حرمت ثابت نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ﴿وامھاتکم اللاتی ارضعنکم﴾ کا عموم بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ ایک چوسہ بھی حرمت کو ثابت کرنے والا ہو لہٰذا جو احادیث موافق بالقرآن ہیں وہ راجح ہیں دوسری احادیث سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حرمت رضاع تدریجا نازل ہوئی پہلے عشر رضعات پھر خمس رضعات اور پھر مطلق ﴿وامھاتکم اللاتی ارضعنکم﴾ نازل ہوئی لہٰذا مذکورہ مطلق نصوص سے خمس رضاعت منسوخ ہے۔

باب رضاعت کا رشتہ مرد کی طرف سے بھی ثابت ہے

۳۲۰۴۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ (میرے پاس) میرے رضاعی چچا آئے اور اجازت چاہی۔ میں نے انہیں حضورﷺ سے پوچھنے سے پہلے اجازت دینے سے انکار کردیا۔ آپﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں کیونکہ وہ تو تمہارے

قالت: إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، قَالَ: فَإِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ" رواه الترمذي (۱٤٦:۱)، وقال: حسن صحيح، و في "التلخيص الحبير" (۳۳۲:۲): متفق عليه۔

۳۲۰۵- عن ابن شهاب عن عمرو بن الشريد أَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَأَرْضَعَتْ إِحْدَاهُمَا غُلَامًا، وَأَرْضَعَتِ الْأُخْرَى جَارِيَةً. فَقِيلَ لَهُ هَلْ يَتَزَوَّجُ الْغُلَامُ الْجَارِيَةَ؟ فَقَالَ: "لَا، اَللِّقَاحُ وَاحِدٌ، رواه مالك في "الموطا" (۲۲۲)۔قلت: رجاله رجال الصحيح۔

دلائل و مسائل شتى من ابواب النكاح

بَابُ الْحَثِّ وَالتَّحْرِيضِ عَلَى النِّكَاحِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّبَتُّلِ وَاَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِهِ اَفْضَلُ مِنَ التَّخَلِّيْ لِلْعِبَادَةِ

۳۲۰٦- عن عبدالله بن مسعودؓ قال: "لَوْ عَلِمْتُ اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ اَجَلِيْ اِلَّا عَشْرُ

ہیں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے، مرد نے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے بچا ہیں۔(ترمذی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۳۲۰۵۔ عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں۔ان میں سے ایک بیوی کسی بچے کو دودھ پلا دے اور دوسری بیوی کسی بچی کو دودھ پلائے تو کیا یہ بچہ اس بچی سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں کا باپ ایک ہے(موطا مالک)اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح دودھ پینے کی حرمت دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے ہوتی ہے۔ایسے ہی حرمت اس کے شوہر کی طرف سے بھی ہوتی ہے۔لہٰذا دودھ پلانے والی کا شوہر دودھ پینے والے بچے کا باپ ہوگا اور اس مرد کی اولاد دودھ پینے والے کے بھائی بہن ہونگے۔یہی مذہب علیؓ، ابن عباسؓ، عطاء، طاؤس، مجاہد، حسن اور شعبی کا ہے۔

ابواب نکاح کے متفرق مسائل

باب نکاح کی ترغیب اور ترک نکاح سے ممانعت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ نکاح نفلی عبادت سے افضل ہے

۳۲۰٦۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میری زندگی کی دس راتیں باقی ہیں تو مجھے یہ بات پسند ہوگی کہ ان راتوں میں کوئی بیوی مجھ سے جدا نہ ہو۔(طبرانی)۔عبدالرحمٰن کے ماسوا تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح کے راوی ہیں۔اور عبدالرحمٰن

لَيَالٍ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَّا يُفَارِقَنِىْ فِيْهِنَّ اِمْرَاَةٌ۔ رواه الطبرانى و فيه عبدالرحمن بن عبدالله المسعودى و هو ثقة ولكنه اختلط، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ٤: ٢٥١)۔

٣٢٠٧- عن ابى هريرة ﷺ قال: "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَبَتِّلِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا نَتَزَوَّجُ، وَالْمُتَبَتِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِىْ يَقُلْنَ مِثْلَ ذٰلِكَ"۔ الحديث۔ رواه احمد و فيه الطيب بن محمد، وثقه ابن حبان وضعفه العقيلى، و بقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ٤: ٢٥١)، فالحديث حسن۔

٣٢٠٨- عن ابى نجيح ان رسول الله ﷺ قال: "مَنْ كَانَ مُوْسِرًا لِاَنْ يَنْكِحَ ثُمَّ لَمْ يَنْكِحْ فَلَيْسَ مِنِّىْ"۔ رواه الطبرانى فى الاوسط والكبير، واسناده مرسل حسن كما قال ابن معين (مجمع الزوائد، ٤: ٢٥١)۔

٣٢٠٩- عن عبيد بن سعد يبلغ به النبى ﷺ قال: "مَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِىْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِىْ وَمِنْ سُنَّتِىَ النِّكَاحُ"۔ رواه ابو يعلى و رجاله ثقات ان كان عبيد بن سعد صحابيا، والا فهو مرسل (مجمع الزوائد، ٤: ٢٥٢)۔

٣٢١٠- عن ربيعة الاسلمى ﷺ قال: كُنْتُ اَخْدِمُ النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَ لِىْ: "يَا رَبِيْعَةُ! اَلَا

بھی ثقہ ہے لیکن مختلط ہے۔

۳۲۰۷۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ترک نکاح کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے یعنی جو مرد اور عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں کرتے (مسند احمد)۔ طیب بن محمد کو بعض نے ثقہ کہا ہے اور بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں پس حدیث حسن ہے۔

۳۲۰۸۔ ابونجیح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں نکاح کرنے کی طاقت ہو پھر وہ نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں (طبرانی وی الاوسط) اس کی اسناد مرسل حسن ہے۔

۳۲۰۹۔ عبید بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری فطرت اور عادات کو پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ میری سنتوں پر عمل کرے اور میری سنتوں میں سے نکاح بھی ہے۔ (مجمع الزوائد) اس کے راوی ثقہ ہیں اور اگر عبید بن سعد صحابی ہیں تو حدیث موصول ہے ورنہ مرسل۔

۳۲۱۰۔ ربیعہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، (ایک دن) حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ

تزوّج؟" قُلتُ: لا وَاللهِ یا رَسُولَ اللهِ! ما أُرِیدُ أن أتزوّج، وَما عِندِی ما یُقِیمُ المَرأۃَ، وَما أُحِبُّ أن یُشغِلَنِی عَنکَ شیءٌ۔ فَأعرَضَ عَنِّی، ثُمَّ قالَ لِی الثّانِیَۃَ: "یا رَبِیعَۃُ ألا تَزَوَّجُ؟" قُلتُ: ما أُرِیدُ أن أتزوَّجَ، ما عِندِی ما یُقِیمُ المَرأۃَ، وَما أُحِبُّ أن یُشغِلَنِی عَنکَ شیءٌ۔ فَأعرَضَ عَنِّی۔ ثُمَّ رَجَعتُ إلی نَفسِی فَقُلتُ: وَاللهِ لَرَسُولُ اللهِ ﷺ أعلَمُ مِنِّی بِما یُصلِحُنِی فِی الدُّنیا وَالآخِرَۃِ، وَاللهِ لَئِن قالَ لِی أتزوَّجُ لأقُولَنَّ: نَعَم یا رَسُولَ اللهِ! مُرنِی بِما شِئتَ، فَقالَ لِی: "یا رَبِیعَۃُ! ألا تَزَوَّجُ؟ قُلتُ: بَلیٰ! مُرنِی بِما شِئتَ، قالَ: "انطَلِق إلی آلِ فُلانٍ حَیٍّ مِنَ الأنصارِ، فَقُل لَهُم: إنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أرسَلَنِی إلَیکُم یَأمُرُکُم أن تُزَوِّجُونِی فُلانَۃَ لِامرأۃٍ مِنهُم"۔ فَذَهَبتُ إلَیهِم، فَقُلتُ لَهُم: إنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ یَأمُرُکُم أن تُزَوِّجُونِی فَقالُوا! مَرحَبًا بِرَسُولِ اللهِ وَبِرَسُولِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَاللهِ لا یَرجِعُ رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ إلّا بِحاجَتِهِ۔ الحدیث مختصرا رواہ احمد والطبرانی وفیه مبارك بن فضالة و حدیثه حسن، وبقیة رجال احمد رجال الصحیح (مجمع الزوائد، ٤:٢٥٦)۔

ربیعہ تو شادی نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ اور میرے پاس اتنا ساز وسامان بھی نہیں جس سے عورت کا نان ونفقہ پورا ہو سکے۔ اور مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ کوئی اور چیز آپ کی خدمت سے مجھے غافل کردے تو حضور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا، (تھوڑی دیر بعد) حضور ﷺ نے مجھ سے دوبارہ فرمایا: اے ربیعہ تو شادی نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا شادی کا ارادہ نہیں ہے اور میرے پاس اتنا ساز وسامان بھی نہیں جس سے عورت کا نان ونفقہ پورا ہو سکے۔ اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں کہ کوئی اور کام مجھے آپ کی خدمت سے غافل کردے۔ اس پر حضور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ دنیا و آخرت کے میرے مصالح کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ قسم بخدا! اگر اب انہوں نے مجھ سے شادی کرنے کا کہا تو میں ضرور کہوں گا "اے اللہ کے رسول ہاں جیسے آپ چاہیں مجھے حکم دیں، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ" کیا تو شادی نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، جو آپ چاہتے ہیں مجھے حکم کیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ حضور ﷺ نے مجھے آپ کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ تم میرا نکاح اپنی فلاں عورت سے کردو۔ پس میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضور ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کردو، اس پر انہوں نے کہا رسول اللہ کا آنا مبارک اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد کا آنا مبارک، قسم بخدا رسول اللہ ﷺ کا قاصد نامراد نہیں لوٹے گا (احمد، طبرانی)۔ اس میں مبارک بن فضالہ حسن الحدیث ہے اور باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۳۲۱۱-عن انس ﷺ مرفوعا: "حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِیْ الصَّلَاةِ"-اخرجه احمد والنسائی والحاکم والبیهقی،واسناده جید (العزیزی ۲۰۲:۲) - وما اشتهر من زیادة ثلاث فهی بلفظ: "حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ"- لا اصل له قاله العراقی فی امالیه والحافظ ابن حجر فی تخریج الکشاف وبذلک صرح الزرکشی فقال: انه لم یزد فیه لفظ ثلاث- (المقاصد الحسنة للسخاوی-۸۶)-

۳۲۱۲- عن سعید بن جبیر قال: قال لی ابن عباس ﷺ: "هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ "قُلْتُ: لَا قَالَ: "فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَیْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَکْثَرُهَا نِسَاءً"- اخرجه البخاری (فتح الباری،۹۹:۹)-

۳۲۱۱- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (احمد ونسائی، حاکم، بیہقی) اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔

فائدہ: یعنی نکاح مجھے محبوب ہے اور عورتوں کی محبت زہد اور کمالِ عبادت کے منافی نہیں بشرطیکہ حدود کا تحفظ کیا جائے۔

۳۲۱۲- سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔اس پر آپ نے فرمایا شادی کر۔اس لیے کہ اس امت میں سے بہترین آدمی وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہیں (بخاری)۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے نکاح کی ترغیب اور فضیلت معلوم ہوتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح نہ کرنا نبی ﷺ کی لعنت کو دعوت دینا ہے اور نکاح نفلی عبادت سے افضل ہے۔اس لیے اعتدال کی حالت میں بھی نکاح سنت مؤکدہ ہے۔

فائدہ: قرآن مجید کی آیت ﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلک و جعلنا لهم ازواجا و ذریة﴾ (رعد) سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح حضرت یحییٰ کے سوا تمام انبیاء کی سنت ہے۔باقی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نکاح نہ کرنا ان کی خاص طبیعت کی وجہ سے تھا یہ ان کی شریعت تھی۔جبکہ ہمارے آقا ﷺ کی شریعت میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ نکاح میں بے شمار فوائد بھی ہیں مثلاً زوجین کی عصمت، عورت کی ضروریات کا انتظام، تکثیر امت، تربیت اولاد، تہذیب اخلاق، ایثار، محبت، بقاء نسل وغیرہ اس لیے ان مذکورہ فوائد و مصالح کی بناء پر بھی نکاح عدم نکاح سے افضل ہے۔اسی طرح اگر نکاح افضل نہ ہوتا تو آپ ﷺ متعدد نکاح کر کے اسے نفلی عبادت پر ترجیح نہ دیتے (بذل المجهود)

فائدہ: باقی نکاح کے بارے میں بعض نصوص سے فرضیت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے سنیت اور بعض سے جواز تو ان میں حقیقۃً کوئی تعارض نہیں۔یہ مختلف احوال پر محمول ہیں اگر غلبۂ شہوت کی وجہ سے زنا کا یقین ہو اور صرف نکاح کی صورت میں ہی بچاؤ ممکن ہو تو نکاح کرنا فرض ہے اور اگر زنا کا ظن ہو تو نکاح واجب ہے۔اعتدال کی حالت میں نکاح سنت ہے۔(لیکن یاد رکھیں کہ مذکورہ بالا تینوں

باب لعب النكاح و جدّه سواء

۳۲۱۳- اخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن القاسم بن عبد الرحمن بن عبدالله بن مسعود ﷺقال: دَخَلَ الْمُسَيَّبُ بْنُ نَجَبَةَ عَلٰى فَرِيْعَةَ بِنْتِ حَبَّانِ وَهُوَ ابْنُ عَمِّهَا وَخَالِهَا فَقَالَ: يَا فَرِيْعَةُ اَشَعَرْتِ اَنَّهُ وُلِدَتْ لِيْ جَارِيَةٌ؟ فَقَالَتْ: بَارَكَ اللهُ لَكَ! قَالَ: فَاِنِّيْ قَدْ اَنْكَحْتُهَا اِبْنَكِ- قَالَتْ: قَبِلْتُ، ثُمَّ لَبِثَ سَاعَةً فَقَالَ: مَا كُنْتُ بِجَادٍّ وَمَا كُنْتُ اِلَّا لَاعِبًا- قَالَتْ: قَدْ عَرَضْتَ عَلَيَّ النِّكَاحَ وَقَدْ قَبِلْتُ- قَالَ: بَيْنِيْ وَبَيْنَكِ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، فَلَمَّا قَصَّا عَلَيْهِ الْقِصَّةَ قَالَ: حَدَّثْتَ يَا مُسَيَّبُ بِالنِّكَاحِ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: "فَاِنَّ النِّكَاحَ جِدُّهٗ وَلَعْبُهٗ سَوَاءٌ، كَمَا اَنَّ الطَّلَاقَ جِدُّهٗ وَلَعْبُهٗ سَوَاءٌ"- اخرجه محمد فى الحجج له (۲۸۷)- وقال : اجاز قول فريعة "قد قبلت" وكانت امراة عبدالله- والقاسم عن عبدالله مرسل ولكنه من اهل بيته، وصاحب البيت ادرى بما فيه، فهو مرسل صحيح فى حكم الموصول-

---

صورتوں میں حقوق زوجہ کی ادائیگی پر قدرت شرط ہے) اگر بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکنے کا یقین ہو تو نکاح حرام ہے اور اگر عدم ادائیگی کا ظن ہو تو نکاح مکروہ ہے (بذل المجہود)۔

باب نکاح کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں

۳۲۱۳۔ قاسم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ مسیب بن نجبہ، فریعہ بنت حبان کے پاس آئے (مسیب فریعہ کے چچا کے بیٹے ہیں) مسیب نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ میری بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ فریعہ نے کہا اللہ تجھے برکت دے۔ پھر مسیب نے کہا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تیرے بیٹے سے کر دیا، فریعہ نے کہا میں نے قبول کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد مسیب نے کہا میں سنجیدگی سے نہیں کہہ رہا تھا بلکہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ فریعہ نے کہا کہ تو نے مجھ پر نکاح پیش کیا اور میں نے قبول کیا (یعنی نکاح تو ہو چکا) مسیب نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ موجود ہیں (ان سے پوچھتے ہیں) پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے پاس تشریف لائے، ان دونوں نے آپؓ سے وہ قصہ بیان کیا۔ تو آپؓ نے فرمایا اے مسیب کیا تو نے نکاح کا ایجاب کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ نکاح کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں ہیں جیسا کہ طلاق میں حقیقت اور مذاق برابر ہیں۔ (کتاب الحجج) اور فریعہ عبداللہ بن مسعود کی بیوی ہیں اور قاسم عن عبداللہ مرسل ہے لیکن وہ عبداللہ کے گھر والوں میں سے ہے اور صاحب خانہ گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے پس یہ مرسل صحیح موصول کے حکم میں ہے۔

فائدہ: یعنی آپ نے فریعہ کے قول (میں نے قبول کیا) کو نافذ کر دیا۔

۳۲۱٤- اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عبدالله بن مسعود ﷺ انه قال: "اِنَّ لَعِبَ النِّكَاحِ وَجِدَّهُ سَوَاءٌ كَمَا اَنَّ لَعِبَ الطَّلَاقِ وَجِدَّهُ سَوَاءٌ". اخرجه محمد في الحجج(۳۰۱)، وهو مرسل ورجاله ثقات. ومراسيل النخعي صحاح كما مرغير مرة.

بَابٌ مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً فِيْ عِدَّتِهَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا وَتَسْتَكْمِلُ الْعِدَّةَ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا اِنْ شَاءَ

۳۲۱۵- اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم النخعي عن علي ﷺ اَنَّهُ قَالَ فِيْ الْمَرْاَةِ تَتَزَوَّجُ فِيْ عِدَّتِهَا: "يُفَرَّقُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْاٰخَرِ، وَلَهَا الصَّدَاقُ مِنْهُ بِمَااسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا وَتَسْتَكْمِلُ مَا بَقِيَ مِنْ عِدَّتِهَا مِنَ الْاَوَّلِ، وَتَعْتَدُّمِنَ الْاٰخَرِ عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً، ثُمَّ يَتَزَوَّجُ الْاٰخَرُ اِنْ شَاءَ". رواه محمد في الحجج له(۲۹۷)،وهو مرسل صحيح و مراسيل النخعي صحاح.

۳۲۱٦- اخبرنا الحسن بن عمارة عن الحكم بن عتيبة عن مجاهد انه قال: "قَدْ رَجَعَ

۳۲۱۴۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نکاح کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں جیسا کہ طلاق کا قصد کرنا اور مذاق کرنا برابر ہیں (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں اور یہ مرسل نخعی ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح سنجیدگی سے نکاح کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے اسی طرح مذاق میں نکاح کرنے سے بھی نکاح ہوجاتا ہے۔ جس طرح کہ مذاق میں طلاق دینے سے بالاتفاق طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

باب کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کرنے پر ان میں تفریق ضروری ہے اور عدت گذرنے کے بعد وہ چاہے تو دوبارہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے

۳۲۱۵۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر عورت اپنی عدت میں کسی دوسرے سے نکاح کرلے تو اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ البتہ خاوند کے اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانے کے عوض عورت کے لئے مہر ہوگا۔ اور وہ عورت پہلے خاوند کی بقیہ عدت مکمل کرنے کے بعد دوسرے خاوند کی مستقل عدت گذارے گی پھر (اس کے بعد) دوسرا خاوند چاہے تو نکاح کرسکتا ہے (کتاب الحجج) یہ مرسل نخعی ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں۔

۳۲۱۶۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے پہلے خاوند کی عدت کی مدت میں نکاح کرنے والی عورت اور گم شدہ شوہر کی بیوی کے مسئلے میں حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کرلیا (کتاب الحجج) یہ مرسل حسن ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دوسرے

عُمَرُ ﷺفِي الَّتِیْ تَنْكِحُ فِیْ عِدَّتِہَا وَالْمَفْقُوْدِ زَوْجُھَا اِلٰی قَوْلِ عَلِيٍّ ﷺ"۔ رواہ محمد فی الحجج ایضا(۲۹۷)۔ وھو مرسل حسن۔ و قال البیھقی:روی الثوری عن اشعث عن الشعبی عن مسروق عن عمرﷺ اَنَّہٗ رَجَعَ، فَقَالَ:"لَھَا مَھْرُھَا وَیَجْتَمِعَانِ اِنْ شَاءَ"۔ کذا فی "التلخیص الحبیر"(۲:۲۲۸)۔

بَابُ جَوَازِ الدُّخُوْلِ بِالزَّوْجَۃِ قَبْلَ اَنْ یُعْطِیَھَا شَیْئًا مِنْ صَدَاقِھَا

۳۲۱۷- اخبرنا سفیان بن سعید الثوری حدثنا منصور عن طلحۃ بن مصرف عن خیثمۃ بن عبدالرحمن الجعفی: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ جَھَّزَ اِمْرَاَۃً اِلٰی زَوْجِھَا وَلَمْ یُعْطِھَا شَیْئًا"۔اخرجہ محمد فی الحجج لہ(۳۰۷)، وھو مرسل صحیح۔

۳۲۱۸-قال: عبادبن العوام: حدثنا الحجاج بن ارطاۃ عن عطاء بن ابی رباح فی الرجل یتزوج المراۃ: "انہ لم یرباساً ان یدخل علیھا قبل ان یعطیھا شیئا"۔ رواہ محمد من الحجج ایضاً (۳۰۸)۔ورجالہ ثقات۔

۳۲۱۹- اخبرنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن سعید بن المسیبِ فِیْ رَجُلٍ

غلط نکاح پر بھی عورت کو مہر ملے گا اور وہ بعد میں اگر چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

فائدہ: یعنی حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر کوئی عورت پہلے خاوند کی عدت میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کر لے تو ان کے درمیان جدائی کر دی جائے گی اور پھر وہ کبھی بھی نکاح نہیں کر سکیں گے لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع فرما لیا جن کا فتویٰ یہ تھا کہ تفریق ہو جانے اور دو عدتیں (پہلے خاوند اور دوسرے خاوند کی عدتیں) گذارنے کے بعد اگر وہ چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

باب مہر میں سے کچھ دیے بغیر بھی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے

۳۲۱۷۔ خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے ایک عورت کو تیار کر کے اس کے خاوند کے پاس بھیجا جبکہ اس کے خاوند نے اس عورت کو کچھ نہیں دیا تھا (کتاب الحجج) اور یہ حدیث مرسل حسن ہے۔

۳۲۱۸۔ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے اور اسے مہر میں سے کچھ دیے بغیر اس سے صحبت کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۲۱۹۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو مہر میں سے کچھ دیے بغیر اس سے صحبت کرے تو اس میں کچھ

تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً ثُمَّ دَخَلَ بِهَا قَبْلَ اَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا، قَالَ: "لَا بَأْسَ بِهِ"۔ رواه محمد فى الحجج ايضا(۳۰۸) ورجاله ثقات ثم اسند عن ابراهيم النخعى و عن الحسن نحوه۔

بَابُ ثُبُوتِ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ بِالزِّنَا

۳۲۲۰- اخبرنا قيس بن الربيع اخبرنا الاغر بن الصباح عن خليفة بن الحصين عن ابى نصر عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہ قال: "جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ اِلَى عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: تَحْتِيْ اِمْرَاَةٌ مِّنْ اَجْمَلِ النِّسَاءِ قَدْ وَلَدَتْ لِيْ سَبْعَةً كُلُّهُمْ قَدْ اَطَاقَ السِّلَاحَ، وَاِنِّيْ كُنْتُ قَدْ اَصَبْتُ مِنْ اُمِّهَا صَبْوَةً، فَمَا تَرٰى؟ قَالَ: كَمْ مَالُكَ؟ قَالَ: ثَلَاثُ مِائَةِ اَلْفٍ۔ قَالَ: فَبِكَمْ يَسُرُّكَ اَنْ تُفْدِيَهَا مِنْ مَالِكَ؟ فَقَالَ: بِمَالِيْ كُلِّهِ۔ قَالَ: قَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ"۔ اخرجه محمد فى الحجج (۳۲۹)وسنده حسن۔ وقال ابوزرعة: ابونصر الاسدى الذى يروى عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ثقة، كذا فى التهذيب(۱۲:۲۵۵)۔

۳۲۲۱- اخبرنا قيس بن الربيع عن القعقاع عن يزيد الضبى قال: سَاَلْتُ الْحَسَنَ

حرج نہیں۔ (ایضاً) پھر یہ حدیث انہوں نے حسن بصری اور ابراہیم نخعی سے بھی مسنداً بیان کی ہے۔

فائدہ: یعنی پہلی صحبت سے قبل کچھ مہر دینا مستحب ہے اور بغیر کچھ دیے صحبت کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ عورت اور اس کے اولیاء اس پر راضی ہوں۔

باب زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے

۳۲۲۰۔ ابونصر سے مروی ہے کہ ایک آدمی خراسان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ ایک انتہائی خوبصورت عورت میرے نکاح میں ہے۔ اس سے میرے سات بچے ہیں جو سب کے سب اسلحہ چلانے کی طاقت رکھتے ہیں (یعنی مضبوط جسم کے مالک ہیں) لیکن میں اس کی ماں (یعنی اپنی ساس) سے زنا کر بیٹھا ہوں۔ تو اب آپ کی کیا رائے ہے (یعنی میری بیوی میرے لیے حلال ہو سکتی ہے؟) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے۔ اس نے کہا کہ تین لاکھ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے فدیے میں تو کتنا خرچ کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تمام مال خرچ کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تجھ پر حرام ہو چکی ہے۔ (کتاب الحجج) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی تیری بیوی تجھ پر کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتی۔

۳۲۲۱۔ یزید ضبی فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک آدمی کسی بچی کو شہوۃ کے ساتھ اپنی چھاتی سے لگاتا ہے

البصریّ عَنْ رَجُلٍ ضَمَّ اِلَیْهِ صَبِیَّةً بِشَهْوَةٍ اَیَتَزَوَّجُ اُمَّهَا؟ قَالَ: لَا۔ رواہ محمد فی الحجج (۳۲۹) واحتج بہ۔

۳۲۲۲- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم، قال: اِذَا قَبَّلَ الرَّجُلُ اُمَّ اِمْرَاَتِهٖ اَوْ لَمَسَهَا مِنْ شَهْوَةٍ حَرُمَتْ عَلَیْهِ اِمْرَاَتُهٗ۔ اخرجه محمد فی الحجج (السابق) ورجاله ثقات۔

۳۲۲۳- اخبرنا اسماعیل بن عیاش الحمصی حدثنی سعید بن یوسف عن یحیی ابن ابی کثیر قال: سُئِلَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ وَسَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عبدِالرحمنِ وسالمُ بْنُ عبدِاللهِ، عَنْ رَجُلٍ اَصَابَ اِمْرَاَةً حَرَامًا هَلْ یَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ اِمْرَاَةٍ اَرْضَعَتْهَا؟ فَقَالُوْا كُلُّهُمْ: "هِیَ حَرَامٌ"، اخرجه محمد فی الحجج و سنده حسن، وسعید بن یوسف هذا هوالرحبی الزرقی الصنعانی من صنعاء دمشق، ذکره ابن حبان فی الثقات۔ وقال ابوحاتم: لیس بالمشهور، وحدیثه لیس بالمنکر۔ کذا فی "التهذیب" (۱۰۴:٤)۔

۳۲۲٤- اخبرنا اسماعیل بن عیاش الحمصی حدثنی ابن جریج عن ابن طاوس عن ابیه، عَنِ الرَّجُلِ یَزْنِیْ بِالْمَرْاَةِ، قَالَ: لَا یَنْكِحُ اُمَّهَا وَلَا بِنْتَهَا۔ اخرجه محمد فی الحجج ایضا و رجاله ثقات۔

کیا وہ اس کی ماں سے شادی کرسکتا ہے؟ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ (کتاب الحجج) امام محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے (جو اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے)

۳۲۲۲۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرد اپنی ساس کو بوسہ یا شہوت کے ساتھ اسے چھوئے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی (ایضاً) امام محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ (جو صحت کی دلیل ہے)۔

۳۲۲۳۔ یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ عروہ بن زبیر سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سالم بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے تو کیا وہ مرد اس عورت کی رضاعی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے؟ تو تمام بزرگوں نے فرمایا کہ نہیں کرسکتا (ایضاً) اس کی سند حسن ہے۔

۳۲۲۴۔ ابن طاوس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے تو وہ مرد اس عورت کی ماں اور بیٹی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۲۲۵- عن اسماعیل بن عیاش حدثنا سعید بن ابی عروبة عن قیس بن سعید عن مجاهد، فِی الرَّجُلِ یَفجُرُ بِالمَرأَةِ، قَالَ: "اِذَا نَظَرَ اِلٰی فَرجِهَا فَلَا یَحِلُّ لَهٗ اُمُّهَا وَلَا بِنتُهَا" اخرجه محمد فی الحجج ایضاً ورجاله ثقات۔

بَابُ اِنعِقَادِ النِّکَاحِ بِلَفظِ الهِبَةِ وَالتَّملِیکِ وَنَحوِهِمَا

۳۲۲۶- حدثنامحمد بن بشرثنا هشام بن عروة عن ابیه عن عائشةرضی الله عنها، "اَنَّهَا کَانَت تُعِیرُ النِّسَاءَ اللَّاتِی وَهَبنَ اَنفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَت: اَلَا تَستَحیِی المَرأَةُ اَن تَعرِضَ نَفسَهَا بِغَیرِ صَدَاقٍ، فَاَنزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿تُرجِی مَن تَشَاءُ مِنهُنَّ﴾ الآیة" اخرجه احمد فی مسنده و هذا سند علی شرط الشیخین (الجوهر النقی، ۲:۶۹)۔

۳۲۲۷- حدثنا حسین بن نصرثنا یوسف بن عدی ثنا علی بن مسهر عن هشام عن

۳۲۲۵۔ مجاہدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے (تو کیا حکم ہے؟) تو آپؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لے تو اس کی ماں اور بیٹی اس مرد کے لئے حلال نہیں (کتاب الحجج) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ زنا اور دواعی زنا سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

باب لفظ ھبہ اور تملیک سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

۳۲۲۶۔ ھشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ایسی عورتوں کو عار دلایا کرتی تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لیے (بغیر مہر کے) ھبہ کر رکھا تھا۔ اور فرماتیں کیا عورت کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ اپنے آپ کو بغیر مہر کے (خاوند کے لیے) پیش کر دیتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿ترجی من تشاء منهن﴾ الآیۃ (الاحزاب۔ ۵۱) نازل فرمائی (یعنی ان میں سے آپ جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غم زدہ نہیں ہونگی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب راضی ہو جائیں گی (مسند احمد) اس کی سند شرط شیخین پر ہے (جوہر نقی)

فائدہ: یعنی یہ آیت ان عورتوں کی حمایت میں اتری جنہوں نے اپنے آپ کو ھبہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ھبہ کرنے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

۳۲۲۷۔ ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ مسئلہ سنایا جاتا (کہ بعض

بیہ، قَالَتْ عَائِشَةُ: "كُنْتُ اِذَا ذَكَرْتُ قُلْتُ: اِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ اِمْرَاَةً تَهِبُ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ بِغَيْرِ مَهْرٍ"۔ الحديث اخرجه الطحاوی-وحسين بن نصر قال فيه السمعانی و ابن يونس: ثقة ثبت، وبقية السند على شرط البخاری (الجوهر النقی، السابق)۔

۳۲۲۸- عن معمر عن ايوب عن ابی قلابة اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ وَرَجُلَيْنِ مَعَهٗ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا: "لَا تَحِلُّ الْهِبَةُ لِاَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى سَوْطٍ لَحَلَّتْ"۔ اخرجه عبدالرزاق فی المصنف (الجوهر النقی، السابق) وهذا اسناد صحيح۔

۳۲۲۹- وعن طاوس قال: لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَهَبَ اِبْنَتَهٗ بِغَيْرِ مَهْرٍ اِلَّا لِلنَّبِيِّ ﷺ۔

۳۲۳۰- وعن مجاهد: وَامْرَاَةً مُؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ، قَالَ: بِغَيْرِ صَدَاقٍ۔

عورتوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے لیے ہبہ کردیا ہے) تو میں کہا کرتی تھی کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے کسی مرد کے لیے ہبہ کردے (طحاوی)۔ حسین بن نصر کو سمعانی اور ابن یونس نے ثقہ ثبت کہا ہے اور باقی سند بخاری کی شرط پر ہے (جوہرنقی)۔

فائدہ: حدیثِ عائشہ صدیقہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے محض ترکِ مہر پر انکار کیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا نکاح بغیر مہر کے بھی منعقد ہوجاتا ہے۔ اسی لیے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں کہ آپ ﷺ نے چار سے زائد نکاح کئے اور مہر کے بغیر بھی نکاح کیا کیونکہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اسی طرح صفیہ کو آزاد کرکے آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور عتق کو ہی مہر بنایا یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ الغرض آپ ﷺ کی خصوصیت بغیر مہر کے نکاح کا درست ہونا ہے لیکن لفظ ہبہ سے نکاح کا انعقاد آپ کی خصوصیت نہیں۔ اس لیے کوئی اور آدمی لفظ ہبہ سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہوجائے گا لیکن مہر بھی لازم ہوگا۔

۳۲۲۸۔ ابوقلابہ سے مروی ہے کہ ابن مسیب اور دوسرے دو اہل علم فرمایا کرتے تھے کہ کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کے بعد کسی اور کے لیے ھبہ کردے۔ ہاں اگر وہ ایک کوڑے کی مقدار مہر پر بھی نکاح کرے تو حلال ہے (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۲۹۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بغیر مہر کے ھبہ کردے البتہ حضور ﷺ کے لیے ھبہ کرنا جائز ہے۔

۳۲۳۰۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرمان ﴿وامراة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی﴾ (احزاب۔۵۰) (یعنی مسلمان عورت اپنے آپ کو بغیر عوض کے پیغمبر کو دیدے) میں مراد بغیر مہر کے ھبہ کرنا ہے۔

۳۲۳۱- وعن عطاء سُئِلَ عَنْ اِمْرَأَةٍ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ قَالَ: لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِصَدَاقٍ۔ وَعَنْهُ: قَالَ: لَا يَصْلُحُ اِلَّا لِصَدَاقٍ، لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِلَّا لِلنَّبِيِّ ﷺ۔

۳۲۳۲- وعن الحكم و حماد، سُئِلَا عَنْ رَجُلٍ وَهَبَ اِبْنَتَهُ لِرَجُلٍ، فَقَالَا: "لَا يَجُوْزُ اِلَّا بِصَدَاقٍ"۔ ذكر الخمسة ابن ابی شيبة فی مصنفه باسانيد صحيحة (الجوهر النقی، السابق)۔

۳۲۳۳- عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، قال: "جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! جِئْتُ اَهِبُ لَكَ نَفْسِيْ، فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْأَةُ اَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا، فذكر الحديث بطوله، وفيه قال: اِذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ رواه البخاری (فتح الباری، ۹:۱۱۳)، ومسلم (الجوهر النقی، ۲:۸۲)۔

۳۲۳۱۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے ھبہ کردے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی درست ہوگا۔ اور عطاء ہی فرماتے ہیں کہ بغیر مہر کے ھبہ کرنا حضورؐ کے لیے خاص تھا۔

۳۲۳۲۔ حکم اور حماد سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کسی شخص کو بغیر عوض کے دیدے تو اس کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی جائز ہے (اوپر کی پانچ روایات کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں روایت کیا ہے) ان کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اوپر کی روایات میں حضرت عائشہؓ نے اس ھبہ پر رد کیا ہے جس میں مہر چھوڑ دیا جائے جو کہ حضور ﷺ کے لیے خاص تھا۔ البتہ آخری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ھبہ سے نکاح تو منعقد ہو جائے گا البتہ مہر لازم ہوگا۔

۳۲۳۳۔ سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ میں اپنے آپ کو آپ ﷺ کے لیے ھبہ کرنے آئی ہوں۔ لیکن جب عورت نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں فرمارہے تو بیٹھ گئی۔ صحابہؓ میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ ﷺ کو اس کی حاجت نہیں تو میرا اس سے نکاح کر دیجئے۔ (طویل حدیث ذکر کرنے کے بعد راوی کہتے ہیں کہ) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے اس کا مالک بنا دیا اس قرآن کے عوض جو تیرے پاس ہے (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ ھبہ اور لفظ تملیک سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن مہر لازم ہوگا۔

بَاب اِذَا زَوَّجَ الْوَلِيَّانِ فَالنِّكَاحُ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا

۳۲۳۵- عن قتادة عن الحسن عن سمرة رضی اللہ عنہ مرفوعا: "اَيُّمَا اِمْرَاَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا"- رواه احمد والدارمی و ابوداود والترمذی وحسنه الترمذی و صححه ابو زرعة وابو حاتم والحاكم فی المستدرك، و صحته متوقفة علی سماع الحسن من سمرة رضی اللہ عنہ، فان رجاله ثقات- و رواه الشافعی و احمد والنسائی من طريق قتادة ايضا عن الحسن عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ- قال الترمذی: الحسن عن سمرة فی هذا اصح- و قال ابن المدينی: لم يسمع الحسن عن عقبة شيئا، كذا فی التلخيص الحبير(۲:۲۹۹)-

كتاب الطلاق

بَاب اَنَّ الطَّلَاقَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَاللهِ تَعَالٰى اِذَا كَانَ بِغَيْرِ حَاجَةٍ

۳۲۳۶- عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللهِ

باب جب دو ولی کسی عورت کا نکاح کردیں تو عورت ان دونوں میں سے پہلے خاوند کی ہوگی

۳۲۳۵۔ حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اگر دو ولی ایک عورت کا نکاح (یکے بعد دیگرے دو الگ الگ شخصوں سے) کردیں تو عورت اس شخص کی بیوی قرار پائے گی جس سے پہلے نکاح ہوا۔ (احمد، دارمی، ابوداوٗد، ترمذی)۔ امام ترمذی نے اسے حسن اور حاکم، ابوزرعہ اور ابوحاتم نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کی صحت سمرہ سے حسن کے سماع پر موقوف ہے۔ اور اس حدیث کو شافعی احمد اور نسائی نے حسن عن عقبہ کے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حسن عن سمرہ اصح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو ولی کسی عورت کا دو مردوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کردیں تو وہ عورت ان میں سے اول کے لیے ہے۔ خواہ دوسرے نے اس سے جماع کرلیا ہو یا نہ کیا ہو وہ اس لیے کہ پہلے نکاح سے وہ عورت پہلے آدمی کی عصمت میں آچکی ہے۔ لہٰذا دوسرا نکاح ہی باطل ہوگا۔ اور اگر دونوں ولی ایک ہی وقت میں دو مختلف شخصوں سے نکاح کردیں تو یہ دونوں نکاح باطل ہوں گے۔

کتاب الطلاق

باب بغیر حاجت کے طلاق اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے

۳۲۳۶۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے (ابوداوٗد) ابوداوٗد نے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس حدیث کو

عزوجل اَلطَّلَاقُ"۔ رواہ ابوداود و قد سکت عنه(۱:۳۰۳)۔ ورواہ الحاکم فی المستدرک و صحح سندہ فی الجامع الصغیر(۱:٤)بعد عزوہ الیہما والی ابن ماجة۔

۳۲۳۷- عن ابن سیرین قال: بَلَغَنِیْ اَنَّ اَبَا اَیُّوْبَ یَعْنِیْ اَرَادَ طَلَاقَ اُمِّ اَیُّوْبَ فَاسْتَاْمَرَالنَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: "اِنَّ طَلَاقَ اُمِّ اَیُّوْبَ لَحُوْبٌ"۔ رواہ ابوداود فی المراسیل (۲۵)۔ وسکت عنه۔

۳۲۳۸- عن عمر بن الخطاب ؓ : "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا"۔ رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجة، وسکت عنه ابوداود والمنذری(نیل الاوطار،۶:۱٤۲)۔ وقد مر حدیث طلاق سودة رضی اللہ عنہا فی باب صحة ترک القسم لضرتہا۔

بَابُ طَلَاقِ السُّنَّةِ

۳۲۳۹- عن ابراهیم رحمه الله: کَانُوْا (ای الصحابة) یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ یَتْرُکَهَا حَتّٰی تَحِیْضَ ثَلَاثَ حِیَضٍ-رواہ ابن ابی شیبة باسناد صحیح (درایة ۲۲۶)۔

ابوداؤد، حاکم اور ابن ماجہ کی طرف منسوب کرنے کے بعد اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۳۲۳۷۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب ابوایوبؓ نے ام ایوب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں حضور ﷺ سے مشورہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ام ایوب کو طلاق دینا گناہ ہے۔(ابوداؤد فی المراسیل) ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے۔(لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

۳۲۳۸۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی پھر رجوع فرمایا (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بغیر حاجت کے طلاق دینا انتہائی ناپسندیدہ ہے البتہ حاجت کی صورت میں جائز اور حلال ہے۔

باب طلاق دینے کا مسنون طریقہ

۳۲۳۹۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے پھر تین حیض گذرنے تک اسے چھوڑے رکھے (مصنف ابن ابی شیبہؒ) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۴۰- اخبرنا محمد بن یحیی بن ایوب ثنا حفص بن غیاث ثنا الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ انہ قال: "طَلَاقُ السُّنَّةِ تَطْلِيقَةٌ وَهِيَ طَاهِرٌ فِي غَيْرِ جِمَاعٍ، فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرَى، فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرَى ثُمَّ تَعْتَدُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِحَيْضَةٍ"۔ قَالَ الْأَعْمَشُ: "سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: مِثْلَ ذٰلِكَ"۔رواہ النسائی(۲:۹۹)۔ ورجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن یحیی و ھو ثقۃ حافظ (تقریب،۱۹۸)۔

۳۲۴۱- عن ابن مسعودؓ فی قولہ تعالی: ﴿فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾، قَالَ: "فِي الطُّهْرِ مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ"۔ رواہ الطبری بسند صحیح، و اخرجہ عن جمع من الصحابۃ و من بعدھم کذلک، وھو عندالترمذی ایضا(فتح الباری، ۹:۱ ۳۰)۔

۳۲۴۲- عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال: كَانَ نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يُطَلِّقُونَ بِغَيْرِ عِدَّةٍ وَيُرَاجِعُونَ بِغَيْرِ شُهُودٍ، فَنَزَلَتْ(يَعْنِي: ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾، کما یتحصل

۳۲۴۰۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ پھر اس کے بعد جب وہ حائضہ ہو کر پاک ہو جائے پھر اسے دوسری طلاق دے پھر اس کے بعد جب وہ حائضہ ہو کر پاک ہو جائے اسے تیسری طلاق دے اس کے بعد وہ عورت ایک اور حیض عدت میں گذارے۔ اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں ابراہیم نخعی سے پوچھا تو آپ نے بھی اسی طرح فرمایا۔ (نسائی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن یحییٰ کے اور وہ بھی ثقہ حافظ ہیں۔

۳۲۴۱۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرمان ﴿فطلقوھن لعدتھن﴾ (الطلاق۔۱) سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو (طبری، ترمذی) ترمذی وطبری نے اسے صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۲۴۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے کچھ لوگ (اپنی بیویوں کو) بغیر عدت کے ہی (یعنی حیض میں) طلاق دے دیا کرتے تھے۔ اور پھر بغیر گواہوں کے رجوع کر لیتے تھے تو اس پر یہ آیت اتری۔ ﴿واشھدوا ذوی عدل منکم﴾ (یعنی اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ بنالو) (ابن مردویہ) (فتح الباری)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو اور اس پر دو گواہ بھی بنا لیے جائیں۔ پھر خواہ ایک طلاق پر اکتفا کیا جائے اور یہ طلاق احسن ہے یا ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اور یہ طلاق حسن ہے۔

سن الفتح ایضا)، اخرجه ابن مردویه (فتح الباری، السابق)۔

بَابُ الْمَنعِ مِنَ الطَّلَاقِ فِی الْحَیضِ وَاَمْرِ الْمُرَاجَعَةِ لِمَنْ طَلَّقَهَا فِیهِ وَعَدِّ ذٰلِکَ الطَّلَاقِ

۳۲۴۳- عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اَنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ وَهِیَ حَائِضٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَاَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مُرْهُ فَلْیُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِیُمْسِكْهَا حَتّٰی تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِیضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ بَعْدُ، وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ یَمَسَّ" الحدیث۔ رواہ البخاری (۲: ۷۹۰)۔ و فی فتح الباری (۹: ۳۰۸): وعندالدارقطنی فی روایة شعبة عن انس بن سیرین عن ابن عمر فی القصة فقال عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَفَتَحْتَسِبُ بِتِلْكَ التَّطْلِیْقَةِ؟ قَالَ: "نَعَمْ!" ورجاله الی شعبة ثقات، ای والباقون من رجال الصحیح، فان البخاری رواہ من طریق شعبة عن انس ابن سیرین عن ابن عمر۔

باب حیض میں طلاق دینے کی ممانعت اور دینے کی صورت میں رجوع کرنے کا حکم اور حیض میں دی ہوئی طلاق بھی طلاق ہی ہے

۳۲۴۳۔ عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ (اے عمر!) ابن عمرؓ سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرلے اور پھر اپنے نکاح میں باقی رکھے جب ماہواری بند ہوجائے پھر حیض آئے اور پھر بند ہو تب اگر چاہیں تو اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھے۔ اور اگر چاہیں تو طلاق دیدے۔ لیکن طلاق اس طہر میں ان کے ساتھ ہمبستری سے قبل ہونی چاہیے۔ (بخاری) اور فتح الباری اور دارقطنی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ حیض والی طلاق طلاق سمجھی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، وہ بھی طلاق ہی سمجھی جائے گی۔ اس کے راوی شعبہ تک ثقہ ہیں اور باقی صحیح کے راوی ہیں

فائدہ: دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے باب کے تمام اجزاء ظاہر ہیں اور باقی فتح الباری میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ابوداؤد نے "ولم یرها شیئا" کا اضافہ کیا ہے (یعنی آپ ﷺ نے اس حیض والی طلاق کو کچھ نہ جانا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود فتح الباری میں ہی ہے کہ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ایک جماعت اس حدیث وواقعہ کو روایت کرتی ہے اور سب کی احادیث ابن زبیر کی حدیث کے الفاظ (ولم یرها شیئا) کے خلاف ہیں۔ اس لیے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ "ولم یرها شیئا" منکر ہے جسے ابن زبیر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

بَابُ اِيْقَاعِ الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً مَعْصِيَةٌ وَاِنْ وَقَعْنَ كُلُّهُنَّ

٣٢٤٤- عن محمود بن لبيد ﷺ قال: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: "اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَاَنَابَيْنَ اَظْهُرِكُمْ؟ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اَلَا اَقْتُلُهُ؟ رواه النسائى (٩٩:٢)-وقال فى "الجوهرالنقى": بسند صحيح (١١٣:٢)،وفى "النيل" (١٥٠:٦): قال ابن كثير: اسناده جيد-

٣٢٤٥- عن انس ﷺ، "اَنَّ عُمَرَ ﷺ كَانَ اِذَا اُتِيَ بِرَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا اَوْجَعَ ظَهْرَهُ"- اخرجه سعيد بن منصور و سنده صحيح (فتح البارى ٩: ٣١٥)-

٣٢٤٦- ثنا ابن نمير عن الاعمش عن مالك بن الحارث عن ابن عباس ﷺ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّ عَمِّيْ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ: "اِنَّ عَمَّكَ عَصَى اللهَ فَاَنْدَمَهُ اللهُ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا"- اخرجه ابن ابى شيبة و هذا سند صحيح (الجوهر النقى، ٢: ١١٢)-

باب تین طلاقیں اکٹھی دینا گناہ ہے اگرچہ تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی

۳۲۴۴۔ محمود بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں۔اس پر حضور ﷺ غصے میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب سے کھیلا جانے لگا ہے؟ اسی اثناء میں ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ (نسائی)۔ جوہر نقی میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا ناپسندیدہ امر ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں۔اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کالعدم قرار نہیں دیا بلکہ اسے نافذ کیا۔ابن القیم، ابوبکر ابن العربی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "فلم یردہ النبی ﷺ بل امضاہ کما فی حدیث عویمرؓ فی اللعان حیث امضا طلاقہ الثلاث ولم یردہ" (تہذیب سنن)

۳۲۴۵۔ انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہوتیں تو آپ اس کی پٹائی کرتے۔اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔(فتح الباری)

۳۲۴۶۔ مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے لہٰذا اللہ بھی اس کو نادم کرے اور اس کے لیے خلاصی کی کوئی صورت نہ بنائے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے (جوہر نقی)

۳۲۴۷- عن مجاهد قال: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا- فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَرُدُّهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَاابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾- وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللّٰهَ فَلَا أَجِدُ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ- اخرجه ابوداود بسند صحيح (فتح البارى، ۹:۲۱۶)-

۳۲۴۸- عن يونس بن يزيد رحمه الله قال: سَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ أَمْرَ امْرَأَتِهِ بِيَدِ أَبِيهِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَقَالَ أَبُوهُ: هِيَ طَالِقٌ ثَلَاثًا، كَيْفَ السُّنَّةُ فِي ذٰلِكَ؟ فقال: اخبرنی محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان مولى بنى عامر بن لوى ان محمد بن اياس بن بكير الليثى و كان ابوه شهد بدرا اخبره ان ابا هريرة﷛ قال: "بَانَتْ عَنْهُ فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ"- وَأَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَسَأَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو

۳۲۴۷- مجاہد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی ہیں، یہ سن کر ابن عباسؓ خاموش ہوگئے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید آپ اس کو رجعت کا حکم دیں گے پھر آپؓ نے فرمایا کہ ایک شخص اٹھ کر حماقت کرتا ہے اور پھر (ندامت میں) کہتا ہے اے ابن عباسؓ! اے ابن عباسؓ! (خلاصی کی کوئی تدبیر بتاؤ) حالانکہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے (مشکل سے نکلنے کے لیے) کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرمائے گا جبکہ تو نے خوف خدا کو ملحوظ نہیں رکھا پس میں تیری خلاصی کی کوئی تدبیر نہیں پاتا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی (یعنی ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی ہیں) اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی ہے (ابوداؤد)- اس کی سند صحیح ہے-

۳۲۴۸- یونس بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کے طلاق کا معاملہ اپنے باپ کے سپرد کرتا ہے اور اس کا باپ اسے تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اس صورت میں سنت کے مطابق فیصلہ کیا ہے؟ تو ابن شہاب نے فرمایا کہ مجھے سند کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ (اس صورت میں) عورت اس سے بائنہ (جدا) ہوگئی اور وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جبتک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہمبستری نہ کرلے (اور پھر وہ اسے طلاق دیدے اور عدت گذارنے کے بعد پھر وہ پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے)- پھر یہی مسئلہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی ابوہریرہؓ کی طرح فرمایا اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی ان دونوں حضرات کی طرح فرمایا- اسے ابوبکر باقلانی نے اپنی کتاب المخرج میں شرط صحیحین پر روایت کیا ہے- (نیل الاوطار)

بن العَاصِ، فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِمَا۔ رواہ ابوبکر البرقانی فی کتابہ المخرج علی الصحیحین (نیل الاوطار ۱۵۲:۱)۔

تین طلاق کا مسئلہ

ایک کلمہ سے یا ایک مجلس میں تین طلاق دینے کی صورت میں باتفاق ائمہ اربعہ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں۔ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ کا یہی مسلک ہے۔ ابن حزم ظاہری کا مسلک بھی یہی ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ وامام مالکؒ کے ہاں یہ مکروہ تحریمی وبدعت ہے۔ امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے ہاں خلاف اولیٰ ہے۔ ابن تیمیہؒ وبعض اہل ظاہر کے ہاں ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ ابن القیم حنبلیؒ نے زاد المعاد صفحہ ۵۴ جلد ۴ میں، ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد صفحہ ۶۱ جلد ۲ میں، نوویؒ شافعیؒ نے شرح مسلم صفحہ ۴۷۸ جلد ۱ میں، ابن الہمام حنفیؒ نے فتح القدیر صفحہ ۲۵ جلد ۳ میں، شوکانیؒ نے نیل الاوطار صفحہ ۲۴۵ جلد ۶ میں، اہل حدیث رہنما شمس الحقؒ نے عون المعبود صفحہ ۲۲۹ جلد ۲ میں یہی لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کے ہاں تین طلاق تین واقع ہوتی ہیں بلکہ بعض نے اس پر اجماع لکھا ہے اور اس کے خلاف کو شاذ قرار دیا ہے۔ ابن القیمؒ لکھتے ہیں و ذکر الاجماع علی وقوع الثلاث ابوبکر ابن العربی و ابوبکر الرازی و ھو ظاھر کلام الامام احمد (اغاثۃ اللھفان ج ۱ ص ۳۲۳) علامہ زرقانی شرح موطا میں لکھتے ہیں والجمھور علی وقوع الثلاث بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلا ان خلافہ شاذ لا یلتفت الیہ (ج ۳ ص ۱۶۷)۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری (ج ۹ ص ۵۳۷) میں بھی یہی لکھا ہے کہ طلاق ثلاثہ کا وقوع جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور اس کے خلاف شاذ ہے اور ناقابل التفات ہے۔

ائمہ اربعہ کے دلائل: (۱) قولہ تعالیٰ: فان طلقھا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (بقرہ) اس سے پہلے الطلاق مرتان...... الآیۃ میں دو طلاق رجعی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد فان طلقھا میں تیسری طلاق کا بیان ہے۔ **کلمۃ فاء** اکثر تعقیب بلاتراخی کے لیے آتا ہے جس کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد فوراً تیسری طلاق دیدے تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔ بہرحال یہ آیت تین طلاق کے وقوع پر دال ہے خواہ وہ متفرق ہوں یا مجتمع۔ ابن حزمؒ اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں فھذا یقع علی الثلاث مجموعۃ و مفرقۃ (المحلی. ج ۱۰ ص ۲۰۷) امام شافعیؒ نے کتاب الام ج ۵ ص ۱۶۵، بیہقی نے سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۳ میں تین طلاق کے وقوع پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ تین طلاق کے وقوع کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہی قول موافق ظاہر قرآن کے ہے (مجموعہ فتاوی)۔ اہل حدیث پیشوا مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ حکم (تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں) قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے (اخبار اہل حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹) نیز مندرجہ ذیل آیات کا اطلاق وعموم بھی تین طلاق کو شامل ہے۔ وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن (بقرہ). وللمطلقات متاع بالمعروف (بقرہ)

دلیل (۲): حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے ان رجلا طلق امراتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی ﷺ

اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتها (ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں) (بخاری و مسلم) حافظ ابن حجرؒ وعلامہ عینیؒ شارحین بخاری لکھتے ہیں طلق امراته ثلاثا کا ظاہری مقتضیٰ یہی ہے کہ تین طلاق دفعۃً دی گئی تھیں۔ (۳) حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا الرجل یتزوج المرأة فیطلقها ثلاثا فقالت قال رسول اللہ ﷺ لا تحل للاول حتی یذوق الآخر عسیلتها (ایک آدمی ایک عورت سے شادی کر کے اسے تین طلاق دیدے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرا خاوند اس سے ہمبستری کر لے) (مسلم) یہاں بھی ثلاثا کا مفہوم تین طلاق دفعۃً پر دال ہے۔ (۴) حضرت عویمرؓ نے اپنی بیوی سے لعان کر کے کہا کذبت علیها یا رسول اللہ ان امسکتها فطلقها ثلاثا (اگر میں اسے رکھ لوں تو گویا کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا تھا پس اسے تین طلاقیں دیدیں) (بخاری، مسلم، نسائی، مشکوۃ) امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے باب من جوز الطلاق الثلاث، ابوداود میں حضرت عویمرؓ کے مذکورہ واقعہ کے بارے میں حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں فطلقها ثلث تطلیقات عند رسول اللہ فانفذه رسول اللہ ﷺ (کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں حضور ﷺ کی موجودگی میں۔ پس آپ ﷺ نے اسے نافذ کر دیا) (۵) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ آگے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں فقلت یا رسول اللہ افرایت لوانی طلقتها ثلاثا کان یحل لی ان اراجعها قال لا کانت تبین منک و تکون معصیة (میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں اسے تین طلاقیں دیدوں تو کیا میرے لیے اس سے رجوع کرنا حلال ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ تجھ سے بائنہ ہو جائے گی اور ایسا کرنا گناہ ہے) (بیهقی، دارقطنی، ابن ابی شیبه) (۶) حضرت رکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اور کہا میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر پوچھا واللہ ما اردت الا واحدة فقال رکانةؓ واللہ ما اردت الا واحدة فردها الیه رسول اللہ ﷺ (ابوداؤد، دارقطنی، مستدرک حاکم، مشکوۃ، ترمذی، ابن ماجة، دارمی) لفظ بتہ سے تین طلاق بھی دی جاسکتی ہے، اور ایک طلاق بھی اسی لیے آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر دریافت فرمایا۔ اگر تین اکٹھی طلاق ایک رجعی کے حکم میں ہوتی تو پھر قسم دے کر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ رجوع تو وہ پھر بھی کر سکتے تھے۔ (۷) حضرت عبادۃ بن صامتؓ کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی۔ حضرت عبادۃؓ نے اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کیا فقال رسول اللہ ﷺ بانت بثلاث فی معصیة اللہ و بقی تسع مائة و سبع و تسعون عدوان وظلم (مصنف عبدالرزاق، ابن مردویه، ابن عساکر) (۸) حضرت ابن عمرؓ اس قسم کے مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں اما انت ان طلقت امرأ تک مرة او مرتین فان رسول اللہ ﷺ امرنی بهذا و ان کنت طلقت ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک و عصیت اللہ فیما امرک من طلاق امراتک (بخاری، مسلم، بیهقی، دارقطنی) (۹) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کان لیکفیک ثلاث (بیهقی) (۱۰) عن علیؓ فیمن طلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجا

بیهقی) حضرت علیؓ کی دوسری روایت میں ہے جاء رجل الی علیؓ فقال انی طلقت امراتی الفا قال ثلاث تحرمها یک و اقسم سائرهن بین نسائک (بیهقی) (۱۱) ان رجلا قال لعبدالله بن عباسؓ انی طلقت امراتی مائة تطلیقة ذاتری علی فقال ابن عباسؓ طلقت منک بثلاث و سبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزوا (مؤطا ک) (۱۲) جاء رجلؓ الی ابن مسعودؓ فقال انی طلقت امراتی تسعا و تسعین فقال ابن مسعودؓ ثلاث تبینها و سائرهن عدوان (موطا مالک، بیهقی، مسند عبدالرزاق) (۱۳) جاء رجل الی عثمانؓ فقال طلقت امراتی الفا فقال بثلاث (مسند و کیع) (۱۴) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی۔ اس کے بارے میں حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا عورت حرام ہوگئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بھی حضرت عمرانؓ کی تائید کی (بیہقی، مستدرک حاکم) (۱۵) ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاق دی تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره (مسند شافعی، طحاوی) (۱۶) حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں تین طلاق کا فیصلہ فرمایا، اس پر کسی صحابی کا انکار منقول نہیں تو یہ اجماع سکوتی ہے۔ (مسلم) حافظ ابن حجر اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں وفی الجملة والذی وقع فی هذه المسئلة نظیر ما وقع فی مسئلة المتعة سواء اعنی قول جابرؓ انها کانت تفعل علی عهد النبی ﷺ وابی بکرؓ و صدرا من خلافة عمرؓ قال ثم نهانا عمرؓ فانتهینا فالراجح فی الموضعین تحریم المتعة و ایقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عهد عمرؓ علی ذالک ولا یحفظ ان احدا فی عهد عمرؓ خالفه فی واحدة منهما و قد دل اجماعهم علی وجود ناسخ و ان کان خفی عن بعضهم قبل ذالک حتی ظهر لجمیعهم فی عهد عمرؓ فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذله والجمهور علی عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق الخ (فتح الباری) علامہ عینیؒ لکھتے ہیں مذهب جماهیر العلماء ان من طلق امراته ثلاثا وقعن و لکنه یاثم و قالوا من خالف فی ذالک فهو شاذ مخالف لاهل السنة و انما تعلق به اهل البدع و من لا یلتفت الیه لشذوذه عن الجماعة التی لا یجوز علیهم التواطؤ علی تحریف الکتاب والسنة (عمدة القاری)

فریق ثانی کی دلیل (۱): عن طاوس عن ابن عباسؓ قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ و ابی بکرؓ و سنتین من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة فقال عمرؓ ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم (مسلم، مستدرک حاکم، بیهقی)

جواب: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کے آٹھ جواب لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں (۱) طاؤس اس میں متفرد ہے، حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے ثقہ شاگرد یہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے تین طلاق کو تین طلاق قرار دیا ہے جیسے سعید بن جبیر، عطاء،

مجاہد، عکرمہ، عمرو بن دینار، مالک بن الحویرث، محمد بن ایاس، معاویہ بن ابی عیاش۔ لہٰذا یہ روایت شاذ ہے۔ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں هذه الروایة وهم و غلط (الجوهر النقی علی البیهقی ج ۴، ص ۳۳۷) امام احمدؒ فرماتے ہیں کل اصحاب ابن عباسؓ رووا عنه خلاف ما قاله طاوس (نیل الاوطار ج ٦ ص ۲۴۷) الغرض یہ روایت طاؤس کا وہم ہے۔

جواب (۲): حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف منقول ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ جس صحابی کا قول اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت منسوخ یا مؤول ہوتی ہے لہٰذا مذکورہ بالا روایات کے قرینہ سے یہ منسوخ ہے۔ عہد فاروقی میں تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نسخ کا زبردست قرینہ ہے۔ وقد دل اجماعهم علی وجود ناسخ (فتح الباری ج ۹)

جواب (۳): تاویل یہ ہے کہ پہلے تین کی بجائے ایک طلاق دینے کا دستور تھا۔ عہد فاروقی میں لوگ تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے تین طلاق کو ان پر نافذ کر دیا حدیث کے الفاظ "ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لهم فیه اناة" اس کے مؤید ہیں، اگر پہلے سے تین طلاق کا رواج ہوتا تو پھر استعجال اور اناة کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں اس کی نظیر آیت میں ہے اجعل الآلهة الها واحدا الآیة (ص) اور ابن مسعودؓ کی مرفوع حدیث میں ہے من جعل الهموم هما واحدا هم آخرته کفاه الله هم دنیاه. اخرجه ابن ماجة فهم لم یریدوا بقولهم هذا انه ﷺ آمن بالهة ثم جعلهم واحدة وانما یریدون انه جعل الها واحد بدل الهة و کذالک لیس المراد اختیار الهموم ثم جعلها واحدا وانما المراد انه اختارهما واحدا بدل هموم کثیرة (معارف السنن باب کراهیة الصوم یوم الفطر ج ۵) (۴) جمہور کی روایات راجح ہیں کیونکہ ظاہر قرآن کے موافق ہیں اور کثیر ہیں۔ (۵) محرم مبیح سے راجح ہے۔

دلیل (۲): حضرت رکانہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم دیا تھا (ابوداؤد، بیہقی)

جواب: اس کی سند میں بعض بنی رافع مجہول راوی ہے۔ لہٰذا یہ ضعیف ہے۔ مستدرک حاکم میں اس مجہول کی تعیین محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے کی گئی ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا۔ ابن معینؒ نے کہا لیس بشیء۔ دارقطنی نے کہا متروک (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

دلیل (۳): حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہؓ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر بہت نادم ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم فرمایا (مسند احمد، بیہقی)

جواب: اس کی سند میں محمد بن اسحاق اور داؤد بن حصین دونوں ضعیف ہیں۔

سوال: مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص (اکٹھی تین طلاق دینے والا) کسی عالم شافعیؒ سے استفسار کر کے اس کے قول پر عمل کرے (مجموعہ فتاوی)

بَابُ عَدَمِ صِحَّةِ طَلَاقِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَالْمَعْتُوْهِ وَالْمُوَسْوَسِ وَصِحَّتِهِ مِنَ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَالْهَازِلِ

۳۲۴۹- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، اِلٰى اَنْ قَالَ: وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَكْبُرَ"- رواه احمد وابوداود والنسائی وابن ماجة، والحاکم فی المستدرک واسناده صحیح-(الجامع الصغیر، ۲:۲۰)-

۳۲۵۰- حفص بن غیاث عن حجاج عن عطاء عن ابن عباس، قَالَ: "وَلَا يَجُوْزُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ"- رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه(زیلعی،۲:۲۹)-قلت: رجاله رجال مسلم و البخاری الا ان حجاجا اخرج له البخاری متابعة-

۳۲۵۱- عن علی: "لَا يَجُوْزُ عَلَى الْغُلَامِ طَلَاقٌ حَتّٰى يَحْتَلِمَ"- رواه عبدالرزاق (الدراية ۲۲۶)-

---

جواب (۱): اس میں شافعیؒ وحنفیؒ کا کوئی اختلاف نہیں ہے سب تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں۔لہٰذا یہ مہمل الحاقی فتوی ہے۔(۲) یہ استفتاء جمادی الاولی ۱۲۹۰ھ کا ہے، اس کے بعد جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ میں مولانا موصوف کا فتویٰ جمہور کے موافق جاری ہوا جو مجموعہ فتاویٰ ص۴۹۳ ج ۱ میں موجود ہے۔نیز عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ج ۳ ص ۶۳ پر مولانا موصوف نے جمہور کے موافق لکھا۔

باب بچے، دیوانے، پاگل اور مخبوط الحواس کی طلاق معتبر نہیں اور مکرہ، نشائی اور مذاق کرنے والے کی طلاق پڑ جاتی ہے

۳۲۴۹۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ان میں سے ایک بچہ ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے۔(احمد،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،حاکم)اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی ان کے قول وفعل کا اعتبار نہیں ہے اور وہ تین شخص یہ ہیں: پاگل، بچہ اور سونے والا

۳۲۵۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بچے کی طلاق معتبر نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔سوائے حجاج کے اور اس کی حدیث بھی امام بخاری نے متابعۃً ذکر کی ہے۔

۳۲۵۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بچے کو طلاق کا اختیار نہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے (مصنف عبدالرزاق)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچہ مرفوع القلم ہے اور اس پر احکام شریعت جاری نہیں ہوتے (مگر وہ احکام جو مستثنیٰ ہیں کہ وہ نافذ ہوجاتے ہیں)۔

۳۲۵۲- عن علی ﷺ و عمر ﷺ مرفوعاً "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلٰى عَقْلِهِ حَتّٰى يَبْرَأَ"، الحديث- رواه احمد وابوداود والحاكم فى المستدرك، (الجامع الصغير ٢: ٢٠)-

۳۲۵۳- قال عثمان ﷺ: "لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ"-

۳۲۵۴- وقال ابن عباس ﷺ: "طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ"-رواه البخارى تعليقاً (٢: ٧٩٣)-

۳۲۵۵- قَالَ عَلِيٌّ ﷺ: "وَكُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ"- رواه البخارى تعليقا (السابق)-

۳۲۵۶- قال عقبة بن عامر ﷺ "لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ"- رواه البخارى تعليقا (٢: ٧٩٤)-

۳۲۵۷- عن ابى هريرة ﷺ قال: قال ﷺ: "اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَكَلَّمْ"- اخرجه البخارى (السابق)-

۳۲۵۲۔ حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک وہ دیوانہ ہے جس کی عقل زائل ہوجائے یہاں تک کہ وہ صحت مند ہوجائے۔(احمد، ابوداؤد، حاکم)

۳۲۵۳۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ دیوانے اور نشئی کی طلاق واقع نہیں ہوتی (بخاری)

فائدہ: نشئی کی طلاق مختلف فیہ ہے۔ احناف کے ہاں نشئی کی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۲۵۵ سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۲۵۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو نشہ میں ہو اور جس پر جبر کیا گیا ہو ان کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔(بخاری)

۳۲۵۵۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مخبوط الحواس کے علاوہ ہر ایک (بالغ) کی طلاق جائز ہے (یعنی واقع ہوجاتی ہے)(بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نشہ والے اور مجبور کی طلاق نافذ ہوجاتی ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

فائدہ: کُلُّ طَلَاقٍ سے مراد کل طلاق من البالغین ہے۔ لہٰذا بچہ کی طلاق کا وقوع اس حدیث سے ثابت نہ ہوگا۔

۳۲۵۶۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ مخبوط الحواس کی طلاق جائز نہیں (بخاری۔

۳۲۵۷۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات کی حد تک معاف کیا ہے جبتک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے (بخاری)۔

۳۲۵۸- عن ابی هریرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَّهَزْلُهُنَّ جِدٌّ، النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ"- صحح الحاكم اسناده، و قال الترمذی: حسن غریب (الجوهر النقی ۱۱۷:۲)-

فائدہ: یعنی دل میں آنے والے خیالات پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس کو عملی جامہ پہنادے یا اس کو اپنی زبان سے ادا کردے تو پھر مواخذہ ہوگا۔

۳۲۵۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو نیت کے ساتھ واقع ہوتی ہی ہیں اور مذاق میں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ اور وہ نکاح، طلاق اور طلاق کے بعد رجوع کرنا ہے۔ (ترمذی، حاکم،) حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن غریب۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ طلاق ہر حال میں واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ بولنے میں مختار ہو اگر چہ اس کے حکم پر راضی نہ ہو۔ اور مکرہ کو بھی تکلم میں اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔ اگر چہ اس حکم پر وہ راضی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مکرہ کی طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور یہ مرفوع حدیث ابن عباسؓ کے اثر ۳۲۵۴ سے بہر حال راجح ہے۔ نیز عقیلی نے صفوان بن عمران الطائی سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی سو رہا تھا کہ اس کی بیوی چھری لے کر آئی اور چھری اس کے سینے پر رکھ کر کہا کہ مجھے طلاق دیدے ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ پس اس نے مرعوب ہو کر طلاق دیدی پھر وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور قصہ آپ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا **لا قیلولة فی الطلاق** یعنی "طلاق واقع ہوگئی ہے"۔ اور یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔ اسی طرح مصنف عبد الرزاق میں ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مجبور کئے جانے والے کی طلاق کو نافذ کر دیا۔ اسی طرح شعبیؒ، نخعی، زہری، قتادہ اور ابو قلابہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے مکرہ (مجبور کئے گئے) کی طلاق کو نافذ کر دیا۔ اسی طرح سعید بن جبیر کے بارے میں مروی ہے کہ انہیں حسن بصری کا یہ قول پہنچا کہ لیس طلاق المکرہ بشی (کہ مجبور کئے گئے کی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں) تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ان پر رحم کرے کہ یہ تو اس بارے میں ہے کہ مشرکین کسی آدمی کو کفر اور طلاق پر مجبور کرتے تو یہ طلاق واقع نہ ہوتی تھی۔ لیکن اہلِ اسلام آپس میں جو جبر کے ذریعے طلاق دیں تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔ اور یہ سب آثار صحیح یا حسن ہیں۔ باقی مؤطا مالک (ص ۲۱۵) سے جو یہ حدیث مروی ہے کہ ثابت احنف نے عبد الرحمٰن بن زید ابن خطاب کی ام ولد سے شادی کی تو عبد الرحمٰن کے بیٹے عبد اللہ نے احنف کو بلا کر کہا کہ اسے طلاق دے دو ورنہ میں تیرے ساتھ ایسے ایسے کروں گا پس انہوں نے طلاق دے دی۔ احنف کہتے ہیں کہ پھر میں ابن عمرؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ لیس ذلک بطلاق اور وہ تجھ پر حرام بھی نہیں ہوئی تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ واقعہ حال ہے جس میں عموم نہیں ہوتا بلکہ وہ وہاں پڑے ہوئے کوڑوں اور ہتھکڑیوں کو دیکھ کر مدہوش اور مغلوب العقل ہوگئے اس لیے ابن عمرؓ نے عدم وقوع طلاق کا فتوی دیا۔

بَابُ طَلَاقِ الْاَمَةِ ثِنْتَانِ

۳۲۵۹- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَقُرْءُ هَا حَيْضَتَانِ" رواه ابوداودوابن ماجة،وصححه الحاكم،وفيه مظاهربن اسلم و هو ضعيف-(دراية۲۲۷)- وفی "الجوهر النقی"(۱۳۲:۳): ذكره ابن حبان فی "الثقات" من اتباع التابعين- وقال الحاكم فی المستدرك: لم يذكره احد من مقتدی مشايخنا بجرح- فالحديث اذا صحيح اه- قلت غايته الاختلاف و هو لا يضر، كما ذكر غير مرة، وحقق ابن الهمام فی "فتح القدير": انه ان لم يكن صحيحا فهو حسن"- (رد المحتار۲:۷۰۳)- ومما يصحح الحديث عمل العلماء علی وفقه- قال الترمذی: "والعمل عليه عند اهل العلم من اصحاب رسول الله ﷺ وغيرهم"- وفی الدارقطنی: قال القاسم و سالم: "وعمل به المسلمون"- وقال مالك: "شهرة الحديث تغنی عن سند"- كذا فی الفتح(روح المعانی ۲:۱۱٤)-

۳۲۶۰- اخبرنا ابراهيم بن يزيد المكی قال: سمعت عطاء بن ابی رباح يقول: قال علی ابن ابی طالب ؓ: "اَلطَّلَاقُ بِالنِّسَاءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ"- رواه الامام محمد فی

باب باندی کے لیے دو ہی طلاقیں ہیں

۳۲۵۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ باندی کے لیے دو ہی طلاقیں ہیں۔ اس کی عدت دو حیض ہیں۔(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہؓ وغیرہ کا عمل ہے۔ دارقطنی میں ہے کہ تمام مسلمان اسی پر عمل کرتے آرہے ہیں۔اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حدیث کی شہرت اس کی سند سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

فائدہ: جب خبر واحد کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو وہ متواتر کے درجہ میں ہوجاتی ہے۔جیسے لا وصیۃ لوارث کو تلقی بالقبول کی بناپر قرآن کے لیے ناسخ بنایا گیا ہے۔

۳۲۶۰۔ ابراہیم بن یزید مکی فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ طلاق اور عدت کا اعتبار عورتوں کے ساتھ ہے(مؤطا محمد) اس میں ایک راوی ابراہیم ترمذی اور نسائی کا راوی ہے۔اور وہ اگر ضعیف بھی ہے

الموطا" (۲۵۱)- و ابراهيم هذا من رجال الترمذی والنسائی، وهو ان كان ضعيفا لكن كفى به توثيقا احتجاج المجتهد بحديثه و بقية رجاله رجال الجماعة، و فی "الجوهر النقی" (۲: ۱۲۰): صحح ابن حزم عن علیؓ انه قال: "اَلسُّنَّةُ بِالنِّسَاءِ، يَعْنِی الطَّلَاقَ وَالْعِدَّةَ"-اھ-

بَاب اَنَّ الطَّلَاقَ اِلَی الْعَبْدِ النَّاكِحِ دُوْنَ الْمَوْلٰی

۳۲۶۱- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "اَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! سَيِّدِیْ زَوَّجَنِیْ اَمَتَهٗ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهَا- قَالَ: فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: يَااَيُّهَاالنَّاسُ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهٗ اَمَتَهٗ ثُمَّ يُرِيْدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا- اِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ" رواه ابن ماجة والدارقطنی والطبرانی وابن عدی- و فی اسناد ابن ماجة ابن لهيعة وكلام الائمة فيه معروف، و فی اسناد الطبرانی يحيی الحمانی وهو ضعيف، و فی

مجتہد کا اس کی حدیث سے حجت پکڑنا اس کی توثیق کے لیے کافی ہے۔اور ابن حزم حضرت علیؓ سے مروی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں کہ طلاق و عدت کا اعتبار عورتوں کے ساتھ ہے۔

فائدہ: یعنی اگر عورت آزاد ہو اس کے لیے تین طلاقیں ہیں خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام، اور اگر عورت باندی ہو تو اس کے لیے دو طلاقیں ہیں خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام۔باقی درایہ میں جو حدیث مروی ہے کہ "الطلاق بالرجال" کہ "طلاق میں مردوں کا اعتبار ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں۔اور موقوف آثار مرفوع کے معارض نہیں بن سکتے۔

باب طلاق کا اختیار نکاح کرنے والے شوہر کو ہے اس کے مولا کو نہیں

۳۲۶۱۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے آقا نے میرا نکاح اپنی باندی سے کر دیا اور اب وہ مجھ میں اور میری بیوی میں جدائی کر دینا چاہتا ہے (یہ سن کر) آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: اے لوگو! یہ کیا ہے کہ ایک آدمی اپنے غلام کا اپنی باندی سے نکاح کر دیتا ہے اور پھر ان دونوں میں جدائی کر دینا چاہتا ہے (یاد رکھو) طلاق کا اختیار صرف اسی کو ہے جو عورت کی پنڈلی تھامے (ابن ماجہ، دارقطنی، طبرانی)۔اس کے مختلف طرق سے حدیث کو تقویت حاصل ہوگئی اور پھر ابن لہیعہ بھی حسن الحدیث ہے اور یحییٰ حمانی بھی مختلف فیہ ہیں۔پس یہ حدیث حسن سے کم نہیں۔

فائدہ: پنڈلی تھامنے سے مراد صحبت کرنا ہے یعنی طلاق کا اختیار خاوند ہی کو ہے۔مولیٰ کو نہیں ہے۔

اسناد ابن عدی والدارقطنی عصمة بن مالك كذا قيل، و فی التقريب: انه صحابی وطرقه يقوی بعضها بعضا(نيل الاوطار٦:١٦٣و١٦٤)- وفيه ايضا: واما يحيى الحمانی فقال فی التذكرة: "وثقه يحيى بن معين"- وقال ابن عدی: "ارجو انه لا باس به اه"- قلت: وابن لهيعة ايضا مختلف فيه، والاختلاف غير مضر كما عرفت كل ذلك غير مرة-

٣٢٦٢- عن نافع ان عبدالله بن عمر كان يقول : مَنْ اَذِنَ لِعَبْدِهٖ اَنْ يَنْكِحَ فَالطَّلَاقُ بِيَدِالْعَبْدِ، لَيْسَ بِيَدِ غَيْرِهٖ مِنْ طَلَاقِهٖ شَیْءٌ - فَاِمَّا اَنْ يَّاْخُذَ الرَّجُلُ اَمَةَ غُلَامِهٖ اَوْ اَمَةَ وَلِيْدَتِهٖ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ- رواه الامام مالك فی "الموطا"(٢٠٩)،واسناده صحيح جليل-

بَابُ وُقُوْعِ الطَّلَاقِ ثَلَاثًا مَجْمُوْعًا قَبْلَ الدُّخُوْلِ

٣٢٦٣- اخبرنا مالك اخبرنا الزهری عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن محمد بن اياس بن بكير، قال: طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، ثُمَّ بَدَالَهٗ اَنْ يَّنْكِحَهَا فَجَاءَ يَسْتَفْتِیْ، قَالَ: فَذَهَبْتُ مَعَهٗ فَسَاَلَ اَبَاهُرَيْرَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ ﷺ، فَقَالَا: لَا يَنْكِحُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، فَقَالَ: اِنَّمَا كَانَ طَلَاقِیْ اِيَّاهَا وَاحِدَةً- قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ: اَرْسَلْتَ مِنْ يَدِكَ مَاكَانَ لَكَ مِنْ فَضْلٍ- رواه الامام محمد فی "الموطا"(٢٥٩)،قلت: رجاله رجال الصحيح-

٣٢٦٤- قال محمد: "اِذَاطَلَّقَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا جَمِيْعًا فَقَدْ خَالَفَ السُّنَّةَ وَاَثِمَ بِرَبِّهٖ

۳۲۶۲۔ عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو آقا اپنے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے تو طلاق کا اختیار بھی اسی غلام ہی کو ہوگا۔ کسی اور کے ہاتھ میں طلاق کا کوئی اختیار نہیں۔ ہاں اگر آقا اپنے غلام کی لونڈی یا لونڈی کی لونڈی چھین کر اس سے وطی کرے تو درست ہے (مؤطا مالک) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اسی طرح "اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن" اور "اذا طلقتم النساء" کی آیات بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حق طلاق ناکح کو حاصل ہے نہ کہ مولی کو۔

باب صحبت سے قبل ایک ساتھ تین طلاقیں واقع ہونا

۳۲۶۳۔ محمد بن ایاس بن بکیر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے صحبت سے قبل اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں پھر اسے اس سے نکاح کرنے کا خیال ہوا تو وہ (اس بارے میں) فتویٰ پوچھنے کے لیے آیا۔ ابن بکیر فرماتے ہیں کہ میں اسے ابوہریرہؓ اور ابن

وَاِنْ دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ سَوَاءٌ، ثُمَّ قَالَ: بَلَغَنَا ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمْ رضوان الله عليهم اجمعين“-(فتح القدير۳:۳۹۲)-

بَابُ ذِكْرِ بَعْضِ اَلْفَاظِ الْكِنَايَاتِ لِلطَّلَاقِ وَاشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِيْهَا

۳۲۶۵- مالك انه بلغه اَنَّهُ كُتِبَ اِلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ مِنَ الْعِرَاقِ: ”اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَاَتِهِ حَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ- فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰى عَامِلِهِ: اَنْ مُرْهُ اَنْ يُوَافِيَنِيْ بِمَكَّةَ فِي الْمَوْسِمِ، فَبَيْنَا عُمَرُ ؓ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ اِذْلَقِيَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ عُمَرُ: مَنْ اَنْتَ؟

عباسؓ کے پاس لے گیا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کر کے اس سے صحبت کرے (اور وہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد اسے طلاق دے اور پھر یہ دوسرے شوہر سے عدت گذارے۔ پھر یہ اس شوہر اول کے لیے حلال ہوگی) وہ آدمی کہنے لگا کہ میری طرف سے طلاق تو اس پر ایک ہی پڑی ہوگی (کیونکہ یہ غیر مدخولہ ہے) اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو نے اپنے ہاتھ سے بچی ہوئی چیز کو جانے دیا (مؤطا محمد)۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یعنی اگر تو چاہتا تو ایک طلاق پر اکتفاء کر کے دو طلاقیں محفوظ رکھ سکتا تھا تب اس صورت میں تجھے رجوع کا اختیار ہوتا لیکن تو نے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں لہٰذا اب تیرے پاس کچھ نہیں بچا۔

۳۲۶۴۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو گویا اس نے سنت کی مخالفت کی اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کی خواہ شوہر اپنی اس بیوی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے اسی طرح بات پہنچی ہے۔(فتح القدیر ج ۳ ص ۳۹۲)

فائدہ: خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو بہر صورت ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ **فائدہ:** اگر غیر مدخول بھا کو ایک طلاق دے تو وہ اسے بائنہ بنا دے گی اور تین طلاقیں اسے محرمہ یعنی دوسری شوہر سے نکاح کیے بغیر وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ نے اسی طرح فرمایا ہے (مؤطا مالک) اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی موطا مالک (ص ۲۰۷) میں اسی طرح مروی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب غیر مدخول بھا پر تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں تو مدخول بھا پر تو بطریق اولیٰ واقع ہو جانی چاہئیں۔

باب طلاق کے بعض کنائی الفاظ کا ذکر، کنائی الفاظ میں نیت طلاق شرط ہے

۳۲۶۵۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے ایک خط آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”حبلک علی غاربک“ تو حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں عراق کے گورنر کو لکھا کہ اس شخص سے کہو کہ حج کے دنوں میں مکہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمرؓ

فَقَالَ: اَنَا الرَّجُلُ الَّذِیْ اَمَرْتَ اَنْ اَجْلِبَ عَلَیْكَ۔ فَقَالَ عُمَرُ: اَسْأَلُكَ بِرَبِّ هٰذَا الْبَیْتِ مَا اَرَدْتَ بِقَوْلِكَ حَبْلُكِ عَلٰی غَارِبِكِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! لَوِ اسْتَحْلَفْتَنِیْ فِیْ غَیْرِ هٰذَاالْمَوْضِعِ مَا صَدَقْتُكَ، اَرَدْتُ بِذٰلِكَ الْفِرَاقَ۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: هُوَ مَا اَرَدْتَ"، كذا فی "الموطا مالك" (۲۰۰)۔ وبلاغات مالك حجة۔

۳۲۶۶- عن یحیی بن سعید عن القاسم بن محمد: "اَنَّ رَجُلًا كَانَتْ تَحْتَهٗ وَلِیْدَةٌ لِقَوْمٍ، فَقَالَ لِاَهْلِهَا: شَاْنُكُمْ بِهَا، فَرَاَی النَّاسُ اَنَّهَا تَطْلِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ"۔ رواه مالك فی "الموطا" (۲۰۱)، واسناده صحیح۔

۳۲۶۷- عن یونس بن یزید قال: "سَاَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ اِمْرَاَتَهٗ بِیَدِ اَبِیْهِ قَبْلَ اَنْ یَدْخُلَ بِهَا فَقَالَ اَبُوْهُ: هِیَ طَالِقٌ ثَلَاثًا۔ كَیْفَ السُّنَّةُ فِیْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: اَخْبَرَنِیْ محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان مولی بنی عامر بن لوی ان محمد بن ایاس بن البكیر اللیثی، وكان

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص آپؓ سے ملا اور سلام کیا۔ آپؓ نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس کو آپؓ نے مکہ میں ملنے کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے اس گھر کے رب کی قسم ہے "حبلک علی غاربک" سے تیری کیا مراد تھی۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ کسی اور جگہ میں قسم دیتے تو میں سچ نہ بولتا (اب میں سچ کہتا ہوں کہ) میری نیت بیوی کو چھوڑ دینے کی تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جیسے تو نے نیت کی ویسے ہی ہوگا۔ (مؤطا مالک باب ماجاء فی الخلیة والبریة الخ) اور مالک کے بلاغات حجت ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الفاظِ کنایات سے طلاق اسی صورت میں واقع ہوگی جب طلاق کی نیت کی ہو۔

۳۲۶۶۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ایک آدمی کے نکاح میں کسی قوم کی لونڈی تھی، تو اس نے اس لونڈی کے مالکوں کو کہا کہ "تم جانو اور تمہارا کام جانے" تو لوگوں نے اسے ایک طلاق سمجھا (ایضا) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنائی لفظ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

۳۲۶۷۔ یونس بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ ایک آدمی صحبت سے قبل اپنی بیوی (کی طلاق) کا معاملہ اپنے باپ کے سپرد کرتا ہے۔ اس کا باپ کہتا ہے کہ اسے تین طلاقیں ہیں تو اس بارے میں سنت کے مطابق کیا فیصلہ ہے؟ ابن شہاب نے فرمایا کہ مجھے سند کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ بدری صحابی کے بیٹے محمد بن ایاس سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ عورت خاوند سے بائنہ ہو چکی ہے اور جب تک وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لے اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔ پھر یہی مسئلہ ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ پھر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی پہلے دونوں بزرگوں کی طرح

ابوه شهد بدرا، اخبره ان ابا هريرة قال: بَانَتْ عَنْهُ فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، وَاَنَّهُ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَسَأَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِمَا"۔ رواه ابوبكر البرقاني فى كتابه المخرج على الصحيحين (نيل الاوطار ۱۵۲:۱)۔

۳۲۶۸- عن نافع ان عبدالله بن عمرؓ كان يقول: "اِذَا مَلَّكَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اَمْرَهَا فَالْقَضَاءُ مَا قَضَتْ، اِلَّا اَنْ يَذْكُرَ عَلَيْهَا فَيَقُوْلُ: لَمْ اُرِدْ اِلَّا وَاحِدَةً فَيُحْلَفُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ وَيَكُوْنُ اَمْلَكَ بِهَا مَا كَانَتْ فِيْ عِدَّتِهَا"۔ رواه الامام مالك فى "الموطا" (۲۰۰)، واسناده صحيح جليل۔

۳۲۶۹- اخبرنا ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم: "اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ وَعَبْدَاللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍؓ كَانَا يَقُوْلَانِ فِي الْمَرْاَةِ خَيَّرَهَا زَوْجُهَا فَاخْتَارَتْهُ: فَهِيَ اِمْرَاَتُهُ وَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ وَزَوْجُهَا اَمْلَكُ بِهَا"۔

۳۲۷۰- اخبرنا ابوحنيفة حدثنا حماد عن ابراهيم: "اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ كَانَ يَقُوْلُ:

فرمایا۔ اسے ابوبکر برقانی نے اپنی کتاب المخرج على الصحيحين میں روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار)

۳۲۶۸۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب مرد اپنی بیوی کو طلاق کا مالک بنادے تو عورت جب اور جتنی چاہے طلاق دے سکتی ہے۔ ہاں اگر مرد اس کا انکار کرے اور کہے کہ میں نے تو صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی اور اس پر قسم اٹھائے تو وہ اس عورت کا زیادہ مالک ہے جب تک کہ وہ عدت میں ہے۔ (موطا مالک) اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کا معاملہ کسی اور کے سپرد کردے تو وہ دوسرا جتنی طلاقیں چاہے دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ خاوند کی نیت کے خلاف نہ ہو ورنہ خاوند کی نیت ہی حلف کے ساتھ حرف آخر ہوگی۔

۳۲۶۹۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو اس بات کا اختیار دیدے کہ چاہے تو اپنے کو اختیار کرلے اور چاہے تو مجھے اختیار کرلے اور بیوی اپنے خاوند کو ہی اختیار کرلے تو وہ اسی کی بیوی رہے گی اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کا خاوند اس کا زیادہ حقدار رہے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو اختیار کرلے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

۳۲۷۰۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں زید بن ثابتؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بیوی اپنے شوہر کو اختیار کرلے تو کوئی طلاق واقع نہیں

اِذَااِخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَیْءَ وَهِیَ اِمْرَاَتُهٗ- وَاِذَا اِخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِیَ ثَلَاثٌ- وَهِیَ عَلَیْهِ حَرَامٌ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ-

۳۲۷۱- وکان علی بن ابی طالب ﷺ یقول: اِذَااِخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَهِیَ وَاحِدَةٌ، وَالزَّوْجُ اَمْلَكُ بِهَا، وَاِذَااِخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِیَ وَاحِدَةٌ، وَهِیَ اَمْلَكُ بِنَفْسِهَا"-

۳۲۷۲- اخبرنا ابو حنیفة حدثنا حماد عن ابراهیم عن عائشة رضی الله عنها قالت: "خَیَّرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ یَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَیْنَا طَلَاقًا"-روی الثلاثة محمدٌ فی "الآثار"(۷۹)-واسانیدها صحاح غیر ما فیها من ارسال النخعی، و قد عرفت صحة مراسیله قَالَ مُحَمَّدٌ: فَاَخَذْنَا بِقَوْلِ عَائِشَةَ الَّذِیْ رَوَتْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، وَبِقَوْلِ عُمَرَوَابْنِ مَسْعُوْدٍ(وَزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ) اَنَّهَا اِذَا اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَیْءَ، وَاَخَذْنَا بِقَوْلِ عَلِیٍّ اِذَااِخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِیَ تَطْلِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِیَ اَمْلَكُ بِنَفْسِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اھ-

---

ہوگی- اور وہ اسی کی بیوی ہی رہے گی- اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو اس پر تین طلاقیں پڑ جائیں گی اور اس وقت تک شوہر پر حرام رہے گی جب تک کہ کسی اور سے نکاح کر کے صحبت کر لے (کتاب الآ ثار امام محمد) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۷۱- حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب عورت اپنے شوہر کو اختیار کر لے تو اسے ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر رجوع کا حقدار ہوگا (یعنی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی)- اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو بھی ایک طلاق واقع ہوگی اور عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی (یعنی طلاق بائنہ ہوگی اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا) (کتاب الآ ثار محمدؒ)- اس کی سند صحیح ہے اور رہا ان تینوں میں ارسال نخعی تو وہ مضر نہیں کیونکہ نخعی کے مراسیل صحیح ہیں- امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم عائشہؓ کی مرفوع حدیث اور عمرؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ کے قول کو لیتے ہیں کہ جب وہ عورت اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اس بارے میں علیؓ کے قول کو لیتے ہیں کہ جب وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور وہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہوگی اور یہی امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۳۲۷۲- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اختیار دیا اور ہم نے آپ ہی کو اختیار کیا اور ہم پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی- (آخری تین احادیث کتاب الآ ثار امام محمد میں روایت کی گئی ہیں) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کو لیا ہے جو حضور ﷺ سے مروی ہے اور حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ کے فرمان پر عمل کرتے ہیں کہ اگر عورت اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی- اور اس مسئلے میں ہم حضرت علیؓ کے قول پر عمل کرتے ہیں کہ اگر عورت اپنے آپ کو اختیار کر لے تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور مرد کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

۳۲۷۳- عن شعبة عن ابی حصین عن یحیی بن وثاب عن مسروق عن عبدالله ﷺ: "اذا قال: إِسْتَفْلِحِیْ بِاَمْرِكِ، اَوْ اَمْرُكِ لَكِ اَوْ وَهَبَهَا لِاَهْلِهَا، فَقَبِلُوْهَا فَهِیَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ"- رواہ البیہقی و صححه صاحب الجوهر النقی (۲:۱۱۵)- واخرجه الطبرانی ایضا، کما فی "جمع الفوائد" (۱:۲۳۲)- وسکت عنه، فهو حسن او صحیح علی قاعدته، و فی مجمع الزوائد (۴:۳۳۷) عنه: "اِذَاقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اَمْرُكِ بِيَدِكِ، اَوْ اِسْتَفْلِحِیْ بِاَمْرِكِ اَوْ وَهَبَهَا لِاَهْلِهَا فَقَبِلُوْهَا فَهِیَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ"- رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح-

۳۲۷۴- اخرج ابن ابی شیبة بسند صحیح الی الشعبی، قال: قَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ: "اِذَا خَيَّرَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ، وَاِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَیْءَ-(الجوهر النقی ۲:۱۴)-

۳۲۷۵- حدثنا علی بن نصر بن علی قال: نا سلیمان بن حرب قال: ناحماد بن زید قال: "قُلْتُ لِاَیُّوْبَ: هَلْ عَلِمْتَ اَحَدًا قَالَ فِیْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ اِنَّهَا ثَلَاثٌ اِلَّا الْحَسَنَ؟ قَالَ: لَا، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ غَفْرًا اِلَّا مَا حَدَّثَنِیْ قَتَادَةُ عَن کثیر مولی بنی سمرة عن ابی سلمة عن ابی

۳۲۷۳۔ حضرت عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے استفتحی بامرک یا امرک لک یا عورت کو اس کے خاندان کے لیے ھبہ کردے اور وہ اسے قبول کرلیں تو ایک طلاق بائنہ ہوگی (بیہقی) یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یا اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کرلے یا عورت کو اس کے خاندان کے لیے ھبہ کردے اور وہ اسے قبول کرلیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی (طبرانی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۳۲۷۴۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے خاوند کو اختیار کرے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند شعبی تک صحیح ہے۔

۳۲۷۵۔ حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایوب سے پوچھا کہ حسن بصری کے علاوہ آپ کے علم میں کوئی شخص ہے جس نے یہ کہا ہو کہ بیوی سے یہ کہنے سے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں؟ ایوب نے فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ میری مغفرت فرما۔ مجھے یہ حدیث سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین طلاقیں ہوگئیں۔ ایوب فرماتے ہیں کہ پھر میں کثیر (اس حدیث کے ایک راوی ہیں) سے ملا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر میں دوبارہ قتادہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا

هريرة رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلاثٌ قَالَ اَيُّوبُ: فَلَقِيتُ كَثِيْرًا مَوْلٰى اِبْنِ سَمُرَةَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، فَرَجَعْتُ اِلٰى قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: نَسِيَ"۔(رواه الترمذی ١: ١٤٠) وقال: هذا حديث لا نعرفه الا من حديث سليمان بن حرب عن حماد بن زيد و سالت محمدا عن هذا الحديث فقال: حدثنا سليمان بن حرب عن حماد بن زيد بهذا۔ او انما هو عن ابی هريرة موقوف، ولم يعرف حديث ابی هريرة مرفوعا۔ وكان علی بن نصر حافظا صاحب حديث اھ۔ وروی ابو داود بنحوه(١: ٣٠٧)، وسكت عنه۔

٣٢٧٦- اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا الهيثم بن ابی الهيثم يرفعه الی رسول الله ﷺ انه قال لسودة(رضی اللّٰهُ عنها): "اِعْتَدِّي۔ فَجَعَلَهَا تَطْلِيقَةً يَمْلِكُهَا، فَجَلَسَتْ عَلٰى طَرِيقِهِ يَوْمًا فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَاجِعْنِيْ فَوَاللّٰهِ مَا اَقُوْلُ هٰذَا حِرْصًا مِنِّيْ عَلَى الرِّجَالِ، وَلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُحْشَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ اَزْوَاجِكَ، وَاَجْعَلُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِبَعْضِ اَزْوَاجِكَ۔ قَالَ: فَرَاجَعَهَا"۔ رواه

کہنے لگے کہ وہ بھول گئے ہیں (ترمذی)۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابو ہریرہؓ پر موقوف ہے، حضور ﷺ کا فرمان نہیں اور اس قسم کی حدیث ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں صحیح یا حسن ہے)۔

<u>فائدہ</u>: یعنی ترمذی کے ہاں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے اور امام بخاری کے ہاں موقوفاً لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں کہ علی بن نصر حافظ اور صاحبِ حدیث ہیں اس لیے وہ کیسے ایک موقوف حدیث کو مرفوع بنا سکتے ہیں۔ یعنی یہ غلطی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ مرفوع ہی ہے نیز یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے کہ زیادۃِ ثقہ مقبول ہوتی ہے اور مرفوع بیان کرنا ایک زیادت ہے لہٰذا یہ زیادۃ مقبول ہوگی۔

<u>فائدہ</u>: حدیث میں مذکورہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب زوج اس لفظ سے تین کی نیت کرے۔

۳۲۷۶۔ حضرت ھیثم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت سودۃ سے فرمایا "تو شمار کر" اور آپؐ نے اسے ایک طلاق رجعی شمار کیا جس میں آپ ﷺ رجوع کے مالک تھے۔ اور ایک دن آپ کے راستے میں بیٹھ گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے رجوع فرما لیجئے۔ قسم بخدا یہ میں اس لیے نہیں کہتی کہ مجھے مردوں کی خواہش ہے۔ بلکہ میں یہ چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں سے اٹھائی جاؤں۔ اور میں اپنی باری کا دن آپ ﷺ کی کسی اور بیوی کے لیے کر دیتی ہوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رجوع فرما لیا (کتاب الآثار امام محمد)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام کا اس سے حجت پکڑنا اسے مضبوط کرتا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

الامام محمد فی "کتاب الآثار" (ص۱۲۶)- قلت: رجاله ثقات لکنه معضل، فان شیخ الامام ابی حنیفةفیه من اتباع التابعین- قال فی "التقریب" (۱۹۶): "صدوق من السادسة اھ- وقد تقوی باحتجاج الامام به-

۳۲۷۷- عن ابن مسعودؓ فِیْ الرَّجُلِ یُحَرِّمُ اِمْرَاَتَهٗ، قَالَ: "اِنْ کَانَ یَرٰی طَلَاقًا وَاِلَّا فَهِیَ یَمِیْنٌ- رواه عبدالرزاق فی مصنفه (کنز العمال ۸:۳۴۴)-

واخرجه الطبرانی ایضا کما فی جمع الفوائد (۱:۱۳۴) وسکت عنه، فهو صحیح او حسن- و فی "مجمع الزوائد" (۲:۳۳۷) : و فی روایة عنه: "اِنْ کَانَ نَوٰی طَلَاقًا وَاِلَّا فَهِیَ یَمِیْنٌ- رواه الطبرانی و رجاله ثقات الا ان مجاهدا عن ابن مسعود منقطع-

۳۲۷۸- عن کعب بن مالك فی الحدیث الطویل فی قصة توبته: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا اَرْسَلَ اِلَیْهِ اَنْ یَعْتَزِلَ اِمْرَاَتَهٗ- فَقَالَ: اُطَلِّقُهَا اَمْ مَا ذَا اَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا ! بَلْ اِعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرُبْهَا-

---

۳۲۷۷۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دے (یعنی انتِ علیَّ حرامٌ کہے) اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو یہ طلاق ہی ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہیں تو یہ یمین ہوگی (یعنی ایلاء ہوگا) (مصنف عبدالرزاق) اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ ان کے ہاں صحیح یا حسن ہوگی۔ اور مجمع الزوائد میں ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوگی ورنہ یمین ہوگی (طبرانی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ لیکن منقطع ہے اور انقطاع تو خیر القرون میں ہمارے ہاں مضر نہیں۔

فائدہ: ایلاء کی تعریف آگے بیان ہوگی۔

۳۲۷۸۔ حضرت کعب بن مالکؓ اپنی توبہ کے قصے میں فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے ان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اپنی بیوی سے جدا ہو جا تو میں نے کہا کہ اسے طلاق دوں یا کیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے الگ ہو جا اس کے قریب نہ جا۔ تو کعبؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے خاندان کے پاس چلی جا۔ اور انہیں کے پاس رہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائیں۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الحقی باھلک (یعنی اپنے خاندان والوں کے پاس جا کر رہ) سے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک کہ طلاق کی نیت نہ ہو۔

فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اِلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ، فَتَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ"۔ الحدیث اخرجه البخاری (۲:۶۳۵) واللفظ له وغیره۔

۳۲۷۹- واخرج البخاری عن عائشة رضی الله عنها: انه ﷺ قَالَ لِابْنَةِ الْجَوْنِ: "لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِیْمٍ، اِلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ"۔ وزاد الذهلی فی الزهریات فی آخره قال الزهری۔ "جَعَلَهَا تَطْلِیْقَةً"۔ کذا فی "فتح الباری" (۹:۳۱۱)۔

باب ان الخیار مقصور علی مجلسه ذلک

۳۲۸۰- عن ابن مسعود ﷺ: "اِذَا مَلَّکَهَا اَمْرَهَا فَتَفَرَّقَا قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی بِشَیْءٍ فَلَا اَمْرَلَهَا"۔ رواه عبدالرزاق واخرجه الطبرانی والبیهقی من طریقه، ورجاله ثقات الا ان فیه انقطاعا۔ (درایة: ۲۲۷، ۲۲۸)۔ قلت: الانقطاع غیر مضر عندنا۔

۳۲۷۹۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جون کی بیٹی (جونیہ) سے فرمایا کہ تو نے ایک عظیم ہستی کی پناہ لی ہے تو جا اور اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ۔ ذہلی نے زہریات میں اس حدیث کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ زہری نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اسے ایک طلاق کہا ہے (بخاری)۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ الفاظِ کنایات سے طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو۔ اور اگر خاوند نے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

باب خیارِ طلاق اس مجلس تک ہی محدود ہے

۳۲۸۰۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے معاملہ (طلاق) کا اختیار دے اور کچھ فیصلہ کرنے سے قبل ہی دونوں (مجلس سے) جدا ہو جائیں تو عورت کو کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا (مصنف عبدالرزاق، طبرانی، بیہقی)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں انقطاع ہے اور انقطاع ہمارے ہاں غیر مضر ہے۔

۳۲۸۱- عن جابر ﷺ: "اِذَا خَيَّرَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ فَلَمْ تُخَيِّرْ فِیْ مَجْلِسِهَا ذٰلِكَ فَلَا خِيَارَ"- اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح- وروى عبدالرزاق وابن ابی شيبة عن عمروعثمان رضی اللہ عنهما نحوه- و فی اسناده ضعف (دراية ۲۲۸)-

۳۲۸۲- اخبرنا ابو حنيفة: حدثنا عمرو بن دينار عن جابر ﷺ قال: "اِذَا خَيَّرَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ فَقَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَلَا خِيَارَلَهَا"- اخرجه محمد فی "الآثار" (۷۹)-وقال: به ناخذ، وهو قول ابی حنيفة اه- وسنده صحيح-

۳۲۸۳- عن حجاج بن ارطاة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبدالله بن عمرو ﷺ، قَالَ فِیْ الرَّجُلِ يُخَيِّرُ اِمْرَاَتَهٗ: "لَهَا الْخِيَارُ مَا دَامَتْ فِیْ مَجْلِسِهَا"- رواه ابن ابی شيبة (زيلعی ۲:۳۳)-قلت: اسناده حسن، وتفصيله فی الحاشية-

---

۳۲۸۱۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی کو یوں کہے اختاری (یعنی اپنے کو پسند کر لے یا مجھے پسند کر لے) اور وہ اسی مجلس میں اس خیار کو استعمال نہ کرے تو اس کے بعد عورت کو خیار حاصل نہ ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اور اس کی سند میں تھوڑا سے ضعف ہے۔

فائدہ: ضعیف روایت کو محض تائید کے لیے نقل کیا گیا ہے۔

۳۲۸۲۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب خاوند اپنی بیوی کو "اختاری" کہے یعنی اپنے کو پسند کر لے یا مجھے پسند کر لے اور وہ عورت (اس خیار کو استعمال کیے بغیر) اس مجلس سے اٹھ کھڑی ہو تو اس کے لیے خیار باقی نہیں رہے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مسلک ہے اور امام اعظمؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

۳۲۸۳۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو خیار دے تو اس عورت کے لیے اس وقت تک خیار رہے گا جب تک کہ وہ اسی مجلس میں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی اگر اسی مجلس میں اس نے اس اختیار کو استعمال کر لیا تو درست ہے اور اگر کسی اور کام میں مشغول ہوگئی تو خیار باقی نہیں رہے گا۔

ابواب الایمان فی الطلاق

باب حکم تعلیق الطلاق بالنکاح قبل النکاح

۳۲۸٤- مالك: انه بلغه اَنَّ عُمَرَ بنَ الْخَطَّابِ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ سَالِمَ(تابعی) بْنَ عَبْدِاللّٰهِ وَالْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَابْنَ شِهَابٍ وَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ ﷺ كَانُوا يَقُوْلُوْنَ "اِذَاحَلَفَ الرَّجُلُ بِطَلَاقِ الْمَرْاَةِ قَبْلَ اَنْ يَّنْكِحَهَا ثُمَّ اَثِمَ اِنَّ ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهٗ اِذَا نَكَحَهَا" كذا فی "الموطا"(۲۱٤)۔

۳۲۸۵- اخبرنا مالك اخبرنا مخبر عن عبدالله بن عمررضی الله عنهما اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ: اِذَا نَكَحْتُ فُلَانَةً فَهِيَ طَالِقٌ، فَهِيَ كَذٰلِكَ اِذَا نَكَحَهَا، وَاِنْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً اَوْ اِثْنَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَهُوَ كَمَا قَالَ"۔ رواه الامام محمد فی "الموطا"(۲۵٤)۔ورجاله ثقات۔

۳۲۸٦- اخبرنا ابو حنيفة عن محمد بن قيس عن ابراهيم وعامر عن الاسود بن

ابواب الایمان فی الطلاق

باب نکاح سے قبل طلاق کو نکاح سے معلق کرنا

۳۲۸۴۔ حضرت عمر بن خطابؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، ابن شہاب، اور سلیمان بن یسار فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی طلاق پر قسم اٹھائے اس سے نکاح کرنے سے قبل۔ پھر نکاح کے بعد وہ قسم ٹوٹے تو طلاق پڑ جائے گی (مؤطا امام مالک)۔

۳۲۸۵۔ عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے اگر اس سے نکاح کرے گا تو اسے طلاق ہو جائے گی اور اگر اس نے ایک یا دو یا تین طلاقیں نکاح کے ساتھ معلق کی تھیں تو وہ بھی پڑ جائیں گی (مؤطا محمد) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے تو جب تک وہ عورت یا اس کے قبیلہ کا نام نہ لے کوئی طلاق نہ ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ محرم اور مبیح میں سے محرم کو ترجیح ہوتی ہے اور یہی سالم بن عبداللہ اور مجاہد کا قول ہے اور احناف نے باب خروج میں احوط کو اختیار کیا ہے۔

۳۲۸۶۔ ابراہیم اور عامر شعبی سے مروی ہے کہ اسود بن یزید کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا تو اسود نے کہا کہ اگر میں اس

یزید: "أَنَّهُ قَالَ لِامْرَأَةٍ ذُكِرَتْ لَهُ: إِنْ تَزَوَّجْتُهَا فَهِيَ طَالِقٌ فَلَمْ يَرَ الْأَسْوَدُ شَيْئًا- وَسُئِلَ أَهْلُ الْحِجَازِ فَلَمْ يَرَوْا ذٰلِكَ شَيْئًا- فَتَزَوَّجَهَا وَدَخَلَ بِهَا- فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُخْبِرَهَا أَنَّهَا أَمْلَكُ بِنَفْسِهَا"- رواه الامام محمد فی "کتاب الآثار"(١٢٦)- ورجاله ثقات علی اختلاف فی بعضهم، و هو غیر مضر فالسند محتج به-

٣٢٨٧- عن معمر عن الزهری: "أَنَّهُ قَالَ فِيْ رَجُلٍ قَالَ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ: هُوَ كَمَا قَالَ- فَقَالَ لَهُ مَعْمَرٌ، أَلَيْسَ قَدْ جَاءَ: لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ- قَالَ: إِنَّمَا ذٰلِكَ أَنْ يَقُوْلَ: امْرَأَةُ فُلَانٍ طَالِقٌ- اخرجه عبدالرزاق (درایة ٢٢٨)-ورجاله رجال الصحیح-

سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے اور اسود نے اس تعلیق کو کوئی حیثیت نہ دی۔ اور حجازیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی اس تعلیق کو کوئی حیثیت نہ دی۔ پھر اسود نے اس عورت سے شادی کر کے اس سے صحبت کی۔ پھر اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کیا گیا تو انہوں نے اسود کو حکم فرمایا کہ اس عورت کو اطلاع کردو کہ وہ اپنی نفس کی زیادہ حقدار ہے (یعنی طلاق واقع ہو چکی ہے) (کتاب الآثار امام محمد) اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ بعض میں اختلاف ہے۔ الغرض سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: یعنی اسود یہ سمجھتے تھے کہ طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنے اور پھر نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص نکاح کے ساتھ طلاق کو معلق کرے اور پھر نکاح کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

٣٢٨٧۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے تو جس عورت سے بھی نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ معمر نے زہری سے فرمایا کہ حدیث میں یہ نہیں آیا کہ نکاح سے قبل طلاق نہیں ہوتی۔ تو زہری نے فرمایا یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ یوں کہے کہ فلاں عورت کو طلاق ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: نیز یہ حدیث کہ "نکاح سے قبل طلاق نہیں" تنجیز پر محمول ہے۔ یعنی فوراً طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر نکاح کرے گا تو اس وقت واقع ہوگی۔

فائدہ: نکاح سے قبل منجز طلاق اور ملکیت سے قبل منجز اعتاق باتفاق ائمہ اربعہؒ باطل ہے۔ مثلاً اجنبی عورت کے بارے میں کہے کہ طلاق ہے پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق نہیں ہوگی۔ یا دوسرے شخص کے غلام کے بارے میں کہے یہ آزاد ہے پھر اس کا مالک بنے تو آزاد نہیں ہوگا لیکن اگر طلاق کو نکاح سے معلق کرے اور یوں کہے ان نکحت فلانۃ فھی طالق یا یوں کہے کل امراۃ اتزوجھا فھی طالق یا عتق کو ملک یا سبب ملک سے معلق کرے اور یوں کہے ان ملکت ھذا العبد فھو حر یا یوں کہے ان اشتریت ھذا العبد

فهو حر تو اس میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ تعلیق مطلقا (خواہ عام ہو یا خاص ہو) صحیح ہے، شرط کے پائے جانے پر طلاق اور عتاق واقع ہو جائیں گے۔امام شافعیؒ کے ہاں یہ تعلیق مطلقا باطل ہے۔امام مالک کی مشہور روایت میں تخصیص کی صورت میں تعلیق جائز ہے مثلاً یوں کہے ان تزوجت هذه المراة یا ان ملکت هذا العبد یا قبیلہ یا زمان یا مکان کی طرف نسبت کرے تو شرط کے پائے جانے پر طلاق وعتاق واقع ہو جائیں گے۔تعمیم کی صورت میں تعلیق باطل ہے، مثلاً یوں کہے کل امراة اتزوجها فهی طالق یا کل عبد ملكته فهو حر۔

حنفیہ کی دلیل: محقق ابن الہمامؒ فرماتے ہیں ومذهبنا مروی عن عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عمرؓ (۱) قال القاسم ان رجلا جعل امراة عليه كظهر امه ان هو تزوجها فامره عمر بن الخطابؓ ان هو تزوجها لا يقربها حتى يكفر كفارة الظهار (موطا مالک، موطا محمد) قاسم بن محمد بن ابی بکر نے طلاق کی تعلیق کو ظہار پر قیاس کر کے حضرت عمرؓ کا قول پیش کیا۔(موطا مالک)۔(۲) عن ابن عمرؓ انه كان يقول اذا قال الرجل اذا نكحت فلانة فهی طالق فهی كذالک اذا نكحها (موطا محمد) (۳) روی عن ابن مسعودؓ انه قال فی المنصوبة انها تطلق (ترمذی) (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ابوبکر بن عمرو بن حزمؒ، امام زہری اور مکحول کا مسلک بھی یہی ہے (ابن ابی شیبہ) سعید بن المسیب، عطاء، حماد بن سلیمان، قاضی شریح کا قول بھی یہی ہے (فتح القدیر)

باقی حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت مسور بن مخرمہ کی حدیث لا عتق له فيما لا يملک ولا طلاق له فيما لا يملک (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں طلاق وعتاق کی نفی ہے نہ کہ تعلیق کی نفی۔مذکورہ حدیث کا مسئلہ متنازع فیہ سے کوئی تعلق نہیں۔امام زہریؒ نے یہی توجیہ کی ہے عن الزهری انه قال فی رجل قال كل امراة اتزوجها فهی طالق و كل امة اشتريها فهی حرة هو كما قال فقال له معمر اوليس قد جاء لا طلاق قبل نكاح و لا عتق الا بعد ملک قال انما ذالک ان يقول الرجل امراة فلان طالق و عبد فلان حر (مسند عبدالرزاق) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں والحمل (المروی) المذكور) ماثور من السلف كالشعبی والزهری وغيرهما. اور باقی ابن عمرؓ کی حدیث ان النبی ﷺ سئل عن رجل قال يوم اتزوج فلانة فهی طالق ثلاثا قال طلق مالا يملک (دارقطنی) کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ابوخالد واسطی ہے اس کے بارے میں صاحب التنقیح فرماتے ہیں وضاع۔اور دارقطنی کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا ان تزوجتها فهی طالق ثلاثا پھر اس سے نکاح کرنا چاہا اور آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تزوجها فانه لا طلاق الا بعد النكاح قال فتزوجتها (دارقطنی)۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب التنقیح فرماتے ہیں "باطل ہے" کیونکہ اس کی سند میں علی بن قرین باقر ہے ابن معین وغیرہ نے اس کی تکذیب کی ہے۔ابن عدی کہتے ہیں یسرق الحدیث، امام احمد ابوبکر بن العربی مالکی فرماتے ہیں اس مضمون کی ساری حدیثیں ضعیف ہیں ليس لها اصل فی الصحة (فتح القدير)

بَابُ حُكْمِ الْاِسْتِثْنَاءِ فِیْ الطَّلَاقِ وَغَیْرِہٖ

٣٢٨٨- اخبرنا ابوحنيفة قال: حدثنا حماد عن ابراهيم فِیْ رَجُلٍ قَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ، قَالَ: "لَيْسَ بِشَيْءٍ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ"۔ رواه الامام محمد فى "كتاب الآثار" (٢:٣٣٦)-ورجاله محتج بهم مع اختلاف، و هو غير مضر۔

٣٢٨٩- عن ابن عباس رضى الله عنهما رفعه: "مَنْ قَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ، اَوْ لِغُلَامٍ اَنْتَ حُرٌّ اَوْ قَالَ: عَلَيَّ الْمَشْيُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰہِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ"۔ رواه ابن عدى و فيه اسحاق بن ابى يحيى الكعبى و هو ضعيف-(دراية ٢٢٨)۔

٣٢٩٠- عن معديكرب (الهمدانى) ان النبى ﷺ قال: "مَنْ طَلَّقَ اَوْ اَعْتَقَ وَاسْتَثْنٰى فَلَهٗ ثُنْيَاهُ"۔ اخرجه ابو موسىٰ المدينى فى ذيل الصحابة قاله الحافظ فى "التلخيص الحبير" (٢:٣١٩)-وسكت عنه ههنا، وضعفه فى "الاصابة" (٦:١٢٣)۔ و فيه عمر بن موسى الوجيهى ضعيف له ترجمة طويلة فى "اللسان" (٤:٣٣٢) وفى "التلخيص" ايضا: قال البيهقى: وروى عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده والراوى عنه الجارود بن يزيد ضعيف اه"۔

باب طلاق میں استثناء کا حکم

٣٢٨٨۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ (یعنی انشاء اللہ کا لفظ طلاق کے متصل بعد بولے) تو ابراہیم فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور طلاق واقع نہیں ہوگی (کتاب الآثار) اس کے تمام راوی حجت پکڑنے کے قابل اور حسن الحدیث ہیں۔

٣٢٨٩۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یا غلام سے یوں کہے تو آزاد ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا یوں کہے کہ میرے ذمے بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہے انشاء اللہ، تو اس کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ (درایہ)

٣٢٩٠۔ معدیکربؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص طلاق دے یا غلام کو آزاد کرے اور استثناء بھی کر دے تو اس کی مستثنیٰ کردہ چیز اسی کی ہوگی (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: یعنی استثناء کرنے سے طلاق اور عتق واقع نہیں ہوگا۔

۳۲۹۱- عن ابن عمر رضی الله عنهما رفعه: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فَلَا حِنْثَ عَلَیْهِ"۔ رواه الترمذی و حسنه، كذا فی "الدراية" (۲۲۸)-وفی "الفتح (۱۱:۵۲٤)- وصححه الحاكم اه-

باب طلاق المريض

بَاب اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ بِطَلقَةٍ قَاطِعَةٍ لِلنِّكَاحِ فِی مَرَضِ مَوْتِ الزَّوْجِ تَرِثُ مِنْهُ

۳۲۹۲- ثنا عباد بن العوام عن اشعب عن الشعبی: "اَنَّ اُمَّ الْبَنِینَ اِبْنَةَ عُیَیْنَةَ بْنِ حُصَیْنٍ كَانَتْ تَحْتَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﷺ فَلَمَّا حُصِرَ طَلَّقَهَا، وَقَدْ كَانَ اَرْسَلَ اِلَیْهَا یَشْتَرِیْ مِنْهَا ثَمَنَهَا، فَاَبَتْ۔ فَلَمَّا قُتِلَ اَتَتْ عَلِیًّا ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ: تَرَكَهَا حَتّٰی اِذَا اَشْرَفَ عَلَی الْمَوْتِ طَلَّقَهَا فَوَرَّثَهَا"۔ رواه ابن ابی شيبة، وهذا السند رجاله علی شرط مسلم (الجوهر النقی ۲:۱۱۹)-

۳۲۹۱۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی چیز پر قسم اٹھائی اور ساتھ ہی ان شاء اللہ کہا تو وہ قسم منعقد نہیں ہوئی۔ (یعنی اس کے خلاف عمل کر دینے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا) (ترمذی) امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استثناء ہر قسم میں جاری ہوتا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر بھی فتح الباری میں کہتے ہیں کہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ استثناء ہر حلف میں جاری ہوتا ہے۔

باب مریض کی طلاق کا بیان

باب شوہر کی مرض الموت میں طلاق بائنہ پانے والی عورت (عدت میں) خاوند کی وارث ہوگی

۳۲۹۲۔ شعبی سے مروی ہے کہ عیینہ بن حصین کی بیٹی ام البنین، عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں تھیں۔ جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے ام البنین کو طلاق دیدی اور مہر واپس لینے کے لیے حضرت عثمانؓ قاصد بھیج چکے تھے (شاید رخصتی سے قبل ہی طلاق دیدی ہو، اس لیے مہر کی واپسی کا مطالبہ فرمایا ہوگا) لیکن ام البنین نے انکار کر دیا اور جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو ام البنین حضرت علیؓ کے پاس آئیں اور اس (مرض الموت والی طلاق) کا ذکر فرمایا تو اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی بیوی کو چھوڑے رکھا (یعنی طلاق نہ دی) حتیٰ کہ جب موت کے کنارے پر پہنچے تو اسے طلاق دے کر اپنا وارث بنا دیا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے رجال مسلم کی شرط پر ہیں۔

۳۲۹۳- فی مصنف ابن ابی شیبة: ثنا جریر بن عبدالحمید عن مغیرة عن ابراهیم عن شریح، قال: "اَتَانِیْ عُرْوَةُ الْبَارِقِیُّ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ فِیْ الرَّجُلِ یُطَلِّقُ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فِیْ مَرَضِهٖ: اَنَّهَا تَرِثُهٗ مَا دَامَتْ فِیْ الْعِدَّةِ وَلَا یَرِثُهَا"-(الجوهر النقی۲:۱۱۸)- وفیه ایضا: قال ابن حزم: "وانما یصح من هذاالطریق اھ"-

۳۲۹٤- قال ابن ابی شیبة: ثنا یزید بن هارون انا سعید بن ابی عروبة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشةرضی الله عنها قَالَتْ فِیْ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَ هُوَ مَرِیْضٌ: "تَرِثُهٗ مَادَامَتْ فِیْ الْعِدَّةِ"-(الجوهر النقی ۲:۱۱۸)-قلت: رجاله ثقات مشهورون و من رجال الجماعة لکن فیه انقطاعا، فان سعیدا لم یسمع عن هشام و هو غیر مضر عندنا-

۳۲۹٥- عن یحیی بن سعید عن محمد بن یحیی بن حبان قال: "کَانَتْ عِنْدَ ابْنِ حَبَّان

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنی مرض الوفات میں طلاق بائنہ دیدے اور پھر اس مرض میں مرجائے اور بیوی بھی ابھی طلاق کی عدت گزار رہی ہو تو بیوی خاوند کی وارث ہوگی۔ یہاں طلاق سے مراد طلاق بائنہ ہے کیونکہ رجعی طلاق کی صورت میں تو نکاح ہی باقی ہوتا ہے لہٰذا طلاق رجعی کی صورت میں یقیناً وہ وارث ہوگی اور اس صورت میں حضرت علیؓ سے پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں۔

۳۲۹۳۔ شریح فرماتے ہیں کہ میرے پاس عروۃ البارقی حضرت عمرؓ کے پاس سے آئے اور کہا کہ حضرت فرمارہے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی مرض الوفات میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو عورت اس وقت تک وارث ہوگی جبتک کہ وہ عدت میں ہو (اور خاوند اسی مرض میں مرجائے) اور خاوند اس کا وارث نہ ہوگا (اگرچہ عورت عدت میں ہی مرجائے) (مصنف ابن ابی شیبہ) جوہرنقی میں ہے کہ ابن حزم نے فرمایا کہ یہ صرف اسی طریق سے صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی خاوند اگر عدت میں ہی مرجائے تو بیوی وارث ہوگی لیکن اگر عورت اپنی عدت میں مرجائے تو خاوند وارث نہ ہوگا۔یہی احناف کا مسلک ہے۔

۳۲۹۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس عورت کو خاوند کی مرض الموت میں تین طلاقیں دی گئی ہوں تو وہ اس وقت تک وارث ہوگی جب تک کہ وہ عدت میں ہو (الجوہرالنقی) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں لیکن اس میں انقطاع ہے اور انقطاع ہمارے ہاں مضر نہیں۔

۳۲۹۵۔ محمد بن یحییٰ بن حبان فرماتے ہیں کہ (میرے دادا) حبان کے نکاح میں دو عورتیں تھیں ایک ہاشمیہ اور دوسری

اِمْرَاَتَانِ هَاشِمِيَّةٌ وَاَنْصَارِيَّةٌ- فَطَلَّقَ الْاَنْصَارِيَّةَ وَهِيَ تُرْضِعُ- فَمَرَّتْ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ هَلَكَ وَلَمْ تَحِضْ فَقَالَتْ: اَنَا اَرِثُهُ لَمْ اَحِضْ، فَاخْتَصَمَتَا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقَضٰى لَهَا بِالْمِيرَاثِ- فَلَامَتِ الْهَاشِمِيَّةُ عُثْمَانَ-فَقَالَ:هٰذَا عَمَلُ ابْنِ عَمِّكِ،هُوَاَشَارَ عَلَيْنَا بِهٰذَا يَعْنِيْ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ ﷺ"- رواه الامام مالك فى "موطا"(۲۰۸)-قلت: رجاله رجال الجماعة و سنده صحيح-

۳۲۹۶- اخبرنا هشيم عن الحجاج بن ارطاة عن ابن ابى شيبة وابن ابى مليكة عن عبدالله بن الزبير ﷺ: "اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ وَهُوَ مَرِيْضٌ الْبَتَّةَ- فَحَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ مَاتَ- فَوَرَّثَهَا مِنْهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ﷺ-فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: فَلَوْلَا اَنَّ عُثْمَانَ ﷺ وَرَّثَهَا مَارَاَيْنَا لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ مِيْرَاثًا"- رواه الامام محمد فى كتاب الحجج(۳۶۷)-قلت: رجاله رجال الصحيحين والحجاج فيه كلام مشهور لكنه مختلف فيه، فلا يسقط عن درجة الاحتجاج، ورواه ابن حزم باسناده عن ابن الزبير نحوه(الجوهر النقى ۲:۱۱۹)-

---

انصاریہ۔ آپؓ نے انصاری بیوی کو طلاق دیدی جبکہ وہ دودھ پلایا کرتی تھی۔ ایک برس تک اسے حیض نہ آیا اس کے بعد حبان مر گئے تو انصاری عورت نے کہا کہ میں ترکہ لونگی کیونکہ مجھے حیض نہیں آیا (لہٰذا میری عدت نہیں گذری) پھر وہ دونوں عورتیں حضرت عثمانؓ کے پاس مقدمہ لے کر حاضر ہوئیں تو حضرت عثمانؓ نے اس کو ترکہ دلانے کا حکم فرمایا۔ ہاشمی عورت حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہنے لگی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ تیرے چچا کے بیٹے کا حکم ہے، انہوں نے ہمیں ایسے ہی کہا تھا یعنی حضرت علیؓ کا فیصلہ ہے۔ (موطا مالک) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ حضرت علیؓ بھی ہاشمی تھے اور وہ عورت بھی ہاشمی تھی۔ اس کا دل خوش کرنے یا اتمام حجت کے لیے حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کا حوالہ دیا۔

۳۲۹۶۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی مرض الوفات میں اپنی بیوی کو طلاق بتہ (طلاق بائنہ) دی پھر عورت کے دو حیض گذرنے کے بعد عبدالرحمٰن وفات پا گئے تو حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰنؓ کے ترکہ میں سے اسے حصہ دلایا۔ ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر عثمانؓ اسے وارث نہ بناتے اور ترکہ نہ دلاتے تو ہم سمجھتے رہتے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے ترکہ میں سے حصہ نہیں۔ (کتاب الحجج لمحمد) اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں اور حجاج مختلف فیہ ہونے کی بنا پر حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: ابن زبیرؓ کے علاوہ تقریباً تمام صحابہؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر خاوند بیوی کو اپنی مرض الموت میں طلاق بائنہ

۳۲۹۷- عن ابن جریج اخبرنی ابن ابی ملیکة: "اَنَّهُ سَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ لَهُ: طَلَّقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِبْنَةَ الْاَصْبَغِ الْکَلْبِیَّةَ فَبَتَّهَا، ثُمَّ مَاتَ، فَوَرَّثَهَا عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ فِیْ عِدَّتِهَا، رواه عبدالرزاق فی مصنفه(التلخیص الحبیر۲:۲۲۱)- قلت: رجاله رجال الجماعة واسناده صحیح-

ابواب الرجعة

باب استحباب الاستئذان للدخول علی المراة المطلقة الرجعیة

۳۲۹۸- عن عبیدالله بن عمر عن نافع: "اَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ تَطْلِیْقَةً فَکَانَ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْهَا اِذَا اَرَادَ اَنْ یَمُرَّ"- رواه عبدالرزاق (الجوهر النقی ۲:۱۲۱)- قلت: رجاله رجال البخاری-

---

ہوے اور پھر اسی مرض میں مرجائے اور عورت بھی ابھی عدت میں ہو تو عورت وارث ہوگی لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی عدم میراث کے قول سے رجوع کرلیا۔

۳۲۹۷۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ سے اس مسئلہ میں پوچھا تو ابن الزبیرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اصبغ کلبیہ کی بیٹی کو (بیماری میں) طلاق بتہ دی پھر اس بیماری میں مرگئے تو حضرت عثمانؓ نے عورت کو عدت میں ہوتے ہوئے ترکہ دلایا (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور سند صحیح ہے۔

فائدہ: استذکار میں ہے کہ روایات اس بارے میں مختلف ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰنؓ کی بیوی کو عدت میں وارث بنایا یا عدت کے گذرنے کے بعد؟ لیکن ہمارے ہاں اس روایت کو ترجیح ہے جس میں عدت کے اندر وارث بنانے کا ذکر ہے اس لیے کہ وہ جماعت صحابہ کی رائے کے موافق ہے اور قیاس کے بھی موافق ہے کیونکہ انقضاءِ عدت کے بعد نکاح بالکل باقی نہیں رہتا پس وہ اس کی وارث کیسے ہوگی اور ایک تطبیق یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ اس کی عدت میں وفات پاگئے اور وہ عدت میں ہی وراثت کی حقدار ہوگئی تھی۔ البتہ میراث میں سے حصہ دینے کا حکم حضرت عثمانؓ نے عدت گذرنے کے بعد جاری فرمایا گویا کہ فرق استحقاق اور حکم کا ہے۔

ابواب الرجعۃ

باب مطلقہ رجعیہ بیوی کے پاس سے گذرنے کے لیے اجازت لینا مستحب ہے

۳۲۹۸۔ نافعؒ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو جب ان کے پاس سے گذرنے کا ارادہ کرتے تو ان سے اجازت لیتے (مصنف عبدالرزاق) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

فائدہ: چونکہ ابھی نکاح باقی ہے لہٰذا اجازت ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور مستحب بھی اس صورت میں ہے کہ جب رجوع کا ارادہ نہ ہو۔

بَاب اَنَّ التَّسْرِیحَ طَلَاقٌ ثَالِثٌ

۳۲۹۹- ناالقاضی الحسین بن اسماعیل نا عبداللّٰہ بن جریر بن جبلة نا عبداللّٰہ بن عائشة ناحماد بن سلمة عن قتادة عن انس ﷺ: "اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَلَیْسَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ؟﴾ فَلِمَ صَارَ ثَلَاثًا؟ قَالَ: ﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾- رواه الدارقطنی (۴۲۶:۲)- قال ابن القطان: "صحیح"، عبید اللّٰہ بن محمد بن جعفر یعرف بابن عائشة، ثقة احد الاجواد، وعبیداللّٰہ بن جریر بن جبلة بن ابی رواد قال الخطیب: کان ثقة"- کذا فی الجوهر النقی (۴۲۶:۲)-

۳۳۰۰- عن ابی رزین الاسدی: یقال "جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَهٗ: اَرَاَیْتَ قَوْلَ اللّٰہِ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾- قَالَ: فَاَیْنَ الثَّالِثَةُ؟ قَالَ: تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ اَلثَّالِثَةُ"- رواه ابوداود فی "المراسیل" (ص ۲)-وقد سکت عنه-

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِشْهَادِ عَلَی الرَّجْعَةِ وَالطَّلَاقِ

۳۳۰۱- عن عمران بن حصین ﷺ: "اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ یُطَلِّقُ اِمْرَاَتَهٗ ثُمَّ یَقَعُ بِهَا،

باب قرآن میں تسریح باحسان سے مراد تیسری طلاق ہے

۳۲۹۹- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اللہ نے یوں نہیں فرمایا: الطلاق مرتان کہ طلاق دومرتبہ کی ہے۔تو یہ تین کیسے ہوگئیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے فرمان "فامساک بمعروف او تسریح باحسان" (یعنی پھر خواہ یہ قاعدے کے مطابق رکھ لینا یا خوش عنوانی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے)۔میں تسریح باحسان سے مراد تیسری طلاق ہے۔(دارقطنی) ابن القطان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۳۰۰- ابی رزین اسدی سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو یوں فرمایا ہے "الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان" (بقرہ-۲۲۹) تو تیسری کہاں سے آ گئی تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تسریح باحسان تیسری طلاق ہی ہے (مراسیل ابوداؤد)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

باب طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے

۳۳۰۱- عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر رجوع کرتے ہوئے

وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا وَلَا عَلَى رَجْعَتِهَا-فَقَالَ طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ اَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا وَعَلَى رَجْعَتِهَا وَلَا تَعُدْ"- رواه ابوداود وابن ماجة ولم يقل: "ولا تعد"- واخرجه ايضا البيهقى والطبرانى ، وزاد: "استغفرالله"- قال الحافظ فى "بلوغ المرام": "وسنده صحيح" (نيل ٦:١٨٠) -

فَصْلٌ فِيمَا تَحِلُّ بِهِ الْمُطَلَّقَةُ

بَاب اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ الْمُغَلَّظَةَ تَحِلُّ اِذَا نَكَحَتْ مِنْ زَوْجٍ غَيْرِ الْاَوَّلِ وَجَامَعَ الثَّانِى ثُمَّ اَبَانَهَا

۳۳۰۲- عن عائشة رضى الله عنها قالت: "جَاءَ تْ اِمْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ، فَبَتَّ طَلَاقِيْ، فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهٗ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ- وَاِنَّمَا مَعَهٗ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ- فَقَالَ: اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ"- رواه الجماعة لكن لابى داود معناه من غير تسمية الزوجين (نيل الاوطار ٦:١٨٠)-

---

اس سے ہم بستری کرتا ہے، نہ وہ طلاق دیتے وقت گواہ بناتا ہے اور نہ ہی رجوع کرتے وقت، آپؓ نے فرمایا (اس طلاق دینے والے سے) کہ تو نے غیر مسنون طریقے سے طلاق دی اور غیر مسنون طریقے سے رجوع کیا۔ عورت کو طلاق دیتے وقت اور اس سے رجوع کرتے وقت گواہ بنایا کر اور آئندہ ایسے نہ کرنا (ابوداوٴد، ابن ماجہ)۔ ابن ماجہ نے "لا تعد" کے الفاظ روایت نہیں کئے۔ یہ حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔ اور طبرانی نے "استغفر اللہ" (استغفار کر) کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ حافظ بلوغ المرام میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: گواہ بنانا مستحب ہے کیونکہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ طلاق میں گواہ بنانا واجب نہیں۔

فصل۔ طلاق مغلظہ والی عورت خاوند کے لیے کیسے حلال ہو سکتی ہے؟

باب طلاق مغلظہ والی عورت اس وقت حلال ہو سکتی ہے کہ جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کرے اور وہ اس سے ہمبستری کر کے طلاق دیدے

۳۳۰۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی کہ انہوں نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی۔ پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے شادی کی۔ لیکن ان کے پاس تو صرف کپڑے کے دامن کی طرح ہے (یعنی نامرد ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دوبارہ رفاعہ کے نکاح میں آ جاوٴ؟ نہیں، یہ نہیں

۳۳۰۳- عن عائشة رضی الله عنها: "اَنَّ عَمرو بنَ حَزمٍ طَلَّقَ الْعُمَيْصَاءَ، فَنَكَحَهَا رَجُلٌ فَطَلَّقَهَا قَبلَ اَنْ يَمُسَّهَا، فَسَاَلَتِ النَّبِیَّ ﷺ۔ فَقَالَ: لَا! حَتّٰی يَذُوقَ الْآخَرُ عُسَيْلَتَهَا وَتَذُوقَ عُسَيْلَتَهُ"۔ رواه الطبرانی باسناد رجاله ثقات (نيل الاوطار٦:١٨٦)۔

۳۳۰٤- عن ابن عمر رضی الله عنهما ، قال: "سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا- فَيَتَزَوَّجُهَا الرَّجُلُ فَيُغْلِقُ الْبَابَ، وَيُرْخِی السِّتْرَ، ثُمَّ يُطَلِّقُهَا قَبلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا لَا تَحِلُّ لِلْاَوَّلِ حَتّٰی يُجَامِعَهَا الْآخَرُ"۔ رواه النسائی، و قال: هذا اولی بالصواب (ای من الذی قبله فی السنن باعتبار السند)۔

۳۳۰٥- عن عائشة رضی الله عنها: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلْعُسَيْلَةُ هِیَ الْجِمَاعُ"۔ رواه احمد والنسائی (نيل الاوطار٦:١٨١)۔ و فيه ايضا: اخرجه ايضا ابونعيم فی الحلية- قال الهيثمی: فيه ابو عبدالملك لم اعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح-قلت: حسنه العلامة

ہوسکتا۔ یہاں تک کہ تم ان کا اور وہ تمہارا مزہ چکھ لیں (یعنی جماع کرلیں) (بخاری، مسلم، ترمذی)۔ ابوداؤد نے بھی اس حدیث کا معنی بیان کیا ہے اور زوجین کا نام نہیں لیا۔ (نیل الاوطار)۔

۳۳۰۳۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ عمرو بن حزم نے عمیصاء کو طلاق دی پھر اس سے دوسرے آدمی نے نکاح کیا اور اس نے صحبت سے قبل طلاق دے دی تو میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں، ایسے نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس کا مزہ چکھ لے اور وہ اس کا مزہ چکھ لے (طبرانی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۳۰۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے پھر دوسرا آدمی اس عورت سے نکاح کر کے دروازہ بند کر کے پردہ بھی ڈال دے پھر جماع کیے بغیر اسے طلاق دیدے (تو اس بارہ میں کیا حکم ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت پہلے کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی، جب تک وہ دوسرا اس سے جماع نہ کرلے (نسائی)۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ پہلی حدیث سے باعتبار سند کے درست کے قریب تر ہے۔

۳۳۰۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مزہ چکھنے سے مراد ہمبستری کرنا ہے (احمد ونسائی)۔ نیل الاوطار میں یہ بھی ہے کہ اسے ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ ھیثمی فرماتے ہیں کہ ابوعبدالملک کو میں نہیں پہچانتا اور بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں، میں کہتا ہوں کہ ابوعبدالملک کو سیوطی نے حسن کہا ہے اور جرح سے محفوظ ہے۔

فائدہ: ابوعبدالملک سے بخاری نے "ادب" کتاب میں حدیث لی ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ ابوعبدالملک سے دو

السیوطی فی "الجامع الصغیر" (۲: ۶۸)۔ ونجیب عن الجرح فی الحاشیة۔

ثقہ راویوں نے حدیث روایت کی ہے اور سخاوی نے فتح المغیث (۱۔۷۸) میں لکھا ہے کہ دارقطنی نے فرمایا ہے کہ جس سے دوثقہ روایت کریں تو اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے، اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے انتہی۔ پس حدیث جرح سے محفوظ ہوئی۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت تین طلاقوں کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور صحبت سے پہلے ہی دوسرا خاوند اسے طلاق دیدے تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے صحبت کرے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ تمام علماء صحابہ اور دیگر علماء کا اسی پر عمل ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ قرآن پاک کی آیت حتی تنکح زوجاً غیرہ میں تنکح سے مراد وطی ہی ہے، اور اس پر قرینہ لفظ زوجاً ہے کیونکہ زوج ہوتا ہی وہ ہے جس سے نکاح ہو چکا ہو تو اب لفظ تنکح سے وطی مراد ہوگی۔ لہٰذا کسی کا یہ اعتراض کرنا غلط ہوگا کہ حدیث عسیلہ کی بنا پر وطی کی شرط لگانا کتاب اللہ پر زیادتی کرنا ہے۔ نیز پھر حدیثِ امراۃ رفاعہ کو تعامل صحابہ اور تلقی بالقبول حاصل ہے جس سے یہ حدیث متواتر کی قوت میں آ جاتی ہے جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث لا وصیۃ لوارث کے باوجود خبر واحد ہونے کے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت (القرآن) کے لیے تلقی بالقبول اور تعامل ناس کی بنا پر ہی ناسخ ہے۔

تلقی بالقبول کی شرعی حیثیت: یہ امر عقلاً شرعاً اور عرفاً بالکل مسلم ہے کہ کسی کی تصدیق وتائید یا ابطال وتردید کے دو ہی طریقے ہیں: (۱) قول (۲) فعل۔ قولی تصدیق یہ ہے کہ زبان سے کسی کی تصدیق کرلی جائے اور فعلی تصدیق یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو عملی جامہ پہنا لیا جائے اسی طرح قولی تردید تو یہ ہے کہ زبان سے کسی کو جھٹلا دیا جائے اور فعلی تردید یہ ہے کہ عملی طور پر اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ بالکل یہی مسئلہ اصول حدیث میں مسلم ہے چنانچہ صحیح حدیث دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) جس کے ہر ایک راوی کی عدالت وضبط ائمہ حدیث نے بیان کی ہو پھر وہ سند متصل بھی ہو اور شذوذ وعلتِ خفیہ سے پاک بھی ہو (۲) جس کو اہل علم نے عملاً قبول کرلیا ہو یہ اہل علم کی فعلی تصدیق ہے اس کے بعد قولی تصدیقات یعنی سند کے ایک ایک راوی کی تفتیش کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ فعلی تصدیق زیادہ قوی ہوتی ہے، اس لحاظ سے صحیح حدیث کی دو تعریفیں ہوئیں۔ (۱) هو الخبر الواحد المتصل السند بنقل عدل تام الضبط غير معلل بقادح ولا شاذ (۲) (الف) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نظم الدرر میں فرماتے ہیں المقبول ماتلقاه العلماء بالقبول و ان لم يكن له اسناد صحيح. امام سخاویؒ شرح الفیۃ الحدیث میں فرماتے ہیں اذا تلقت الامة الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح حتى انه ينزل منزلة المتواتر فی انه ينسخ المقطوع به ولهذا قال الشافعی حديث لا وصية لوارث لا يثبته اهل الحديث ولكن العامة تلقته بالقبول و عملوا به حتى جعلوه ناسخا للآية الوصية للوارث۔ (یعنی اگر کسی ضعیف حدیث کو امت قبول کرلے تو اس پر عمل کیا جائے گا حتی کہ وہ بمنزلہ متواتر کے ہو جائے گی جس سے کسی قطعی دلیل آیت کو منسوخ بھی کیا جا سکے گا۔ اسی لیے تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لا وصية لوارث اگرچہ اسے محدثین ثابت نہیں کرتے لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے اسے اس آیت کے لیے ناسخ بنا دیا ہے جس میں وارث کی وصیت کا ذکر ہے) علامہ حافظ ابن حجر الامضاح علی نکت ابن صلاح میں لکھتے ہیں و من جملة صفات القبول التی لم يتعرض لها شيخنا الحافظ يعنی زين العراقی ان يتفق علماء على العمل بمدلول الحديث فانه يقبل حتى يجب العمل به و قد صرح بذلك جماعة من ائمة الاصول ومن امثله قول الشافعی (المذکور) (یعنی کسی حدیث کے مقبول

بَابُ كَرَاهَةِ النِّكَاحِ بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ

۳۳۰۶- عن عبدالله بن مسعودؓ قال: "لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ"- رواه الترمذی و قال : حسن صحیح (۱:۱۳۳)-

۳۳۰۷- عن عقبة بن عامرؓ رفعه: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوْا: بَلٰى! قَالَ: هُوَ الْمُحَلِّلُ- لَعَنَ اللهُ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ"- رواه ابن ماجة، ورواته موثقون (درایة ۲۲۹)-

---

ہونے کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ علماء اس حدیث کے مدلول پر عمل پر متفق ہو جائیں پس ایسی حدیث مقبول ہوگی اور اس پر عمل واجب ہوگا۔ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی ہے۔ جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں) ترمذی پڑھنے والے پر تو یہ اصول تو نہایت واضح ہے کہ امام ترمذیؒ اکثر مقامات پر سند پر جرح نقل کر کے پھر لکھ دیتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ جس سے ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اگرچہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح نہیں مگر اہل علم کی فعلی تصدیق کی وجہ سے قابل عمل ومقبول ہوگئی چنانچہ امام سیوطیؒ تعقبات میں جمع بین الصلواتین کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں اخرجه الترمذی و قال حين ضعفه احمد وغيره والعمل عليه عنداهل العلم فثاربذلك ان الحديث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله (تعقبات ص۱۲) علامہ ابن عبدالبر مالکی اسی اصول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں لما حكى الترمذى ان البخارى صحح حديث البحر الطهور ماء ه واهل الحديث لا يصححون مثل اسناده لكن الحديث عندى صحيح لان العلماء تلقوه بالقبول (تدریب الراوی ص۱۵) یعنی البحر الطهور ماء ه والی حدیث کو امام بخاری نے صحیح فرمایا ہے اور محدثین نے اسے صحیح نہیں کہا (ترمذی فرماتے ہیں کہ لیکن یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے کیونکہ علماء کی تلقی بالقبول اسے حاصل ہے) الغرض ائمہ اصول کی تصریحات سے واضح ہے کہ صحت حدیث کا مدار صرف سند پر ہی نہیں بلکہ اہل علم کی تلقی بالقبول پر بھی ہے، اگر کوئی حدیث سند کے اعتبار سے خواہ کتنی ضعیف کیوں نہ ہو مگر اسے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو جائے تو وہ نہ صرف قابل عمل ہو جاتی ہے بلکہ بعض حالات میں اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور امام شافعیؒ وغیرہم تو فرماتے ہیں کہ تلقی بالقبول کا شرف اتنا بڑا شرف ہے کہ بعض اوقات ایسی حدیث متواتر کا درجہ اختیار کر لیتی ہے اور اس کے ساتھ قرآن کی قطعی آیت کو بھی منسوخ کیا جاسکتا ہے امام بخاری بھی اس اصول پر کاربند ہیں اور جبکہ اسلام عملی دین ہے تو اس میں تعامل کی اہمیت کا انکار کرنا دراصل اسلام کو عملی کی بجائے نظری بنانا ہے اور جبکہ یہ اصول مسلم ہے تو خلفاء راشدین، صحابہ، تابعین اور مابعد کے تیرہ سو سال کے تمام مسلمانوں کے تعامل سے زیادہ تعامل اور کیا ہوسکتا ہے۔

باب حلالہ کی شرط سے نکاح کرنا مکروہ ہے

۳۳۰۶۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

۳۳۰۷۔ عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں مانگے ہوئے سانڈ کے بارے میں نہ بتاؤں

قال عبدالحق فی "احکامه": اسناده حسن (زیلعی ۲:۳۸)۔

۳۳۰۸- عن ابن سیرین: "اَنَّ اِمْرَاَةً طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا، وَكَانَ مِسْكِيْنٌ اَعْرَابِيٌّ يَقْعُدُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ، فَجَاءَتْهُ اِمْرَاَةٌ فَقَالَتْ: هَلْ لَكَ فِيْ اِمْرَاَةٍ تَنْكِحُهَا فَتَبِيْتُ مَعَهَا اللَّيْلَةَ وَتُصْبِحُ فَتُفَارِقُهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ! فَكَانَ ذٰلِكَ۔ فَقَالَتْ لَهُ اِمْرَاَتُهُ: اِنَّكَ اِذَا اَصْبَحْتَ فَاِنَّهُمْ سَيَقُوْلُوْنَ لَكَ: فَارِقْهَا۔ فَلَا تَفْعَلْ ذٰلِكَ، فَاِنِّيْ مُقِيْمَةٌ لَكَ مَا بَدَالِيْ وَذَهَبَ اِلٰى عُمَرَ فَلَمَّا اَصْبَحَتْ اَتَوْهُ وَاَتَوْهَا فَقَالَتْ: كَلِّمُوْهُ فَاَنْتُمْ جِئْتُمْ بِهٖ۔ فَكَلَّمُوْهُ فَاَبٰى فَانْطَلَقَ اِلٰى عُمَرَ۔ فَقَالَ: اَلْزِمْ اِمْرَاَتَكَ، فَاِنْ رَابُوْكَ بِرَيْبٍ فَاْتِيْنِيْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْمَرْاَةِ الَّتِيْ مَشَتْ لِذٰلِكَ، فَنَكَلَ بِهَا ثُمَّ كَانَ يَغْدُوْ عَلٰى عُمَرَ وَيَرُوْحُ فِيْ حُلَّةٍ۔ فَيَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَاكَ يَا ذَا الرُّقْعَتَيْنِ حُلَّةً تَغْدُوْ فِيْهَا وَتَرُوْحُ"۔

رواہ الشافعی والبیہقی (کنز العمال ۱۷۰)۔

۳۳۰۹- عن ابن سیرین: "اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ، وَاَمَرَ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ ذُوالْخِرْقَتَيْنِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا لِيُحِلَّهَا لَهُ، فَمَكَثَ ثَلَاثًا لَا يَخْرُجُ، ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: اَيْنَ مَا

صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ لعنت کرے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر۔ (ابن ماجہ، باب المحلل والمحلل لہ)۔ اس کے راوی توثیق کردہ ہیں (درایۃ) اور عبدالحق الاحکام میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی حلالہ کی شرط سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر گناہ ہوگا، اگرچہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ لعنت کا لفظ کراہت کی وجہ سے بھی بعض اوقات بولا جاتا ہے اور یہاں محلل کے قرینہ سے کراہت پر محمول ہے۔ اور امام مالکؒ کا حدیث بالا کے عموم سے یہ استدلال کرنا "کہ نکاح بالکل باطل ہے" غلط ہے۔ اس لیے کہ حدیث کا ظاہری عموم بالکل مراد نہیں اتفاقاً۔ کیونکہ ایک اعتبار سے ولی، حاکم لونڈی فروخت کرنے والا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کر کے اپنی رغبت سے طلاق دینے والا بالاتفاق محلل ہیں۔ اور اس حدیث کا مصداق نہیں۔ لہٰذا اس کا مصداق خاص وہ آدمی ہے جو صرف اپنی نفسانی خواہش کی تسکین کے لیے نکاح کرے جسے دوسری حدیث میں "التیس المستعار" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی دوسرے کو نفع پہنچانے کے لیے اور ہمدردی کے لیے نکاح کر کے چھوڑ دے تو وہ نفع رسانی کی وجہ سے ماجور ہوگا۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۵۰۲)

۳۳۰۸- ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دیدیں۔ اور اس علاقے میں ایک مسکین بدو تھا جو کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا۔ اس کے پاس وہ مطلقہ عورت آئی اور کہا کہ کیا آپ کسی عورت سے اس شکل میں نکاح کر سکتے ہیں کہ رات اس کے ساتھ گذار کر صبح کو اس کو طلاق دیدیں۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر نکاح ہو گیا اور عورت نے اس مسکین بدو سے کہا کہ صبح کے وقت وہ تجھے کہیں گے کہ اسے طلاق دیدے تو تو ایسے نہ کرنا (یعنی طلاق نہ دینا) اس لیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکا میں تیرے پاس

قَاوَلْتُكَ عَلَيْهِ؟ فَابَى اَنْ يُطَلِّقَهَا فَاتَى فِيْ ذٰلِكَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ. فَقَالَ: اَللّٰهُ رَزَقَ ذَا الْخِرْقَتَيْنِ وَاَمْضٰى نِكَاحَهٗ". رواه ابن جرير فی "تہذیب الآثار" (کنز العمال ۱۷۰)۔

۳۳۱۰- وصح عن عطاء (ای ابن رباح و هو الظاهر) فِيْمَنْ نَكَحَ اِمْرَاَةً مُحَلِّلاً ثُمَّ رَغِبَ فِيْهَا فَاَمْسَكَهَا. قَالَ: لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ. قَالَهٗ ابْنُ الْقَيِّمِ فِيْ "اعلام الموقعين" (نيل الاوطار ۶: ۵۰)۔

بَاب اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا عَادَتْ اِلَى الزَّوْجِ الْاَوَّلِ عَادَتْ بِتَطْلِيْقَاتٍ ثَلَاثٍ

۳۳۱۱- اخبرنا ابوحنيفة عن حماد عن سعيد بن جبير، قال: "كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ

رہونگی۔ پھر صبح کے وقت لوگ میاں بیوی کے پاس آئے تو عورت نے کہا کہ تم خود ہی اس بدو سے بات کرو کیونکہ تم خود ہی اسے لائے تھے۔ لوگوں نے اس بدو سے (طلاق کے لیے) بات کی لیکن اس نے انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا (اور آپؓ سے سارا قصہ بیان کیا) تو آپؓ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کو لازم پکڑ (یعنی طلاق نہ دے) اگر وہ لوگ تجھے پریشان کریں تو میرے پاس آ جانا۔ پھر آپؓ نے اس عورت کو بلا بھیجا جس نے حلالہ کے لیے نکاح کیا تھا اور اسے سزا دی۔ پھر وہ بدو حضرت عمرؓ کے پاس صبح شام ایک نئے لباس میں آتا تو حضرت عمرؓ فرماتے کہ تمام تعریفیں ہیں اس اللہ کی جس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے والے کو عمدہ جوڑا پہنایا جس میں وہ صبح شام آتا جاتا ہے۔ (شافعی، بیہقی)۔

۳۳۰۹۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور ذوالخرقتین نامی شخص کو کہا کہ تو حلالے کے طور پر اس سے نکاح کرلے (نکاح کر لینے کے بعد) ذوالخرقتین تین دن تک گھر سے نہ نکلا پھر تین کے بعد نکلا تو اس پر عمدہ لباس تھا۔ اس سے اس آدمی نے کہا کہ جو آپ نے معاہدہ کیا تھا وہ کہاں گیا (یعنی طلاق دو) لیکن اس آدمی نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مسئلہ لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے ذوالخرقتین کو نوازا ہے۔ آپؓ نے اس کے نکاح کو نافذ کر دیا۔ (تہذیب الآثار، کنز العمال)۔

۳۳۱۰۔ عطاء ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے حلالہ کی نیت سے نکاح کرے پھر اس میں رغبت پیدا ہو جائے اور اسے طلاق نہ دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اسے ابن قیم نے اعلام الموقعین میں روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حلالہ کی نیت سے کیا ہوا نکاح مکروہ تحریمی ہے لیکن نکاح بذاتہ صحیح ہوگا۔ اور حلالہ کی نیت اور شرط کی پابندی ضروری نہیں بلکہ چاہے تو اپنے پاس ہمیشہ کے لیے رکھ سکتا ہے۔

باب عورت پہلے خاوند کے پاس تین طلاقوں کے ساتھ ہی لوٹتی ہے

۳۳۱۱۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدو حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں۔ پھر اس کی عدت گزر گئی اور اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا پھر

عَبْدِاللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ اَعْرَابِیٌّ یَسْأَلُهٗ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ تَطْلِیْقَةً اَوْ تَطْلِیْقَتَیْنِ، ثُمَّ اِنْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَیْرَهٗ فَدَخَلَ بِهَا، ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا، اَوْ طَلَّقَهَا، ثُمَّ اِنْقَضَتْ عِدَّتُهَا، وَاَرَادَ الْاَوَّلُ اَنْ یَّتَزَوَّجَهَا، عَلٰی کَمْ هِیَ عِنْدَهٗ؟ قَالَ: فَقَالَ لِیْ : اَجِبْهُ! ثُمَّ قَالَ: مَا یَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا فِیْهَا؟ قَالَ: فَقُلْتُ لَهٗ: یَهْدِمُ الْوَاحِدَةَ وَالثِّنْتَیْنِ وَالثَّلَاثَ۔ قَالَ: سَمِعْتَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ فِیْهَا شَیْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا! قَالَ: اِذَالَقِیْتَهٗ فَاسْأَلْهُ۔ قَالَ: فَلَقِیْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَسَأَلْتُهٗ عَنْهَا۔ فَقَالَ فِیْهَا مِثْلَ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ"۔ رواه الامام محمد فی "کتاب الآثار"، وقال الزیلعی(۲:۳۰۹): اثر جید۔

ابواب الایلاء

باب ان الایلاء طلقة بائنة بعد مضی المدة وتعتد عدة المطلقة

۳۳۱۲- اخرج الطبری بسند صحیح عن ابن مسعود ﷺ وبسند آخر لا باس به عن

دوسرا خاوند اس سے صحبت کرنے کے بعد مر گیا یا اس نے اسے طلاق دیدی پھر اس کی عدت گذر گئی اور پہلے خاوند نے اس سے نکاح کا ارادہ کیا تو وہ عورت کتنی طلاقوں کے ساتھ اس کے پاس آئے گی تو سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اسے جواب دے۔ پھر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ اس میں کیا فرماتے ہیں۔ سعیدؒ کہتے ہیں اس آدمی سے پھر میں نے کہا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دوسرا خاوند سابقہ ایک، دو یا تین طلاقوں کو ختم کر دیتا ہے (یعنی گویا کہ اس نے طلاق دی ہی نہیں تھی) پھر عبداللہؓ نے کہا کیا اس مسئلہ کے بارے میں ابن عمرؓ سے کچھ سنا؟ میں نے کہا نہیں۔ عبداللہؓ نے کہا کہ جب تو ان سے ملے تو ان سے پوچھ۔ سعیدؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں ابن عمرؓ سے ملا اور ان سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا تو آپ نے بھی ابن عباسؓ ہی کی طرح فرمایا (کتاب الآثار)۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ اثر عمدہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے۔ اور پھر دوبارہ نکاح کرے تو اسے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگا۔

ایلاء کے ابواب

باب ایلاء کی مدت گذر جانے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے اور وہ عورت عام مطلقہ والی عدت گذارے گی۔

فائدہ: ایلا بشریعت کی اصطلاح میں یہ ہے آدمی یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک نہیں جائے گا۔

۳۳۱۲۔ حضرت ابن مسعودؓ سے سند صحیح کے ساتھ اور حضرت علیؓ سے سند قابل حجت کے ساتھ مروی ہے کہ جب چار مہینے

علیؓ: "اِنْ مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَلَمْ يَفِئْ طُلِّقَتْ طَلْقَةً بَائِنَةً"۔ وبسند حسن عن علیؓ و زید بن ثابتؓ مثله (فتح الباری ٣٧٧:٩) وعن جماعة من التابعين من الكوفيين وس غيرهم كابن الحنفية وقبيصة بن ذويب وعطاء والحسن وابن سيرين مثله(فتح)۔

٣٣١٣- اخرج ابن ابی شيبة بسند صحيح عن ابی قلابة اَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍؓ آلٰی مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍؓ: اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ بِتَطْلِيْقَةٍ (فتح الباری ٣٧٧:٩)۔قال صاحب "الاستذكار": لم يختلف فيه عن ابن مسعود وهو مذهبه المحفوظ عنه(الجوهر النقی ١٢٣:٢)۔

٣٣١٤- عن علقمة قال آلٰی اِبْنُ اَنَسٍ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَلَبِثَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَبَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِی الْمَجْلِسِ اِذَا ذَكَرَ فَاَتٰی اِبْنَ مَسْعُوْدٍؓ فَقَالَ: اَعْلِمْهَا اَنَّهَا قَدْ مَلَكَتْ اَمْرَهَا اِلٰی آخره رواه ابن ابی شيبة و سنده صحيح (الجوهر النقی ١٢٢:٢)۔ورواه الطبرانی عن ابراهيم عن ابن مسعودؓ بلفظ: قَدْ بَانَتْ مِنْكَ فَاخْطُبْهَا اِلٰی نَفْسِهَا وَاَصْدِقْهَا رِطْلًا مِنْ فِضَّةٍ۔ وا...

گذر جائیں اور مرد رجوع نہ کرے تو عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ اور سند حسن کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی اس قسم کی حدیث مروی ہے۔ (فتح الباری) اور جماعت تابعین سے بھی اس طرح کا قول مروی ہے (فتح)

فائدہ: حضرت علیؓ کی اکثر روایات ابن مسعودؓ کے مطابق ہی ہیں۔

۳۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ نعمان بن بشیرؓ نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر چار مہینے گذر جائیں (اور خاوند رجوع نہ کرے) تو عورت ایک طلاق کے ساتھ اس سے بائنہ ہو جائے گی (فتح الباری) صاحب استذکار فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ سے کوئی اختلاف مروی نہیں اس بارے میں اور یہی ان کا محفوظ مذہب ہے۔

۳۳۱۴۔ حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ ابن انس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور چھ ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہ گئے ایک دن وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ ایلاء انہیں یاد آیا تو ابن مسعودؓ کے پاس گئے اور انہیں صورت حال بیان کی تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اسے بتادے کہ وہ اپنے معاملہ کی مالک ہو چکی ہے (یعنی طلاق بائنہ اس پر واقع ہو چکی ہے) (مصنف ابن ابی شیبہؒ) اس کی سند صحیح ہے اور طبرانی میں یہ الفاظ ہیں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ تجھ سے جدا ہو چکی ہے (یعنی اس پر طلاق بائنہ ہو چکی) اور اسے نکاح کا پیغام بھیج کر ہے اور ایک رطل چاندی اسے حق مہر میں دو۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور مراسیل ابراہیم صحیح ہیں اور یہ حدیث کتاب الآثار امام محمدؒ میں بھی مروی ہے اور اس کا سیاق اتم واکمل ہے۔

فائدہ: یعنی ایلاء میں چار ماہ گذرنے پر طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے لیکن مغلظہ نہیں بلکہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے

رجاله رجال الصحیح الا انه منقطع (مجمع الزوائد ۱۱۳)۔ ومراسیل ابراهیم صحاح کما مر غیر مرة- ورواه محمد فی "الآثار" (۱۲۹) عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم وسیاقه اتم-

۳۳۱۵- قال ابن ابی شیبة: ثنا وکیع عن شعبة عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: عَزِیْمَةُ الطَّلَاقِ اِنْقِضَاءُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ، وَالْفَیْءُ اَلْجِمَاعُ"۔ وهذا اسناد صحیح (الجوهر النقی ۲:۱۲۳)-واخرج نحوه ابوحنیفة عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنه (جامع مسانید الامام ۱٤٦)-

۳۳۱٦- روی عبدالرزاق فی مصنفه: ثنا معمر عن عطاء الخراسانی عن ابی سلمة ابن عبدالرحمن: اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ کَانَا یَقُوْلَانِ فِی الْاِیْلَاءِ: "اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهِیَ تَطْلِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِیَ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا وَتَعْتَدُّ عِدَّةَ الْمُطَلَّقَةِ" (زیلعی ۲:۳۹)- ورجاله رجال مسلم، وابو سلمة هذا لم یسمع من عثمان عند بعضهم- وثبت سماعه منه عند بعضهم-والاختلاف لا یضر-

۳۳۱۷- اخبرنا معمر عن قتادة، "ان علیا وابن مسعود وابن عباس رضی الله عنه قالوا: اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهِیَ تَطْلِیْقَةٌ، وَهِیَ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا، وَتَعْتَدُّ عِدَّةَ الْمُطَلَّقَةِ"۔ رواه عبد الرزاق

دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں نیا مہر بھی دینا ہوگا۔

۳۳۱۵۔ ابن ابی شیبہ سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ طلاق کے عزم سے مراد چار مہینوں کا گذر جانا ہے اور فیٔ (رجوع کرنے) سے مراد ہمبستری کرنا ہے (جوہر نقی) اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: قرآن میں فان فاء وا میں فیٔ سے مراد جماع ہے۔ اور فان عزموا الطلاق میں عزم طلاق سے مراد چار ماہ کا گذر جانا ہے یعنی چار ماہ گذرنے سے طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی، دوبارہ زبان سے طلاق کا لفظ بولنے کی ضرورت نہیں۔

۳۳۱٦۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اور زید بن ثابتؓ ایلاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور وہ عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی۔ اور وہ عام مطلقہ کی عدت گذارے گی (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں اور کسی راوی کے سماع کے بارے میں اختلاف مضر نہیں (کیونکہ سماع کا اثبات راجح ہے)۔

۳۳۱۷۔ قتادہؒ سے مروی ہے کہ علیؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہوگی (یعنی طلاق بائنہ واقع ہوگی) اور وہ عام مطلقہ کی عدت گذارے گی (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور انقطاع مضر نہیں کیونکہ ان تمام سے موصول روایات بھی مروی ہیں۔

فی "مصنفه" (زیلعی ۲: ۳۹)- ورجاله رجال الجماعة- وقتادة لم یسمع منهم ولکن الانقطاع لا یضر عندنا لا سیما والروایات عن کل واحد منهم وردت موصولة ایضا، کما مرفتذ کر-

۳۳۱۸- اخرج الطبری عن سعید بن المسیب والحسن و عکرمة: "اَلْفَیْءُ اَلرُّجُوْعُ بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ لِمَنْ بِهِ مَانِعٌ عَنِ الْجِمَاعِ، وَفِیْ غَیْرِهِ بِالْجِمَاعِ"- ومن طریق اصحاب ابن مسعود منهم علقمة مثله-

۳۳۱۹- ومن طریق الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما: اَلْفَیْءُ الرُّجُوْعُ- وعن مسروق و سعید بن جبیر والشعبی مثله- والاسانید بکل ذلک عنهم قویة (فتح الباری ۹: ۳۷۵)-

۳۳۲۰- واخرج سعید بن منصور من طریق مسروق: "اِذَا مَضَتِ الْاَرْبَعَةُ بَانَتْ بِطَلْقَةٍ، وَتَعْتَدُّ بِثَلَاثِ حِیَضٍ"- واخرج اسماعیل من وجه آخر عن مسروق عن ابن مسعود مثله(فتح الباری ۶: ۳۷۷)-

۳۳۲۱- عن ابی موسی ﷺ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِی الَّذِیْ یُوْلِیْ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ: اِنْ شَاءَ رَجَعَهَا فِی الْاَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ هُوَ عَزَمَ الطَّلَاقَ فَعَلَیْهَا مَا عَلَی الْمُطَلَّقَةِ مِنَ الْعِدَّةِ- رواہ الطبرانی

۳۳۱۸۔ سعید بن میسب، حسن اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ اگر جماع سے کوئی چیز رکاوٹ ہوتو دل اور زبان سے جوع کرلینا فئ ہے۔اور اگر رکاوٹ نہ ہوتو جماع کرنا ہی فئ ہے۔(طبری)

۳۳۱۹۔ مقسم سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (اللہ کے ارشاد فان فاء وا میں) فئ سے مراد رجوع کرنا ہے اور تمام اسناد قوی ہیں۔(فتح الباری)

فائدہ: ابن عباسؓ تفسیر میں سب سے مقدم ہیں ان کا قول قرآن کی آیت "فان فاء وا" میں قولِ فیصل ہے کہ یہاں سے مراد مدتِ اربعۃ اشہر میں رجوع کرنا ہے لہٰذا اب اس کے بعد اور دوسرے حضرات کا فان فاء وا کی فاء سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔

۳۳۲۰۔ مسروق سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا جب چار مہینے گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور تین حیض عدت گذارے گی۔اور اسماعیل نے دوسرے طریق سے عن مسروق عن ابن مسعود اسی طرح روایت کیا ہے۔(فتح الباری)

۳۳۲۱۔ ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرتا ہے اگر وہ چاہے تو چار ماہ کے اندر اس سے مراجعت کرسکتا ہے اور اگر اس نے طلاق دینے کا ہی عزم کر رکھا ہے تو وہ عورت بھی وہی عدت گذارے گی جو دوسری مطلقہ گذارتی

وفیه یوسف بن خالد السمتی و هو ضعیف (مجمع الزوائد۵: ۱۰)- وذکرناه اعتضادا-

۳۳۲۲- اخبرنا ابوحنیفة قال: حدثنا عمرو بن مرة عن ابی عبیدة عن عبداللہ بن مسعودؓ، قال: "اِذَا آلَی الرَّجُلُ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَمَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ، وَكَانَ خَاطِبًا يَخْطُبُهَا فِي الْعِدَّةِ، وَلَا يَخْطُبُهَا فِيْ عِدَّتِهَا غَيْرُهٗ"-رواہ محمد فی الآثار(۸۰) و سندہ صحیح و قال الدارقطنی(۲-۳۶۱) "ابوعبیدة اعلم بحدیث ابیه و بمذهبه وفتیاه من خشف ابن مالك و نظرائه اه"- ورواہ ابن ابی شیبة عن جریر عن المغیرة عن النخعی عن ابن مسعودؓ، ومراسیل النخعی صحیحة (الجوهر النقی۲: ۱۲۲)-

۳۳۲۳- ثنا وکیع عن الاعمش عن حبیب هو ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عمر وابن عباسؓ، قالا: "اِذَا آلٰى فَلَمْ يَفِئْ حَتّٰى يَمْضِيَ الْاَرْبَعَةُ الْاَشْهُرُ فَهِيَ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ- وقال ایضا: ثنا ابن فضیل عن الاعمش فذکر بسندہ بمعناہ، والاسنادان صحیحان(الجوهر النقی ۲: ۱۲۳)-

---

ہے۔(طبرانی) اس میں یوسف بن خالد ضعیف ہے لیکن ہم نے بھی اسے تائید کے لیے پیش کیا ہے(اور مذکورہ بالا صحیح آثار کے بعد اس ضعیف کی حیثیت بھی یقیناً مضبوط ہو جائے گی)۔

۳۳۲۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب مرد اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور چار ماہ گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور وہ اسے اس کی عدت میں اسے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے(کیونکہ یہ مغلظہ نہیں ہوئی اس لیے حلالہ کی ضرورت نہیں بغیر حلالہ کے ہی عدت کے اندر ہی نکاح کر سکتا ہے) لیکن کوئی اور شخص عدت میں اسے نکاح کا پیغام نہیں دے سکتا۔(کتاب الآثار) اس کی سند صحیح ہے۔اور یاد رکھیں کہ ابوعبیدۃ اپنے باپ کی احادیث اور مذہب کے بارے میں خشف بن مالک وغیرہ کی بہ نسبت زیادہ واقف ہے اور اسے ابن ابی شیبہ نے نخعی کے واسطے سے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں (جوہر نقی)

۳۳۲۳۔ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایلاء کرے اور پھر رجوع نہ کرے یہاں تک کہ چار ماہ گذر جائیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔اور ابن فضیل عن اعمش کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور دونوں سندیں صحیح ہیں (جوہر نقی)

فائدہ: ان تمام مرفوع وموقوف احادیث سے معلوم ہوا کہ ایلاء کرنے کے بعد چار ماہ گذر جائیں اور وہ بیوی کے پاس نہ جائے تو طلاق بائنہ خود بخود واقع ہو جائے گی اور ایسی مطلقہ عورت بھی عام مطلقہ عورتوں کی طرح عدت گذارے گی۔

بَابُ اَنَّ الْاِیْلَاءَ لَا یَکُوْنُ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْھُرٍ

٣٣٢٤- عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما: "اِذَا آلیٰ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ شَهْرًا اَوْ شَهْرَیْنِ اَوْ ثَلَاثَةً مَا لَمْ یَبْلُغِ الْحَدَّ فَلَیْسَ بِاِیْلَاءٍ"- رواه ابن ابی شیبة واسناده صحیح (دراية ٢٣٠)-

٣٣٢٥- اخرج الطبری من حدیث ابن عباس رضی الله عنهما: "کَانَ اِیْلَاءُ الْجَاهِلِیَّةِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَیْنِ فَوَقَّتَ اللّٰهُ لَهُمْ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ، فَمَنْ کَانَ اِیْلَاءُهٗ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَلَیْسَ بِاِیْلَاءٍ"-(فتح الباری ٣٧٧:٩)، وهو حسن او صحیح- و فی "مجمع الزوائد" (١٠:٥)- رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحیح-

بَابُ مَنْ آلیٰ ثُمَّ طَلَّقَ

٣٣٢٦- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم، قال: "اِذَا آلَی الرَّجُلُ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَالطَّلَاقُ یَهْدِمُ الْاِیْلَاءَ"- رواه محمد فی الآثار (ص ١٣٠)- وقال: لسنا ناخذ بهذا-

٣٣٢٧- اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن الشعبی، قال: "اِذَا آلَی الرَّجُلُ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ ثُمَّ

باب ایلاء چار ماہ سے کم نہیں ہوتا

۳۳۲۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے ایک دو یا تین ماہ کا ایلاء کرے یعنی اتنی مدت کا کہ چار ماہ کی حد کو نہ پہنچے تو وہ ایلاء شرعی نہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی اسناد صحیح ہے۔

۳۳۲۵۔ طبری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایلاء سال، دو سال کا ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایلاء کو چار ماہ تک محدود کر دیا۔ لہٰذا جس کا ایلاء چار ماہ سے کم ہو وہ شرعی ایلاء نہیں۔(فتح الباری)۔اس کی سند حسن یا صحیح ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

باب ایلاء کر کے طلاق دینا

۳۳۲۶۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے (اور ایلاء کے بعد) پھر طلاق دے تو یہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے (گویا ایلاء کیا ہی نہیں) (کتاب الآثار) امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔

۳۳۲۷۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر کے پھر طلاق دے تو یہ ایلاء اور طلاق مقابلے کے گھوڑے ہیں کہ اگر طلاق کی عدت میں ہوتے ہوئے (ایلاء کے) چار مہینے گذر جائیں تو سابقہ طلاق کے ساتھ ایلاء کی طلاق بھی واقع

طلّقها فهما كفرسی رهان إن جاوزت الأربعة الأشهر وهی فی شیء من عدّتها وقعت التطليقة الإيلاء مع التطليقة التی طلّق- وإن انقضت العدّة قبل أن تجیء وقت الأربعة الأشهر سقط الإيلاء"- رواه محمد فی "الآثار" ايضا (١٣٠)- وقال: قلت لابی حنيفة- بای القولين تاخذ؟ قال: بقول عامر الشعبی! قال محمد: وبه ناخذ اھ-

٣٣٢٨- ابوحنيفة عن زيد بن الوليد عن ابی الدرداء ﷺ أنّ رسول الله ﷺ قال: "إذا آلی الرّجل من امرأته ثمّ طلّقها فالطّلاق والإيلاء كفرسی رهان، أيّهما سبق وقع"- اخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده (لابی حنيفة) عن ابی العباس (ابن عقدة) عن المنذر بن محمد عن ايمن عن يونس بن بكير عن الامام بسنده (جامع مسانيد الامام، ٢: ١٥٢)- ولم اعرف زيد بن الوليد شيخ الامام، وكذا ايمن، وانما ذكرته اعتضادا-

ابواب الخلع

باب ان الخلع تطليقة

ہوجائے گی۔اور اگر ایلاء کے چار ماہ مکمل ہونے سے قبل ہی طلاق والی عدت گذر جائے تو ایلاء ساقط اور ختم ہوجائے گا (کتاب الآثار) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظمؒ سے پوچھا کہ ابراہیم نخعیؒ اور شعبی میں سے کس کا قول آپ لیتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ عامر شعبی کا فرمان ہم لیتے ہیں۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مسلک ہے۔

٣٣٢٨۔ ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کے بعد طلاق بھی دیدے تو طلاق اور ایلاء مقابلہ کے دو گھوڑے ہیں۔ان میں سے جو سبقت لے جائے گا وہ واقع ہوجائے گا۔ (جامع المسانید للامام) یہ حدیث ہم نے بطور تائید کے ذکر کی ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ایلاء کی مدت طلاق کی عدت میں ہی پوری ہوجائے گی تو ایلاء کی طلاق سابقہ طلاق کے ساتھ واقع ہوجائے گی اور اگر طلاق کی عدت گذرنے کے بعد ایلاء کی مدت پوری ہوئی تو ایلاء کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

خلع کے ابواب

باب خلع بھی ایک طلاق ہے

خلع کا مطلب یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہوجائے اور اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنی جان کے عوض کچھ مال دے کر خاوند سے خلع اور علیحدگی اختیار کرلے۔خلع سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔

٣٣٢٩- روى عبدالرزاق فى مصنفه: حدثنا ابن جريج عن داود بن ابى عاصم عن سعيد بن المسيب "اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ جَعَلَ الْخُلْعَ تَطْلِيْقَةً"(زيلعى ٢: ٤٠)- ورجاله رجال الصحيح- و فى "تهذيب التهذيب"(٤: ٨٥): قال الميمونى و حنبل عن احمد: مرسلات سعيد صحاح لا نرى اصح من مرسلاته- و فى الدراية(٢٣٠): بسند صحيح-

٣٣٣٠- عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "جَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْخُلْعَ تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً"- رواه الدارقطنى وابن عدى، و فيه عباد بن كثير الثقفى وهو واه(دراية ٢٣٠)-قلت نقلته اعتضادا- وكان جرير بن عبدالحميد يحدث عنه، فيقولون: اعفنا منه- فيقول: ويحكم كان شيخا صالحا- كذا فى "الميزان"(٢: ٢٢)-وهذا تعديل منه مع معرفته بجرح الجارحين-

٣٣٣١- عن نافع : اَنَّ رُبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوَّذِ بْنِ عَفْرَاءَ جَاءَ تْ هِىَ وَعَمَّتُهَا اِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اِخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا فِىْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ- وَقَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ: عِدَّتُهَا عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ- رواه مالك فى "الموطا"(٢٠٥)-

---

٣٣٢٩- سعید بن میبؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خلع کو ایک طلاق (بائنہ) قرار دیا (مصنف عبدالرزاق)-اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ میمون اور احمد فرماتے ہیں کہ سعید کے مراسیل صحیح ہیں اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے-

فائدہ: خلع کے ذریعے طلاق بائنہ ہی واقع ہونی چاہیے-اس لیے کہ عورت مال خاوند کے سپرد صرف اس بنا پر کرتی ہے تاکہ خاوند عورت کو چھوڑ دے اور یہ طلاق بائنہ کے ساتھ ہی ممکن ہے-اور اگلی حدیث اس کی مؤید بھی ہے-

٣٣٣٠- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا- (دار قطنی، ابن عدی)- یہ حدیث میں نے تائید ذکر کی ہے-

٣٣٣١- نافع سے مروی ہے کہ ربیع بنت معوذؓ اور ان کی پھوپھی، عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ اس نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اپنے خاوند سے خلع کیا تھا جب یہ خبر حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو انہوں نے اس (خلع) کو برا نہ سمجھا- عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جو عورت خلع کرے اس کی عدت عام مطلقہ عورت کی عدت کی طرح ہے- (موطا مالک باب طلاق المختلعۃ)

فائدہ: اس سے بھی ہمارا مطلوب ثابت ہوتا ہے کہ خلع طلاق ہے اس لیے کہ آپ نے اسے مطلقہ والی عدت گذارنے کا حکم دیا- فائدہ: بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا کہ حدیث میں ہے کہ ثابت بن قیس صحابی کی بیوی نے اپنے خاوند سے خلع لیا تو آپ ﷺ نے

۳۳۳۲- وقال: انه بلغه ان سعید بن المسیب و سلیمان بن یسار وابن شهاب کانوا یقولون: "عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ مِثْلُ عِدَّةِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثَةُ قُرُوْءٍ اه"۔

بَابُ كَرَاهَةِ اَخْذِ الْاَكْثَرِ مِنَ الْمَهْرِ فِیْ بَدَلِ الْخُلْعِ اِذَا نَشَزَتْ

۳۳۳۳- عن ابی الزبیر: "اَنَّ ثَابِتَ بْنَ قَيْسِ بْنِ شُمَّاسٍ كَانَتْ عِنْدَهُ ابْنَةُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلٍ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَكَانَ اَصْدَقَهَا حَدِيْقَةً۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ الَّتِیْ اَعْطَاكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ! وَزِيَادَةً۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَمَّا الزِّيَادَةُ فَلَا، وَلٰكِنْ حَدِيْقَتَهُ۔ وَقَالَتْ: نَعَمْ! فَاَخَذَهَا لَهُ وَخَلّٰى سَبِيْلَهَا۔ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ قَالَ: قَدْ

اسے حکم فرمایا "ان تعتد بحیضة" کہ تو ایک حیض عدت بیٹھ تو اس سے معلوم ہوا کہ خلع کرنے والی کی عدت ایک حیض ہے اور خلع طلاق نہیں کیونکہ اگر خلع طلاق ہوتی تو اس کی عدت بھی طلاق والی ہوتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان "ان تعتد بحیضة" میں تاء وحدت کی نہیں بلکہ یہ کلمہ اسم جنس ہے جو قلیل وکثیر سب کو شامل ہے اور مقصد آپ ﷺ کا یہ تھا کہ مہینوں یا طہر کے ساتھ عدت نہ گذار بلکہ حیض کے ذریعے عدت گزار۔ اور یہ تاویل ضروری ہے تاکہ احادیث میں تعارض لازم نہ آئے اور باقی ابن عباسؓ کا قول "انها فرقة ولیس بطلاق" موقوف ہے جو مرفوع کا معارض نہیں بن سکتا۔

۳۳۳۲۔ امام مالکؒ ہی فرماتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ سعید بن میتبؒ، سلیمان بن یسارؒ اور ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ خلع کرنے والی عورت کی عدت عام مطلقہ عورت کی عدت کی طرح تین حیض ہے۔ (ایضا)

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ خلع بھی طلاق بائنہ ہے اور خلع کرنے والی عورت بھی عام مطلقہ کی طرح عدت گذارے گی۔

باب اگر نشوز (زیادتی) عورت کی طرف سے ہو تو بدل خلع میں مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے

فائدہ: اور اگر نشوز خاوند کی طرف سے ہو تو بدلِ خلع لینا درست ہی نہیں۔

۳۳۳۳۔ ابوالزبیر سے مروی ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں عبداللہ بن ابی بن سلول (لعنۃ اللہ علیہ) کی بیٹی (جمیلہ) تھی۔ اور ثابت نے اسے مہر میں ایک باغ دیا تھا (جب وہ خلع کے لیے آئی تو) حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو وہ باغ واپس کرے گی جو اس نے تجھے (مہر میں) دیا تھا۔ جمیلہ نے کہا کہ ہاں اس سے بھی زیادہ دونگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مہر سے زیادہ واپس نہ کر لیکن وہ باغ واپس کرنا ہوگا۔ جمیلہ نے کہا کہ ہاں (باغ واپس کرتی ہوں) تو حضور ﷺ نے وہ باغ لے کر اس کا راستہ کھلا چھوڑ دیا (یعنی خلع کا فیصلہ فرمادیا) پھر جب یہ بات ثابت بن قیس کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ کا فیصلہ منظور ہے۔ دارقطنی نے اسے سند صحیح کے ساتھ

قَبِلْتُ قَضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" رواه الدارقطنى باسناد صحيح، وقال: سمعه ابوالزبير من غير واحد(نيل الاوطار ٤٣:٦)۔

۳۳۳٤- عن ابن عباس رضى الله عنهما: "اَنَّ جَمِيْلَةَ بِنْتَ سَلُوْلٍ اَتَتِ النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا اَعْتُبُ عَلٰى ثَابِتٍ فِىْ دِيْنٍ وَلَا خُلُقٍ، وَلٰكِنِّىْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِى الْاِسْلَامِ، لَا اُطِيْقُهُ بُغْضًا۔ فَقَالَ لَهَا النَّبِىُّ ﷺ: اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ؟ قَالَتْ: نَعَمْ! فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا حَدِيْقَتَهٗ، وَلَا يَزْدَادَ"۔ رواه ابن ماجة من طريق ازهر بن مروان، وهو صدوق مستقيم الحديث، وبقية اسناده من رجال الصحيح (نيل الاوطار١٧٢:٦)۔ وفى "الدراية"(۲۳۰): صحيح۔

بَابُ الْمُخْتَلِعَةِ يَلْحَقُهَا الطَّلَاقُ

۳۳۳۵- مصنف ابن ابى شيبة: ثنا وكيع عن على بن مبارك عن يحيى بن ابى كثير

روایت کیا ہے اور فرمایا کہ ابوالزبیر نے اسے کئی آدمیوں سے سنا ہے۔

۳۳۳۴۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جمیلہ بنت سلول حضورعلیہ السلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ قسم بخدا میں ثابت (اپنے شوہر) پر کسی دین یا اخلاق کی برائی کی وجہ سے غصہ نہیں ہوں۔ لیکن میں اس چیز کو برا سمجھتی ہوں کہ مسلمان ہو کر (خاوند کی) ناشکری کروں۔ کیا کروں وہ مجھے اچھے نہیں لگتے (کیونکہ ثابت کی صورت اچھی نہ تھی) تو حضورعلیہ السلام نے جمیلہ سے فرمایا کہ کیا تو اس کا (دیا ہوا) باغ واپس کردے گی۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر حضورعلیہ السلام نے ثابت کو حکم فرمایا کہ اس سے اپنا باغ واپس لے لے اور زیادہ کچھ نہ لے (ابن ماجہ، باب المختلعۃ یاخذ ما اعطاھا)۔ ازہر بن مروان کے علاوہ باقی تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور ازہر بھی صدوق یعنی انتہائی سچا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بدل خلع میں مہر تک کی مقدار واپس لے سکتا ہے۔ البتہ زیادہ لینا مناسب نہیں۔ اور اگر نشوز خاوند کی طرف سے ہو تو پھر تو کچھ بھی لینا مناسب نہیں۔ کتاب الآثار میں حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "تو اس سے اسی چیز کے عوض خلع کر جو تو نے اس کو مہر میں دیا تھا" یعنی زیادہ نہ لے۔ کیونکہ زیادتی میں کوئی خیر نہیں اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ظلم عورت کی طرف سے ہو تو پھر مرد کے لیے فدیہ لینا جائز و حلال ہے ورنہ حلال نہیں۔ (کتاب الآثار)

باب خلع کرنے والی عورت کو طلاق بھی دی جاسکتی ہے

۳۳۳۵۔ عمران بن حصینؓ اور ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو عورت فدیہ دے کر اپنے خاوند سے طلاق لیتی ہے (یعنی خلع کرتی ہے) اس عورت کو مزید طلاق بھی دی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ عدت میں ہو (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند جماعت کی شرط پر ہے۔

قال: كَانَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلَانِ فِي الَّتِيْ تَفْتَدِيْ مِنْ زَوْجِهَا: "لَهَا طَلَاقٌ مَا كَانَتْ فِيْ عِدَّتِهَا"۔ ورجال هذا السند على شرط الجماعة (الجوهر النقى ۲:۱۰۷-۱۰۸)

اَبْوَابُ الظِّهَارِ

بَاب مَنْ وَطِئَ قَبْلَ التَّكْفِيْرِ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ

۳۳۳۶- عن سلمة بن صخر البياضى ﷺ عن النبى ﷺ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُكَفِّرَ قَالَ: كَفَّارَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ رواه الترمذى وقال: حسن غريب (۱:۱۴۲)۔

۳۳۳۷- عن ابن عباس رضى الله عنهما: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ قَدْ ظَاهَرَ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَوَقَعَ عَلَيْهَا۔ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ ظَاهَرْتُ مِنْ اِمْرَاَتِيْ فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ اَنْ اُكَفِّرَ فَقَالَ: وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! قَالَ: رَاَيْتُ خَلْخَالَهَا فِيْ ضَوْءِ الْقَمَرِ۔ قَالَ: فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اَمَرَكَ اللّٰهُ"۔ رواه الترمذى وقال: حسن صحيح غريب (۱:۱۴۴)۔

فائدہ: یعنی خلع کرنے کے بعد عورت ابھی عدت میں ہو تو خاوند اگر مزید طلاق دینا چاہے تو طلاق دے سکتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا ظاہر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ "فلاح جناح عليهما فيما افتدت به" یعنی خلع کے ذکر کے بعد فرمایا "فان طلقها فلا تحل له" تو اس سے معلوم ہوا کہ خلع کے بعد طلاق دی جاسکتی ہے۔

ابواب الظہار

فائدہ: ظہار کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے (مثلاً ماں، بہن، پھوپھی وغیرہ سے تشبیہ دے) یا ان عورتوں کے کسی ایسے حصہ سے تشبیہ دے جن کی طرف دیکھنا اس کے لیے حرام ہے۔ اس میں اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ ظہار ہے۔

باب جس نے ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے قبل ہمبستری کر لی تو اس پر بھی ایک ہی کفارہ ہے

۳۳۳۶۔ سلمہ بن صخر البیاضی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے قبل صحبت کرلے تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی المظاہر یواقع قبل ان یکفر)۔ اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حسن غریب ہے۔

۳۳۳۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے صحبت کر بیٹھا اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس سے صحبت

بَابُ جَوَازِ اِعْتَاقِ الْمُكَاتَبِ فِي الْكَفَّارَةِ

٣٣٣٨- عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبيّ ﷺ قَالَ: "اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ دِرْهَمٌ" رواه ابوداود (٢: ١٩١) وسكت عنه- و في الزيلعي (٢: ١٤٢) وفيه اسماعيل بن عياش لكنه عن شيخ شامي ثقة- و في "نيل الاوطار" (٥: ٣٦٧): وحسن الحافظ اسناده في "بلوغ المرام" اه- وحسنه العلامة السيوطي في "الجامع الصغير" (٢: ١٥٦)-

کر لی۔اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے۔کس چیز نے تمہیں اس پر مجبور کیا تھا۔کہنے لگا کہ میں نے چاند کی روشنی میں اس کی پازیب دیکھ لی تھی (اور اسطرح بے قرار ہو کر اس سے صحبت کر لی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کفارہ ادا نہ کر دو اس کے قریب مت جانا۔(ترمذی ایضا)۔اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

<u>فائدہ</u>: ظہار کرنے کے بعد کفارہ ادا کرنے سے قبل صحبت کرنا حرام ہے۔اگر صحبت کرے گا تو خدا کی نافرمانی کرے گا۔لیکن ادائیگی کفارہ سے قبل صحبت کرنے سے دوسرا کفارہ لازم نہ ہوگا بلکہ ایک ہی کفارہ واجب ہوگا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔صلت بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے دس فقہاء (حسن، ابن سیرین، بکر مزنی، مورق عجلی، عطاء، طاؤس، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور نافع) سے پوچھا کہ اگر مظاہر کفارہ کی ادائیگی سے قبل جماع کرلے تو کیا حکم ہے؟ ان سب نے فرمایا کہ ایک ہی کفارہ ہے۔

<u>باب کفارۂ ظہار میں مکاتب کو آزاد کرنا بھی جائز ہے</u>

۳۳۳۸۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک مکاتب پر بدل کتابت میں سے ایک درہم بھی باقی ہے وہ عبد ہی ہے۔(ابوداؤد، ابواب العتق)۔امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔لہٰذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے اور حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: چونکہ مکاتب کو عبد ہی کہا گیا اور عبد (غلام) کا آزاد کرنا ظہار میں جائز ہے لہٰذا مکاتب کا آزاد کرنا بھی جائز ہوگا۔لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ ایسے مکاتب کو آزاد کرنا درست ہے جس نے کچھ ادا نہیں کیا کیونکہ کچھ بدلِ کتابت ادا کرنے والے میں رقیت ناقص ہے اور وہ مدبر اور ام ولد کے مشابہ ہے۔

بَابُ مِقْدَارِ التَّمرِ الَّذِیْ یُجْزِئ فِیْ الْکَفَّارَةِ

٣٣٣٩- حدثنا فهد قال: ثنا فروة عن ابی المغیرة قال: انا یحیی بن زکریا عن اسحاق عن معمر بن عبدالله عن یوسف بن عبدالله بن سلام، قال: حدثتنی خولة بنت مالك بن ثعلبة بن اخی عبادة بن الصامت: "اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ اَعَانَ زَوْجَهَا حِیْنَ ظَاهَرَ مِنْهَا بِعَرَقٍ مِّنْ تَمرٍ وَاَعَانَتْهُ هِیَ لِعَرَقٍ آخَرَ وَذٰلِكَ سِتُّوْنَ صَاعاً فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَصَدَّقْ بِهٖ وَقَالَ: اِتَّقِیْ اللهَ وَارْجِعِیْ اِلٰی زَوْجِكِ"۔ رواه الطحاوی (٢:٧٠) و فی "الجوهر النقی" (٢:١٢٦):بسند جید۔

٣٣٤٠- حدثنا الحسن بن علی نا یحیی بن آدم نا ابن ادریس عن محمد بن اسحاق عن معمر بن عبدالله بن حنظلة عن یوسف بن عبدالله بن سلام، عن خویلة بنت مالك بن ثعلبة، قالت: "ظَاهَرَ مِنِّیْ زَوْجِیْ اَوْسُ بْنُ الصَّامِتُ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَشْکُوْاِلَیْهِ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ یُجَادِلُنِیْ فِیْهِ، وَیَقُوْلُ: اِتَّقِیْ اللهَ!فَاِنَّهٗ اِبْنُ عَمِّكِ۔ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی نَزَلَ الْقُرْآنُ:﴿قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا﴾ اِلَی الْفَرْضِ۔ فَقَالَ: یَعْتِقُ رَقَبَةً۔ قَالَتْ: لَا یَجِدُ۔ قَالَ:

باب کفارۂ ظہار میں کتنی کھجور کا صدقہ کرنا کافی ہے

٣٣٣٩۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ مجھے خولہ بنت مالک بن ثعلبہ نے بتایا کہ جب ان کے شوہر (اوس بن صامت) نے اس سے ظہار کیا تو حضور ﷺ نے کھجور کا ایک ٹوکرا دے کر اس کے شوہر کی مدد کی اور خود اس (خولہ) نے بھی ایک دوسرا ٹوکرا دے کر اس کی مدد کی۔ یہ دونوں ٹوکروں کی کھجور ساٹھ صاع تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ان کھجوروں کا صدقہ کر اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی سے رجوع کرلے۔ (طحاوی)۔ جوہر نقی میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

٣٣٤٠۔ خولہ بنت مالک بن ثعلبہ فرماتی ہیں کہ میرے شوہر اوس نے مجھ سے ظہار کیا تو میں حضور ﷺ کے پاس شکایت لے کر گئی اور رسول اللہ ﷺ اس بارے میں مجھ سے جھگڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اللہ سے ڈر کیونکہ اب وہ تیرا چچازاد بھائی ہے (ابتداء اسلام میں ظہار کو طلاق ہی سمجھا جاتا تھا، خولہ اپنے شوہر کے پاس ہی رہنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ خولہ کو خدا سے ڈرنے کی تلقین کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اب وہ تیرا شوہر نہیں رہا بلکہ صرف تیرا چچازاد بھائی ہے) لیکن میں برابر اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها" الآیۃ (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی۔ اور اللہ سے شکوہ کر رہی تھی) اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی تیرا شوہر) ایک غلام

فَيَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔ قَالَتْ: يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ۔ قَالَ فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ۔ قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ۔ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ۔ قَالَ: قَدْ أَحْسَنْتِ۔ اِذْهَبِي فَأَطْعِمِي بِهَا عَنْهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا، وَارْجِعِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ۔ قَالَ: وَالْعَرَقُ سِتُّونَ صَاعًا"۔ رواه ابوداود(۱:۳۰۹)۔ وحسنه فی "فتح الباری"(۹:۳۸۲)، ثم قال ابوداود: وحدثنا الحسن بن علی نا عبدالعزیز بن یحیی نا محمد بن سلمة عن ابن اسحاق بہذا الاسناد نحوہ، الا انه قال والعرق مکتل یسع ثلاثین صاعا۔ قال ابو داود: وهذا اصح من حدیث یحیی بن آدم۔

اَبْوَابُ اللِّعَانِ

آزاد کرے۔ میں نے کہا کہ اسے اس کی طاقت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ بہت بوڑھا ہے، روزے رکھنے کی اس میں سکت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، میں نے عرض کیا کہ ان کے پاس صدقہ کرنے کو کوئی شئ نہیں ہے۔ خولہ کہتی ہیں کہ اسی وقت کھجوروں کا ایک تھیلا لایا گیا۔ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس کو کھجوروں کا دوسرا تھیلا دیدوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، جا اور اس کی طرف سے اس میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا۔ اور اپنے چچا کے بیٹے کے پاس (بے خوف وخطر) رہ۔ راوی کہتے ہیں کہ عرق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، باب فی الظہار)۔ حافظ صاحب نے اسے فتح الباری میں حسن کہا ہے۔ پھر ابوداؤد نے دوسری سند سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ عرق وہ ٹوکرا ہے جس میں تیس صاع (کھجور) آتی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یحییٰ بن آدم کی (مذکورہ بالا) حدیث سے اصح ہے۔

فائدہ: کفارۂ ظہار میں احناف کے ہاں ساٹھ صاع کھجور یا تیس صاع گندم ضروری ہے اور مذکورہ بالا دونوں احادیث اس کی مؤید ہیں۔ اور باقی جن احادیث میں خمسة عشر صاعا یعنی پندرہ صاع کے الفاظ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کی احادیث راجح ہیں کیونکہ اس میں زیادت ہے اور ثقہ کی زیادت معتبر ہے۔ نیز اس میں احتیاط بھی ہے۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اولاً آپ ﷺ نے اسے پندرہ صاع دیے ہوں اور پھر پندرہ بعد میں مزید دیے ہوں اور باقی رہا اوس بن الصامت کا کفارۂ ظہار کو اپنی ذات پر خرچ کرنا تو یہ آپؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔

ابواب اللعان

فائدہ: اگر مرد، بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگائے یا بچے کا انکار کرے اور بیوی اس سے انکار کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شہادت پیش کرے۔ اگر شہادت پیش نہ کر سکے تو پھر وہ چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے الزام کو دہرائے اور پانچویں مرتبہ میں یہ کہے کہ اگر میں

بَابُ النِّسْوَةِ اللَّاتِیْ لَا لِعَانَ بَیْنَهُنَّ وَبَیْنَ اَزْوَاجِهِنَّ

۳۳٤۱- حدثنا محمد بن يحيى ثنا حيوة بن شريح الحضرمی عن ضمرة بن ربيعة عن ابن عطاء عن ابيه عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: "اَرْبَعٌ مِّنَ النِّسَاءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَیْنَهُنَّ اَلنَّصْرَانِیَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْیَهُوْدِیَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْكِ وَالْمَمْلُوْكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ"۔ رواه ابن ماجة(۱۵۱)۔ وسنده محتج به۔

باب الابتداء فی اللعان بالزوج وان لا تقع الفرقة بنفس اللعان بل لا بدلها من تفريق القاضی او طلاق الزوج

۳۳٤۲- عن نافع عن ابن عمرؓ: "اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ اِمْرَاَتَهٗ وَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَهُمَا، وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ"۔ رواه الجماعة۔

۳۳٤۳- وعن سعيد بن جبير، انه قال لعبدالله بن عمرؓ: "يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ!

جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ اس کے بعد عورت بھی اسی طرح قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ یہی لعان ہے۔ لعان کے بعد حاکم ان میں ہمیشہ کے لیے جدائی کرا دے گا اور وہ کبھی جمع نہ ہو سکیں گے۔

باب ان عورتوں کا بیان کہ ان کے اور ان کے خاوندوں کے درمیان لعان نہیں

۳۳۴۱۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ چار قسم کی عورتوں میں لعان نہیں۔ ایک تو نصرانی عورت جو مسلمان مرد کے نکاح میں ہو۔ دوسرے یہودی عورت جو مسلمان مرد کے نکاح میں ہو۔ تیسرے وہ آزاد عورت جو غلام کے نکاح میں ہو۔ چوتھے وہ باندی جو آزاد مرد کے نکاح میں ہو (ابن ماجہ، باب اللعان)۔ اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: یعنی لعان آزاد اور مسلمان عورت پر تہمت لگانے سے لازم آتا ہے۔ البتہ تیسری صورت میں (یعنی اگر غلام آزاد عورت پر تہمت لگائے تو) غلام کو اسی کوڑے لگیں گے۔

باب لعان کی ابتداء خاوند کرے گا اور محض لعان سے ہی فرقت واقع نہ ہوگی بلکہ تفریق کے لیے قاضی کی تفریق یا شوہر کا طلاق دینا ضروری ہے

۳۳۴۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس نے اپنی بیوی کے لڑکے کا انکار کیا (یعنی کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں) تو حضور ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کرائی اور لڑکا عورت کو دیا (بخاری، باب یلحق الولد بالملاعنۃ)۔ اسے جماعت نے روایت کیا ہے۔

۳۳۴۳۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! کیا لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان

اَلْمُتَلَاعِنَانِ اَیُفَرَّقُ بَیْنَہُمَا؟ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ نَعَمْ! اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَاَلَ عَنْ ذٰلِکَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَرَاَیْتَ لَوْوَجَدَ اَحَدُنَا اِمْرَاَتَہٗ عَلٰی فَاحِشَۃٍ، کَیْفَ یَصْنَعُ؟ اِنْ تَکَلَّمَ تَکَلَّمَ بِاَمْرٍ عَظِیْمٍ، وَاِنْ سَکَتَ سَکَتَ عَلٰی مِثْلِ ذٰلِکَ۔ فَسَکَتَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمْ یُجِبْہُ۔ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ اَتَاہُ۔ فَقَالَ: اِنَّ الَّذِیْ سَاَلْتُکَ عَنْہُ اُبْتُلِیْتُ بِہٖ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عزوجل ھٰؤُلَاءِ الْآیَاتِ فِیْ سُوْرَۃِ النُّوْرِ۔﴿وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ وَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ شُھَدَاءُ﴾۔ فَتَلَاھُنَّ عَلَیْہِ،وَ وَعَظَہٗ وَذَکَّرَہٗ وَاَخْبَرَہٗ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَۃِ۔ فَقَالَ: لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا کَذَبْتُ عَلَیْھَا۔ ثُمَّ دَعَاھَا فَوَعَظَھَا وَاَخْبَرَھَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَۃِ۔ فَقَالَتْ: لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ اِنَّہٗ لَکَاذِبٌ۔ فَبَدَاَ بِالرَّجُلِ فَشَھِدَ اَرْبَعَ شَھَادَاتٍ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ وَالْخَامِسَۃَ اَنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ۔ ثُمَّ ثَنّٰی بِالْمَرْاَۃِ فَشَھِدَتْ اَرْبَعَ شَھَادَاتٍ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الْکَاذِبِیْنَ۔ وَالْخَامِسَۃَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیْھَا اِنْ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ۔ ثُمَّ فَرَّقَ بَیْنَھُمَا''۔ متفق علیہ-(نیل الاوطار ۱۹۶:۶)۔

جدائی کی جائے گی؟ انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ! ہاں (یعنی بے شک ان کے درمیان جدائی کی جائے گی)۔اور اس مسئلہ میں سب سے پہلے فلاں کے بیٹے فلاں نے پوچھا تھا۔اس نے حضورﷺ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسولﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برا کام (زنا) کرتے دیکھے تو کیا کرے؟ اگر بولے گا تو بھی بری بات بولے گا اور اگر چپ رہے تو ایسی بری بات سے کیونکر چپ رہے۔ حضورﷺ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ شخص آپﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہﷺ! جو بات میں نے آپ سے پوچھی تھی میں خود اس میں مبتلا ہوگیا ہوں۔تو اس پر اللہ نے سورۃ النور کی یہ آیات نازل فرمائیں۔''والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء'' الآیہ۔ یہ آیات آپﷺ نے اسے پڑھ کر سنائیں اور اس کو نصیحت کی کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے (یعنی اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو تب بھی بتادے کہ حد قذف کے اسّی کوڑے پڑجائیں گے مگر یہ جہنم کی آگ میں جلنے سے آسان ہیں) وہ بولا نہیں۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے عورت پر جھوٹ نہیں بولا۔ پھر آپﷺ نے عورت کو بلایا اور نصیحت کی اور سمجھایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں نہایت آسان ہے (یعنی اگر تو نے زنا کیا ہے تو اقرار کرلے تاکہ دنیا میں سزا بھگت کر آخرت میں بچ سکے) اس نے کہا کہ نہیں۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرا خاوند جھوٹ بولتا ہے۔تب آپﷺ نے مرد سے لعان شروع کرایا۔ اس نے چار مرتبہ خدا کی قسم اٹھا کر گواہی دی کہ وہ سچا ہے۔اور پانچویں مرتبہ کہا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ پھر عورت کو بلایا اور اس نے بھی چار مرتبہ اللہ کا نام لے کر گواہی دی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔اور پانچویں بار اس نے کہا کہ اگر مرد سچا ہو تو خدا کا غضب مجھ (عورت) پر نازل ہو۔ پھر حضورﷺ نے ان کے درمیان تفریق کردی۔(بخاری ومسلم، کتاب اللعان)۔

٣٣٤٤- عن سهل بن سعد، "ان عويمرا العجلانى اتى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اَرَاَيتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ اِمْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ؟ فَتَقْتُلُوْنَهٗ، اَمْ كَيفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: قَدْ نَزَلَ فِيكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا- قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ،فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيهَا يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اِنْ اَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبلَ اَنْ يَاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ"- قَالَ اِبْنُ شِهَابٍ، فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَينِ- رواه الجماعة الا الترمذى- و فى رواية متفق عليها: "فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ذَاكُمُ التَّفْرِيقُ بَينَ كُلِّ مُتَلَاعِنَينِ"- و فى لفظ لاحمد و مسلم : "وَكَانَ فِرَاقُهٗ اِيَّاهَا سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنَينِ"(نيل الاوطار ١٩٦:٦)- و فى "فتح البارى" (٣٩٩:٩): وقع عند ابى داود من طريق عياض بن عبدالله الفهرى عن ابن شهاب عن سهل، قال: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَاَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَكَانَ مَاصُنِعَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سُنَّةً- قَالَ سَهْلٌ: حَضَرْتُ هٰذَا عِنْدَ

۳۳۴۴- سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ عویمر عجلانیؓ حضورﷺ کی خدمت آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے تو کیا اسے قتل کر دے؟ لیکن پھر آپ لوگ بھی اسے (قصاص میں) قتل کر دیں گے۔ آخر اسے کیا کرنا چاہیے تو رسول اللہﷺ! نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ تو جا اور اپنی بیوی کو لا۔ سہل کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے لعان کیا اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ حضورﷺ کے پاس موجود تھا۔ پھر جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اب بھی اگر میں اسے (یعنی بیوی کو) اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ عویمرؓ نے حضورﷺ کے حکم سے قبل ہی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں کے لیے یہی طریقہ متعین ہو گیا۔ (بخاری، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔ اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان یہی جدائی ہے (بخاری، باب التلاعن فی المسجد، مسلم، کتاب اللعان)۔ اور احمد و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر مرد کا عورت سے جدا ہونا سنت بن گیا۔ (مسلم، کتاب اللعان)۔ ابوداؤد باب فی اللعان میں ہے کہ عویمرؓ نے حضورﷺ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضورﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا اور جو چیز حضورﷺ کی موجودگی میں کی جائے (اور آپﷺ اس پر نکیر نہ فرمائیں تو) وہ سنت قرار پاتی ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں اس واقعہ لعان کے وقت حضورﷺ کے پاس موجود تھا۔ اس کے بعد لعان کرنے والوں کے لیے یہی طریقہ قرار پایا کہ ان دونوں کے درمیان

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدُ فِيْ الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ يُّفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا اهـ
قلت: اسناده صحيح اوحسن على قاعدة الحافظ۔

٣٣٤٥- ثنا احمد بن حنبل نا اسماعيل نا ايوب عن سعيد بن جبير، قال: "قلت لابن عمر رضي الله عنه: رَجُلٌ قَذَفَ اِمْرَاَتَهُ، قَالَ: فَرَّقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: اَللهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ يُرَدِّدُهَا ثَلَاثًا، فَاَبَيَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا"۔ اخرجه ابوداود(١: ٣١٥)وسكت عنه، وسنده صحيح۔

بَابُ حُكْمِ الْقَذْفِ بِنَفْيِ الْوَلَدِ

٣٣٤٦- عن ابن عمر رضى الله عنهما: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَاَتِهِ، فَانْتَفى

تفریق (جدائی) کی جائے گی اور وہ کبھی جمع نہ ہوسکیں گے۔اس کی سند حافظ کے قاعدہ پرحسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفسِ لعان سے جدائی واقع نہیں ہوتی بلکہ خاوند یا تو طلاق دے یا حاکم ان میں جدائی کرے۔اگر نفسِ لعان سے ہی طلاق واقع ہوجاتی تو حضور ﷺ اس کی طلاق کو نافذ نہ کرتے بلکہ اس کے طلاق دینے پر نکیر فرماتے۔لیکن آپ کا نکیر نہ فرمانا اس پر دال ہے کہ نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوتی۔باقی ابوداؤد میں مذکور حدیث کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لعان کرنے والے کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تفریق حاکم کے بعد اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

۳۳۴۵۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے (تو کیا ان کے مابین جدائی کی جائے گی) ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے بنی عجلان کے دو بھائی بہن کو (یعنی عویمر اور اس کی بیوی کو) جدائی کردیا تھا اور فرمایا تھا کہ یقیناً یہ بات اللہ جانتے ہیں کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔پس تم میں سے کون توبہ کرتا ہے (یعنی اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے) آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے لیکن جب ان دونوں نے توبہ کرنے سے انکار کردیا اور اپنی بات پر جمے رہے تو آپ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کردی۔(ابوداؤد، باب فی اللعان)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد حضور ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کی پس معلوم ہوا کہ نفسِ لعان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔اور باقی ابوداؤد میں مذکور ابن عباسؓ کی حدیث کہ "انهما يتفرقان من غير طلاق" تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی یہ رائے احادیثِ مرفوعہ کے معارض نہیں ہوسکتی۔

باب بچے کے نسب کا انکار بھی تہمتِ زنا ہے

۳۳۴۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا۔پھر اس شخص نے اپنی بیوی

مِنْ وَلَدِهَا بَيْنَهُمَا، فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ"۔ رواه البخاري (۲:۱۰ ۸)۔

بَابُ حُكْمِ مَنْ أَقَرَّ بِالْوَلَدِ ثُمَّ رَجَعَ

۳۳۴۷- عن قبيصة بن ذؤيب قال: "قَضٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ رَجُلٍ أَنْكَرَ وَلَدَ امْرَأَتِهِ وَهُوَ فِيْ بَطْنِهَا، ثُمَّ اعْتَرَفَ بِهِ وَهُوَ فِيْ بَطْنِهَا۔ حَتّٰى إِذَا وُلِدَ أَنْكَرَهُ، فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ فَجُلِدَ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً لِفِرْيَتِهِ عَلَيْهَا، ثُمَّ أَلْحَقَ بِهِ وَلَدَهَا"۔ رواها الدارقطني والبيهقي۔ وحسن الحافظ اسناده (نيل الاوطار۶:۵ ۲۰و۲۰۶)۔

أَبْوَابُ الْعِنِّيْنِ وَغَيْرِهِ

بَابُ تَأْجِيْلِ الْعِنِّيْنِ وَأَحْكَامِهِ

۳۳۴۸- اخبرنا معمر عن سعيد بن الزهري عن سعيد بن المسيب، قال: "قَضٰى

کے لڑکے کا انکار کیا تو حضورﷺ نے ان کے درمیان جدائی کردی اور بچہ عورت کو دیدیا۔ (بخاری، باب یلحق الولد بالملاعنۃ)

فائدہ: یعنی اگر یوں کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں تو اس سے بھی زنا کی ہی تہمت ثابت ہوگی اور لعان کرنا پڑے گا۔

باب بچے کے نسب کے اقرار کرنے کے بعد انکار کرنے کا حکم

۳۳۴۷۔ قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کے بچے کا انکار کیا جبکہ وہ ابھی ماں کے پیٹ میں تھا۔ پھر اس کا اقرار کیا جب کہ ابھی وہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ حتی کہ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کا انکار کردیا تو حضرت عمرؓ نے اسے اسّی کوڑے مارنے کا فیصلہ فرمایا کیونکہ اس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی۔ پھر وہ بچہ اس شخص کو دے دیا (کہ یہ تیرا ہی ہے) (دارقطنی، بیہقی)۔ حافظ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقرار کرلینے کے بعد انکار کرنا درست نہیں لہٰذا انکار کرنے کی صورت میں حد قذف اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔ نیز اگر اقرار بالنسب کے بعد رجوع درست ہوتا تو پھر تمام اقراروں سے رجوع درست ہوتا تو اس طرح تو کوئی حق بھی باقی نہ رہتا۔

عورت پر قدرت نہ رکھنے والے کا بیان

باب عورت سے ہمبستری نہ کرسکنے والے کو مہلت دینا اور اس کے دوسرے احکام کا بیان

۳۳۴۸۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عنین کو (یعنی عورت پر قدرت نہ رکھنے والے کو) ایک سال کی مہلت

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِی الْعِنِّینِ اَنْ یُؤَجِّلَ سَنَةً"۔ قال معمر: "وَبَلَغَنِی اَنَّ التَّاجِیلَ مِنْ یَوْمِ تُخَاصِمُهُ"۔ رواہ عبدالرزاق فی "مصنفه" (زیلعی ۲:۴۶)۔ قلت: کلهم رجال الصحیح و سنده صحیح۔

۳۳۴۹- حدثنا یزید بن هارون عن سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن سعید بن المسیب عن عمر ﷺ، "انه اَجَّلَ الْعِنِّینَ سَنَةً"۔ انتهی۔ زاد فی لفظ: وقال: اِنْ اَتَاهَا وَاِلَّا فَرِّقُوا بَیْنَهُمَا، وَلَهَا الصَّدَاقُ کَامِلًا"۔ انتهی۔ وقرن فی هذا بین سعید بن المسیب و الحسن البصری (زیلعی،۲: ۴۶)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

۳۳۵۰- اخبرنا ابوحنیفة، ثنا اسماعیل بن مسلم المکی عن الحسن عن عمر بن الخطاب: "اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتْهُ، فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّ زَوْجَهَا لَا یَصِلُ اِلَیْهَا، فَاَجَّلَهُ حَوْلًا۔ فَلَمَّا اِنْقَضٰی حَوْلٌ وَلَمْ یَصِلْ اِلَیْهَا خَیَّرَهَا، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا عُمَرُ وَجَعَلَهَا تَطْلِیقَةً بَائِنَةً"۔ رواہ محمد بن الحسن فی "کتاب الآثار" (زیلعی۲: ۴۶)۔ قلت: الحسن البصری لم یدرک عمر، واسماعیل هذا ضعفوه الا ان ابن سعد قال: قال محمد بن عبدالله الانصاری: کان له رای

دینے فیصلہ فرمایا۔ معمر فرماتے ہیں کہ یہ مہلت اس دن سے شروع ہوگی جس دن عورت مقدمہ قاضی کے پاس پیش کرے گی۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۴۹۔ سعید بن میسب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عنین کو ایک سال کی مہلت دی اور فرمایا کہ اگر وہ ایک سال کے اندر اس سے صحبت کرلے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کردو۔ اور عورت کو پورا مہر ملے گا۔ (زیلعی)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: چونکہ عورت نے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کردیا ہے اس لیے وہ مہر کی مستحق ہوچکی ہے۔

۳۳۵۰۔ حسن سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اطلاع کی کہ اس کا خاوند اس سے ہمبستری نہیں کرپاتا تو حضرت عمرؓ نے خاوند کو ایک سال کی مہلت دی۔ جب ایک سال گذر گیا اور وہ اس سے ہمبستری نہ کرسکا تو حضرت عمرؓ نے اس عورت کو اختیار دے دیا (یعنی یا تو اپنے آپ کو پسند کرلے یا خاوند کو پسند کرلے) تو اس عورت نے اپنے آپ کو اختیار کرلیا اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کردی اور اس اختیار کو ایک طلاق بائنہ قرار دیا (کتاب الآثار، باب العنین) انقطاع اور اختلاف ہمارے ہاں مضر نہیں۔ لہٰذا سند قابل حجت ہے۔

وفتوی وبصر و حفظ للحدیث، فکنت اکتب عنه لنباهته، کما فی "تهذیب التهذیب" (۱:۲۳۱)۔ فالسند محتج به، والانقطاع غیر مضر عندنا و کذا الاختلاف۔

۳۳۵۱- اخبرنا الثوری عن الرکین بن الربیع بن عمیلة عن ابیه عن حصین بن قبیصة عن عبدالله بن مسعودؓ، قال: "یُؤَجَّلُ الْعِنِّیْنُ سَنَةً- فَاِنْ جَامَعَ وَاِلَّا فُرِّقَ بَیْنَهُمَا" رواه عبدالرزاق (زیلعی ۲:۴۶)، ورجاله رجال الصحیح غیر حصین بن قبیصة وهو ثقة-(مجمع الزوائد ٤:۳۰۱)۔

۳۳۵۲- حدثنا وکیع عن سفیان عن الرکین عن ابی حنظلة النعمان عن المغیرة بن شعبة: "اَنَّهُ اَجَّلَ الْعِنِّیْنَ سَنَةً"- رواه ابن ابی شیبة (زیلعی ۲:٤٦)۔ قلت: سند حسن صحیح، والنعمان بن حنظلة کوفی تابعی ثقة، (التهذیب ۱۰:٤٦۳)۔

بَاب اَنَّ لَا خِیَارَ لِاَحَدِ الزَّوْجَیْنِ اِذَا وَجَدَ عَیْبًا فِیْ آخَرَ

۳۳۵۳- نا ابو عبید القاسم بن اسماعیل نا ابو السائب سلم بن جنادة نا وکیع عن ابی خالد عن عامر قال: قال علیؓ: "اَیُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً مَجْنُوْنَةً، اَوْ جَذْمَاءَ اَوْبِهَا بَرَصٌ اَوْبِهَا قَرْنٌ، فَهِیَ اِمْرَاَتُهٗ- اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَ"- رواه الدارقطنی (۲:٤۱۲)۔ و فی

۳۳۵۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ ایک سال کی مدت میں جماع کرے تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان جدائی کردی جائے (عبدالرزاق)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سوائے حصین بن قبیصہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

۳۳۵۲۔ ابوحنظلہ نعمان سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے عنین کو ایک سال کی مہلت دی (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام آثار وروایات سے معلوم ہوا کہ عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ کیونکہ عموماً ایک سال کی مدت میں عنین درست ہوجاتے ہیں۔

باب میاں بیوی میں سے کسی میں عیب پایا جائے تو دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں

۳۳۵۳۔ حضرت عامر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس مرد نے بھی دیوانی عورت یا کوڑھی زدہ عورت یا برص کی بیماری والی عورت یا قرن والی عورت سے نکاح کیا تو وہ اس کی بیوی ہے، اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھے اور اگر چاہے تو اسے طلاق

التعليق المغنى (السابق) : اسناد هذا الاثر صحيح۔

٣٣٥٤- نا ابوبكر الشافعي نا محمد بن شاذان نا معلى بن منصور نا هشيم نا حجاج عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده: "اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَتَبَ اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ مُسَلْسَلٍ يُخَافُ عَلَى اِمْرَاَتِهِ مِنْهُ۔ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنْ يُؤَجَّلَ سَنَةً، فَاِنْ بَرَأَ وَاِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اِمْرَاَتِهِ"۔ اخرجه الدارقطني (٢:٤٠٢)۔ قلت: رجاله كلهم ثقات الا حجاج بن ارطاة فمختلف فيه، وهو حسن الحديث، كما قد مر غير مرة۔

ابواب العدة

باب ان الاقراء هى الحيض

٣٣٥٥- انا محمد بن المثنى ثنا سفيان عن الزهرى عن عمرة عن عائشة رضى الله عنها، "اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ۔ فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَاَمَرَهَا اَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ اَقْرَائِهَا وَحِيْضِهَا"۔ رواه النسائى بسند جيد (الجوهر النقى ٣:١٣١)۔

دیدے۔(دار قطنی) التعلیق المغنی میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۵۴۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ عمرو بن العاص نے حضرت عمر بن الخطاب ؓ کو ایک ایسے آدمی کے بارے میں خط لکھا کہ جسے پاگل پن کی وجہ سے بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا اور اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ اپنی بیوی کو نقصان نہ پہنچائے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاص کو جواب میں لکھا کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ اس مدت میں ٹھیک ہو جائے تو فبہا ورنہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کر دی جائے (دار قطنی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے حجاج بن ارطاۃ کے اور وہ بھی حسن الحدیث ہے۔

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مجنون بھی عنین کی طرح ہے۔ نکاح کو فسخ نہیں کیا جائے گا بلکہ مہلت دی جائے گی۔ اور خاوند کے ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں تفریق کر دی جائے گی اور یہ تفریق طلاق ہے۔ لہٰذا عورت مہر کی بھی حقدار ہوگی۔

ابواب العدة

باب (قرآن میں) قروء سے مراد حیض ہے

۳۳۵۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ام حبیبہؓ کو استحاضہ کی بیماری تھی (اور پاک ہی نہ ہوتی تھیں) اس نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے حکم فرمایا کہ اپنی حیض کی مقدار نماز چھوڑ دیا کر۔ (نسائی، باب ذکر الاقراء) اس کی سند جید ہے۔

۳۳۵۶- عن عمرة عن عائشة رضی الله عنها: اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ اُسْتُحِیْضَتْ، فَذَکَرَتْ شَانَهَا لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: لِتَنْظُرْ قَدْرَ قَرْءِهَا الَّتِیْ کَانَتْ تَحِیْضُ لَهَا"۔ الحدیث۔ رواه النسائی بسند رجاله ثقات(الجوهر النقی، السابق)۔

۳۳۵۷- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِیْقَتَانِ وَقَرْئُهَا حَیْضَتَانِ"۔ رواه ابوداود والترمذی وابن ماجة، وصححه الحاکم و قد مرمع ما یتعلق بسنده فی باب طلاق الامة ثنتان۔

۳۳۵۸- عن عائشة رضی الله عنها قالت: "اُمِرَتْ بَرِیْرَةُ اَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِیَضٍ"۔ رواه ابن ماجة بسند جید (الجوهر النقی ۲:۱۳۲)۔ وقال الحافظ فی "بلوغ المرام": رواته ثقات لکنه معلول۔ کذا فی "النیل"(۶:۲۲۳)۔ قلت: فاختلف الاحتجاج۔ والاختلاف غیر مضر ولااقل من ان یستشهد به۔

۳۳۵۶۔ حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ کو استحاضہ کی بیماری تھی (اور وہ پاک ہی نہ ہوتی تھیں) اور انہوں نے اپنی یہ حالت نبی کریم ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے ان دنوں کو شمار کرے جن دنوں میں اسے حیض آتا ہے۔الحدیث (نسائی باب ذکر الاقراء)۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان دو احادیث میں لفظ قرء حیض کے معنی میں مستعمل ہے تو جب آپ ﷺ قروء کا لفظ حیض کے معنی میں استعمال کرتے ہیں تو قرآن کی آیت میں بھی قروء سے حیض ہی مراد ہوگا۔ فائدہ: میری جستجو میں کسی مرفوع حدیث میں قرء طہر کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔علامہ ابن قیمؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

۳۳۵۷۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ باندی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، باب فی طلاق الامۃ وعدتھا)۔حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۳۳۵۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بریرہؓ کو تین حیض عدت گذارنے کا حکم دیا گیا (ابن ماجہ) اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قروء سے مراد حیض ہی ہے اس لیے قرآن مجید میں مذکور لفظ قروء کو بھی حیض پر محمول کیا جائے گا۔آخری دو احادیث اس بارے میں صریح ہیں کہ معتبر عدت میں حیض ہی ہے نہ کہ طہر۔ فائدہ: صاحب کشاف نے لفظ قرء کو طہر کے معنی میں استعمال کرنے پر انکار کیا ہے۔ فائدہ: اگرچہ قرء کے معنی میں صحابہ کے مابین بھی اختلاف ہے لیکن حضور ﷺ کا قول ہر

بَابُ عِدَةِ الْحَامِلِ وَضْعُ الْحَمْلِ

۳۳۵۹- عن ام سلمة رضی الله عنها: "اَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ اَسْلَمَ يُقَالُ لَهَا سُبَيْعَةُ كَانَتْ تَحْتَ زَوْجِهَا- فَتُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى، فَخَطَبَهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ، فَاَبَتْ اَنْ تَنْكِحَهُ فَقَالَ:وَاللهِ مَا يَصْلُحُ اَنْ تَنْكِحِي حَتّٰى تَعْتَدِي آخِرَالْاَجَلَيْنِ فَمَكَثَتْ قَرِيْبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ثُمَّ نَفَسَتْ ثُمَّ جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: اِنْكِحِي"- رواه الجماعة الا اباداود وابن ماجة (نيل الاوطار ٦:٢١٩)-

۳۳۶۰- عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ، قَالَ "اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ، وَلَا تَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ؟ اُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَآءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى- ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾- رواه البخاری والنسائی (نیل الاوطار، السابق)-

ایک پر مقدم ہے نیز اجلہ صحابہ مثلاً عمر بن خطابؓ اور ابن مسعودؓ سے بھی قرء بمعنی حیض ہی منقول ہے۔ نیز قرآن پاک کی آیت ﴿واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثة اشھر﴾ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قروء سے مراد حیض ہی ہے۔

باب حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

۳۳۵۹۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کی ایک سبیعہ نامی عورت جو اپنے خاوند (سعد) کے نکاح میں تھی، جب اس کا خاوند فوت ہوا تو وہ حاملہ تھی۔ ابوسنابل بن بعکک نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کردیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا جب تک تو دونوں عدتوں (عدتِ وفات اور عدتِ وضع حمل) میں سے لمبی مدت والی عدت نہ گذار لے تمہارے لیے اس سے (جس سے تو نکاح کرنا چاہتی ہے) نکاح کرنا صحیح نہ ہوگا۔ ابھی دس راتیں ہی گذری تھیں کہ ان کے ہاں ولادت ہوگئی اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب نکاح کرلو (بخاری، باب واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن؛ مسلم، ترمذی، نسائی، باب عدۃ الحامل المتوفی عنہا زوجہا)

۳۳۶۰۔ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اس عورت کے بارے میں ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ تم لوگ اس پر سختی کرتے ہو اور نرمی نہیں کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے ہو حالانکہ عورتوں کی چھوٹی سورت (سورۃ طلاق) عورتوں کی طویل سورت (سورۃ بقرہ) سے بعد نازل ہوئی ہے۔ (بخاری، نسائی ایضاً)

فائدہ: یعنی سورۃ بقرہ میں ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے (خواہ حاملہ ہو یا نہ ہو)

۳۳۶۱- عن ابی بن کعب رضی الله عنه قال: قُلتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ! ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾- لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا؟ فَقَالَ: هِیَ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا، رواه احمد والدارقطنی، واخرجه ایضا ابویعلی والضیاء فی المختارة وابن مردویه- قال فی مجمع الزوائد: فی اسناده المثنی بن الصباح، وثقه ابن معین، وضعفه الجمهور- انتهی(نیل الاوطار، السابق)- قلت: کفی بابن معین موثقا، وهو امام الجرح والتعدیل- و فی خطبة "کنز العمال"(۳:۱)ما محصله: ان کل ما فی المختارة صحیح-

بَابُ الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِیَّةِ الَّتِیْ اِرْتَفَعَتْ حَیْضَتُهَا بَعْدَ الْحَیْضَةِ اَوِ الْحَیْضَتَیْنِ ثُمَّ مَاتَتْ یَرِثُهَا زَوْجُهَا

۳۳۶۲- حدیث "اَنَّ عَلْقَمَةَ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ طَلْقَةً اَوْ طَلْقَتَیْنِ، فَحَاضَتْ حَیْضَةً، ثُمَّ ارْتَفَعَ

سورۂ طلاق میں ہے کہ حاملہ عورت (خواہ اس کا خاوند مرا ہو یا نہ مرا ہو) اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور سورۂ طلاق سورۂ بقرہ کے بعد میں نازل ہوئی لہٰذا سورۂ بقرہ کے عموم کو سورۂ طلاق کے ساتھ خاص کیا جائے گا یعنی صرف اس عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے جو حاملہ نہ ہو اور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

۳۳۶۱۔ ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ﴿**واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن**﴾ (ترجمہ: حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) کا حکم تین طلاق والی عورت اور وہ عورت جس کا خاوند مر گیا ہو دونوں کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حکم تین طلاق والی عورت اور وہ عورت جس کا خاوند مر گیا ہو دونوں کے لیے ہے (احمد، دار قطنی) ابو یعلی، ضیاء مقدسی اور ابن مردویہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ المثنی بن الصباح کی ابن معین نے توثیق کی ہے اور بعض نے تضعیف۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ابن معین امام الجرح والتعدیل ہیں لہٰذا ان کی توثیق کافی ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ ضیاء مقدسی کی مختارہ کتاب میں مذکور ہر حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور مغنی کی موفق میں ہے کہ اسی پر جمہور علماء کا اجماع ہے اور ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حدیث سبیعہ کے پہنچنے کے بعد انہوں نے بھی جمہور علماء کے قول کی طرف رجوع فرما لیا۔

باب اگر مطلقہ رجعیہ کا حیض ایک یا دو حیض کے بعد بند ہو جائے اور پھر وہ عورت مر جائے تو خاوند وارث ہوگا۔

۳۳۶۲۔ ایک حدیث میں ہے کہ علقمہ نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں (رجعی) دیں پھر (عدت کے دوران) عورت کو ایک

حَيْضُهَا سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا- ثُمَّ مَاتَتْ، فَأَتَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ: حَبَسَ اللهُ عَلَيْكَ مِيْرَاثَهَا وَوَرَّثَهُ مِنْهَا- البيهقى من طريقه بسند صحيح، لكن قال: "سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْثَمَانِيَةَ عَشَرَ" (التلخيص الحبير ۲: ۳۲۸)-

بَابُ عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا أُعْتِقَتْ

۳۳۶۳- حدثنا عيسى بن يونس عن الاوزاعى عن يحيى بن ابى كثير: أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَمَرَ أُمَّ وَلَدٍ أُعْتِقَتْ أَنْ تَعْتَدَّ ثَلَاثَ حِيَضٍ، وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ فَكَتَبَ بِحُسْنِ رَأْيِهِ- رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ۲: ۴۸)- قلت: رجاله رجال الجماعة لكنه منقطع، فان يحيى لم يدرك عمرو بن العاص ولا عمر، والانقطاع لا يضرنا-

حیض آنے کے بعد حیض سترہ ماہ تک نہ آیا اور پھر وہ عورت (مزید حیض آنے سے قبل ہی) وفات پا گئی تو علقمہ، ابن مسعودؓ کے پاس آئے اور (سارا قصہ بیان کر دیا) تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے لیے اس کی میراث کو محفوظ رکھا اور ابن مسعودؓ نے اسے عورت کے ترکہ سے حصہ دلایا (البیہقی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تین حیض مکمل ہو جاتے اور پھر وہ مرتی تو خاوند کو حصہ نہ ملتا لیکن چونکہ ابھی اسے صرف ایک ہی حیض آیا تھا اور طلاق بھی رجعی تھی لہٰذا تین حیض مکمل ہونے سے قبل تک نکاح باقی تھا۔ اس لیے حصہ دلایا۔ باقی موطا مالک میں حضرت عمر بن خطابؓ سے جو مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ جس مطلقہ عورت کو ایک یا دو حیض آنے کے بعد حیض آنا بند ہو جائے تو وہ نو ماہ انتظار کرے پس اگر حمل واضح ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہو گی، ورنہ نو ماہ کے بعد تین ماہ مدت گذارے گی پھر حلال اور آزاد ہو جائے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کا قول موافقِ قرآن ہے جس میں حائضہ کے لیے تین حیض عدت مذکور ہے اور حضرت عمرؓ کا فرمان اس عورت کے لیے ہے جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہو۔

باب ام ولد کو آزاد کرنے پر اس کی عدت کا بیان

۳۳۶۳۔ یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ ایک ام ولد کو آزاد کیا گیا تو عمرو بن العاص نے اسے تین حیض عدت گذارنے کا حکم فرمایا اور عمرؓ کو اس بارے میں لکھا تو حضرت عمرؓ نے آپ کی رائے کی تحسین فرمائی (مصنف ابن ابی شیبہ) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کے راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن منقطع ہے اور انقطاع مضر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد کو جب آزاد کیا جائے تو اس آزادی کی عدت تین حیض ہے

بَابُ الْعِدَّةِ مِنْ بَعْدِ الطَّلَاقِ وَالْوَفَاةِ دُوْنَ خَبرِهِمَا

٣٣٦٤- حدثنا ابو معاوية عن عبيدالله عن نافع عن ابن عمرؓ، قال: "عِدَّتُهَا مِنْ يَوْمِ طَلَّقَهَا وَمِنْ يَوْمٍ يَمُوْتُ عَنْهَا"- رواه ابن ابی شیبة، وهذا سند صحیح- واخرج نحوه عن عطاء ومجاهد و ابن المسيب و سعيد بن جبير وابن سيرين و عكرمة ونافع و ابی قلابة و ابی العالية والشعبی والنخعی والزهری وعبدالرحمن بن يزيد و مكحول باسانيد جيدة(الزيلعی ٢:٤٨)-

٣٣٦٥- حدثنا وكيع و يحيى بن آدم عن شريك عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن يزيد عن عبدالله بن مسعودؓ، قال: "اَلْعِدَّةُ مِنْ يَوْمِ يَمُوْتُ اَوْ يُطَلِّقُ"- رواه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" (الزيلعی، السابق)، و سنده حسن-

٣٣٦٦- حدثنا ابن علية عن ايوب عن عمرو بن دينار عن جابر بن زيد يحسنه عن ابن عباس رضی الله عنهما ، قال: "اَلْعِدَّةُ مِنْ يَوْمِ يَمُوْتُ"- رواه ابن ابی شيبة (الزيلعی، السابق) و سنده صحيح-

باب طلاق اور وفات کی خبر نہ ہونے پر عدت کا بیان

۳۳۶۴۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عدت اسی دن سے شروع ہوگی جس دن اس کے خاوند نے اسے طلاق دی یا اس کا خاوند جس دن فوت ہوا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند صحیح ہے۔عطاء، مجاہد ابن مسیب، سعید بن جبیر، ابن سیرین، عکرمہ، نافع ابوقلابہ، ابوالعالیہ، شعبی، نخعی، زہری، عبدالرحمٰن بن یزید اور مکحول رحمہم اللہ سے بھی اسی قسم کا فتویٰ عمدہ سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

۳۳۶۵۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عدت اسی دن سے شروع ہوگی جس دن خاوند نے طلاق دی یا وہ مرا۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند حسن ہے۔

۳۳۶۶۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عدت خاوند کے مرنے کے دن سے ہی شروع ہوگی۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: بلکہ اسی گھڑی اور لمحہ سے شروع ہوگی جس گھڑی خاوند نے طلاق دی یا وہ مرا لہٰذا اگر وہ معتدۃ بالاشہر ہے تو اسی گھڑی سے اس کی عدت شروع ہو جائے گی اور اگر معتدۃ بالحیض ہے اس کی عدت تین حیض ہیں۔لیکن اسی گھڑی سے ہی اس پر عدت کے احکام لاگو ہو جائیں گے۔

ابواب الاحداد

باب ما تجتنب عنه الحادّة و علی من تحد

۳۳۶۷- عن ام سلمة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ، انہ قال: ”اَلْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَاتَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ“- رواه ابوداود، وسکت عنہ (۱:۳۲۲)۔

۳۳۶۸- عن ام سلمة رضی اللہ عنہا، ان النبی ﷺ قال: ”لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا“- اخرجہ (نیل الاوطار ۲:۲۲۶)۔

۳۳۶۹- عن ام عطیة رضی اللہ عنہا: قَالَتْ ”كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا

سوگ کا بیان

باب سوگ کرنے والی عورت کن چیزوں سے پرہیز کرے اور سوگ کن پر واجب ہے

۳۳۶۷۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے وہ عورت نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ گیرو کا رنگا ہوا کپڑا، نہ زیور پہنے، نہ مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔ (ابوداؤد باب فی ماتجتنب المعتدة فی عدتھا)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے سوگ کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

۳۳۶۸۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی مسلمان عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ ہاں البتہ اپنے خاوند (کے مرنے) پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے (بخاری باب الکحل للحادة؛ مسلم، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة وتحریمہ فی غیر ذلک الخ)۔

فائدہ: باقی مسند احمد میں قوی سند کے ساتھ جو مروی ہے کہ اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند جعفر بن ابی طالب کو شہید کیا گیا تو تیسرے روز حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد سوگ نہ منانا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اور چار ماہ دس دن پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔

۳۳۶۹۔ ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے روکا جاتا تھا۔ البتہ شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ منایا جاتا۔ (اس عرصہ میں) نہ ہم سرمہ لگاتے، نہ خوشبو استعمال کرتے اور نہ ہی رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔ البتہ وہ کپڑا پہنتے تھے جس کا

ثَوْبَ عَصْبٍ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا اِغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ"۔ اخرجاہ۔ و فی روایة: قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، فَاِنَّهَا لَاتَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ اَوْاَظْفَارٍ"۔ متفق علیه (نیل الاوطار ۲:۲۲۹۔۲۳۰)۔

۳۳۷۰- حدثنا احمد بن صالح نا ابن وهب اخبرنی مخرمة عن ابیه، قال: "سمعت المغیرة بن الضحاك یقول: اخبرتنی ام حکیم بنت اسید عن امها اَنَّ زَوْجَهَا تُوُفِّيَ، وَكَانَتْ تَشْتَكِيْ عَيْنَيْهَا فَتَكْتَحِلُ بِالْجِلَاءِ۔ قَالَ اَحْمَدُ: اَلصَّوَابُ بِكُحْلِ الْجِلَاءِ۔ قَالَ اَحْمَدُ: فَاَرْسَلَتْ مَوْلَاةً لَهَا اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَاَلَتْهَا عَنْ كُحْلِ الْجِلَاءِ۔ فَقَالَتْ: لَا تَكْتَحِلِيْ بِهٖ اِلَّا مِنْ اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ يَشْتَدُّ عَلَيْكِ فَتَكْتَحِلِيْنَ بِاللَّيْلِ، وَتَمْسَحِيْنَهٗ بِالنَّهَارِ۔ ثُمَّ قَالَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ اُمُّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ، وَقَدْ جَعَلْتُ عَلٰى عَيْنَيَّ صَبْرًا۔ فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا اُمَّ

دھاگا بننے سے قبل ہی رنگ دیا گیا ہو۔اور ہمیں اس بات کی اجازت تھی کہ اگر کوئی حیض کے بعد غسل کرے تو اس وقت تھوڑی سی اظفار (خوشبو کا نام ہے) استعمال کرسکتی ہے۔(بخاری، مسلم)۔ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔لیکن شوہر (کے مرنے) پر (چار ماہ دس دن سوگ منائے) عورت اپنے خاوند کے سوگ میں نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی رنگا ہوا کپڑا پہنے۔مگر وہ کپڑا پہن سکتی ہے جو بننے سے پہلے رنگا گیا ہو۔اور نہ وہ کوئی خوشبو استعمال کرے۔ہاں جب وہ حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا عود یا مقام اظفار کی تھوڑی سی خوشبو استعمال کرسکتی ہے (بخاری، مسلم)

فائدہ: باقی مراسیل ابوداؤد میں جو عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ "حضور ﷺ نے عورت کو اپنے باپ پر سات دن سوگ منانے کی اجازت دی" تو اس کا جواب یہ ہے کہ (اگر یہ حدیث صحیح ہو) غیر زوج پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کرنے والی حدیث مشہور ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔لہٰذا اس خبر واحد کی بنا پر اس حدیث مشہور سے اعراض نہیں کیا جائے گا۔تین دن سے زیادہ سوگ سے منع کرنے والی حدیث ام عطیہ، ام حبیبہ، حفصہ، زینب بنت جحش اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن سے مروی ہے۔لہٰذا باپ کا حکم بھی دیگر اقارب والا ہوگا۔نیز عورتیں اپنے احکام پر مردوں کی بہ نسبت زیادہ واقفیت رکھتی ہیں۔لہٰذا عورتوں کی احادیث کو عمرو بن شعیب کی حدیث پر جو مرسل اور معضل ہے فوقیت حاصل ہوگی۔

۳۳۷۰۔ مغیرہ بن ضحاک فرماتے ہیں کہ مجھے ام حکیم بنت اسید نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے شوہر کا انتقال

سَلَمَةَ؟ فَقُلْتُ : اِنَّمَا هُوَ صَبِرٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيْسَ فِيْهِ طِيْبٌ، قَالَ: اِنَّهٗ يَشُبُّ الْوَجْهَ، فَلَا تَجْعَلِيْهِ اِلَّا بِاللَّيْلِ، وَتَنْزَعِيْهِ بِالنَّهَارِ، وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ فَاِنَّهٗ خِضَابٌ۔ قَالَتْ: قُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بِالسِّدْرِ تَغْلِفِيْنَ بِهٖ رَاْسَكِ"۔ رواه ابوداود و سكت عنه(۱:۳۲۲)۔

بَاب اَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

۳۳۷۱- عن الفريعة بنت مالك رضى الله عنها، اَنَّهَا جَاءَ تْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَسْأَلُهٗ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ، وَاَنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ طَلَبِ اَعْبُدٍ لَهٗ اَبَقُوْا، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوْهُ، قَالَتْ: فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ، فَاِنَّ زَوْجِيْ لَمْ يَتْرُكْ لِيْ مَسْكَنًا يَمْلِكُهٗ، وَلَا نَفَقَةً۔ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : نَعَمْ ! قَالَتْ: فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ، اَوْ فِي الْمَسْجِدِ، نَادَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، اَوْ اَمَرَ بِيْ فَنُوْدِيْتُ لَهٗ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتِ: قَالَتْ: فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِيْ ذَكَرْتُ لَهٗ مِنْ شَاْنِ زَوْجِيْ۔ قَالَ: اُمْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى

ہو گیا۔ اور ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ تو وہ جلاء سرمہ استعمال کرتی تھیں۔ احمد فرماتے ہیں پھر انہوں نے اپنی خادمہ کو حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا۔ پس اس نے ام سلمہؓ سے پوچھا کہ کیا وہ جلاء کا سرمہ استعمال کرسکتی ہیں؟ ام سلمہؓ نے فرمایا تو جلاء کا سرمہ استعمال نہ کر۔ ہاں اگر شدید ضرورت ہو تو رات کو لگالیں اور دن میں پونچھ ڈالیں۔ پھر حضرت ام سلمہؓ نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا جب (میرے پہلے شوہر) ابوسلمہ انتقال کر گئے تو میں اپنی آنکھوں میں ایلواء لگایا کرتی تھی۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو پوچھا اے ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ ایلواء ہے اس میں خوشبو نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ چہرہ کو جوان بنا دیتا ہے لہٰذا اس کو نہ لگایا کر۔ مگر یہ کہ رات کو لگا لیا کر اور دن کو نکال لیا کر۔ اسی طرح خوشبو یا مہندی لگا کر کنگھی نہ کر اس لیے کہ یہ خضاب ہے۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر میں چہرہ کس چیز سے دھوؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا بیری کے پتے سے لتھیڑ کر اپنا سر دھو (ابوداؤد باب فیما تجتنب المعتدۃ فی عدتھا)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

باب جس عورت کا شوہر مر جائے وہ عورت عدت کہاں گذارے

۳۳۷۱۔ فریعہ بنت مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ میرے خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے جب وہ قدوم مقام پر پہنچے تو غلاموں کو پالیا لیکن انہوں نے میرے خاوند کو قتل کر دیا۔ فریعہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں اپنے اقرباء کے پاس چلی جاؤں؟ کیونکہ میرے خاوند نے میرے لیے

يَبلُغَ الْكِتَابُ أَجلَهُ- قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُّ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا- قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذٰلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَاتَّبَعَهُ وَقَضٰى بِهٖ"-رواه الترمذى وقال: حسن صحيح (۱:۱۴٦-۱۴۷)-

۳۳۷۲- اخبرنا مالك حدثنا نافع، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضي الله عنه كَانَ يَقُوْلُ: "لَا تَبِيْتُ الْمَبْتُوْتَةُ وَلَا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا إِلَّا فِيْ بَيْتِهَا"- رواه الامام محمد فى "الموطا" (حاشية الترمذى ۱:۱۵۴)- قلت: اسناده صحيح جليل-

بَابُ جَوَازِ الْخُرُوْجِ لِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

۳۳۷۳- اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا حماد عن ابراهيم: "أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ نَقَلَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ رضي الله عنه اِمْرَأَةَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ مِنْ وَفَاةِ زَوْجِهَا عُمَرَ رضي الله عنه، لِأَنَّهَا كَانَتْ فِيْ دَارِ الْإِمَارَةِ"- رواه الامام محمد فى كتاب الآثار (۱۲۷)- قلت: هذا منقطع، لكن فى تهذيب التهذيب (۱:۱۷۸-۱۷۹): النخعي عن علي مرسل، الى ان قال: قال الحافظ ابو

مکان چھوڑا ہے اور نہ ہی نان ونفقہ۔ فریعہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چلی جا۔ فریعہ کہتی ہیں کہ میں لوٹی اور ابھی حجرے یا مسجد میں ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا یا کسی کو حکم دیا کہ مجھے بلائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا تھا۔ فریعہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کا پورا قصہ دوبارہ بیان کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عدت پوری ہونے تک اپنے گھر ہی میں رہو۔ کہتی ہیں کہ پھر میں نے وہاں چار ماہ دس دن عدت گذاری۔ پھر جب حضرت عثمان خلیفہ بنے تو انہوں نے مجھ سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو میں نے آپؓ کو خبر دی تو آپ نے اس پر عمل کرنے اور فتویٰ دینے کا حکم فرمایا (ترمذی، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۳۷۲۔ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ بائنہ طلاق والی عورت اور وہ عورت جس کا خاوند مرجائے اپنے گھر میں ہی رات گذارے (موطا امام محمدؒ) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو اسی گھر میں عدت گذارنی چاہیے۔ جس گھر میں وہ عورت طلاق یا خاوند کی وفات کے وقت رہتی تھی۔

باب جس عورت کا خاوند مرجائے اس کے لیے ضرورت کے تحت نکلنا جائز ہے

۳۳۷۳۔ ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کو جو کہ حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی وفات کی عدت کے دوران (دارالامارت سے) منتقل کرلیا۔ کیونکہ وہ دارالامارت میں رہتی تھیں (کتاب الآثار محمد، باب عدة المطلقة والمتوفی عنہا زوجہا) اس کی سند صحیح جلیل ہے۔

سعید العلائی: هو مکثر من الارسال- وجماعة من الائمة صححوا مراسیله اهـ. قلت: هو من رجال الجماعة، وحماد هو ابن ابی سلیمان، وهو من رجال الصحاح، کما فی تهذیب التهذیب(١٦:٢)- وابو حنیفة قد اخرج له ابن حبان فی صحیحه، واستشهد به الحاکم فی "مستدرکه"، و قد وثقه کثیرون، کما فی الجوهر النقی(١٧٢:١)- فالسند اذا صحیح جلیل-

٣٣٧٤- عن عبدالمجید عن ابن جریج اخبرنی اسماعیل بن کثیر عن مجاهد: "اَنَّ رِجَالاً اُسْتُشْهِدُوْا بِاُحُدٍ، فَقَالَ نِسَاؤُهُمْ : یَارَسُوْلَ اللهِ! اِنَّا نَسْتَوْحِشُ فِیْ بُیُوْتِنَا، اَفَنَبِیْتُ عِنْدَ اِحْدَانَا؟ فَاَذِنَ لَهُنَّ اَنْ یَتَحَدَّثْنَ عِنْدَ اِحْدَاهُنَّ، فَاِذَا کَانَ وَقْتُ النَّوْمِ تَاْوِیْ کُلُّ اِمْرَاَةٍ اِلٰی بَیْتِهَا"- رواه الامام العلام الشافعی (التلخیص الحبیر٢:٣٣)- قلت: هو مرسل، وکلهم رجال الصحیح الا الاول، فانه من رجال مسلم، فالسند صحیح مرسل-

فائدہ: چونکہ دارالامارت ایک ہنگامی گھر تھا اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد یہ گھر واپس لیا جانا تھا اس لیے آپؓ نے اپنی بیٹی کو دارالامارت سے اپنے گھر وغیرہ منتقل کر دیا۔

۳۳۷۴۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ غزوۂ احد میں چند صحابہ شہید ہوگئے تو ان کی عورتوں نے کہا یارسول اللہ! ہمیں اپنے گھروں میں (علیحدگی کی وجہ سے) وحشت ہوتی ہے تو کیا ہم سب ہم میں سے کسی ایک کے گھر میں عدت گذار لیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ (دن کے وقت) کسی ایک کے گھر میں جا کر باہم گفتگو کر سکتی ہیں۔ لیکن جب سونے کا وقت ہو (یعنی رات کو) تو ہر ایک اپنے گھر آ جائے۔ (شافعی)۔ اس کی سند صحیح مرسل ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ ضرورت کے تحت گھر سے نکل سکتی ہے۔ لیکن رات اس گھر میں گذارنا ضروری ہے۔ باقی دارقطنی میں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے متوفی عنہا زوجہا سے فرمایا کہ "تو جہاں چاہے عدت گذار لے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ خود دارقطنی نے اس کی تضعیف کی ہے لہٰذا یہ صحیح احادیث کی معارض نہیں بن سکتی۔ اور صحیح مسلم میں جو حضرت جابرؓ سے اپنی خالہ کے قصہ میں مروی ہے کہ انہیں طلاق دی گئی تو انہوں نے اپنی کھجوروں کی دیکھ بھال کا ارادہ کیا تو ایک آدمی نے انہیں ڈانٹا تو وہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ضروری کام سے نکلنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک جزئی واقعہ ہے جو قاعدہ کلیہ کے معارض نہیں بن سکتا۔ نیز اس میں احتمال ہے اس بات کا کہ وہ اپنے نفقہ کے لیے نکلنے کی محتاج ہوں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ وہ نکلنے کی محتاج نہ تھیں بغیر دلیل کے دعویٰ ہے اور حاجت کے لیے تو نکلنا جائز ہے۔

بَابُ ثُبُوتِ النَّسَب

بَاب اَنَّ شَهَادَةَ النِّسَاءِ مَقْبُولَةٌ فِیْ مَالَا یَسْتَطِیْعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ اِلَیْهِ

۳۳۷۵- حدثنا عیسی بن یونس عن الاوزاعی عن الزهری، قال: "مَضَتِ السُّنَّةُ اَنْ تَجُوْزَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِیْمَا لَا یَطَّلِعُ عَلَیْهِ غَیْرُهُنَّ مِنْ وِلَادَاتِ النِّسَاءِ وَعُیُوْبِهِنَّ، وَتَجُوْزَ شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ وَحْدَهَا فِی الْاِسْتِهْلَالِ، وَامْرَاَتَانِ فِیْ مَا سِوَی ذٰلِكَ"- ورواه عبدالرزاق فی "مصنفه": اخبرنا ابن جریج عن الزهری فذکره(الزیلعی ۱:۵۱)- قلت: کلهم رجال الجماعة فالاثر حسن او صحیح-

۳۳۷۶- اخبرنا ابراهیم بن ابی یحیی الاسلمی اخبرنی اسحاق عن ابن شهاب: "اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ اَجَازَ شَهَادَةَ اِمْرَاَةٍ فِی الْاِسْتِهْلَالِ"- رواه عبدالرزاق فی مصنفه (الزیلعی ۱:۲۰)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا الاول، فانه من رجال ابن ماجة، وهو مختلف فیه، ولکن الزهری عن عمر رضی اللہ عنہ فهو مرسل-

۳۳۷۷- اخبرنا الثوری عن جابر الجعفی عن عبیداللّٰه بن یحیی- "اَنَّ عَلِیًّا اَجَازَ

ثبوتِ نسب کا بیان

باب جن امور میں مرد نظر نہیں رکھ سکتے ان میں صرف عورتوں کی گواہی قبول ہے

۳۳۷۵- زہریؒ فرماتے ہیں کہ طریقہ یہی چلا آ رہا ہے کہ وہ معاملات جن میں عورتوں کے علاوہ کسی اور کو اطلاع نہیں ہوتی۔ مثلاً عورتوں کا بچہ جننا اور عورتوں کے عیوب وغیرہ (عورتوں کے مخصوص حالات) ان میں صرف عورتوں کی گواہی جائز ہے اور بچہ کی پیدائش کے وقت کی چیخ میں اکیلی دائی جنائی کی گواہی معتبر ہے اور ان کے علاوہ دوسرے معاملات میں دو عورتوں کی گواہی کافی ہے اور اسے عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جسے زیلعی نے ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔ پس یہ اثر حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: زہری کا قول مضت السنة اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مرفوع حکمی ہے۔

۳۳۷۶- ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بچہ کی پیدائش کے وقت کی چیخ کے معاملے میں ایک عورت کی گواہی کو جائز قرار دیا ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے اول کے اور وہ بھی ابن ماجہ کا راوی ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

۳۳۷۷- عبیداللہ بن یحییٰ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے بچہ کی پیدائش کے وقت کی چیخ کے معاملے میں اکیلی دائی جنائی کی

شَهَادَةَ الْمَرْاَةِ الْقَابِلَةِ وَحْدَهَا فِی الْاِسْتِهْلَالِ"۔ رواہ عبدالرزاق فی "مصنفہ" (الزیلعی ۲:۲۰۸)۔ و فیہ ایضا ما حاصلہ ان عبیداللہ مجهول۔ قلت: معتضد بہ۔

ابواب ما ورد فی العزل و الغیلة و الاتیان فی الدبر و الاستمناء

باب جواز العزل عن الحرة باذنها

۳۳۷۸- حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا اسحاق بن عیسی ثنا ابن لهیعة حدثنی جعفر بن ربیعة عن الزهری عن محرر بن ابی هریرة عن ابیه عن عمر بن الخطاب ﷺ، قَالَ: "نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا"۔ رواہ ابن ماجه (۱۴۰)۔ قلت: رجاله رجال مسلم الا محررا۔ وذکرہ ابن حبان فی الثقات، کما فی تهذیب التهذیب (۱:۵۵ و ۵۶) وابن لهیعة قد مر غیر مرة انه مختلف فیه۔ والاختلاف غیر مضر، لا سیما قد صرح هناك بالتحدیث، وقال ابوداود: وجعفر لم یسمع من الزهری، کما فی "تهذیب التهذیب" (۲:۹۰)۔ فالسند منقطع محتج به، وقد تقوی بالموقوف الذی بعدہ، لا سیما و قد احتج به الجمهور، کما فی "فتح الباری" (۹:۲۶۹)۔

۳۳۷۹- عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قَالَ "تُسْتَاْمَرُ الْحُرَّةُ فِی الْعَزْلِ وَلَا تُسْتَاْمَرُالْاَمَةُ السَّرِیَّةُ فَاِنْ کَانَتْ اَمَةٌ تَحْتَ حُرٍّ فَعَلَیْهِ اَنْ یَسْتَاْمِرَهَا" رواہ عبدالرزاق بسند

گواہی کو جائز قرار دیا (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ روایت تائیداً ذکر کی گئی ہے۔

باب آزاد عورت کی اجازت سے عزل جائز ہے

فائدہ: عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد حمل سے بچنے کے لیے انزال کے وقت عورت کے اندام نہانی سے عضو مخصوص کو کھینچ لے۔

۳۳۷۸۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آزاد عورت سے عزل کرنے سے منع فرمایا۔ مگر اس کی اجازت سے (جائز ہے) (ابن ماجہ)۔ اس کی سند منقطع قابلِ حجت ہے۔ خصوصاً یہ اپنے مابعد کی حدیثِ موقوف سے مؤید ہو کر قوی ہو چکی ہے اور پھر جمہور نے اس سے حجت پکڑا ہے جو اس کی صحت کی دلیل ہے۔

۳۳۷۹۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عزل کے معاملے میں آزاد عورت سے اجازت لی جائے اور باندی سے اجازت نہ لی جائے۔ اور اگر باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہو تو اس سے اجازت لینا بھی ضروری ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

صحیح (فتح الباری ٩-٢٧٠)

٣٣٨٠- عن ابی ذر رضی اللہ عنہ رفعه: "ضَعْهُ فِی حَلَالِهٖ وَجَنِّبْهُ حَرَامَهٗ، وَاَقْرِرْهُ، فَاِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَحْيَاهُ، وَاِنْ شَاءَ اَمَاتَهٗ وَلَكَ اَجْرُهٗ"- رواه ابن حبان فی صحیحه (فتح الباری ٩:٢٧١)-

٣٣٨١- عن انس رضی اللہ عنہ، اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ عَنِ الْعَزْلِ - فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : "لَوْ اَنَّ الْمَآءَ الَّذِیْ يَكُوْنُ مِنْهُ الْوَلَدُ اَهْرَقْتَهٗ عَلٰى صَخْرَةٍ لَاَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا وَلَدًا"- اخرجه احمد والبزار، وصححه ابن حبان (فتح الباری ٩:٢٦٩)- وعزاه فی "کنز العمال" (٨:٢٥٧) الی الضیاء المقدسی، وسنده صحیح ایضا علی قاعدة الحافظ-

٣٣٨٢- عن جابر رضی اللہ عنہ، قال: "كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِیَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ"- رواه مسلم-(١:٤٦٥)-

٣٣٨٣- عن جابر رضی اللہ عنہ ،قال: "سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِیْ جَارِيَةً هِیَ خَادِمُنَا

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر نکاح میں آزاد عورت ہو تو اس سے عزل کے لیے اجازت لی جائے اور اجازت کی صورت میں عزل جائز ہے اور اپنی باندی سے بغیر اجازت کے عزل جائز ہے۔

٣٣٨٠۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نطفے کو حلال جگہ میں رکھو اور اس کو اس کے حرام سے بچاؤ اور اس کو ٹھہراؤ اس لیے کہ اگر اللہ چاہیں گے تو اسے زندہ کریں گے (یعنی بچہ پیدا ہوگا) اور اگر چاہیں گے تو اسے مار دیں گے (یعنی اس سے کچھ پیدا نہیں ہوگا) اور لیکن تجھے اجر مل جائے گا۔ (صحیح ابن حبان)

فائدہ: اس حدیث سے عزل نہ کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

٣٣٨١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عزل کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پانی سے بچہ ہونا ہے اگر اس پانی کو تو ایک پتھر پر بھی بہائے تو اللہ ضرور اس سے بچہ پیدا کریں گے (احمد) اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور کنز العمال میں اسے ضیاء مقدسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور حافظ کے قاعدہ پر اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی عدمِ عزل کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

٣٣٨٢۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا (مسلم)۔

٣٣٨٣۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہمارے کام کاج کرتی

وَسَانِیَتُنَا، وَاَنَا اَطُوفُ عَلَیهَا، وَاَنَا اَکرَهُ اَن تَحمِلَ- فَقَالَ: اِعزِل عَنهَا اِن شِئتَ، فَاِنَّهُ سَیَاتِیهَا مَاقُدِّرَلَهَا، فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاهُ- فَقَالَ: اِنَّ الجَارِیَةَ قَد حَبِلَت: فَقَالَ: قَد اَخبَرتُكَ اَنَّهُ سَیَاتِیهَا مَاقُدِّرَ لَهَا"- رواه مسلم (۱:٤٦٦)-

۳۳۸٤- عن جدامة بنت وهب اخت عكاشة، قالت: "حَضَرتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اِلی اَن قَالَت: ثُمَّ سَاَلُوهُ عَنِ العَزلِ- فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: ذٰلِكَ الوَأدُ الخَفِیُّ، وَهِیَ ﴿وَاِذَا المَوءُودَةُ سُئِلَت﴾- رواه مسلم (۱:٤٦٦)-

باب ماورد فی الغیلة

۳۳۸۵- حدثنا هشام بن عمار ثنا یحیی بن حمزة عن عمرو بن مهاجر انه سمع اباه المهاجر بن ابی مسلم یحدث عن اسماء بنت یزید بن السكن و كانت مولاته، انها سَمِعَت رَسُولَ اللهِ ﷺ یَقُولُ: "لَا تَقتُلُوا اَولَادَکُم سِرًّا، فَوَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهِ اِنَّ الغَیلَ لَیُدرِكُ

ہے اور پانی لاتی ہے اور میں اس سے صحبت کرتا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر۔ لیکن جو اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ آ کر رہے گا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ باندی تو حاملہ ہو چکی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ آ کر رہے گا۔ (مسلم)

۳۳۸۴۔ عکاشہؓ کی بہن جدامہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر تھی لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وأدِ خفی ہے (یعنی زندہ درگور کرنے کی ہلکی قسم ہے)۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) یہی وہ مؤودۃ ہے قیامت والے دن جس کے بارے میں سوال ہوگا (مسلم)۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ عزل جائز ہے مگر مکروہ، کیونکہ اس میں نطفہ کا ضیاع ہے تو عزل نہ کرنا ہی مستحب ہے کیونکہ بچہ کا پیدا کرنا اور نہ کرنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

باب غِیلہ کا بیان

فائدہ: دودھ پلانے کے زمانے میں مرد کا اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا اور دودھ پلانے کے زمانے میں عورت کا حاملہ ہونا غیلہ کہلاتا ہے۔

۳۳۸۵۔ اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی اولاد کو پوشیدہ طور پر قتل نہ کرو۔ قسم

الْفَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهٖ حَتّٰى يَصْرَعَهٗ"۔ رواه ابن ماجة (١٤٦) واسناده صحيح، فان كلهم من رجال البخاری الا عمرو وقد وثق۔

٣٣٨٦- عن جدامة بنت وهب الاسدية رضی الله عنها، انها سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ، حَتّٰى ذَكَرْتُ اَنَّ الرُّوْمَ وَالْفَارِسَ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ"۔ رواه مسلم(١:٤٦٦)۔ وقال: "واما خلف فقال عن جذامة الاسدية۔ قال مسلم: والصحيح ما قاله يحيی بالدال غير منقوطة"۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَحْرِيْمِ اِتْيَانِ الزَّوْجَةِ فِيْ الدُّبُرِ

٣٣٨٧- عن امير المومنين علی بن ابی طالب ؓ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِيْ اَعْجَازِهِنَّ اَوْ قَالَ: فِيْ اَدْبَارِهِنَّ"۔ رواه الامام احمد۔ وقال فی مجمع الزوائد: ورجاله ثقات(نيل الاوطار ٦: ١٢٠ و ١٢١)۔

٣٣٨٨- عن علی بن طلق ؓ، قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ" لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِيْ

ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بے شک غیل گھوڑے کی پیٹھ پر سوار پر اثر انداز ہوتا ہے حتیٰ کہ اسے گرا دیتا ہے (ابن ماجہ، باب الغیل) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۸۶۔ جدامہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے غیل سے روکنے کا ارادہ کیا لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس کے لوگ غیلہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو ضرر نہیں پہنچتا۔ (مسلم، باب جواز الغیلۃ)

فائدہ: اگر عورت سے جماع کیا جائے تو اس کا دودھ خراب ہو جاتا ہے جو کہ دودھ پینے والے بچے کے لیے نقصان دہ ہے اس لیے حالت ارضاع میں بیوی سے ہمبستری کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اس صورت میں بچہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اور جوان ہو کر جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو بعض اوقات گھوڑے سے گر جاتا ہے اس لیے اسے قتل سے تشبیہ دی ہے۔

باب عورتوں سے بدفعلی کرنا

۳۳۸۷۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے بدفعلی نہ کرو اور ان کے پاس ان کے پیچھے سے نہ آؤ۔ (مسند احمد) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۳۸۸۔ علی بن طلقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے سے بدفعلی نہ

اَسۡتَاهِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا يَسۡتَحۡيِیۡ مِنَ الۡحَقِّ"۔ رواه احمد والترمذی، وقال: حدیث حسن (نيل الاوطار ٦:١٢٠)۔

٣٣٨٩- عن ام سلمة رضی الله عنها عن النبی ﷺ فِیۡ قَوۡلِهٖ تَعَالیٰ: ﴿نِسَائُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ﴾ "يَعۡنِیۡ صِمَامًا وَاحِدًا"۔ رواه احمد والترمذی وقال: حديث حسن (نيل الاوطار ٦:١٢٣)۔

٣٣٩٠- حدثنا موسى بن اسماعيل نا حماد ح ونا مسدد نا يحيى عن حماد بن سلمة عن ابی تميمة عن ابی هريرة﷛: اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَنۡ اَتٰی کَاهِنًا قَالَ مُوۡسٰی فِیۡ حَدِيۡثِهٖ: فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوۡلُ اَوۡ اَتٰی اِمۡرَاَةً قَالَ مُسَدَّدٌ: اِمۡرَاَتَهٗ حَائِضًا اَوۡاَتٰی اِمۡرَاَةً قَالَ مُسَدَّدٌ: اِمۡرَاَتَهٗ فِیۡ دُبُرِهَا، فَقَدۡ بَرِئَ مِمَّا اُنۡزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ"۔ رواه ابوداود(٢:١٨٩)۔ وسكت عنه۔ وعزاه فی "الجامع الصغير"(٢:١٣٥)الى الامام احمد والاربعة، ثم رمز لتحسينه۔

٣٣٩١- عن ابی هريرة﷛، قال: قال رسول الله ﷺ: "مَلۡعُوۡنٌ مَنۡ اَتٰی اِمۡرَاَةً فِیۡ دُبُرِهَا"۔

کرو۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں کرتے۔ (احمد، ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۳۳۸۹۔ ام سلمہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے فرمان ﴿**نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم**﴾ (ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں تم ان سے جس طرح چاہو جماع کرو) سے مراد ایک ہی راستہ ہے (یعنی اگلی شرمگاہ)۔ (احمد، ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۳۳۹۰۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کاہنوں کے پاس (آئندہ کی بات پوچھنے کے لیے) جائے، موسیٰ بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ پس وہ ان کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرے (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) یا کسی عورت سے جماع کرے، مسدد فرماتے ہیں کہ (اس کا مطلب یہ ہے کہ) اپنی عورت سے حالت حیض میں جماع کرے (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) یا اپنی عورت سے جماع کرے۔ مسدد فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے پیچھے سے بدفعلی کرے تو (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) ایسا شخص حضور ﷺ پر نازل کردہ چیز سے بری ہے (یعنی اس کے یہ اعمال قرآن کے خلاف ہیں)۔ (ابوداؤد کتاب الکہانۃ والتطیر)۔ امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔ اور جامع صغیر میں اس حدیث کو احمد اور اربعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس کے حسن ہونے کا اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

۳۳۹۱۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیویوں سے پیچھے سے جماع کرے

رواه احمد وابوداود- قال الحافظ فى بلوغ المرام: ان رجال حديث ابى هريرة هذا ثقات، لكن اعل بالارسال(نيل الاوطار۶:۱۲۰)- ورمز لصحته فى الجامع الصغير فالحديث صحيح، ولا يبالى بالاختلاف كما عرفت غير مرة-

بَابُ مَا وَرَدَ فِيْ الْاِسْتِمْنَاءِ بِكَفِّهِ

۳۳۹۲- عن انس ﷺ مرفوعا:"سَبْعَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَجْمَعُهُمْ مَعَ الْعَالَمِيْنَ، يُدْخِلُهُمُ النَّارَ اَوَّلَ الدَّاخِلِيْنَ، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، فَمَنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ- النَّاكِحُ يَدَهٗ، وَالْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالضَّارِبُ اَبَوَيْهِ حَتّٰى يَسْتَغِيْثَا، وَالْمُؤْذِىْ جِيْرَانَهٗ حَتّٰى يَلْعَنُوْهُ، وَالنَّاكِحُ حَلِيْلَةَ جَارِهٖ"- رواه الحسن بن عرفة فى جزءه والبيهقى فى "شعب الايمان"-(كنز العمال ۸:۱۹۲) رواه جعفر الفريابى من حديث عبدالله بن عمرو وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف (التلخيص الحبير ۲:۳۰۹)- قلت : قد ثبت كونه محتجا به كما مر غير مرة-

ے(احمد،ابوداود) یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے پیچھے سے جماع کرنا حرام ہے۔

باب اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکالنے کا بیان

۳۳۹۲۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے، نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کریں گے، نہ جہان والوں کے ساتھ ان کو جمع کریں گے۔ اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں داخل کریں گے۔ ہاں مگر جو توبہ کرلیں ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں، ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں، جو شخص توبہ کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے: ایک وہ شخص جو اپنے ہاتھ سے جماع کرے، دوسرا لواطت کرنے والا، تیسرا وہ شخص جس سے لواطت کی جائے، چوتھا کثرت سے شراب پینے والا، پانچواں وہ شخص جو اپنے والدین کو تکلیف پہنچائے حتیٰ کہ وہ خدا سے فریاد کرنے لگیں، چھٹا وہ شخص جو اپنے پڑوسیوں کو اتنی تکلیف دے حتیٰ کہ وہ اس پر لعنت کرنے لگیں، ساتواں وہ شخص جو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ اسے حسن بن عرفہ نے اپنے جزء میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث قابل استدلال ہے۔

۳۳۹۳- عن بشر بن عطية مرفوعا: ''اَلَا لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ عَلٰى مَنِ اِنْتَقَصَ شَيْئًا مِنْ حَقِّيْ، وَعَلٰى مَنْ اَبٰى عِتْرَتِيْ، وَعَلٰى مَنِ اِسْتَخَفَّ بِوِلَايَتِيْ، وَعَلٰى مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ، وَعَلٰى مَنْ اِنْتَفٰى مِنْ وَلَدِهٖ، وَعَلٰى مَنْ بَرِئَ مِنْ مَوَالِيْهِ، وَعَلٰى مَنْ سَرَقَ مِنْ مَنَارِ الْاَرْضِ وَحُدُوْدِهَا، وَعَلٰى مَنْ اَحْدَثَ فِي الْاِسْلَامِ حَدَثًا، اَوْ آوٰى مُحْدِثًا، وَعَلٰى نَاكِحِ الْبَهِيْمَةِ وَعَلٰى نَاكِحِ يَدِهٖ، وَعَلٰى مَنْ اَتَى الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ'' - الحديث- رواه الباوردی وضعف (کنز العمال، ۸:۱۹۴)-

۳۳۹۴- عن الحارث عن علی ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ''سَبْعَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ

۳۳۹۳- بشر بن عطیہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''خبردار اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس شخص پر جو میرے حق سے کچھ کمی کرے (یعنی میرے حقوق ادا نہ کرے) اور اس شخص پر جو میری اولاد کو ناپسند کرے اور انکار کرے اور اس شخص پر جو میرے حکم کو ہلکا سمجھے اور اس شخص پر جو قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف جانور کا منہ کر کے ذبح کرے۔ اور اس شخص پر جو اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرے اور اس غلام پر جو اپنے مولیٰ سے براءۃ کا اعلان کرے۔ اور اس شخص پر جو زمین کے نشانات اور حدود میں سے چوری کرے (جیسے کاشتکار کھیت کی پگڈنڈیوں میں ہیر پھیر کرتے ہیں) اور اس شخص پر جو اسلام میں کوئی بدعت گھڑے۔ یا بدعتی کو پناہ دے۔ اور اس شخص پر جو جانور سے بدفعلی کرے اور اس شخص پر جو اپنے ہاتھ سے جماع کرے اور اس شخص پر جو مردوں سے بدفعلی کرے۔ (کنز العمال)۔ اسے باوردی نے روایت کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے۔

<u>فائدہ</u>: بالفرض اگر احادیث مذکورہ کی سند قابل استدلال نہ ہوں تو بھی ہمارے لیے مضر نہیں اس لیے کہ ہمارا دعویٰ تو قرآن پاک کی آیت ﴿والذین هم لفروجهم حافظون﴾ سے بھی ثابت ہے وہ اس طرح کہ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ استمتاع اور قضاء شہوت صرف دو طریقوں سے ہی جائز ہے یا بیوی کے ذریعے یا باندی کے ذریعے۔ اور اس کے علاوہ باقی طریقوں سے غیر حلال اور حرام ہے اور استمناء بالید بھی مذکورہ بالا دونوں طریقوں کے علاوہ ہے لہٰذا وہ اس آیت کی رو سے حرام ہوگا (ھکذا قال صاحب رد المحتار)۔

۳۳۹۴- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں سے کلام نہیں فرمائیں گے اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ ہاں وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔ ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔ ہاں مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں (یعنی توبہ کرنے کی صورت میں اللہ معاف کر دیں گے)۔ (۱) بدفعلی کرنے والا، (۲) جس سے بدفعلی کی جائے، (۳) اپنے ہاتھ سے جماع کرنے والا، (۴) اپنے پڑوسی کی بیوی سے

الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، يُقَالُ لَهُمْ اُدْخُلُوا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، اِلَّا اَنْ يَتُوْبُوْا، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبُوْا، اَلْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ، وَالنَّاكِحُ يَدَهٗ، وَالنَّاكِحُ حَلِيْلَةَ جَارِهٖ۔ وَالْكَذَّابُ الْاَشَرُّ، وَمُعْسِرُ الْمُعْسِرِ، وَالضَّارِبُ وَالِدَيْهِ حَتّٰى يَسْتَغِيْثَا"۔ رواه ابن جرير (فی تهذيبه) وقال: لا يعرف عن رسول الله ﷺ الا رواية علی۔ ولا يعرف له مخرج عن علی الا من هذا الوجه، غير ان معانيه معان قد وردت عن رسول الله ﷺ بها اخبار بالفاظ خلاف هذه الالفاظ (كنز العمال۸:۲۳٤)۔

۳۳۹۵- عبدالرزاق عن سفيان الثوری عن عبدالله بن عثمان عن مجاهد،قال: سئل ابن عمر ؓ عن الاستمناء، فقال: "ذٰلِكَ نَائِكُ نَفْسِهٖ"۔

۳۳۹٦- وعن: سفيان الثوری عن الاعمش عن ابی رزين عن ابی يحيی عن عباس: "اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ: اِنِّیْ اَعْبَثُ بِذَكَرِیْ حَتّٰى اُنْزِلَ قَالَ: اُفٍّ نِكَاحُ الْاَمَةِ خَيْرٌ مِّنْهُ۔ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنَ الزِّنَا"۔ ذكره ابن حزم فی المحلی۔ وقال: الاسانيد عن ابن عباس و ابن عمر فی كلا القولين مغموزة۔

۳۳۹۷- عبدالرزاق نا ابن جريج اخبرنی ابراهيم بن ابی بكر عن رجل عن ابن عباس: انه قال: "وَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ يَّعْرُكَ اَحَدُكُمْ زُبَّهٗ حَتّٰى يُنْزِلَ الْمَاءُ"۔

کرنے والا، (۵) انتہائی جھوٹا اکڑ پھکڑ والا، (٦) تنگدست کو تنگ کرنے والا، (یعنی تنگدست مقروض کو بار بار پریشان کرنے والا)، (۷) اپنے والدین کو تکلیف پہنچانے والا کہ وہ فریاد پر مجبور ہو جائیں (کنز العمال) اسے ابن جریر نے اپنی تہذیب میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: چونکہ اپنے ہاتھ سے منی نکالنے والے پر وعید سنائی گئی ہے اور وعید ترک واجب پر ہی ہوتی ہے اور ترک واجب حرام ہے لہٰذا اپنے ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے۔

۳۳۹۵۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ہاتھ سے منی نکالنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ایسا کرنے والا تو بیوقوف ہی ہے (مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے منی نکالنا مکروہ تحریمی ہے۔

۳۳۹٦۔ ابو یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ میں اپنے 'ذکر' سے کھیلتا ہوں، حتیٰ کہ انزال ہو جاتا ہے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا افسوس ہے، باندی سے نکاح کر لینا اس سے بہتر ہے اور یہ زنا سے بہت بہتر ہے (محلی لابن حزم)

۳۳۹۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے منی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے 'ذکر' کو ملے، حتیٰ کہ انزال ہو جائے۔ (مصنف عبدالرزاق)

٣٣٩٨- عن قتادة عن رجل عن ابن عمر، انه قال: "إِنَّمَا هُوَ عَصَبٌ تَدْلُكُهُ"- رواه ابن حزم فی "المحلی" (١١: ٣٩٣)- و فیهما کما تری مجهول-

٣٣٩٩- عن قتادة: وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الرَّجُلِ يَسْتَمْنِي يَعْبَثُ بِذَكَرِهِ حَتّٰى يُنْزِلَ، قَالَ: "كَانُوْا يَفْعَلُوْنَهُ فِی الْمَغَازِیْ"-

٣٤٠٠- قال قتادة: وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الرَّجُلِ يَسْتَمْنِي يَعْبَثُ بِذَكَرِهِ حَتّٰى يُنْزِلَ، قَالَ: "كَانُوْا يَفْعَلُوْنَهُ فِی الْمَغَازِیْ"-

٣٤٠١- وعن جابر بن زید ابی الشعثاء، قال: هُوَ مَاؤُكَ فَاهْرِقْهُ يَعْنِی الْاِسْتِمْنَاءَ-

٣٤٠٢- وعن مجاهد قال: "كَانَ مَنْ مَضٰى يَأْمُرُوْنَ شَبَابَهُمْ بِالْاِسْتِمْنَاءِ يَسْتَعِفُّوْنَ بِذٰلِكَ"-

٣٤٠٣- قال عبدالرزاق وذکره معمر عن ایوب السختیانی او غیره عن مجاهد عن الحسن: "اَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِالْاِسْتِمْنَاءِ"-

٣٤٠٤- وعن عمرو بن دینار: "مَا اَرٰى بِالْاِسْتِمْنَاءِ بَأْسًا"- ذکره ابن حزم ایضا- وقال: الکراهة صحیحة عن عطاء، والاباحة المطلقة صحیحة عن الحسن، وعن عمرو بن دینار،

۳۳۹۸۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ (عضو مخصوص) تو ایک پٹھہ ہے جسے تو ملتا ہے (محلی ابن حزم)۔

۳۳۹۹۔ علاء اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ غزوات میں استمناء کرتے تھے یعنی ایک آدمی اپنے عضو مخصوص کو ملتا تھا یہاں تک کہ انزال ہو جاتا۔

۳۴۰۰۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؒ نے استمناء کرنے والے آدمی (یعنی جو آدمی اپنے عضو مخصوص سے کھیلتا ہے حتی کہ انزال ہو جاتا ہے) کے بارے میں فرمایا کہ لوگ یہ عمل غزوات میں کرتے تھے۔

۳۴۰۱۔ جابر بن زید ابو الشعثاءؒ فرماتے ہیں کہ یہ تیرا پانی ہے پس اسے بہا یعنی استمناء بالید کر۔

۳۴۰۲۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ گذشتہ زمانے کے لوگ اپنے جوانوں کو استمناء بالید کا حکم کرتے تھے تاکہ وہ اس طرح زنا سے بچ جائیں۔

۳۴۰۳۔ مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت حسنؒ استمناء بالید کو برا نہیں سمجھتے تھے (عبدالرزاق)

۳۴۰۴۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں استمناء بالید کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ صحت کے ساتھ عطاء سے کراہت ثابت ہے اور حسن، عمرو بن دینار، زیاد بن ابی العلاء اور مجاہد سے اباحت۔

وعن زیاد ابی العلاء، وعن مجاهد- ورواه من رواه من هؤلاء عمن ادرکوا، وهؤلاء کبار التابعین لا یکادون یروون الا عن الصحابة اه-

باب حرمة السحاق بین النساء

٣٤٠٥- عن ابی سعید الخدری ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ، وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَةُ اِلَی الْمَرْاَةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ- رواه مسلم(المحلی ١١:٣٩١)-

٣٤٠٦- نا ابو الاحوص عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل عن شقیق بن سلمة عن عبدالله بن مسعود ﷺ، قال: "نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُبَاشِرَ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ"، الحدیث- رواه ابن ابی شیبة (المحلی ١١:٣٩٢) ورجاله رجال الصحیح-

٣٤٠٧- عن واثلة ﷺ، قال: قال رسولُ اللّٰه ﷺ : "اَلسِّحَاقُ بَیْنَ النِّسَاءِ زِنًا بَیْنَهُنَّ"- رواه الطبرانی ورواه ابو یعلی ولفظه: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سِحَاقُ النِّسَاءِ بَیْنَهُنَّ زِنًا"- ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ٦:٢٥٦)-

---

فائدہ: عام حالات میں استمناء بالید مکروہ تحریمی ہے البتہ زنا سے بچنے کے لیے وقتی ضرورت کے تحت جائز ہے۔

باب عورتوں کے درمیان سحاق کے حرام ہونے کا بیان

فائدہ: سحاق کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی شرمگاہ دوسری عورت کی شرمگاہ پر رگڑے۔

٣٤٠٥۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مرد مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ ہی عورت عورت کے ستر کو دیکھے اور دو مرد ایک ہی کپڑے میں ننگے ہو کر نہ سوئیں اور نہ ہی دو عورتیں ایک کپڑے میں سوئیں جبکہ وہ دونوں ننگی ہوں (مسلم)۔

٣٤٠٦۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو عورتوں کے ایک ہی کپڑے میں ننگی حالت میں سونے سے منع فرمایا (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

٣٤٠٧۔ واثلہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتوں کا آپس میں سحاق کرنا ایسے ہی ہے جیسے زنا کرنا (طبرانی)۔ ابو یعلی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کا سحاق کرنا زنا کے حکم میں ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۴۰۸- وعن انس بن مالك، قال: قال رسول الله ﷺ: "اِذَا اسْتَحَلَّتْ اُمَّتِیْ سِتًّا فَعَلَيْهِمُ الدِّمَارُ، اِذَا ظَهَرَ فِيْهِمُ التَّلَاعُنُ، وَشَرِبُوا الْخُمُوْرَ، وَلَبِسُوا الْحَرِيْرَ، وَاتَّخَذُوا الْقِيَانَ، وَاكْتَفَى النِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ، وَالرِّجَالُ بِالرِّجَالِ"- رواه الطبرانی فی "الاوسط"- وفيه عباد بن كثير الرملی، وثقه ابن معين وغيره، وضعفه جماعة-(مجمع الزوائد ۸:۳۳۲)-

۳۴۰۹- ورواه الطبرانی من طريق عتی السعدی عن ابن مسعود ایضا بلفظ "اِنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَاَشْرَاطِهَا اَنْ يَكْتَفِیَ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ، وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ"- وفيه سيف بن مسكين وهو ضعيف (مجمع الزوائد ۸:۳۳۲)- قلت: ولا باس به فی المتابعات-

اَبْوَابُ حِضَانَةِ الْوَلَدِ وَمَنْ اَحَقُّ بِهٖ

بَاب اَنَّ الْاُمَّ اَحَقُّ بِالْوَلَدِ بَعْدَ الطَّلَاقِ مَالَمْ تَنْكِحْ

۳۴۱۰- عن عبدالله بن عمرو: "اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ! اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا كَانَ

۳۴۰۸۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت چھ (حرام) چیزوں کو حلال سمجھ لے گی تو تباہی و بربادی ان کا مقدر ہو جائے گی (وہ چھ چیزیں یہ ہیں) ۱۔ جب ان کی ایک دوسرے پر لعن طعن عام ہو جائے، ۲۔ وہ شراب پینے لگ جائیں، ۳۔ ریشم کا پہننے لگیں، ۴۔ بچوں سے بدفعلی کرنے لگیں، ۵۔ عورتیں عورتوں پر قناعت کرنے لگیں (یعنی سحاق عام ہو جائے)، ۶۔ اور مرد مرد پر ہی قناعت کرنے لگے (یعنی لواطت عام ہو جائے)۔ (طبرانی فی الاوسط) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور عباد بن کثیر رملی بھی مختلف فیہ ہے لہٰذا یہ حدیث کم از کم حسن ہے۔

۳۴۰۹۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ مرد مردوں پر اکتفاء کریں گے اور عورتیں عورتوں پر قناعت کریں گی۔ (یعنی سحاق اور لواطت عام ہوگی) (طبرانی) اس میں سیف بن مسکین ضعیف ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ متابعات میں اس کا کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: سحاق کی صورت میں اگر درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو یہ بالاتفاق حرام ہے اور رکاوٹ ہونے کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے۔ بہر حال سحاق قابل تعزیر جرم ہے۔

ابواب بچے کی پرورش کے بیان میں اور اس بیان میں کہ بچے کو لینے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

باب طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے قبل ماں بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے

۳۴۱۰۔ عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، زمانہ حمل میں میرا پیٹ اس کا

بَطْنِی لَهٗ وِعَاءٌ، وَثَدْیِی لَهٗ سِقَاءٌ، وَحِجْرِی لَهٗ حِوَاءٌ، وَاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِی وَاَرَادَ اَنْ یَنْتَزِعَهٗ مِنِّی- فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْكِحِیْ"- رواه ابوداود(۱:۳۱۷)- وسكت عنه- وصححه الحاكم(دراية ٢٣٤)-

٣٤١١- عن يحيى بن سعيد، انه قال: سمعت القاسم بن محمد يقول: "كَانَتْ عِنْدَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَوَلَدَتْ لَهٗ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ- ثُمَّ اِنَّهٗ فَارَقَهَا- فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُبَاءَ فَوَجَدَ ابْنَهٗ عَاصِمًا یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ- فَاَخَذَ بِعَضُدِهٖ فَوَضَعَهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ عَلَى الدَّابَّةِ- فَاَدْرَكَتْهُ جَدَّةُ الْغُلَامِ، فَنَازَعَتْهُ اِیَّاهُ- حَتّٰی اَتَیَا اَبَا بَكْرِ الصِّدِّیْقِ فَقَالَ عُمَرُ: اِبْنِیْ، وَقَالَتِ الْمَرْاَةُ: اِبْنِیْ- فَقَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّیْقُ: خَلِّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗ-وقَالَ: فَمَا رَاجَعَهٗ عُمَرُ الْكَلَامَ"- رواه الامام مالك فى "الموطا"، ورجاله رجال الجماعة لكنه منقطع، فان القاسم لم يدرك عمر رضی اللہ عنہ-

٣٤١٢- حدثنا محمد بن بشر ثنا سعيد بن ابى عروبة عن قتادة عن سعيد بن

غلاف اور زمانہ رضاعت میں میرا سینہ اس کے پینے کا برتن اور میری گود اس کا ٹھکانہ تھی، اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اس بچہ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک کہ تو کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ (ابوداؤد، باب من احق بالولد)۔ امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳۴۱۱۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک انصاری عورت حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھی اس عورت سے حضرت عمرؓ کے بیٹے عاصم بن عمر پیدا ہوئے پھر حضرت عمرؓ نے اس سے جدائی اختیار کرلی (طلاق کے ذریعے) پھر کسی دن حضرت عمرؓ قباء مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ انکا بیٹا عاصم دوسرے بچوں کے ساتھ مسجد کے صحن میں کھیل رہا ہے تو اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے سواری پر بٹھالیا۔ پھر (راستے میں) بچے کی نانی نے آپؓ کو دیکھ لیا تو بچے کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرنے لگی۔ آخر کار دونوں ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمرؓ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور عورت نے کہا کہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ سے فرمایا کہ بچے اور عورت کے درمیان رکاوٹ نہ بن (یعنی بچہ اسے دے دو) راوی کہتے ہیں کہ پھر کبھی حضرت عمرؓ نے اس بچے کے بارے میں بات نہیں کی (موطا مالک) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور انقطاع مضر نہیں۔

۳۴۱۲۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ جب عمرؓ نے عاصم کی ماں کو طلاق دی پھر عاصم کی ماں کے پاس آئے جب کہ عاصم

المسيب: ''اَنَّ عُمَرَ بنَ الْخَطَّابِ طَلَّقَ اُمَّ عَاصِمٍ، ثُمَّ اَتٰى عَلَيْهَا وَفِيْ حُجْرِهَا عَاصِمٌ، فَاَرَادَ اَنْ يَاْخُذَهٗ مِنْهَا، فَتَجَاذَبَاهُ بَيْنَهُمَا حَتّٰى بَكَى الْغُلَامُ، فَانْطَلَقَا اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ: يَا عُمَرُ! مَسْحُهَا وَحُجْرُهَا وَرِيْحُهَا خَيْرٌ لَهٗ مِنْكَ حَتّٰى يَشُبَّ الصَّبِيُّ، فَيَخْتَارَ لِنَفْسِهٖ''۔ رواه ابن ابی شيبة فی ''مصنفه''۔ (الزيلعی ۲:۵۲)۔ ورجاله رجال الجماعة۔

اس کی گود میں تھا۔ حضرت عمرؓ نے عاصم کو اس کی ماں سے لینا چاہا اور دونوں نے اپنی طرف بچے کو کھینچنے کی کوشش کی تو بچہ رو پڑا۔ اس کے بعد وہ دونوں ابوبکرؓ کے پاس (مقدمہ لے کر) حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے عمر! ماں کا چھونا اس کی گود اور اس کی بو بچے کے لیے تیری نسبت زیادہ بہتر ہے۔ ہاں جب بچہ جوان ہو جائے تو اپنے لیے جس کا چاہے انتخاب کرے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: حتی يشب الصبی (یہاں تک کہ بچہ جوان ہو جائے) سے مراد یہ ہے کہ وہ حضانت اور پرورش سے بے نیاز ہو جائے۔ لہٰذا اب قولِ صدیق اکبر احناف کے قول ''کہ باپ سات سال کے بعد لے سکتا ہے'' کے معارض نہیں (هكذا قال الطحاوی فی مشکل الآثار) اس طرح حدیث صحیح ''مروا اولادکم بالصلوٰة اذا بلغوا سبعاً واضربوهم عليها اذا بلغوا عشرا الخ'' میں اولیاء کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو احکام دین کا حکم کریں اور یہ بھی مرد عصبہ کے سپرد ہے نہ کہ عورت عصبہ کے۔ لہٰذا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سات سال کے بعد بچے کا باپ حقدار ہے۔ اسی طرح یہ مشاہدہ کی چیز ہے کہ جب بچہ سات یا دس سال کا ہو جائے تو ماں کی گود اس کے لیے بہتر نہیں ہوتی بلکہ اب باپ کی گود اس کے لیے بہتر ہوتی ہے البتہ بچی کے لیے ماں کی گود اس کے بالغ ہونے تک بہتر ہے۔ الغرض سات سال کے ہونے پر بچہ کو اس بات کا اختیار نہ ہوگا کہ والدین میں سے جس کو چاہے منتخب کر لے۔ اسی طرح حدیثِ حضانہ بنت حمزہ بھی تخییر کو باطل کرتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حضانہ کو جعفر کے سپرد کر دیا اور حضانہ کو اختیار نہ دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا قول ''انت احق به مالم تنكحی'' بھی تخییر صبی کو باطل کرتا ہے اس لیے کہ اگر آپ ﷺ بچہ کو اختیار دیتے تو پھر ماں زیادہ حقدار نہ ہوتی الا یہ کہ بچہ اسے اختیار کرے۔ باقی مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوہریرہؓ کی حدیث کہ آپ نے بچہ سے فرمایا کہ ماں باپ میں سے جس کو چاہے پسند کر لے اور ابوداؤد میں رافع بن سنان سے مروی حدیث کہ آپ ﷺ نے ماں کو ایک جانب اور باپ کو دوسری جانب اور بچی کو درمیان میں بٹھایا پھر والدین سے فرمایا کہ اسے بلاؤ۔ پس بچی ماں کی طرف مائل ہوئی پھر آپ ﷺ نے دعاء فرمائی ''اللهم اهدها'' تو پھر بچی باپ کی طرف مائل ہوئی اور باپ نے اسے لے لیا تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ اسہام ان کی باہمی رضامندی سے تھی۔ اس بنا پر نہیں کہ یہ حکم شرعی تھا اور اسی طرح تخییر بھی والدین کی باہمی رضامندی سے تھا۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماں بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔

بَاب اَنَّ الْخَالَۃَ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ وَلَا یَسْقُطُ حَقُّ الْحِضَانَۃِ لِمَنْ ثَبَتَ لَھَا بَعْدَ نِکَاحِھَا بِذِی رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْوَلَدِ

٣٤١٣- عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: "اَنَّ اِبْنَۃَ حَمْزَۃَ اِخْتَصَمَ فِیْھَا عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ وَجَعْفَرٌ رضی اللہ عنہ وَزَیْدٌ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ: اَنَا اَحَقُّ بِھَا ھِیَ اِبْنَۃُ عَمِّیْ- وَقَالَ جَعْفَرٌ: بِنْتُ عَمِّیْ وَخَالَتُھَا تَحْتِیْ- وَقَالَ زَیْدٌ: اِبْنَۃُ اَخِیْ فَقَضٰی بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِخَالَتِھَا- وَقَالَ: اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ"- متفق علیہ-(نیل الاوطار ٦:٢٦٨)-

٣٤١٤- حدثنا ابن جریج حدثنا ابو الزبیر عن رجل صالح من اھل المدینۃ عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن، قال: "کَانَتْ اِمْرَاَۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ تَحْتَ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقُتِلَ عَنْھَا یَوْمَ اُحُدٍ وَلَہٗ مِنْھَا وَلَدٌ، فَخَطَبَھَا عَمُّ وَلَدِھَا وَرَجُلٌ آخَرُ اِلٰی اَبِیْھَا- فَاَنْکَحَ الْآخَرَ، فَجَاءَ تْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَتْ: اَنْکَحَنِیْ اَبِیْ رَجُلًا لَا اُرِیْدُہٗ وَتَرَکَ عَمَّ وَلَدِیْ، فَاَخَذَ مِنِّیْ وَلَدِیْ- فَدَعَا

باب- خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور جس عورت کے لیے پرورش کا حق ثابت ہوجائے اور پھر وہ عورت بچے کے ہی کسی قرابتدار سے نکاح کرلے تو اس کا حقِ حضانت ختم نہیں ہوگا

۳۴۱۳- براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ نے حمزہ کی بیٹی کے بارے میں جھگڑا کیا (یعنی ہر ایک نے کہا کہ وہ اس کی پرورش کا زیادہ حقدار ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ جعفرؓ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے نیز اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور زیدؓ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ پس حضور ﷺ نے اس کی خالہ کے لیے اس بچی کا فیصلہ فرمایا اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خالہ پرورش کے حکم میں ماں کی طرح ہے۔ اور اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عورت کا حق حضانت و پرورش ختم نہیں ہوتا جو اہل حضانت سے شادی کرلے اگرچہ وہ خاوند غیر ذی رحم محرم ہو۔

۳۴۱۴- ابوسلمہ بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت ایک انصاری مرد کے نکاح میں تھی کہ وہ خاوند احد کی جنگ میں شہید کردیے گئے اور اس خاوند کا اس عورت سے ایک بچہ بھی تھا۔ پھر اس بچے کے چچا (یعنی دیور) نے اور ایک دوسرے آدمی نے عورت کے لیے اس کے باپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، تو اس کے باپ نے اس عورت کا نکاح (دیور کے بجائے) دوسرے آدمی سے کردیا پھر وہ عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے والد نے میرا نکاح ایسے آدمی سے کردیا ہے جسے میں نہیں چاہتی اور

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَبَاهَا۔ فَقَالَ: اَنْتَ الَّذِیْ لَا نِکَاحَ لَکَ اِذْهَبِیْ فَانْکِحِیْ عَمَّ وَلَدِكِ"۔ اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه۔ وهذا سند حسن صالح للاحتجاج به کما فصله ابن القیم فی "زاد المعاد"۔ (۳۲۶:۲)۔

اَبْوَابُ النَّفَقَةِ

بَابٌ تَقَدُّمِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ عَلٰى نَفَقَةِ غَيْرِهَا

۳۴۱۵- عن ابی هریرة ؓ:قال قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْکِیْنٍ، وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ"۔ رواه مسلم(۳۲۲:۱)۔

۳۴۱۶- عن جابر ؓ فی حدیث مرفوع طویل: " اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَیْهَا، فَاِنْ فَضَلَ شَیْءٌ فَلِاَهْلِكَ، فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَیْءٌ فَلِذِیْ قَرَابَتِكَ، فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِیْ قَرَابَتِكَ

میرے بیٹے کے چچا سے میرا نکاح نہیں کیا۔ اس لیے میرے دیور نے مجھ سے میرا بیٹا لے لیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا اور فرمایا کہ تجھے نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہیں (اور اس عورت سے فرمایا) کہ جا اور اپنے بیٹے کے چچا (یعنی دیور) سے نکاح کر۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند حسن اور حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ماں بچے کے قرابتدار کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرلے تو ماں کے لیے پرورش کا حق ختم ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ بچے کے کسی قرابتدار سے نکاح کرے تو پرورش کا حق باقی رہتا ہے۔

نفقہ کے ابواب

باب بیوی کا نفقہ دوسرے نفقات پر مقدم ہے

۳۴۱۵۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک اشرفی تو نے کسی غلام کو آزاد کرانے میں خرچ کی۔ اور ایک اشرفی تو نے کسی مسکین کو دی اور ایک اشرفی تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کی تو ثواب کے اعتبار سے وہ اشرفی بڑھے گی جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کی (مسلم باب فضل صدقۃ علی العیال والمملوک الخ)

۳۴۱۶۔ جابرؓ سے ایک طویل مرفوع حدیث میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کر پھر اگر کچھ بچے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کر۔ پھر اگر کچھ بچے تو اپنے قرابتداوں پر خرچ کر۔ پھر اگر بچے تو ادھر ادھر خرچ کر۔ یعنی آپ ﷺ نے آگے، پیچھے،

شیٔ فهكذا وهكذا- يقول: فبين يديك وعن يمينك وعن شمالك"- رواه مسلم (السابق)

بَاب يُعتَبرُ حَالُ الزَّوجِ فِي النَّفَقَةِ

٣٤١٧- عن معاوية القشيري ﷺ قال: "أَتَيتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فَقُلتُ: مَا تَقُولُ فِي نِسَاءِنَا؟ قَالَ: اَطعِمُوهُنَّ مِمَّا تَاكُلُونَ، وَاكسُوهُنَّ مِمَّا تَكتَسُونَ، وَلَا تَضرِبُوهُنَّ وَلَا تُقَبِّحُوهُنَّ"- رواه ابوداود والنسائی وابن ماجة والحاكم وابن حبان وصححاه، وعلق البخاری طرقا منه، وصححه الدارقطني فی "العلل" (نيل الاوطار٦: ٢٦١)-

---

دائیں اور بائیں اشارہ فرمایا کہ ان پر خرچ کر (مسلم ایضاً)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے بعد بیوی کا خرچ باقی تمام خرچوں پر مقدم ہے۔

فائدہ: مغنی میں موفق فرماتے ہیں کہ بیوی کا نفقہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے۔ رہی کتاب اللہ سے ثبوت تو اللہ پاک کا ارشاد ﴿**لينفق ذو سعة من سعته**﴾ اور ارشاد ربانی ﴿**قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم**﴾ اور رہا سنت سے ثبوت تو مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا ﴿**اتقوا الله فی النساء...... ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف**﴾ اور اسی طرح ترمذی میں عمرو بن الاحوص سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿**وحقهن عليكم ان تحسنوا اليهن في كسوتهن وطعامهن**﴾ اسی طرح بخاری ومسلم میں ہے کہ ہند حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ابوسفیان کنجوس آدمی ہے، بقدر کفایت نفقہ بھی نہیں دیتا تو آپ ﷺ نے فرمایا "**خذی ما يكفيك وولدک بالمعروف**" اور رہا اجماع سے ثبوت تو اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیویوں کا نفقہ ان کے خاوندوں پر واجب ہے مگر نافرمان بیوی کا نفقہ واجب نہیں۔

باب نفقہ میں خاوند کی مالی حیثیت کا اعتبار ہے

۳۴۱۷- معاویہ قشیریؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہماری عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جیسا تم کھاتے ہو ویسا ہی ان کو کھلاؤ اور جیسا تم پہنتے ہو ویسا ہی انہیں پہناؤ۔ انہیں مت مارو اور نہ ہی انہیں برا بھلا کہو۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان)۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور امام بخاری نے بھی اس کا ایک حصہ تعلیقاً بیان کیا ہے۔ اور دارقطنی نے علل میں اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت پر نفقہ کرنے میں مرد کی مالی حیثیت کا اعتبار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿**لينفق ذو سعة من سعته و من قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها (الطلاق)**﴾ یعنی

بَابُ اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ الْمَبْتُوتَةَ لَهَا السُّکْنٰی وَالنَّفَقَةُ

۳۴۱۸- نا عثمان بن احمد الدقاق ناعبدالملك بن محمد ابو قلابة نا ابی نا حرب بن ابی العالية عن ابی الزبير عن جابرؓ عن النبی ﷺ، قال: "اَلْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لَهَا السُّكْنٰی وَالنَّفَقَةُ"- رواه الدارقطنی فی سننه(۲:۴۳۳)- قلت: كلهم ثقات علی اختلاف فی بعضهم وسياتی بيانه فی الحاشية، وكلهم رجال مسلم الا الاول والثانی-

۳۴۱۹- حدثنا نصر بن مرزوق و سليمان بن شعيب قالا: ثنا الخصيب بن ناصح قال: ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن الشعبی عن فاطمة بنت قيس رضی الله عنها: "اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: لَا نَفَقَةَ لَكِ وَلَا سُكْنٰی"- قَالَ: فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ النَّخْعِیَّ، فقال: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ: لَسْنَا بِتَارِكِیْ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ وَقَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِقَوْلِ اِمْرَاَةٍ لَعَلَّهَا اَوْهَمَتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَهَا السُّكْنٰی

مالدار اپنی وسعت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے۔

باب مطلقہ بائنہ کے لیے (عدت کے اندر) رہائش اور نان ونفقہ واجب ہے

۳۴۱۸۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی (دارقطنی) میں کہتا ہوں کہ سوائے پہلے اور دوسرے راوی کے باقی تمام راوی مسلم کے راوی ہیں اور وہ دونوں مختلف فیہ ہیں۔ لہذا حدیث قابل استدلال ہے۔

۳۴۱۹۔ فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ ان کے خاوند نے اسے تین طلاقیں دے دیں تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تیرے لیے نہ رہائش ہے اور نہ ہی نان ونفقہ"۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات نخعی سے کہی تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ کو (فاطمہ بنت قیس کی) یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کی بات کی وجہ سے قرآن کی آیت اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ کوئی بعید نہیں کہ یہ عورت بھول گئی ہو۔ میں نے خود حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور نان ونفقہ بھی (طحاوی)۔ اس کی سند منقطع ہے لیکن نخعی کے مراسیل میں سے ہے اور مرسل نخعی جماعت کے ہاں حجت ہے اور مسلم اور طحاوی نے بطریق اسود عن عمر بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے لیکن اس میں سمعت رسول اللہ ﷺ الخ کا اضافہ نہیں ہے۔

والنَّفَقَةُ"۔ رواہ الطحاوی(۲:۳۹) وسندہ منقطع ولکنہ من مرسلات النخعی وھی صحیحۃ عند جماعۃ۔ وقد رواہ مسلم والطحاوی بطریق الاسود عن عمر ایضا نحوہ سواء غیر الزیادۃ التی فی آخرہ: سمعت رسول اللہ ﷺ الخ۔

۳۴۲۰- عن ابی اسحاق قال: "کنت مع الاسود بن یزید جالسا فی المسجد الاعظم ومعنا الشعبی، فحدث الشعبی بحدیث فاطمۃ بنت قیس: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یَجْعَلْ لَھَا سُکْنٰی وَلَا نَفَقَۃَ، ثُمَّ اَخَذَ الْاَسْوَدُ کَفًّا مِنْ حَصًی فَحَصَبَہٗ بِہٖ، فَقَالَ: وَیْلَکَ تُحَدِّثُ بِمِثْلِ ھٰذَا؟ قَالَ عُمَرُ: لَا نَتْرُکُ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّنَا ﷺ لِقَوْلِ اِمْرَاَۃٍ، لَا نَدْرِیْ لَعَلَّھَا حَفِظَتْ اَوْ نَسِیَتْ، لَھَا السُّکْنٰی وَالنَّفَقَۃُ۔ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ﴾۔رواہ مسلم (۱:۴۸۵)۔

۳۴۲۱- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا، انہا قالت: "مَالِفَاطِمَۃَ خَیْرٌ اَنْ تَذْکُرَ ھٰذَا تَعْنِیْ

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اصل حدیث سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں کے ذریعے ثابت ہے سوائے اس زیادتی کے جو ابراہیم نخعی نے عمرؓ سے روایت کیا ہے یعنی "سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لہا السکنی والنفقۃ"۔ اور ابراہیم نخعی کی زیادتی والی حدیث کے راوی بھی تمام ثقہ ہیں البتہ ارسال ہے لیکن آپ بارہا جان چکے ہیں کہ ارسال نخعی مضر نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث مع زیادتی کے قابل استدلال ہے۔

۳۴۲۰۔ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ بڑی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے۔ سو شعبی نے فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے نہ اسے گھر دلوایا اور نہ خرچہ۔ اس پر اسود نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور شعبیؒ کی طرف پھینکیں اور کہا افسوس تم بھی ایسی بات کرتے ہو حالانکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ہم ایک عورت کی بات کی وجہ سے اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے بات کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ تین طلاق والی عورت کے لیے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں۔ ہاں اگر وہ کسی کھلی بے حیائی (زنا) کا ارتکاب کریں (تو تم انہیں نکال سکتے ہو) (مسلم، باب المطلقۃ البائن لانفقۃ لھا الخ)

۳۴۲۱۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کو یہ بات کہنا زیبا نہیں دیتا کہ تین طلاق والی عورت کے لیے نہ رہائش ہے اور نہ نفقہ (مسلم، باب سابق)۔

فائدہ: مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ حاملہ کے لیے باتفاق ائمہ اربعہ نفقہ وسکنی واجب ہے البتہ مطلقہ بائنہ غیر حاملہ میں امام اعظم

قَوْلَهَا: لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ"۔ رواه مسلم (۱:۴۸۵)۔

بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْاَقَارِبِ

۳۴۲۲- حدثنا محمد بن عيسى نا الحارث بن مرة نا كليب بن منفعة عن جده: "اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَبَرُّ؟ قَالَ: اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَاَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِيْ يَلِيْ ذٰلِكَ حَقًّا وَاجِبًا وَرَحِمًا مَوْصُوْلَةً"۔ رواه ابوداود(۲:۳۵۲)، وسكت عنه۔ و في "نيل

ابوحنیفہؒ کے ہاں دونوں واجب ہیں۔ مذکورہ بالا دلائل کے ساتھ ساتھ درج ذیل دلائل سے بھی احناف کا مذہب ثابت ہوتا ہے (۱) وللمطلقات متاع بالمعروف (البقرہ) (۲) اذا طلقتم النساء لا تخرجوهن من بيوتهن (طلاق)۔ (۳) اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم تو یہ آیات ثلثہ تمام قسم کی مطلقات کو شامل ہیں خواہ وہ مطلقہ رجعیہ ہو یا غیر رجعیہ، بائنہ حاملہ ہو یا بائنہ غیر حاملہ۔ (۴) دارقطنی میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ المطلقة ثلثا لها السكنى و النفقة الغرض ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر خاوند کے لیے ضروری ہے کہ مطلقہ بائنہ کو رہائش بھی دے اور نان ونفقہ بھی۔ باقی صحاح ستہ میں مروی حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیدیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لیے نہ رہائش ہے اور نہ نفقہ تو اس کا (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ وحضرت عمرؓ کے جرح وانکار کی وجہ سے یہ حدیث مطعون ہے اور مذکورہ بالا دلائلِ احناف کے مقابلہ میں حجت نہیں۔ (۲) اسی طرح حضرت زید بن ثابت، حضرت اسامہؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی اس روایت پر جرح منقول ہے۔ (۳) یہ حدیث مؤول ہے۔ خاص حالات کی وجہ سے آپ ﷺ نے سکنی اور نفقہ کی نفی فرمائی۔ حضرت سعید بن مسیبؒ سے منقول ہیں کہ فاطمہ بنت قیس طائل اللسان تھیں (ابوداود، طحاوی) اور طول لسان ایک قسم کا نشوز ہے اور ناشزہ نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی۔ (۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاطمہ مکان وحیش میں تھی۔ اور اردگرد کے ماحول سے آپ پر خوف تھا اس لیے آپ کو خاوند والے مکان سے منتقل ہونے کی اجازت دی گئی (بخاری، ابوداود) (۵) فاطمہ کا خاوند غائب تھا اور اس کا مال موجود نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے غائب کے خلاف فیصلہ نہ دیا۔ الغرض نفقہ وسکنی کی نفی فاطمہ کے خاص حالات کی وجہ سے تھی (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۲۸ و جز ۲ ص ۴۱۰)۔ (۶) بعض روایات میں ہے کہ فاطمہ کے خاوند کے وکیل نے کچھ نفقہ پیش کیا لیکن فاطمہ نے قلت کی وجہ سے رد کر دیا اور زائد کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے زائد کی نفی کی (نہ کہ اصلِ نفقہ کی) (العرف الشذی ج ۱ ص ۲۲۱)

باب قرابت داروں پر بھی نفقہ واجب ہے

۳۴۲۲۔ حضرت کلیب بن منفعة اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ۔ اور اپنے آزاد کرنے والے کے ساتھ جس کا حق واجب ہے۔ اور جس سے صلہ رحمی اور قرابت داری ہے (ابوداود باب فی

الاوطار" (٦: ٢٦٧)- "ورجال اسناد ابی داود لا باس بهم"-

٣٤٢٣- عن المقدام بن معديكرب: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: "إِنَّ اللهَ يُوْصِيْكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ ثُمَّ يُوْصِيْكُمْ بِآبَائِكُمْ، ثُمَّ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ"، اخرجه البيهقى باسناد حسن (التلخيص الحبير ٢: ٣٣٤)-

٣٤٢٤- عن عائشة رضى الله عنها مرفوعا: أَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ زَوْجُهَا، وَأَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ أُمُّهُ- رواه الحاكم فى المستدرك واسناده صحيح (الجامع الصغير ١: ٤٠)-

٣٤٢٥- عن طارق المحاربى ﷺ قال: "قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ، وَهُوَ يَقُوْلُ يَدُ الْمُعْطِى الْعُلْيَا، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّكَ وَأَبَاكَ- وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ"- رواه النسائى وابن حبان والدارقطنى وصححاه (نيل الاوطار ٦: ٢٦٧)-

٣٤٢٦- قال ابوبكر البزار: ومن صحيح هذا الباب حديث ذكره بقى بن مخلد،

والدین)- اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کی سند قابل گرفت نہیں۔

۳۴۲۳- مقدام بن معدیکرب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتے ہیں اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا، پھر اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا۔ پھر جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کا، اس کے بعد جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کا (بیہقی) اس کی سند حسن ہے۔

۳۴۲۴- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار اس کا خاوند ہے۔ اور مرد پر لوگوں پر سب سے زیادہ حقدار اس کی ماں ہے (مستدرک حاکم) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۲۵- طارق محاربیؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو حضور ﷺ منبر پر کھڑے لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ دینے والے کا ہاتھ اونچا ہوتا ہے اور خرچہ ان لوگوں سے شروع کر جن کی معاش کا تو کفیل ہے یعنی اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن، اپنے بھائی پھر جو تیرے قریبی ہو اور پھر جو تیرے قریبی ہو (نسائی، باب ۶۶ تھما الید العلیا، ابن حبان، دارقطنی) ابن حبان اور دارقطنی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۳۴۲۶- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ کی ضرورت کے تحت میرا مال لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے (ابن ماجہ)۔ فتح القدیر میں ہے

فقال: ثنا هشام بن عمار ثنا عيسى بن يونس ثنا يوسف بن اسحاق بن ابى اسحاق عن محمد بن المنكدر عن جابرؓ: "اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ......!اِنَّ لِیْ مَالًا وَوَلَدًا، وَاِنَّ اَبِیْ يُرِيْدُ اَنْ يَجْتَاحَ مَالِیْ، قَالَ: اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ"۔ واخرجه ايضا ابن ماجة فى سننه عن هشام بن عمار بسنده المذكور-(الجوهر النقى۲،۱٤٥:۲)۔ و فى فتح القدير(۳۷:٥): "رواه ابن ماجة بسند صحيح نص عليه ابن القطان والمنذرى"۔

۳٤۲۷- عن عائشةرضى الله عنها مرفوعا: "اِنَّ اَوْلَادَكُمْ هِبَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَكُمْ ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ﴾، فَهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ هِبَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَكُمْ اِذَا اِحْتَجْتُمْ اِلَيْهَا"۔ رواه الحاكم فى "المستدرك"(كنز العمال ۲۸۲:۸)۔ واسناده صحيح على قاعدة العلامة السيوطى، و فيه كلام غير مضر على قاعدتنا مذكور فى "التخليص الحبير"(۳۳٤:۲)۔

۳٤۲۸- عن قيس بن ابى حازم: "جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ، فَقَالَ: اِنَّ اَبِیْ يُرِيْدُ

کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: انت و مالک لابیک کا مطلب یہ ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کے مال کا محتاج ہو تو بقدر ضرورت بغیر فضول خرچی کے بیٹے کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ اور یہی احناف کا مذہب ہے اور ابوبکر صدیقؓ نے بھی اسی کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے اور وہ بطور مفسر کافی حجت ہیں۔

۳۴۲۷۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہاری اولاد تمہارے لیے اللہ کا عطیہ ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: جسے چاہتے ہیں بچی دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بچہ دیتے ہیں پس وہ (تمہاری اولاد) اور ان کا مال تمہارا ہے۔ جب تمہیں ان کے مال کی احتیاج ہو (مستدرک حاکم) علامہ سیوطی کے قاعدہ پر اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۲۸۔ قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا باپ کسی ضرورت کی وجہ سے میرا تمام مال لے لینا چاہتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا وہ مال تیرے باپ ہی کا ہے۔ تیرے لیے تو اتنا ہی مال ہے جو تیری ضروریات کے لیے کافی ہو۔ اس نے کہا اے نبی کریم ﷺ کے خلیفہ! کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ آپؓ نے فرمایا ہاں اور حضور ﷺ کی اس سے مراد نفقہ ہے۔ لہٰذا تجھے بھی اس پر راضی ہو جانا چاہیے کہ جس پر اللہ راضی ہے (طبرانی)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قریبی رشتہ داروں کا نان و نفقہ بھی مرد کے ذمہ ہے۔

أَنْ يَأْخُذَ مَالِيْ كُلَّهُ لِحَاجَةٍ، فَقَالَ لِأَبِيهِ: إِنَّمَا لَكَ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِيكَ، فَقَالَ: يَا خَلِيفَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ! أَلَيْسَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَإِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ النَّفَقَةَ، إِرْضَ بِمَا رَضِيَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ". رواه الطبرانی فی "الاوسط" والبیهقی (کنز العمال ۸: ۳۰۸)۔

بَاب النَّفَقَةُ عَلَى الْوَارِثِ وَالْإِجْبَارُ عَلَيْهَا

۳۴۲۹- قال ابن ابی شیبة: ثنا حفص هو ابن غیاث عن اسماعیل یعنی ابن ابی خالد عن الحسن: "أَنَّ عُمَرَ أَجْبَرَ رَجُلًا عَلَى نَفَقَةِ ابْنِ أَخِيهِ"۔ والحاج یحتج بمثل هذا المرسل کما عرف (الجوهر النقی ۲: ۱۴۵)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة، والحسن لم یدرک عمر ﷺ ومراسیله صحاح۔

۳۴۳۰- عن زید بن ثابت ﷺ قال: "إِذَا كَانَ عَمٌّ وَأُمٌّ فَعَلَى الْأُمِّ تَقْدِيرُ مِيْرَاثِهَا، وَعَلَى الْعَمِّ تَقْدِيرُ مِيْرَاثِهِ"۔ ذکرہ ابن ابی شیبة بسنده (الجوهر النقی ۲: ۱۴۵)۔

۳۴۳۱- قال ابن ابی شیبة: حدثنا سفیان بن عیینة عن ابن ابی نجیح عن مجاهد قال:

باب نان ونفقہ وارث کے ذمے بھی واجب ہے اور اسے اس پر مجبور کیا جائے گا

۳۴۲۹۔ حسن سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو اپنے بھتیجے پر خرچ کرنے پر مجبور کیا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور مرسلِ حسن صحیح ہے۔

۳۴۳۰۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے چچا اور ماں ہوں تو ماں پر اس کے ترکہ میں سے حصہ کے بقدر اور چچا پر بھی اس کے ترکہ میں سے حصہ کے بقدر اس کا نفقہ واجب ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۴۳۱۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بچے کے باپ کی طرح بچے کے وارث پر بھی ضروری ہے کہ وہ بچے کو کسی دایہ سے دودھ پلوائے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تو بچے کا باپ موجود ہے تب تو بچے کا خرچ باپ ہی کے ذمے ہے اور اگر باپ مر چکا ہے اور بچے کا مال موجود ہے تو بچہ پر اسی کے مال میں سے خرچ کیا جائے گا۔ اور اگر باپ بھی مر چکا ہے اور بچے کا مال بھی نہیں تو پھر بچے کا نان ونفقہ بچے کے ان مالدار عزیزوں کے ذمے ہے جو اس کے محرم ہوں اور شرعاً اس کے مستحق میراث ہوں اور ان رشتہ داروں میں ماں بھی داخل ہے (بیان القرآن)۔ نیز ہدایہ میں ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں "وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک" ہے جس کی علامہ نسفی نے مدارک میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں کہ بے شک ابن مسعودؓ کی قراءۃ حضور ﷺ

عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ مَا عَلَى اَبِيْهِ اَنْ يَسْتَرْضِعَ لَهٗ- وهذا سند صحيح (الجوهر النقى ۲:۴۵)-

بَابُ وُجُوْبِ نَفَقَةِ الْمَمْلُوْكِ وَالْبَهَائِمِ

۳۴۳۲- عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ عن النبى ﷺ، قال: "لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ مَا لَا يُطِيْقُ"- رواه احمد ومسلم (نيل الاوطار ۶:۲۷۳)-

۳۴۳۳- عن ابن عمر رضى الله عنهما، ان النبى ﷺ قال: "عُذِّبَتْ اِمْرَاَةٌ فِىْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتِ النَّارَ، لَا هِىَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِىَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خِشَاشِ الْاَرْضِ"- متفق عليه (نيل الاوطار ۶:۲۷۴)-

كِتَابُ الْعَتَاقِ

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعِتْقِ

۳۴۳۴- عن امامة رضی اللہ عنہ وغيره من اصحاب النبى ﷺ، عن النبى ﷺ، قَالَ: "اَيُّمَا امْرِئٍ

سے مسموع ہے اور آپ کی قراءت مشہور ہے جو کہ خبر مشہور کے مرتبہ میں ہے لہٰذا کتاب اللہ کے اطلاق کو اس کے ذریعے مقید کرنا درست ہے (۲:۲۸۵)

باب غلام اور جانوروں کا نفقہ

۳۴۳۲۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ غلام کا کھانا اور اس کا پہناوا آقا کے ذمے واجب ہے اور اسے کسی ایسے کام کا مکلف نہ بنایا جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو (احمد، مسلم)۔ فائدہ: اس حدیث سے غلام کے نفقہ کا وجوب ثابت ہوا۔

۳۴۳۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ عورت نے اسے قید کیا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ مر گئی اس وجہ سے اس عورت کو آگ میں داخل کیا گیا۔ دورانِ قید وہ عورت نہ اسے کھلاتی اور نہ ہی پلاتی اور نہ ہی اسے آزاد کرتی تاکہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا سکے۔ (بخاری و مسلم)۔

کتاب العتق

باب غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے

۳۴۳۴۔ امامہ اور دیگر صحابہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو آزاد کرے گا تو اس کے ہر حصہ کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا جائے گا اور جو مسلمان دو مسلمان عورتوں کو آزاد کرے گا تو ان دونوں

مُسْلِمٍ اَعْتَقَ اِمْرَأً مُسْلِمًا كَانَ فَكَاكُهٗ مِنَ النَّارِ يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا وَ اَيُّمَا اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ اَعْتَقَ اِمْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ كَانَتَا فَكَاكُهٗ مِنَ النَّارِ، يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُمَا عُضْوًا مِنْهُ، وَاَيُّمَا اِمْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ اَعْتَقَتْ اِمْرَأَةً مُسْلِمَةً كَانَتْ فَكَاكُهَا مِنَ النَّارِ، يَجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهَا عُضْوًا مِنْهَا"۔ رواه الترمذی (۱۸۶:۱، ۱۸۷)۔ وقال: "حسن صحیح غریب من هذا الوجه"۔

بَابُ مَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ

۳۴۳۵- عن ضمرة بن ربيعة عن سفيان الثوری عن عبدالله بن دينار عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ، قال: "مَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ"۔ رواه الترمذی (۱۶۳:۱)۔ ولا يتابع ضمرة بن ربيعة علی هذا الحديث، وهو حديث خطأ عند اهل الحديث اه۔ و فی "التلخيص الحبير" (۴۱۳:۲): "وقال البيهقی: وهم فيه ضمرة والمحفوظ بهذا الاسناد نهی عن بيع الولاء وعن هبته ، ورد الحاكم هذا بان روی من طريق ضمرة الحديثين بالاسناد الواحد وصححه (علی شرط الشيخين واقره عليه الذهبی)، وصححه ايضا ابن حزم و عبدالحق وابن القطان" اه۔ قلت: والاختلاف غير مضر كما علمت غير مرة، فالحديث صحيح۔

بَابُ عِتْقِ عَبْدِ الْحَرْبِيِّ اِذَا خَرَجَ اِلَيْنَا مُسْلِمًا

۳۴۳۶- عن ربعی بن حراش، قال: نا علی بن ابی طالب ؓ بالرحبة فقال: "لَمَّا كَانَ

ہر عضو آزاد کرنے والے کے ہر عضو کی طرف سے جہنم سے خلاصی کے لیے فدیہ بن جائے گا اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان باندی کو آزاد کرے گی تو اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والی کا ہر عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا جائے گا (ترمذی، باب ماجاء فی فضل من اعتق)

باب اگر کوئی شخص قریبی رشتے دار غلام کا مالک ہو جائے تو وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے

۳۴۳۵۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی قرابت دار غلام کا مالک ہو جائے تو وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے (ترمذی)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: مثلاً کوئی باپ اپنے بیٹے کو خرید لے تو وہ فی الفور آزاد ہو جائے گا۔ ذی رحم محرم سے مراد وہ قرابت دار ہیں جن کی قرابت کا سبب ولادت ہو مثلاً باپ، بھائی، چچا، بیٹا وغیرہ۔

باب اگر کسی حربی کا غلام ہمارے پاس مسلمان ہو کر آ جائے تو وہ آزاد ہو گا

۳۴۳۶۔ ربعی بن حراشؒ سے مروی ہے کہ رحبہ مقام پر حضرت علیؓ نے ہم سے فرمایا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرک ہمارے

يَوْمُ الْحُدَيْبِيَةِ خَرَجَ اِلَيْنَا نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَأُنَاسٌ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ......! خَرَجَ اِلَيْكَ نَاسٌ مِنْ اَبْنَائِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَرِقَّائِنَا، وَلَيْسَ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ- وَاِنَّمَا خَرَجُوْا فِرَارًا مِنْ اَمْوَالِنَا وَضِيَاعِنَا، فَارْدُدْهُمْ اِلَيْنَا، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ سَنُفَقِّهُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! لَتَنْتَهُنَّ اَوْ لَيَبْعَثَنَّ اللهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ بِالسَّيْفِ عَلَى الدِّيْنِ، قَدِ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ"- الحديث- رواه الترمذی و قال: حسن صحیح غریب(۲:۲۱۳)-

۳٤۳۷- عن علی بن ابی طالب ﷺ، قال: "خَرَجَ عِبْدَانٌ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ، فَكَتَبَ اِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ- فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ! وَاللهِ مَا خَرَجُوْا اِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ وَاِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ، فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ! رُدَّهُمْ اِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: مَا اُرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! حَتّٰى يَبْعَثَ اللهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ

پاس آئے جن میں سہیل بن عمرو اور کئی مشرک سردار بھی تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے ایسے لوگ آپ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کچھ سمجھ نہیں، یہ لوگ ہمارے اموال اور جائدادوں سے فرار ہو کر نکلے ہیں۔ لہٰذا آپ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیں، اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اہل قریش! تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگ مسلط کریں گے جو تمہیں قتل کر دیں گے، اللہ نے ان کے دلوں کے ایمان کو آزما لیا ہے (ترمذی باب مناقب علیؓ)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۳۴۳۷۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن صلح ہونے سے قبل کافروں کے کئی غلام حضور ﷺ کی طرف بھاگ آئے تو ان غلاموں کے مالکوں نے حضور ﷺ کے پاس لکھ کر بھیجا کہ یہ غلام تمہارے دین کی طلب اور شوق میں تمہارے پاس نہیں آئے۔ بلکہ ان کی غرض تو غلامی سے نجات حاصل کرنا ہے تو کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بات بالکل درست ہے۔ (یعنی ان کا مقصد دین کا حصول نہیں بلکہ غلامی سے نجات کا حصول ہے) لہٰذا آپ ﷺ ان کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیں (یہ سن کر) حضور ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اے قریش کے لوگو! میرے خیال میں تم باز نہیں آ ؤ گے یہاں تک کہ اللہ تم پر کسی ایسے شخص کو مسلط کریں جو تمہاری نافرمانیوں پر تمہاری گردنیں اڑا دے اور آپ ﷺ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہیں (ابوداود باب فی

رِقَابُكُمْ عَلٰى هٰذَا، وَأَبٰى أَنْ يَرُدَّهُمْ ، وَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ عزوجل"- اخرجه ابوداود (۲:۱۲،۱۳) وسكت عنه-

بَابٌ فِي الْعِتْقِ عَلٰى اِشْتِرَاطِ الْخِدْمَةِ

۳۴۳۸- عن سفينة ﷺ، قَالَ: كُنْتُ مَمْلُوكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ : أُعْتِقُكَ وَاشْتَرِطُ عَلَيْكَ أَنْ تَخْدِمَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا عِشْتَ- فَقُلْتُ : وَإِنْ لَمْ تَشْتَرِطِيْ عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا عِشْتُ، فَأَعْتَقَتْنِيْ وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ"- رواه ابوداود (۲:۱۹۳)- وسكت عنه- و في "عون المعبود" (۴:۳۶): اخرجه النسائى و ابن ماجة، وقال النسائى: لا باس باسناده، هذا آخر كلامه- و سعيد بن جمهان ابو حفص الاسلمى البصرى وثقه يحيى بن معين و ابوداود السجستانى، وقال ابو حاتم الرازى: "شيخ يكتب حديثه ولا يحتج به"، انتهى- قلت: قد علمت ان الاختلاف غير مضر، و قد صححه الحاكم على شرطهما، واقره عليه الذهبى فى "تلخيص المستدرك" (۲:۲۱۴)-

---

عبيد المشركين يلحقون بالمسلمين فيسلمون)- ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی حربی کا غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے تو وہ فی الفور آزاد ہو جاتا ہے۔

باب خدمت کی شرط پر آزاد کرنا

۳۴۳۸- سفینہؓ فرماتے ہیں کہ میں ام سلمہؓ کا غلام تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تم زندگی بھر حضور ﷺ کی خدمت کرتے رہو گے میں نے کہا کہ اگر آپؓ یہ شرط نہ بھی لگاتیں تب بھی میں زندگی بھر حضور ﷺ سے جدا نہ ہوتا- بہر حال انہوں نے خدمت کی شرط پر مجھے آزاد کر دیا (ابوداؤد، باب فی العتق علی الشرط)- امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے اور عون المعبود میں ہے کہ یہ حدیث نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں اور حاکم نے شیخین کی شرط پر اس کی تصحیح کی ہے اور ذھبی نے بھی مستدرک میں اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقد یا خدمت وغیرہ کی شرط پر آزاد کرنا جائز ہے۔

بَابُ التَّدْبِيرِ

بَاب اَنَّ الْمُدَبَّرَ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ

۳۴۳۹- عن عبيدة بن حسان عن ايوب عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "اَلْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ"۔ رواه الدارقطنی (۲:۴۸۳)، و قال: لم يسنده غير عبيدة بن حسان و هو ضعيف، وانما هو عن ابن عمر موقوف من قوله: حدثنا ابوبكر النيسابوری نا محمد بن يحيى نا ابو النعمان انا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع: "اَنَّهٗ كَرِهَ بَيْعَ الْمُدَبَّرِ"۔ هذا هوالصحيح موقوف، وما قبله لا يثبت مرفوعا ورواته ضعفاء۔ و فی "التلخيص الحبير" (۲:۴۱۴) بعد نقل اللفظ الاول: "وقال البيهقی: موقوف كما رواه الشافعی۔

۳۴۴۰- وروی من وجه آخر عن ابی قلابة مرسلا: اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ عَبْدًا لَهٗ عَنْ دُبُرٍ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الثُّلُثِ، وَعَلِيٌّ ؓ كَذٰلِكَ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ" اهـ۔ وقال محمد فی "الموطا" (۳۶۰)۔ "لَا نَرٰى اَنْ يُبَاعَ الْمُدَبَّرُ، وَهُوَ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَبِهٖ نَاْخُذُ، وَهُوَ

باب مدبر کو بیچنا یا ہبہ کرنا درست نہیں اور وہ ایک تہائی مال سے آزاد ہوتا ہے

۳۴۳۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدبر کو نہ بیچا جائے اور نہ ہی کسی کو ہبہ کیا جائے۔ وہ ایک تہائی مال میں سے آزاد ہوتا ہے (دارقطنی) اور صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ کا قول ہے۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ مدبر کی بیع کو ناپسند فرماتے تھے۔

۳۴۴۰۔ اور دوسرے طریق سے ابوقلابہ سے مرسل روایت مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا حضور ﷺ نے اسے (مالک کے) ایک تہائی مال سے مدبر قرار دیا۔ حضرت علیؓ سے بھی اسی قسم کی موقوف روایت مروی ہے۔ امام محمدؒ موطا (ص ۳۶۰) میں فرماتے ہیں کہ مدبر کی بیع کو ہم جائز نہیں سمجھتے اور یہی فتوی زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرؓ کا ہے۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور احناف کے عام فقہاء کا مسلک ہے۔

فائدہ: مدبر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ مالک اپنے غلام سے کہے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے اور ایک تہائی مال سے آزاد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وصیت کے حکم میں ہے، اگر غلام کی قیمت ایک تہائی یا اس سے کم بنتی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا ورنہ زائد قیمت اسے ادا کرنی پڑے گی۔ **فائدہ:** الغرض احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ مدبر کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں اور تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ باقی درایہ میں حضرت جابرؓ سے جو یہ حدیث مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا اور اس کے پاس صرف یہی غلام تھا اور اس کے علاوہ مال نہ تھا پس یہ بات آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا من يشتريه منی کہ اسے مجھ سے کون خریدے گا پس نعیم بن عبداللہ نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مدبر مقید پر محمول ہے اور مدبر مقید کی بیع ہمارے ہاں جائز ہے اور دوسرا

قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا" اهـ.

بَابُ جَوَازِ بَیْعِ خِدْمَةِ الْمُدَبَّرِ

۳٤٤١- حدثنا ابوبكر النيسا بوری نا محمد بن يحيى نا يزيد بن هارون نا عبد الملك بن ابی سليمان عن ابی جعفر، قال: "بَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خِدْمَةَ الْمُدَبَّرِ". رواه الدارقطنی (٤٨٢:٢). و فی الزيلعی (٦٣:٢): "وقال ابن القطان فی كتابه: هو مرسل صحيح، لانه من رواية عبدالملك بن ابی سليمان العرزی، وهو ثقة عن ابی جعفر و هو ثقة" اهـ.

٣٤٤٢- نا احمد بن محمد بن زياد القطان نا عبدالكريم بن الهيثم نا محمد بن طريف نا ابن فضيل عن عبدالملك بن ابی سليمان عن عطاء عن جابر بن عبداللهؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا بَأْسَ بِبَیْعِ خِدْمَةِ الْمُدَبَّرِ اِذَا احْتَاجَ" رواه الدارقطنی (١٤٩:٥). وقال:

جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث میں بیع سے بیع خدمت مراد ہے بیع رقبہ مراد نہیں اور اس کی تائید دارقطنی کی حدیث ابوجعفر سے ہوتی ہے۔ جس میں ابوجعفر فرماتے ہیں کہ "انما اذن فی بیع خدمته" یہ حدیث ابوجعفر اگرچہ ضعیف ہے لیکن حدیث کی تاویل جب قیاس کے ذریعے درست ہے تو حدیث ضعیف کے ذریعے بطریق اولی درست ہوگی کیونکہ حدیث ضعیف احناف کے ہاں قیاس پر فائق اور اس سے مقدم ہے۔ اسی طرح موطا محمد میں حضرت عائشہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنی مدبرہ کو بیچا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی مدبرہ مقیدہ پر محمول ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سحر کی سزا میں اسے بیچا تھا کیونکہ ساحر اور ساحرہ کو تعزیراً قتل کرنا بھی جائز ہے اگر امام اس میں مصلحت دیکھے اور ترمذی میں حدیث مرفوع میں ہے کہ حد الساحر ضربة بالسيف اسی لیے امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جب جادوگر جادو کا اقرار کرلے یا بینہ سے اس کا جادو ثابت ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی۔ الغرض جب حضرت عائشہؓ کے لیے اس مدبرہ کو قتل کرنا جائز تھا تو اس کی تدبیر کو باطل کرنا آپؓ کے لیے بطریق اولی جائز ہونا چاہیے۔ باقی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ساحرہ باندی کو قتل نہ کیا کیونکہ آپ ﷺ نے ولید اور اس کی بیٹیوں کو قتل نہ کیا تھا حالانکہ آپ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے آپ پر جادو کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ الغرض اس ساری تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث "حد الساحر ضربة بالسیف" میں حد سے مراد تعزیر ہے کیونکہ حد حقیقی کا ابطال تو جائز نہیں۔

باب مدبر کی خدمت کو بیچنا جائز ہے

۳۴۴۱۔ ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدبر کی خدمت کو بیچا (دارقطنی)۔ نصب الرایہ میں ہے کہ ابن قطان نے اپنی کتاب میں اسے مرسل صحیح کہا ہے۔

۳۴۴۲۔ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مالک کو ضرورت ہو تو مدبر کی خدمت کو بیچنے میں کوئی حرج

"هذا خطأ من ابن طريف والصواب عن عبدالملك عن ابى جعفر مرسلا، و قد تقدم" قلت: قد عزاه فى "كنز العمال" (٤٨٢:٢) الى الدارقطنى والبيهقى۔ ثم قال:۔ و ضعفه و صححه ابن القطان" اه وغايته الاختلاف فى التصحيح، و هو غير مضر كما عرفته مرارا۔

بَاب اَنَّ اَوْلَادَ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرَةٌ

٣٤٤٣- اخبرنا معمر عن سعيد بن عبدالرحمن الجمحى عن يزيد بن عبدالله بن قسيط عن ابن عمرؓ، قال: "وَلَدُ الْمُدَبَّرِ بِمَنْزِلَتِهٖ"، رواه عبدالرزاق۔ قلت: رجاله ثقات، والحديث رواه الدارقطنى بسند لا مطعن فى رجاله عن ابن عمرؓ بلفظ: "وَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ يَعْتِقُوْنَ بِعِتْقِهَا وَ يَرِقُّوْنَ بِرِقِّهَا"۔ وسكت عنه فى التعليق المغنى (٤٨٢:٢)۔ قلت: رجاله رجال مسلم۔ و فى "الجوهر النقى" (٢٦٥:٢): فى "نوادر الفقهاء" لابن بنت نعيم: "اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ اَنَّ مَا وَلَدَتِ الْمُدَبَّرَةُ فِيْ حَالِ تَدْبِيْرِهَا يَعْتِقُوْنَ بِعِتْقِهَا، وَيَرِقُّوْنَ بِرِقِّهَا۔ وَاِنَّمَا جَاءَ الْاِخْتِلَافُ بَعْدَهُمْ"۔ و فى "الاستذكار": "روى ذلك عن عثمان و ابن مسعود و ابن عمر و جابرؓ ولا اعلم لهم مخالفا من الصحابة" اه۔

نہیں (دار قطنی)۔ اس حدیث کی تصحیح میں اختلاف ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: یعنی ضرورت کے وقت اس سے محنت مزدوری کروائے اور اجرت لے لے۔

باب مدبرہ کی اولاد بھی مدبر ہے

۳۴۴۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدبر کی اولاد اسی کی طرح مدبر ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدبرہ کی اولاد اس کے آزاد ہونے پر آزاد ہوگی اور اس کے غلام ہونے کی حالت میں غلام رہے گی (دارقطنی)۔ اور تعلیق مغنی میں اس پر سکوت کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔ اور جوہر نقی میں نوادر الفقہاء کے حوالے سے ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حالت تدبیر میں ہونے والی مدبرہ کی اولاد اس کے آزاد ہونے کے وقت آزاد ہوگی۔ اور اس کے غلامی کی حالت میں غلام رہے گی۔ اور اختلاف تو صحابہ کے بعد پیدا ہوا ہے اور استذکار میں حضرت عثمانؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ اور جابرؓ سے یہی مروی ہے اور صحابہؓ میں کوئی ان کا مخالف میرے علم میں نہیں۔

بَابُ الْاِسْتِيْلَادِ
مَتٰى تَكُوْنُ الْاَمَةُ اُمَّ وَلَدٍ وَيَحْرُمُ بَيْعُهَا

٣٤٤٤- عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: "لَمَّا وَلَدَتْ مَارِيَةُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "اَعْتَقَهَا وَلَدُهَا"- رواه قاسم بن اصبغ فى كتابه، و قال ابن القطان: "باسناد جيد"(زيلعى ٢:٦٣)- و فى "الجوهر النقى"(٢:٢٧١): "قال ابن حزم: هذا خبر جيد السند، كل رواته ثقة، وقال فى كتاب البيوع: "صحيح السند" اهـ-

٣٤٤٥- عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى ﷺ قال: "مَنْ وَطِئَ اَمَتَهُ فَوَلَدَتْ لَهُ فَهِيَ مُعْتَقَةٌ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ"- رواه احمد وابن ماجة(نيل الاوطار ٥:٣٧٢)- و حسنه فى "الجامع الصغير" بالرمز(٢:١٥٦)-

٣٤٤٦- حدثنا ابوبكر الشافعى نا قاسم بن زكريا المُقرئ نا محمد بن عبدالله المخزمى القارئ نايونس بن محمد من اصل كتابه نا عبدالعزيز بن مسلم عن عبدالله بن دينار عن ابن عمررضى الله عنها: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ، وَقَالَ: لَا يُبَعْنَ

باب ام ولد بنانا، باندی کب ام ولد بنتی ہے اور ام ولد کا بیچنا حرام ہے

۳۴۴۴۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بیٹے نے اسے آزاد کر دیا اسے قاسم بن اصبغ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور ابن القطان فرماتے ہیں کہ اس کی سند عمدہ ہے (زیلعی) اور جوہر نقی میں اس کی سند کو عمدہ اور صحیح کہا ہے۔

۳۴۴۵۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مالک اپنی باندی سے جماع کرے پھر وہ لونڈی اپنے مالک کے لیے بچہ جنے تو وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی (احمد، ابن ماجہ باب امہات الاولاد) جامع صغیر میں اس کی سند کو اشارۃً حسن کہا ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جب باندی مالک سے بچہ جنے تو وہ ام ولد بن جاتی ہے۔

۳۴۴۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ام ولد کو بیچنے سے منع فرمایا اور فرمایا امہات الاولاد کو نہ بیچا جائے اور نہ کسی کے لیے ہبہ کیا جائے اور مالک کے مرنے کے بعد انہیں وراثت میں بھی نہ دیا جائے۔ ان کا آقا زندگی بھر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب مالک مر جائے گا تو یہ فی الفور آزاد ہو جائیں گی (دارقطنی) ابن قطان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

وَلَا يُوهَبْنَ وَلَا يُوَرَّثْنَ، يَسْتَمْتِعُ بِهَا سَيِّدُهَا مَا دَامَ حَيًّا، فَإِذَامَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ"۔ رواه الدارقطنی (۲:۴۸۱) و فی "الجوهر النقی" (۲:۲۷۰): "ذكره ابن القطان فی باب الاحادیث التی ضعفها عبدالحق، و عند ابن القطان انها صحيحة او حسنة، و قال ابن القطان: و عندی ان الذی يسنده ثقة خير من الذی وقفه"۔

۳۴۴۷- حدثنا زهير ثنا اسماعيل بن ابی اويس ثنا ابی عن حسين بن عبدالله عن عكرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: "أَيُّمَا أَمَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا فَإِنَّهَا حُرَّةٌ إِذَا مَاتَ إِلَّا أَنْ يُعْتِقَهَا قَبْلَ مَوْتِهِ"۔ رواه ابويعلى الموصلی فی مسنده(زيلعی ۲:۶۴)، ورجاله رجال مسلم الا حسينا و هو مختلف فيه۔

۳۴۴۸- عن معمر عن ايوب عن ابن سيرين عن عبيدة السلمانی: "سَمِعْتُ عَلِيًّا ؓ يَقُولُ: اِجْتَمَعَ رَأْيِي وَرَأْيُ عُمَرَ فِي أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ أَنْ لَا يُبَعْنَ، ثُمَّ رَأَيْتُ بَعْدَ أَنْ يُبَعْنَ، قَالَ عُبَيْدَةُ: فَقُلْتُ لَهُ فَرَأْيُكَ وَرَأْيُ عُمَرَ ؓ فِي الْجَمَاعَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ رَأْيِكَ وَحْدَكَ فِي الْفُرْقَةِ۔ رواه عبدالرزاق وهذا الاسناد معدود فی اصح الاسانيد (التلخيص الحبير ۴:۴۱۵)۔

۳۴۴۹- و فيه ايضا ما محصله: "أَنَّ عَلِيًّا ؓ رَجَعَ مِنْ رَأْيِهِ الثَّانِي"، اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح۔

۳۴۴۷۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو باندی اپنے آقا سے بچہ جنے تو وہ آقا کے مرنے پر آزاد ہوجائے گی۔ ہاں اگر مالک اسے اپنی موت سے قبل ہی آزاد کردے (تو بھی ٹھیک ہے) (نصب الرایہ)۔ اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں سوائے حسین کے اور وہ بھی مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔ لہٰذا حدیث قابل حجت ہے اور حسین ترمذی اور ابن ماجہ کا راوی ہے۔

۳۴۴۸۔ عبیدہ سلمانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری رائے اور حضرت عمرؓ کی رائے امہات الاولاد کے بارے میں ایک تھی کہ انہیں نہ بیچا جائے پھر میری یہ رائے بن گئی کہ انہیں بیچا جاسکتا ہے۔ عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کی اور حضرت عمرؓ کی متحدہ رائے مجھے آپؓ کی اختلافی رائے سے زیادہ پسند ہے (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ سند اصح الاسانید میں سے شمار ہوتی ہے۔

۳۴۴۹۔ اور اوپر والی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی دوسری رائے سے رجوع فرمالیا۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد کو بیچنا حرام ہے۔ <u>فائدہ</u>: ابوداؤد کی مسکوت عنہ روایت میں حضرت جابرؓ سے

بَاب اِذَا اِدَّعَا رَجُلَانِ بِوَلَدٍ یَکُوْنُ بَیْنَهُمَا

۳۴۵۰- حدثنا ابوبکرة قال: ثنا سعید بن عامر قال: حدثنی عوف بن ابی جمیلة عن ابی المهلب: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰی فِیْ رَجُلٍ اِدَّعَاهُ رَجُلَانِ کِلَاهُمَا یَزْعُمُ اَنَّهٗ اِبْنُهٗ، وذٰلِکَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ، فَدَعَا عُمَرُ اُمَّ الْغُلَامِ الْمُدَّعٰی، فَقَالَ: اُذَکِّرُکِ بِالَّذِیْ هَدَاکِ لِلْاِسْلَامِ لِاَیِّهِمَا هُوَ؟ قَالَتْ: لَا وَالَّذِیْ هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ مَااَدْرِیْ لِاَیِّهِمَا هُوَ،وَاَتَانِیْ هٰذَا اَوَّلَ اللَّیْلِ وَاَتَانِیْ هٰذَا آخِرَ اللَّیْلِ، فَمَااَدْرِیْ لِاَیِّهِمَا هُوَ- قَالَ: فَدَعَا عُمَرُ مِنَ الْقَافَةِ اَرْبَعَةً، وَدَعَا بِبَطْحَاءَ فنثرها، فَاَمَرَ الرَّجُلَیْنِ الْمُدَّعِیَیْنِ فَوَطِئَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقَدَمٍ، وَاَمَرَ الْمُدَّعٰی فَوَطِئَ بِقَدَمٍ، ثُمَّ اَرَاهُ الْقَافَةَ، قَالَ: اُنْظُرُوْا فَاِذَا اَتَیْتُمْ فَلَا تَتَکَلَّمُوْا حَتّٰی اَسْاَلَکُمْ، قَالَ: فَنَظَرَ الْقَافَةُ فَقَالُوْا: قَدْ اَثْبَتْنَا،

مروی ہے کہ حضورﷺ اور ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ہم ام ولد بیچا کرتے تھے پھر جب حضرت عمرؓ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے ہمیں اس سے روک دیا اور ہم رک گئے۔ اسے ابن حبان اور حاکم نے بھی شرط مسلم پر روایت کیا ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ کسی طریق میں یہ نہیں کہ حضورﷺ کو اس کی یعنی ام ولد کے بیچنے کی اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے اس سے نہ روکا ہو۔ لیکن میں (مترجم) کہتا ہوں کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوسلمہ عن جابرؓ سے ایک حدیث مروی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کا احتمال ہے کہ امہات اولاد کی بیع حضورﷺ کے زمانے میں جائز تھی پھر آپﷺ نے آخری زمانہ میں اس سے منع فرمادیا۔ لیکن یہ منع اور نہی مشہور نہ ہوئی اس لیے لوگ آپ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں اس کی بیع کرتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو جب یہ نہی پہنچی تو انہوں نے اس سے روک دیا (هکذا فی تلخیص الحبیر) اور اس کی مثال متعہ اور اکسال کی سی ہے کہ آپؐ نے آخر عمر میں متعہ کو حرام قرار دیا اور التقاء ختانین سے غسل کو واجب قرار دیا لیکن یہ بات مشہور نہ ہوئی۔ لہٰذا بعض صحابہ متعہ کرتے رہے اور اکسال سے غسل نہ کرتے تھے لیکن جب یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے دونوں کاموں سے لوگوں کو روک دیا اور عبیدۃ سلمانی کا یہ قول کہ "آپ اور حضرت عمرؓ کی متحدہ رائے مجھے زیادہ پسند ہے آپ کی اختلافی رائے سے" حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ام ولد کی بیع کے عدم جواز پر اجماع کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس وقت کوئی حضرت عمرؓ کی رائے کے مخالف نہ تھا اس لیے حضرت علیؓ دوسری رائے سے پہلی رائے کی طرف لوٹ آئے۔

باب اگر دو شخص کسی بچے کے نسب کا دعویٰ کریں تو وہ ان کے درمیان مشترک ہوگا

۳۴۵۰۔ ابوالمهلب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس دو آدمیوں نے ایک بچے کے نسب کا دعویٰ کیا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے تو حضرت عمرؓ نے اس مدعٰی بچے کی ماں کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تجھے اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تجھے اسلام کی ہدایت کی کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے اسلام کی دولت سے نوازا مجھے نہیں معلوم کہ یہ ان میں سے کس کا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک نے میرے ساتھ رات کے اول حصے

ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ سَأَلَهُمْ رَجُلًا رَجُلًا، قَالَ: فَتَقَادَعُوْا يَعْنِيْ فَتَبَايَعُوْا كُلُّهُمْ يَشْهَدُ أَنَّ هٰذَا لَبِيْن هٰذَيْنِ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَجَبًا لِمَا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ۔ قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّ الْكَلْبَةَ تَلْقَحُ بِالْكِلَابِ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّ النِّسَاءَ يَفْعَلْنَ ذٰلِكَ قَبْلَ هٰذَا، أَنِّيْ لَا أَرُدُّ مَا يَرَوْنَ، اِذْهَبْ فَهُمَا أَبَوَاكَ"۔ رواه الطحاوی (۲:۲۹۳)، و قال صاحب "الجوهر النقی" (۲:۲۵۶)۔ بسند حسن و قال الطحاوی: و قد روی عن عمرؓ ایضا من وجوه صحاح انه جعله بین الرجلین جمیعا۔

۳۴۵۱- قال ابو عمر: ذکر عبدالرزاق عن الثوری عن قابوس بن ابی ظبیان عن ابیه عن علیؓ: "أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلَانِ وَقَعَا عَلَى امْرَأَةٍ فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: اَلْوَلَدُ بَيْنَكُمَا، وَهُوَ لِلْبَاقِيْ مِنْكُمَا"۔ وذکر البیهقی فیما بعد فی آخر باب من قال: يُقْرَعُ بَيْنَهُمَا۔ و رواه ابن ابی شیبة فی

میں زنا کیا اور دوسرے نے رات کے پچھلے حصے میں زنا کیا۔ لہٰذا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس کا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے چار قیافہ شناسوں کو بلوایا اور سنگریزی منگوار کراسے گرادیا پھران دونوں مدعیوں میں سے ہرایک کوحکم دیا کہ وہ اس سنگریزی پراپنے قدم کا نشان بنائے تو ہرایک نے (اپنا) قدم وہاں رکھا۔ پھر آپؓ نے اس مدعیٰ بچے کو بھی اپنے قدم کا نشان بنانے کو کہا تو اس نے بھی (اپنا) قدم وہاں رکھا۔ پھر آپؓ نے قیافہ شناسوں کو وہ قدم دکھائے اور کہا کہ تم ان نشاناتِ قدم کودیکھواور پھر جب واپس آؤتو کسی سے بات نہ کرنا یہاں تک کہ میں تم سے نہ پوچھ لوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر قیافہ شناسوں نے (وہ نشاناتِ قدم) دیکھے اور انہوں نے کہا کہ ہم حقیقت حال معلوم کر چکے تھے پھر آپؓ نے ان کو ایک دوسرے سے جدا کردیا پھران قیافہ شناسوں میں سے ہرایک سے پوچھا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ تعجب کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور ہرایک اس بات کی گواہی دینے لگا کہ یہ بچہ ان دونوں میں سے ہرایک کا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کی بات پر تعجب کا اظہار کر کے فرمایا میں تو صرف یہ سمجھتا تھا کہ کتیا ہی کئی کتوں سے جفتی کرتی ہے اور مجھے تو اس سے قبل گمان بھی نہیں تھا کہ عورتیں بھی ایسے کرتی ہیں (یعنی اب معلوم ہوا کہ وہ ایسا کرتی ہیں) لہٰذا میں ان کی رائے اور فیصلے کو رد نہیں کرتا۔ پس (اے لڑکے!) یہ دونوں تیرے باپ ہیں۔ (طحاوی)۔ صاحب جوہرنقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے صحیح طرق سے مروی ہے کہ انہوں نے بچہ کو دونوں کے درمیان مشترک بنادیا۔

۳۴۵۱۔ ابو عمر فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ قابوس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس ایسے دو آدمی آئے جنہوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بچہ تم دونوں کے درمیان (فی الحال) مشترک ہے اور پھر تم میں سے (کسی ایک کے مرنے کے بعد) زندہ رہ جانے والے کا ہوگا (بیہقی)۔ اور ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت علیؓ سے سند کے ساتھ بچہ کا دونوں مدعیوں کے درمیان مشترک ہونا روایت کیا ہے اور یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تعین نہ ہو سکے تو بچہ کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور دونوں کا وارث ہوگا۔ اور اس کے مرنے پر وہ دونوں اس کے وارث ہونگے۔

"مصنفه" عن حسین بن علی عن زائدة عن سماك عن حنش عن علی، و هذا السند علی شرط مسلم(الجوهر النقی ۲:۲۵٦)۔

بَابٌ لَاتَكُوْنُ الْاَمَةُ فِرَاشًا لِمَوْلَاهَا حَتّٰى تَلِدَ مِنْهُ وَيَدَّعِيْ وَلَدَهَا

٣٤٥٢- عن ابی هریرة ﷺ مرفوعاً: "اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ"۔ رواه البخاری والاسماعیلی (فتح الباری ۱۲:۳۳)۔ وهو حدیث متواتر بلفظ: "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ"۔ فقد جاء عن بضعة و عشرین صحابیا قاله المناوی (العزیزی ٣:٤١٩)۔

٣٤٥٣- حدثنا ابراهیم بن مرزوق ثنا عبدالصمد بن عبدالوارث ثنا شعبة عن عمارة ابن ابی حفصة عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: "كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِيْ جَارِيَةً لَهٗ فَحَمَلَتْ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنِّيْ، اِنِّيْ اَتَيْتُهَا اِتْيَانًا لَا اُرِيْدُ بِهِ الْوَلَدَ"۔ رواه الطحاوی (۲:٦٨) ورجاله رجال الصحیح غیر ابن مرزوق و هو ثقة کما مر غیر مرة۔ واخرجه ابن حزم

باب باندی مولا سے بچہ جننے اور مولا کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرنے سے ہی فراش بنتی ہے

۳۴۵۲۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہی ہے۔ اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ (بخاری، اسماعیلی) اور یہ حدیث **الولد للفراش وللعاهر الحجر** کے الفاظ کے ساتھ متواتر ہے۔ اسے بیس سے زائد صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پتھر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ یا یہ کنایہ ہے محرومی سے۔

۳۴۵۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی باندی سے وطی کرتے تھے کہ وہ حاملہ ہوگئی تو آپؓ نے فرمایا یہ حمل مجھ سے نہیں۔ اس لیے کہ میں اس سے اس طریقے سے ہمبستری کرتا تھا کہ اس سے میرا مقصود بچہ نہیں تھا۔ (طحاوی)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابن مرزوق کے اور وہ بھی ثقہ ہے اور ابن حزم نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے اپنی باندی سے وطی کی اور آپ اس سے عزل کرتے تھے۔ پس اس نے بچہ جنا تو آپؓ نے اس کے بچہ کی نفی کی۔ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی محض وطی سے ہی فراش نہیں بنتی اور اس کے بچہ کا نسب بھی مولیٰ سے ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس بات کا اقرار نہ کرے کہ یہ اس کا بچہ ہے۔ اس لیے کہ اگر محض وطی ہی سے باندی مولیٰ کی فراش ہو جاتی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جاتا تو پھر ابن عباسؓ کے لیے نفی کرنا جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ یقیناً اس سے وطی کرتے تھے۔ باقی ابوداؤد کی وہ مسکوت عنہ روایت جس میں ہے کہ "حضرت علیؓ کے پاس یمن میں تین آدمیوں کو لایا گیا جنہوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت سے وطی کی...... پس آپؓ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچہ اس شخص کے حوالہ کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا اور اس شخص پر دو ثلث دیت کے بھی واجب قرار دیے۔ پھر جب یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ ہنسے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اشیاء میں قرعہ کے

فی "المحلی" (۱۰:۳۲۲) من طریق عبدالرزاق عن محمدبن عمرو عن عمرو بن دینار: "اَنَّ اِبْنَ عَبَّاسٍ وَقَعَ عَلٰی جَارِیَةٍ لَهٗ وَكَانَ یَعْزِلُهَا فَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِهَا" اھ۔ وھذا سند صحیح علی شرط الشیخین۔

۳۴۵۴- قد بلغنا "اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَطِئَ جَارِیَةً لَهٗ فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ فنفاہ۔

۳۴۵۵- وَاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَطِئَ جَارِیَةً لَهٗ فَحَمَلَتْ ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تُلْحِقْ بِآلِ عُمَرَ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ، فَجَاءَ تْ بِغُلَامٍ اَسْوَدَ: فَاَقَرَّتْ اَنَّهٗ مِنَ الرَّاعِیْ، فَانْتَفٰی مِنْهُ عُمَرُ"۔

ذکرہ محمد فی "الموطا" (۲۴۹) ھکذا بلاغا وبلاغاته حجة عندنا ۔ ورواہ سعید بن منصور: حدثنا سفیان عن ابن ابی نجیح عن فتی من اھل المدینة: "ان عمر کان یعزل عن

ذریعے فیصلے کیے جاتے تھے پھر قرآن اور حدیث نبوی ﷺ نے اسے منسوخ کردیا اس لیے کہ "میسر" کی تعریف قرعہ پر بھی صادق آتی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے مدعین کی پسند اور ان کی رضامندی سے ہی ان کے درمیان قرعہ نکالا۔ لیکن اگر مدعی حضرات قرعہ پر راضی نہ ہوں تو پھر قرعہ کے ذریعے فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اشتراک کا حکم لگایا جائے گا۔ اور رہی بخاری کی وہ حدیث جس میں باب نسب میں قیافت کا معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں قافۃ کے قول پر حکم لگانے کے وجوب کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ اس لیے کہ اسامہ بن زید کا نسب تو زید بن حارثہ سے پہلے ہی سے ثابت ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضور ﷺ اس بارے میں کسی کے قول کے محتاج نہ تھے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت اسامہ ماقبل کی زندگی میں زندگی کی طرف منسوب نہ ہوتے۔ بلکہ حضور ﷺ محض قافہ کے قول کی درستگی پر متعجب تھے۔ یہ جواب امام طحاوی نے دیا ہے اور دوسرا جواب فتح الباری میں یہ دیا گیا ہے کہ جاہلیت میں لوگ اسامہ کے نسب میں طعن کرتے تھے کیونکہ اسامہ نہایت کالے اور زید نہایت سفید تھے پس جب قائف نے باوجود رنگت میں اختلاف کے کہا کہ یہ قدم بعض بعض سے ہیں تو حضور ﷺ اس سے خوش ہوئے کیونکہ لوگوں کے اعتقاد کے مطابق قائف کا یہ قول ان کے طعن سے کافی تھا اور میں مترجم یہ کہتا ہوں کہ لعان کی مشروعیت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرعہ اور قیافت کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ورنہ لعان کی مشروعیت کی احتیاج ہی نہ رہتی۔ اور اسی طرح زیلعی میں جو یہ مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک بچہ میں دعوی کیا تو حضرت عمرؓ نے قائف کو بلایا اور قائف کے قول کے بموجب ایک آدمی کو وہ بچہ دے دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے جو حضرت عمرؓ سے مروی سند حسن متصل یا سند صحیح متصل کے معارض نہیں بن سکتی۔

۳۴۵۴۔ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ زید بن ثابتؓ نے اپنی باندی سے وطی کی پھر اس نے بچہ جنا تو آپؓ نے اس بچہ کی نفی کی (موطا محمد، باب العزل)

۳۴۵۵۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنی باندی سے ہم بستری کی تو وہ حاملہ ہوگئی اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اے اللہ ایسے بچے کو آل عمرؓ سے نہ ملانا جو عمرؓ کی اولاد میں سے نہیں۔ آخر کار اس باندی نے ایک کالے رنگ کا بچہ جنا تو اس نے اقرار کیا کہ یہ ایک چرواہے کا ہے۔ سو حضرت عمرؓ نے اس بچے کے نسب کا انکار کردیا (موطا محمد)۔ امام محمدؒ کے بلاغات حجت ہیں اور سعید بن منصور نے سند کے ساتھ اہل مدینہ کے ایک جوان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی باندی سے عزل کرتے تھے۔

جارية له"۔ فذكره نحوه كذا في "المغني" (۱۲:۴۹۱)۔

۳۴۵۶- حدثنا عيسى بن ابراهيم الغافقي ثنا سفيان عن ابي الزناد عن خارجة: "أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَعْزِلُ عَنْ جَارِيَةٍ فَارِسِيَّةٍ فَحَمَلَتْ بِحَمْلٍ فَأَنْكَرَهُ، وَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَكُنْ أُرِيْدُ وَلَدَكِ، وَإِنَّمَا أَسْتَطِيْبُ نَفْسَكِ، فَجَلَدَهَا وَأَعْتَقَهَا وَأَعْتَقَ وَلَدَهَا"۔

۳۴۵۷- حدثنا سليمان بن شعيب ثنا عبدالرحمن بن زياد ثنا شعبة ثنا قتادة عن سعيد بن المسيب، قال: "وَلَدَتْ جَارِيَةٌ لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ، فقال: إِنَّهُ لَيْسَ مِنِّيْ، وَإِنِّيْ كُنْتُ أَعْزِلُ عَنْهَا" رواه الطحاوي (۲:۶۸)۔ والسند الاول رجاله رجال الصحيح خلا عيسى بن ابراهيم و هو ثقة ثبت، كما في "التهذيب" (۸:۲۰۵)۔والسند الثاني حسن و ذكره ابن حزم في "المحلى" (۱۰:۳۲۲) بالسند الاول و لم يعله بشيء۔

كِتَابُ الْأَيْمَانِ

بَابُ تَعْرِيْفِ الْغُمُوْسِ وَكَوْنِهِ مَعْصِيَةً وَأَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ

۳۴۵۶۔ خارجہ سے مروی ہے کہ اس کا باپ فارسی لونڈی سے عزل کیا کرتا تھا کہ اس دوران وہ حاملہ ہوگئی تو انہوں نے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا اور کہا مجھے تیرے بچے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ میں تو صرف تجھ سے لذت حاصل کرتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے باندی کو کوڑے لگائے پھر اس کے بچے کو آزاد کر دیا۔ (طحاوی)

۳۴۵۷۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت کی باندی نے بچہ جنا تو زید نے فرمایا کہ یہ میرا نہیں کیونکہ میں تو اس سے عزل کیا کرتا تھا (طحاوی)۔ پچھلی حدیث کی سند کے تمام راوی سوائے عیسیٰ کے صحیح کے راوی ہیں اور عیسیٰ بھی ثقہ ثبت ہے اور دوسری حدیث کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ باندی کے فراش اور ام ولد بننے کے لیے ضروری ہے کہ مولا وطی اور بچہ کا اقرار کرے چونکہ یہ فراش انتہائی کمزور ہے اس لیے محض وطی کے اقرار سے بھی ام ولد نہیں بنے گی۔ البتہ نکاح میں محض عقد سے ہی فراش ہو جاتا ہے۔

کتاب۔ قسموں کے بیان میں

باب یمین غموس کی تعریف اور اس کے گناہ ہونے میں اور اس میں کفارہ کے نہ ہونے کے بیان میں

فائدہ: یمین کی مشروعیت اور اس کا حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع ہر تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن پاک سے ثبوت (۱) لا يواخذكم الله باللغو في ايمانكم ولكن يواخذكم بما عقدتم الايمان۔ (۲) ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها۔ (۳) قل اى و ربى انه لحق۔ (۴) قل بلى و ربى لتبعثن۔ (۵) قل بلى و ربى لتاتينكم۔ سنت سے ثبوت

۳۴۵۸- عن ابن مسعودؓ: "كُنَّا نَعُدُّ الذَّنبَ الَّذِي لَا كَفَّارَةَ لَهُ الْيَمِينَ الْغَمُوسَ اَنْ يَحْلِفَ الرَّجُلُ عَلٰى مَالِ اَخِيهِ كَاذِبًا لِيَقْتَطِعَهُ"۔ رواه آدم بن ابى اياس فى مسند شعبة واسماعيل القاضى فى الاحكام، و قال: ولا مخالف له من الصحابة۔ قد طعن ابن حزم فى صحة الاثر عن ابن مسعودؓ (فتح البارى ۱۱:۴۸۴)۔ قلت: اخرجه الحاكم فى المستدرك(۶:۲۹۶)۔ و صححه على شرط الشيخين، و قرره عليه الذهبى، وسنرد طعن ابن حزم عليه، فانه طعن بما لا طعن فيه، ورواه ابن حبان فى صحيحه من تفسير الغموس عن الشعبى بلفظ: "اَلَّتِي تَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ"، كما فى "فتح البارى" (۱۱:۴۸۴)۔ و فى "فتح البارى" (السابق) ايضا: "و نقل محمدبن نصر فى اختلاف العلماء، ثم ابن المنذر ثم ابن عبدالبر اتفاق الصحابة على ان لا كفارة فى اليمين الغموس"۔

۳۴۵۹- عن عبدالله بن عمروؓ مرفوعاً: "مِنَ الْكَبَائِرِ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ"۔ رواه البخارى (فتح البارى ۱۱:۴۸۴)۔

۳۴۶۰- عن عبداللهؓ عن النبى ﷺ، قال: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا

بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیراً منھا الا اتیت الذی ھو خیر و تحللتھا۔ اور آپ ﷺ کی یمین اکثر "لا و مصرف القلوب. لا ومقلب القلوب" ہوتی تھی اور امت کا یمین کی مشروعیت پر اجماع ہے اور آپ ﷺ سے تواتر سے "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" ثابت ہے۔

۳۴۵۸۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ یمین غموس ان گناہوں میں سے ہے جن میں کفارہ نہیں اور یمین غموس یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے مال پر جوجھوٹی قسم اٹھائے اس کے مال کو ہتھیانے کے لیے۔ اسے آدم نے سند شعبہ اور اسماعیل قاضی نے احکام میں روایت کیا۔ اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ کوئی صحابی اس فتویٰ کا مخالف نہیں۔ اور مستدرک حاکم میں بھی یہ حدیث مذکور ہے (فتح الباری)۔ مستدرک حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں شعبی سے غموس کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ آدمی مسلمان مرد کے مال کو ہتھیانے کے لیے قسم اٹھاتا ہے جبکہ وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے (فتح الباری)۔ اور فتح الباری میں ہی ہے کہ محمد بن نصر نے اختلاف العلماء میں پھر ابن منذر نے اور پھر ابن عبدالبر نے صحابہ کا اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں۔

۳۴۵۹۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا اور قصداً جھوٹی قسم اٹھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں (بخاری، باب الیمین الغموس)۔

۳۴۶۰۔ عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان یا اپنے بھائی کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم اٹھائی تو

قال رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَوْ قَالَ اَخِيْهِ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" الحديث رواه البخاری (۲:۹۸٦)۔

٣٤٦١- عن ابی ھریرة ﷺ مرفوعا: "خَمْسٌ لَيْسَ لَهُنَّ كَفَّارَةٌ، اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ: وَيَمِيْنٌ بِغَيْرِ حَقٍّ"۔ رواه احمد و ابو الشیخ باسناد حسن، كذا فی العزیزی (٤:٢٩٦)۔ و فی فتح القدير (٤: ٣٥٠): باسناد جید صرح بجودته ابن عبدالهادی اه۔

بَابُ تَفْسِيْرِ لَغْوِ الْيَمِيْنِ

٣٤٦٢- حدثنا حمید بن مسعدة قال: نا حسان يعنى ابن ابراهيم قال: حدثنا ابراهيم يعنى الصائغ عن عطاء فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال: هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهِ كَلَّا وَاللهِ وَبَلٰى وَاللهِ"۔ رواه ابوداود (۲:١١٥)۔ وقال: "روى هذا الحديث داود بن ابی الفرات عن ابراهيم الصائغ موقوفاً على عائشة۔ و كذالك رواه الزهرى وعبدالملك بن ابی سلمة و مالك بن مغول كلهم عن عطاء عن عائشة موقوفاً" اه قلت: حسان هذا من رجال الشيخين وابی داود و هو مختلف فيه۔ والاختلاف غير مضر،

سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہونگے (بخاری، باب قول الله ان الذين يشترون بعهدالله الخ)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ یمین غموس گناہ کبیرہ ہے اور اس میں کوئی کفارہ نہیں۔

۳۴۶۱۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں کفارہ نہیں۔ ایک اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور اس حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم اٹھانا۔ اسے احمد اور ابوالشیخ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (العزیزی) اور فتح القدیر میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ ابن عبدالہادی نے اس کی سند کے عمدہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ یمین غموس گناہ کبیرہ ہے اور اس میں کفارہ نہیں۔

باب یمین لغو کا بیان

۳۴۶۲۔ عطاءؒ یمین لغو کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یمین لغو آدمی کا وہ کلام ہے جو وہ اپنے گھر میں (تکیہء کلام کے طور پر) بولتا رہتا ہے مثلاً ہاں بخدا، نہیں بخدا (ابوداؤد، باب لغوالیمین)۔ ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث داؤد بن ابی الفرات نے حضرت عائشہؓ پر موقوفا روایت کی ہے اور اسی طرح زہری، عبدالملک بن ابی سلمہ اور مالک بن مغول نے موقوفا روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حسان، شیخین اور ابوداؤد کا راوی ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں لہذا رفع کی زیادتی مقبول ہوگی۔ اور بخاری نے اسے موقوفا روایت کیا ہے۔

فائدہ: یمین لغو کا مطلب یہ ہے کہ آدمی لا واللہ، بلی واللہ کہے اپنی کلام کے دوران اور اسے گمان ہو کہ وہ سچا ہے۔ اور

والرفع زیادة فتقبل- و قد رواه البخاری (۲:۹۸۶) موقوفا علی عائشة-

۳٤٦۳- اخرج الطبری من طریق الحسن البصری مرفوعاً فِیْ قِصَّةِ الرُّمَاةِ: "وَكَانَ اَحَدُهُمْ اِذَا رَمٰی حَلَفَ اَنَّهٗ اَصَابَ فَیَظْهَرُ اَنَّهٗ اَخْطَأَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَیْمَانُ الرُّمَاةِ لَغْوٌ لَا كَفَّارَةَ لَهَا وَلَا عُقُوْبَةَ-(فتح الباری ۱۱:٤٧٦)- و فیه ایضا- "وهذا لا یثبت، لانهم كانوا لا یعتمدون مراسیل الحسن، لانه كان یاخذ عن كل احد" اه- قلت: قد مر غیر مرة ان مراسیله موصولة عن علی ؓ -و فی "تهذیب التهذیب"(۲:۲٦٦): "قال ابن المدینی: مرسلات الحسن اذا رواها عنه الثقات صحاح، ما اقل ما یسقط منها- و قال ابوزرعة: كل شیء یقول الحسن:قال رسول الله ﷺ، وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احادیث" اه-

۳٤٦٤- وقد اخرجه الطبرانی فی "الصغیر" عن معاویة بن حیدة: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِقَوْمٍ یَتَرَامَوْنَ، وَهُمْ یَحْلِفُوْنَ اَخْطَاْتَ وَاللّٰهِ، اَصَبْتُ وَاللّٰهِ، فَلَمَّا رَاَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمْسَكُوْا فَقَالَ: اِرْمُوْا فَاِنَّمَا اَیْمَانُ الرُّمَاةِ لَغْوٌ لَا حِنْثَ فِیْهَا وَلَا كَفَّارَةَ"- قال الهیثمی فی "مجمع الزوائد"(٤:۱۸٥): "رجاله ثقات الا ان شیخ الطبرانی لم اجد من وثقه ولا جرحه" اه- قلت و قد مرفی الكتاب، و فی المقدمة ان شیوخه الذین لم یضعفوا فی "المیزان" ثقات فالحدیث حسن صحیح، و تاید به مرسل الحسن-

---

اگر اسے اپنے جھوٹا ہونے کا گمان ہوتو پھر وہ ﴿لكن یواخذكم الله بما كسبت قلوبكم﴾ کے تحت داخل ہوگی اور اسی طرح آدمی تکیہ کلام کے طور پر لا واللہ، بلی واللہ بولتا ہے اور اس کا ارادہ یمین کا نہیں ہوتا تو یہ بھی یمین لغو ہے۔

۳۴۶۳۔ حضرت حسن بصریؒ سے تیراندازوں کے قصے میں ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ جب کوئی تیرانداز تیر پھینکتا تو قسم اٹھاتا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے لیکن بعد میں معلوم ہوتا کہ نشانہ خطا گیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیراندازوں کی قسمیں لغو ہیں اور ان میں کسی قسم کا کفارہ نہیں (فتح الباری)۔ حسن کے مراسیل حضرت علیؓ سے موصول ہیں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ اگر حسن کے مرسل کو ثقات روایت کریں تو وہ صحیح ہیں اور ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ بات جس میں حسن فرمائیں کہ حضور ﷺ نے ایسا فرمایا میں نے اس کے لیے اصل پائی ہے، سوائے چار احادیث کے (اور یہ مذکورہ بالا حدیث ان چار میں سے نہیں)۔

۳۴۶۴۔ معاویہ بن حیدة سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک تیراندازی کرتی ہوئی قوم کے پاس سے گذرے جو قسمیں کھاتے تھے کہ قسم بخدا! تیرا نشانہ خطا گیا اور قسم بخدا! میرا تیر نشانے پر لگا۔ پس جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو تیراندازی روک دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیراندازی کرو اور تیراندازوں کی قسمیں لغو ہیں۔ ان میں نہ گناہ ہے اور نہ ہی کفارہ ہے (طبرانی فی الصغیر)

٣٤٦٥- قد اخرج ابن ابی عاصم من طريق الزبيدی،وابن وهب فی جامعه عن يونس و عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر، كلهم عن الزهری عن عروة عن عائشةرضی الله عنها"لَغْوُ الْيَمِيْنِ مَا كَانَ فِیْ الْمُرَاءِ وَالْهَزْلِ، وَالْمُرَاجَعَةِ فِیْ الْحَدِيْثِ الَّذِیْ كَانَ يَعْقِدُ عَلَيْهِ الْقَلْبُ"- وهذا موقوف و رواية يونس تقارب الزبيدی، ولفظ معمر: "اَنَّ الْقَوْمَ يَتَدَارَؤُوْنَ، يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ: لَا وَاللهِ، وَبَلٰی وَاللهِ، وَكَلَّا وَاللهِ، وَلَا يَقْصِدُ الْحَلْفَ"- وليس مخالفا للاول وهو المعتمد- واخرج ابن وهب عن الثقة عن الزهری بهذا السند: "هُوَالَّذِیْ يَحْلِفُ عَلَی الشَّیْءِ لَا يُرِيْدُ بِهٖ اِلَّا الصِّدْقَ، فَيَكُوْنُ عَلٰی غَيْرِ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ"- وهذا يوافق القول الثانی، لكنه ضعيف من اجل هذا المبهم، شاذ لمخالفة من هو اوثق منه و اكثر عددا-(فتح الباری ١١:٤٧٧)، وهذا المبهم لما وثقه ابن وهب فهو ثقة، ولا يلتفت الی تضعيف غيره ممن لم يعرفه- فان العارف مقدم علی من لم يعرف ، ولا شذوذ فيه بمخالفة الثقات، فان التطبيق ممكن والجمع سهل-

٣٤٦٦- حدثنی يعقوب ثنا هشيم اخبرنا حصين عن ابی مالك قال: "اَلْاَيْمَانُ ثَلَاثَةٌ:

حدیث حسن صحیح ہے اوراس حدیث کے ساتھ مرسلِ حسن بھی مؤید ہو جائے گا۔

۳۴۶۵۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یمین لغووہ قسم ہے جوخوشی یامذاق کی حالت میں اٹھائی جائے۔اور مراجعت صرف اس بات میں ہوتی ہے جسے دل مضبوط کرے۔یہ حدیث موقوف ہے اور یونس کی روایت زبیدی کے مقارب ہے اور معمر کی روایت میں ہے کہ لوگ جب جھگڑا کرتے ہیں (اور بحث کرتے ہیں) توان میں سے ایک کہتا ہے نہیں بخدا، ہاں بخدا اور ہرگز نہیں بخدا، اوراس کا مقصد قسم نہیں ہوتا۔اور زہری سے مروی ہے کہ یمین لغو یہ ہے کہ انسان کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے اوراس کا سچائی ہی کا ارادہ ہوتا ہے (یعنی وہ اپنے خیال میں سچا ہوتا ہے) لیکن معاملہ اس کی قسم کے برعکس ہوتا ہے (فتح الباری، ابن ابی عاصم، مصنف عبدالرزاق)

فائدہ: موفق مغنی میں لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کسی شئ پر حلف اٹھائے اوراس کا گمان ہو کہ یہ ایسا ہی ہے حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اوراس میں کفارہ نہیں اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور یہی ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ ابومالک، زرارہ بن اوفی، حسن بصری، نخعی، مجاہد، ابوحنیفہ، مالک سلیمان بن یسار، اوزاعی، ثوری وغیرہ کا مسلک ہے اورابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یمین لغو میں کفارہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ماضی پر حلف کی تین قسمیں ہیں (۱) کسی امر ماضی پر حلف اٹھائے اور وہ اس میں سچا ہو، اس میں بالاجماع کفارہ نہیں۔(۲) امر ماضی پر حلف اٹھاتا ہے اور وہ اس میں جھوٹ کا اردہ کرتا ہے۔یہ یمین غموس ہے اس میں بھی کفارہ نہیں۔(۳) امر ماضی پر حلف اٹھائے اور وہ اپنے خیال میں سچا ہو لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ یمین لغو ہے، اس میں بھی کفارہ نہیں۔(۱۱:۱۸۱ بتغییر یسیر)

۳۴۶۶۔ ابومالک فرماتے ہیں کہ قسمیں تین قسم پر تھیں۔ایک وہ قسم جس کا کفارہ دیا جاتا ہے، دوسرے وہ قسم جس میں کفارہ

يَمِينٌ تُكَفَّرُ، وَيَمِينٌ لَا تُكَفَّرُ، وَيَمِينٌ لَا يُؤَاخَذُ بِهَا صَاحِبُهَا. فَأَمَّا الَّتِي تُكَفَّرُ فَالرَّجُلُ يَحْلِفُ عَلَى الْأَمْرِ لَا يَفْعَلُهُ ثُمَّ يَفْعَلُهُ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ. وَأَمَّا الَّتِي لَا تُكَفَّرُ فَالرَّجُلُ يَحْلِفُ عَلَى الْأَمْرِ يَتَعَمَّدُ فِيهِ الْكِذْبَ فَلَيْسَ فِيهِ كَفَّارَةٌ، وَأَمَّا الَّتِي لَا يُؤَاخَذُ بِهَا فَالرَّجُلُ يَحْلِفُ عَلَى الْأَمْرِ يَرَى أَنَّهُ كَمَا حَلَفَ عَلَيْهِ فَلَا يَكُونُ كَذَلِكَ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ فِيهِ كَفَّارَةٌ، وَهُوَ اللَّغْوُ". رواه الامام الطبری فی تفسیره (۱۱:۷). وسنده صحیح رجاله رجال الجماعة غیر ابی مالك، واسمه غزوان الغفاری فثقة من الثالثة، تابعی جلیل کما سنذکره.

بَابُ الْحَلْفِ بِاللهِ تَعَالَى وَبِأَسْمَائِهِ وَبِصِفَاتِهِ

۳۴۶۷- عن ابن عمر رضی الله عنهما: "قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِمْرَتِهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي

نہیں (لیکن گناہ ہے) تیرے وہ قسم جس میں قسم اٹھانے والے کا کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا (یعنی نہ گناہ ہے اور نہ ہی کفارہ)۔ بہر حال وہ قسم جس میں کفارہ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے کہ اسے نہیں کرے گا۔ لیکن پھر اسے کر دیتا ہے۔ اس صورت میں اس پر کفارہ ہوگا (اسے یمین منعقدہ کہتے ہیں) اور وہ قسم جس میں کفارہ نہیں وہ یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے اور اس میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے تو اس صورت میں کفارہ نہیں (لیکن اس میں گناہ ہے اور اس کا نام یمین غموس ہے) اور وہ قسم جس میں قسم اٹھانے والے کو کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی معاملے پر قسم اٹھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ معاملہ اس کی قسم کے مطابق ہے۔ لیکن معاملہ اس طرح نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں (اور نہ ہی گناہ ہے) اور یہ یمین لغو ہے (تفسیر طبری)۔ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابو مالک کے اور وہ ثقہ تابعی جلیل ہے۔

فائدہ: یمین کو اقسام ثلثہ پر تقسیم کرنا یقیناً مدرک بالرائے نہیں لہذا یقیناً انہوں نے یہ صحابہؓ سے ہی سنا ہوگا اور موفق نے اس قسم کو جو متکلم کی زبان پر بلا قصد کے آجائے یمین لغو سے شمار کیا ہے، اور اس میں بھی کفارہ نہیں۔ موفق فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور ہم اس میں کسی اختلاف کو نہیں جانتے۔ اھ (۱۱: ۱۸۰)۔ **فائدہ:** اگر کوئی آدمی معصیت پر قسم اٹھائے تو وہ اسے نہ کرے اور یمین کے توڑنے کے عوض کفارہ ادا کرے۔ جیسا کہ بخاری وغیرہ میں آپ ﷺ کا فرمان عالیشان منقول ہے کہ جو شخص کسی چیز پر حلف اٹھائے اور پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر پائے تو وہ بہتر کام کر گزرے اور اپنی یمین کے عوض کفارہ ادا کرے۔

باب لفظ اللہ اور اللہ کے دیگر ناموں اور صفات کے ساتھ قسم اٹھانا

۳۴۶۷۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر بنایا۔ بعض لوگوں نے ان کے امیر بنائے جانے پر نکتہ چینی کی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگر تم اس کے امیر بنائے جانے پر نکتہ چینی کرتے ہو تو تم اس سے پہلے

اِمْرَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمْرَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ، وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ، وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ، وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ" رواه البخاری (۲: ۹۸۰)-

۳۴۶۸- عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ انه قال: "يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً"- اخرجه البخاری (۲: ۹۸۱)-

۳۴۶۹- عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: "كَانَتْ يَمِيْنُ النَّبِيِّ ﷺ : لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ"- رواه البخاری (۲: ۹۸۱)-

۳۴۷۰- عن حديث عائشة رضی الله عنها الی ان قال: فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ فَقَامَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: لَعَمْرُاللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهٗ- رواه البخاری (۲: ۹۸۵)-وفی "فتح الباری" (۱۱: ۴۷۶): وتقدم فی اواخر الرقاق فی الحديث الطويل من رواية لقيط بن عامر رضی الله عنه ان النبی ﷺ قَالَ: "لَعَمْرُ اِلٰهِكَ" و كررها- وهو عند عبدالله بن احمد فی زيادات المسند و غيره- قلت: وهو عند ابی داود فی سننه (عون المعبود ۳: ۲۲۲)-

۳۴۷۱- عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ ، قال: "بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْتَثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ، فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ! اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ: بَلٰى وَعِزَّتِكَ! وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ"- رواه البخاری (۱: ۴۲)-

---

اس کے باپ کے امیر بنائے جانے پر بھی تنقید کر چکے ہو۔ خدا کی قسم، زید بھی امیر بنائے جانے کے قابل تھے اور مجھے سب لوگوں سے عزیز تھے اور ان کے بعد یہ اسامہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز ہے (بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایم اللہ)۔

۳۴۶۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے امت محمد! واللہ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے (بخاری، باب کیف کانت یمین النبی)۔

۳۴۶۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی قسم بس اتنی تھی لا ومقلب القلوب یعنی دلوں کے پھیرنے والے کی قسم (بخاری)۔

۳۴۷۰۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ بن ابی کے بارے میں مدد چاہی تو اسید ابن حضیر کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ سے کہا (لعمر اللہ) خدا کی قسم ہم اسے قتل کردیں گے (بخاری، باب قول الرجل لعمر اللہ)۔ اور لقیط بن عامر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے لعمر الھک کے الفاظ فرمائے اور انہیں بار بار فرمائے۔ (ابوداؤد)۔

۳۴۷۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں تو حضرت ایوب انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے، اتنے میں ان کے رب نے انہیں آواز دی اے ایوب! کیا میں

۳۴۷۲- عن عبدالرحمن بن صفوان ﷺ فی حدیث طویل: "فَقَامَ الْعَبَّاسُ مَعَهُ أَیْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَفْوَانَ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللهِ! قَدْ عَرَفْتَ مَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ فُلَانٍ، وَأَتَاکَ بِأَبِیْهِ لِتُبَایِعَهُ عَلَی الْهِجْرَةِ فَأَبَیْتَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَا هِجْرَةَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: أَقْسَمْتُ عَلَیْکَ لَتُبَایِعَنَّهُ، قَالَ: فَبَسَطَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَدَهُ، فَقَالَ: هَاتِ! أُبِرُّ عَمِّیْ وَلَا هِجْرَةَ"۔ رواه احمد وابن ماجة (نیل الاوطار۸:۴٦٤)۔ قلت: رجال ابن ماجة ثقات غیر یزید بن ابی زیاد فمختلف فیه، وقد وثق ، وهو من رجال مسلم۔ وذکره الموفق فی "المغنی"(۱۱:۲۰٦) بلفظ "أَبْرَرْتُ قَسَمَ عَمِّیْ وَلَا هِجْرَةَ"اه۔

۳۴۷۳- عن عائشة رضی اللہعنها فی حدیث طویل، قالت: "قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أُقْسِمُ لَا أَدْخُلُ عَلَیْکُنَّ شَهْرًا، فَغَابَ عَنَّا تِسْعًا وَعِشْرِیْنَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَیْنَا مَسَاءَ الثَّلَاثِیْنَ فَقَالَتْ: کُنْتَ حَلَفْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا، فَقَالَ: شَهْرٌ هٰکَذَا، وَشَهْرٌ هٰکَذَا، وَفَرَّقَ بَیْنَ کَفَّیْهِ وَأَمْسَکَ فِیْ الثَّالِثَةِ الْإِبْهَامَ"۔ رواه الحاکم فی "المستدرک"(۴:۳۰۲)۔ وصححه علی شرط

نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم۔ لیکن تیری برکت سے میرے لیے بے نیازی کیونکر ممکن ہے (بخاری باب من اغتسل عریانا وحدہ)۔

۳۴۷۲۔ عبدالرحمن بن صفوانؓ سے مروی ہے کہ حضرت عباسؓ اس کے ساتھ اٹھے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بخوبی واقف ہیں کہ میرے اور فلاں کے درمیان کس قسم کے تعلقات ہیں اور وہ آپ ﷺ کے پاس اپنے باپ کو لایا تا کہ آپ ﷺ اس سے ہجرت پر بیعت لے لیں۔ لیکن آپ ﷺ نے انکار فرما دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب کوئی ہجرت نہیں ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اس سے ضرور بیعت لیں گے۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ اس پر حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور فرمایا آ (بیعت کر) تا کہ میں اپنے چچا کی قسم پوری کروں بہر حال ہجرت اب نہیں رہی (احمد وابن ماجہ) ابن ماجہ کے راوی ثقہ ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے اور وہ مختلف فیہ ہے اور وہ مسلم کا راوی ہے اور موفق نے مغنی (۱۱:۲۰٦) میں اس روایت کو "ابررت قسم عمی ولا ھجرۃ" کے ساتھ روایت کیا ہے یعنی میں نے اپنے چچا کی قسم کو پورا کر دیا اور اب کوئی ہجرت نہیں۔ ابن ھبیرہ کتاب الاجماع میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یمین لفظ اللہ کے ساتھ اور اس کے تمام ناموں کے ساتھ اور اس کی تمام ذاتی صفات کے ساتھ منعقد ہو جاتی ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ نے علم کو اور حق اللہ کو مستثنے کیا ہے۔

۳۴۷۳۔ ایک طویل حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں ہرگز تمہارے پاس (بیویوں کے پاس) ایک ماہ تک نہیں آؤنگا۔ پھر حضور ﷺ انتیس دن تک ہمارے پاس نہ آئے پھر تیسویں کی شام تشریف لائے تو میں (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم اٹھائی تھی۔ تو اس پر آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں

البخاری، و قال: فیه البیان ان اقسمت علی کذا یمین و قسم، واقرہ علی تصحیحه الذهبی۔

کے اشارے سے فرمایا کہ مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے اور تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کا انگوٹھا اکٹھا کرلیا اور اسے شمار نہ کیا (یعنی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے) (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: ایلاء کا لغوی معنی قسم ہے اور شریعت میں چار مہینے یا اس سے زائد یا ہمیشہ بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کو ایلاء کہا جاتا ہے قرآن پاک میں ''تربص اربعة اشهر'' کے الفاظ سے بتادیا کہ کم از کم ایلاء کی مدت چار مہینے ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ایک مہینہ یا دو ماہ یا تین ماہ کی قسم سے ایلاء نہیں بنتا جب تک چار ماہ والی حد کو نہ پہنچے (اعلاء السنن)۔ بعض احادیث میں ازواج مطہرات سے حضور ﷺ کے ایلاء کا بھی ذکر آتا ہے مگر وہ ایلاء بھی لغوی معنی میں تھا کہ حضور ﷺ پر جب فتوحات کے دروازے کھلنے لگے تو ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے کچھ نان ونفقہ میں وسعت کا مطالبہ کردیا جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو دلی صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیات ''یا اهها النبی قل لازواجک الخ'' آیات میں ان کو اختیار دیا کہ اگر دنیا اور اس کی زینت مطلوب ہے تو طلاق اور چند کپڑے دے کر تمہیں اچھے طریقہ سے جدا کردیا جائے اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا ارادہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں والدین سے مشورہ کرکے مجھ کو جواب دینا اور یہ آیات سنائیں تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فوراً فرمایا کہ کیا میں اس میں بھی مشورہ کی ضرورت سمجھتی ہوں؟ اور فرمایا کہ میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دارِ آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں پسند کرتی ہوں اور یہی جواب دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے دیا۔ ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ایک مہینہ ازواج مطہرات سے جدا رہنے کی قسم بھی کھائی تھی۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں ''ازواجِ مطہرات کو خیال نہ تھا کہ اس سے آپ ﷺ کو ایذاء پہنچے گی عام مسلمانوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے لیے بھی وسعت کا خیال دل میں آگیا'' (معارف القرآن ص ۱۲۷ ج ۷) اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ نفس نان ونفقہ سے محروم نہیں تھیں بلکہ فتوحات کے پیش نظر وسعت نان ونفقہ کا مطالبہ تھا چنانچہ مفتی صاحبؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ ازواج مطہراتؓ نے جمع ہوکر رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا کہ ان کا نان نفقہ بڑھایا جائے تفسیر بحر محیط میں ابوحیان نے اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد بنونضیر پھر بنوقریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں ایک گونہ خوشحالی پیدا کردی تھی۔ ازواج مطہرات کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ ان اموالِ غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا اس لیے انہوں نے جمع ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کسریٰ وقیصر کی بیبیاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں اور ان کی خدمت کے لیے کنیزیں ہیں اور ہمارا حال فقر وفاقہ کا آپ دیکھتے ہیں اس لیے اب کچھ توسع سے کام لیا جائے (معارف القرآن ص ۱۲۶۔۱۲۷ ج ۷) نیز فرماتے ہیں کہ (ازواجِ مطہرات میں سے) کسی نے بھی دنیا کی فراخی کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا (معارف القرآن ص ۱۲۷ ج ۷) مگر مودودی صاحب نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ازواج مطہرات کے نان ونفقہ کی طرف حضور ﷺ کو توجہ دینے کی فرصت نہیں تھی اور ازواج مطہرات خرچہ سے تنگ رہتی تھیں۔ چنانچہ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ اپنی معاش کے لیے ذرہ برابر بھی کوئی کوشش نہیں

کر سکتے تھے ان حالات میں جب آپ ﷺ کی ازواج مطہرات خرچ کی تنگی کے باعث آپ کے سکون طبع میں خلل انداز ہوتی تھیں تو اس سے آپ ﷺ کے ذہن پر دہرا بار پڑتا تھا (تفہیم القرآن ص ۶۵ ج ۴)۔ نیز لکھتے ہیں (سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع کے) پہلے حصہ میں نبی ﷺ کی ازواج کو جو اس تنگی وعسرت کے زمانے میں بے صبر ہو رہی تھیں اللہ تعالیٰ نے نوٹس دیا (تفہیم القرآن ص ۲۶ ج ۴) نیز فرماتے ہیں کہ "معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اس وقت کسی مالی مشکلات میں مبتلا تھے۔ اور کفر واسلام کے انتہائی شدید کشمکش کے زمانے میں خرچ کے لیے ازواج مطہرات کے تقاضے مزاج مبارک پر کیا اثر ڈال رہے تھے (تفہیم القرآن ص ۸۴ ج ۸۵) حالانکہ نفس نفقہ بیویوں کا حق ہے اس کے لیے حضور ﷺ قرض بھی لیا کرتے تھے اس پر ناراض ہونا معلم انسانیت کے حسن اخلاق کے منافی ہے۔ آیت کے الفاظ "الحیوۃ الدنیا و زینتھا" میں زینت کے لفظ بھی صاف بتا رہے ہیں کہ ان کا مطالبہ وسعت کا تھا نفس نان ونفقہ کا نہ تھا۔ مودودی صاحب نے ایسے واقعات میں غلط رنگ بھر کر ازواج مطہرات، جن کو قرآن پاک تمام مومنوں کی مائیں کہتا ہے، کے متعلق یہاں تک لکھ دیا کہ وہ "نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہوگئی تھیں۔ اور حضور ﷺ سے زبان درازی کرنے لگیں تھیں" (ہفت روزہ ایشاء لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۶۷ء) نعوذ باللہ کوئی شخص ماں کے بارہ میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا جو مودودی صاحب تمام مومنوں کی ماؤں کے بارہ میں استعمال کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ "انہوں نے حضور ﷺ کے مقابلہ میں جتھہ بندی کرلی تھی (تفہیم القرآن ص ۲۳، ج ۶) نیز ازواج مطہرات کے بارہ میں انہوں نے لکھا کہ وہ حضور ﷺ کو دوبدو جواب دیتی تھیں اور زبان درازی کرتی تھیں اس پر مودودی صاحب کو جب متنبہ کیا گیا تو بجائے اس کے کہ اپنے الفاظ سے رجوع کرتے بلکہ بڑی ڈھٹائی سے فرماتے ہیں: "اس ترجمے کو بعض لوگ غلط کہتے ہیں اور ان کا اعتراض یہ ہے کہ مراجعت کا ترجمہ پلٹ کر جواب دینا یا دوبدو جواب دینا تو صحیح ہے مگر اس کا ترجمہ زبان درازی صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ معترض حضرات اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اگر کم مرتبے کا آدمی اپنے سے بڑے مرتبے کے آدمی کو پلٹ کر جواب دے یا دوبدو جواب دے تو اسکا نام زبان درازی ہے مثلاً باپ اگر بیٹے کو کسی بات پر ڈانٹے یا اس کے کسی فعل پر ناراضی کا اظہار کرے اور بیٹا اس پر ادب سے خاموش رہنے یا معذرت کرنے کی بجائے پلٹ کر جواب دینے پر اتر آئے تو اس کو زبان درازی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر جب یہ معاملہ باپ اور بیٹے کے درمیان نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ اور امت کے کسی فرد کے درمیان ہو تو صرف ایک غبی آدمی ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا نام زبان درازی نہیں ہے" (تفہیم القرآن ص ۲۵ ج ۶ سورۂ تحریم) قارئین کرام مودودی صاحب یہ ساری زور آزمائی لفظ "لیراجعن" اور "تراجعی" پر کر رہے ہیں جو بخاری شریف میں موجود ہے اور مراجعت سے بنا ہے۔ مصباح اللغات میں ہے دوسرے سے معاملہ میں بات چیت کرنا، دوبارہ گفتگو کرنا (مصباح اللغات ص ۲۸۱) اور عام محاوروں میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کہ شاگرد سبق سمجھ نہ آنے پر استاذ کی طرف مراجعت کرتا ہے، مرید اور مستفتی کو بارہا کسی مسئلہ میں اپنے پیر یا مفتی کی طرف مراجعت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں زبان درازی کا مفہوم بالکل درست نہیں لگتا۔ اسی طرح بخاری شریف میں حدیث معراج میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا کہ "راجع ربک" یعنی اپنی امت کے بارہ میں اپنے رب کی طرف رجوع کیجئے مگر مودودی

٣٤٧٤- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: "ان ابا بکرؓ قال: اَقْسَمْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! بِاَبِیْ اَنْتَ - لَتُحَدِّثَنِّیْ مَاالَّذِیْ اَخْطَاْتُ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : لَا تُقْسِمْ"- رواہ ابوداود و سکت عنہ- قال المنذری: واخرجہ البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجۃ، و فی لفظ لابی داود:

صاحب کے بقول مراجعہ کا معنی یہ بنے گا کہ اپنے رب سے زبان درازی کریں اور اسی روایت میں راجعت بھی ہے تو کوئی عقل سے کورا ہی اس کا معنی یہ کرے گا کہ نعوذ باللہ میں نے رب سے زبان درازی کی (ملاحظہ ہو باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء) اسی طرح بخاری شریف سورۂ جمعہ کی تفسیر میں ہے کہ جب و آخرین منهم لما یلحقوا بھم آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ فلم یراجعہ یعنی حضورﷺ نے ان کو جواب نہیں دیا، یہاں بھی کوئی شخص یہ ترجمہ نہیں کرتا کہ آپﷺ نے ان سے زبان درازی نہیں کی، اسی طرح بخاری فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف میں ہے اقرانی جبریل علی حرف فراجعتہ کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک لغت پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان کی طرف مراجعت کی نہ کہ میں نے ان سے زبان درازی کی، الغرض احادیث میں بیسیوں جگہ مراجعت کا لفظ مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے مگر کہیں بھی زبان درازی والا معنی نہیں مگر مودودی صاحب نے ازواج مطہرات کے لیے یہ معنی بیان کر کے ان کی توہین کی ہے اور پھر اس توہین آمیز معنی کو پختہ کرنے کے لیے لکھا ہے کہ یہ ازواج اگرچہ معاشرے کی بہترین خواتین تھیں مگر بہر حال تھیں انسان ہی اور بشریت کے تقاضوں سے مبرا نہ تھیں، کبھی ان کے لیے مسلسل عسرت کی زندگی بسر کرنا دشوار ہو جاتا تھا اور وہ بے صبر ہو کر حضورﷺ سے نفقہ کا مطالبہ کرنے لگتیں......... کبھی نسائی فطرت کی بنا پر ان سے ایسی باتوں کا ظہور ہو جاتا تھا جو عام انسانی زندگی میں معمول کے خلاف نہ تھیں مگر جس گھر میں ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا اس کی شان اور اس کی عظیم ذمہ داریوں سے وہ مطابقت نہ رکھتی تھیں (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۲۷) اگر مودودی صاحب کے بارہ میں کوئی کہے کہ مودودی صاحب اچھے آدمی تھے مگر بہر حال تھے انسان ہی اور بشریت کے تقاضوں سے مبراء نہ تھے، مسلسل علماء کرام کی تنقید سے بے صبر ہو کر اپنی غلطی پر ڈٹ جاتے تھے کبھی انسانی فطرت کی بنا پر ان سے ایسی باتوں کا ظہور ہو جاتا تھا جو عام انسانی زندگی میں معمول کے خلاف نہ تھیں مگر جس لیڈری کے وہ شائق تھے اس کی شان اور اس کی عظیم ذمہ داریوں سے وہ مطابقت نہ رکھتی تھیں تو غالباً مودودی صاحبان اس کو توہین ہی سمجھیں گے اور اگر مودودی صاحب کی بیگم صاحبہ کے بارہ میں یہ لکھا جائے کہ وہ مودودی صاحب سے زبان درازی کرتی تھیں تو اس کو مودودی صاحبان قابل برداشت نہ سمجھیں گے تو امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کے بارہ میں علماء بھی ایسے الفاظ برداشت نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ فہم سلیم سے امہات المومنین کے مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

۳۴۷۴- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں آپﷺ کی قسم کھاتا ہوں۔ فدا ہوں آپﷺ پر میرے ماں باپ۔ آپﷺ مجھے ضرور بتائیے کہ میں نے کیا غلطی ہے تو اس پر آپﷺ نے فرمایا کہ قسم مت کھاؤ (ابوداود، باب القسم ھل یکون یمینا)۔ منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور ابوداود میں لم یخبرہ کے الفاظ ہیں اور پھر ابوداود اور

"لَمْ يُخْبِرْهُ"۔ سكت عنه هو والمنذرى (عون المعبود ٣:٢٢٤)۔

٣٤٧٥- عن بريدة ﷺ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ" رواه ابوداود و سكت عنه هو والمنذرى، ورجال اسناده ثقات۔

٣٤٧٦- واخرج الطبرانى فى الاوسط باسناد رجاله ثقات من حديث ابن عمر رضى الله عنهما: "اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ، فَقَالَ: اَلَسْتَ الَّذِىْ يَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ" (نيل الاوطار ٨:٤٦٥)۔ قلت: والحديث فى "مجمع الزوائد" (٤:١٧٨)، ولكنه بلفظ: "اِنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ، فَقَالَ: اَلَسْتَ الَّذِىْ تَحْلِفُ بِالْاَمَانَةِ" اه۔ والظاهر وقوع التصحيف فيه۔

٣٤٧٧- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ فِى الرَّجُلِ يَقُوْلُ: هُوَ يَهُوْدِىٌّ اَوْنَصْرَانِىٌّ اَوْ مَجُوْسِىٌّ اَوْ بَرِئٌ مِنَ الْاِسْلَامِ اَوْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ اَوْ عَلَيْهِ نَذْرٌ، قَالَ: "يَمِيْنٌ مُغَلَّظٌ"۔ رواه عبدالرزاق (كنز العمال ٨:٣٤٣)۔

٣٤٧٨- روى الزهرى عن خارجة بن زيد عن ابيه عن النبى ﷺ: "اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَقُوْلُ: هُوَ يَهُوْدِىٌّ اَوْ نَصْرَانِىٌّ اَوْ مَجُوْسِىٌّ اَوْ بَرِئٌ مِنَ الْاِسْلَامِ فِى الْيَمِيْنِ يَحْلِفُ بِهَا

منذری نے اس سے سکوت کیا ہے (عون المعبود)۔

فائدہ: آخری تین احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر لفظ اللہ یا اللہ کی کسی صفت کو ذکر نہ کیا جائے تب بھی الفاظ قسم سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

۳۴۷۵۔ بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لفظ امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں (ابوداؤد، باب کراھیۃ الحلف بالامانۃ)۔ امام ابوداؤد اور منذری نے اس سے سکوت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

۳۴۷۶۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو لفظ امانت کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو وہ شخص نہیں جو لفظ امانت کی قسم اٹھاتا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط، نیل الاوطار)۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مجمع الزوائد میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ کسی آدمی نے کسی آدمی کو لفظ امانت کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا (یعنی حضور ﷺ نے نہیں سنا)۔

فائدہ: امانت چونکہ اللہ کی صفات میں سے ہے اس لیے امانت کی قسم اٹھانا احناف کے نزدیک درست ہے۔

۳۴۷۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھانے میں یوں کہے کہ (اگر ایسا نہ ہو تو) وہ یہودی یا عیسائی یا آتش پرست ہو یا اسلام سے خارج ہو یا اس پر اللہ کی لعنت ہو یا اس پر کوئی نذر ہو تو یہ یمین مغلظ ہے (مصنف عبدالرزاق)۔

۳۴۷۸۔ حضور ﷺ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ قسم اٹھاتے وقت یوں کہتا ہے کہ (اگر ایسا نہ ہو تو) وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا آتش پرست ہو یا اسلام سے خارج ہو وغیرہ پھر وہ اپنی قسم میں حانث ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر

فَيَحْنَثُ فِي هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ۔ فَقَالَ: عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ"۔ اخرجه ابوبكر (الخلال) كذا فى "المغنى" (۱۱: ۱۱۹)۔ والمذكور من السند صحيح، ولم اقف على باقى الاسناد۔

۳۴۷۹- عن ام سلمة رضى الله عنها، "اَنَّهَا حَلَفَتْ فِيْ غُلَامٍ لَهَا اِسْتَعْتَقَهَا، قَالَتْ: لَا اَعْتَقَهَا اللهُ مِنَ النَّارِ اِنْ اَعْتَقْتُهُ اَبَدًا، ثُمَّ مَكَثَتْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ قَالَتْ: سُبْحَانَ اللهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاٰى خَيْرًا مِنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ، ثُمَّ يَفْعَلُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ، فَاَعْتَقَتِ الْعَبْدَ ثُمَّ كَفَّرَتْ عَنْ يَمِيْنِهَا"۔ رواه الطبرانى فى "الكبير" ورجاله ثقات الا ان عبدالله بن حسن لم يسمع من ام سلمة (مجمع الزوائد ۴: ۱۸۵)۔ قلت: ولكنه ثقة جليل القدر، كان مغيرة اذا ذكر له الرواية عنه قال: هذه الرواية الصادقة، وكان كبير بنى هاشم فى وقته، ما كان علماء المدينة يكرمون احدا ما يكرمونه۔ وهو من صغار التابعين روى عن عم جده عبدالله بن جعفر بن ابى طالب، كذا فى "فتح البارى" (۱۳: ۳۱۸) والتهذيب۔ فهذه رواية صحيحة صادقة مع ارسالها۔

۳۴۸۰- عن ابى رافع رضى الله عنه قال: "قَالَتْ لِيْ مَوْلَاتِيْ لَيْلٰى بِنْتُ الْعَجْمَاءِ: كُلُّ مَمْلُوْكٍ لَهَا مُحَرَّرٌ، وَكُلُّ مَالٍ لَهَا هَدْىٌ، وَهِىَ يَهُوْدِيَّةٌ وَنَصْرَانِيَّةٌ اِنْ لَمْ تُفَرِّقْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ

کفارہ یمین ہے۔ اسے ابو بکر حلال نے روایت کیا ہے (المغنی)۔ اور مذکورہ سند صحیح ہے اور باقی اسناد پر مجھے واقفیت نہیں۔

۳۴۷۹۔ ام سلمہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے غلام نے ام سلمہؓ سے آزادی کا مطالبہ کیا تو ام سلمہؓ نے قسم اٹھائی اور کہا کہ اگر میں اسے آزاد کردوں تو اسے (یعنی ام سلمہ کو) اللہ جہنم سے کبھی آزاد نہ کرے۔ پھر ام سلمہؓ نے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد فرمایا کہ سبحان اللہ! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم اٹھائے اور پھر بھلائی اس کے خلاف دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ کفارہ ادا کرے اور پھر وہ کام کرے جس میں بھلائی ہے۔ لہٰذا ام سلمہ نے غلام کو آزاد کیا پھر اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ البتہ عبداللہ بن حسن نے ام سلمہ سے سماع نہیں کیا (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ وہ ثقہ جلیل القدر ہے۔ جب مغیرہ سے ان کی روایت بیان کی جاتی تو وہ فرماتے "هذه الرواية الصادقة" اور اپنے وقت میں بنو ہاشم کے امیر تھے۔ علماء مدینہ ان کا سب سے زیادہ احترام کرتے تھے اور یہ صغار تابعین میں سے ہیں۔ پس یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن صحیح صادق ہے۔

۳۴۸۰۔ ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ میری مالکہ لیلی بنت عجماء نے قسم اٹھائی کہ اس کا ہر غلام آزاد ہے اور اس کا تمام مال ہدیہ ہے (اور یہ قسم بھی اٹھائی کہ) اگر وہ تیرے اور تیری بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈالے تو وہ (لیلی) یہودی یا عیسائی ہو (یعنی معصیت کی قسم اٹھائی) ابو رافع فرماتے ہیں کہ پھر میں زینب بنت ام سلمہ کے پاس آیا اور پھر ام المؤمنین حفصہؓ کے پاس آیا۔ پھر میں ابن عمرؓ کی خدمت

اِمْرَاَتِكَ- قَالَ: فَاَتَیْتُ زَیْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ- ثُمَّ اَتَیْتُ حَفْصَةَ اِلٰی اَنْ قَالَ: ثُمَّ اَتَیْتُ ابْنَ عُمَرَ فَجَاءَ مَعِیْ اِلَیْهَا، فَقَامَ عَلَی الْبَابِ فَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَمِنْ حِجَارَةٍ اَنْتِ اَمْ مِنْ حَدِیْدٍ؟ اَفْتَتْكِ زَیْنَبُ وَاَفْتَتْكِ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ، كَفِّرِیْ عَنْ یَمِیْنِكِ، وَخَلِّیْ بَیْنَ الرَّجُلِ وَامْرَاَتِهٖ"- رواه الاثرم والجوزجانی سطولا، وزاد احمد:"وَاَعْتِقِیْ جَارِیَتَكِ"- وهذه زیادة یجب قبولها- قاله الموفق فی "المغنی" (۱۱:۲۱۹،۲۲۰)- قلت: وعزاه فی "کنز العمال"(۸:۳۴۳) الی عبدالرزاق، و ذکره مفصلا- والظاهر من کلام الموفق کون الحدیث صالحا للاحتجاج به- واخرجه الدارقطنی فی سننه(۲:۴۹۳) بسند رجاله ثقات خلا قوله:"واعتقی جاریتك" ثم اطلعت علی سند عبدالرزاق عند ابن حزم فی "المحلی"(۸:۸)عن المعتمر بن سلیمان التیمی عن ابیه عن بکر بن عبدالله المزنی اخبرنی ابورافع تذکره، وهذا سند صحیح، و صرح ابن حزم نفسه بصحة الاثر-

۳۴۸۱- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم، قال: "اُقْسِمُ وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ، وَاَشْهَدُ وَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ، وَاَحْلِفُ وَاَحْلِفُ بِاللّٰهِ، وَعَلَی عَهْدِ اللّٰهِ، وَعَلٰی ذِمَّةِ اللّٰهِ، وَعَلٰی نَذْرِ اللّٰهِ، وَعَلَیَّ نَذْرٌ

میں (اس مسئلہ میں) حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ میرے ساتھ اس عورت (لیلیٰ) کے پاس گئے۔ ابن عمرؓ نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ تو پتھر کی بنی ہوئی ہے یا لوہے کی؟ تجھے زینب اور ام المؤمنین حفصہؓ نے فتویٰ دیا (قسم توڑنے کا لیکن تو نے عمل نہ کیا) (لہٰذا میں کہتا ہوں کہ) تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور ابورافع اور اس کی بیوی کے درمیان سے ہٹ جا (احمد، اثرم، جوز جانی، کنز العمال)۔ احمد نے اعتقی جاریتک کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور اس زیادتی کا قبول کرنا واجب ہے۔ اور کنز العمال نے اسے عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور موفق کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث دلیل پکڑنے کے قابل ہے۔ اور دارقطنی نے اپنی سنن میں یہ حدیث ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کی ہے لیکن اس میں اعتقی جاریتک کے الفاظ نہیں۔ اور عبدالرزاق کی سند محلی میں مذکور ہے جو صحیح ہے اور خود ابن حزم نے بھی اس کی صحت تصریح کی ہے۔

۳۴۸۱۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ (کسی نے یوں کہا کہ) میں قسم اٹھاتا ہوں۔ یا میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں یا میں گواہی دیتا ہوں یا اللہ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں یا میں حلف اٹھاتا ہوں یا اللہ کے نام پر حلف اٹھاتا ہوں۔ یا مجھ پر اللہ کا عہد یا ذمہ ہے۔ یا مجھ پر اللہ کی نذر ہے یا مجھ پر نذر ہے۔ یا (اگر ایسے نہ ہو تو) وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا آتش پرست ہو یا وہ اسلام سے خارج ہو۔ یہ تمام قسمیں ہیں۔ اور قسم توڑنے پر قسم کا کفارہ ادا کرے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس مکمل حدیث کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے (کتاب الآثار، کتاب الایمان والکفارات فیہا)۔

فائدہ: نخعی، ابن مسعودؓ کے مذہب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور ابن مسعود کے اخص الخواص شاگرد ہیں پس ان کا قول حجت ہے۔ جبکہ دیگر فقہاء صحابہ وتابعین کے اقوال بھی ان کے مؤید ہیں۔۔ **فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ معصیت کی قسم اٹھانے سے

وَهُوَ يَهُودِيٌّ- وَهُوَ نَصْرَانِيٌّ، وَهُوَ مَجُوسِيٌّ، وَهُوَ بَرِيءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ- كُلُّ هٰذَا يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا اِذَا حَنِثَ"- اخرجه محمد فی الآثار وقال: وبهذا كله ناخذ وهو قول ابی حنيفة اه-(١٠٤)-

بَابُ لَا تَنْعَقِدُ الْيَمِينُ اِذَا حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

٣٤٨٢- عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَسِيْرُ فِيْ رَكْبٍ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ- فَقَالَ: اَلَا! اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ"- رواه البخاری، و فی لفظ له: قال عمر: "فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا" - و فی "مصنف ابن ابی شيبة" من طريق عكرمة نحوه، وزاد: فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ حَلَفَ بِالْمَسِيْحِ هَلَكَ، وَالْمَسِيْحُ خَيْرٌ مِنْ آبَائِكُمْ"- وهذا مرسل يقوى بشواهده-

---

بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قسم منعقد نہ ہو لیکن نص کی وجہ سے ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ نیز عرف عام میں بھی معصیت پر اٹھائی جانے والی قسم کو قسم ہی کہا جاتا ہے۔

باب غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی

فائدہ: غیر اللہ کی قسم اٹھانا بالاجماع جائز نہیں۔ کیونکہ ترمذی کی حدیث ہے من حلف بغير الله فقد اشرک کہ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ کیونکہ جس چیز کی قسم اٹھائی جاتی ہے قسم اٹھانے والے کے دل میں اس چیز کی عظمت ہوتی اور کبریائی اور عظمت کی حقدار ذات صرف اللہ کی ذات ہے۔ لہٰذا اگر وہ محلوف بہ غیر اللہ کی ایسی عظمت کا اعتقاد رکھتا ہے جس کا حقدار صرف اللہ ہی ہے تو یہ یقیناً کفر ہوگا اور اگر اس کی ایسی عظمت کا معتقد ہے، جس کا وہ محلوف بہ غیر اللہ لائق ہے تو کفر نہ ہوگا اور یمین منعقد نہ ہوگی۔ البتہ اللہ کی ذات کی طرح اس کی صفات عالیہ کی قسم اٹھانا درست ہے اور ان کے ساتھ قسم منعقد ہو جاتی ہے (هکذا فی فتح الباری ۱۱: ۴۶۲) ملخصاً

۳۴۸۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عمرؓ کے پاس آئے تو وہ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ چل رہے تھے۔ اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے تمہیں باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا جسے قسم کھانی ہی ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے (بخاری)۔ اور بخاری ہی کی اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب سے میں نے حضور ﷺ سے یہ ممانعت سنی واللہ میں نے کبھی باپ دادوں کی قسم نہیں کھائی نہ یاد کی حالت میں اور نہ بھول کر (بخاری، باب لا تحلفوا بآبائکم)۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی بھی قسم کھائے گا تو ہلاک ہوگا حالانکہ وہ تمہارے آباء واجداد میں سب سے بہتر ہیں۔ مصنف کی روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن شواہد کی بنا پر مضبوط ہو چکی ہے۔

فائدہ: ذاکرا ولا اثرا کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ نہ اپنی طرف سے قسم اٹھائی نہ ہی کسی دوسرے کی طرف سے۔

۳۴۸۳- واخرج الترمذی من وجه آخر عن ابن عمر: "اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ لَا وَالْكَعْبَةِ۔ فَقَالَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ۔ قال الترمذی: حسن و صححه الحاکم (فتح الباری ۲۹۷:٤)۔

۳۴۸٤- عن ابن جریج: سمعت عطاء وَقَدْ سَاَلَهٗ رَجُلٌ، فَقَالَ: "قُلْتُ: وَالْبَيْتِ وَكِتَابِ اللّٰهِ۔ فَقَالَ عَطَاءٌ: لَيْسَا لَكَ بِرَبٍّ لَيْسَا يَمِيْنًا"۔ اخرجه عبدالرزاق۔ وبه یقول ابو حنیفة کذا فی "المحلی" (۸۲:۸)۔ وسنده صحیح۔

۳۴۸۵- عن ابی ہریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِهٖ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ: تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ"۔ رواه البخاری (فتح الباری ۴٦۷:۱۱)۔

بَابٌ اِذَا حَلَفَ عَلٰى فِعْلِ مَعْصِيَةٍ اَوْ تَرْكِ وَاجِبٍ وَجَبَ الْحِنْثُ وَكَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ

۳۴۸٦- عن ابی ہریرة رضی الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: "وَاللّٰهِ لَاَنْ يَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِیْ يَمِيْنِهٖ

۳۴۸۳۔ ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو "نہیں کعبہ کی قسم" کے الفاظ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ غیر اللہ کے نام کی قسم مت اٹھا۔ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائی تو اس نے گویا کفر کیا (یا فرمایا) کہ اس نے شرک کیا (ترمذی، باب فی کراھیة الحلف بغیر اللہ) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۳۴۸۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عطاء سے کسی آدمی نے پوچھا کہ اگر میں یوں کہوں "بیت اللہ کی قسم" یا "کتاب اللہ کی قسم" (تو کیا حکم ہے)؟ تو عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں (بیت اللہ اور کتاب اللہ) تیرے خدا نہیں لہٰذا یہ دونوں ہی قسمیں نہیں ہیں (مصنف عبدالرزاق)۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی قول ہے (محلی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۸۵۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قسم اٹھاتے وقت یوں کہے لات اور عزی کی قسم تو اسے (تجدید ایمان کے لیے) لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔ اور جو شخص اپنے ساتھی سے یوں کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہیے کہ کچھ صدقہ کرے (تاکہ گناہ کا کفارہ ہو جائے)۔ (بخاری باب لا یحلف باللات والعزی ولا بالطواغیت)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

باب گناہ کے کرنے یا واجب کے چھوڑنے پر قسم اٹھانے سے قسم توڑنا اور کفارہ ادا کرنا واجب ہے

۳۴۸۶۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ واللہ اپنے گھر والوں کے معاملے میں تمہارا اپنی قسموں پر اصرار کرتے رہنا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہے کہ قسم توڑ دے اور اس کا وہ کفارہ ادا کرے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے۔ (بخاری باب

آثِمُ لَهُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ اَنْ يُؤَدِّيَ الْكَفَّارَةَ الَّتِي فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"۔ رواه مسلم (المحلی ۸: ۴۳)۔ وقال الموفق فی المغنی (۱۱: ۱۶۶): متفق علیه۔

۳۴۸۷- عن عبدالرحمن بن سمرة رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ"۔ رواه البخاری (فتح الباری ۱۱: ۵۳۳)۔ وقال الموفق فی "المغنی" (۱۱: ۱۶۶): متفق علیه۔

بَاب تَحْرِيْمُ الْحَلَالِ يَمِيْنٌ تَجِبُ كَفَّارَتُهَا اِذَا حَنِثَ فِيْهَا

۳۴۸۸- عن عائشة رضی الله عنها: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ اَنَّ اَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ: اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ، فَدَخَلَ عَلٰى اِحْدَانَا، فَقَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لَا بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ اَعُوْدَ لَهُ، فَنَزَلَ: ﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِكَ﴾۔ متفق علیه (المغنی لابن قدامة ۱۱: ۲۰۲)۔ و فی لفظ

قول الله لایؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم الخ، مسلم باب النهی عن الاصرار فی الیمین فیما یتاذی به اهل الحالف الخ)۔

۳۴۸۷۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کسی بات پر قسم اٹھالو اور پھر اس بات کے خلاف کرنے میں بہتری ہو تو اس بہتری والے کام کو کردو (یعنی قسم توڑ دو) اور پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو (بخاری باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ)۔

فائدہ: عام ازیں کہ وہ غیر واجب ہو اور اس کی ضد معصیت ہو لہٰذا واجب ادا کرنا اور کفارۂ حنث ادا کرنا واجب ہے۔

فائدہ: یعنی جس قسم میں اپنے گھر والوں کا نقصان ہو تو ایسی قسم کا توڑ دینا ضروری ہے اور قسم نہ توڑنے سے گناہ گار ہوگا۔ یہی حکم ہر گناہ کرنے اور نیکی نہ کرنے کی قسم کا ہے۔

باب حلال چیز کو حرام کہنا بھی یمین ہے اور قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا

۳۴۸۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ (ام المومنین) زینب بنت جحشؓ کے پاس رکتے اور شہد کا مشروب پیتے تھے۔ پھر میں نے اور (ام المومنین) حفصہ نے یہ عہد کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہے کہ میں آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں۔ (کہیں آپ ﷺ نے مغافیر تو نہیں کھائی ہے) چنانچہ حضور ﷺ جب ایک کے ہاں تشریف لائے تو اس نے یہی بات آپ ﷺ سے کہی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ میں نے تو زینب بنت جحشؓ کے ہاں شہد پیا ہے۔ اور اب میں کبھی نہیں پیوں گا۔ (کیونکہ آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ واقعی اس میں سے مغافیر کی بو آتی ہوگی)۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اے نبی ﷺ! آپ ایسی چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے حلال کی ہے۔ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی

للبخاری (۷۲۹:۲) فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَ قَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِیْ بِذٰلِكَ اَحَدًا"۔ اه

۳۴۸۹- عن سعید بن جبیرؒ، اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: "فِی الْحَرَامِ یُکَفِّرُ"، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔ رواہ البخاری (۷۲۹:۲)۔ ورواہ الطبری فی تفسیرہ (۱۰۱:۲۸) وزاد: یعنی: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَرَّمَ جَارِیَتَهٗ، فَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ: ﴿یَااَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾، اِلٰی قَوْلِهٖ: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَکُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِکُمْ﴾۔ فَکَفَّرَ یَمِیْنَهٗ فَصَیَّرَ الْحَرَامَ یَمِیْنًا اه۔ وسندہ صحیح۔

۳۴۹۰- عن مسروق قال: "اُتِیَ عَبْدُاللّٰهِ بِضَرْعٍ فَاَخَذَ یَاْکُلُ مِنْهُ۔ فَقَالَ لِلْقَوْمِ: اُدْنُوْا فَدَنَا الْقَوْمُ وَتَنَحّٰی رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: مَا شَاْنُكَ؟ قَالَ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الضَّرْعَ، قَالَ: هٰذَا مِنْ

خوشنودی چاہتے ہیں؟ (بخاری باب اذا احرم طعامہ وقول اللہ یایہا النبی الخ ومسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں اب کبھی شہد نہیں پیوں گا میں نے قسم اٹھالی ہے اور تم اس کی کسی کو خبر نہ کرنا۔

۳۴۸۹۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کسی حلال چیز کو حرام کرنے سے (یمین منعقد ہو جائے گی) اور حالف اس میں کفارہ دے۔ اور ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے لیے حضور ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے (بخاری باب سابق)۔ اور طبری نے تفسیر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہے۔ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کا توڑنا مقرر کر دیا ہے۔ پس حضور ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور کسی حلال چیز کو حرام کرنے کو یمین قرار دیا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض کسی حلال چیز کو حرام کرنا بھی یمین ہے کیونکہ حضور ﷺ سے صرف تحریم ہی واقع ہوتی تھی اور حلف کا لفظ رواۃ کا تصرف ہے اور بخاری میں ابن عباسؓ کے فرمان کہ "جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرے تو یہ کچھ نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے وہ اس پر حرام نہیں ہوتی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ یمین ہی نہیں کیونکہ اسماعیلی نے محمد بن مبارک صوری کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرے تو یہ یمین ہے اور اس کا کفارہ دے" اور اسی طرح نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی آپؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے، وہ تجھ پر حرام نہیں۔ پھر آپؓ نے آیت ﴿یایها النبی لم تحرم ما احل اللہ لک﴾ پڑھی پھر فرمایا کہ تجھ پر گردن کا آزاد کرنا ہے یعنی کفارہ ہے (فتح الباری ۳۲۸:۹) تو ابن عباسؓ کا قول علیک رقبة اس پر صراحة دلالت کرتا ہے کہ آپ نے تحریم کو یمین بنایا اور اس میں کفارہ کو واجب قرار دیا اور یہی آپ کا صحیح ترین قول ہے۔

۳۴۹۰۔ مسروق فرماتے ہیں کہ عبداللہ (ابن مسعود) کے پاس ایک (پکی ہوئی) بکری لائی گئی تو آپؓ کھانے لگے اور ساتھ

خطوَاتِ الشَّيطَانِ، اُدنُ وَكُل وَكَفِّرْ يَمِينَكَ، ثُمَّ تَلَا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾- رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ٤: ١٩٠)- واخرجه الثورى فى جامعه، وابن المنذر من طريقه بسند صحيح عن ابن مسعود رضى الله عنه بنحوه(فتح البارى ١١:٤٩٨)- واخرجه الحاكم فى "المستدرك"(٢: ٣١٣)- وقال: صحيح على شرط الشيخين واقره عليه الذهبى-

٣٤٩١- حدثنى على ثنا ابو صالح ثنى معاوية عن على عن ابن عباس ﷺ، فى قوله: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيمَانِكُمْ﴾: "اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ ﷺ وَالْمُؤمِنِينَ إِذَا حَرَّمُوا شَيئًا مِمَّا اَحَلَّ اللّٰهُ لَهُمْ اَنْ يُكَفِّرُوا اَيْمَانَهُمْ بِاِطْعَامِ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ، اَوْ كِسْوَتِهِمْ، اَوْ تَحْرِيرِ رَقَبَةٍ، وَلَيْسَ يَدْخُلُ ذٰلِكَ فِى طَلَاقٍ"- اخرجه الامام الطبرى فى تفسيره(٢٨: ١٠١)، وشيخه هو على بن داود

بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ قریب ہوجاؤ (اور کھاؤ) تو تمام لوگ (کھانے کے لیے) قریب ہوئے لیکن ان میں سے ایک آدمی پیچھے کو ہٹ گیا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہے؟ (کیوں نہیں کھاتا) تو اس نے کہا کہ میں نے بکری کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ یہ شیطان کے وساوس ہیں۔ قریب ہوجا اور کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ پھر یہ آیت تلاوت کی (جس کا ترجمہ یہ ہے) "اے ایمان والو! اللہ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام مت قرار دو۔ (طبرانی فی الکبیر) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ثوری نے اپنی جامع میں اور ابن المنذر نے اپنے طریق سے سندِ صحیح کے ساتھ ابن مسعودؓ سے اس طرح کا مضمون روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: حضرت ابن مسعودؓ نے بھی محض تحریم کو یمین بنایا اور اس پر کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا اور آیت پڑھ کر انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد یمین اور اس کا حکم ذکر کر کے بتا دیا کہ تحریم یمین ہے اور اس پر کفارہ ہے۔

۳۴۹۱۔ حضرت ابن عباسؓ نے اللہ کے فرمان ﴿قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم﴾ (ترجمہ: اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر کر دیا ہے) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ نے حضور ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ جب وہ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیں تو (نبی ﷺ اور تمام مسلمان) دس مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا کر یا ایک غلام آزاد کر کے اپنی قسموں کا کفارہ ادا کریں۔ اور کفارہ کے حکم میں طلاق داخل نہیں (تفسیر طبری) امام طبری کے شیخ علی بن داؤد قنطری ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ خطیب اور ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اور باقی سند کو سیوطی نے عمدہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: کفارہ کے حکم میں طلاق کے داخل نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ طلاق میں بھی اپنی حلال بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنا ہوتا ہے لیکن طلاق کا حکم کفارہ ادا کرنے سے ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ طلاق واقع ہو کر رہتی ہے اور حرمت کا حکم بیوی پر لگ کر رہتا ہے۔ خواہ الفاظ

القنطری من رجال ابن ماجة ثقة، وثقه الخطیب وابن حبان، كما فی "التهذیب"(۷: ۳۱۷)-
و باقی الاسناد جوده السیوطی فی "الاتقان"(۲: ۱۹۵)-قال: "وقد اعتمد البخاری علی
نسخة ابی صالح رواها عن معاویة بن صالح عن علی بن ابی طلحة عن ابن عباس فی
صحیحه كثیرا فیما یعلقه عن ابن عباس" اھ-

بَاب اَنَّ النَّذرَ الغَیرَ المُسَمّٰی یَکُونُ یَمِیْنًا

۳۴۹۲- عن عقبة بن عامرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "كَفَّارَةُ النَّذرِ اِذلَمْ یُسَمِّ
كَفَّارَةُ یَمِینٍ"- رواه الترمذی و قال: حسن صحیح غریب (۱: ۱۸۴)-

۳۴۹۳- عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ، قال: "مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ
یُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ یَمِینٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ یُطِقْهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ یَمِینٍ"، رواه ابوداود وابن
ماجة، وزاد: "وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهُ فَلْیَفِ بِهٖ" قال الحافظ فی بلوغ المرام: "اسناده صحیح الا

صریحہ سے طلاق دے یا طلاق میں لفظ حرام بولے۔

نیز ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حلال چیز کو حرام کرنا بھی یمین ہے اور قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا۔ احکام
القرآن (۳: ۴۶۴) میں ہے کہ ظاہر آیت ﴿لم تحرم ما احل الله لک﴾ سے یہی معلوم ہوتا ہے اس میں فقط تحریم ہی ہے لہٰذا حلف
اس کے ساتھ شامل کرنا درست نہیں۔ پس ضروری ہے کہ تحریم ہی یمین ہو۔ انتہی۔ اور پھر ﴿لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم﴾ کے
بعد ﴿لا یواخذکم الله باللغو فی ایمانکم﴾ کا ذکر کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ تحریم یمین ہے اور اس میں کفارہ ہے۔ کیونکہ
اگر تحریم یمین نہ ہوتی تو اس کے بعد یمین کا حکم بیان نہ کرتے۔

باب نذر غیر معین بھی قسم ہوتی ہے

۳۴۹۲۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ غیر معین نذر کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہی ہے (ترمذی باب
کفارۃ النذر اذا لم یسم)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۳۴۹۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر معین نذر مانی تو اس کا کفارہ بھی قسم والا کفارہ
ہے۔ اور جس شخص نے ایسی نذر مانی جس کو پوری کرنے کی وہ طاقت نہ رکھے تو اس کا کفارہ بھی قسم والا کفارہ ہی ہے۔ اور جس شخص نے
نذر مانی کہ جسے وہ پورا کر سکتا ہے تو ایسی نذر کو پورا کرنا چاہیے (ابوداود باب من نذر نذرا لا یطیقہ وابن ماجہ)۔ ابن ماجہ نے ان الفاظ کا اضافہ
فرمایا ہے کہ جو ایسی نذر مانے جسے وہ پوری کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے پورا کرے۔ بلوغ المرام میں حافظ صاحب نے اس کی سند کو

ان الحفاظ رجحوا وقفه" (نیل الاوطار ۸: ٤٨٢، ٤٨٣)۔

٣٤٩٤- عن عروة بن الزبير: "اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ لَا تُمْسِكُ شَيْئًا مِمَّا جَاءَ هَا مِنْ رِزْقِ اللهِ، فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: يَنْبَغِيْ اَنْ يُؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهَا، فَقَالَتْ: اَيُؤْخَذُ عَلٰى يَدَيَّ؟ عَلَيَّ نَذْرٌ اِنْ كَلَّمْتُهُ۔ فَاسْتَشْفَعَ اِلَيْهَا بِرِجَالٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَبِاَخْوَالِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ خَاصَّةً فَامْتَنَعَتْ، فَقَالَ لَهُ الزُّهْرِيُّوْنَ اَخْوَالُ النَّبِيِّ ﷺ: اِذَا اسْتَاْذَنَّا فَاقْتَحِمِ الْحِجَابَ، فَفَعَلَ۔ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بِعَشْرِ رِقَابٍ، فَاَعْتَقَتْهُمْ، ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تُعْتِقُهُمْ حَتّٰى بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ، وَقَالَتْ: وَدِدْتُ اَنِّيْ جَعَلْتُ حِيْنَ حَلَفْتُ عَمَلًا اَعْمَلُهُ فَاَفْرُغَ مِنْهُ"۔ رواه البخاری (فتح الباری ٦: ٣٩٠)۔ وهذا مختصر۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ التَّتَابُعِ فِيْ صَوْمِ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ

٣٤٩٥- عن ابن جعفر الرازی عن الربيع بن انس عن ابی العالية عن ابی بن

کہا ہے۔

۳۴۹۴۔ عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس جو کچھ بھی اللہ کا رزق آتا اس میں سے اپنے لیے کچھ نہ رکھتیں۔(ایک دفعہ) ابن زبیر نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ اس کا (یعنی خالفہ عائشہ صدیقہؓ کا) ہاتھ روکا جائے (یعنی وہ سارا خرچ نہ کیا کریں بلکہ کچھ اپنے لیے بھی رکھ لیا کریں) تو اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ کیا میرا ہاتھ روکا جائے گا؟ لہٰذا ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ اگر میں ابن الزبیر سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے (یعنی نہ بولنے کی قسم اٹھائی) ابن الزبیرؓ نے قریش کے بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی اور خاص کر حضور ﷺ کے ننھیال سے سفارش کرائی۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سفارش ماننے اور ابن الزبیر سے بات کرنے سے انکار کردیا۔ آخر کار حضور ﷺ کے ننھیالیوں نے ابن الزبیرؓ سے کہا کہ جب ہم حضرت عائشہؓ سے ملنے کی اجازت لیں تو تو بھی پردے کے اندر زبردستی گھس جانا۔ تو ابن الزبیر نے ایسے ہی کیا۔ پھر ابن الزبیرؓ نے (قسم کا کفارہ ادا کرنے کے لیے) حضرت عائشہؓ کے پاس دس غلام بھیجے تو حضرت عائشہؓ نے ان سب کو آزاد کردیا۔ پھر حضرت عائشہؓ (کفارہ میں) مسلسل غلام آزاد کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ یہ تعداد چالیس تک پہنچ گئی۔ اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کاش قسم اٹھاتے وقت میں نے ایسا کوئی کام کیا ہوتا کہ وہ کام میں کرکے اس سے فارغ ہوجاتی (بخاری بحوالہ فتح الباری)۔

<u>فائدہ:</u> اس قسم کے اٹھانے پر انہیں بہت افسوس تھا۔ جب بھی انہیں قسم کا خیال آتا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتیں۔ نیز ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ نذر غیر معین بھی قسم کے حکم میں ہے۔

باب کفارہ یمین میں روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے

كعب ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- اخرجه الحاكم فی "المستدرک" وقال: "صحيح الاسناد ولم يخرجاه" (زيلعی ۲:٦٨)- باسناد جيد (دراية: ۲٤٠)-

٣٤٩٦- عن ابی بن كعب وابن مسعود رضی الله عنهما، أَنَّهُمَا قَرَءَا: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- حكاه احمد، ورواه الاثرم باسناده (نيل الاوطار٨: ٤٧٣ و٤٧٤)- و فيه ايضا: "واثر ابی بن كعب اخرجه الدارقطنی وصححه"- قلت: واخرجه ابن ابی شيبة وعبد بن حميد وابن جرير وابن ابی داود وابن المنذر والبيهقی والحاكم و صححه عن ابی بن كعب (الدرالمنثور۲: ۳٤)-

٣٤٩٧- اخبرنا ابن عيينة عن ابن ابی نجيح عن مجاهد، قال: فی قراءة ابن مسعود "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زيلعی ۲:٦٨)- قلت: كلهم رجال الجماعة-

٣٤٩٨- اخبرنا معمر عن ابی اسحاق و الاعمش، قالا: فی حرف ابن مسعود ﷺ: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"- قال ابو اسحاق: "وَكذلك نَقْرَأُهَا"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زيلعی ۲:٦٨)- قلت: رجاله رجال الجماعة-

٣٤٩٩- اخبرنا ابن جريج، سمعت عطاء يقول: بلغنا فی قراءة ابن مسعود: "فَصِيَامُ

۳۴۹۵۔ ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعبؓ "فصیام ثلثة ایام متتابعات" پڑھا کرتے تھے یعنی کفارۂ یمین میں تین روزے لگاتار رکھے جائیں (مستدرک حاکم)۔ حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

۳۴۹۶۔ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ ﴿فصیام ثلثة ایام متتابعات﴾ پڑھا کرتے تھے۔ (احمد، اثرم)۔ اور ابی بن کعب کے اثر کو دارقطنی نے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد، ابن منذر، بیہقی اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (درمنثور)

۳۴۹۷۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں فصیام ثلثة ایام متتابعات ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قراءۃ ابن مسعود فصیام ثلثة ایام متتابعات خبر مشہور کی طرح ہے۔

۳۴۹۸۔ ابواسحاق اور اعمشؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں فصیام ثلثة ایام متتابعات ہے اور ابواسحاق یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں (مصنف عبدالرزاق) اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔

ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"، وَكَذٰلِكَ نَقْرَأُهَا۔ رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زیلعی ٢: ٦٨)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

٣٥٠٠- حدثنا وكيع عن سفيان عن جابر عن الشعبی، قال: قرأ عبدالله: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواه ابن ابی شيبة فی "مصنفه"۔ (الزيلعی: السابق) و فی "الدراية" (٢٤٠): "والشعبی عن عبدالله منقطع اه۔ قلت: مراسيله صحاح، ورجاله رجال الجماعة الا جابرا، وهو الجعفی وهو مختلف فيه، و قد مر ذكره غير مرة۔

٣٥٠١- حدثنا هناد ثنا ابن المبارك عن ابن عون عن ابراهيم، قال: فی قراء تنا (وفی رواية: فی قراء ة اصحاب عبدالله): "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواه الطبری فی تفسيره (٧: ٢٠)۔ وسنده صحيح علی شرط مسلم۔

٣٥٠٢- حدثنا ابن وكيع ثنا محمد بن حميد عن معمر عن ابن اسحاق فی قراء ة عبدالله: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواه الطبری ايضا (٧: ٢٠)۔ و سفيان بن وكيع ضعيف، وانما ذكرناه اعتضاداً۔

٣٥٠٣- حدثنا بشر بن معاذ ثنا جامع بن حماد ثنا يزيد بن زريع ثنا سعيد عن قتادة قوله: فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، قَالَ: "اِذَالَمْ يَجِدْ طَعَامًا، وَكَانَ فِیْ بَعْضِ الْقِرَاءةِ: فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ وبه كان ياخذ قتادة۔ رواه الطبری ايضا (٧: ٢٠)۔ ورجاله ثقات، وجامع بن حماد

٣٤٩٩۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء تابعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں ابن مسعودؓ کی قراءت **فصيام ثلثة ايام متتابعات** پہنچی ہے اور ہم اسی طرح پڑھتے ہیں (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

٣٥٠٠۔ شعبی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے **فصيام ثلثة ايام متتابعات** پڑھا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ شعبی کے مراسیل صحیح ہیں اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے جابر کے اور وہ مختلف فیہ ہے۔

٣٥٠١۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہماری قراءت میں (ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ کے شاگردوں کی قراءت میں) **فصيام ثلثة ايام متتابعات** ہے (تفسیر طبری) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

٣٥٠٢۔ ابن اسحاق سے ابن مسعودؓ کی قراءت میں **فصيام ثلثة ايام متتابعات** مروی ہے۔ (ایضا) اس حدیث میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے اور ہم نے یہ حدیث محض تائیداً ذکر کی ہے۔

٣٥٠٣۔ قتادہ سے مروی ہے کہ **فصيام ثلثة ايام** (تین دن روزے رکھنے) کا حکم اس وقت ہے کہ جب کھانا کھلانے کی

ان لم یکن عبدالاعلی بن حماد فلست اعرفه۔

٣٥٠٤- حدثنی المثنی ثنا عبداللہ بن صالح ثنی معاویة بن صالح عن علی بن ابی طلحة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: "هُوَ بِالْخِيَارِ فِیْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ، اَلْاَوَّلُ، فَالْاَوَّلُ، فَاِنْ لَمْ یَجِدْ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔ رواہ الطبری ایضا(٧: ٢٠)۔ وسندہ جید، واخرج ابوعبید وابن المنذر عنه اَنَّهٗ کَانَ یَقْرَأُهَا: "فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ"(الدرالمنثور ٢: ٣١٤)۔

٣٥٠٥- حدثنا محمد بن العلاء ثنا وکیع عن سفیان عن لیث عن مجاهد، قال: "کُلُّ صَوْمٍ فِیْ الْقُرْاٰنِ فَهُوَ مُتَتَابِعٌ اِلَّا قَضَاءُ رَمَضَانَ، فَاِنَّهٗ عِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ"۔ رواہ الطبری ایضاً(٧: ٢٠)۔ وسندہ علی شرط مسلم۔ واخرج مالك والبیهقی عن حمید بن قیس المکی قال: کُنْتُ اَطُوْفُ مَعَ مُجَاهِدٍ فَجَاءَهٗ اِنْسَانٌ یَسْأَلُهٗ عَنْ صِيَامِ الْکَفَّارَةِ اَیُتَابِعُ؟ قَالَ حُمَیْدٌ فَقُلْتُ: لَا، فَضَرَبَ مُجَاهِدٌ فِیْ صَدْرِیْ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّهَا فِیْ قِرَائَةِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ مُتَتَابِعَاتٍ"۔(الدرالمنثور ٢: ٣١٤)۔

٣٥٠٦- عن علی ﷺ، "اَنَّهٗ کَانَ لَا یُفَرِّقُ فِیْ صِيَامِ الْیَمِیْنِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ"۔ رواہ ابن ابی شیبة(الدر المنثور، السابق)۔

طاقت نہ ہو اور بعض قراءات میں فصیام ثلثة ایام متتابعات ہے۔قتادہ کا بھی یہی مسلک ہے۔(ایضا) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

٣٥٠٤۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کفارہ ادا کرنے والے کو ان تین چیزوں میں اختیار ہے یعنی یا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے یا پھر ایک غلام آزاد کرے۔اور اگر ان میں سے کچھ نہ ہو تو تین دن لگاتار روزے رکھے(ایضا)۔اس کی سند عمدہ ہے۔ابوعبید اور ابن المنذر نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس فصیام ثلثة ایام متتابعات پڑھا کرتے تھے۔(درمنثور)

٣٥٠٥۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تمام روزے جو قرآن میں ہیں وہ لگاتار رکھے جائیں مگر رمضان کی قضاء کے روزے (لگاتار رکھنا ضروری نہیں) کیونکہ اس میں تو دوسرے دنوں سے صرف گنتی پوری کرنے کا حکم ہے۔اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔حمید بن قیس مکی کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص نے مجاہدؒ سے کفارۂ یمین کے روزوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا پے در پے روزے رکھے جائیں؟ حمید کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ لگاتار رکھنے ضروری نہیں۔اس پر مجاہدؒ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ ابی بن کعبؓ کی قراءت میں "متتابعات" کا لفظ ہے۔(درمنثور)۔

بَاب اَنَّ کَفَّارَۃَ الْیَمِیْنِ اِنَّمَا هِیَ بَعْدَ الْحِنْثِ

۳۵۰۷- عن عبدالرحمن بن سمرۃؓ قال: قال رسول الله ﷺ : "اِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاَیْتَ غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا فَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَ کَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ"- و فی لفظ: "فَکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ وَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ"- متفق علیهما (نیل الاوطار ۸:۴۷۳)-

۳۵۰۸- عن ابی موسیٰؓ فی حدیث طویل مرفوعاً: "اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا"- و فی روایة غیلان عن ابی بردۃ: "اِلَّا کَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ": متفق علیه (فتح الباری، ۱۱:۵۳۱)-

۳۵۰۹- عن عبدالله بن عمروؓ قال: قال رسول الله ﷺ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی

۳۵۰۶۔ حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کفارۂ یمین کے روزوں کو توڑ کر نہیں رکھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ کفارۂ یمین کے روزے لگاتار رکھنے چاہئیں اور یہ متتابعات کا لفظ حدیث مشہور سے ثابت ہے لہٰذا اس سے کتاب اللہ میں زیادتی جائز ہے۔ فائدہ: ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کفارہ کی آیت اتری تو حذیفہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں ان تینوں کاموں میں اختیار ہے۔ آپ ﷺ فرمایا ہاں، اگر تو چاہے گردن آزاد کر اور اگر تو چاہے تو کپڑے پہنا اور اگر تو چاہے تو کھانا کھلا مسکینوں کو۔ اور جسے ان تینوں کاموں میں سے کسی کی استطاعت اور قدرت نہ ہو تو وہ تین لگاتار روزے رکھے۔(درمنثور)۔ اگر اس کی سند صحیح ہو تو امام اعظم اور جمہور کے لیے حجت قویہ ہوگی اور اگر ضعیف ہو تو بھی شاہد کے ساتھ مؤید ہو کر قوی ہو جائے گی۔ ان تمام دلائل کے بعد بھی ابن حزم کا حنفیہ پر اعتراض کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا ابن حزم مذکورہ بالا صحابہ وتابعین کے بارے میں بھی کہیں گے کہ انہوں نے قرآن میں زیادتی کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حنفی مذہب انتہائی مضبوط ہے۔ فللّٰہ الحمد.

باب قسم توڑنے کے بعد ہی کفارہ ادا کرنا درست ہے

۳۵۰۷۔ عبدالرحمن بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو وہ بہتری والا کام کر اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر اور وہ بھلائی والا کام کر گذر (بخاری، باب قول الله لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم؛ ومسلم)

۳۵۰۸۔ ابوموسیٰ اشعریؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا اگر میں کوئی قسم اٹھاتا ہوں اور پھر اس کے سوا کسی اور چیز میں بھلائی دیکھتا ہوں تو میں وہ کام کر گذرتا ہوں جس میں بہتری ہوتی ہے اور اپنی قسم توڑ دیتا ہوں (بخاری، باب لا تحلفوا بآبائکم ومسلم) اور غیلان، ابوبردۃ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بہتری والا کام کر کے اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں (بخاری، باب قول الله لا یؤاخذکم الله الخ ومسلم)

غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ"۔ رواه الامام احمد (فتح القدير ٤:٣٩٩)۔

٣٥١٠- اخبرنا ابو العلاء ثنا على بن معبد ثنا الوليد بن القاسم بن الوليد الهمدانى ابوالقاسم الكوفى ثنا يزيد بن كيسا ن ابو اسماعيل عن ابى حازم عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ "اَنَّ رَجُلًا اَعْتَمَ عِنْدَهٗ فَسَالَ صِبْيَتُهٗ اُمَّهُمُ الطَّعَامَ، فَقَالَتْ: حَتّٰى يَجِىْءَ اَبُوْكُمْ، فَنَامَ الصِّبْيَةُ، فَجَاءَ اَبُوْهُمْ، فَقَالَ اَعَشَّيْتِ الصِّبْيَةَ؟ فَقَالَتْ: لَا! كُنْتُ اَنْتَظِرُ مَجِيْئَكَ، فَحَلَفَ اَنْ لَا يَطْعَمَ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ: اَيْقِظِيْهِمْ، وَجِيْءَ بِالطَّعَامِ فَسَمَّى اللهَ وَاَكَلَ ثُمَّ غَدَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَاَخْبَرَهٗ بِالَّذِىْ صَنَعَ، فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاْتِهٖ ثُمَّ لْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ"۔ رواه الامام ابو محمد قاسم بن ثابت بن حزم السرقسطى فى كتاب غريب الحديث (زيلعى ٢:٦٨) قلت: رجاله كلهم محتج بهم وان كان فى بعضهم اختلاف لا يضر كما عرفت غير مرة۔ وابو العلاء هو محمد بن احمد بن جعفر الذهلى، يعرف بالوكيعى ثقة ثبت من صغار الحادية عشر، كما فى "التقريب" (١٧٧)۔ والحديث اخرجه

۳۵۰۹۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو وہ کام کر گزرے جس میں بہتری ہو پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے (مسند احمد)۔

۳۵۱۰۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے پاس دیر ہوگئی اور اس کے بچوں نے اپنی ماں سے کھانے کا پوچھا تو ماں نے کہا کہ تمہارے باپ کے آنے پر کھائیں گے۔ اس دوران بچے سو گئے۔ پھر بچوں کا باپ آیا تو اس نے (بیوی سے) کہا کہ کیا بچوں کو رات کا کھانا کھلا دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں آپ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس پر خاوند نے قسم اٹھائی کہ وہ نہیں کھائے گا۔ پھر کچھ دیر بعد عورت سے کہا کہ بچوں کو اٹھا دو۔ پھر کھانا لایا گیا اور اس خاوند نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھانا تناول کیا اور صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا قصہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز کے نہ کرنے پر قسم اٹھائے پھر اس کے کرنے میں بہتری دیکھے تو اس کام کو کر گزرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اسے ابو محمد قاسم بن ثابت بن حزم نے کتاب غریب الحدیث میں روایت کیا ہے۔ اور مسلم (ج ۲ ص ۴۸، باب ندب) نے یہ حدیث یزید بن کیسان کے طریق سے اسی سند کے ساتھ من حلف یمینا فرأى غيرها خيرا منها ان ياتى الذى هو خير ويكفر عن يمينه میں روایت کی ہے۔

فائدہ: مسلم کے الفاظ یہ ہیں "فلياتها وليكفر عن يمينه" اور لیکن ولید بن قاسم ھمدانی نے جو توثیق کردہ شدہ ہیں

مسلم(۲:۴۸) من طريق يزيد بن كيسان بهذا الاسناد نحوه۔

۳۵۱۱- عن ام سلمة رضی الله عنها: "اَنَّہا حَلَفَتُ فِی غُلَامٍ لَهَا اِسۡتَعۡتَقَهَا قَالَتُ: لَا اَعۡتَقَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ اِنۡ اُعۡتِقۡهُ اَبَدًا، ثُمَّ مَكَثَتۡ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَتۡ: سُبۡحَانَ اللّٰهِ! سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوۡلُ: مَنۡ حَلَفَ عَلٰى يَمِيۡنٍ فَرَاٰى خَيۡرًا مِنۡهَا فَلۡيُكَفِّرۡ عَنۡ يَمِيۡنِهٖ ثُمَّ يَفۡعَلُ الَّذِیۡ هُوَ خَيۡرٌ۔ فَاَعۡتَقَتِ الۡعَبۡدَ ثُمَّ كَفَّرَتۡ عَنۡ يَمِيۡنِهَا"۔ رواه الطبرانی فی "الكبير"، ورجاله ثقات۔ الا ان عبدالله بن حسن لم يسمع من ام سلمة رضی الله عنها (مجمع الزوائد۴:۱۸۵)۔ قلت: هو ثقة جليل القدر من اخيار اهل البيت، كما يظهر من ترجمته فی "التهذيب"(۵:۱۸۶)۔ وصاحب البيت ادری بما فيه، فمثل هذا الانقطاع لا يضر صحة الحديث۔ اشارالی ذلك الحافظ فی "التلخيص" (۲:۲۵۹)۔

لفظ ثم کا اضافہ کیا ہے اور زیادۃ ثقہ قبول ہوتی ہے۔ پس اس سے ابن التین کا یہ اعتراض بھی مرتفع ہوگیا کہ اگر کفارہ قبل الحنث جائز نہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ضرور واضح فرمادیتے اور یوں فرماتے "فلیات ثم لیکفر" پس میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے پوشیدہ چیز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "فلیاته ثم لیکفر عن یمینه"۔

۳۵۱۱۔ ام سلمہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے غلام نے ام سلمہؓ سے آزادی کا مطالبہ کیا تو ام سلمہؓ نے قسم اٹھائی اور کہا کہ اگر میں اسے آزاد کروں تو اللہ اسے (ام سلمہ کو) جہنم سے کبھی آزاد نہ کرے۔ پھر ام سلمہ نے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد فرمایا کہ سبحان اللہ! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور وہ کام کرگزرے جس میں بہتری ہے۔ پس ام سلمہؓ نے غلام کو آزاد کیا۔ پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ عبداللہ بن حسن نے ام سلمہؓ سے سماع نہیں کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ثقہ ہیں اور اہل بیت کے جلیل القدر فرد ہیں اور صاحب بیت اپنے گھر کے حالات زیادہ بہتر جانتا ہے پس اس جیسا انقطاع صحت حدیث کے لئے مضر نہیں۔ حافظ نے بھی تلخیص میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف طور پر احناف کا مسلک کہ "کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرے" ثابت ہورہا ہے۔ اور یہاں ثم بمعنی واؤ ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت ثم كان من الذين امنوا اور ثم الله شهيد على ما يفعلون میں ثم بمعنی واؤ ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت ام سلمہ نے فليكفر عن يمينه ثم يفعل الذي هو خير روایت کرنے کے باوجود اعتاق کو کفارہ پر مقدم کیا یعنی غلام آزاد کرکے پھر کفارہ ادا کیا اور اگر تقدیم کفارہ علی الحنث مفید ہوتا تو یقیناً ام سلمہ ظاہر حدیث پر عمل کرتیں کیونکہ یہ بات قطعی طور پر مسلم

۳۵۱۲- حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن اذینة عن ابیه: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قال: ''مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا فَلْیَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ''۔ رواه ابوداود الطیالسی فی مسنده(الاصابة، ۲۴)۔ وهذا سند صحیح، رجاله رجال الصحیح خلا عبدالرحمن و هو ثقة، کما فی التقریب(۱۱۸)۔

ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت آپ ﷺ کے احکام کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والے ہیں، جس چیز کو آپ ﷺ نے مقدم کیا ہو وہ اسے مؤخر نہیں کر سکتے مگر کسی وجہ سے خاص کر جبکہ انہوں نے ''ابدأوا بما بدأ اللہ'' بھی آپ ﷺ سے سن رکھا ہو لہٰذا یہ حدیث جمہور کے لیے دلیل نہیں بلکہ جمہور کے خلاف اور احناف کے حق میں دلیل ہے

۳۵۱۲۔ عبدالرحمٰن بن اذینہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے اور پھر اس کے خلاف کرنے میں بہتری دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ بہتری والا کام کر کے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے (مسند ابوداؤد طیالسی)۔ یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبدالرحمٰن کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرنا جائز ہے، اس سے قبل نہیں اور ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ کے وجوب کا سبب قسم کا توڑنا ہے تو جب تک قسم نہ توڑی جائے گی کفارہ واجب ہی نہ ہوگا اور جب تک کفارہ واجب نہ ہو اس کا ادا کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اور کفارہ کے وجوب کا سبب یمین نہیں کیونکہ سبب تو **مفضی الی المسبب** ہوتا ہے اور سبب اور مسبب دونوں وجود میں جمع ہو سکتے ہیں جبکہ یمین اور کفارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے بلکہ یمین تو مانع عن الکفارہ ہے۔ اور دوسرے یہ بھی کہ واجب کفارہ ہے اور کفارہ سیئات کا ہوتا ہے، حسنات کا نہیں اور عقدِ یمین مشروع ہے خود حضور ﷺ اور دیگر انبیاء نے قسم اٹھائی ہے اور انبیاء معاصی سے معصوم ہیں پس معلوم ہوا کہ یمین گناہ نہیں۔ اور خود حضور ﷺ نے فرمایا ''**اذا حلفتم فاحلفوا باللہ**''. ''**من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیذر**'' پس معلوم ہوا کہ نفسِ یمین گناہ اور معصیت نہیں لہٰذا یمین کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہو سکتا تو اب لازماً یہ کفارہ حنث کی وجہ سے ہی واجب ہوگا کیونکہ یہی حقیقت میں گناہ ہے وہ اس طرح کہ یمین اللہ سے وعدہ کرنا ہے کہ وہ ایسے کرے گا اور حنث (قسم کا توڑنا) نقضِ عہد ہے تو گناہ عہد نہیں ہوتا بلکہ نقضِ عہد ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''**واوفوا بعهد اللہ اذا عاهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها**'' کہ جب تم اللہ سے کوئی وعدہ کرو (یعنی قسم اٹھاؤ) تو اسے پورا کرو اور قسموں (یعنی وعدوں) کو اس کے مضبوط کرنے کے بعد مت توڑو''۔ اور نیز عقدِ یمین میں اللہ کی تعظیم ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عظمت مٹانے کے لیے کفارہ واجب نہیں کیا جا سکتا۔ باقی وہ روایات جن میں ''**فلیات الذی هو خیر ولیکفر عن یمینه**'' یا ''**فلیکفر**'' یا ''**ثم لیکفر**'' کے الفاظ ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام روایات احناف کے خلاف نہیں بلکہ احناف کے حق میں ہیں کیونکہ اگر نفسِ یمین سے ہی کفارہ واجب ہوتا

بَابُ وُجُوبِ اِيفَاءِ النَّذْرِ اِذَا كَانَ طَاعَةً

٣٥١٣- عن عائشة رضى الله عنها عن النبى ﷺ ، قال: "مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَهِ فَلَا يَعْصِهِ"- رواه البخارى (٢:٩٩١)- وزاد الطحاوى فى هذا الوجه: "وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ"- (التلخيص الحبير ٢:٣٩٨)-

بَابُ حُكْمِ الْاِسْتِثْنَاءِ فِى الْيَمِينِ

٣٥١٤- عن ابن عمر رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَقَالَ: اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ"- رواه الترمذى و حسنه (١:١٥٨)-وقد صححه ابن حبان، ورجاله رجال الصحيح، وله طرق كما ذكره صاحب الاطراف (نيل الاوطار ٨:٤٥٣)-

تو آپ ﷺ یوں فرماتے "من حلف على يمين فليكفر" اور محلوف علیہ کی طرف تعرض نہ کرتے کہ وہ کیا چیز ہے اور باقی آیت "ذلک كفارة ايمانكم اذا حلفتم" تو اس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ نفسِ یمین سے ہی واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اگر اس طرح ہوتا تو پھر کفارہ غیر حانث سے بھی ساقط نہ ہوتا اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ کفارہ حنث کے ساتھ واجب ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی بعد الحنث بھی جائز ہے۔

باب اطاعت کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے

۳۵۱۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کرنے کی نذر مانی ہو تو اطاعت کرنی چاہیے (یعنی نذر کو پورا کرے) اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہو تو اسے معصیت نہیں کرنی چاہیے (یعنی نذر پوری نہ کرے) (بخاری، باب النذر فی الطاعۃ)۔ اور طحاوی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ (نافرمانی کی نذر پوری نہ کرے بلکہ) اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔

فائدہ: اطاعت کی نذر کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے یوں کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تہجد پڑھوں گا یعنی منذور عبادت مقصودہ بنفسہ ہو اور اس کی جنس سے واجب بھی ہو جیسے روزہ کی نذر پس یہ دو شرطیں ہیں لزوم نذر کی۔ اور نافرمانی کی نذر یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو شراب پیوں گا۔

باب قسم میں استثناء کرنے کا حکم

۳۵۱۴۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر قسم اٹھائے اور ساتھ ہی ان شاء اللہ بھی کہہ دے تو (اس کی قسم منعقد نہیں ہوتی (لہٰذا) اس کے خلاف کرنے سے) اس پر کفارہ نہ ہوگا۔ (ترمذی، باب فی الاستثناء فی الیمین)۔ ابن حبان نے

۳۵۱۵- عن نافع عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما عن النبی ﷺ ، قال: "مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنٰی فَاِنْ شَاءَ مَضٰی، وَاِنْ شَاءَ تَرَکَ مِنْ غَیْرِ حِنْثٍ"- رواہ النسائی و سکت عنہ (۲:۱۴۴)-

۳۵۱۶- عن نافع عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما، اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ: "مَنْ قَالَ: وَاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ: اِنْ شَاءَ اللّٰہُ، ثُمَّ لَمْ یَفْعَلِ الَّذِیْ حَلَفَ عَلَیْہِ لَمْ یَحْنَثْ"- رواہ الامام مالک فی الموطا(۱۸۰)- ورواہ موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر ایضا موقوفا۔وقال فیہ: "ثُمَّ وَصَلَ الْکَلَامَ بِالْاِسْتِثْنَاءِ"- و فی روایۃ:"فَقَالَ فِیْ اثْرِ یَمِیْنِہٖ"- قالہ البیہقی فی المعرفۃ (الزیلعی،۲:۷۱)-

اسے صحیح کہا ہے اوراس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور پھراس کے متعدد طرق بھی ہیں۔

۳۵۱۵۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص قسم اٹھانے کے بعد ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دے تو اسے اختیار ہے۔ چاہے توقسم پوری کرے اور اگر چاہے توقسم پوری نہ کرے (قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں) اس پر کفارہ بھی واجب نہ ہوگا۔(نسائی باب من خلف فاستثنی)۔امام نسائی نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

۳۵۱۶۔ نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ جوقسم اٹھانے کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دے اور پھر وہ کام نہ کرے جس کی قسم اٹھائی تھی تو وہ حانث نہ ہوگا(مؤطا مالک باب مالاتجب فیہ الکفارۃ من الیمین)۔اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی ابن عمرؓ سے اسے موقوفاً روایت کیا ہے اوراس میں یہ بھی ہے کہ اس نے کلام میں ان شاء اللہ متصلاً کہا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی قسم کے فوراً بعد ان شاء اللہ کہا (بیہقی)

فائدہ: ان احادیث کا ظاہر اس بات کا مقتضی ہے کہ ان شاء اللہ متصلا کہے کیوں کہ پہلی دو احادیث میں لفظ"فاء" ہے جو تعقیب مع الوصل کے لیے آتا ہے اور تیسری حدیث میں اتصال کی صراحۃ ہے، باقی سنن ابوداؤد میں عکرمہ سے مروی حدیث کہ حضور ﷺ نے قسم اٹھائی "واللّٰہ لاغزون قریشاً واللّٰہ لاغزون قریشا واللّٰہ لاغزون قریشا" (کہ اللہ کی قسم میں قریش سے ضرور جہاد کروں گا) پھر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی ایک گھڑی پھر فرمایا ان شاء اللہ (یہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان میں بھی مروی ہے) تواس کا جواب یہ ہے کہ (۱) واللہ لاغزون قریشا کے بعد آپ کا ان شاء اللہ کہنا تبرک کے طور پر تھا نہ کہ استثناء کے طور پر۔(۲) یہاں سکوت سے مراد سکوت تنفس ہے (اس کو فصل نہیں کہا کرتے)۔ یہ دونوں جواب فتح الباری میں مذکور ہیں۔اوراحکام القرآن میں جصاص رقم طراز ہیں کہ عکرمہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ واللّٰہ لاغزون قریشا فرمایا پھر آخری مرتبہ میں فرمایا ان شاء اللہ تو گویا عکرمہ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے آخر میں استثناء فرمایا اور یہ کلام تواس بات پر دال ہے کہ ان شاء اللہ متصل بالیمین تھی اور یہی بجا ہے اھ (۳:۲۱۴) اور شریک کی یہی روایت ابوداؤد اور ابن حبان نے روایت کی ہے،عکرمہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے واللہ

۳۵۱۷- اخرج الدارقطنی (۲: ٤٩٣): من طریق سعید بن منصور نا ابن ابی الزناد عن ابیه عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، قال: "کُلُّ اِسْتِثْنَاءٍ غَیْرُ مَوْصُوْلٍ فَصَاحِبُهٗ حَانِثٌ" وھذا سند صحیح۔ قال الحافظ فی "الدرایة" (١٢٤): "وروی البیھقی من حدیثه: کُلُّ اِسْتِثْنَاءٍ مَوْصُوْلٍ فَلَا حِنْثَ عَلَیْهِ" اھ۔

۳۵۱۸- عن عبداللہ- یعنی ابن مسعود ﷺ- قال: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ

لاغزون قریشا فرمایا پھر فرمایا ان شاء اللہ پھر فرمایا واللہ لاغزون قریشا پھر فرمایا ان شاء اللہ پھر فرمایا واللہ لاغزون قریشا پھر سکوت کیا پھر فرمایا ان شاء اللہ (الحدیث) اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ آپ ﷺ نے دومرتبہ ان شاء اللہ متصلا کہا اور لفظ ثم ترتیب ذکری کے لیے ہے یا فصل قلیل کے لیے ہے جو شرعاً فاصل نہیں شمار کیا جاتا۔ اور تیسری میں سکوت کسی عذر کی بنا پر کیا ہوگا۔ شاید کہ آپ ﷺ نے پہلے دومرتبہ کے استثناء پر اکتفا کیا ہو اور تیسری مرتبہ منفصلا محض تاکید کے لیے کہا ہو الغرض اس حدیث سے یمین اور استثناء کے درمیان فصل کے جائز ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں شدید اضطراب ہے اور اضطراب سے قطع نظر ممکن ہے کہ استثناء کا منفصلا جائز ہونا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہو جیسا کہ درمنثور میں ابن عباسؓ سے "واذکر ربک اذا نسیت" میں مروی ہے کہ جب تو استثناء کرنا بھول جائے تو یاد آنے پر استثناء کرلے پھر فرمایا یہ حضور ﷺ کا خاصہ ہے اور کسی کے لیے استثناء کرنا جائز نہیں مگر یمین کے متصل بعد ہی (۲: ۲۱۸) اور سیوطی نے بھی الاتقان (۲: ۷۲) میں اس کی تصریح کی ہے۔

۳۵۱۷۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہر وہ استثناء جو قسم کے ساتھ متصل طور پر نہ کیا گیا ہو تو (قسم پوری نہ کرنے پر) قسم اٹھانے والا حانث ہوگا (دارقطنی) حافظ درایہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ ہر وہ استثناء جو قسم کے ساتھ ہی کیا گیا ہو تو (قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں) قسم اٹھانے والا حانث نہ ہوگا۔ **فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ استثناء میں اتصال ضروری ہے اور یہ ابن عباسؓ کے مشہور قول کے معارض ہے لیکن جمہور نے ابن عمرؓ کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔ کیونکہ عبدالرحمن بن سمرہؓ کی مرفوع متفق علیہ حدیث ہے کہ "جب تو کوئی قسم اٹھائے اور پھر اس کے غیر کو بہتر پائے تو وہ غیر کرکے اپنی قسم کا کفارہ دے"۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ استثناء کرلے اگر منفصلا استثناء مبطل یمین ہوتا یا یمین کے لیے محلل ہوتا تو آپ ﷺ اسے ضرور بیان کرتے اور موضع بیان میں اور جس جگہ بیان کی ضرورت ہو اس جگہ خاموشی اختیار کرنا بیان ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ استثناء منفصلا کوئی چیز نہیں۔ اور اگر استثناء منفصلاً درست ہوتو پھر تو کوئی بھی حانث نہ ہوگا اور کوئی بھی گناہ گار نہ ہو جھوٹی قسم اٹھا کر کیونکہ وہ کچھ وقت کے بعد بھی استثناء کرسکتا ہے۔ اور موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ شرط یہ ہے کہ استثناء متصل ہو یمین کے ساتھ بایں طور کہ درمیان میں اجنبی کلام کا فاصلہ نہ ہو اور نہ ہی اتنا سکوت ہو کہ درمیان میں اور کلام کی جاسکتی ہو۔ البتہ سانس توڑنے کے لیے سکوت یا آواز کی درستگی کے لیے یا کسی چھینک وغیرہ کے لیے سکوت صحت استثناء سے مانع نہیں (یہی حنفیہ کا قول ہے) کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا من حلف فاستثنی اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ استثناء متصلا ہو۔

اللّٰهُ فَقَدِ اِسْتَثْنٰی"۔ رواہ الطبرانی فی "الکبیر"، ورجالہ رجال الصحیح الا ان القاسم لم یدرک ابن مسعودؓ، (مجمع الزوائد ۸۲:۴)۔ قلت: ورواہ محمد فی "الآثار" عن ابی حنیفة عن القاسم عن عبداللہ، والمرسل حجة عندنا۔

۳۵۱۹- عبدالرزاق عن سفیان الثوری عن المغیرة عن ابراهیم: "اِنِ اسْتَثْنٰی فِیْ نَفْسِهٖ فَلَيْسَ بِشَیْءٍ حَتّٰی يُظْهِرَهٗ بِلِسَانِهٖ"۔

۳۵۲۰- وعن معمر عن حماد فی الاستثناء: "لَيْسَ بِشَیْءٍ حَتّٰی يُسْمِعَ نَفْسَهٗ"۔

۳۵۲۱- وعن قتادة عن الحسن البصری: "اِذَا حَرَّكَ لِسَانَهٗ اَجْزَاَ عَنْهُ فِی الْاِسْتِثْنَاءِ"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۴۵:۸)۔ واسنادہ صحیح۔

۳۵۲۲- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم: "اِذَا حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِالْاِسْتِثْنَاءِ فَقَدِ اسْتَثْنٰی"۔ اخرجه محمد فی الآثار (۱۰۴) و قال: بهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة اھ۔

۳۵۱۸۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی اور ساتھ ہی ان شاءاللہ کہہ دیا تو اس کا یہ استثناء کرنا درست ہوگا (یعنی قسم منعقد نہ ہوگی) (طبرانی کتاب الآثار باب الاستثناء فی الیمین)۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

فائدہ: باقی ابن مسعودؓ کی جس روایت میں "ثم" کا لفظ ہے تو وہ راوی کا تصرف ہے۔

۳۵۱۹۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دل میں ہی استثناء کرے (یعنی ان شاءاللہ کہے) تو اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے (مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: قول نطق ہی ہے پس جس طرح یمین نیت سے منعقد نہیں ہوتی اسی طرح استثناء کی بھی دل میں کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ زبان سے اظہار نہ کرے۔

۳۵۲۰۔ حمادؒ سے استثناء کے بارے میں مروی ہے کہ استثناء کی کوئی حیثیت نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کو سنائے (مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: موفق مغنی میں فرماتے ہیں کہ عام علماء کا یہی مسلک ہے کہ استثناء باللسان ضروری ہے اور استثناء بالقلب کافی نہیں۔

۳۵۲۱۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ استثناء کرتے ہوئے اپنی زبان کو حرکت دے تو کافی ہے (یعنی پھر استثناء درست ہوگا) (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۳۵۲۲۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ استثناء کرتے وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیدے تو اس کا استثناء کرنا درست

۳۵۲۳- اخبرنا ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم: اِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ، قَالَ : لَيْسَ بِشَيْءٍ، لَايَقَعُ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ۔ اخرجه محمد فی الآثار(۱۰۴)۔ وقال: بهذا ناخذ اذا كان استثناء موصولا بيمينه قدمه او اخره وهو قول ابی حنيفة اھ۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ

بَابُ مَاوَرَدَ فِي الْاَحَادِيْثِ مِنْ اَنْوَاعِ الْاِدَامِ

۳۵۲۴- عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ، قال: "نِعْمَ الْاِدَامُ اَلْخَلُّ"۔ رواه الجماعة الا البخاری (نیل ۸:۴۵۵)۔

۳۵۲۵- عن ابن عمر رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ

ہوگا (کتاب الآثار، باب الاستثناء فی الیمین)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے۔

۳۵۲۳۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ تو اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ (کتاب الآثار) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا مسلک ہے کہ استثناء متصل ہو خواہ متقدم ہو یا مؤخر اور امام اعظمؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ قسم اٹھاتے وقت اگر وہ استثناء کردے (مثلاً انشاء اللہ کہہ دے) تو وہ قسم منعقد ہی نہ ہوگی لہٰذا اس قسم کے خلاف کرنے کی صورت میں اس پر کوئی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ البتہ استثناء کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے ورنہ استثناء کا اعتبار نہ ہوگا۔ **فائدہ:** اس آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ اعتاق و طلاق اور تمام ایمان میں استثناء کے جواز کے قائل ہیں اور استثناء کو تمام ایمان کے لیے مبطل سمجھتے ہیں۔

باب کھانے پینے میں قسم اٹھانا

باب سالن کی اقسام کے بیان میں

فائدہ: ادام اس چیز کو کہتے ہیں جو روٹی کے ساتھ تبعاً کھایا جائے۔

۳۵۲۴۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے (مسلم، ترمذی، باب ماجاء فی الخل؛ ابوداود، نسائی)۔

۳۵۲۵۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زیتون کو سالن کے طور پر استعمال کرو اور اپنے سر اور بدن پر اسے تیل کے طور پر لگاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلا ہے۔ (ابن ماجہ)۔ اس کے راوی تمام ثقہ ہیں سوائے حسین بن مہدی کے جو ابن ماجہ

وَادَّهِنُوْا بِهٖ، فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ"۔ رواه ابن ماجة و رجاله ثقات الا الحسين بن مهدى شيخ ابن ماجة۔ فقال فى "التقريب": انه صدوق (نيل، السابق)۔

۳۵۲۶- عن يوسف بن عبدالله بن سلام، قال: "رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً، وَقَالَ: هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ" رواه ابوداود والبخارى (نيل ۸: ۴۵۵)۔ واسناد ابى داود صحيح كما فى "المرقاة" (۴: ۳۸۴)۔

۳۵۲۷- حدثنا القومسى حدثنا الاصمعى عن ابى هلال الراسبى عن عبدالله بن بريدة عن ابيه عن النبى ﷺ، قال: "سَيِّدُ اِدَامِ اَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللَّحْمُ"۔ رواه ابن قتيبة فى غريبه (نيل ۸: ۴۴۵)۔ ورواه البيهقى والطبرانى فى "الاوسط"، وابو نعيم فى الطب فى حديث۔ قال الشيخ: حديث حسن لغيره (العزيزى ۲: ۳۲۰)۔

۳۵۲۸- حدثنا هشام بن عمار ثنا مروان بن معاوية ثنا عيسى بن عيسى عن رجل

کے استاد ہیں۔ تقریب میں ہے کہ وہ صدوق ہیں۔ فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ سرکہ سالن ہے۔

۳۵۲۶۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر ایک کھجور رکھ کر فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے۔ (بخاری، ابوداؤد)۔ ابوداؤد کی سند صحیح ہے (مرقاۃ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور بھی ادام ہے لیکن اس کا اعتبار عرف پر ہے اور علاقہ کے لوگوں پر ہے کہ اگر لوگ کھجور کو روٹی کے ساتھ تبعاً کھاتے ہیں تو وہ ادام ہوگا ورنہ نہیں۔

۳۵۲۷۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا والوں اور آخرت والوں کے سالنوں کا سردار گوشت ہے (بیہقی وطبرانی)۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے (یعنی حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے) (العزیزی)

۳۵۲۸۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سالنوں کا سردار نمک ہے (ابن ماجہ)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے البتہ عرف کے ساتھ یہ مؤید ہو سکتی ہے یعنی اگر علاقہ کے لوگ نمک کو روٹی کے ساتھ کھاتے ہوں تو یقیناً ادام ہوگا۔

فائدہ: اگر کوئی قسم اٹھائے کہ وہ ادام نہیں کھائے گا تو عرف عام میں جس چیز کو ادام کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا اس کے

راه موسی عن انس بن مالک ﷺ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "سَيِّدُ اِدَامِكُمُ الْمِلْحُ"۔ رواه ابن ماجة (٢٤٦)۔ قلت: هذا سند ضعيف لكن يتأيد به العرف۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ

بَابٌ اِنِ اشْتَرٰى اَبَاهُ يَنْوِيْ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِيْنِهٖ اَجْزَاَهُ

٣٥٢٩- عن ابى هريرة ﷺ مرفوعاً: "لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَالِدَهٗ اِلَّا اَنْ يَجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ"۔ اخرجه الجماعة الا البخارى (زيلعى ٢:٧٢)۔

بَابٌ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِيْ مَعْصِيَةٍ اَوْ فِيْمَا لَا يُطِيْقُهٗ فَكَفَّارَتُهُمَا كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

٣٥٣٠- عن عائشة رضى الله عنها عن النبى ﷺ، قال: "مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ"۔ رواه البخارى (٢:٩٩١)۔ وزاد الطحاوى فى هذا الوجه: "وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ"۔ (التلخيص الحبير ٢:٣٩٨)۔

کھانے سے حانث ہو جائے گا۔

باب عتق اور طلاق میں قسم اٹھانا

باب اگر اپنے باپ کو خریدتے وقت کفارہ یمین کی نیت کرے تو درست ہے (یعنی کفارہ ادا ہو جائے گا)

۳۵۲۹۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیٹا، باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ مگر ایک صورت میں کہ باپ کو (کسی کا) غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم، کتاب العتق باب فضل عتق الوالد؛ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قریبی رشتہ دار کو خریدنا ہی آزاد کرنا ہے کیونکہ مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ نے نفس شراء کو ہی اعتاق قرار دیا ہے اور "فیعتقہ" کا معنی یہ نہیں کہ وہ خریدنے کے بعد آزاد کرے کیونکہ حدیث میں صراحۃً مذکور ہے کہ جو قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جاتا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ باپ اپنے بیٹے پر آزاد ہو جاتا ہے جونہی وہ اس کا مالک ہو۔

باب نافرمانی اور ایسی چیز کی قسم اٹھانا جس کے کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان دونوں کا کفارہ بھی یمین والا کفارہ ہے

۳۵۳۰۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے اس

۳۵۳۱- حدثنا جعفر بن مسافر التنيسي عن ابن ابي فديك قال: حدثني طلحة بن يحيى الانصاري عن عبدالله بن سعيد بن ابي هند عن بكير بن عبدالله بن الاشج عن كريب عن ابن عباس رضي الله عنهما اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال: "مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ"- رواه ابوداود(۲:۱۱۶) و قال: و روى هذا الحديث وكيع وغيره عن عبدالله بن سعيد بن ابي الهند اوقفوه على ابن عباس اه و في التلخيص الحبير: اسناده حسن فيه طلحة بن يحيى و هو مختلف فيه اه-

۳۵۳۲- اخبرنا هارون بن موسى الفروى قال: ثنا ابو ضمرة عن يونس عن ابن شهاب، قال: ثنا ابو سلمة عن عائشة رضي الله عنها، ان رسول الله ﷺ قال: "لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهَا كَفَّارَةُ الْيَمِينِ"- رواه النسائي(۲:۱۴۸)- وسكت عنه، فهو صحيح عنده على قاعدته- و في "التلخيص الحبير"(۲:۳۹۹)- "وقال النووي في الروضة: حديث: "لا نذر في معصية و كفارته كفارة اليمين"، ضعيف باتفاق المحدثين- قلت: قد صححه الطحاوي وابو

کی اطاعت کرنی چاہیے (یعنی نذر پوری کرے) اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے) (بخاری باب النذر فی الطاعۃ، ابوداؤد، نسائی) اور طحاوی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ (نافرمانی کی نذر پوری نہ کرے بلکہ) اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔

۳۵۳۱- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غیر معین نذر مانے تو اس کا کفارہ یمین والا کفارہ ہے اور جو نافرمانی کی نذر مانے تو اس کا کفارہ (بھی) یمین والا کفارہ ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز کی نذر مانے جس کے کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس کا کفارہ (بھی) یمین والا کفارہ ہے۔ اور جو شخص ایسی نذر مانے کہ جسے وہ کرسکتا ہے تو چاہیے کہ اس نذر کو پورا کرے (ابوداؤد باب من نذر الا یطیقہ)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وکیع وغیرہ نے یہ حدیث ابن عباسؓ پر موقوفا روایت کی ہے اھ۔ اور تلخیص میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے کیونکہ اس میں راوی طلحہ بن یحییٰ مختلف فیہ ہے۔

۳۵۳۲- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کے کام میں نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ یمین والا کفارہ ہے۔ (نسائی باب کفارۃ النذر)۔ امام نسائی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے قاعدہ پر صحیح ہے۔ اور نوویؒ نے روضہ میں فرمایا ہے کہ حدیث "گناہ کے کام میں نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ، یمین والا کفارہ ہے" ضعیف ہے باتفاق محدثین۔ میں کہتا ہوں کہ طحاوی، ابوعلی بن السکن، عبدالحق اور ابن القطان نے اسے صحیح کہا ہے پس اتفاق کہاں رہا۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی معصیت کے کام کی نذر مانے تو پورا نہیں کرنا چاہیے بلکہ حانث ہوکر کفارہ ادا کردے۔ لہٰذا اس تعبیر سے

علی بن السکن، فاین الاتفاق"اھ۔قلت وقد صححه ایضا عبدالحق فی الاحکام، وابن القطان، کما فی "الجوهر النقی"(۲:۲۳۸)

۳۵۳۳- عن عقبة بن عامر ﷺ قال: "نَذَرَتْ اُخْتِیْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِیَةً غَیْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: مُرْ اُخْتَكَ فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْکَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ"۔ اخرجه الترمذی و قال: حدیث حسن۔ واخرجه ابوداود، ورجال اسناده ثقات خلا عبیدالله بن زحر فانه متکلم فیه، وقد اخرج له الحاکم فی "المستدرك" و لم یضعفه البیهقی فی سننه فی موضع من المواضع، بل قد حکی عن البخاری انه وثقه، وذکر الترمذی ایضا فی العلل توثیقه عن البخاری۔ کذا فی "الجوهر النقی"(۲:۲۳۹)۔

"لانذر فی معصیۃ اللہ" کا جواب بھی ہوگیا کہ اس کا معنی لاوفاء لنذر فی معصیۃ اللہ یعنی معصیت کی نذر ماننے پر نذر منعقد تو ہوجاتی ہے مگر اسے پورانہیں کرنا چاہیے بلکہ حانث ہوکر کفارہ ادا کردیا جائے۔ فائدہ: معصیت کی دو قسمیں ہیں حرام لعینہ (یعنی جو اپنی ذات میں ہی حرام ہیں) جیسے زنا، شراب کا پینا، اکل خنزیر، سود کا کھانا، مسلمان کا قتل کرنا وغیرہ تو ان کی اگر کوئی نذر مانے تو وہ نذر ہی منعقد نہ ہوگی اور نذر ماننے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور آپ ﷺ کے مطلق قول لانذر فی معصیۃ اللہ کا یہی مطلب ہے اور (۲) حرام لغیرہ جیسے قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننا اور طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھنے کی نذر پس اگر کوئی اس کی نذر مانے تو نذر منعقد ہوجائے گی لیکن نذر پوری کرنا جائز نہیں بلکہ حانث ہوکر کفارہ دے اور آپ ﷺ کے فرمان "لانذر فی معصیۃ اللہ وکفارتہ کفارہ یمین" کا یہی مطلب ہے۔اور اگر معصیت کی نذر بالکل منعقد نہ ہوتی تو اس میں لانذر فی معصیۃ اللہ کے بعد کفارتہ کفارۃ یمین کا کوئی مطلب نہ ہوتا اور حضور ﷺ کے کلام کا بے مقصد ہونا لازم آتا کیونکہ وجوبِ کفارہ صحت کفارہ کو مستلزم ہے اور وہ مطلق احادیث (لانذر فی معصیۃ اللہ) جن سے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے، معصیت لعینہا کی نذر پر محمول ہیں۔ بہرحال احناف کی توجیہ سے دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو رہا ہے جو بہرصورت بہتر ہے کیونکہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ایک پر عمل کرنے اور دوسری کو مہمل چھوڑنے سے بہتر ہے۔اور امام سندی حاشیہ نسائی میں فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں لاوفاء لنذر فی معصیۃ کی تصریح ہے۔

۳۵۳۳۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل اور بغیر اوڑھنی اوڑھے حج کرے گی۔ میں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بہن کو حکم کر کہ وہ اوڑھنی اوڑھے اور سوار ہوجائے اور (کفارہ کے طور پر) تین دن کے روزے رکھے۔ (ترمذی، ابوداؤد، باب من رأی علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ)۔امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔امام ابوداؤد کی سند کے راوی ثقہ ہیں سوائے عبیداللہ بن زحر کے کہ وہ متکلم فیہ ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کی حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے بھی کسی جگہ اسے ضعیف نہیں کہا بلکہ امام بخاری سے توثیق نقل کی ہے اور ترمذی نے بھی امام بخاری سے اس کی توثیق نقل کی ہے (جوہر نقی)۔

۳۵۳۴- ثنا یونس انا ابن وهب انا یحیی بن عبدالله المعافری عن ابی عبد الرحمن الجیلی عن عقبة بن عامرؓ: "اَنَّ اُخْتَهٗ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِیَ اِلَی الْکَعْبَةِ حَافِیَةً غَیْرَ مُخْتَمِرَةٍ،فَذَکَرَ ذٰلِکَ عُقْبَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ: مُرْ اُخْتَکَ فَلْتَرْکَبْ وَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ"-رواه الطحاوی فی "مشکله"،و یحیی قال فیه ابن معین:لیس به باس،واخرج له الحاکم فی "المستدرک"، وابن حبان فی صحیحه، وذکره فی الثقات، ثم ذکره الطحاوی من وجه آخر و فیه: "نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِیَةً نَاشِرَةً شَعْرَهَا، فَقَالَ: لِتَرْکَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ"- قال الطحاوی: "وَکَشْفُ وَجْهِهَا حَرَامٌ، فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْکَفَّارَةِ لِمَنْعِ الشَّرِیْعَةِ اِیَّاهَا مِنْهُ"- کذا فی "الجوهر النقی" ایضا (السابق)-

۳۵۳۵- اخبرنا ابو حنیفة حدثنا محمد بن الزبیر عن الحسن عن عمران بن حصینؓ عن النبی ﷺ انه قال: "لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَکَفَّارَتُهٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ"- اخرجه محمد فی "الآثار" (۱۰۵)- وهذا سند حسن، و محمد بن الزبیر وان ضعفه ائمة الجرح والتعدیل ولکن ابا حنیفة روی عنه، و شیوخه ثقات عندنا و کذا روی عنه غیر واحد من الاجلة کالثوری وجریر بن حازم و یحیی بن ابی کثیر و حماد بن زید وابراهیم بن طهمان و ابوبکر

۳۵۳۴- عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ ان کی بہن نے نذر مانی کہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر کعبے تک پیدل جائے گی۔عقبہ نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے (عقبہ سے) فرمایا کہ اپنی بہن کو حکم کرو کہ وہ سوار ہو جائے اور دوپٹہ بھی اوڑھے اور (کفارہ میں) تین دن روزے رکھے۔(مشکل طحاوی) یحیٰ بن عبداللہ معافری کی بابت ابن معین نے لیس بہ بأس کہا ہے اور حاکم نے بھی اس کی روایت ذکر کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی روایت نقل کر کے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔اور طحاوی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل اور اپنے سر کے بالوں کو کھولے جائے گی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور (کفارہ میں) تین دن کے روزے رکھے۔امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنا چہرہ کھولنا حرام ہے۔لہذا حضور ﷺ نے اسے کفارہ دینے کا حکم فرمایا کیونکہ شریعت میں عورت کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔(جوہر نقی)۔

۳۵۳۵- عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کے کام میں کوئی نذر نہیں اور اس کا کفارہ یمین والا کفارہ ہے۔(کتاب الآثار باب النذر فی المعصیة)۔اس کی سند حسن ہے۔

النهشلی و اسماعیل بن علیة وغیرهم۔ کما فی التهذیب، واحتج ابو حنیفة بروایته فهو توثیق له منه، و سماع الحسن عن عمران ثابت کما حققه صاحب "الجوهر النقی"(۲:۲۳۸)۔

۳۵۳۶- ابو حنیفة عن الشعبی قال: "سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ:لَا نَذْرَ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا کَفَّارَةَ۔ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ: فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ ذُکِرَ فِی الظِّهَارِ: وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا، وَجُعِلَ فِیْهِ الْکَفَّارَةُ، فَقَالَ: اَقِیَاسٌ اَنْتَ"؟ اخرجه الحافظ ابن خسرو فی مسنده هکذا، واخرجه محمد فی "الآثار" مختصرا، کذا فی "جامع المسانید" (۲:۲۵۵)۔ و فیه تصریح بسماع ابی حنیفة من الشعبی، و قد ورد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عند الدارقطنی و عند مالک فی "الموطا" مثل ماقاله ابوحنیفة۔

فائدہ: اس حدیث کے متعدد طرق اور شواہد ہیں لہٰذا کسی راوی کا ضعف قطعاً مضر نہیں۔ فائدہ: یعنی گناہ کے کام کی نذر نہیں ماننی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی مان لے تو نذر پوری کرنا جائز نہیں اور نذر پوری نہ کرنے کی صورت میں کفارہ ہوگا۔

۳۵۳۶۔ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر شعبیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں (یعنی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ نذر تو اچھے کام کی مانی جاتی ہے۔ برے کام کی نہیں) اور نہ ہی کفارہ ہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ظہار میں بھی تو فرمایا گیا ہے کہ وہ (ظہار کرنے والے) بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں لیکن اس میں تو کفارہ مقرر کیا گیا ہے (یعنی ظہار بھی تو بری اور جھوٹ بات ہے پھر بھی اس میں کفارہ ہے) تو عامر شعبیؒ نے فرمایا واہ کیا قیاس ہے آپ کا (کتاب الآثار، باب النذر فی المعصیة، مسند ابن خسرو و جامع المسانید) مؤطا مالک اور دارقطنی میں ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ معصیت اور گناہ کی نذر ماننے سے یا طاقت سے باہر کسی کام کے نذر ماننے یا نذر مبہم ماننے سے نذر منعقد ہو جاتی ہے لیکن معصیت کی نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ کفارہ ادا کرنا چاہیے اور ان کا کفارہ بھی یمین والا کفارہ ہے۔ فائدہ: الحمدللہ امام صاحبؒ کا قیاس حضرت ابن عباسؓ کے قیاس کے موافق ہے کیونکہ ایک عورت ابن عباسؓ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ تو اسے ذبح نہ کر بلکہ کفارہ دیدے تو ایک شیخ جو ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ اس میں کفارہ کیسے؟ یہ تو معصیت کی نذر ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مظاہر کے بارے میں (جو کہ جھوٹ بولتے ہیں) کفارہ کا حکم فرمایا ہے۔ گویا ابن عباسؓ کا مقصد یہ تھا کہ معصیت اور وجوب کفارہ کے درمیان کوئی منافات نہیں۔

بَابُ وُجُوبِ الْاِيفَاءِ بِنَذْرِهِ الطَّاعَةِ مُعَلَّقًا كَانَ اَوْ مُنَجِّزًا لِجَاجًا كَانَ اَوْ غَيْرَهُ اِذَا اَطَاقَهُ وَاِلَّا فَبِقَدْرِ الطَّاقَةِ

۳۵۳۷- عن سعيد بن الحارث ، انه سمع عبدالله بن عمر- وساله رجل- يا ابا عبدالرحمن! اِنَّ ابْنِيْ كَانَ بِاَرْضِ فَارِسٍ فِيْمَنْ كَانَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، وَاَنَّهُ وَقَعَ بِالْبَصْرَةِ طَاعُوْنٌ شَدِيْدٌ، فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ نَذَرْتُ اِنَّ اللهَ جَاءَ بِابْنِيْ اَنْ اَمْشِيَ اِلَى الْكَعْبَةِ، فَجَاءَ مَرِيْضًا فَمَاتَ، فَمَا تَرٰى؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَوَلَمْ تُنْهَوْا عَنِ النَّذْرِ؟ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا وَلَا يُؤَخِّرُهُ، وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ، اَوْفِ بِنَذْرِكَ، اخرجه الحاكم في "المستدرك" (۴:۳۰۴)، وصححه على شرط الشيخين، واقره عليه الذهبي۔

۳۵۳۸- عن اسماعيل بن امية عن عثمان بن ابی حاضر، قال: "حَلَفَتْ اِمْرَاَةٌ مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَجَارِيَتِيْ حُرَّةٌ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ كَذَا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ- اَمَّا الْجَارِيَةُ فَتُعْتَقُ، وَاَمَّا قَوْلُهَا: مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيُتَصَدَّقُ بِزَكَاةِ مَالِهَا"- اخرجه ابن حزم في "المحلى" (۸:۹) وجزم به ولم يعله بشيء۔

باب اطاعت والی نذر پوری کرنا واجب ہے خواہ وہ نذر معلق ہو یا غیر معلق، خواہ مجبوری کی نذر ہو یا غیر مجبوری کی، بشرطیکہ اسے کرنے کی طاقت ہو، ورنہ بقدر طاقت پوری کرنا ضروری ہے

۳۵۳۷۔ سعید بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا۔ اے ابوعبدالرحمٰن! میرا بیٹا فارس میں ان لوگوں میں شامل تھا جو عمر بن عبیداللہ کے پاس تھے۔ اور بصرہ میں سخت طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی۔ جب یہ بات (مجھے) پہنچی تو میں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو واپس لے آئیں گے تو میں کعبہ تک پیدل جاؤں گا۔ پھر وہ (میرا بیٹا) بیمار ہو کر آیا اور مر گیا تو اس (نذر) میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہیں نذر ماننے سے روکا نہیں گیا؟ بے شک حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نذر نہ کسی چیز کو وقت سے پہلے لا سکتی ہے اور نہ ہی وقت سے مؤخر کر سکتی ہے (یعنی تقدیر کو بدل نہیں سکتی) ہاں یہ فائدہ ضرور ہے کہ بخیل کے پاس سے کچھ مال صرف ہو جاتا ہے۔ (بہرحال) تو اپنی نذر پوری کر۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اطاعت اور اچھے کام کی نذر (خواہ وہ معلق ہو یا منجز) پوری کرنی چاہیے نیز پچھلے باب میں عائشہؓ کی مرفوع حدیث گذر چکی ہے کہ جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے یعنی نذر کو پورا کرنا چاہیے۔

۳۵۳۸۔ عثمان بن ابی حاضر فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے قسم اٹھائی کہ اگر اس نے یہ کام نہ کیا تو میرا مال اللہ کی راہ میں (صدقہ) ہوگا اور میری باندی آزاد ہوگی۔ تو ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس کی باندی کو تو آزاد کر دیا جائے اور البتہ اس کا یہ کہنا کہ میرا

۳۵۳۹- عن ابن عباس رضی الله عنهما فی حدیث: "وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ"۔ رواه ابوداود۔ وقال الحافظ فی "التلخیص الحبیر": "اسناده حسن، فیه طلحة بن یحیی و هو مختلف فیه" اھ۔ و قد تقدم فی الباب الذی یلی هذا الباب، فقول ابن حزم فی "المحلی" (۶:۸): "طلحة بن یحیی الانصاری ضعیف جدا" اھ۔ رد علیه کیف؟ وهو من رجال مسلم والاربعة، وثقه احمد وابن معین و یعقوب بن شیبة والعجلی وابوداود وابو زرعة وابو حاتم، و قال: صحیح الحدیث، وابن عدی و ابن حبان وصالح بن احمد عن ابیه، والحاکم عن الدارقطنی وابن سعد، کذا فی "التهذیب"۔ (۵:۲۸)۔

مال اللہ کی راہ میں ہے تو اس یمین کو پورا کرنے کے لیے اس کے مال کی زکوٰۃ کا صدقہ کیا جائے (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم نے اس حدیث میں کوئی عیب نہیں نکالا (لہٰذا ان کے ہاں صحیح ہوگی)۔

فائدہ: امام صاحب سے مروی ہے کہ تمام مال کے صدقہ کرنے کی نذر ماننے والا اگر مالدار ہے تو وہ سارا مال صدقہ کرے اور اگر فقیر ہے تو حانث ہو کر کفارۂ یمین ادا کرے اور اگر متوسط ہو تو زکوٰۃ ادا کردے۔ مذکورہ بالا حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور امام صاحبؒ سے جو راجح مسلک مروی ہے وہ وہ ہے جو کتاب الآثار میں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر مانے تو وہ اپنے اور اپنے کنبے کے لیے بقدر ضرورت رکھ لے اور زائد صدقہ کردے پھر جب گنجائش ہو تو جو اپنے لیے رکھا تھا اس کے بقدر صدقہ کردے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے اور اس کی تائید ابن عمرؓ کے قول سے ہوتی ہے جن سے اس آدمی کی بابت پوچھا گیا کہ جس نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی نذر مانی تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ہے۔

۳۵۳۹۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے کام کی نذر مانے کہ جس کے کرنے کی طاقت نہیں تو اس کا کفارہ بھی یمین والا کفارہ ہے اور جو شخص کسی ایسے کام کی نذر مانے کہ جسے وہ کر سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے پورا کرے (ابوداؤد، باب من نذر نذرا لا یطیقہ)۔ تلخیص میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور طلحہ بن یحییٰ مسلم اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہے، اسے احمد، ابن معین، یعقوب بن شیبہ، عجلی، ابوداؤد، ابوزرعہ اور ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر تمام مال صدقہ کرنے کی نذر مانے تو تمام مال کا صدقہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ اس کی طاقت میں ہے۔ ہاں اگر ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر مانے اور اس کے پاس ایک سو روپیہ ہو تو اس پر صرف سو روپے کا صدقہ واجب ہے۔ کیونکہ زائد مقدار کا صدقہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔ الغرض اللہ کی نافرمانی کے کام کی نذر نہیں ماننی چاہیے اور اگر ایسے کام کی نذر کوئی مان لے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ کفارہ ادا کرے۔ فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اطاعت کی نذر کو پورا کرنا حتی الوسع واجب ہے۔

باب اذا اخرج النذر مخرج اليمين وَ فى بنذره او كفر ليمينه الا فى العتاق والطلاق فيقعان بوجود الشرط

٣٥٤٠- اخبرنا مالك اخبرنى ايوب بن موسى من ولد سعيد بن العاص عن منصور ابن عبدالرحمن الحجبى عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها زوج النبى ﷺ، اَنَّها قالَتْ فِيمَنْ قَالَ: مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ: "يُكَفِرُ ذٰلِكَ بِمَا يُكَفِرُ الْيَمِيْنَ"- رواه محمد فى "الموطا" (٣٢٦) ومنصور بن عبدالرحمن ثقة، اخطأ ابن حزم فى تضعيفه، و قوله: "عن ابيه"، تصحيف- والصحيح عن "امه"- كما فى موطا يحيى، وهى صفية بنت شيبة، لها رؤية، و حدثت عن عائشة وغيرها من الصحابة- قال الحافظ فى "التلخيص": "هذا الحديث اخرجه مالك والبيهقى بسند صحيح"- كذا فى التعليق الممجد عن الزرقانى وغيره- ولفظ مالك والبيهقى: "اَنَّها سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ مَالَهُ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ اِنْ كَلَّمَ ذَا قُرْبَةٍ لَهُ، فَقَالَتْ: يُكَفِرُ الْيَمِيْنَ"-(التلخيص ٢:٣٩٧)-

باب اگر قسم کے طور پر نذر مانے تو نذر ماننے والے کو اختیار ہے چاہے نذر پوری کرے یا کفارہ دے۔ لیکن غلام کو آزاد کرنے یا بیوی کو طلاق دینے کی نذر ماننے کی صورت میں یہ اختیار نہیں بلکہ شرط پائے جانے پر طلاق و آزادی واقع ہو جائے گی

٣٥٤٠- ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ جو شخص کہے کہ میرا مال کعبہ کے دروازے کے لیے وقف ہے تو وہ اس کا کفارہ دے گا جیسے قسم کا کفارہ دیتا ہے۔(موطا محمد، باب الرجل يقول ماله فى رتاج الكعبة) اس حدیث کی بابت حافظ صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو مالک اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور مالک اور بیہقی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے اس آدمی کی بابت پوچھا گیا جس نے کہا کہ اس کا مال کعبہ کے دروازہ میں وقف ہے، اگر وہ اپنے رشتہ دار سے بات چیت کرے تو آپؓ نے فرمایا کہ کفارۂ یمین ادا کرے۔(تلخیص)

فائدہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ آدمی نے جو کچھ اپنے ذمہ کیا ہے اسے صدقہ کرے اور قوت لایموت روک لے پھر جب آسانی ہو تو روکے ہوئے کے بقدر صدقہ کرے اور یہی ہمارا اور ہمارے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب نذر معلق نہ ہو اور اگر نذر معلق ہو جیسے کہ موطا مالک اور بیہقی میں ہے تو پھر اسے نذر پوری کرنے اور کفارہ ادا کرنے میں سے کسی ایک کا اختیار ہے (در مختار مع الشامی ٣:١٠٥)

۳۵٤۱- عن سعید بن المسیب: "اَنَّ اَخَوَیْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ کَانَ بَیْنَهُمَا مِیْرَاثٌ، فَسَاَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ۔ فَقَالَ: لَئِنْ عُدْتَّ سَاَلْتَنِیُ الْقِسْمَةَ لَا اُکَلِّمُكَ اَبَدًا، وَکُلُّ مَالِیْ فِیْ رِتَاجِ الْکَعْبَةِ"۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ: اِنَّ الْکَعْبَةَ لَغَنِیَّةٌ عَنْ مَالِكَ، کَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ وَکَلِّمْ اَخَاكَ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا یَمِیْنَ عَلَیْكَ۔ وَلَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةِ الرَّبِّ، وَلَا فِیْ قَطِیْعَةِ الرَّحِمِ، وَلَا فِیْمَا لَا تَمْلِكُ"۔ رواه الحاکم فی "المستدرك"(٤: ٣٠٠): وقال حدیث صحیح الاسناد و اقره علیه الذهبی۔

۳۵٤۲- وصح عن عائشة و ام سلمة امی المؤمنین، و عن ابن عمر ﷺ، اَنَّهُ جَعَلَ فِیْ قَوْلِ لَیْلٰی بِنْتِ الْعَجْمَاءِ: "کُلُّ مَمْلُوْكٍ لَهَا حُرٌّ، وَکُلُّ مَالٍ لَهَا هَدْیٌ، وَهِیَ یَهُوْدِیَّةٌ اَوْ نَصْرَانِیَّةٌ اِنْ لَمْ تُطَلِّقْ اِمْرَاَتَكَ"۔ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ وَاحِدَةٌ۔ قاله ابن حزم فی المحلی(٨: ٨)۔ وزاد احمد فیه انه قال: "کَفِّرِیْ یَمِیْنَكِ۔ وَاَعْتِقِیْ جَارِیَتَكِ"۔ قال الموفق فی "المغنی"(١١: ٢١٩، ٢٢٠): وهذه زیادة یجب قبولها ویحتمل انهالم یکن مملوك سواها اه۔ وقد تقدم

۳۵۴۱۔ سعید بن میسبؒ سے مروی ہے کہ دو بھائیوں کے درمیان وراثت کا مال مشترک تھا۔ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے تقسیم کرنے کا کہا تو دوسرے بھائی نے کہا کہ اگر تو نے دوبارہ تقسیم کی بات کی تو میں تجھ سے کبھی نہیں بولوں گا۔اور میرا تمام مال کعبہ کے دروازے کے لیے (یعنی کعبے کے لیے) وقف ہے۔(جب یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تحقیق کعبہ تیرے مال سے بے نیاز ہے۔اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے بات چیت کر۔اس لیے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی قسم یا نذر کا پورا کرنا تجھ پر ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری ہے جس میں قطع رحمی ہوا۔ایسی نذر کا جو تیرے اختیار میں نہ ہو۔(مستدرک حاکم) حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۳۵۴۲۔ جب لیلی بنت عجماء نے کہا کہ اگر وہ تیری عورت کو طلاق نہ دلوائے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو۔اور اس کے تمام غلام آزاد ہوں اور اس کا تمام مال ہدیہ ہو۔(یعنی اس نے قسم اٹھائی) تو حضرت ابن عمرؓ نے اس میں ایک یمین کا کفارہ مقرر فرمایا۔(محلی ابن حزم)۔اور مسند احمد میں یہ اضافہ ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر اور اپنی ایک باندی آزاد کر۔مغنی میں موفق رقمطراز ہیں کہ یہ زیادتی واجب القبول ہے اور ممکن ہے کہ اس کے سوا ان کی کوئی باندی نہ ہو۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نذر معلق ماننے کی صورت میں صاحب نذر کو نذر پوری کرنے یا کفارہ ادا کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔البتہ اچھی نذر پوری کرنی چاہیے اور بری نذر پوری نہ کرنی چاہیے اور کفارہ دونوں نذروں میں ہے۔

الحديث مفصلا في باب اليمين۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ اِلَى بَيْتِ اللهِ لَزِمَهُ الْمَشْيُ فِيْ اَحَدِ النُّسُكَيْنِ فَاِنْ رَكِبَ اَهْدٰى

۳۵٤۳- عن شريك عن ابى اسحاق، قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يَحْلِفُ بِالْمَشْيِ فَيَعْجِزُ فَيَرْكَبُ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما: ''يَحُجُّ مِنْ قَابِلٍ فَيَرْكَبُ مَا مَشٰى وَيَمْشِيْ مَارَكِبَ''۔قال شريك: وحدثنا محمد بن عبدالرحمن مولى آل طلحة عن كريب عن ابن عباس رضى الله عنهما۔ ''اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّ اُخْتِيْ جَعَلَتْ عَلَيْهَا الْمَشْيَ اِلٰى بَيْتِ اللهِ۔ قَالَ: اِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا، قُلْ لَهَا فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً وَلْتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا''۔رواه الحاكم فى ''المستدرك'' (٤:٣٠٢): وقال: صحيح على شرط مسلم - وسكت عنه الذهبى ولم يعقبه بشیء۔

باب اگر کوئی بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانے تو حج وعمرہ میں سے کسی ایک میں پیدل چلنا اس پر لازم ہے اور اگر وہ سوار ہو تو ایک ھدی ذبح کرے

۳۵۴۳۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پیدل چلنے کی قسم اٹھائے اور پھر تھک ہار کر سوار ہو جائے تو اس بارے میں ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اگلے سال حج کرے اور گذشتہ سال جتنا اس نے پیدل سفر کیا ہے اتنی مسافت سوار ہو جائے اور (گذشتہ سال) جتنی مسافت اس نے سوار ہو کر سفر کیا تھا اتنی مسافت پیدل سفر کر لے۔شریک (راوی) فرماتے ہیں کہ ہمیں سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تیری بہن کو اس مشقت پر کچھ ثواب نہ دے گا۔تو اس سے کہہ دے کہ وہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔(مستدرک حاکم)۔حاکم نے اسے شرطِ مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانے تو اس پر حج یا عمرہ میں پیدل جانا واجب ہے کیونکہ مشی معہود شریعت میں وہ مشی فی الحج والعمرۃ ہے اور آپ ﷺ نے صرف حج کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ سوال اشہر حج میں کیا گیا تھا اس لیے آپ ﷺ نے افضل النسکین کا ذکر کیا۔

٣٥٤٤- عن عمران بن حصين رضي الله عنه ،قال: "مَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خُطْبَةً اِلَّا اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ وَنَهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ قَالَ: وَقَالَ: اِنَّ مِنَ الْمُثْلَةِ اَنْ يَنْذُرَ اَنْ يَحُجَّ مَا شِيًا ، فَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَحُجَّ مَا شِيًا فَلْيُهْدِ هَدْيًا وَلْيَرْكَبْ"- رواه الحاكم في "المستدرك" (٤:٣٠٥) وقال: صحيح الاسناد، واقره عليه الذهبي-

٣٥٤٥- اخبرنا شعبة بن الحجاج عن الحكم بن عتيبة عن ابراهيم النخعي، عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه انه قال: "مَنْ نَذَرَ اَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً"- وجاء عنه في حديث آخر: "وَيُهْدِيْ هَدْيًا"- اخرجه محمد في "الموطاء"(٣٢٣)، وهذا

۳۵۴۴۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب بھی ہمیں وعظ فرماتے تو صدقہ کرنے کا ہمیں حکم فرماتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے۔ عمرانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیدل حج کرنے کی نذر ماننا بھی مثلہ میں داخل ہے۔ لہٰذا جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو اسے چاہیے سوار ہو جائے اور ایک ہدی بھیج دے۔ (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر امام صاحبؒ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ پیدل حج کرنا مکروہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسے مثلہ سے شمار کیا ہے۔ لیکن یہ مکروہ تب ہے جب پیدل چلنا کسی بداخلاقی اور جھگڑے کا باعث ہو کیونکہ اس صورت میں پیدل چلنا گناہ کا سبب ہوگا ورنہ پیدل حج فی نفسہ افضل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا (جب ان کی آنکھ بند ہوئی) مجھے اس بات پر سب سے زیادہ افسوس ہے کہ میں پیدل حج نہیں کر پایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بھی حج کے لیے پیدل چلنے والوں کو مقدم رکھا ہے۔ فرمایا "یا توک رجالا و علی کل ضامر (فتح القدیر، ۳: ۸۷) اور جب حضور ﷺ نے پیدل حج کی نذر ماننے کو مثلہ کہا ہے حالانکہ اس کے لیے کتاب و سنت سے اصل ثابت ہے۔ تو بیت المقدس اور مسجد نبوی ﷺ کی طرف پیدل جانے کی نذر ماننا کیسے لازم ہو سکتا ہے حالانکہ ان کے لیے کوئی اصل بھی نہیں۔ اور اس حدیث میں امام صاحب کے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے کہ وہ سوار ہو جائے خواہ عاجز ہو یا غیر عاجز بہر دو صورت اس پر ہدی واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے مطلق رکھا ہے "فلیھد ھدیا ولیر کب" اور آپ ﷺ نے عجز کی شرط نہیں لگائی۔

۳۵۴۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور پھر (پیدل چلنے سے) عاجز ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سوار ہو جائے اور ایک بدنہ (اونٹ) ذبح کرے۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت علیؓ سے ہی مروی ہے کہ ایک ھدی بھیج دے (موطا محمد، باب من جعل علی نفسہ المشی ثم عجز، و مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے اور مراسیل ابراہیم صحیح ہیں۔ اور امام محمد کتاب الحجج میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سوار ہو جائے اور ہدی بھیج دے۔ امام محمد اور امام اعظم کے بلاغات ہمارے ہاں حجت ہیں۔ اور اسے عبدالرزاق نے بھی

سند صحيح الا ان ابراهيم عن علي منقطع، ولكن مراسيله صحاح كما مر غير مرة- و قال محمد في الحجج له (١٧٨): قد روى ابوحنيفة عن علي ﷺ انه قال: "وَيَرْكَبُ وَ يُهْدِيْ شَاةً"- وبلاغات محمد وابي حنيفة حجة عندنا- واخرجه عبدالرزاق عن علي ﷺ بسند صحيح (فتح القدير ٤:٤٥٢)-

٣٥٤٦- اخبرنا عمر بن ذرالهمداني قال: "سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَجْعَلُ عَلَيْهِ الْمَشْيَ اِلَى بَيْتِ اللهِ، قَالَ: يَمْشِيْ مَا اَطَاقَ، وَيَرْكَبُ اِذَا عَجِزَ، وَيَدْخُلُ الْحَرَمَ مَاشِيًا اِلَى بَيْتِ اللهِ، وَيُهْدِيْ لِرُكُوْبِهِ هَدْيًا"- رواه محمد في الحجج له (١٧٨)- وروى مثله عن عطاء من طريق مالك عن يحيى بن سعيد عنه في الموطا، والسندان صحيحان، وعمر بن ذر من رجال البخاري ثقة-(تقريب ١٥٤)-

٣٥٤٧- عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما: اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اُخْتَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِيَ اِلَى الْبَيْتِ، وَشَكَا اِلَيْهِ ضُعْفَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنْ نَذْرِ اُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً- رواه احمد و في لفظ: "اِنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ

بسند صحیح حضرت علی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۳۵۴۶۔ عمر بن ذر الھمدانی فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہد تابعیؒ سے پوچھا کہ ایک مرد یا عورت بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانتا ہے۔تو مجاہدؒ نے فرمایا کہ جتنا ہوسکے پیدل چلے اور عاجز آنے (اور تھک جانے) پر سوار ہوجائے۔(البتہ) حرم سے بیت اللہ تک پیدل جائے اور اپنے سوار ہونے کی وجہ سے ایک ھدی بھیج دے۔(کتاب الحج)۔اور اسی کی مثل عطاء سے بھی مروی ہے اور دونوں کی سندیں صحیح ہیں۔

فائدہ: ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ناذرہ (نذر ماننے والی) مشی کی طاقت نہیں رکھتی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سوار ہوجائے اور ایک ہدی بھیج دے۔تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ نذر ماننے والا خواہ عاجز ہو یا غیر عاجز اس پر ھدی واجب ہے۔

۳۵۴۷۔ ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامر ﷺ نے حضور ﷺ سے کہا کہ اس کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی ہے اور حضور ﷺ سے اپنی بہن کے ضعف کا عذر بھی کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کی نذر سے بے نیاز ہیں۔تیری بہن کو چاہیے کہ وہ سوار ہوجائے اور ایک بدنہ بھیج دے۔(مسند احمد) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عقبہ بن عامر کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی لیکن اتنا پیدل چلنے کی اس میں طاقت نہ تھی تو حضور ﷺ نے اسے سوار ہونے اور (نذر پوری نہ

اَنْ تَمْشِیَ اِلَی الْبَیْتِ وَاَنَّہَا لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ ، فَاَمَرَهَا النَّبِیُّ ﷺ اَنْ تَرْکَبَ وَ تُہْدِیَ هَدْیًا"۔ رواه ابوداود وسكت عنه هو والمنذرى ورجاله رجال الصحيح و قال الحافظ فى التلخيص: اسناده صحيح (نيل الاوطار ٨:٤٨٣)۔ و فى فتح القدير (٤:٤٥٢): وسنده حجة، ولفظ البخارى و مسلم: فقال ﷺ: لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ۔ (فتح البارى ١١:٥١١)۔

٣٥٤٨- عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: "جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ اُخْتِیْ حَلَفَتْ اَنْ تَمْشِیَ اِلَی الْبَیْتِ، وَ اَنَّهُ یَشُقُّ عَلَیْهَا الْمَشْیُ، فَقَالَ: مُرْهَا فَلْتَرْکَبْ اِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَمْشِیَ، فَمَا اَغْنَی اللهُ اَنْ یَشُقَّ عَلٰی اُخْتِكَ"۔ اخرجه الحاكم، و سكت عنه الحافظ فى "الفتح"۔ (١١:٥١١)۔ قلت: قال الحاكم فى "المستدرك" (٤:٣٠٢): صحيح الاسناد، واقره عليه الذهبى۔

٣٥٤٩- عن الحسن بن عمران رفعه: "اِذَا نَذَرَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَلْيُهْدِ هَدْيًا وَلْيَرْكَبْ"۔ رواه البيهقى، و فى سنده انقطاع (فتح البارى ١١:٥١١) قال البيهقى: "لا يصح

کرنے کی پاداش میں) ایک ہدی بھیجنے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد، باب من رأى عليه كفارة اذا كان فى معصية)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور حافظ تلخیص میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور بخاری و مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ پیدل بھی چلے اور (تھکنے پر) سوار بھی ہو جایا کرے۔

فائدہ: ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ ناذرہ عاجز عن المشی تھی اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے چل لے پھر سوار ہو جائے اور ہدی بھیج دے اس میں بھی ثابت ہو گیا عاجز ہونے کی صورت میں بھی سوار ہونے پر ہدی واجب ہے۔

۳۵۴۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی ہے۔ لیکن اتنا چلنا اس پر دشوار ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہہ دے کہ جب چلنے کی ہمت نہ ہو تو سوار ہو جایا کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تیری بہن کو مشقت میں ڈالنے سے بے نیاز ہیں (مستدرک حاکم)۔ حاکم نے اسے صحیح السند کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

۳۵۴۹۔ حسن بن عمران سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ وہ سوار ہو جائے اور ایک ہدی بھیج دے۔ (بیہقی)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

سماع الحسن من عمران"۔ قلت : قد قدمنا قريبا الاستدلال على صحة سماع الحسن من عمران من "الجوهر النقى"(۲:۱۲۸، ۱۳۹)، ونصه: قال ابن حبان: سمع الحسن من عمران وكذا قال الحاكم فى "المستدرك"۔ وقال: ان اكثر مشايخنا على انه سمع منه، وذكر صاحب الكمال انه سمع منه اه۔ فالحديث صحيح۔

بَاب مَنْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ لَمْ يَحْنَثْ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
وَذِكْرِ اللهِ فِي الصَّلَاةِ وَخَارِجِ الصَّلَاةِ

۳۵۵۰- عن معاوية بن الحكم السلمى ﷺ مرفوعاً فى حديث: "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَائَةُ الْقُرْاٰنِ"، اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ۔ رواه مسلم كذا فى الجزء الخامس من "الاعلاء"(۵:۱۳)۔

۳۵۵۱- عن عبدالله ﷺ فى حديث مرفوعا: "اِنَّ اللهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَاءُ، وَاِنَّ قَدْ اَحْدَثَ مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ لَا يُتَكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ"۔ رواه النسائى والطحاوى بسند صحيح۔ "وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ قَضٰى اَنْ لَا تَتَكَلَّمُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔(فتح البارى ۳:۵۹)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی نذر ماننے سے پیدل حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے البتہ اگر ہمت نہ ہو تو سوار ہو جائے اور کوئی جانور (اونٹ گائے یا بکری) حرم میں بھیج دے تا کہ وہ وہاں ذبح کی جاسکے۔

باب کسی نے بات نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو نماز میں یا نماز کے باہر تلاوتِ کلام پاک
اور ذکر اللہ سے حانث نہ ہوگا

۳۵۵۰۔ معاویہ بن الحکم سلمی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنا صحیح نہیں وہ تو تسبیح وتہلیل اور قرآن کی تلاوت کرنا ہے۔(مسلم باب تحریم الکلام فی الصلوۃ)

۳۵۵۱۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نیا حکم نازل فرماتے ہیں اور اب ان کا نیا حکم یہ ہے کہ نماز میں بات نہ کی جائے۔(نسائی باب الکلام فی الصلوۃ۔ طحاوی)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی قسم اٹھائے کہ وہ کلام نہ کرے گا تو یہ کلامِ انسانی پر محمول ہوگی لہٰذا تلاوت وذکر سے حانث نہ ہوگا جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اور تلاوت وذکر دو مختلف چیزیں ہیں۔

بَاب مَنْ نَذَرَ صَوْمَ يَوْمِ الْفِطْرِ اَوِ النَّحْرِ يَصُوْمُ يَوْمًا مَكَانَهُمَا وَاِنْ صَامَهُمَا تَمَّ نَذْرُهُ وَاَثِمَ

۳۵۵۲- عن زياد بن جبير قال: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَاَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: "نَذَرْتُ اَنْ اَصُوْمَ كُلَّ يَوْمِ ثُلَاثَاءَ اَوْ اَرْبِعَاءَ، فَوَافَقْتُ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: اَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، و نُهِيْنَا اَنْ نَصُوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَاَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ مِثْلَهُ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهِ"۔ رواه البخاري (فتح الباري ۱۱: ۵۱۳)

۳۵۵۳- عن كريمة بنت سيرين: "اَنَّهَا سَاَلَتْ اِبْنَ عُمَرَ، فَقَالَتْ: جَعَلْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ اَصُوْمَ كُلَّ اَرْبِعَاءَ، وَالْيَوْمُ يَوْمُ اَرْبِعَاءَ وَهُوَ يَوْمُ النَّحْرِ، فَقَالَ: اَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ"۔ اخرجه ابن حبان فی "ثقاته"، ورواته ثقات (فتح الباری، السابق)۔

باب کسی نے عید الفطر یا قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اسے چاہیے کہ ان کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لے، اور اگر وہ اسی دن روزے رکھے گا تو نذر تو پوری ہو جائے گی لیکن گناہ گار ہو گا

۳۵۵۲۔ زیاد بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ ہر منگل یا بدھ کے دن روزہ رکھوں گا۔ اتفاق سے اسی دن بقر عید پڑ گئی (اب کیا حکم ہے؟) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہمیں عید کے دن روزہ رکھنے سے ممانعت کی گئی ہے۔ اس شخص نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر اس سے صرف اتنی ہی بات کہی اور اس سے کچھ زیادہ نہ کہا۔ (بخاری، باب من نذر ان یصوم ایاما فوافق النحر والفطر)

۳۵۵۳۔ کریمہ بنت سیرین کہتی ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں نے ہر بدھ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی ہوئی ہے۔ اور آج (اتفاق سے) بدھ بھی ہے اور بقر عید بھی۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بقر عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (ابن حبان)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں (فتح الباری)

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا منشا یہ تھا کہ کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ جس میں دونوں دلیلوں پر عمل ہو جائے یعنی نذر بھی پوری ہو اور عید کے دن روزہ بھی نہ رکھا جائے۔ اور وہ یہی صورت ہے کہ عید کے علاوہ کسی اور دن روزہ رکھ لیا جائے۔ اور عید کے دن روزہ رکھنے کی صورت میں حضور ﷺ کی نافرمانی ہو گی جو یقیناً گناہ ہے۔ (فتح الباری)

بَاب اِذَا حَلَفَ يَمِينًا وَاحِدَةً عَلٰى اَشْيَاءَ كَثِيْرَة فَهِيَ يَمِيْنٌ وَاحِدَةٌ وَاِنْ حَلَفَ اَيْمَانًا كَثِيْرَةً عَلٰى شَيْءٍ وَاحِدٍ وَاَرَادَ التَّكْرَارَ اِتَّحَدَتْ وَاِلَّا تَعَدَّدَتْ

٣٥٥٤- عبدالرزاق عن ابن جريج، قال: قَالَ عَطَاءٌ: فِيْمَنْ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ كَذَا وَلَا اَفْعَلُ كَذَا لِاُمُوْرٍ شَتّٰى قَالَ: "هُوَ قَوْلٌ وَاحِدٌ، وَلٰكِنَّهُ خَصَّ كُلَّ وَاحِدٍ بِيَمِيْنٍ، قَالَ: كَفَّارَتَانِ- وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ كَذَا وَكَذَا الْاَمْرَيْنِ شَيْءٌ، فَعَمَّهُمَا بِالْيَمِيْنِ- قَالَ: "كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ"- اخرجه ابن حزم فی المحلی (٨:٥٢)- وسنده صحيح-

٣٥٥٥- ومن طريق عبدالرزاق عن سفيان الثوری عن مجاهد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، قال اِذَا اَقْسَمْتَ مِرَارًا فَكَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ- اخرجه ابن حزم ايضا (٨:٥٢)- وسنده صحيح-

٣٥٥٦-وعن هشام بن عروة اَنَّ اَبَاهُ سُئِلَ عَمَّنْ تَعَرَّضَتْ لَهُ جَارِيَةٌ لَهُ مِرَارًا، كُلَّ مَرَّةٍ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنْ لَا يَطَئَهَا ثُمَّ وَطِئَهَا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: "كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ" اخرجه ابن حزم ايضا (٨:٥٣)

باب اگر کوئی شخص مختلف چیزوں پر ایک ہی قسم اٹھائے تو وہ ایک ہی قسم شمار ہوگی اور اگر ایک چیز پر کئی قسمیں اٹھائے اور اس کا ارادہ تکرار کا ہو تو ایک ہی یمین شمار ہوگی ورنہ متعدد شمار ہوں گی

۳۵۵۴۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عطاء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ قسم بخدا میں یہ یہ کام نہ کروں گا۔قسم بخدا میں یہ کام کروں گا یعنی وہ مختلف امور پر ایک ہی قسم اٹھاتا ہے تو ایک ہی قول سمجھا جائے گا (یعنی ایک ہی قسم شمار ہوگی) اور اگر ہر کام کو الگ الگ قسم کے ساتھ خاص کردے تو دو کفارے ہوں گے (یعنی دو قسمیں ہونگی) عطاء نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قسم بخدا فلاں فلاں کام نہ کروں گا۔اور دونوں کاموں کو ایک ہی قسم کے ساتھ شامل کرتا ہے تو ایک ہی کفارہ ہوگا (محلی ابن حزم)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی اگر مختلف کاموں پر قسم کا تکرار کرے گا تو قسمیں بھی کئی شمار ہوں گی اور کفارے بھی کئی ہونگے۔اور اگر مختلف امور پر ایک ہی قسم اٹھائے گا تو ایک ہی قسم شمار ہوگی اور کفارہ بھی ایک ہی ہوگا۔

۳۵۵۵۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو کئی قسمیں اٹھائے تو ایک ہی کفارہ ہوگا (ایضا) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ایک ہی کفارہ ہوگا بشرطیکہ اس کا ارادہ تکرار کا ہو۔اور اگر تکرار کا ارادہ نہ ہو تو کئی قسمیں سمجھی جائیں گی۔

۳۵۵۶۔ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ اس کے باپ (عروہ) سے پوچھا گیا کہ ایک باندی اپنے آقا کے سامنے کئی مرتبہ آئی تو اس نے ہر مرتبہ قسم اٹھائی کہ وہ اس سے وطی نہ کرے گا۔پھر وہ اس سے وطی کر بیٹھا (تو کیا حکم ہے؟) عروہ نے فرمایا کہ ایک ہی کفارہ

من طریق عبدالرزاق و سنده صحیح۔

۳۵۵۷- روینا من طریق حماد بن سلمة عن ابان عن مجاهد، قال: "زَوَّجَ ابْنُ عُمَرَ مَمْلُوکَهٗ مِنْ جَارِیَةٍ لَہٗ، فَاَرَادَ الْمَمْلُوْکُ سَفَرًا، فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عُمَرَ: طَلِّقْهَا، فَقَالَ الْمَمْلُوْکُ: وَاللّٰهِ لَا طَلَّقْتُهَا، فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عُمَرَ: وَاللّٰهِ لَتُطَلِّقَنَّهَا، کَرَّرَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ مُجَاهِدٌ: "فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: کَیْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: اُکَفِّرُ عَنْ یَمِیْنِیْ، فَقُلْتُ لَہٗ: قَدْ حَلَفْتَ مِرَارًا، قَالَ: کَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۵۳:۸)۔ وسنده صحیح، وابان هو ابن صالح، وثقه ابن معین العجلی و یعقوب وابو حاتم والنسائی۔ اخطأ ابن عبدالبر وابن حزم فی تضعیفه، فلم یضعفه احد قبلهما (التهذیب ۱: ۹۴-۹۵)۔

بَابُ مَنْ حَلَفَ لَا یُکَلِّمُ حِیْنًا

۳۵۵۸- روینا من طریق یحیی بن سعید القطان عن سفیان الثوری، ثنی طارق بن عبدالرحمن عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: "اَلْحِیْنُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ"۔ وَهُوَ

ہے۔اسے ابن حزم نے بطریق عبدالرزاق روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

۳۵۵۷۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دیا۔ پھر غلام نے سفر کا ارادہ کیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اس نے کہا کہ قسم بخدا میں اسے طلاق نہ دوں گا۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ قسم بخدا تو اسے ضرور طلاق دے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اب آپ کیسے کریں گے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی قسم سے کفارہ ادا کروں گا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نے تو کئی مرتبہ قسم اٹھائی ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ ایک ہی کفارہ ہے (ایضا) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ تکرار کا تھا۔ لہٰذا ایک ہی کفارہ ہوگا۔

باب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ایک زمانہ تک بات نہ کرے گا

۳۵۵۸۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک زمانہ چھ ماہ کا ہوتا ہے۔ یہی سعید بن جبیر، شعبی، عکرمہ، عمر بن عبدالعزیز، ابوحنیفہ، اوزاعی اور ابوعبید کا قول ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کسی اور مدت کی نیت کرلے تو اس کی نیت معتبر ہوگی۔ (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

قَوْلُ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَالشَّعْبِی وَعِکْرِمَةَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ، وَبِهٖ یَقُوْلُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَالْاَوْزَاعِیُّ وَاَبُوْ عُبَیْدٍ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ: اِلَّا اَنْ یَنْوِیَ مُدَّةً فَلَهٗ مَانَوٰی۔ کذا فی ''المحلی'' (۸:۵۸) لابن حزم والسند المذکور صحیح۔ وطارق بن عبدالرحمن من رجال الجماعة صدوق (تقریب ۹۱)۔

بَاب مَنْ حَلَفَ لَیَضْرِبَنَّ اِمْرَاَتَهٗ اَوْ عَبْدَهٗ عَدَدًا مِنَ الْاَسْوَاطِ فَجَمَعَهَا کُلَّهَا فِیْ ضَرْبَةٍ وَاحِدَةٍ بَرَّ فِیْ یَمِیْنِهٖ اِذَا اَصَابَهٗ جَمِیْعًا

۳۵۵۹- روینا من طریق عبدالرزاق عن ابن جریج انه اخبره عبدالله بن عبید بن عمیر اَنَّهٗ رَاٰی اَبَاهُ یَتَحَلَّلُ یَمِیْنَهٗ فِیْ ضَرْبٍ نَذَرَهٗ بِاَدْنٰی ضَرْبٍ، فَقَالَ عَطَاءٌ: ''قَدْ نَزَلَ ذٰلِكَ فِیْ کِتَابِ اللهِ تَعَالٰی: ﴿وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ﴾۔ رواہ ابن حزم فی ''المحلی'' (۸:۵۷)۔ قلت: سند صحیح علی شرط مسلم۔

۳۵۶۰- عن ابی امامة ﷺ: ''اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ زَنٰی، فَسَاَلَهٗ، فَاعْتَرَفَ، فَاَمَرَ

فائدہ: یعنی کسی نے قسم اٹھائی کہ فلاں سے ایک زمانہ بات نہ کروں گا تو یہ قسم چھ ماہ پر محمول ہوگی۔ یہ اس وقت ہے کہ جب اس کی کوئی نیت نہ ہو۔ اور اگر اس کی کوئی نیت ہو تو اس کی نیت ہی معتبر ہوگی۔

باب کسی نے اپنی بیوی یا غلام کو چند کوڑے مارنے کی قسم اٹھائی پھر تمام کوڑے جمع کر کے ایک دفعہ مار دیے تو وہ اپنی قسم کو پورا کرنے والا ہوگا بشرطیکہ وہ تمام کوڑے اسے لگے ہوں۔

۳۵۵۹۔ عبداللہ بن عبید اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ کو دیکھا کہ جب وہ (کسی کو) مارنے کی نذر مانتے تو ہلکی سی مار کے ساتھ ہی اپنی قسم سے آزاد ہو جاتے۔ عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ صورت تو قرآن میں بھی موجود ہے۔ ﴿وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث﴾ یعنی اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک گچھا لو اور اس کے ساتھ مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ (محلی ابن حزم)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت ایوب علیہ السلام نے سو ڈنڈے مارنے کی قسم اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے قسم پوری کرنے کی یہ صورت بتائی کہ سو تنکے لے کر اکٹھے ہی مار دو۔ اس طرح آپ علیہ السلام نے قسم کو پورا کیا۔ لہٰذا احناف کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنے غلام وغیرہ کو دس کوڑے مارنے کی قسم اٹھائے تو وہ دس کوڑے اکٹھے کر کے ایک ہی دفعہ مار دے اس طرح وہ قسم کو پورا کرنے والا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب قرآن کی اس آیت کے موافق ہے۔

۳۵۶۰۔ ابوامامہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے زنا کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس

فَجُرِّدَ فَإِذَا هُوَ حَمْشُ الْخَلْقِ مُقْعَدٌ، فَقَالَ: مَا يُبْقِي الضَّرْبُ مِنْ هذا شَيْئًا، فَدَعَا بِأُثْكُولٍ فِيهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ، فَضَرَبَهُ بِهِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً". رواه الطبراني في الاوسط، ورجاله ثقات-(مجمع الزوائد٤:٢٥٢)- واخرج نحوه عن ابي سعيد ورجاله رجال الصحيح، وحديث ابي امامة اخرجه ابو داود مطولا ، وللنسائي نحوه(جمع الفوائد١:٢٨٧)-

سے زنا کی بابت پوچھا تو اس نے اعتراف کیا تو حضورﷺ کے حکم پر اس کے زائد کپڑے اتارے گئے تو (معلوم ہوا کہ) وہ تو انتہائی دبلا پتلا لنجا چلنے پھرنے سے معذور کمزور ہے۔ اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ سو درے اس کا کچھ نہیں چھوڑیں گے (یعنی اس کا خاتمہ کردیں گے) تو حضورﷺ نے کھجور کا ایک خوشہ منگوایا جس میں سو نرم ٹہنیاں تھیں اور ایک دفعہ وہ کھجور کا خوشہ مار کر حد پوری کی۔ (طبرانی فی الاوسط)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور اسی کی طرح کی حدیث ابو سعیدؓ سے بھی مروی ہے اور اس کے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں اور ابوامامہؓ کی حدیث ابوداؤد میں تفصیلاً اور نسائی میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب قرآن کی اس آیت کے موافق ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حیلہ کرنا بوقت ضرورت شدیدہ جائز ہے۔ فائدہ: امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں ﴿وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث﴾ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خاوند کے لیے اپنی بیوی کو تادیباً مارنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر ایسا جائز نہ ہوتا تو حضرت ایوب علیہ السلام مارنے کی قسم نہ اٹھاتے اور اللہ پاک اسے پورا کرنے کی صورت بیان نہ کرتے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی طرف سے نافرمانی کے بغیر بیوی کو تادیباً مارنا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی یقیناً ناشزہ اور نافرمان نہ تھیں بلکہ انتہائی مطیع اور فرمانبردار تھیں۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حلف اور قسم میں استثناء نہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ایوبؑ نے قسم اٹھائی اور استثناء نہ کیا، اسی طرح اشعریین کے قصہ میں حضورﷺ نے بھی استثناء نہ کیا تھا۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ محلوف علیہ کے غیر میں خیر دیکھے تو محلوف علیہ کے ترک کرنے پر اس پر کفارہ ہوگا کیونکہ اگر کفارہ واجب نہ ہوتا تو حضرت ایوبؑ محلوف علیہ کو چھوڑ دیتے اور اس حیلے کو اختیار کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعزیر حد سے تجاوز بھی کرسکتی ہے کیونکہ حضرت ایوب نے سو ڈنڈے مارنے کی قسم اٹھائی لیکن حضورﷺ نے تعزیر میں مقدار حد سے بڑھنے سے منع فرمایا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استثناء یمین سے متصل ہی درست ہے کیونکہ اگر منفصلاً بھی درست ہوتی تو آپ کو استثناء کا حکم کیا جاتا نہ کہ مارنے کا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکروہ سے بچنے کے لیے اور مباح کام کرنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔ (۳:۳۸۴)

بَاب اِنْ حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا حَنِثَ بِفِعْلِهِ مَرَّةً وَلَوْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا فَفَعَلَهُ مَرَّةً فِي الْعُمْرِ بَرَّ فِي يَمِينِهِ

۳۵۶۱- عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ، قال :"اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِيْ رَهْطٍ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اَسْتَحْمِلُهٗ، فَقَالَ وَاللهِ لَا اَحْمِلُكُمْ، وَمَاعِنْدِيْ مَا اَحْمِلُكُمْ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْنَا فَحَمَلَنَا نَسِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَمِيْنَهٗ فَرَجَعْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ فَحَلَفْتَ اَنْ لَا تَحْمِلَنَا، ثُمَّ حَمَلْتَنَا فَظَنَنَّا اَوْ فَعَرَفْنَا اَنَّكَ نَسِيْتَ يَمِيْنَكَ۔ قَالَ: اِنْطَلِقُوْا فَاِنَّمَا حَمَلَكُمُ اللهُ، اِنِّيْ وَاللهِ اِنْ شَاءَ اللهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَ تَحَلَّلْتُهَا"۔ رواه البخاری مطولا (فتح الباری ۱۱:۵۳)۔

۳۵۶۲- عن المسور بن مخرمة و مروان فی قصة الحدیبیة، "قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

باب اگر کسی نے کسی کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو ایک دفعہ کرنے سے ہی حانث ہو جائے گا اور اگر کسی کام کے کرنے کی قسم اٹھائی تو عمر بھر میں ایک دفعہ کرنے سے قسم پوری کرنے والا ہوگا

۳۵۶۱۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اشعری قبیلہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سواری مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا! میں آپ کے لیے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا جانور ہے کہ جس پر میں تمہیں سوار کراؤں۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں بلا بھیجا اور ہمیں سواری کا انتظام کر کے دیا۔ اور حضور ﷺ اپنی قسم کو بھول گئے۔ پھر جب ہم واپس ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے پاس سواری مانگنے کے لیے آئے تھے تو آپ ﷺ نے قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمارے لیے سواری کا انتظام نہیں کر سکتے (لیکن کچھ دنوں کے بعد) آپ ﷺ نے ہمارے لیے سواری کا انتظام کر دیا تو ہم نے یہی خیال کیا کہ شاید آپ ﷺ اپنی قسم بھول گئے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تمہارے لیے تو اللہ نے سواری کا انتظام فرمایا ہے اور۔ ہاں واللہ میں اگر کوئی قسم اٹھاؤں اور اس کے سوا کسی اور چیز میں (یعنی قسم کے خلاف کرنے میں) بھلائی دیکھوں تو وہ کام کر گذرتا ہوں جس میں بھلائی ہوتی ہے۔ اور (اس طرح) قسم توڑ دیتا ہوں۔ (بخاری باب قول اللہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھائی جائے تو پھر اس کام کو ایک دفعہ کرنے سے ہی قسم اٹھانے والا حانث ہو جاتا ہے۔

۳۵۶۲۔ حدیبیہ کے قصہ میں مسور بن مخرمہؓ اور مروان سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی

فَاَتَیتُ نَبِیَّ اللہِ ﷺ، فَقُلتُ: اَوَلَیسَ کُنتَ تَحَدَّثُنَا اَنَّا سَنَاتِی البَیتَ فَنَطُوفُ بِہٖ؟ قَالَ: بَلٰی! اَفَاَخبَرتُکَ اَنَّا نَاتِیہِ العَامَ؟ قُلتُ: لَا! قَالَ: فَاِنَّکَ اٰتِیہِ وَمُطَوِّفٌ بِہٖ" الحدیث مطولا اخرجہ البخاری (۱: ۳۸۰)۔

بَاب مَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَدْخُلَ عَلٰی اَھْلِہٖ شَھْرًا وَ کَانَ الشَّھْرُ تِسْعًا وَعِشْرِیْنَ اَیْ ثُمَّ دَخَلَ فَاِنَّہٗ لَا یَحْنَثُ

۳۵۶۳- عن انس ؓ قال: "آلَی رَسُولُ اللہِ ﷺ مِن نِسَائِہٖ، فَاَقَامَ فِی مَشرُبَۃٍ تِسعًا

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں کہا تھا۔ لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال بیت اللہ پہنچ جائیں گے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے (بخاری باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اھل الحرب)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کام کے کرنے کی قسم اٹھائی جائے تو زندگی بھر میں ایک دفعہ کرنے سے قسم پوری ہو جاتی ہے۔ موفق مغنی (۱۱: ۱۷۴) میں رقمطراز ہیں کہ اگر قسم ترک شیٔ پر ہو تو کرنے سے ہی حانث ہو جائے گا اور کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر قسم فعل شیٔ پر ہو اور قسم موقت ہو (مثلاً وہ یوں کہے کہ اگر میں یہ کام ایک سال کے اندر نہ کروں تو ایسا ایسا) یا توقیتِ یمین پر کوئی اور قرینہ دلالت کرے تو اس وقت کے اندر نہ کرنے سے حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر قسم موقت نہ ہو بلکہ مطلق ہو تو جب تک اس کام کے کرنے کا امکان ہے وہ حانث نہ ہوگا (یعنی مرنے پر ہی وہ حانث ہوگا کیونکہ اس سے پہلے تو امکان ہے کہ وہ محلوف علیہ کام کو کر گزرے) اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت عمر ؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم ضرور بیت اللہ کا طواف کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے تو حضرت عمر ؓ نے عرض کیا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ضرور طواف کرو گے۔ قرآن میں ہے ﴿قل بلی و ربی لتبعثن﴾ اور یہ یقیناً حق سچ ہے حالانکہ ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا۔

باب کسی نے اپنی عورت کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم اٹھائی اور اتفاق سے وہ انتیس کا مہینہ تھا اور وہ انتیس دنوں کے بعد بیوی کے پاس چلا گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے جب اتفاقاً قسم پہلی تاریخ کو ہو اور اگر قسم درمیان میں اٹھائی ہو تو پھر جمہور کے ہاں تیس دن پورے کرنا ضروری ہے۔

۳۵۶۳۔ انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی عورتوں کے پاس (ایک ماہ تک) نہ جانے کی قسم اٹھائی۔ آپ ﷺ

وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! آلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ"- رواه البخاری (فتح الباری ١١: ٤٩٣)۔

٣٥٦٤- عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: "لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ، وَاِنَّمَا وَاللّٰهِ اَعْلَمُ بِمَا قَالَ فِيْ ذٰلِكَ، اِنَّهٗ قَالَ حِيْنَ هَجَرَنَا: لَاَهْجُرُكُنَّ شَهْرًا، ثُمَّ جَاءَ لِتِسْعٍ وَ عِشْرِيْنَ، فَقَالَ: اِنَّ شَهْرَنَا هٰذَا كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً"- اخرجه الطحاوی (٢: ٧٠)- وذكره الحافظ فی "الفتح" (١١: ٤٩٣)- وسكت عنه، واسناده صحيح حسن - وفی لفظ لاحمد: اِنَّمَا قَالَ: اَلشَّهْرُ قَدْ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّ عِشْرِيْنَ (فتح الباری ٩: ٢٥٥)-

٣٥٦٥- حدثنا ابو بشر الرقی ثنا معاذ عن اشعث عن الحسن، فِيْ رَجُلٍ نَذَرَ اَنْ يَّصُوْمَ شَهْرًا، فَقَالَ: "اِنْ اِبْتَدَاَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ صَامَ لِرُؤْيَتِهٖ، وَاَفْطَرَ لِرُؤْيَتِهٖ، وَاِنْ اِبْتَدَاَ فِيْ بَعْضِ

نے بالا خانے میں انتیس دن تک قیام فرمایا پھر نیچے اترے تو صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تو ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض دفعہ مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے (یعنی یہ مہینہ انتیس دن کا ہے) (بخاری، باب قول اللہ للذین یؤلون من نساءھم، الآیۃ)

۳۵۶۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا! حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔قسم بخدا! اس بارے میں حضور ﷺ نے جو فرمایا میں اس کو سب سے زیادہ جانتی ہوں۔جب آپ ﷺ ہم سے روٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہرگز ایک ماہ تک تمہارے پاس نہ آؤں گا۔پھر انتیس دن گذرنے پر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ مہینہ انتیس دنوں کا ہے۔(طحاوی باب الرجل یحلف ان لایکلم شھراً)۔حافظ نے فتح الباری میں اس پر سکوت کیا ہے۔اس کی سند صحیح حسن ہے۔اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مہینہ کبھی انتیس دنوں کا ہوتا ہے(فتح)۔موفق مغنی (۱۱: ۳۶۵) میں لکھتے ہیں کہ کسی نے قسم اٹھائی اور نذر مانی کہ میں ایک ماہ روزے رکھوں گا پس اگر وہ مہینہ کی پہلی تاریخ سے روزوں کی ابتداء کرے تو وہ پورا مہینہ روزے رکھے خواہ انتیس کا ہی کیوں نہ ہو یعنی انتیس روزے کفایت کریں گے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "انما الشھر تسع و عشرون" کہ کبھی مہینہ انتیس کا ہوتا ہے۔اور اگر درمیان مہینہ سے روزوں کی ابتداء کرے تو تیس دن مکمل روزے رکھنا ضروری ہونگے۔کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا "فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین" (تو چونکہ درمیان مہینہ میں رؤیت ہلال ممکن نہیں لہذا تیس کی گنتی مکمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔

۳۵۶۵۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک ماہ روزے رکھنے کی نذر مانے اور وہ پہلی کا چاند دیکھنے سے روزوں کی ابتداء کرے تو چاند دیکھنے پر روزے رکھے اور (اگلے ماہ کا) چاند دیکھنے پر ہی روزے رکھنے بند کرے (خواہ وہ مہینہ انتیس دن کا ہی کیوں نہ ہو) اور اگر مہینے کے درمیان سے (روزے رکھنے) شروع کرے تو تیس دن مکمل روزے رکھے۔(طحاوی، ایضاً)۔

الشَّهر صَامَ ثَلاثِيْنَ يَوْمًا"۔ رواه الطحاوی (۳ ۔ ۷۰) وسنده صحيح۔

بَاب اَنَّ الرُّجُوْعَ فِى الْاَيْمَانِ اِلٰى نِيَّةِ الْحَالِفِ دِيَانَةً وَاِلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ قَضَاءً

۳۵۶۶- عن سويد بن حنظلة قال: "خَرَجْنَا نُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، فَاَخَذَهٗ عَدُوٌّ لَهٗ، فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ اَنْ يَحْلِفُوْا، وَحَلَفْتُ اَنَّهٗ اَخِيْ، فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ، فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَحْلِفُوْا، وَحَلَفْتُ اَنَّهٗ اَخِيْ۔ قَالَ: صَدَقْتَ، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ"۔ اخرجه ابوداود(۲:۸ ۰ ۳) وسكت عنه۔ و فى "نيل الاوطار"(۸:۱ ۴۵): رجاله ثقات۔

۳۵۶۷- عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال رسول الله ﷺ : "يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ"۔ رواه مسلم(۲:۴۸)۔ و فى لفظ له : اَلْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ایک ماہ تک بیوی کے پاس نہ آنے کی نذر مانے اور وہ مہینہ انتیس دن کا ہو تو انتیس دن کے بعد بیوی کے پاس آنے سے وہ حانث نہ ہوگا۔

باب دیانۃً قسم اٹھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے اور قضاءً قسم اٹھوانے والے کی نیت معتبر ہے

۳۵۶۶۔ سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں جانے کے ارادے سے نکلے۔ ہمارے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں ان کے ایک دشمن نے انہیں (یعنی وائل کو) روک لیا۔ پس لوگوں نے بری قسم اٹھانے کو برا جانا (اور قسم اٹھانے سے گریز کرنے لگے) لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ پھر جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو میں نے (سارا قصہ آپ ﷺ کے گوش گذار کر دیا اور) عرض کیا کہ لوگوں نے (یعنی میرے ساتھیوں نے) جھوٹی قسم کو برا تصور کرتے ہوئے قسم نہ کھائی لیکن میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ (اگر چہ نسب کے لحاظ سے تو وہ تیرے بھائی نہیں لیکن) تو نے سچ کہا کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ (ابوداؤد، باب المعاریض فی الایمان)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۵۶۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیری قسم اس مطلب پر محمول ہوگی جس پر تیرا ساتھی (یعنی قسم اٹھوانے والا) تجھے سچا سمجھے (مسلم، باب الیمین علی نیۃ المستحلف) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ قسم، قسم اٹھوانے والے کی نیت پر محمول ہوگی۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم میں اعتبار قسم اٹھانے والے کی نیت کا ہے بشرطیکہ لفظ اس مطلب کے محتمل ہوں۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم اٹھوانے والے کی نیت معتبر ہے تو ہم ان دونوں احادیث میں یوں تطبیق دیں گے کہ قضاءً وہی معنی و مفہوم معتبر ہوگا جو قسم اٹھوانے والے کی نیت میں ہے۔ اگر چہ دیانۃً قسم اٹھانے والے کی نیت بھی معتبر ہوگی۔ مثلاً قاضی کے پاس کسی

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

٣٥٦٨- عن البراء بن عازب ﷺ قال: "اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعٍ، اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ اَوِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ"۔

٣٥٦٩- وعن ابن عباس ﷺ فی حديث رؤيا قصها ابوبكر: "اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ: اَخْبِرْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ، اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ؟ فَقَالَ: اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَاْتَ بَعْضًا، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَتُحَدِّثُنِيْ بِالَّذِيْ اَخْطَاْتُ۔ قَالَ: لَا تُقْسِمْ"۔ متفق عليهما (نيل الاوطار ٨:٤٧٨)۔

نے دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ سے قاضی نے قسم لی اور اس نے حلف اٹھادیا لیکن اس کی نیت میں قسم کا کوئی اور مطلب تھا یعنی اس نے توریہ اور تاویل کی تو یہ مطلب قاضی کے پاس معتبر نہ ہوگا۔ بلکہ قاضی قسم اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق ہی فیصلہ کرے گا یعنی مدعیٰ علیہ (مستحلف) کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا تا کہ مدعی کا حق تلف نہ ہوجائے۔

فائدہ: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر مستحلف مظلوم ہو تو پھر قسم اس کی نیت پر محمول ہوگی اور اگر ظالم ہو تو پھر قسم قسم اٹھوانے والے کی نیت پر محمول ہوگی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور امام اعظمؒ کا یہی قول ہے۔ جامع المسانید (۲:۲۷۱) اور مغنی میں موفق لکھتے ہیں کہ جس سے قسم اٹھوائی جارہی ہے وہ تین حال سے خالی نہیں (۱) مظلوم ہو تو پھر اس کی تاویل معتبر ہوگی۔ (۲) ظالم ہو تو پھر اس کی تاویل معتبر نہ ہوگی بلکہ قسم اٹھوانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (۳) نہ ظالم ہو اور نہ مظلوم تو پھر بھی اس کی تاویل معتبر ہوگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ بھی مزاح فرماتے تھے اور سامع کلام کا وہ معنیٰ سمجھتا جو آپ ﷺ کی مراد نہ ہوتی۔ (۱۱:۲۴۴)

باب قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے

۳۵۶۸۔ براء بن عازب ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہمیں بیمار پرسی کرنے، جنازے کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، قسم اٹھانے والے کے کام کو پورا کر کے اسے سچا کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا حکم فرمایا۔

۳۵۶۹۔ ابن عباس ﷺ سے خواب والی حدیث میں جس کو ابوبکر صدیق ﷺ نے بیان کیا تھا روایت ہے کہ ابوبکر ﷺ نے فرمایا یارسول اللہ! میرے والدین آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے بتائیے کہ میں نے درست کہا یا غلطی کی؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ (خواب کے بارے میں) کچھ میں آپ نے درست فرمایا اور کچھ میں غلطی کی۔ اس پر ابوبکر ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا، آپ ﷺ مجھے ضرور بتائیں کہ میں نے (خواب کے بارے میں) کس چیز میں غلطی کی۔ حضور ﷺ نے (جواب میں) فرمایا کہ قسم مت اٹھاؤ۔ (بخاری باب قولہ تعالی واقسموا باللہ جہد ایمانھم و مسلم)

بَاب مَنْ نَذَرَ وَهُوَ مُشْرِکٌ ثُمَّ اَسْلَمَ یُوْفِیْ بِهِ

۳۵۷۰- عن ابن عمر، اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ، قَالَ: کُنْتُ نَذَرْتُ فِیْ الْجَاهِلِیَّةِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَةً فِیْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ قَالَ: "فَاَوْفِ بِنَذْرِکَ"۔ رواہ البخاری (۱:۲۷۲)، و فی حاشیته ما نصه: " و فی روایة شعبة عن عبیداللہ عند مسلم یوماً بدل لیلة و قد جمع ابن حبان وغیرہ بین الروایتین بانه نذر اعتکاف یوم ولیلة۔ فمن اطلق لیلة اراد بیومها، ومن اطلق یوما اراد بلیلة" اھ۔ وقد سر البحث......فی اشتراط الصوم للاعتکاف فی کتاب الصوم۔

بَاب مَنْ نَذَرَ اَنْ یَذْبَحَ فِیْ مَوْضِعٍ مُعَیَّنٍ یَذْبَحُ هُنَاکَ اَوْ فِیْ غَیْرِہِ

۳۵۷۱- عن ثابت بن الضحاک: "اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ اِبِلًا

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ آپ یہ کام ضرور کریں گے تو اگر وہ کام آپ کے بس میں ہو تو اس کا کرنا آپ کے لیے مستحب ہے۔ پہلی حدیث سے وجوب معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس کام کو نہ کیا جس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی تھی۔ تو دونوں حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ قسم اٹھانے والے کو سچا کرنا اور وہ کام جس پر اس نے قسم دی ہے پورا کرنا مستحب ہے۔

باب حالتِ کفر میں مانی ہوئی نذر کو اسلام لانے کے بعد پورا کیا جائے

۳۵۷۰۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھوں گا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر کو پورا کر۔ (بخاری)۔ اور مسلم میں رات کی جگہ دن کا لفظ ہے۔ اور ابن حبان نے دونوں روایتوں کو جمع کر دیا ہے کہ انہوں نے رات اور دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ لہٰذا جس نے رات کا لفظ بولا ہے اس کی مراد بھی دن سمیت ہے اور جس نے دن کا لفظ بولا ہے اس کی مراد بھی رات سمیت ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالت کفر میں مانی ہوئی نذر کو (بشرطیکہ شرعی طور پر درست ہو) اسلام لانے کے بعد پورا کرنا چاہیے۔ لیکن پوری کرنا واجب نہیں۔ باقی حاشیہ بخاری میں جو امام اعظمؒ سے "لا یصح نذرہ" کے الفاظ مروی ہیں تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

باب جو کسی خاص جگہ میں جانور قربان کرنے کی نذر مانے تو اسی جگہ یا دوسری جگہ ذبح کر سکتا ہے

۳۵۷۱۔ ثابت بن ضحاک سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بوانہ مقام

بُوَانَةَ فقال: كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا ! قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لَا! قَالَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَافِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ"۔ رواه ابوداود، واخرجه ایضا الطبرانی، وصححه الحافظ اسناده (نيل الاوطار ۸: ۴۷۹، ۴۸۰)

۳۵۷۲- عن جابر بن عبدالله ﷺ: "أَنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ ﷺ! إِنِّي نَذَرْتُ لِلَّهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: صَلِّ هٰهُنَا، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: شَأْنَكَ إِذًا"۔ رواه ابوداود (۲: ۱۱۲)، وسكت عنه، واخرجه البيهقى و الحاكم و صححه، وصححه ایضا ابن دقيق العيد فى الاقتراح (نيل الاوطار ۸: ۴۹۱)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ كَوْنِ الْمَنْذُوْرِ عِبَادَةً مَقْصُوْدَةً

۳۵۷۳- حدثنا احمد بن عبدة الضبى انا المغيرة بن عبدالرحمن حدثنی ابی

پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ کیا بوانہ میں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا۔ صحابہ نے کہا "نہیں"۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہاں کفار کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا نہیں۔ تب حضور ﷺ نے (اس آدمی سے) فرمایا کہ تو اپنی نذر پوری کر۔ کیونکہ گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس چیز کی نذر کا پورا کرنا لازم ہے جو انسان کے اختیار میں نہ ہو۔ (ابوداؤد، باب ما یومر به من وفاء النذر) اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور حافظ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۳۵۷۲۔ جابر بن عبداللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص فتح مکہ کے روز کھڑا ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے مکہ فتح کردے تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لے۔ اس نے دوبارہ اپنے سوال کو دہرایا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جیسے تو چاہے۔ (ابوداؤد، باب من نذر ان یصلی فی بیت المقدس) امام ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہوگی اور حاکم اور ابن دقیق العید نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کے لیے کسی جگہ کی تعیین کرنا معتبر ہے لہٰذا اسی جگہ پر نذر پوری کرے لیکن دوسری حدیث میں لفظ "شانک اذا" سے اختیار معلوم ہوتا ہے چاہے، اسی متعین جگہ نذر پوری کرے یا دوسری جگہ۔ لہٰذا پہلی حدیث استحباب پر محمول ہے کہ خاص اسی جگہ پر نذر پوری کرنا مستحب ہے البتہ کسی دوسری جگہ پر نذر پوری کرنا بھی جائز ہے اور اس مسئلہ میں فرض اور نفل برابر ہیں۔

باب جس چیز کی نذر مانی جائے اس کا عبادۃِ مقصودہ ہونا ضروری ہے

۳۵۷۳۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نذر اسی چیز کی

عبدالرحمن عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''لَا نَذْرَ اِلَّا فِيْمَا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ وَلَا يَمِيْنَ فِيْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ''۔ رواه ابوداود(۲:۱۱۵) وقد سکت عنه۔ وهذا الحدیث فی بعض النسخ، و قد کتب بعلامة النسخة علی حاشیة السنن المعروف فی دیارنا، و قد عزاه الشیخ ابن تیمیة فی المنتقی الی ابی داود، و قرره علیه القاضی الشوکانی فی نیل الاوطار(۲:۴۷۹)۔ قلت: اسناده محتج به وان کان فی بعض رواته اختلاف ۔ فان الاختلاف غیر مضر کما عرفت غیر مرة۔ واخرجه احمد بلفظ: اِنَّمَا النَّذْرُ مَا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ۔ سکت عنه الحافظ فی ''الفتح''(۱۱:۵۱۰)۔ واحتج به۔

۳۵۷۴- عن ابن عباس ﷺ، قال: ''بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ، فَسَاَلَ عَنْهُ، فَقَالُوْا: اَبُوْاِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ، وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مُرُهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ''۔رواه البخاری(۲:۹۵۱)۔

درست ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔اور قطع رحمی میں بھی قسم اٹھانا درست نہیں (ابوداؤد)۔ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔یہ حدیث ابوداؤد کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔ابن تیمیہؒ نے منتقی میں اسے ابوداؤد کی طرف منسوب فرمایا ہے اور شوکانی نے نیل الاوطار میں اسے ثابت کیا ہے۔اور مسند احمد میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ نذر وہی درست ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔

فائدہ: وہ کام جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو وہ یقیناً عبادۃ مقصودہ ہی ہوگی اور عبادۃ غیر مقصودہ سے اللہ کی رضا بلاواسطہ مقصود نہیں ہوتی البتہ بالواسطہ مقصود ہوتی ہے اور کسی چیز کو جب مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے۔لہٰذا یہاں مراد عبادۃِ مقصودہ ہی ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گذری کہ حضور ﷺ نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر کو لغو قرار دیا حالانکہ اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت بھی وارد ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ عبادۃ غیر مقصودہ کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

۳۵۷۴۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہم سے خطاب فرما رہے تھے۔اتنے میں آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو دھوپ میں کھڑا تھا۔آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہیں۔اس نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں۔نہ سائے میں آئے گا نہ بولے گا اور روزہ رکھے گا۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ وہ کلام بھی کرے، سایہ میں بھی آئے، بیٹھے بھی اور اپنے روزے کو پورا کرے (بخاری، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیة و ابوداؤد باب النذر فی المعصیة)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عبادات غیر مقصودہ کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی انکا پورا کرنا ضروری ہے۔لیکن

کِتَابُ الْحُدُوْدِ

عبادۃ مقصودہ کی نذر منعقد ہوتی ہے اور اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ناذر کی نذرِ صوم کو تو برقرار رکھا لیکن دوسرے امور مثلاً دھوپ میں کھڑے رہنے کی نذر، بات نہ کرنے کی نذر کو باطل قرار دے دیا اور نہ ہی کفارہ کو واجب کیا اور باقی ابوداؤد، احمد اور ترمذی میں مروی حدیث ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے آپ کے سر پر ڈھول بجانے کی نذر مانی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنی نذر کو پورا کرلو'' سے معلوم ہوتا ہے عبادۃ غیر مقصودہ اور مباحات میں بھی نذر منعقد ہوجاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو ڈھول بجانے کی اجازت نذر کی بنا پر نہیں دی بلکہ اس بنا پر دی کہ اس میں آپ ﷺ کی سلامتی پر خوشی کا اظہار تھا۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ ﷺ کے صحیح سالم واپس لوٹنے پر خوشی کا اظہار کرنا بھی عبادۃ مقصودہ ہے لہٰذا چونکہ یہ عبادۃ مقصودہ کی نذر تھی اس لیے آپ ﷺ نے اس نذر کے پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

فائدہ: بعض اوقات امر مباح قصد کی وجہ سے امر مندوب بن جاتا ہے جیسے دوپہر کا قیلولہ اس نیت سے کہ رات کو تہجد پڑھ سکوں عبادت بن جاتا ہے۔ اگر نذر معصیت کی ہو تو اس کا پورا کرنا جائز ہی نہیں بلکہ کفارہ دینا واجب ہے۔

کتاب الحدود

تمام تعریفیں اس خدائے ذوالجلال کے لیے ہیں جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور درود پاک حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے قرآن پاک کے عملی نمونہ سے تکمیل دین جیسی نعمت سے امت کو سرفراز فرمایا اور آپ ﷺ کے صحابہؓ پر جنہوں نے چاردانگِ عالم تک اس دین کو پھیلایا اور فقہاء امت پر جنہوں نے فروعی مسائل کو تحریری طور پر مدون فرمایا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے باقی جاندار چیزوں کی طرح انسان کو بھی قوت شہوانیہ اور قوتِ غضبیہ عطا فرمائی ہے۔ قوتِ شہوانیہ سے انسان اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان خواہشات کے پورا کرنے میں بعض اوقات دوسرے انسانوں کے حقوق کو پامال کردیتا ہے مثلاً مالی خواہش پوری کرنے کے لیے دوسرے کا مال غصب کرتا ہے، چوری ڈاکے، رشوت جیسے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی طرح جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے زنا وغیرہ ناجائز طریق کار اپناتا ہے اور قوتِ غضبیہ کے ذریعے کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ لوگوں کا جانی اور مالی نقصان کرتا ہے۔ اس لیے ہر مذہب میں قانونِ تعزیرات بنائے جاتے ہیں کیونکہ حسنِ اخلاق ہر جگہ کام نہیں آتا، مقولہ مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

نکوئی بابداں کردن چنانست | کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہی ہے | جیسے نیکوں کے ساتھ برائی کرنا

تو شریعت محمدیہ میں بھی حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ زواجر کا بھی ایک مفصل باب ہے جس سے مقصود معاشرے کی طہارت ہے

گناہ روحانی گندگی ہے۔ جس طرح راستوں پر ظاہر گندگی پھیلانے والا سزا کے قابل ہے کیونکہ اس کے اس فعل سے معاشرہ میں تعفن پھیلے گا اسی طرح روحانی گندگی کو معاشرے میں پھیلانے والا بدرجہ اولی سزا کا مستحق ہے کیونکہ اصل انسان روح ہی کا نام ہے، جسم دوسرے درجہ کا جزء ہے تو روحانی منافع اور مضرات بھی جسمانی منافع اور مضرات کی نسبت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں گے یا یوں سمجھیں کہ گناہ روحانی بیماریاں ہیں جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے بسا اوقات آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے اور آپریشن مریض پر ظلم نہیں بلکہ شفقت ہے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی آپریشن کرنے والے کے ہم شکر گزار ہوتے ہیں تو یہ حدود وتعزیرات کا نظام بھی روحانی آپریشن ہے یا یوں سمجھیں کہ ہر بادشاہ اپنی فرماں بردار رعایا پر احسان اور نافرمان کو سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین اگر اپنے نافرمانوں کو سزا دیں تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ صرف احکم الحاکمین ہی نہیں بلکہ ایسے محسن ہیں کہ ہمیں عدم سے وجود کی طرف لائے اور کان ناک آنکھ زبان وغیرہ ہزاروں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ انسان ان کا شکر نہیں ادا کر سکتا تو ایسے محسن کی احسان فراموشی ایک گھناؤنا جرم ہے۔ البتہ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ ہر فن کے اصول اس فن کے ماہرین سے لیے جاتے ہیں نہ غیر ماہر سے۔ گٹروں اور نالیوں کی صفائی کے اصول دھوبیوں سے پوچھنا اگر بیوقوفی ہے تو روحانی گندگی اور روحانی تعفن کو ختم کرنے کے اصول غیر روحانی لوگوں سے پوچھنا بھی بڑی نادانی کی بات ہے بلکہ اس فن کو تباہ و برباد کرنے کی سازش ہے۔ اسی طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں کو چھوڑ کر جولاہوں یا کمہاروں سے مشورہ لینا یہ فنِ طب اور ڈاکٹری کی تباہی ہے تو روحانی آپریشن کے مشورے غیر شرعی لوگوں سے لینا شریعت کی تباہی و بربادی ہے۔ لہٰذا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ شرعی حدود میں اہل شرع پر اعتماد کیا جائے کیونکہ اہل شرع کے بیان کردہ اصول ان کے اپنے نہیں بلکہ خداوند عالم کے وضع کردہ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم کرنا ایسا ہے جیسے موچی کا بنایا ہوا جوتا تنگ ہو تو بجائے جوتے کو کھلا کرنے کے پاؤں کو تراش کر جوتے کے برابر کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا درزی کی ٹوپی سر پر فٹ نہ آتی ہو تو سر کو تراش کر ٹوپی کے برابر کریں تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فعل درست نہیں۔ خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں کانٹ چھانٹ کی بجائے انسان کی بنائی ہوئی چیز جوتے یا ٹوپی کی اصلاح ہونی چاہیے اسی طرح خدا تعالیٰ کے وضع کردہ حدود اگر انسانی خواہش کے کہیں خلاف ہوں تو انسان کو اپنی خواہش کی اصلاح کر کے خدائی قانون کے موافق بنانا چاہیے نہ کہ خدائی قانون کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے اسی سے برکات کا نزول ہوگا جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی ایک حد کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی زمین میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے (مشکوٰۃ شریف مع المرقاۃ ج ۷ ص ۱۵۲) دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں زنا عام ہو اس پر قحط سالی آتی ہے (مشکوٰۃ مع المرقاۃ ج ۷ ص ۱۵۱) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے سرخاب پرندہ کمزور ہو کر مر جاتا ہے۔ (مرقات ج ۷ ص ۱۵۲) نیز یہ حدود جس طرح انسان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اسی طرح انسان اور دوسرے جانوروں میں امتیاز کرنے والی عقل کی حفاظت کا ذریعہ شراب پی کر انسان کی عقل مغلوب ہوتی ہے اس کو بیوی، بیٹی، ماں اور بہن

میں امتیاز نہیں رہتا، نشہ کی حالت میں کسی کا جانی مالی نقصان کرتا ہے، شریعت نے اس کی سزا مقرر کر کے ان تمام چیزوں کی حفاظت کی انسان اور حیوان میں فرق باقی رکھا۔ زنا کی صورت میں انسان کا نسب مشتبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی، کسی پاکدامن پر تہمت لگانے سے اس کی عزت پامال ہوتی ہے اللہ تعالیٰ حد قذف سے انسان کی عزت کی حفاظت فرمائی، حدِ سرقہ سے انسان کے مال کی حفاظت کی اور اس حفاظت کا پورا حق ادا کر دیا، اگر زمانہ ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھا جائے تو اسلام کی ان حدود کے روشن اثرات نظر آئیں گے کہ خلافت راشدہ میں پورا پورا مہینہ عدالت میں کسی جرم کا مقدمہ درج نہیں ہوتا آج بھی جن خطوں میں کچھ اسلامی حدود ہیں ان میں امن دوسرے ملکوں سے کہیں بہتر ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے قریبی ملک افغانستان میں چند سال حدود کے نفاذ سے جو امن ہوا ساری دنیا اس سے واقف ہے کوئی بڑے سے بڑا دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے رعایا کو امن نہیں دیا بہر حال یہ حدود شرعیہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہیں، ان کو وحشی سزائیں کہنے والے خود وحشی ہیں اور انسان کی عزت آبرو جان مال اور عقل جیسی نعمت کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائیں اور ہمارے ملک بلکہ تمام اسلامی ممالک کو حدود شرعیہ کی بہار اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ کچھ لوگ حدود کو بدنام کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں جیسا کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد جب اسلامی قانون حدود کے نفاذ کی بات اسمبلی میں چلی تو کہا گیا کہ اگر چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے تو سارا ملک ٹنڈا ہو جائے گا تو حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فرمایا تھا کہ کیا یہ سارا ملک چوروں کا ہے اور پھر فرمایا کہ جن ملکوں میں ایک دفعہ چور کا ہاتھ کٹ گیا تو دوسروں نے اس سے عبرت حاصل کی اور چوری کا نام نشان مٹ گیا یہ بات غلط ہے کہ سب ٹنڈے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ دراصل یہ ان لوگوں کی تعبیر کی غلطی ہے اور بہت سے تعبیر کے غلط عنوان مفاد کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ''تمہارے اباجی آگئے'' کی تعبیر اگر ان الفاظ سے ہو کہ ''تیری ماں کا خصم آگیا'' تو محبت نفرت بلکہ دشمنی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر ڈاکٹر کے مریضہ کی نبض یا چھاتی چیک کرنے کو یوں تعبیر کیا جائے فلاں ڈاکٹر نوجوان لڑکی کا بازو پکڑے بیٹھا ہے اس کی چھاتی کو ٹٹولتا ہے تو معاشرے میں فساد برپا ہو جائے گا، اسی طرح غلط تعبیروں یا کسی چیز کے ناقص مفہوم بیان کرنے سے یہ حدود قصاص بدنام کیے جاتے ہیں گذشتہ چند سال قبل پاکستانی حکومت نے مقتول کی شرعی دیت ادا کرنے کا قانون نافذ کرنے کا ارادہ کیا جو لاکھ سے کچھ کم و بیش تھی تو ملک کے ڈرائیوروں نے شور مچایا کہ اگر ہم میں اتنی دیت ادا کرنے کی ہمت ہوتی تو ہم ڈرائیوری کیوں کرتے اپنی گاڑیاں چلاتے۔ ان کے شور مچانے سے وہ منصوبہ ختم ہو گیا۔ ان دنوں میں بندہ نے چاندی کے حساب سے بتایا کہ دیت بالکل شرعی ہے مگر عوام کو یہ نہیں بتایا گیا کہ دیت قاتل کی عاقلہ پر ہوتی ہے اور تین سال میں وصول کی جاتی ہے اگر اس کی صحیح ادائیگی کا حساب لگایا جائے تو ماہانہ تین روپے بھی نہیں بنتے تو یہ تو ایک فقیر سے فقیر بھی ادا کر سکتا ہے مگر حکومت کی ناقص تعبیر کی وجہ سے یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

حد اور تعزیر میں فرق: اسی طرح بعض لوگوں نے حدود اور تعزیرات میں اصطلاحی فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کے صدیوں سے چلنے والے نظام حدود کو ناقص قرار دے کر فقہاء کو بدنام کیا کہ ان کا نظام حدود و قصاص قرآن و سنت کے خلاف ہے یہ وسوسہ

پہلے ذکر کردہ تمام وساوس سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ قرآن وسنت کے نام پر عوام میں پھیلایا جاتا ہے حالانکہ ان حضرات سے صرف حدود وتعزیرات کا فرق پوچھ لیا جائے یا جس مسئلہ کو خلاف قرآن وسنت کہا جاتا ہے اس کے مخالف کسی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع غیر معارض حدیث کا مطالبہ کرلیا جائے تو ان کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے تو جاننا چاہیے کہ فقہاء کے ہاں حد کی تعریف یہ ہے ''هو العقوبة المقدرة حقا الله تعالىٰ'' یعنی حد وہ سزا ہے جو حقوق اللہ کے توڑنے پر لگائی جاتی ہے اور اس کی مقدار متعین ہے (ہدایہ) صاحب ہدایہ خود فرماتے ہیں کہ قصاص چونکہ وارثوں کا حق ہے اس لیے وہ اس تعریف سے خارج ہوگیا اور تعزیر میں سزا کی تعیین نہیں ہوتی بلکہ مصلحت وقت کے تحت ہوتی ہے اس لیے وہ بھی اس تعریف سے خارج ہوگئی خلاصہ یہ کہ حد چند گناہوں پر ہے باقی تمام پر تعزیر ہے اور حد والی سزا میں اسطرح تعیین ہے کہ اس میں انسان اپنی طرف سے ذرہ برابر کمی وبیشی نہیں کرسکتا۔ اور یہ حدود صرف چار ہیں (۱) حد زنا (۲) حد شراب (۳) حد قذف (۴) حد سرقہ۔ ان کے علاوہ باقی تمام گناہوں پر تعزیر ہے۔ جس کے بارہ میں فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جو تعزیر نص سے ثابت ہے حاکم کو وہ سزا دینا ضروری ہے جیسے بیوی کی لونڈی یا مشترکہ لونڈی سے وطی کرنا اور جس گناہ کی سزا کا نص میں ذکر نہیں حاکم وقت خواہش نفسانی سے دور ہوکر مصلحت دیکھے کہ کتنی سزا سے یہ شخص اس گناہ سے رک جائے گا اس کے مطابق اس کو سزا دے اور اتنی سزا دینا اس پر واجب ہے کیونکہ یہ تعزیر بھی گناہوں سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہوئی ہے اس لیے حد کی طرح اس کا جاری کرنا بھی حاکم وقت پر واجب ہے اور جس سزا کے بارہ میں حاکم کو یقین ہو کہ اس سے کم سزا دینے سے یہ شخص اس گناہ سے رک جائے گا تو بڑی سزا دینا واجب نہیں (فتح القدیر ج۵ ص۳۴۶) معلوم ہوا کہ کتاب الحدود میں جہاں کہیں یہ لفظ آجائے کہ اس گناہ پر حد نہیں اس کا عوام میں اس انداز سے پھیلانا کہ یہ گناہ جائز ہوگیا یا اس پر سزا نہیں یہ بھی فقہاء کی بات کو بگاڑ کر نظام حدود کے نفاذ میں رکاوٹ کھڑی کرنا ہے۔ قرآن پاک میں مردار، خون، خنزیر کے گوشت غیر اللہ کے نامزد کردہ چیز اور دوسرے مقام پر خمر اور جوئے کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر ان میں سے حد صرف خمر پر ہے باقی گناہوں پر نہیں تو عوام کو یہ دھوکا دینا کہ مردار، خون، خنزیر اور ما اهل لغير الله وغیرہ حلال ہوگئے ہیں یا معاذ اللہ ان کاموں پر کوئی سزا نہیں یہ شریعت کو بدنام کرنے کی کوشش کہلائے گی نہ کہ قرآن وسنت کی خدمت۔ اسی طرح فقہاء کا کسی گناہ کے بارہ میں کہہ دینا کہ اس پر حد نہیں اس سے تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کل مرتكب معصية لاحد فيها فيها التعزير (الدر المختار ج۴ ص۶۷) یعنی ہر ایسے گناہ کا ارتکاب کرنے والا جس میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے اس صراحت کے بعد بھی ناقص عبارات شائع کرنا قانون حدود کو بدنام کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔ ایسے میں تمام وسوسوں کے علاج کے لیے حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حدیث کی ضخیم کتاب اعلاء السنن متن اور حاشیہ کی شکل میں تحریر فرمائی ضخیم اور عربی میں ہونے کی وجہ سے عوام کا اس سے مستفید ہونا مشکل تھا جبکہ یہ شکوک و شبہات عوام میں پائے جاتے تھے۔ اس عوامی ضرورت کو محسوس کر کے برادر اکبر حضرت مولانا امین صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے متن کے ترجمہ اور مختصر وضاحت کا کام مولانا نعیم احمد صاحب مالک کتب خانہ امدادیہ نے شروع کیا اور احیاء السنن کے نام سے پہلے دو جلدیں شائع ہوکر مقبولیت حاصل کرچکی ہیں۔ اب یہ جلد نظام حدود پر بھی مشتمل شائع ہورہی ہے جو عوامی ضرورت کے ساتھ ساتھ علماء اور

طلباء کے لیے لامذہبیت کے وساوس کو دور کرنے اور نظام حدود کی حفاظت کے لیے ایک موثر ہتھیار یا جراثیم کش دوا سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے مولانا نعیم احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر اس کتاب کو وفاق کے نصاب میں بچیوں کے لیے لازم قرار دے دیا جائے۔ (کتبہ محمد انور اوکاڑوی)

دامن کو ذرا دیکھ

جو شخص شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا جیسے شرمناک اور سنگین جرم کا ارتکاب کرے اسلامی قانون کی رو سے اس کی سزا سنگساری ہے۔ یہ سزا بھی ان سزاؤں کی فہرست میں شامل ہے، جسے مغرب عرصہ دراز سے اسلام کے خلاف پراپیگنڈوں میں مسلسل استعمال کر رہا ہے۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ اس سزا کا عملی نفاذ اس قدر کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان شرائط کا عملی وجود بھی بہت مشکل ہے، مغرب کا پروپیگنڈہ ہے کہ اس سزا میں کسی انسان کی بظاہر توہین معلوم ہوتی ہو، آج کے جدید دور میں ناقابل عمل ہے۔ لہٰذا جو مذہب اور کتاب اس جیسی سزاؤں کا حکم دے اس کو ترک کرنا چاہیے"۔

میں اس بات سے قطعاً بحث نہیں کرتا کہ مغرب کا یہ نظریہ کس قدر غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس کی عقل اپنے نظام کی حکمتوں کو سمجھنے سے کس قدر عاجز ہے۔ میں صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ مغرب جس سزا کو وحشیانہ اور انتہائی ظالمانہ قرار دے رہا ہے اس کا ثبوت اس کی مذہبی کتاب "بائبل" (جسے وہ کتاب مقدس کے نام سے پکارتا ہے) میں جگہ جگہ موجود ہے۔ چنانچہ بطور مثال کے بائبل کے حوالوں سے اس کا ثبوت پیش خدمت ہے۔ یاد رہے کہ اسلام میں تو صرف ایک جرم کی سزا سنگساری ہے (جس کی متعدد شرائط بھی ہیں) لیکن بائبل میں متعدد جرائم کی پاداش میں سنگساری کو بطور سزا بیان کیا گیا ہے۔

زنا کی سزا: جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں جان سے مار دیے جائیں۔" (احبار۲:۱۱)

بتوں کی نذر ماننے پر سنگساری: "تو بنی اسرائیل سے یہ بھی کہہ دے کہ بنی اسرائیل میں سے یا ان پردیسیوں میں سے جو اسرائیلیوں کے درمیان بود و باش کرتے ہیں، جو کوئی شخص اپنی اولاد میں کسی کو "مولک" کی نذر کرے وہ ضرور جان سے مارا جائے، اہل ملک اسے سنگسار کریں"۔ (احبار۲۰:۲)

شرک و بت پرستی کی دعوت دینے پر سنگساری: "تو اسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے تجھ کو تیرے خدا سے جو تجھ کو ملک مصر غلامی کے گھر سے نکال لایا برگشتہ کیا" (استثناء۱۳:۱۰)

ماں باپ پر لعنت کی سزا سنگساری: "اور جو شخص اپنے ماں باپ پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مار دیا جائے" (احبار۲۰:۱۰)

خدا کے نام پر لعنت کرنے کی سزا سنگساری: "جو خدا کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مار دیا جائے، ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے

بَابُ اِشْتَرَاطِ اَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فِیْ اِثْبَاتِ الزِّنَا

۳۵۷۵- عن ابن عباس رضی الله عنهما، "اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَیَّةَ قَذَفَ اِمْرَاَتَهُ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ بِشَرِیْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَلْبَیِّنَةَ اَوْ حَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ" الحدیث- رواه البخاری (۲:۶۹۵)-

۳۵۷۶- ورواه ابو یعلی من حدیث انس رضی الله عنه، فقال فیه: "اَرْبَعَةُ شُهُوْدٍ وَاِلَّا فَحَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ" (درایة ۲۴۲)-

---

خواہ دیسی ہو یا پردیسی، جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو ضرور جان سے مار دیا جائے" (احبار ۲۴:۱۶)

مال غنیمت میں خیانت کرنے کی سزا سنگساری: "یوشع نے کہا کہ تم نے ہم کو کیوں دکھ دیا، خداوند آج کے دن تجھے دکھ دے گا تب سب اسرائیلیوں نے اسے سنگسار کیا۔ (یوشع ۷:۲۶)

یہ صرف چند مثالیں ہیں جو معمولی تلاش اور جستجو سے میسر آئیں، اگر خوب غور سے تلاش کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اور بھی بہت سے حوالے مل جائیں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ یورپ جس کتاب کی تبلیغ پر سالانہ کئی ملین ڈالر خرچ کر رہا ہے وہ خود پکار پکار کر اس کے نظریات کی تردید کر رہی ہے جس کتاب سے محبت وعقیدت کا دم بھر کر دنیا کے ہر گوشہ میں اس کو پہنچانے کا انتظام کر رہا ہے وہ کتاب خود یورپ کے انسانی حقوق کے کھوکھلے دعوؤں کا پول کھول رہی ہے اور جسے مغرب قرآن کے مقابلہ میں (العیاذ باللہ) زیادہ قابل عمل کہتا ہے آج وہی کتاب اس کی عملی زندگی کے سراسر مخالف ہے۔ بھلا ایسے واضح دلائل کے بعد مغرب اس بات کا حق رکھتا ہے کہ کسی سخت سزا کے نام سے اپنے دامن کو پاک ثابت کرنے کی کوشش کرے اور اہل اسلام پر بلا سوچ الزامات کی بھر مار کرے ہرگز نہیں۔ بقول شاعر:

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت — دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

باب زنا کے ثابت کرنے کے لیے چار گواہ ضروری ہیں

۳۵۷۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماءؓ کے ساتھ متہم کیا تو حضور ﷺ نے (ہلال سے) فرمایا کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری کمر پر حد لگائی جائے گی۔ (بخاری، باب قولہ تعالیٰ ویدرأ عنها العذاب الخ)

۳۵۷۶۔ ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا چار گواہ لاؤ ورنہ تیری کمر پر حد لگے گی۔ (درایہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہوں کی گواہی دینا شرط ہے۔ **فائدہ:** زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے "ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة و مقتا و ساء سبیلا"، قرآن پاک میں ہے

بَاب سَتْرِ مُوجِبَاتِ الْحَدِّ مَنْدُوبٌ اِلَيْهِ

۳۵۷۷- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: "لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رواہ مسلم(۳۲۲:۲)۔

۳۵۷۸- عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ، فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ"۔ رواہ ابوداود(۲۵۳:۲)و سکت عنہ و رواہ النسائی والحاکم و صححہ(نیل الاوطار ۲۲:۷)۔

بَابٌ كَيْفَ يَسْأَلُ الْاِمَامُ الْمُقِرَّ بِالزِّنَا

۳۵۷۹- حدثنا محمد بن سلیمان الانباری نا وکیع عن ہشام بن سعد قال: حدثنی

"ولا یزنون و من یفعل ذلک یلق اثاما یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مہانا"۔زانی غیر محصن (غیر شادی شدہ) کی حد سو کوڑے ہیں، ارشاد ربانی ہے"الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ" اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔حدیث میں والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم(مسلم،ابوداوٗد)اور محصن زانی کی سزا کا رجم ہونا منسوخ التلاوۃ آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما سے ثابت ہے۔

باب حد کو واجب کرنے والی چیز کو چھپانا مستحب ہے

۳۵۷۷۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کسی شخص کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس (پردہ ڈالنے والے) کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔(مسلم، باب بشارۃ من ستر فی الدنیا ستر اللہ علیہ فی الآخرۃ)

۳۵۷۸۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو۔پس جو حد مجھ تک پہنچ گئی تو بے شک وہ واجب ہوگئی (ابوداوٗد، باب العفو عن الحدود مالم تبلغ السلطان، نسائی، حاکم)۔امام ابوداوٗد نے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے(نیل)

فائدہ: یعنی اگر کسی کو جرم کرتا دیکھو تو اسکے جرم کو چھپالو۔لیکن اگر اس جرم کی اطلاع مجھ تک ہوگئی تو معافی نہ ہوگی بلکہ حد لگ کر رہے گی۔فائدہ: سیاق حدیث اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جرموں پر پردہ ڈالنا مستحب ہے اور اگلے باب کی پہلی حدیث کا آخری حصہ صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

باب زنا کا اقرار کرنے والے سے امام کیسے تفتیش کرے

۳۵۷۹۔ نعیم بن ہزال اپنے والد (ہزال) سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک (اسلمی رضی اللہ عنہ) میرے والد کے زیر کفالت تھے، یتیم تھے

یزید بن نعیم بن هزال عن ابیه قال: "كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي، فَأَصَابَ جَارِيَةً مِنَ الْحَيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: ائْتِ رَسُولَ اللهِ، فَأَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ، وَإِنَّمَا يُرِيدُ بِذَلِكَ رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَخْرَجًا- قال: فَأَتَاهُ، قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ- فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَعَادَ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، حَتَّى قَالَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "إِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَبِمَنْ"؟ قَالَ بِفُلَانَةٍ، قَالَ: "هَلْ ضَاجَعْتَهَا"؟ قَالَ: نَعَمْ فَقَالَ "هَلْ بَاشَرْتَهَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ" هَلْ جَامَعْتَهَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ"- قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ، فَأُخْرِجَ بِهِ إِلَى الْحَرَّةِ، فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ، فَخَرَجَ يَشْتَدُّ، فَلَقِيَهُ عَبْدُاللهِ بْنُ أُنَيْسٍ، وَقَدْ عَجَزَ أَصْحَابُهُ، فَنَزَعَ لَهُ بِوَظِيفِ بَعِيرٍ، فَرَمَاهُ بِهِ، فَقَتَلَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ؟ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ، فَيَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِ" رواه

انہوں نے قبیلہ کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو میرے والد نے ان سے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور انہیں اپنے اس فعل کی اطلاع دو۔ شاید کہ وہ تمہارے لیے استغفار کریں۔ میرے والد نے اس امید پر اس کا ارادہ کیا کہ شاید اس صورتحال سے نکلنے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے پس مجھ پر کتاب اللہ کی حد قائم کیجیے۔ حضور ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے دوبارہ عرض کیا یارسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے پس مجھ پر اللہ کی کتاب میں مذکور حد قائم فرمائیے۔ حتیٰ کہ انہوں نے نے چار مرتبہ یہ کہا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا بے شک تو نے یہ بات چار مرتبہ کہی ہے (پس بتا) تو نے کس سے زنا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے ساتھ لیٹا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس سے لپٹ گیا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس سے جماع کیا تھا؟ اس نے کہاں ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ تب حضور ﷺ نے اسے رجم کرے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا اسے حرہ مقام کی طرف نکالا گیا۔ جب انہیں سنگسار کیا گیا تو وہ پتھروں کی اذیت سے گھبرا گئے اور دوڑ بھاگے تو انہیں عبداللہ بن انیس جا ملے اور ان کے ساتھی تھک چکے تھے تو انہوں نے اونٹ کا کھر نکال کر ماعز کو دے مارا اور انہیں قتل کر دیا پھر وہ (عبداللہ بن انیس) حضور ﷺ کے پاس آئے اور سارا قصہ آپ ﷺ سے بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ شاید کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے (ابوداؤد، باب فی الرجم)

ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ اور احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے ھزال سے فرمایا کہ اے ھزال! اگر تو اس کے جرم کو اپنے کپڑے میں چھپا لیتا تو یہ تیرے لیے بہتر ہوتا اس کام سے جو تو نے اس کے ساتھ کیا۔ تنقیح میں ہے کہ اس کی سند صالح اور لائق حجت ہے (ابوداؤد، باب الستر علی اهل الحدود)

ابوداود(۲:۲۵۸) وسکت عنه- و فی "التلخیص الحبیر"(۲:۳۵۲)- "اسناده حسن" و فی الزیلعی(۲:۷۷): وزاد فیه احمد: "قال هشام: فحدثنی یزید بن نعیم عن ابیه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ حِیْنَ رَاٰهُ: "وَاللّٰهِ یَاهَزَّالُ لَوْ کُنْتَ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ، لَکَانَ خَیْرًا لَّكَ مِمَّا صَنَعْتَ بِهٖ"- قال فی "التنقیح": "اسناده صالح"-

فائدہ: وجوبِ حد کی شرائط: موفق فرماتے ہیں کہ حد صرف عاقل بالغ اور عالم بالتحریم ہی پر واجب ہے۔ اور عقل وبلوغ کے شرط ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یبلغ و عن المجنون حتی یفیق الخ (ابوداؤد، ترمذی) اور قصہ ماعز میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس کی قوم سے دریافت فرمایا امجنون هو؟ قالوا لیس به باس (کیا وہ مجنون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ نہیں اور خود آپ ﷺ نے ماعز سے بھی بوقت اقرار پوچھا ابک جنون؟ کیا تجھے جنون ہے؟ اور ابوداؤد میں ہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجنون کے بارے میں حد قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مجنون مرفوع القلم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بھی تو مجنونہ ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اسی طرح حد صرف اسی پر واجب ہے جو حرمت کا علم رکھتا ہو کیونکہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "لا حد الا علی من علمه" کہ حدِ زنا صرف اس شخص پر واجب ہے جو زنا کے حرام ہونے کو جانتا ہو۔ یہی عام اہل علم کا مذہب ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ ایک واقعہ میں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اگر زانی اس بات کو جانتا ہے کہ اللہ نے زنا کو اس پر حرام کیا ہے تو اسے حد لگاؤ ورنہ نہیں۔ اور حافظ نے بھی اس پر سکوت کیا ہے جو کہ صحت یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔ شہودِ زنا کے لیے سات شرائط ہیں (۱) ان کا چار ہونا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے "واستشهدوا علیهن اربعة منکم" کہ ان پر اپنوں میں سے چار کو گواہ بنالو۔ ارشاد ربانی ہے فان لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة کہ اگر گواہ چار نہ ہوں تو گواہی دینے والوں کو حد قذف میں اسی کوڑے لگاؤ۔ (۲) سب گواہ مرد ہوں۔ حدود میں کسی عورت کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اگر کسی نے اختلاف کیا ہو تو وہ شاذ ہے۔ نیز عورت کی طرف سے ضلال کا اندیشہ ہے اور حدود کے بارے میں اصول ہے کہ وہ ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ (۳) گواہوں کا آزاد ہونا شرط ہے۔ لہٰذا غلام کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ (۴) گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے۔ (۵) گواہوں کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ لہٰذا ذمیوں کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ (۶) وہ زنا کی صورت بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہم نے مرد کے ذکر کو عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سرمچو سرمہ دانی میں اور رسی کنویں میں۔ (۷) تمام گواہوں کا ایک مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دینا بھی ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے بعض ایک مجلس میں آئے اور پھر قاضی چلا گیا اور پھر دوسری مجلس میں دوسرے بعض آئے تو یہ تہمت لگانے والے شمار ہوں گے اور ان پر حد قذف لگائی جائے گی جیسا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف شبل بن معبد، ابوبکرہ اور نافع نے زنا کی گواہی دی اور زیاد نے گواہی نہ دی تو حضرت عمرؓ نے تینوں کو حد قذف لگائی۔ پس اگر ایک مجلس کا ہونا شرط نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ تینوں کو حد نہ لگاتے بلکہ دوسری مجلس میں گواہوں کی تعداد کی تکمیل کا کہتے۔

۳۵۸۰- عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ یقول: جَاءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ، فَشَھِدَ عَلٰی نَفْسِہٖ اَنَّہٗ اَصَابَ اِمْرَاَۃً حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، کُلُّ ذٰلِکَ یُعْرِضُ عَنْہُ النَّبِیُّ ﷺ، فَاَقْبَلَ فِی الْخَامِسَۃِ فَقَالَ: "اَنِکْتَھَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: "حَتّٰی غَابَ ذٰلِکَ مِنْکَ فِیْ ذٰلِکَ مِنْھَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: "کَمَا یَغِیْبُ الْمِرْوَدُ فِی الْمُکْحُلَۃِ وَالرِّشَاءُ فِی الْبِئْرِ؟" قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: "ھَلْ تَدْرِیْ مَا الزِّنَا"؟ قَالَ: "نَعَمْ۔ اَتَیْتُ مِنْھَا حَرَامًا مَا یَاْتِی الرَّجُلُ مِنْ اِمْرَاَتِہٖ حَلَالًا"۔ قَالَ: "وَمَا تُرِیْدُ بِھٰذَا الْقَوْلِ"؟ قَالَ: "اُرِیْدُ اَنْ تُطَھِّرَنِیْ"۔ فَاَمَرَ بِہٖ فَرُجِمَ۔ فَسَمِعَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِہٖ۔ الحدیث۔ رواہ ابوداود (۲:۲۶۰) وسکت عنہ۔

۳۵۸۰۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ماعز اسلمی حضور ﷺ کے پاس آئے اور اپنے آپ پر چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے۔ ہر مرتبہ حضور ﷺ اس سے منہ پھیرتے رہے۔ پھر پانچویں مرتبہ میں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تو نے اس عورت سے زنا کیا ہے۔ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرا (آلہ تناسل) اس کی شرمگاہ میں چھپ گیا تھا؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی چلی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ زنا کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس عورت سے حرام طریقے پر وہ کام کیا جو مرد اپنی بیوی سے حلال طریقے سے کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس قول واقرار سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں۔ تب آپ ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو اسے سنگسار کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ماعز کے ساتھیوں میں دو کو سنا (ابوداود، باب فی الرجم)
امام ابوداودؒ نے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے اتنی صراحت ووضاحت کے ساتھ اس لیے تفتیش فرمائی کیونکہ حدود تھوڑے سے شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ صرف ایک مرتبہ کے اقرار سے حد واجب نہیں ہوتی۔ ان احادیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہ ایک مرتبہ کے اقرار کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔ اور یہ لوگ احادیث میں چار مرتبہ کے اقرار کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس کے عقلی فتور کو معلوم کرنے کے لیے کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی فتور سے تسلی تو دوسری مرتبہ کے اقرار کے بعد ہوگئی تھی نیز حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ کے پاس جتنے زانی آئے انہوں نے بھی ان سے چار مرتبہ اقرار کروایا تو کیا یہ سب متہم فی العقل تھے؟ نیز ان احادیث میں وضاحت سے طریقۂ تفتیش مذکور ہے۔

فائدہ: صحت اقرار کی شرائط تین ہیں: مقر بالزنا، بالغ، عاقل اور صحیح ہو۔ بلوغ اور عقل میں تو کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ بچہ اور مجنون مرفوع القلم ہیں۔ اور صحیح سے مراد یہ ہے کہ اس سے وطی ممکن بھی ہو لہٰذا اگر مجنون اقرار کرے گا تو اس کا اقرار صحیح ومعتبر نہ ہوگا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ مجنون سے زنا ممکن ہی نہیں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ سَتْرِ مَا يُوْجِبُ الْحَدَّ عَلٰى نَفْسِهٖ

۳۵۸۱- عن ابن عمر رضی الله عنهما مرفوعاً: "اِجْتَنِبُوْا هٰذِهِ الْقَاذُوْرَاتِ الَّتِىْ نَهَى اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَمَنْ اَلَمَّ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللهِ، وَلْيَتُبْ اِلَى اللهِ ، فَاِنَّهٗ مَنْ يُبْدِلُنَا صَفْحَتَهٗ نُقِمْ عَلَيْهِ كِتَابَ اللهِ" رواه الحاكم فی المستدرک، والبیهقی فی السنن (الجامع الصغیر۱: ۸)۔

۳۵۸۲- عن الاصم عن الربیع عن اسد بن موسی عن انس بن عیاض عن یحیی بن سعید و عبدالله بن دینار عن ابن عمررضی الله عنهما، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَعْدَ رَجْمِهِ الْاَسْلَمِيَّ، فَقَالَ: "اِجْتَنِبُوْا هٰذِهِ الْقَاذُوْرَاتِ"۔ الحدیث۔ ورویناه فی جزء هلال الحفار عن الحسین بن یحیی القطان عن حفص بن عمرو الربالی عن عبدالوهاب الثقفی، عن یحیی بن سعید الانصاری به الی قوله: "فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِاللهِ"۔ و صححه ابن السکن (التلخیص الحبیر۲: ۳۵۳)۔ قلت: واخرجه الحاکم فی "المستدرک" (۳۸۳:٤)، فقال: عن یحیی بن سعید حدثنی عبدالله بن دینار عن عبدالله بن عمر، فذکر الحدیث، وسکت عنه، وصححه الذهبی علی شرط الشیخین۔

بَاب كَيْفَ يَشْهَدُ الشُّهُوْدُ وَمَا يُفْعَلُ بِهِمْ اِذَا نَقَصَ عَدَدُهُمْ

۳۵۸۳- اخبرنا الواقدی حدثنی معمر عن الزهری عن سعید بن المسیب، قال:

باب اپنے آپ پر بھی حد کو واجب کرنے والی چیزوں کو چھپانا مستحب ہے

۳۵۸۱۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے بچو جن سے اللہ نے منع کیا ہے (یعنی زنا وغیرہ سے بچو) پس جو شخص اس میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے پردے میں چھپ جائے اور اللہ کے سامنے توبہ کرے (یعنی اس بات کو ظاہر نہ کرے اور آئندہ کے لیے توبہ کرے) اس لیے کہ جو شخص اپنے آپ کو (ان افعال کے ساتھ) ظاہر کرے گا تو ہم کتاب اللہ (میں مذکور حد) اس پر نافذ کریں گے (مستدرک حاکم و بیہقی)۔

۳۵۸۲۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو سنگسار کرنے کے بعد فرمایا ان گندگیوں سے بچو (الحدیث) اور یحیٰ بن سعید انصاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسے چاہیے کہ اللہ کے پردے میں چھپ جائے (مستدرک حاکم و تلخیص الحبیر)۔ ذہبی نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ ان احادیث میں امر کا صیغہ وجوب پر دلالت کرتا ہے کہ اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے لیکن اقرار ماعز پر حضور ﷺ کا انکار نہ کرنے سے کم از کم مستحب ہونا ضرور معلوم ہوتا ہے۔

باب گواہ کیسے گواہی دیں اور گواہوں کی تعداد پوری نہ ہونے پر گواہوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

۳۵۸۳۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکرۃ، نافع اور شبل بن معبد نے مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زنا کی گواہی دی

"شَهِدَ اَبُوْ بَكْرَةَ وَ نَافِعٌ وَشِبْلُ بْنُ مَعْبَد عَلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّهُمْ نَظَرُوْا اِلَيْهِ، كَمَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْمِرْوَدِ فِى الْمُكْحُلَةِ، وَنَكَلَ زِيَادٌ، فَقَالَ عُمَرُ ﷺ :هٰذَا رَجُلٌ لَا يَشْهَدُ اِلَّا بِحَقٍ، ثُمَّ جَلَدَهُمْ عُمَرُ الْحَدَّ۔ وَكَانَ ذٰلِكَ سَنَةَ سَبْعَةَ عَشَرَ، ثُمَّ وَلَّاهُ عُمَرُ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ الْكُوْفَةَ يَعْنِى الْمُغِيْرَةَ"۔ رواه ابن سعد فى "الطبقات"(زیلعی ۲:۹۵)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا الواقدى، وقد وثقه كثير كما عرفت، والقصة اخرجها الحاكم فى المستدرك، كما فى "التلخيص" (۲:۳۵۵)۔ وسند الحاكم سالم عن الواقدى، سكت عنه الحاكم والذهبى فى "تلخيص المستدرك"(۳:۴۴۸)۔

۳۵۸۴- حدثنا ابراهيم بن حميد ثنا ابو الحسن ثنا الفضل بن دكين ثنا الوليد ثنا ابو الطفيل قال: "اَقْبَلَ رَهْطٌ مَعَهُمْ اِمْرَاَةٌ حَتّٰى نَزَلُوْا مَكَّةَ، فَخَرَجُوْا لِحَوَائِجِهِمْ وَتَخَلَّفَ رَجُلٌ مَعَ الْمَرْاَةِ، فَلَمَّا رَجَعُوْا وَجَدُوْهُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، وَعَلٰى مَكَّةَ يَوْمَئِذٍ نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحٰرِثِ الْخُزَاعِىُّ،

کہ انہوں نے مغیرۃ ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جیسا کہ وہ سرمہ دانی میں سلائی کو دیکھتے ہیں۔ لیکن (چوتھے گواہ) زیاد نے گواہی دینے سے انکار کردیا۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ یہ (زیاد) صرف حق بات کی ہی گواہی دیتا ہے۔ پھر حضرت عمر ﷺ نے ان (تینوں) پر حد قذف میں کوڑے لگوائے۔ یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے پھر اس کے بعد حضرت عمر ﷺ نے مغیرۃ بن شعبہ ﷺ کو کوفہ کا گورنر بنایا (طبقات ابن سعد)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے واقدی کے اور وہ بھی بہت سوں کے ہاں ثقہ ہے اور اس قصہ کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند واقدی سے سالم و محفوظ ہے۔ حاکم اور ذھبی نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا وہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر زنا کی گواہی چار آدمی نہ دیں تو گواہی دینے والوں پر ہی حد قذف (تہمت لگانے کی سزا) لگائی جائے گی۔ اسی پر قرآن کی آیت ﴿فاجلدوهم ثمانين جلدة﴾ دلالت کرتا ہے۔ نیز حضرت عمر ﷺ نے یہ فیصلہ صحابہ کی موجودگی میں کیا اور اس فیصلہ پر کسی نے انکار نہ کیا تو گویا کہ اس پر صحابہ ﷺ کا اجماع ہے۔

۳۵۸۴۔ ابو الطفیل فرماتے ہیں کہ ایک قافلہ، جس میں ایک عورت بھی تھی آیا اور مکہ میں پڑاؤ کیا۔ پھر وہ لوگ اپنی ضروریات کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن ایک مرد اس عورت کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ پھر جب وہ واپس آئے تو انہوں نے مرد کو عورت کی دو ٹانگوں کے درمیان پایا۔ اس وقت نافع بن حارث خزاعی مکہ پر گورنر تھے۔ پھر ان لوگوں میں سے تین آدمیوں نے گواہی دی کہ انہوں نے اسے دیکھا ہے کہ وہ اس عورت میں ایسا غائب تھا جیسا کہ سرمہ دانی میں سلائی غائب ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا کہ میں نے سرمہ دانی میں سلائی والی کیفیت نہیں دیکھی۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ مرد کی سرین عورت کی سرین پر لگ رہی ہے۔ اور عورت کی دونوں ٹانگیں مرد پر گدھے کے کانوں کی طرح ہیں۔ پس نافع نے حضرت عمر ﷺ کو اس بارے میں لکھا تو اس کے جواب میں حضرت عمر ﷺ نے اسے لکھا کہ اگر چوتھا بھی اسی بات کی گواہی دے جس کی باقی تین نے گواہی دی ہے تو ان دونوں (زانی وزانیہ) کو سنگسار کرو بشرطیکہ وہ دونوں محصن ہوں۔ اور

فَشَهِدَ ثَلَاثَةٌ مِنْهُمْ اَنَّهُمْ رَاَوْهُ يَهُبُّ فِيهِمَا كَمَا يَهُبُّ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَ قَالَ الرَّابِعُ: لَمْ اَرَالْمِرْوَدَ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَلٰكِنْ رَاَيْتُ اِسْتَهُ يَضْرِبُ اِسْتَهَا، وَرِجْلَاهَا عَلَيْهِ كَاُذُنَي الْحِمَارِ، فَكَتَبَ نَافِعٌ اِلٰى عُمَرَ، فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ: اِنْ شَهِدَ الرَّابِعُ بِمَا شَهِدَالثَّلَاثَةُ فَارْجِمْهُمَا اِنْ كَانَ اَحْصَنَا، وَاِلَّا فَاجْلِدْهُمَا، وَاِنْ لَمْ يَشْهَدْ اِلَّا بِمَا قَالَ فَاجْلِدِالشُّهُوْدَ الثَّلَاثَةَ، وَخَلِّ سَبِيْلَ الْمَرْاَةِ"- رواه الامام القاسم بن ثابت السرقسطی فی کتاب غریب الحدیث (زیلعی ۹٤:۲)- و کلام الجصاص فی "احکام القرآن" له(۲۸۲:۳) یدل علی کونه محتجابه-

۳۵۸۵- عبدالرزاق عن معمر عن بدیل العقیلی عن ابی الوضاح، قال: "شَهِدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍعَلٰى رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ بِالزِّنَا، وَقَالَ الرَّابِعُ: رَاَيْتُهُمَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَاِنْ كَانَ هذا زِنًا فَهُوَ ذَاكَ، فَجَلَدَ عَلَى الثَّلَاثَةِ، وَعَزَّرَالرَّجُلَ وَالْمَرْاَةَ"- اخرجه ابن حزم فی "المحلی"(۲۵۹:۱۱)- ولم یعله بشیء- وبدیل ثقة من الخامسة من رجال الخمسة(تقریب ۲۱)- وابو الوضاح یروی عن علی ﷺ، روی عنه یونس بن ابی اسحاق ایضا کما فی "الکنی والانساب" للدولابی(۱٤:۲)- واسمه بهدل فاندفع ما فی "اللسان"(٤٦۱:٦): عن ابن المدینی: مجهول، فلیس بمجهول من روی عنه ثقتان، ولم نرفیه جرحا ولا تعدیلا من احد، فهو ثقة سالم یثبت الجرح مفسرا-

---

اگر محصن نہ ہوں تو ان کو کوڑے مارو۔ اور اگر چوتھا اسی بات کی گواہی دے جس کی اس نے پہلے گواہی دی ہے تو پھر باقی تین گواہوں کو (حد قذف میں) کوڑے مارو۔ اور عورت کا راستہ چھوڑ دو (یعنی اسے کچھ نہ کہو) (کتاب غریب الحدیث للقاسم بن ثابت)۔ احکام القرآن میں جصاص کا کلام اس کے قابل حجت ہونے پر دال ہے۔

فائدہ: اس میں چوتھا گواہ وہی معتبر ہوگا جو پہلے تین گواہوں کے ساتھ قاضی کی مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دے چکا ہے۔ لہذا اگر کوئی اور آدمی آ کر گواہی دیدے اور اس طرح چار کی تعداد پوری ہو جائے تو یہ معتبر نہ ہوگی۔ اور اس صورت میں پہلے تین گواہوں کو حد قذف لگائی جائے گی۔

۳۵۸۵۔ ابوالوضاح فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں نے ایک مرد اور ایک عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی (لیکن) چوتھے گواہ نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک کپڑے میں دیکھا ہے۔ اگر تو یہ صورت زنا ہے تو پھر تو زنا ہے۔ تو اس پر تین گواہوں کو (حد قذف میں) کوڑے مارے گئے اور مرد و عورت پر تعزیر لگائی گئی۔ (محلی ابن حزم)۔ علامہ ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۳۵۸۶- عبدالرزاق نا ابن جریج عن عمرو بن شعیب، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَنْ لَا تُقْبَلَ شَهَادَةُ ثَلَاثَةٍ وَلَا اِثْنَيْنِ وَلَا وَاحِدٍ عَلَى الزِّنَا وَيُجْلَدُوْنَ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تُقْبَلُ لَهُمْ شَهَادَةٌ اَبَدًا، حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لِلْمُسْلِمِيْنَ مِنْهُمْ تَوْبَةٌ نَصُوْحٌ وَاِصْلَاحٌ"- اخرجه ابن حزم ایضا فی "المحلی" (۱۱:۲۶۰)- واعله بالانقطاع، ولکنه متاید باجماع الصحابة، کماسنذکره، والمرسل حجة عندنا اذا کان المرسل ثقة من اهل القرون الفاضلة، کما مر فی المقدمة۔

بَاب مَا وَرَدَ فِيْ دَرْءِ الْحُدُوْدِ بِالشُّبُهَاتِ

۳۵۸۷- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَااسْتَطَعْتُمْ، فَاِنْ وَجَدْتُّمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ، فَاِنَّ الْاِمَامَ لَاَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ"- رواه ابن ابی شیبة والترمذی، والحاکم فی المستدرک، والبیہقی فی سننه، اورده فی "الجامع الصغیر" (۱:۱۲)- ورمز لصحته و فی العزیزی (۱:۷۲): قال الشیخ: "حدیث حسن" اه۔

۳۵۸۶۔ عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کا یہ فیصلہ ہے کہ زنا کے بارے میں ایک یا دو یا تین کی گواہی قبول نہ کی جائے (اور اگر ایک یا دو یا تین گواہ زنا کی گواہی دیں) تو انہیں اسی کوڑے مارے جائیں۔ اور محدود فی القذف (یعنی جن پر تہمت کی وجہ سے حد لگ چکی ہو) کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔ یہاں تک کہ ان کی پکی توبہ اور خیر خواہی مسلمانوں پر ظاہر ہو جائے۔ (محلی ابن حزم)۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سند میں انقطاع ہے لیکن یہ حدیث اجماع صحابہ کے ساتھ مؤید ہے۔ اور پھر منقطع ہمارے ہاں حجت ہے جبکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو اور قرون فاضلہ سے ہو۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر زنا پر تین گواہ گواہی دیں تو ان کو حد قذف میں اسی اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ اور گواہ بھی اس کیفیت کی گواہی دیں گے کہ ہم نے ان کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جیسا کہ سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔

باب شبہات کی بنا پر حدود کو ختم کرنا

۳۵۸۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو۔ اگر تم مسلمان کے لیے کوئی نکلنے کا راستہ پاؤ تو اسے رہا کر دو کیونکہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا بہتر ہے اس سے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی درأ الحدود، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم وسنن بیہقی)۔ جامع صغیر میں اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

۳۵۸۸- عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، وَاَقِيْلُوا الْكِرَامَ عَثَرَاتِهِمْ، اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ"- رواه ابن عدی فی جزء له من حدیث اهل مصر والجزیرة، وروی صدره ابو مسلم الکجی وابن السمعانی فی الذیل عن عمر بن عبد العزیز مرسلا، ومسدد فی مسنده عن ابن مسعودؓ مرفوعا، اورده فی "الجامع الصغیر" (۱-۱۲) ورمز لحسنه، وفی العزیزی (۷۲:۱): قال الشیخ: "حدیث حسن"-

۳۵۸۹- عن علیؓ مرفوعاً: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ، وَلَا يَنْبَغِیْ لِلْاِمَامِ تَعْطِيْلُ الْحُدُوْدِ"- رواه الدارقطنی والبیهقی فی سننهما، و اورده فی "الجامع الصغیر" (۱۲:۱)- ورمز لحسنه، وفی العزیزی (۷۲:۱): قال الشیخ: "حدیث حسن" اه-

۳۵۹۰- عن ابی هریرةؓ مرفوعا: "اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ عَنْ عِبَادِ اللهِ مَا وَجَدْتُمْ لَهَا مَدْفَعًا"- رواه ابن ماجة- اورده فی "الجامع الصغیر" (۱۲:۱) ورمز لحسنه، و فی العزیزی (۷۲:۱) ورواه عنه الترمذی ایضا، قال الشیخ: "حدیث حسن" اه-

۳۵۹۱- عن عمرؓ موقوفا علیه: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، اِدْفَعُوا الْقَتْلَ عَنِ

۳۵۸۸- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شبہات کی بناء پر حدود کو دور کر دو (یعنی حدود نافذ نہ کرو) اور معزز لوگوں سے ان کی لغزشوں میں درگذر کرو مگر اللہ کی نافذ کردہ حدود میں سے کسی حد میں درگذر نہ کرو۔ (ابن عدی)۔ اور مسدد نے مسند میں ابن مسعودؓ سے اسے موقوفا روایت کیا ہے اور جامع صغیر اور عزیزی میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: یعنی حدود میں سے اگر کوئی حد کسی امیر آدمی پر واجب ہو جائے تو پھر اس میں درگذر نہ کرو۔

۳۵۸۹- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حدود کو (جہاں تک ممکن ہو سکے) دور کرو اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ حدود کو بالکل معطل کر دے (سنن دارقطنی، سنن بیہقی) جامع صغیر اور عزیزی میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: یعنی آج کل کی طرح حدود کو ظالمانہ قانون قرار دے کر نا قابل عمل قرار دینا جائز نہیں۔

۳۵۹۰- ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حدود کو دفع کرو جہاں تک تم دفع کرنے کا راستہ پاؤ (ابن ماجہ، باب الستر علی المومن ودفع الحدود بالشبهات) جامع صغیر میں اسے اشارۃً حسن کہا ہے۔ اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اسے حسن کہا ہے۔

۳۵۹۱- حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شبہات کی بناء پر حدود کو دور کر دو۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں سے قتل (کی سزا) کو دور کرو۔ (ابن حزم فی کتاب الایصال) اس کی سند صحیح ہے۔

الْمُسْلِمِيْنَ مَا اِسْتَطَعْتُمْ"- رواه ابومحمد بن حزم فی کتاب الایصال باسناد صحیح (التلخیص الحبیر ۲:۳۵۲)-

۳۵۹۲- سفیان الثوری عن عاصم عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعودؓ، قال: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، اِدْفَعُوا الْقَتْلَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" قال البیهقی: "واصح ما فیه حدیث سفیان عن عاصم"- فذکره کذا فی "النیل"(۷:۱۹)- ورواه عبدالرزاق عن سفیان الثوری عن القاسم بن عبدالرحمن قال: قال ابن مسعودؓ: "ادراوا الحدود ما استطعتم" واعله ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۱۵۴) بالارسال، لان القاسم لم یسمع من جده، ولم یدرکه، ولکن المرسل اذا تاید بطریق اخری موصولة فهو حجة عندالکل، کما سر فی المقدمة-

۳۵۹۳- ابو حنیفة عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنهما، قال: قال رسول اللہ ﷺ: "اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ"- کذا رواه الحارثی من طریق محمد بن بشر عنه(عقود الجواهر المنیفة۱:۱۹۳)- وقال الحافظ فی "التلخیص"(۲:۳۵۳)- و فی مسند ابی حنیفة

۳۵۹۲- عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔(بیہقی) بیہقی نے اس باب میں اسے اصح قرار دیا ہے۔اور مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دور کرو۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن جب مرسل حدیث دوسرے موصول طریق سے مؤید ہو تو تمام کے ہاں حجت ہوتی ہے۔

۳۵۹۳- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دور کرو۔(عقود جواہر منیفہ)۔حافظ نے تلخیص میں اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ اگر ادنیٰ شبہ بھی پیدا ہو جائے تو حد نافذ نہیں کرنی چاہیے۔اسی بنا پر احناف کہتے ہیں کہ تعریض اور کنایہ میں الزام لگانے سے حد قذف الزام لگانے والے پر نافذ نہیں کی جائے گی۔مثلاً بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ میری بیوی نے کالا بچہ جنا ہے۔اسی طرح ابوداؤد اور نسائی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے کہا کہ میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی۔تو ان دونوں احادیث میں بظاہر دونوں مردوں نے اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائی لیکن کنایہ اور تعریض میں شبہ کی بنا پر حضور ﷺ نے ان الزام لگانے والے شوہروں پر حد قذف نہیں لگائی۔لہٰذا وہ

للحارثی من طریق مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما بلفظ الاصل مرفوعاً اه- وسکت عنه، فهو حسن او صحیح علی اصله-

بَابُ حَبْسِ الْمُقِرِّ بِالزِّنَا لِلْاِسْتِكْشَافِ

۳۵۹٤- حدثنا وکیع عن اسرائیل عن جابر عن عامر عن عبدالرحمن بن ابزی عن ابی بکر رضی الله عنه قال: "اَتَی مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ ﷺ، فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا عِنْدَهُ مَرَّةً، فَرَدَّهُ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ الثَّانِيَةَ، فَرَدَّهُ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ الثَّالِثَةَ، فَرَدَّهُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: اِنْ اِعْتَرَفْتَ الرَّابِعَةَ رَجَمَكَ، قَالَ: فَاعْتَرَفَ الرَّابِعَةَ، فَحَبَسَهُ، ثُمَّ سَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا: لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا، فَاَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ"- رواه احمد واسحاق فی مسند یهما، وابن ابی شیبة فی "مصنفه"، (زیلعی ۲:۷۷-۷۸) وفیه ایضا: "هذا اصرح فی الدلالة علی اشتراط الاربع لو لا ان فی اسناده جابر الجعفی" اه-

روایت جو موطا مالک (ص۳۵۱) میں مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریض کرنے والے پر بھی حد قذف لگائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، دوسرے بعض صحابہؓ کا اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف مذکور ہے۔ لہٰذا ہم ان لوگوں کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں جو تعریض میں حد لاگو نہیں کرتے۔ ان میں حضرت علیؓ بھی ہیں۔ (موطا محمد)۔

فائدہ: اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو قصاص میں احناف کے نزدیک مسلمان کو قتل کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب کفار جزیہ دیدیں تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح محترم ہے اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح محترم ہے البتہ لا یقتل المسلم بکافر میں کافر سے مراد حربی ہے کیونکہ اگر کافر کو عام رکھیں اور حربی اور ذمی ہر قسم کے کافر کے مقابلے میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے تو پھر فدمائهم کدمائنا الخ والی حدیث بے کار ہو جائے گی۔ البتہ ذمی کو مسلمان ملک میں اعلیٰ عہدہ نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی بڑی جائیداد بنانے کی اجازت دی جائے گی۔

باب تفتیش کے لیے زنا کا اقرار کرنے والے کو قید کرنا

۳۵۹٤۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک (اسلمی رضی اللہ عنہ) حضور ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا۔ پھر آ کر دوسری مرتبہ آپ کے پاس اعتراف کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا۔ پھر وہ آئے اور آپ ﷺ کے پاس تیسری مرتبہ اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا۔ پھر میں نے ماعز سے کہا کہ اگر تو نے چوتھی مرتبہ اعتراف کیا تو حضور ﷺ تجھے سنگسار کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے چوتھی مرتبہ اعتراف کیا تو حضور ﷺ نے

قلت : هو مختلف فيه، كما عرفت غير مرة۔

۳۵۹۵ - عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِيْ تُهْمَةٍ ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ"۔ رواه الترمذي و حسنه (۱:۱۷)۔

بَاب اَنَّ الْاِقْرَارَ اَنْ يُقِرَّ الْمُقِرُّ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِيْ اَرْبَعَةِ مَجَالِسَ

۳۵۹۶ - عن بريدة رضی اللہ عنہ: ان ماعز بن مالك الاسلمي اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَزَنَيْتُ، وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِيْ، فَرَدَّهٗ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَاهُ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ زَنَيْتُ، فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ، فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى قَوْمِهٖ، فَقَالَ: اَتَعْلَمُوْنَ بِعَقْلِهٖ بَاْسًا تُنْكِرُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا؟ فَقَالُوْا: مَا نَعْلَمُهٗ اِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ، مِنْ صَالِحِيْنَا فِيْمَا نُرٰى، فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ، فَسَاَلَ عَنْهُ، فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ، وَلَا بِعَقْلِهٖ، فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةَ حَفَرَ لَهٗ حُفْرَةً، ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔ الحديث رواه مسلم (۲:۶۸)۔

اسے روک لیا۔ پھر حضور ﷺ اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا اور اسے رجم کیا گیا۔ (مسند احمد، مسند اسحاق، مصنف ابن ابی شیبہ)۔ مصنف میں ہے کہ یہ حدیث چار مرتبہ کے اقرار کے شرط ہونے پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جابر جعفی مختلف فیہ اور حسن الحدیث ہے۔

۳۵۹۵۔ بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تہمت کی وجہ سے ایک آدمی کو قید فرمایا (پھر تحقیق کے بعد) اسے چھوڑ دیا (ترمذی، باب ما جاء فی الحبس فی التهمة)۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے (میں کہتا ہوں کہ حاکم نے حدیث صحیح کی دس اقسام بیان کی ہیں ان میں سے پانچویں قسم میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کو شمار کیا ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا کا اقرار کرنے والے کو تفتیش کے لیے قید کرنا اور روکنا جائز ہے۔

باب زنا کا اقرار وہی معتبر ہے کہ آدمی اپنے اوپر چار مرتبہ چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کرے

۳۵۹۶۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے کیونکہ میں زنا کر بیٹھا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے پاک کریں۔ آپ ﷺ نے اسے لوٹا دیا۔ اگلے دن وہ پھر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے اسے دوسری مرتبہ بھی لوٹا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی قوم کے پاس کسی کو بھیجا، اور معلوم کرایا کیا تم اس کی عقل میں کوئی فتور جانتے ہو یا اس میں کوئی اوپری بات دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا جہاں تک ہم سمجھتے ہیں وہ کامل عقل والے اور ہمارے صالح لوگوں میں سے ہیں۔ پھر ماعز آپ کے پاس تیسری مرتبہ آئے تو آپ ﷺ

۳۵۹۷- عن ابی هریرة ﷺ، قال: "جَاءَ مَاعِزُبْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ زَنٰى، فَقَالَ لَهُ: وَيْلَكَ، وَمَا يُدْرِيْكَ مَاالزِّنَا، فَاَمَرَ بِهٖ فَطُرِدَ، وَاُخْرِجَ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَمَرَ بِهٖ فَطُرِدَ، وَاُخْرِجَ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ فَاَمَرَ بِهٖ فَطُرِدَ، وَاُخْرِجَ، ثُمَّ الرَّابِعَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، قَالَ: اَدْخَلْتَ وَاَخْرَجْتَ، قَالَ: نَعَمْ! فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُرْجَمَ"۔ مختصرا رواه ابن حبان فی صحیحه (زیلعی ۲:۷۸)۔

۳۵۹۸- عن ابی هریرة ﷺ قال: "جَاءَ مَاعِزُ الْاَسْلَمِيُّ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّهُ قَدْ زَنٰى، فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَ: اِنَّهُ قَدْزَنٰى، فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! اِنَّهُ قَدْزَنٰى، فَاَمَرَ بِهٖ فِي الرَّابِعَةِ، فَاُخْرِجَ اِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّيَشْتَدُّ، حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهٗ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهٗ بِهٖ، وَضَرَبَهُ النَّاسُ

نے لوگوں کی طرف پھر کسی کو بھیجا اور اس کے بارے میں یہی دریافت کرایا، انہوں نے آپ کو بتایا کہ نہ اس میں کوئی بیماری ہے اور نہ اس کی عقل میں فتور ہے پھر جب وہ چوتھی بار آئے (اور زنا کا اقرار کیا) تو آپ ﷺ نے ایک گڑھا اس کے لیے کھودوایا پھر اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا پس اسے سنگسار کیا گیا۔ (مسلم، باب حدالزنا)

۳۵۹۷۔ ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہ زنا کر بیٹھا ہے تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا تو ہلاک ہو، تجھے کیا معلوم زنا کیا ہوتا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا پس اسے دھتکار کر نکال دیا گیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس دوسری مرتبہ آئے اور اسی طرح زنا کا کہا۔ آپ ﷺ نے پھر اسے نکال دینے کا حکم فرمایا۔ پس اسے دھتکار کر نکال دیا گیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس تیسری مرتبہ آئے اور وہی زنا والی بات کہی۔ تو آپ ﷺ نے اسکے بارے میں حکم فرمایا تو اسے دھتکار کر نکال دیا گیا۔ پھر چوتھی مرتبہ بھی اس نے ایسے ہی کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اپنے آلہ تناسل کو داخل کیا اور پھر نکالا۔ اس نے کہاہاں اس پر آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا (صحیح ابن حبان)

۳۵۹۸۔ ابوہریرۃ ﷺ فرماتے ہیں کہ ماعز اسلمی ﷺ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری جانب سے آئے اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا۔ پھر اس طرف آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ اقرار پر ان کے بارے میں حکم فرمایا تو ان کو حرہ مقام کی طرف لے جایا گیا۔ اور پتھروں سے سنگسار کیا گیا پھر جب انہوں نے پتھروں کی اذیت محسوس کی تو بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے قریب سے گزرے جس کے ہاتھ میں اونٹ کی داڑھ کی ہڈی تھی۔ اس نے انہیں ہڈی دے ماری اور لوگوں نے بھی انہیں

حَتّٰى مَاتَ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ فَرَّحِيْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ"- رواه الترمذی و قال: حسن(۱:۱۷۱)- و فی "نیل الاوطار"(۱۷:۷)- "رجال اسناده ثقات"-

۳۵۹۹- عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: "جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ، فَطَرَدَهٗ، ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ: شَهِدْتَّ عَلٰى نَفْسِكَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ، اِذْهَبُوْا بِهٖ، فَارْجُمُوْهُ" رواه ابو داود(۲:۲۵۹)- وسکت عنه، و فی "النیل"(۷:۱۱) :"رجاله رجال الصحیح"-

۳۶۰۰- عن بریدة ﷺ، قال: "كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ لَوْ جَلَسَ فِيْ رَحْلِهٖ بَعْدَ اِعْتِرَافِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ يَرْجُمْهُ، وَاِنَّمَا رَجَمَهٗ عِنْدَ الرَّابِعَةِ"- رواه احمد(نیل الاوطار۷: ۱۰)- وعزاه الزیلعی (۲:۷۶) الی مسلم وابی داود والنسائی-

یہاں تک کہ وہ مر گئے پھر جب لوگوں نے یہ قصہ حضور ﷺ سے بیان کیا کہ پتھر کی اذیت اور موت کا مزہ چکھتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے انہیں چھوڑ کیوں نہیں دیا (ترمذی، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف) نیل الاوطار میں ہے کہ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۵۹۹۔ ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ ماعز ﷺ حضور ﷺ کے پاس آئے اور دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اسے دھتکار دیا۔ پھر انہوں نے آکر دو مرتبہ (مزید) زنا کا اعتراف کیا تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔ (پھر لوگوں سے کہا کہ اے لوگو!) اسے لے جاؤ اور اسے رجم کرو۔ (ابوداؤد، باب فی الرجم)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۳۶۰۰۔ بریدۃ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ آپس میں یہ بات کرتے تھے کہ اگر ماعز ﷺ تین مرتبہ اعتراف کرنے کے بعد اپنے گھر میں (خاموش) بیٹھ جاتے تو حضور ﷺ انہیں سنگسار نہ فرماتے۔ حضور ﷺ نے تو چوتھی مرتبہ زنا کا اعتراف کرنے پر انہیں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ (مسند احمد)۔ زیلعی نے اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اثبات حد کے لیے چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔ صرف ایک مرتبہ کے اقرار سے حد واجب نہیں ہوتی۔ ان احادیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہ ایک مرتبہ کے اقرار کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔ اور احادیث میں چار مرتبہ کے اقرار کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس کے عقلی فتور کو معلوم کرنے کے لیے کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی فتور سے تسلی تو دوسری مرتبہ کے اقرار کے بعد ہو گئی تھی نیز حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے پاس جتنے زانی آئے انہوں نے بھی ان سے چار

بَابُ مَاجَاءَ فِی تَلْقِینِ الْاِمَامِ لِمَنْ یَعْتَرِفُ بِحَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ

۳۶۰۱- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: "لَمَّا اَتٰی مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَہٗ: لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، اَوْ غَمَزْتَ، اَوْ نَظَرْتَ؟ قَالَ: لَا یَارَسُوْلَ اللهِ.قَالَ اَنِکْتَهَا لَا یَکْنِیْ؟قَالَ: نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ"- رواہ البخاری(۲:۱۰۰۸)۔

۳۶۰۲- عن ابن جریج قال: سمعت عطاء یقول: "کَانَ مَنْ مَضٰی یُؤْتٰی اِلَیْهِ بِالسَّارِقِ، فَیَقُوْلُ: اَسَرَقْتَ؟ قُلْ: لَا! وَسَمّٰی اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ"- رواہ عبدالرزاق فی "مصنفہ" (التلخیص الحبیر۲:۳۵۷)- قلت: رجالہ رجال الجماعۃ الا ان عطاء لم یلق ابابکر ولا عمر فهو منقطع۔

مرتبہ اقرار کروایا تو کیا یہ سب متہم فی العقل تھے؟ باقی جماعتِ محدثین کی وہ حدیث جس میں یہ الفاظ ہیں کہ "اے انیس: تو اس عورت کے پاس جا، اگر وہ اعتراف کرے تو اسے رجم کر" میں اعتراف سے اعترافِ معہود یعنی چار مرتبہ کا اعتراف مراد ہے۔ اور غامدیہ والی حدیث میں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ اور اعترافِ معہود کے ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ چار مرتبہ اعتراف نہیں کیا کیونکہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے کہ عورت نے چار مرتبہ اعتراف کیا تھا۔ نیز ابوبکرؓ کی حدیث میں مذکور یہ الفاظ کہ اگر تو نے چوتھی مرتبہ اعتراف کیا تو تجھے رجم کیا جائے گا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اثباتِ حد کے لیے چار مرتبہ اعتراف کرنا ضروری ہے۔ نیز حضور ﷺ کا حدیثِ حرق میں یہ فرمانا کہ تحقیق تو نے چار مرتبہ یہ بات کہی ہے بھی اس بات کی مؤید ہے کہ چار مرتبہ اعتراف ضروری ہے۔

باب کسی حد کے اعتراف کرنے والے کو امام کا تلقین کرنا

۳۶۰۱۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب ماعز بن مالک ؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے (اور زنا کا اعتراف کیا) تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ شاید تو نے صرف بوسہ لیا ہو یا اشارہ کیا ہو (ہاتھ سے یا آنکھ سے) یا صرف اسے دیکھا ہو۔ ماعز نے کہا کہ نہیں یارسول اللہ! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے (یعنی ہم بستری کی ہے) اس مرتبہ آپ ﷺ نے کنایہ سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تب حضور ﷺ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا (بخاری، باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست اوغمزت)

۳۶۰۲۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گذشتہ قاضیوں اور حاکموں کے پاس چور لایا جاتا تو وہ (چور سے) کہتے کیا تو نے چوری کی ہے؟ (پھر ساتھ یہ بھی کہتے کہ) تو کہہ نہیں کی۔ (راوی کہتے ہیں کہ) عطاء نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام بھی لیا (یعنی وہ بھی اس طرح تلقین کرتے تھے) (مصنف عبدالرزاق)۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے راوی جماعت کے راوی ہیں البتہ اس میں انقطاع ہے۔ اور انقطاع مضر نہیں۔

٣٦٠٣- عن معمر عن ابن طاوس عن عكرمة بن خالد، قال: "أُتِيَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ، فَسَأَلَهُ أَسَرَقْتَ؟ قُلْ: لَا! فَقَالَ: لَا فَتَرَكَهُ". رواه عبدالرزاق في مصنفه (التلخيص الحبير ٢:٣٥٧) ورجاله رجال الصحيحين، ولكن عكرمة لم يسمع عن عمر۔

٣٦٠٤- عن حماد عن ابراهيم، قال: "أُتِيَ أَبُو مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيُّ (الصحابي) بِامْرَأَةٍ سَرَقَتْ جَمَلًا، فَقَالَ: أَسَرَقْتِ؟ قُوْلِيْ لَا"! رواه سفيان(الثوري) في جامعه (التلخيص الحبير السابق)۔ قلت: اسناده محتج به مع ان ابراهيم لم يلق ابا مسعودؓ، لان الانقطاع غير مضر عندنا، على ان مراسيل ابراهيم صحيحة كما مر في كتاب الحج۔

٣٦٠٥- اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه عن يزيد بن ابى كبشة، قال: "أُتِيَ أَبُوالدَّرْدَاءِ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ قَدْ سَرَقَتْ وَهُوَ عَلَى دِمِشْقَ، فَقَالَ: يَا سَلَامَةُ أَسَرَقْتِ؟ قُوْلِيْ: لَا! فَقَالَتْ:لَا فَقَالُوْا: أَتُلَقِّنُهَا يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! فَقَالَ: أَتَيْتُمُوْنِيْ بِامْرَأَةٍ لَا تَدْرِيْ مَا يُرَادُ بِهَا لِتَعْتَرِفَ فَاَقْطَعُهَا"۔رواه الامام محمد في "كتاب الآثار"(٩٣)۔ قلت: اسناده محتج به، و كلهم ثقات۔

۳۶۰۳۔ عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا تو آپؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ (پھر ساتھ اسے یہ بھی کہا کہ) تو کہہ، نہیں کی۔ اس نے کہا کہ نہیں کی تو آپؓ نے اسے چھوڑ دیا (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں البتہ عکرمہ نے حضرت عمرؓ سے سماع نہیں کیا ہے۔

۳۶۰۴۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ابومسعود انصاریؓ کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے اونٹ چرایا تھا۔ ابومسعودؓ نے (اس عورت سے) کہا کہ کیا تو نے چوری کی؟ (پھر ساتھ یہ بھی تلقین کی کہ) تو کہہ نہیں کی (جامع سفیان)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے کیونکہ انقطاع خیر القرون کا ہمارے ہاں مضر نہیں۔ نیز مراسیل ابراہیم صحیح ہیں۔

۳۶۰۵۔ یزید بن ابی کبشہ فرماتے ہیں کہ ابوالدرداءؓ کے پاس ایک کالی باندی کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی اور ابوالدرداء دمشق کے حاکم تھے۔ ابوالدرداءؓ نے (باندی سے) کہا کہ اے سلامۃ! کیا تو نے چوری کی ہے؟ (ساتھ میں اسے تلقین بھی کی کہ) تو کہہ نہیں کی۔ اس نے کہا کہ نہیں کی۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اے ابوالدرداءؓ! آپؓ تو اسے تلقین کر رہے ہیں کہ تو کہہ نہیں کی۔ ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس ایک ایسی باندی کو لائے ہو جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے کس مقصد کے تحت لایا گیا ہے تاکہ وہ (چوری کا) اعتراف کرے اور میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۶۰۶- روی ابن ابی شیبة من طریق ابی المتوکل: "اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةَ اُتِیَ بِسَارِقٍ وَهُوَ یَوْمَئِذٍ اَمِیْرٌ، فَقَالَ: اَسَرَقْتَ؟ قُلْ: لَا! مَرَّتَیْنِ اَوْثَلَاثًا"۔(التلخیص الحبیر۲:۳۵۷)۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْاِحْصَانِ فِیْ الرَّجْمِ

۳۶۰۷- عن ابی هریرةؓ ،قال: "اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ، اِلٰی اَنْ قَالَ: فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِیُّ ﷺ، فَقَالَ: اَبِكَ جُنُوْنٌ؟ قَالَ: لَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ!فَقَالَ: اَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ"۔(رواہ البخاری ۲:۱۰۰۸)۔

۳۶۰۸- عن عائشة رضی الله عنها، قالت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اِلَّا فِیْ اِحْدٰی ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنٰی بَعْدَ اِحْصَانٍ، فَاِنَّهٗ یُرْجَمُ"۔ الحدیث۔ اخرجه ابوداود و سکت عنه(۲:۲۵۰)۔

۳۶۰۶ ابو ہریرہؓ کے پاس ایک چور کو لایا گیا اور اس وقت ابو ہریرہؓ امیر تھے۔آپؓ نے (اس چور سے) فرمایا کہ کیا تو نے چوری کی ہے اور دو یا تین مرتبہ (اسے یہ تلقین بھی کی کہ) تو کہہ نہیں کی۔(تلخیص الحبیر)

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ حد کے اعتراف کرنے والے کو چار مرتبہ اعتراف کرنے کے بعد تلقین کرنا مستحب ہے۔

باب رجم کے لیے زانی کا محصن ہونا شرط ہے

۳۶۰۷۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے...... جب اس نے اپنے متعلق زنا کے بارے میں چار مرتبہ گواہی دے لی تو حضور ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا کہ کیا تم پاگل ہو؟ اس نے جواب دیا یارسول اللہ! نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تو محصن ہے۔ اس نے کہا ہاں، یارسول اللہ! تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور اسے سنگسار کرو۔(بخاری،باب سوال الامام المقر هل احصنت)

۳۶۰۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں جو کہ اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔ مگر تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے (حلال ہو جاتا ہے)۔ ایک وہ آدمی جو محصن ہو کر زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے گا الحدیث۔(ابوداؤد، باب الحکم فیمن ارتد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ)۔امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث سے سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

بَابُ اِشْتِرَاطِ الْاِسْلَامِ لِلْاِحْصَانِ وَاَنَّ النِّكَاحَ بِالْكِتَابِيَةِ لَا يُحْصِنُ الْمُسْلِمَ

٣٦٠٩- عن عفيف بن سالم نا سفيان الثوری عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول اللهﷺ: "لَا يُحْصِنُ الشِّرْكُ بِاللهِ شَيْئًا"- اخرجه الدارقطنی (٢: ٣٥٠)- و قال: "وهم عفيف فی رفعه، والصواب موقوف"- ورده ابن القطان، ولكنه اظهر فی السند علة اخرى، سنذكرها فی الحاشية مع الخلاص عنها، وبالجملة فالحديث حسن مرفوعاً-

٣٦١٠- اخبرنا عبدالعزيز بن محمد ثنا عبيدالله عن نافع عن ابن عمرؓ عن النبیﷺ، قال: "مَنْ اَشْرَكَ بِاللهِ فَلَيْسَ بِمُحْصِنٍ"- قال اسحاق: "رفعه مرة فقال: عن رسول اللهﷺ، ووقفه مرة" اهـ- (زيلعی ٢: ٤٨)- وقال: رواه اسحاق بن راهويه فی مسنده، و سنده صحيح"-

٣٦١١- عن ابی بكر بن عبدالله ابن ابی مريم عن علی بن ابی طلحة عن كعب بن

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سنگسار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زانی محصن ہو جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ سنگسار صرف اسی شخص کو کیا جائے گا جو محصن ہوتے ہوئے زنا کرے۔ **فائدہ:** احصان کے لیے آٹھ شرطیں ہیں: (۱) مسلمان ہو، (۲) وہ قبُل میں پہلے سے وطی کر چکا ہو، (۳) یہ وطی نکاح کی حالت میں کی ہو، (۴) اور نکاح بھی صحیح ہو، (۵) آزاد ہو، (۶) عاقل ہو (۷) بالغ ہو۔ یہ تمام شرطیں حالت وطی میں دونوں (میاں بیوی) میں مکمل طور پر پائی جاتی ہوں۔ یعنی اگر شوہر میں تو مکمل طور پر یہ شرطیں پائی جاتی ہیں لیکن اس کی بیوی میں کوئی ایک شرط نہ ہو تو خاوند بھی محصن نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں زنا کرنے سے اس پر رجم نہ ہوگا۔

تنبیہ: اس بات پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے کہ محصن اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے۔ نیز حضورﷺ کی طرف سے محصن کو رجم کرنے کی احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود خوارج کی طرف سے رجم کا انکار کرنا جہل مرکب ہے اور تعنت پر مبنی ہے۔

باب محصن ہونے کے لیے اسلام شرط ہے اور کتابیہ عورت سے نکاح کرنے سے مسلمان خاوند محصن نہیں ہوتا

۳۶۰۹۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا انسان کو محصن نہیں بناتا۔ (دارقطنی)۔ یہ حدیث حسن مرفوع ہے۔

۳۶۱۰۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے وہ محصن نہیں ہے۔ (نصب الرایہ)۔ راوی بعض اوقات اسے مرفوع بیان کرتے اور بعض دفعہ موقوف (زیلعی) زیلعی میں ہے کہ اسحاق فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۱۱۔ کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں حضورﷺ سے پوچھا تو آپﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہودی یا نصرانی عورت تجھے محصن نہیں بنائے

مالک رضی اللہ عنہ: "اَنَّهُ اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَ يَهُودِيَّةً اَوْ نَصْرَانِيَّةً، فَسَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَنَهَاهُ عَنْهَا، وَقَالَ: اِنَّهَا لَا تُحْصِنُكَ"۔ اخرجه الدارقطنی (۲: ۳۵۰)۔ وقال: "ابوبکر ابن ابی مریم ضعیف" اھ۔

قلت: ولکن قال ابن عدی: "هو ممن يحتج باحاديثه، فانها صالحة"، كما فی "التعليق المغنی"، فالحديث حسن صالح، لا سيما و قد تابعه عتبة بن تميم عند محمد بن الحسن الامام فی الحجج له (۳۷۳)۔ قال: اخبرنا اسماعيل بن عياش الحمصی حدثنی عتبة بن تميم التنوجی عن علی بن ابی طلحة: "اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَ يَهُودِيَّةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّهَا لَا تُحْصِنُكَ"۔ وهذا سند صحيح، فان اسماعيل بن عياش حجة فی الرواية عن اهل الشام، و عتبة بن تميم شامی، روی عنه بقية ايضا، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، كما فی "تعجيل المنفعة" (۲۷۹)۔

۳۶۱۲- حدثنا الثوری اخبرنی سماك بن حرب عن قابوس بن المخارق عن ابيه قال: "كَتَبَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اِلَی عَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ يَسْاَلُهُ عَنْ مُسْلِمَيْنِ تَزَنْدَقَا، وَعَنْ مُسْلِمٍ زَنٰى بِنَصْرَانِيَّةٍ، وَعَنْ مُكَاتَبٍ مَاتَ وَتَرَكَ بَقِيَّةً مِنْ كِتَابَتِهِ، وَتَرَكَ وُلْدًا اَحْرَارًا۔ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: اَمَّا اللَّذَانِ تَزَنْدَقَا فَاِنْ تَابَا وَاِلَّا فَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمَا، وَاَمَّا الْمُسْلِمُ الَّذِی زَنٰى بِالنَّصْرَانِيَّةِ

گی۔ (دارقطنی) یہ حدیث حسن صالح ہے۔ اور کتاب الحجج میں بھی اس کی مؤید روایت موجود ہے کہ کعب بن مالک نے یہودی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کا ارادہ چھوڑ دے کیونکہ یہ تجھے محصن نہیں بنائے گی۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۱۲- مخارق فرماتے ہیں کہ محمد بن بکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور اس میں دو مسلمانوں کے بے دین اور مرتد ہونے، مسلمان مرد کا نصرانی عورت سے زنا کرنے اور ایسے مکاتب کے بارے میں پوچھا جو بدلِ کتابت سے کچھ رقم دیے بغیر اور اپنی آزاد اولاد چھوڑ کر مر گیا ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف جواب میں لکھا کہ جن دو مسلمانوں نے بے دینی اختیار کی ہے اگر وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردن اڑا دو۔ اور جس مسلمان نے نصرانی عورت سے زنا کیا ہے تو اس مسلمان پر حد قائم کرو اور اس نصرانی عورت کو اس کے مذہب والوں کے حوالے کرو (تا کہ ان کے قانون کے مطابق اس سے سلوک ہو) اور مکاتب کے آقاؤں کو بقیہ بدلِ کتابت ادا کرو اور پھر جو اس کا مال بچ جائے وہ اس کی آزاد اولاد کو دے دو۔ (محلی ابن حزم)۔ یہ حدیث شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور نصرانی (غیر مسلم) زانی کی سزا رجم نہیں ہے۔ ان تمام احادیث

فَاَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَارْفَعِ النَّصْرَانِيَّةَ اِلٰى اَهْلِ دِيْنِهَا وَاَمَّا الْمُكَاتَبُ فَاَعْطِ مَوَالِيَهِ بَقِيَّةَ كِتَابَتِهِ، وَاَعْطِ وَلَدَهُ الْاَحْرَارَ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهِ"- اخرجه ابن حزم في "المحلى" (١١:١٥٨)- من طريق عبدالرزاق عنه، وقال: "سماك بن حرب ضعيف، يقبل التلقين، وقابوس بن المخارق مجهول" اه-

قلت: سماك من رجال مسلم والاربعة، و علق له البخاري، و من سمع منه قديما مثل شعبة و سفيان، فحديثهم صحيح مستقيم، كما في تهذيب التهذيب عن يعقوب (٤:٣٤٠)- وقابوس بن المخارق ذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال النسائي: "لا باس به"- وهو من رجال مسلم و ابي داود والنسائي، واخرج له ابن خزيمة في "صحيحه"، كذا في "التهذيب" (٧:٣٠٦)، فالحديث صحيح على شرط مسلم-

٣٦١٣- عن عمرو بن دينار حدثه بجالة (بن عبدة و يقال فيه عبد) قال: "كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ، فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ"- رواه البخاري (فتح الباري)-

---

سے معلوم ہوا کہ اسلام، احصان کے لیے شرط ہے کیونکہ صحابہ ؓ حضور ﷺ کے قول لا يحل دم امرء مسلم الا في احدى ثلث، رجل زنى بعد احصان سے حضور ﷺ کی مراد سے زیادہ واقف ہیں۔ اسی لیے حضرت عمرؓ و علیؓ نے فرمایا لا بد في احصان الرجم من الاسلام نیز ابن مسعودؓ کا قول کہ اسلامها احصانها (طبرانی) اس بات کی دلیل ہے کہ احصان کا ایک معنی اسلام ہے۔ نیز مفسرین نے فاذا احصن (بفتح الالف) کی تفسیر فاذا اسلمن سے کی ہے اور طبری نے اس معنی کو کئی تابعیوں کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ تو جب احصان کا ایک معنی اسلام ہے تو احناف کی طرف سے احصان میں اسلام کو شرط قرار دینا بالکل درست ہے۔ باقی رہا حضور ﷺ کا دو یہودیوں کو رجم کرنا تو یہ تورات کے حکم کے سبب تھا (یعنی تورات میں بھی زنا کی حد سنگسار کرنا تھا) اور اسلام کے حکم کے سبب نہ تھا۔ یا یہ تعزیراً تھا بہر حال احناف کی توجیہ پر دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جاتا ہے جبکہ مخالفین کی توجیہ پر احادیث باب مہمل رہ جاتی ہیں اور حدیث کو عمل میں لانا بہتر ہے مہمل چھوڑنے سے۔

۳۶۱۳۔ بجالۃ فرماتے ہیں کہ میں احنف بن قیسؒ کے چچا جزء بن معاویہ کا منشی تھا۔ حضرت عمرؓ کا خط ان کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس آیا کہ مجوسیوں کے ذی رحم میں جدائی کر دو۔ حضرت عمرؓ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا کرتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن

فَصْلٌ فِیْ کَیْفِیَةِ الْحَدِّ وَاِقَامَتِهٖ

بَاب مَنْ یَبْتَدِئُ بِالرَّجْمِ

٣٦١٤- عن یحیی بن سعید عن مجالد عن الشعبی، قال: "کَانَ لِشُرَاحَةَ زَوْجٌ غَائِبٌ بِالشَّامِ، وَهُوَ اَنَّهَا حَمَلَتْ، فَجَاءَ بِهَا مَوْلَاهَا اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، فَقَالَ: اِنَّ هٰذِهٖ زَنَتْ، فَاعْتَرَفَتْ، فَجَلَدَهَا یَوْمَ الْخَمِیْسِ، وَرَجَمَهَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَحُفِرَ لَهَا اِلَی السُّرَّةِ وَاَنَا شَاهِدٌ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الرَّجْمَ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَوْ کَانَ شَهِدَ عَلٰی هٰذِهٖ اَحَدٌ لَکَانَ اَوَّلَ مَنْ یَرْمِی الشَّاهِدُ، یَشْهَدُ ثُمَّ یُتْبِعُ شَهَادَتَهٗ حَجَرَهٗ، وَلٰکِنَّهَا اَقَرَّتْ، فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَرْمِیْهَا، فَرَمَاهَا بِحَجَرٍ، ثُمَّ رَمَی النَّاسُ وَاَنَا فِیْهِمْ، قَالَ: کُنْتُ وَاللّٰهِ فِیْمَنْ قَتَلَهَا"۔ رواہ احمد فی "مسندہ" (زیلعی ۲: ۸۰)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا مجالدا، فان البخاری لم یرو عنه وقد روی عنه الباقون، وهو متکلم فیه، ولکن قال البخاری: صدوق، فاسناده حسن۔

عوفؓ نے گواہی دی کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو آپؓ بھی لینے لگے) (بخاری، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اهل الحرب)

فائدہ: یعنی مجوسی ذی رحم محرم آپس میں شادی کرلیا کرتے تھے۔ مثلاً پھوپھی بھتیجے سے یا خالہ بھانجے سے وغیرہ۔ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے انہیں رجم نہیں کیا۔ بلکہ صرف ان میں جدائی کا حکم فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط ہے تو اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے جو ذمی زانیوں پر رجم کے قائل ہیں۔

فصل حد نافذ کرنے کی کیفیت

باب سنگساری کی ابتداء کون کرے

۳۶۱۴۔ شعبی فرماتے ہیں کہ شراحہ نامی عورت کا خاوند شام گیا ہوا تھا۔ لیکن وہ عورت حاملہ ہوگئی تو اس کا آقا اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور کہا کہ تحقیق اس نے زنا کیا ہے۔ پھر اس عورت نے اعتراف بھی کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جمعرات کے دن کوڑے لگوائے۔ اور جمعہ کے دن اسے سنگسار کیا۔ اس کے لیے ناف تک گڑھا کھودا گیا اور میں بھی موجود تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رجم وہ سنت ہے جسے حضور ﷺ نے خود جاری فرمایا۔ اگر زنا کے بارے میں کوئی گواہی دے تو سب سے پہلے وہی گواہ پتھر مارے گا یعنی اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ وہ گواہی دے تو (فیصلہ ہونے پر) اس کے ساتھ ہی اس کا پتھر بھی آنا چاہیے۔ لیکن اس نے اقرار کیا ہے لہٰذا میں ہی اسے سب سے پہلے پتھر ماروں گا۔ پھر آپؓ نے اسے پتھر مارا پھر لوگوں نے پتھر مارنے شروع کیے۔ اور میں بھی ان (پتھر مارنے

٣٦١٥- حدثنا عبدالله بن ادريس عن يزيد عن عبدالرحمن بن ابى ليلى: "ان عليا ﷺ- كَانَ اِذَاشَهِدَ عِنْدَهُ الشُّهُوْدُ عَلَى الزِّنَا اَمَرَ الشُّهُوْدَ اَنْ يَرْجُمُوْا، ثُمَّ رَجَمَ هُوَ، ثُمَّ رَجَمَ النَّاسُ، وَاِذَا كَانَ بِاِقْرَارٍ، بَدَاَ هُوَ فَرَجَمَ، ثُمَّ رَجَمَ النَّاسُ"- رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"(زيلعى ٢: ٨٠)- قلت: رجاله رجال الجماعة، و يزيد مختلف فيه، والاختلاف لا يضر كما عرفت غير مرة-

٣٦١٦- عن ابى بكرة ﷺ: اَنَّ النبىَّ ﷺ رَجَمَ اِمْرَاَةً، فَحُفِرَ لَهَا ثُمَّ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمِّصَةِ، ثُمَّ قَالَ: اِرْمُوْا وَاتَّقُوالْوَجْهَ، فَلَمَّا طَفِئَتْ اَخْرَجَهَا، فَصَلّٰى عَلَيْهَا-اخرجه ابوداود(٥: ١٤٦ مع بذل المجهود) وسكت عنه، واخرجه فى "النيل"(٧: ٢٢) بلفظ: اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ رَجَمَ اِمْرَاَةً، وَكَانَ هُوَ اَوَّلَ مَنْ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمِّصَةِ" الخ- وعزاه الى ابى داود-

والوں) میں تھا۔شعبی کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں بھی اسے قتل کرنے والوں میں شامل تھا۔(مسند احمد، باب مسند علیؓ) اس کی سند حسن ہے۔

۳۶۱۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی ﷺ کے پاس اگر گواہ زنا کی گواہی دیتے تو آپ پہلے گواہوں کو حکم فرماتے کہ وہ رجم شروع کریں۔پھر وہ خود رجم فرماتے پھر لوگ رجم کرتے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تو پہلے وہ خود سنگباری کرتے پھر لوگ سنگباری کرتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔اور یزید مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

۳۶۱۶۔ ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا تو اس کے لیے گڑھا کھودا گیا۔پھر حضور ﷺ نے چنے کے برابر کنکریوں سے مارا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو مارو لیکن چہرے پر مارنے سے بچو۔پھر جب وہ مرگئی۔تو اسے گڑھے سے نکالا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی (ابوداؤد، باب فى المرأة التى امر النبى ﷺ برجمها من جهينة)۔ابوداؤد نے اس سے سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو رجم کیا اور سب سے پہلے اس پر چنے کے برابر پتھر سے سنگباری کی۔اور پھر نیل میں اسے ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر زنا گواہوں سے ثابت ہو تو سب سے پہلے خود گواہ سنگباری کریں۔پھر حاکم اور پھر دوسرے لوگ اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہو تو سب سے پہلے حاکم خود سنگباری کرے پھر دوسرے لوگ۔نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رجم کرتے وقت حاکم اور گواہوں کا حاضر ہونا ضروری ہے، ان احادیث میں شوافع پر رد ہے جو حاکم کی حاضری کو ضروری نہیں سمجھتے۔البتہ وہ روایت جس میں حضور ﷺ کے حاضر ہونے کو ذکر نہیں کیا گیا اس میں درحقیقت راوی نے اختصار کیا ہے لہٰذا عدم ذکر سے عدم وقوع لازم نہیں آئے گا۔

بَاب اَنَّ الْمَرْجُوْمَ يُغْسَلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ

٣٦١٧- حدثنا ابو معاوية عن ابى حنيفة عن علقمة بن مرثد عن ابن بريدة عن ابيه بريدة رضی اللہ عنہ، قال: "لَمَّا رُجِمَ مَاعِزٌ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! مَانَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ اِصْنَعُوْابِهِ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْغَسْلِ وَالْكَفْنِ وَالْحَنُوْطِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ"- رواه ابن ابى شيبة فى مصنفه فى كتاب الجنائز(زيلعى ٢: ٨١)- و فى اسناده ابوحنيفة، والباقون من رجال الصحيح (دراية ٢٤٤)- قلت : وهو الامام المشهور، فالاسناد صحيح-

٣٦١٨- عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ: "اَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَا، فَقَالَتْ: يَانَبِيَّ اللهِ! اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ"- الحديث بطوله الى ان قال: "فَاَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: تُصَلِّيْ عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ"- رواه الجماعة الا البخارى (زيلعى ٢: ٨١)-

باب رجم کیے جانے والے کو غسل اور کفن دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے

۳۶۱۷۔ بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جب ماعزؓ کو رجم کیا گیا تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اس کے ساتھ اب کیا معاملہ کریں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ غسل دینے، کفنانے، خوشبو لگانے اور اس پر نماز پڑھنے میں وہی معاملہ کرو جو تم اپنے دوسرے مُردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۱۸۔ عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی۔ جبکہ وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ پر حد لازم ہو چکی ہے۔ لہٰذا مجھ پر حد نافذ کیجئے۔ (حدیث کے آخر میں ہے کہ) حضور ﷺ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو اسے سنگسار کر دیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں جبکہ اس نے زنا کیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ توبہ ستر مدینہ والوں میں تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہو جائے گی۔ کیا تم اس سے زیادہ افضل بھی کوئی بات پاتے ہو کہ اس نے اپنی جان اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دی (مسلم، باب حد الزنا؛ ابوداود، باب فی المراۃ التی امر النبی برجمہا من جھینۃ؛ نسائی، باب الصلوۃ علی المرجوم)

۳۶۱۹- حدثنا محمود حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن ابی سلمة عن جابر رضی الله عنه: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ جَاءَ النَّبِیَّ ﷺ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی شَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: اَبِکَ جُنُوْنٌ؟ قَالَ: لَا! قَالَ: اَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاَمَرَ بِهٖ، فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰی، فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ، فَاُدْرِکَ فَرُجِمَ حَتّٰی مَاتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ خَیْرًا وَصَلّٰی عَلَیْهِ۔ ولم یقل یونس وابن جریج عن الزهری: وصلی علیه، سئل ابوعبدالله هل قوله: فصلی علیه یصح ام لا؟ قال: رواه معمر۔ قیل له: هل رواه غیر معمر؟ قال: لا! رواه البخاری۔ و فی "فتح الباری" (۱۱۶:۱۲): وابوعبدالله هو البخاری، و قد اعترض علیه فی جزمه (کتاب المحاربین باب الرجم بالمصلی) بان معمرا روی هذه الزیادة، مع ان المنفرد بها انما هو محمود بن غیلان عن عبدالرزاق و قد خالفه العدد الکثیر من الحفاظ فصرحوا بانه لم یصل علیه لکن ظهر لی ان البخاری قویت عنده روایة محمود بالشواهد، فقد اخرج عبدالرزاق ایضا وهو فی السنن لابی قرة من وجه آخر عن ابی امامة بن سهل بن حنیف فی قصة ماعز قَالَ: فَقِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُصَلِّیْ عَلَیْهِ؟ قَالَ: لَا! قَالَ: فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ: صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ، فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ اھ۔

۳۶۱۹۔ جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پاس آ کر زنا کا اعتراف کیا لیکن حضور ﷺ نے ان کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے بارے میں زنا کا چار مرتبہ اقرار کیا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو محصن ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے اسے عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب اس پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسے پھر پکڑ لیا گیا اور سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا پھر حضور ﷺ نے بھلائی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا (یعنی یہ فرمایا کہ اس کا گناہ بالکل دھل گیا) پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری، باب الرجم بالمصلّٰی)

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سنگسار کیے جانے والے شخص پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ البتہ ماعزؓ پر آپ ﷺ نے قیاس کی وجہ سے اولاً نماز نہیں پڑھی لیکن پھر وحی آ جانے کے بعد آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی ہے۔ جیسا کہ خود بخاری نے محمود بن غیلان کی روایت کو جس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے ترجیح دی ہے اور ماعزؓ کے واقعے میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اضطراب ہے لیکن مثبت احادیث نافی پر بہر حال راجح ہوتی ہیں۔

بَاب صِفَةِ السَّوطِ فِی الْجَلْدِ

۳۶۲۰- عن زید بن اسلم: اَنَّ رَجُلًا اِعْتَرَفَ عَلٰی نَفْسِهٖ بِالزِّنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَوْطٍ، فَاُتِیَ جَدِیْدٌ لَمْ تُقْطَعْ ثَمْرَتُهٗ(اَیْ عُقْدَتُهٗ) فَقَالَ: دُوْنَ هٰذَا فَاُتِیَ بِسَوْطٍ مَکْسُوْرٍ، فَقَالَ فَوْقَ هٰذَا، فَاُتِیَ بِسَوْطٍ قَدْ رُکِبَ بِهٖ وَلَانَ، فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجُلِدَ- الحدیث- رواه الامام مالك فی موطاه(۳۵۰)- ومراسیله حجة-

۳۶۲۱- اخبرنا معمر عن یحیی بن ابی کثیر: "اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا، فَاَقِمْهُ عَلَیَّ، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَوْطٍ، فَاُتِیَ بِسَوْطٍ شَدِیْدٍ لَهٗ ثَمَرَةٌ فَقَالَ: سَوْطٌ دُوْنَ هٰذَا، فَاُتِیَ بِسَوْطٍ مَکْسُوْرٍ لَیِّنٍ، فَقَالَ: سَوْطٌ فَوْقَ هٰذَا، فَاُتِیَ بِسَوْطٍ بَیْنَ سَوْطَیْنِ، فَقَالَ: هٰذَا، فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه"(زیلعی ۳۲۳:۲)- و فی "نیل الاوطار"(۲۷:۷):"حدیث زید بن اسلم هو مرسل، وله شاهد عند عبدالرزاق عن معمر عن یحیی بن ابی کثیر نحوه، وآخر عند ابن وهب من طریق کریب مولی ابن عباس رضی الله عنهما، فهذه المراسیل الثلاثة یشد بعضها بعض-

باب کوڑے مارنے میں کس قسم کا کوڑا استعمال کیا جائے

۳۶۲۰- زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے زمانے میں زنا کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے کوڑا منگوایا تو ایسا نیا کوڑا لایا گیا جس کی گرہیں نہیں کاٹی گئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے نرم لاؤ، پھر ایک کوڑا لایا گیا جو بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس سے سخت لاؤ، پھر ایک کوڑا لایا گیا جسے سواری میں استعمال کیا گیا تھا اور نرم ہو چکا تھا۔ تب حضور ﷺ نے اس کے ساتھ اس شخص کو کوڑے مارنے کا حکم فرمایا۔ (موطا امام مالک، باب ماجاء فیمن اعترف علی نفسه بالزنا) امام مالک کے مراسیل حجت ہیں۔

۳۶۲۱- یحیٰی بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر حد لازم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اسے مجھ پر نافذ کریں۔ حضور ﷺ نے ایک کوڑا منگوایا تو ایک ایسا سخت کوڑا لایا گیا جس کی گرہیں باقی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے نرم کوڑا لاؤ۔ پھر ایسا کوڑا لایا گیا جو بالکل ٹوٹا ہوا نرم تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس سے ذرا سخت کوڑا لاؤ، پھر ان دونوں کوڑوں کی درمیانی حالت کا کوڑا لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ کوڑا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے ساتھ کوڑے مارنے کا حکم فرمایا اور اس شخص کو کوڑے مارے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ نیل میں ہے کہ زید بن اسلم کی حدیث مرسل ہے لیکن عبدالرزاق کے ہاں اس کے دو شاہد ہیں۔ پس یہ تینوں مراسیل ایک دوسری کو مضبوط کرتی ہیں۔

۳۶۲۲- حدثنا عیسی بن یونس عن حنظلة السدوسی، قال: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: "كَانَ يُؤْمَرُ بِالسَّوْطِ فَيُقْطَعُ ثَمْرَتُهُ، ثُمَّ يُدَقُّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ حَتّٰى يَلِيْنَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِهٖ. قُلْنَا لِاَنَسٍ: فِيْ زَمَانِ مَنْ كَانَ هٰذَا؟ قَالَ: فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ"۔ رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۳۲۳:۲)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا حنظلة، وهو مختلف فیه، و مثله حسن الحدیث کما علمت غیر مرة۔

۳۶۲۳- عن یحیی بن عبدالله التیمی عن ابی ماجد الحنفی عن ابن مسعود ﷺ: اَنَّ رَجُلًا جَاءَ بِابْنِ اَخٍ لَهٗ اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنَّهٗ سَكْرَانُ فَقَالَ: تَرْتِرُوْهُ وَمَزْمِزُوْهُ وَاسْتَنْكِهُوْهُ، فَفَعَلُوْهُ، فَرَفَعَهٗ اِلَى السِّجْنِ ثُمَّ عَادَ بِهٖ مِنَ الْغَدِ، وَدَعَا بِسَوْطٍ، ثُمَّ اَمَرَ بِثَمْرَتِهٖ فَدُقَّتْ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، حَتّٰى صَارَتْ دُرَّةً، ثُمَّ قَالَ لِلْجَلَّادِ: اِجْلِدْ وَارْجِعْ وَاَعْطِ كُلَّ عُضْوٍ حَقَّهٗ۔ اخرجه ابن ابی شیبة و عبدالرزاق فی "مصنفیهما" (زیلعی ۳۲۳:۲)۔ قلت: ابو ماجد ضعیف کما فی تهذیب التهذیب (۲۱۶:۲) ولکن یعتضد بالحدیث الضعیف۔

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْهُ فِي الضَّرْبِ مِنَ الْاَعْضَاءِ

۳۶۲۴- حدثنا هشیم ثنا ابن ابی لیلی عن عدی بن ثابت، قال: اخبرنی هنیدة بن

۳۶۲۲۔ حنظلہ سدوسی فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوڑا لانے کا حکم کیا جاتا تو اس کی گرہیں کاٹ دی جاتی تھیں پھر اسے دو پتھروں کے درمیان کوٹا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ نرم ہو جاتا۔ پھر اس کے ساتھ مارا جاتا تھا۔ (راوی کہتے ہیں کہ ہم نے انسؓ سے پوچھا کہ یہ کس کے زمانے میں ہوتا تھا انہوں نے فرمایا عمرؓ کے زمانے میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے حنظلہ کے اور وہ بھی حسن الحدیث ہیں۔

۳۶۲۳۔ ابو ماجد حنفی سے مروی ہے کہ ایک شخص اپنے بھتیجے کو ابن مسعودؓ کے پاس لایا اور کہا کہ یہ نشے میں ہے۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ اسے حرکت دو اور ہلاؤ اور اس کے منہ کی بو سونگھو۔ انہوں نے ایسا کیا پھر ابن مسعودؓ نے اسے جیل بھیج دیا پھر اسے اگلے دن لایا گیا تو ابن مسعودؓ نے کوڑا منگوایا اور اس کی گرہوں کو دو پتھروں کے درمیان ابن مسعودؓ کے حکم سے کوٹا گیا یہاں تک کہ وہ ایک درہ بن گیا (یعنی نرم ہو گیا) پھر ابن مسعودؓ نے جلاد سے کہا کوڑے مار اور واپس ہاتھ لا اور ہر عضو کو اس کا حق دے (مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق)۔

فائدہ: یعنی کوڑے ایک ہی جگہ پر نہیں مارنے چاہئیں بلکہ مختلف جگہوں پر مارنے چاہئیں۔

باب حد لگانے میں کن اعضاء پر مارنے سے بچا جائے

۳۶۲۴۔ عدی بن ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے ہنیدہ بن خالد کندی نے بتایا کہ اس کے پاس ایک نشے والا آدمی یا کوئی حد والا

خالد الكندى اَنَّهُ اُتِىَ بِرَجُلٍ سَكْرَانَ اَوْ فِىْ حَدٍّ، فَقَالَ: اِضْرِبْ وَاَعْطِ كُلَّ عُضْوٍ حَقَّهٗ، وَاتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاكِيْرَ- رواه سعيد بن منصور قاله فى "التنقيح" (زيلعى ٢: ٣٢٤)-

قلت: رجاله ثقات، وبعضهم قد اختلف فيه، وهو غير مضر كما عرفت غير مرة وابن ابى ليلى هذا هو محمد، و فى "التقريب" (٢٢٧): هنيدة مذكور فى الصحابة، و قيل من الثانية، ذكره ابن حبان فى الموضعين، وهو ثقة لا محالة-

باب ان يضرب الرجل قائما والمراة قاعدة فى الحدود

٣٦٢٥- اخبرنا الحسن بن عمارة عن الحكم عن يحيى بن الجزار عن على ﷺ قال: "يُضْرَبُ الرَّجُلُ قَائِمًا، وَالْمَرْاَةُ قَاعِدَةً" - رواه عبدالرزاق فى "مصنفه"، واخرجه البيهقى (زيلعى ٢: ٣٢٥)- قال بعض الناس: "اسناده ضعيف، كما فى "الدراية" (٢٤٥)-لكن كفى به اعتضادا للقياس، وهو ان مبنى اقامة الحد على التشهير، والقيام ابلغ فيه، ولكن لما عارض ذلك امر الستر فى المراة خولف الحكم، وامر القعود، ويؤيد المسالة الحديث الآتى اه"- قلت: ليس اسناده بضعيف، بل هو حسن فى الدرجة الثانية، فان الحسن بن عمارة مختلف فيه و قد وثق-

---

آدمی لایا گیا تو ہنیدہ نے کہا (جلاد سے) مار- اور ہر عضو کو اس کا حق دے اور چہرے اور شرمگاہوں سے بچ- سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے- میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ بعض مختلف فیہ- لہٰذا یہ حدیث صالح للاحتجاج ضرور ہے-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہرے اور شرمگاہ پر نہیں مارنا چاہیے، اسی طرح سر میں بھی نہیں مارنا چاہیے- باقی وہ احادیث جن میں سر پر مارنے کا حکم ہے، وہ تعزیر پر محمول ہیں- نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے اجتنب راسه و مذاکیره (رواہ سعید بن منصور) اس سے معلوم ہوا کہ سر پر اور شرمگاہ پر بھی نہ مارا جائے-

باب مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے

۳۶۲۵- حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ (حد میں) مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر مارا جائے (مصنف ابن عبدالرزاق، بیہقی)- قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ حد کو قائم کرنے کا منشاء شہرت کرنا ہے (تاکہ لوگ عبرت پکڑیں) اور کھڑا کرنے میں تشہیر زیادہ ہے- لیکن عورت میں پردے کی وجہ سے اسے بٹھا کر مارنے کا حکم کیا گیا- اگلی حدیث اس بات کی مؤید ہے- میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف نہیں بلکہ دوسرے درجہ میں حسن ہے-

۳۶۲۶- عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، قال: "اِنَّ الْیَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَذَکَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَیَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا تَجِدُوْنَ فِی التَّوْرَاةِ فِیْ شَاْنِ الرَّجْمِ؟ فَقَالُوْا: نَفْضَحُهُمْ وَیُجْلَدُوْنَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: کَذَبْتُمْ، اِنَّ فِیْهَا الرَّجْمَ۔ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ، فَنَشَرُوْهَا، فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ یَدَهٗ عَلٰی آیَةِ الرَّجْمِ، فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ: اِرْفَعْ یَدَکَ۔ فَرَفَعَ یَدَهٗ فَاِذَا فِیْهَا آیَةُ الرَّجْمِ، قَالُوْا: صَدَقَ یَا مُحَمَّدُ فِیْهَا آیَةُ الرَّجْمِ، فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُجِمَا، فَرَاَیْتُ الرَّجُلَ یَحْنِیْ عَلَی الْمَرْاَةِ یَقِیْهَا الْحِجَارَةَ" اخرجه البخاری واستدل له بعض المالکیة علی ان المجلود یجلد قائما ان کان رجلا، والمراة قاعدة، لقول ابن عمر: "رایت الرجل یقیها الحجارة"۔ فدل علی انه کان قائما و هی قاعدة۔ وتعقب بانه واقعة عین، فلا دلالة فیه علی ان قیام الرجل کان بطریق الحکم علیه بذلك، کذا فی "فتح الباری" (۱۲:۱۴۸ الی ۱۵۳)۔قلت: ان لم یثبت الوجوب به فالطریق قد علمت۔

۳۶۲۶۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کرلیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ توراۃ میں رجم کے بارے میں تم کیا حکم پاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے مارے جاتے ہیں (یہ بات سن کر) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے جھوٹ بولا ہے، اس میں بھی رجم کا حکم موجود ہے، توراۃ لاؤ (میں تمہیں رجم کا حکم دکھاتا ہوں) چنانچہ توراۃ لائی گئی اور لوگوں نے اسے کھولا تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے (جھٹ) رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا، عبداللہ بن سلامؓ نے اس سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی پھر انہوں نے کہا اے محمد ﷺ آپ نے سچ فرمایا اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پس حضور ﷺ نے ان کے بارے میں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا پس ان دونوں کو سنگسار کردیا گیا۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ مرد عورت پر جھکا جارہا تھا اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش میں (بخاری، باب احکام الذمة واحصانهم الخ)۔
اس حدیث سے بعض مالکیوں نے یہ استدلال کیا کہ کوڑے مارے جانے والا اگر مرد ہو تو اسے کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں اور اگر عورت ہو تو اسے بٹھا کر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ابن عمرؓ کا فرمان ہے کہ میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش میں اس پر جھکا ہوا تھا۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کھڑا تھا اور عورت بیٹھی تھی۔ لیکن اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے، اس سے یہ اخذ کرنا کہ مرد کا کھڑا ہونا کسی حکم کی وجہ سے تھا غلط ہے۔ یعنی اس سے یہ اصول نہیں نکلتا کہ مرد کو کھڑا کر کے مارا جائے۔ لیکن مؤلف جواب دیتے ہیں کہ اس واقعے سے اگرچہ قیام کا وجوب ثابت نہیں ہوتا لیکن ایک طریقہ تو معلوم ہو گیا کہ کھڑا کر کے مارا جاسکتا ہے۔

بَابُ جَلْدِ الْعَبْدِ وَاَنَّهُ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ خَمْسِيْنَ فِي الزِّنَا وَلَا فَوْقَ اَرْبَعِيْنَ فِي الْقَذْفِ وَالشُّرْبِ

٣٦٢٧- عن امير المؤمنين علی رضی الله عنه قال: "اَرْسَلَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى اَمَةٍ سَوْدَاءَ زَنَتْ لِاَجْلِدَهَا الْحَدَّ، قَالَ: فَوَجَدْتُّهَا فِي دَمِهَا، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ لِي: اِذَا تَعَالَتْ مِنْ نِفَاسِهَا فَاجْلِدْهَا خَمْسِيْنَ"- رواه عبدالله بن احمد فی المسند(نيل ٧:٢٣)-

٣٦٢٨- عن: علی رضی الله عنه، قال: "يَا اَيُّهَاالنَّاسُ! اَقِيْمُواالْحَدَّ عَلٰى اَرِقَّائِكُمْ، مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ" الحديث رواه مسلم (مشكاة ٢٦٢)-

٣٦٢٩- عن يحيى بن سعيد ان سليمان بن يسار اخبره ان عبدالله بن عياش بن ابی ربيعة المخزومی قال: "اَمَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَلَدْنَا وَلَائِدَ مِنْ وَلَائِدِ الْاِمَارَةِ خَمْسِيْنَ خَمْسِيْنَ فِي الزِّنَا" رواه الامام مالك فی موطاه (٣٥٠)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا عبدالله وهو صحابی، كما فی "تعجيل المنفعة" (٢٣١)-

٣٦٣٠- عن صفية بنت عبيد: "اَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰى وَلِيْدَةٍ مِنْ

باب زنا میں غلام کو پچاس سے زیادہ اور تہمت لگانے اور شراب پینے میں چالیس سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں

۳۶۲۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے سودہ باندی کے پاس بھیجا جس نے زنا کیا تھا تا کہ میں اسے حد میں کوڑے ماروں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے نفاس میں پایا۔ اور حضور ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوجائے تو اسے پچاس کوڑے مارنا۔ اسے عبداللہ بن احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔

۳۶۲۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے لوگو! اپنے غلاموں اور لونڈیوں پر حد قائم کرو خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں۔ (مسلم ومشکوۃ فی کتاب الحدود)۔

۳۶۲۹۔ عبداللہ بن عیاش فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے اور قریش کے دیگر جوانوں کو حد لگانے کا حکم فرمایا تو ہم نے بیت المال کی لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے (موطا امام مالک باب جامع ما جاء فی حد الزنا)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے عبداللہ کے اور وہ بھی صحابی ہیں۔

۳۶۳۰۔ صفیہ بنت عبیدؒ سے مروی ہے کہ بیت المال کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مال خمس کی لونڈی پر زبردستی کر کے

الْخُمُسِ، وَاسْتَكْرَهَهَا، فَجَلَدَهُ عُمَرُ، وَلَمْ يَجْلِدْهَا مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اِسْتَكْرَهَهَا"۔ رواه البخاری (جمع الفوائد ۱:۲۸۷)۔

۳۶۳۱- عن ابی ہریرۃؓ: "قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنَّ عَلَى الْعَبْدِ نِصْفُ حَدِّ الْحُرِّ فِي الْحَدِّ الَّذِيْ يَتَبَعَّضُ، كَزِنَا الْبِكْرِ وَالْقَذْفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ"۔ رواه رزين (جمع الفوائد ۱:۲۸۷)

۳۶۳۲- عن ابن شہاب، سُئِلَ عَنْ حَدِّ الْعَبْدِ فِي الْخَمْرِ، فَقَالَ: "بَلَغَنِيْ أَنَّ عَلَيْهِ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ فِي الْخَمْرِ، وَكَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَابْنُ عُمَرَ يَجْلِدُوْنَ عَبِيْدَهُمْ فِي الْخَمْرِ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ"۔ رواه مالك (جمع الفوائد ۱:۲۹۱)۔

۳۶۳۳- عن ابی الزناد، قال: "جَلَدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَبْدًا فِيْ فِرْيَةٍ ثَمَانِيْنَ، قَالَ أَبُوالزِّنَادِ: فَسَأَلْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: أَدْرَكْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، وَالْخُلَفَاءَ ؓ هَلُمَّ جَرًّا، فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا جَلَدَ عَبْدًا فِيْ فِرْيَةٍ أَكْثَرَ مِنْ

اس سے زنا کیا تو حضرت عمرؓ نے اس غلام کو کوڑے لگوائے اور اس عورت کو کوڑے نہیں لگوائے کیونکہ مرد نے اس سے زبردستی زنا کیا تھا۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت پر زبردستی کر کے اس سے زنا کیا جائے تو عورت پر حد نہیں ہوگی۔

۳۶۳۱۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ وہ حدود جنہیں نصف نصف کیا جا سکتا ہے ان حدود میں غلام پر آزاد کی حد کا نصف ہوگا جیسے کنوارے کے زنا کی حد اور تہمت لگانے اور شراب پینے کی حد۔ (رزین)۔

فائدہ: یعنی غلاموں پر سنگسار کی حد جاری نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اسے نصف نصف نہیں کیا جا سکتا البتہ غلاموں پر صرف کوڑوں کی حد ہوگی۔

۳۶۳۲۔ ابن شہابؓ سے پوچھا گیا کہ اگر غلام شراب پیے تو اس کی کیا حد ہے۔ انہوں نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ غلام پر شراب پینے میں آزاد کی حد کا نصف ہے۔ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے غلاموں کو شراب پینے پر آزاد کی نصف حد لگاتے تھے۔ (موطا امام مالک باب الحد فی الخمر)۔

۳۶۳۳۔ ابو الزناد فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک غلام کو تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف کے اسی کوڑے لگائے ابو الزناد فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ، عثمانؓ اور ان کے بعد کے خلفاء کو پایا اور میں نے دیکھا کہ کسی نے حد قذف میں غلام کو چالیس سے زیادہ کوڑے نہیں مارے (موطا مالک باب الحد فی القذف والنفی والتعریض)

اَرْبَعِيْنَ"-رواه مالك (تيسير الوصول ۱:۱۳۸)-

۳۶۳۴- عن ابراهيم" ان معقل بن مقرن المزنى جاء الى عبدالله (هو ابن مسعود رضی اللہ عنہ) فقال: اِنَّ جَارِيَةً لَهُ زَنَتْ، فَقَالَ: اِجْلِدْهَا خَمْسِيْنَ، قَالَ: لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ، قَالَ: اِسْلَامُهَا اِحْصَانُهَا"- رواه الطبرانى، ورجاله رجال الصحيح، الاان ابراهيم لم يلق ابن مسعود (مجمع الزوائد۶:۲۷۰)- قلت: ومراسيله صحاح، لاسيما عن عبدالله كما مر غير مرة، ورواه الطبرى فى التفسير(۵:۱۵)- موصولا عن ابراهيم عن همام بن الحارث مرة، و عن علقمة اخرى-

۳۶۳۵- عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ رفعه: "اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَجْلِدْهَا ثَلَاثًا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ عَادَتْ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- و فى رواية: "اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَجْلِدْهَا، وَلَا يُعَيِّرْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاِنْ عَادَتْ فِى الرَّابِعَةِ فَلْيَجْلِدْهَا، وَلْيَبِعْهَا بِضَفِيْرٍ اَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- و فى اخرى: "اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- للستة كذا فى

۳۶۳۴- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ معقل بن مقرن مزنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میری باندی نے زنا کیا، آپ نے فرمایا اسے پچاس کوڑے مار۔ اس نے کہا اس کا خاوند تو نہیں ہے (یعنی شادی شدہ نہیں ہے) اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مسلمان ہونا ہی اس کا احصان ہے۔ (طبرانی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ البتہ ابراہیم نے ابن مسعودؓ کو نہیں پایا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے مراسیل صحیح ہیں۔ خاص کر ابن مسعود سے۔ نیز طبری نے اسے اپنی تفسیر میں موصولا بھی روایت کیا ہے۔

۳۶۳۵- حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے۔ تو اسے چاہیے کہ اسے کتاب اللہ کے حکم کے مطابق کوڑے لگائے۔ تین دفعہ زنا کرنے تک یہی حکم ہے اور اگر وہ چوتھی مرتبہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگر چہ بالوں کی رسی کے عوض ہی بیچے اور ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو اس کو کوڑے مارے اور اس پر عیب نہ لگائے۔ تین مرتبہ زنا کرنے تک اس پر یہی حد لگانے کا حکم ہے۔ پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ بھی زنا کا اعادہ کرے تو مالک اسے کوڑے مارے اور اسے ایک رسی یا بالوں کی رسی کے عوض بیچ دے، ایک اور روایت میں ہے کہ جب باندی زنا کرے، اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو مالک کو چاہیے کہ اس پر حد کو جاری کرے۔ لیکن لعنت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو چاہیے کہ اسے پھر کوڑے مارے اور اسے ملامت نہ کرے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگر چہ بالوں کی ایک رسی کے عوض ہی بیچے (بخاری، باب اذا زنت الامۃ وباب لا یثرب علی الامۃ اذا زنت: ابوداود، باب فی الامۃ تزنی ولم تحصن)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ تک تو حد لگائے لیکن چوتھی مرتبہ زنا کرنے پر اسے بیچ دے۔ نیز اس میں "فلیجلدھا" تسبیب پر محمول ہے یعنی آقا خود حد نہ لگائے بلکہ باندی کے زنا کرنے کی صورت میں اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے

"جمع الفوائد" (١:٢٧٨)۔

٣٦٣٦- و فی روایة عن ابی هریرة و زید بن خالد: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ اِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ: اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا"۔الحدیث۔ رواه البخاری (فتح الباری ١٢: ١٤٤)، وفی "المغنی" (١١: ١٤٤)۔ متفق علیه۔

بَابُ الْحَفْرِ لِلْمَرْجُوْمِ

٣٦٣٧-عن اللجلاج: "اَنَّهٗ کَانَ قَاعِدًا یَعْتَمِلُ فِی السُّوْقِ، فَمَرَّتْ اِمْرَاَةٌ تَحْمِلُ صَبِیًّا، فَثَارَ النَّاسُ مَعَهَا، وَثُرْتُ فِیْمَنْ ثَارَ، وَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ یَقُوْلُ: مَنْ اَبُوْ هٰذَا مَعَكِ؟ فَسَکَتَتْ، فَقَالَ شَابٌّ حَذْوَهَا: اَنَا اَبُوْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاَقْبَلَ عَلَیْهَا، فَقَالَ: مَنْ اَبُوْ هٰذَا مَعَكِ؟ فَقَالَ

جائے۔تا کہ اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حاکم اسی سے ہی کوڑے لگوائے۔یا یہ آقا کا کوڑے مارنا تعزیر پر محمول ہے جس میں حاکم کی شرط نہیں۔مزید تفصیل آئندہ ابواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۶۳۶۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لونڈی کے بارے میں پوچھا گیا جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرلے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر وہ زنا کرے تو پھر اسے کوڑے مارو۔الحدیث (بخاری، باب اذا زنت الامۃ؛ مسلم)

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ زنا کرنے کی صورت میں ان پر حد لگائی جائے گی۔کیونکہ ﴿فاذا اُحصِنَّ﴾ (بضم الالف) کا معنی شادی کرنا ہے لیکن ایک اور قرأت مشہورہ میں ﴿فاذا اَحصَنَّ﴾ (بفتح الالف) پڑھا گیا ہے اور یہ قرآءۃ ابن مسعودؓ شعبی بن ابراہیم سے مروی ہے ان بزرگوں نے فرمایا کہ اس کا معنی اسلام لانا ہے۔حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ باندی کو زوج بھی محصن بناتا ہے اور اسلام بھی۔نیز آخری حدیث میں جو بخاری میں مروی ہے اس میں حضور ﷺ سے اس بات کی وضاحت کی گئی کہ وہ لونڈی شادی شدہ نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی اسے کوڑے لگاؤ۔نیز ابن مسعودؓ سے بھی عرض کیا گیا کہ وہ شادی شدہ نہیں پھر بھی آپؓ نے فرمایا اس کا مسلمان ہونا ہی اس کا محصن ہونا ہے۔

باب سنگسار کیے جانے والے کے لیے گڑھا کھودنا

۳۶۳۷۔ لجلاج سے مروی ہے کہ وہ بازار میں بیٹھے کام کر رہے تھے تو ایک عورت گزری، اس نے بچہ اٹھایا ہوا تھا، لوگ اسے دیکھ کر اس کے ساتھ اٹھ گئے، میں بھی اٹھنے والوں کے ساتھ اٹھ گیا، میں حضور ﷺ کے پاس جا پہنچا تو آپ ﷺ اس عورت سے فرما رہے

الْفَتَى: أَنَا أَبُوْهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى بَعْضِ مَنْ حَوْلَهُ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ، فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا إِلَّا خَيْرًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: أَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَأَمَرَ بِهِ، فَرُجِمَ، قَالَ فَخَرَجْنَا بِهِ فَحَفَرْنَا لَهُ حَتّٰى أَمْكَنَّا، ثُمَّ رَمَيْنَاهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى هَدَأَ "-الحديث- رواه ابوداود(۲:۲٦۱)، وسكت عنه-

۳٦۳۸- عن بريدة ﷺ: "ان ماعز بن مالك الاسلمى اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَزَنَيْتُ، وَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ تُطَهِّرَنِيْ، فَرَدَّهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَاهُ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ قَدْ زَنَيْتُ، فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ، فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى قَوْمِهِ، فَقَالَ: أَتَعْلَمُوْنَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا تُنْكِرُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا؟ فَقَالُوْا: مَا نَعْلَمُهُ إِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ، مِنْ صَالِحِيْنَا فِيْمَا نُرَى، فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ أَيْضًا، فَسَأَلَ عَنْهُ: فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ، وَلَا بِعَقْلِهِ، فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةَ حُفِرَ لَهُ حُفْرَةٌ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ- قَالَ: فَجَاءَتِ الْغَامِدِيَّةُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِيْ، وَإِنَّهُ رَدَّهَا، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ تَرُدُّنِيْ لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِيْ كَمَا

تھے کہ یہ بچہ جو تیرے ساتھ ہے اس کا باپ کون ہے، وہ چپ رہی، ایک جوان جو اس کے برابر تھا کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا باپ ہوں حضور ﷺ پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ جو تیرے ساتھ بچہ ہے اس کا باپ کون ہے، اس جوان نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا باپ ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے اس جوان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا ہم اس کے بارے میں اچھا ہی خیال کرتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس جوان سے فرمایا کیا تو محصن ہے، اس نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر اسے سنگسار کردیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس جوان کو لے کر نکلے اور اس کے لیے ہم نے گڑھا کھودا یہاں تک کہ اس کو گڑھے میں کھڑا کردیا پھر اسے پتھر مارے یہاں تک کہ وہ مرگیا (ابوداؤد، باب فی الرجم)

۳٦۳۸۔ بریدہؓ سے مروی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی ؓ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں زنا کر بیٹھا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے پاک کریں۔ آپ ﷺ نے اسے دوسری مرتبہ بھی لوٹا دیا پھر اگلے دن وہ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے اسے لوٹا دیا پھر حضور ﷺ نے اس کی قوم کے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور دریافت کرایا کہ کیا تم اس کے عقل میں کوئی فتور جانتے ہو یا اس میں کوئی برائی پاتے ہو تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ کامل عقل والا اور ہمارے نیک لوگوں میں سے ہے پھر وہ (ماعز ؓ) آپ ﷺ کے پاس تیسری مرتبہ آئے تو حضور ﷺ نے قوم کی طرف پھر دوبارہ آدمی بھیجا اور ان سے ماعزؓ کے بارے میں دریافت کرایا تو انہوں نے آپ کو خبر دی کہ نہ اس میں کوئی بیماری ہے

رَدَدْتَ مَاعِزًا، فَوَاللهِ اِنِّی لَحُبْلٰی، قَالَ: اِمَّا لَا فَاذْهَبِیْ حَتّٰی تَلِدِیْ، قَالَ: فَلَمَّا وَلَدَتْ اَتَتْهُ بِالصَّبِیِّ فِیْ خِرْقَةٍ، قَالَتْ: هٰذَا قَدْ وَلَدْتُهٗ، قَالَ اِذْهَبِیْ فَاَرْضِعِیْهِ حَتّٰی تَفْطِمِیْهِ، فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِیِّ فِیْ یَدِهٖ کِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ: هٰذَا یَا نَبِیَّ اللهِ قَدْ فَطَمْتُهٗ، وَقَدْ اَکَلَ الطَّعَامَ، فَدَفَعَ الصَّبِیَّ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا، فَحُفِرَ لَهَا اِلٰی صَدْرِهَا، وَاَمَرَ النَّاسَ، فَرَجَمُوْهَا"۔ الحدیث۔ رواہ مسلم (۶۸:۲)۔ و فی هذه الروایة لاحمد: فَاَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ، فَحُفِرَ لَهٗ حُفْرَةٌ، فَجُعِلَ فِیْهَا اِلٰی صَدْرِهٖ۔ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ بِرَجْمِهٖ"۔ کما فی "نیل الاوطار" (۲۳:۷)۔

اور نہ اس کی عقل میں کوئی فتور ہے پھر جب چوتھی مرتبہ ماعز رضی اللہ عنہ نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اس کے لیے گڑھا کھودوایا آپ ﷺ کے حکم پر ماعز رضی اللہ عنہ کو سنگسار کیا گیا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد قبیلہ غامد کی عورت آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کیجئے لیکن حضور ﷺ نے اسے لوٹا دیا پھر دوسرے دن اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کیوں لوٹاتے ہیں۔ شاید آپ ﷺ مجھے ایسے ہی لوٹانا چاہتے ہیں جیسے آپ ﷺ نے ماعز کو لوٹایا تھا، قسم بخدا میں تو حاملہ ہوں (یعنی میرے زنا میں کوئی شک نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اگر تو نہیں لوٹتی تو جا بچہ جننے کے بعد آنا، راوی کہتے ہیں کہ جب اس نے بچہ جنا تو وہ بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آئی اور عرض کیا یہ ہے وہ بچہ جسے میں نے جنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور اسے دودھ پلا پھر جب تو اس کا دودھ چھڑائے تب آنا۔ پھر جب اس نے بچے کا دودھ چھڑایا تو بچے کو لے کر آئی اور اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بچہ پرورش کے لیے ایک مسلمان کو دے دیا پھر آپ ﷺ کے حکم پر اس کے سینہ کے برابر ایک گڑھا کھودا گیا پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو لوگوں نے اس عورت کو سنگسار کر دیا۔ (مسلم، باب حد الزنا)

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کو سنگسار کرتے وقت ان کے لیے گڑھا کھودنا چاہیے اور اس گڑھے میں سنگسار کیے جانے والے کو کھڑا کر کے سنگسار کیا جائے۔ اور جن روایات میں یہ ہے کہ ہم نے ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے گڑھا نہیں کھودا تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ نے اپنی رائے سے اس کے لیے گڑھا نہیں کھودا تھا۔ لیکن پھر آخر میں حضور ﷺ کے کہنے پر گڑھا کھودا، یا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ شروع میں گڑھا نہیں کھودا گیا لیکن جب ماعز رضی اللہ عنہ بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے انہیں پکڑا اور ان کے لیے گڑھا کھودا تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ نیز مثبت نافی پر مقدم ہے۔ البتہ عورت کے لیے گڑھا کھودنے میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت میں سینے تک اور دوسری روایت میں ناف تک گڑھا کھودنے کا ذکر ہے۔ پہلی روایت افضلیت پر اور دوسری روایت جواز پر محمول ہے۔

بَاب اَنَّ الْحُدُوْدَ اِلَی السُّلْطَانِ

٣٦٣٩- عن مسلم بن يسار، قال: كان ابو عبدالله رجل من الصحابة، يقول: اَلزَّكَاةُ وَالْحُدُوْدُ وَالْفَيْئُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی السُّلْطَانِ۔ رواه الطحاوی (فتح الباری ١٢: ١٤٤)۔ قلت اسناده صحيح او حسن على قاعدة الفتح۔

٣٦٤٠- عن على بن عبدالعزيز نا الحجاج بن المنهال نا حماد بن سلمة عن يحيى البكاء عن مسلم بن يسار، عن ابى عبدالله رجل من اصحاب النبى ﷺ، قَالَ: "كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَأْمُرُنَا اَنْ نَّاخُذَ عَنْهُ، قَالَ: هُوَ عَالِمٌ فَخُذُوْا عَنْهُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اَلزَّكَاةُ، وَالْحُدُوْدُ، وَالْفَيْئُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَی السُّلْطَانِ"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلى" (١١: ١٦٥)۔ ولم يعله بشىء، ولو كان له علة لصاح بها۔

٣٦٤١- عن الحسن البصرى انه (قال): "ضُمِّنَ هٰؤُلَاءِ اَرْبَعًا، اَلْجُمُعَةَ، وَالصَّدَقَةَ وَالْحُدُوْدَ، وَالْحُكْمَ"۔ اخرجه ابن حزم ايضا (١١: ١٦٥) ولم يعله بشىء۔

٣٦٤٢- عن ابن محيريز انه قال: "اَلْحُدُوْدُ: وَالْفَيْئُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى

باب حدود قائم کرنے کا اختیار بادشاہ کو ہے

۳۶۳۹۔ ابوعبداللہ صحابیؓ فرمایا کرتے تھے کہ زکوٰۃ، حدود، مال فیٔ اور جمعہ کا اختیار بادشاہ کو ہے (طحاوی) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند فتح کے قاعدہ پر صحیح یا حسن ہے۔

۳۶۴۰۔ ابوعبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اس سے دین لے لیں۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ واقعی وہ بڑے عالم ہیں۔ ان سے دین حاصل کرو۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زکوٰۃ، حدود، فیٔ اور جمعہ کا اختیار بادشاہ کو ہے۔ (محلی ابن حزم) یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ابن حزم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ اگر اس کی سند میں کوئی عیب پاتے تو ضرور چیخ اٹھتے۔

فائدہ: یعنی زکوٰۃ لینے اور تقسیم کرنے، حدود نافذ کرنے اور جنگ سے قبل صلح میں حاصل ہونے والے مال کو لینے اور تقسیم کرنے اور جمعہ قائم کرنے کا اختیار صرف بادشاہ کو ہے۔

۳۶۴۱۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کو چار چیزوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے جمعہ، زکوٰۃ، حدود اور قضاء کا (محلی ابن حزم)۔ یہ بھی صحیح ہے۔

۳۶۴۲۔ ابن محیریز فرماتے ہیں کہ حدود قائم کرنے، فیٔ اور زکوٰۃ حاصل کرنے اور جمعہ قائم کرنے کا اختیار بادشاہ کو

السُّلْطَانِ" اخرجه ابن حزم ایضا(۱۱:۱۶۵)۔ ولم یعله بشیء۔

۳۶۴۳- عن عبیدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما، قال: "اِنَّ جَارِيَةً لِحَفْصَةَ سَحَرَتْهَا، وَاعْتَرَفَتْ بِذٰلِكَ، فَأَخْبَرَتْ بِهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَتَلَهَا، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: مَا تُنْكِرُ عَلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ اِمْرَأَةٌ سَحَرَتْ فَاعْتَرَفَتْ، فَسَكَتَ عُثْمَانُ"۔ رواه عبدالرزاق كما فی "المحلی(۱۱:۱۶۴)۔ وسنده صحیح، وزاد الطبرانی: "فَكَأَنَّ عُثْمَانَ أَنْكَرَ عَلَيْهَا مَافَعَلَتْ دُوْنَ السُّلْطَانِ"۔ كذا فی "مجمع الزوائد"۔ (۶۶:۴)۔

۳۶۴۴- قال: نا حماد بن سلمة نا ابو عمران -هوالجونی-: "اَنَّ سَاحِرًا كَانَ عِنْدَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ، فَجَعَلَ يَدْخُلُ فِيْ بَقَرَةٍ، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَرَآهُ جُنْدُبٌ، فَذَهَبَ اِلٰى بَيْتِهِ، فَالْتَفَعَ عَلٰى سَيْفِهِ، فَلَمَّا دَخَلَ السَّاحِرُ جَوْفَ الْبَقَرَةِ ضَرَبَهُمَا۔ وَقَالَ: أَتَأْتُوْنَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔

ہے (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حدود قائم کرنے کا اختیار صرف بادشاہ کو ہے۔ لہٰذا مولیٰ اپنے غلاموں یا باندیوں پر حدود قائم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۳۶۴۳۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ کی باندی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کر دیا پھر اس باندی نے جادو کا اقرار کیا تو حضرت حفصہؓ نے اس کی اطلاع عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کو کی تو عبدالرحمٰن نے اس باندی کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے پر حضرت حفصہؓ پر اعتراض کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپؓ ام المومنین پر کس چیز کا اعتراض کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عورت ہے اس نے جادو کیا ہے اور پھر اعتراف کیا ہے، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ (مصنف عبدالرزاق، محلی ابن حزم)۔ اس کی سند صحیح ہے اور طبرانی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے "گویا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر حد قائم کرنے پر اعتراض کیا"۔ (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم تھا کہ جادوگر کی سزا تلوار ہی ہے۔ اس کے باوجود آپؓ کا اعتراض کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مولیٰ بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنے غلام یا باندی پر حد قائم نہیں کر سکتا نیز جادوگر کافر اور مستحل الدم ہوتا ہے اس کے باوجود بادشاہ کے بغیر اس کا پر حد قائم نہیں کی جا سکتی۔ اور زانی، شرابی اور چور تو مسلمان اور محرم الدم ہوتے ہیں تو ان پر بغیر بادشاہ کی اجازت کے حد کیسے قائم کی جا سکتی ہے۔

۳۶۴۴۔ ابو عمران جونی فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر تھا جو گائے کے اندر داخل ہوتا اور اس سے نکلتا تھا۔ ایک دن اسے جندب نے دیکھ لیا تو وہ اپنے گھر گیا اور تلوار چھپا کر آیا پھر جب جادوگر گائے کے پیٹ میں داخل ہوا تو اس نے ان دونوں کو مار دیا پھر جندب نے کہا کیا تم جادو کی باتیں سننے آتے ہو حالانکہ تم جانتے بھی ہو، تو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گئے، لوگوں نے کہا یہ

فَانْدَفَعَ النَّاسُ، وَتَفَرَّقُوْا، وَقَالُوْا: حَرُوْرِیٌّ فَسَجَنَهُ الْوَلِیْدُ، وَكَتَبَ بِهٖ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ- فَكَانَ یُفْتَحُ لَهٗ بِاللَّیْلِ- فَیَذْهَبُ اِلٰی اَهْلِهٖ فَاِذَا اَصْبَحَ رَجَعَ اِلَی السِّجْنِ"- اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۳۹۶)- واعله بالارسال- و رواه البخاری فی "التاریخ" من طریق خالد الحذاء عن ابی عثمان هو النهدی، والبیهقی فی "الدلائل" من طریق ابن وهب عن ابن لهیعة عن ابی الاسود- و روی ابن السکن من طریق یحیی بن کثیر صاحب البصری: حدثنی ابی حدثنا الجریری عن عبدالله بن بریدة عن ابیه- فذکر الحدیث بطوله: "وَاَنَّ اَمْرَهٗ رُفِعَ اِلٰی عُثْمَانَ فَقَالَ: اَشْهَرْتَ سَیْفًا فِی الْاِسْلَامِ، لَوْلَا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْكَ لَضَرَبْتُكَ بِاَجْوَدِ سَیْفٍ بِالْمَدِیْنَةِ- وَاَمَرَ بِهٖ اِلٰی جَبَلِ الدُّخَانِ" كذا فی "الاصابة" (۱:۲۶۲)- وهذا سند موصول- والمرسل اذا تعددت مخارجه او جاء من وجه آخر موصول ولو ضعیفا كان حجة عند الكل- كما مر فی المقدمة- والحدیث اخرجه الحاکم فی "المستدرک" (۴:۳۶۱)- من روایة الاشعث عن الحسن: "اَنَّ اَمِیْرًا مِنْ اُمَرَاءِ الْكُوْفَةِ دَعَا سَاحِرًا یَلْعَبُ بَیْنَ یَدَیِ النَّاسِ- فَبَلَغَ جُنْدُبًا- فَاَقْبَلَ بِسَیْفِهٖ وَضَرَبَهٗ بِهٖ- فَاَخَذَهُ الْاَمِیْرُ فَحَبَسَهٗ- فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَلْمَانَ- فَقَالَ: بِئْسَمَا صَنَعَا لَمْ یَكُنْ یَنْبَغِیْ لِهٰذَا وَهُوَ اِمَامٌ یُؤْتَمُّ بِهٖ یَدْعُوْ سَاحِرًا یَلْعَبُ بَیْنَ یَدَیْهِ- وَلَا یَنْبَغِیْ لِهٰذَا اَنْ یُعَاتِبَ اَمِیْرَهٗ بِالسَّیْفِ" اھ- ملخصا- سکت عنه الحاکم والذهبی کلاهما-

جندب حروری خارجی ہے (خوارج ایک گمراہ فرقہ ہے، جو حضرت علیؓ پر لعن طعن کرتے ہیں، نعوذ باللہ) تب ولید نے اسے قید کر دیا اور اس کے بارے میں عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ پھر اسے رات کو چھوڑ دیا جاتا اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس چلا جاتا اور صبح کے وقت وہ جیل خانہ میں آ جاتا (محلی ابن حزم)۔ اس حدیث میں محض ارسال ہے اور بخاری نے تاریخ میں بیہقی نے دلائل میں اور ابن السکن نے روایت کیا ہے کہ بریدة رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جندب کا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا تو نے اسلام میں تلوار کو شہرت دی ہے۔ اگر میں نے تیرے بارے میں حضور ﷺ سے سنا نہ ہوتا تو مدینے میں تجھے سب سے عمدہ تلوار سے قتل کر دیتا اور اسے جبل دخان کی طرف بھیج دیا گیا (اصابہ)۔ اور اس کی سند موصول ہے (لہٰذا ارسال والا اعتراض مرتفع ہو گیا)۔ حسن سے مروی ہے کہ کوفہ کا ایک گورنر جادوگر کو بلاتا جو لوگوں کے سامنے کرتب دکھاتا جب یہ بات جندب کو پہنچی تو وہ تلوار لے کر آیا اور اسے مار دیا پھر گورنر نے اسے (جندب کو) پکڑ کر قید کر لیا جب یہ بات سلمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا دونوں نے برا کیا۔ گورنر کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ جادوگر کو بلوائے جو اس کے سامنے کرتب دکھائے کیونکہ اس کی حیثیت تو امام کی ہے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور جندب کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ اپنے امیر کو تلوار کے ساتھ سزا دیتا۔ (مستدرک حاکم) حاکم اور ذہبی دونوں نے اس سے سکوت کیا ہے۔

فائدہ: حضرت عثمانؓ، حضرت سلمانؓ اور ولید کا انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر حد قائم نہیں کی جا سکتی۔

٣٦٤٥- عبدالرزاق عن عبيدالله بن عمر عن نافع، قال: "اَبِقَ غُلَامٌ لِابْنِ عُمَرَ فَمَرَّ عَلَى غِلْمَةٍ لِعَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَسَرَقَ مِنْهُمْ جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ، وَرَكِبَ حِمَارًا لَهُمْ فَأُتِيَ بِهِ ابْنُ عُمَرَ فَبَعَثَ بِهِ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، وَهُوَ اَمِيْرٌ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: لَا يُقْطَعُ غُلَامٌ اٰبِقٌ، فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ عَائِشَةُ اِنَّمَا غِلْمَتِيْ غِلْمَتُكَ، وَاِنَّمَا جَاعَ وَرَكِبَ الْحِمَارَ لِيَبْلُغَ عَلَيْهِ، فَلَا تَقْطَعْهُ قَالَ: فَقَطَعَهُ اِبْنُ عُمَرَ. اخرجه ابن حزم فی المحلی (١١:١٦٤) وسنده صحيح۔

٣٦٤٦- وعنه عن رجل عن سلام بن مسكين اخبرنی عن حبيب بن ابی فضالة ان صالح بن كريز حدثه: "اَنَّهُ جَاءَ بِجَارِيَةٍ لَهُ اِلَى الْحَكَمِ بْنِ اَيُّوْبَ، قَالَ: فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ اِذَا جَاءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَجَلَسَ، فَقَالَ: يَا صَالِحُ! مَا هٰذِهِ الْجَارِيَةُ مَعَكَ؟ قُلْتُ: جَارِيَتُنَا بَغَتْ فَاَرَدْتُ اَنْ اَرْفَعَهَا اِلَى الْاِمَامِ، لِيُقِيْمَ عَلَيْهَا الْحَدَّ، قَالَ: لَا تَفْعَلْ، رُدَّ جَارِيَتَكَ، وَاتَّقِ اللّٰهَ، وَاسْتُرْ عَلَيْهَا۔ قُلْتُ: مَا اَنَا بِفَاعِلٍ حَتّٰى اَرْفَعَهَا، قَالَ لَهُ اَنَسٌ: لَا تَفْعَلْ، وَاَطِعْنِيْ، قَالَ صَالِحٌ: فَلَمْ يَزَلْ

۳۶۴۵۔ نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا غلام بھاگ گیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلاموں کے پاس سے گزرا پس ان سے ایک تھیلہ چرایا جس میں کھجور تھی اور ان غلاموں کے گدھے پر سوار ہو کر ابن عمرؓ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو سعید بن العاص کے پاس بھیجا جو مدینہ کے گورنر تھے تو سعیدؓ نے فرمایا کہ بھگوڑے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے غلام آپ ہی کے غلام ہیں وہ بھوکا تھا (اس لیے اس نے چوری کی) پھر وہ آپؓ کے پاس پہنچنے کے لیے وہ گدھے پر سوار ہوا اس لیے اس کا ہاتھ نہ کاٹئے۔ نافع فرماتے ہیں لیکن ابن عمرؓ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا (محلی ابن حزم) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اگر مولیٰ کو بھی حد قائم کرنے کا اختیار ہوتا تو ابن عمرؓ غلام کو سعید گورنر کے پاس نہ بھیجتے ابن عمرؓ کا غلام کو سعیدؓ کے پاس بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ حد قائم کرنے کا اختیار صرف حاکموں کو ہے۔ لیکن چونکہ سعیدؓ کا حد قائم نہ کرنا غیر شرعی تھا اس لیے ابن عمرؓ نے سنت کو زندہ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹا۔ یعنی اس وجہ سے نہیں کاٹا کہ ان کو اختیار تھا، نیز حضرت عائشہؓ کا سفارش کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عمرؓ نے تعزیراً اس کا ہاتھ کاٹا تھا۔ کیونکہ حدود میں سفارش کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ نے اس کا ہاتھ تعزیر میں کاٹا تھا۔

۳۶۴۶۔ صالح بن کریز فرماتے ہیں کہ میں اپنی باندی کو حکم بن ایوب کے پاس لے گیا اور میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بیٹھے پھر فرمایا اے صالح! یہ تیرے ساتھ باندی کیسی ہے۔ میں نے کہا ہماری باندی نے زنا کیا ہے۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے جاؤں تاکہ وہ اس پر حد قائم کرے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کر یعنی باندی کو واپس

يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى قُلْتُ لَهٗ اَرُدُّهَا عَلٰى اَنَّ مَا كَانَ عَلَيَّ مِنْ ذَنْبٍ فَاَنْتَ لَهٗ ضَامِنٌ۔ فَقَالَ اَنَسٌ نَعَمْ! قَالَ: فَرَدَدْتُّهَا"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی"(١٦٥:١١)۔ واعله بانه عمن لم يسم۔ قلت: لا ضير، فان المجهول فی القرون الثلاثة مقبول عندنا۔ لا سيما و قد قال عبدالرزاق "وبه ناخذ"۔ كما فی "المحلی" ايضا۔ والمحدث لا ياخذ بما لا يصلح للاحتجاج به۔

٣٦٤٧- عن معمر عن الزهری عن سالم بن عبدالله بن عمر عن ابيه۔ قال: "فِي الْاَمَةِ اِذَا كَانَتْ لَيْسَتْ بِذَاتِ زَوْجٍ، فَظَهَرَ مِنْهَا فَاحِشَةٌ جُلِدَتْ نِصْفَ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ، يَجْلِدُهَا سَيِّدُهَا۔ فَاِنْ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَزْوَاجِ رُفِعَ اَمْرُهَا اِلَى الْاِمَامِ"۔ اخرجه عبدالرزاق كما فی "المحلی"(١٢٥:١١)۔ وسنده صحيح۔

٣٦٤٨- وعن عبدالله بن مسعود وغيره قالوا: "اِنَّ الرَّجُلَ يَجْلِدُ مَمْلُوْكَتَهُ الْحُدُوْدَ فِيْ بَيْتِهِ"۔ اخرجه ابن حزم ايضا ولم يعله بشیء۔

لے جا۔ اللہ سے ڈر اور اس پر پردہ دے۔ میں نے کہا میں اس کا معاملہ ضرور حاکم کے پاس لے جاؤں گا۔ انسؓ نے فرمایا ایسا نہ کر اور میری بات مان۔ صالح فرماتے ہیں کہ انسؓ برابر مجھے کہتے رہے یہاں تک کہ میں نے ان سے کہا کہ میں اس شرط پر اسے واپس لے جاتا ہوں کہ اگر مجھ پر کوئی گناہ ہوا تو آپ اس کے ذمہ دار ہونگے۔ انسؓ نے فرمایا ہاں۔ صالح فرماتے ہیں کہ پھر میں اسے واپس لے گیا (محلی ابن حزم)۔ قرون ثلاثہ میں جہالت مضر نہیں بلکہ قرون ثلاثہ کا مجہول ہمارے ہاں مقبول ہے۔ خصوصاً جبکہ عبدالرزاق محدث فرماتے ہیں "ہم بھی اسے لیتے ہیں"، محلی ابن حزم میں ایسے ہی ہے۔ اور پھر یقیناً محدث صالح للاحتجاج حدیث ہی لیتا ہے۔

فائدہ: حضرت انس ﷛ کا سفارش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مولیٰ کو حد جاری کرنے کا اختیار نہیں۔ البتہ وہ تعزیراً یا تادیباً اسے مار سکتا ہے۔

۳۶۴۷۔ ابن عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ اگر غیر شادی شدہ باندی سے زنا ظاہر ہو تو انہیں اس مقدار سے آدھے کوڑے مارے جائیں جو آزاد عورتوں کو مارے جاتے ہیں اور اس کا آقا اسے کوڑے مارے اور اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کا معاملہ حاکم کے پاس پیش کیا جائے۔ (یعنی حاکم اس پر حد قائم کرے) (مصنف عبدالرزاق ومحلی ابن حزم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ باندی پر حد قائم کرنے کا اختیار ابن عمر ﷛ کے ہاں بھی مولیٰ کو حاصل نہیں۔

۳۶۴۸۔ عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ مولیٰ اپنی مملوکہ پر اپنے گھر میں حد قائم کرے (محلی ابن حزم) (یہ حدیث صحیح ہے) کیونکہ ابن حزم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

فائدہ: اس سے مراد حد حقیقی نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکہ حد سرِ عام قائم کی جاتی ہے نہ کہ گھروں میں لہٰذا فی بیتہ کہنے سے معلوم

بَاب لَا يُجمَعُ فِى الثَّيِّبِ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ

۳٦٤٩- عن موسى بن معاوية نا وكيع عن يحيى بن ابى كثير السقا عن الزهرى "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہ رَجَمَا وَلَمْ يَجْلِدَا"- اخرجه ابن حزم فى المحلى (۱۱:۲۳۳)- بسنده ولم يعله بشىء- ورجاله كلهم ثقات الا انه مرسل-

۳٦٥٠- وبه الى وكيع، نا العمرى (هو عبدالله بن عمر) عن نافع عن ابن عمررضى الله عنهما، قال: "إِنَّ عُمَرَ رَجَمَ وَلَمْ يَجْلِدْ"- اخرجه ابن حزم ايضا (۱۱:۲۳۳)- وسنده حسن-

۳٦٥۱- وبه الى وكيع ، نا الثورى عن مغيرة عن ابراهيم النخعى، قال: "يُرْجَمُ وَلَا يُجْلَدُ"- اخرجه ابن حزم (۱۱:۲۳۳) ايضا وسنده صحيح-

۳٦٥۲- وعن عبدالرزاق عن معمر عن الزهرى: "أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ الْجَلْدَ مَعَ الرَّجْمِ"-

---

ہوا کہ مولی کو تعزیر میں مارنے کا حق ہے۔ **فائدہ**: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حد قائم کرنے کا اختیار صرف حاکم کو ہے۔ مولی کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ باقی ابن عمرؓ، فاطمہؓ، عائشہؓ وغیرہ کا اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد قائم کرنا تعزیر پر محمول ہے۔ یا انہیں والیوں کے اختیارات حاصل تھے۔ لہٰذا ان کا حد قائم کرنا حاکم کا ہی حد قائم کرنا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "کہ جب تم میں سے کسی کی باندی کا زنا ثابت ہوجائے تو اسے کوڑے لگاؤ" تسبیب پر محمول ہے یعنی وہ اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے جائے اور کوڑے لگوائے یا یہ حدیث تعزیر پر محمول ہے اور اس پر قرینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ اسے ملامت نہ کر۔ ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ اور ﴿الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما﴾ میں بالاتفاق حاکموں اور اماموں کو خطاب ہو رہا ہے اور زانی اور سارق میں آزاد اور غلام کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ لہٰذا آزاد اور غلام لوگوں میں حد قائم کرنے کا اختیار حاکموں کو ہی ہوگا۔

باب شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے اور کوڑے مارنے کی دونوں سزائیں نہ دی جائیں

۳٦٤٩۔ زہری فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے سنگسار کیا اور کوڑے نہیں مارے (محلی ابن حزم) ابن حزم نے اس حدیث کی سند کو کسی علت کے ساتھ معلول نہیں کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ مرسل ہے اور ارسال مضر نہیں۔

فائدہ: موفق فرماتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔

۳٦٥٠۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنگسار فرمایا اور کوڑے نہیں مارے (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند حسن ہے۔

۳٦٥۱۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ رجم کیا جائے تو کوڑے نہ مارے جائیں (محلی ابن حزم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳٦٥۲۔ زہری سے مروی ہے کہ وہ رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کو برا سمجھتے تھے (محلی ابن حزم) اس کی سند صحیح ہے اور کنز العمال میں سیوطی نے اس کی تخریج کر کے اسے عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا ہے اور ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ زہری فرماتے ہیں کہ

اخرجه ابن حزم ایضا(۱۱: ۲۳۳) وسنده صحیح۔ واخرجه السیوطی فی کنزالعمال(۳: ۹۳)۔ ایضا وعزاه الی مصنف عبدالرزاق، وزاد: "وَيَقُوْلُ: قَدْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْجَلْدَ"۔

۳۶۵۳- عن نافع: "اَنَّ عُمَرَ رَجَمَ اِمْرَاَةً وَلَمْ يَجْلِدْهَا بِالشَّامِ"۔ رواه ابن جریر کذا فی "کنزالعمال"(۳: ۸۷)۔

۳۶۵۴- عن ابن مسعود ﷺ انه قال: "اِذَا اجْتَمَعَ حَدَّانِ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِمَا الْقَتْلُ اَحَاطَ الْقَتْلُ بِذٰلِكَ"۔ ذکره الموفق فی "المغنی"(۱۰: ۱۲۴)۔ بلا سند، و فی حفظی انی رایته مخرجا بسند فی کتاب، ولم اجد الآن موضعه، وله شاهدمن قول ابراهیم النخعی، وهو لسان ابن مسعود واصحابه۔

۳۶۵۵- اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم، قال: "اِذَا اجْتَمَعَتْ عَلَى الرَّجُلِ الْحُدُوْدُ فِيْهَا الْقَتْلُ دُرِءَ تِ الْحُدُوْدُ، وَاُخِذَ بِالْقَتْلِ، وَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْحُدُوْدُ وَقَدْ قَتَلَ قُتِلَ، وَدُفِعَ سَاسِوَى ذٰلِكَ، لِاَنَّ الْقَتْلَ قَدْ اَحَاطَ بِذٰلِكَ كُلِّهِ"۔ اخرجه محمد فی "الآثار"، و قال: "هذا کله قول ابی حنیفة، و قولنا، الا حد القذف فانه من حقوق الناس، فیضرب حد القذف، ثم یقتل"

حضور ﷺ نے سنگسار فرمایا اور کوڑے مارنے کو بیان نہیں کیا۔

۳۶۵۳۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے شام میں ایک عورت کو سنگسار کیا اور اسے کوڑے نہیں مارے۔(ابن جریر وکنز العمال)۔

۳۶۵۴۔ ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی پر دو حدیں جاری ہو جائیں اور ان میں سے ایک حد قتل کی ہو تو قتل کرنا دوسری حد سے کفایت کر جائے گا۔(مغنی للموفق)۔ ابراہیم نخعی کا قول اس کا شاہد ہے۔ جبکہ ابراہیم نخعی ابن مسعود اور آپ کے اصحاب کے ترجمان ہیں۔

فائدہ: یعنی قتل کرنے کی صورت میں کوڑے مارنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۳۶۵۵۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی پر کئی حدود جمع ہو جائیں اور ان میں ایک حد قتل کی ہو تو دوسری تمام حدود یں ختم کر دی جائیں گی اور قتل کے ساتھ اس کو پکڑا جائے گا۔(یعنی قتل کے ساتھ کسی دوسری تنبیہ کی ضرورت نہیں) اور اگر اس پر کئی حدود جمع ہو جائیں (یعنی شراب، زنا، چوری کی حدود) اور وہ قتل بھی کر چکا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کے علاوہ تمام حدود ختم کی جائیں گی اس لئے کہ قتل دوسری تمام حدود کو کفایت کر جائے گا (کتاب الآثار، باب الحدود اذا اجتمعت فیها القتل)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارا قول ہے لیکن قتل کے ساتھ حد قذف معاف نہیں ہوگی کیونکہ وہ حقوق الناس میں سے ہے اس لیے حد قذف لگانے کے بعد اسے قتل کیا جائے گا۔ صرف وہی حدود قتل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔

وانما الذی یدرأ عنه الحدود التی للہ تعالی" اھ(۹۰)۔

۳۶۵۶- حدثنا یونس ثنا ابن وھب اخبرنی یونس عن ابن شھاب اخبرنی عبیداللہ ابن عبداللہ انا ابو واقد اللیثی ثم الاشجعی اخبرہ، وکان من اصحاب رسول اللہ ﷺ، قال: "بَیْنَما نَحْنُ عِنْدَ عُمَرَ مَقْدَمَہُ الشَّامَ بِالْجَابِیَۃِ اَتَاہُ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنَّ امْرَأَتِیْ زَنَتْ بِغُلَامِیْ، فَھِیَ ھٰذِہٖ تَعْتَرِفُ بِذٰلِکَ، فَاَرْسَلَنِیْ فِیْ رَھْطٍ اِلَیْھَا نَسْأَلُھَا عَنْ ذٰلِکَ، فَجِئْتُھَا فَاِذَا ھِیَ جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ السِّنِّ، فَقُلْتُ: اَللّٰھُمَّ افْرِجْ فَاھَاالْیَوْمَ عَمَّا شِئْتَ، فَسَأَلْتُھَا۔ وَاَخْبَرْتُھَا بِالَّذِیْ قَالَ زَوْجُھَا، فَقَالَتْ: صَدَقَ فَبَلَّغْنَا ذٰلِکَ عُمَرَ، فَاَمَرَ بِرَجْمِھَا"۔ رواہ الطحاوی، ثم اخرجہ من طریق مالک عن یحیی بن سعید عن سلیمان بن یسار عن ابی واقد نحوہ، و زاد: "فَذَکَرَ لَھَا الَّذِیْ قَالَ زَوْجُھَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَاَخْبَرَھَا اَنَّھَا لَا تُؤْخَذُ بِقَوْلِہٖ، وَجَعَلَ یُلَقِّنُھَا اَشْبَاہَ ذٰلِکَ لِتَنْتَزِعَ، فَاَبَتْ اَنْ تَنْتَزِعَ، وَثَبَتَتْ عَلَی الْاِعْتِرَافِ، فَاَمَرَ بِھَا عُمَرُ فَرُجِمَتْ"(معانی الآثار۲:۸۱)۔ وسندہ صحیح، واخرجہ مالک فی "الموطا"(۳۴۹)۔ وتسامح الحافظ فی "التلخیص" (۲:۳۵۱) فی عزوہ الی الطحاوی وحدہ۔

۳۶۵۶۔ ابوواقد لیثی اشجعیؓ جو کہ صحابیؓ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس مقام جابیہ میں تھے جبکہ آپ شام میں تشریف لائے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین! میری بیوی نے میرے غلام کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ یہ ہے جو اس کا اقرار بھی کرتی ہے تب آپؓ نے مجھے چند لوگوں کے ساتھ اس عورت کے پاس بھیجا تا کہ ہم اس سے اس کے بارے میں پوچھیں۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک نوجوان لڑکی ہے، میں نے کہا خداوندا! اس کے منہ کو آج تو جیسے چاہے کھول دے، میں نے اس سے دریافت کیا اور جو کچھ اس کے خاوند نے کہا تھا وہ بھی بیان کیا تو اس نے کہا وہ سچ کہتا ہے۔ پھر ہم نے یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچادی۔ تب آپؓ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا (طحاوی، باب حدالزانی المحصن ما ھو)۔ طحاوی کی ایک اور روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ قاصد نے اس سے وہ بات کہہ دی جو اس کے شوہر نے عمر بن خطابؓ سے کہی تھی اور اس کو اس بات کی بھی اطلاع کی کہ صرف اس کے خاوند کے کہنے پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا اور اسے اس قسم کی باتیں سکھانے لگے تا کہ وہ اقرار نہ کرے لیکن عورت نے انکار کرنے سے انکار کردیا اور اقرار پر ثابت قدم رہی تب حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور اسے سنگسار کردیا گیا (طحاوی، باب سابق؛ موطا مالک، باب ما جاء فی الرجم)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۳۶۵۷۔ جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ماعز بن مالکؓ کو سنگسار فرمایا اور کوڑے لگانے کا ذکر نہیں کیا۔ (مسند امام احمد اور سنن بیہقی)۔ یہ حدیث حجت پکڑنے کے لائق ہے۔

۳۶۵۷- عن جابر بن سمرةؓ: "اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَجَمَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ جَلْدًا"۔ رواه احمد والبیهقی، کما فی "التلخیص الحبیر"، وسکت الحافظ عنه، فهو صالح للاحتجاج به۔

۳۶۵۸- عن ابی هریرة و زید بن خالد الجهنی فی قصة العسیف: "وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ! اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا، فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا"۔ للستة (جمع الفوائد)۔

۳۶۵۹- عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا فِىْ ثَلَاثِ خِصَالٍ، زَانٍ مُحْصِنٍ فَيُرْجَمُ، وَالرَّجُلُ يَقْتُلُ مُتَعَمِّدًا فَيُقْتَلُ بِهٖ وَيُصْلَبُ، اَوْ يُنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ"۔ اخرجه الحاکم فی "المستدرک" و صححه علی شرط الشیخین، واقره علیه الذهبی۔ والروایة قد وقعت فیه تصحیف وحذف، وذکره ابن حزم فی 'المحلی"، و فیه: "اَوْ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ فَيُحَارِبُ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ، فَيُقْتَلُ اَوْ يُصْلَبُ، اَوْ يُنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ"۔ واعله بان ابراهیم بن طهمان انفرد به، ولیس بالقوی اه۔ قلت: هو من رجال الجماعة ثقة یغرب کما فی "التقریب"۔

۳۶۵۸۔ ابوھریرہؓ اور زید بن خالدؓ سے عسیف کے قصہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انیس کل اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کرو اور اگلے دن وہ اس کے پاس گئے اور اس عورت نے اعتراف کیا اور انیس نے اسے سنگسار کیا (صحاح ستہ)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں واضح طور پر اس بات پر دلالت ہے کہ حضور ﷺ نے صرف رجم فرمایا ہے اور کوڑے نہیں لگوائے۔

۳۶۵۹۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں کی وجہ سے، ایک شادی شدہ زانی ہے، اسے رجم کیا جائے، دوسرا وہ مرد ہے جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اسے قتل کیا جائے اور سولی چڑھایا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے (متدرک حاکم) حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور محلی ابن حزم کی روایت میں ہے یا وہ آدمی جو اسلام سے مرتد ہو جائے یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرے تو اسے قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے یا جلاوطن کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ابراہیم بن طھمان جسے ابن حزم نے منفرد کہا ہے جماعت کا راوی ہے اور ثقہ ہے تقریب میں اسی طرح ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ مسلمان شادی شدہ زانی کو صرف سنگسار کیا جائے گا اور کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہم تمام اماموں کے نزدیک رجم ہے اور کوڑے نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شادی شدہ کی حد رجم ہے بغیر کوڑوں کے اور کنوارے کی حد کوڑے ہیں بغیر رجم کے اور یہی طریقہ چلا آ رہا ہے، یہ دونوں قول اجماع پر دلالت کرتے ہیں۔ باقی عبادہ بن صامتؓ کی وہ حدیث کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کنوارے کی حد کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ کی حد

بَاب اَنْ لَا یُجْمَعَ فِیْ الْبِکْرِ بَیْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْیِ

۳۶۶۰- اخبرنا معمر عن الزهری عن ابن المسیب، قال: "غَرَّبَ عُمَرُ رَبِیْعَةَ بْنَ اُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ فِیْ الشَّرَابِ اِلٰی خَیْبَرَ، فَلَحِقَ بِهِرَقْلَ فَتَنَصَّرَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا اُغَرِّبُ بَعْدَهٗ مُسْلِمًا"۔ رواه عبدالرزاق فی مصنفه (زیلعی ۲: ۸۶، ۸۷) قلت: رجاله رجال الجماعة۔

۳۶۶۱- عن ابراهیم النخعی۔ قال: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فِیْ الْبِکْرِ تَزْنِیْ بِالْبِکْرِ قَالَ: یُجْلَدَانِ مِائَةً۔ وَیُنْفَیَانِ سَنَةً، وَقَالَ عَلِیٌّ: حَسْبُهُمَا مِنَ الْفِتْنَةِ اَنْ یُنْفَیَا" رواه عبدالرزاق فی

رجم اور کوڑے ہیں منسوخ ہے کیونکہ یہ ابتداء کی حدیث ہے اور اس کے بعد کے واقعات یعنی واقعہ ماعز، حدیث عسیف، واقعہ غامدیہ، واقعہ جہنیہ میں حضور ﷺ نے صرف رجم فرمایا ہے کوڑے نہیں لگوائے۔ لہٰذا حدیث عبادۃ بن صامت منسوخ ہے اور جابرؓ کی وہ حدیث جس میں رجم اور کوڑے دونوں حدوں کا ذکر ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ حضور ﷺ نے اس مجرم کو غیر شادی شدہ سمجھتے ہوئے کوڑے لگوائے پھر جب اس کا شادی شدہ ہونا معلوم ہوا تو اس پر رجم کا حکم فرمایا۔ ابوداؤد اور نسائی میں اس قسم کی حدیث مروی ہے اور حضرت علیؓ کا شراحہ کو پہلے کوڑے مارنا پھر رجم کرنا بھی اسی تاویل پر محمول ہے۔ نیز آیت الزانیة والزانی سے غلام اور لونڈیوں کے مخصوص ہونے کی وجہ سے (یعنی ان پر سو کوڑے نہیں بلکہ پچاس کوڑے ہیں) یہ آیت مخصوص منہ البعض ہوگئی۔ لہٰذا آیت غیر مقرؤ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما کی وجہ سے شادی شدہ زانی آیت الزانیة والزانی سے مخصوص ہونگے اور ان پر کوڑوں والی حد نہیں لگے گی۔

باب کنوارے زانی کو کوڑے اور جلاوطنی کی دونوں سزائیں حد کے طور پر نہ دی جائیں

۳۶۶۰۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ربیعہ بن امیہ کو شراب پینے کی پاداش میں خیبر کی طرف جلاوطن کردیا۔ ربیعہ ہرقل کے پاس جاکر عیسائی ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج کے بعد میں کسی مسلمان کو ملک بدر نہیں کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: حضرت عمرؓ کا شرابی کو جلاوطن کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جلاوطنی شرعی طور پر حد کا حصہ نہیں کیونکہ شراب کی حد میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لہٰذا یہ جلاوطنی کی سزا سیاست اور تعزیر پر مبنی ہے اور پھر حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ اب میں کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا، ہر حد کے ارتکاب کرنے والے کو شامل ہے خواہ وہ زانی ہو یا شرابی۔ اور حد کو تبدیل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جلاوطنی حد کی سزا میں شامل نہیں۔

۳۶۶۱۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر کنوارہ کنواری سے زنا کرے تو دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک ایک سال کے لیے دونوں کو جلاوطن کردیا جائے۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں ان دونوں کو جلاوطن کرنا ان دونوں کے لیے کافی

مصنفه، و محمد بن الحسن فی کتاب الآثار، قالا: اخبرنا ابوحنیفة عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم، فذکراه۔(زیلعی ۲:۸۶)۔

قلت: الاثران صحیحان، والنخعی وان لم یدرکهما ولکن مراسیله صحیحة، کما عرفت غیر مرة۔

۳۶۶۲- عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: "مَنْ زَنٰی جُلِدَ وَاُرْسِلَ"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی"(۱۱:۲۳۲)۔ ولم یعله بشیء۔

۳۶۶۳- عن ابراهیم النخعی: "اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ فِیْ اُمِّ الْوَلَدِ اِذَا اَعْتَقَهَا سَیِّدُهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا فَزَنَتْ: اَنَّهَا تُجْلَدُ وَلَا تُنْفٰی"۔ رواه عبدالرزاق عن ابی حنیفة عن حماد ابن ابی سلیمان عنه، وهذا سند صحیح لا علة له سوی ارسال النخعی، ومراسیله صحاح عند القوم، کما مر غیر مرة، اخرجه ابن حزم ایضا،(۱۱:۱۸۴)۔ وزاد فی "کنزالعمال"(۳:۸۸): قَالَ: وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه: "تُجْلَدُ وَتُنْفٰی وَلَا تُرْجَمُ"۔

۳۶۶۴- عن ابی هریرة رضی الله عنه رفعه: "اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَلْیَجْلِدْهَا ثَلَاثًا بِکِتَابِ اللهِ فَاِنْ

فتنہ ہے(یعنی ان دونوں کو جلاوطن نہ کیا جائے)۔(مصنف عبدالرزاق)۔میں کہتا ہوں کہ دونوں اثر صحیح ہیں اور ابراہیم نخعی کے مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کو جلاوطن نہ کیا جائے اس پر قرینہ آگے آنے والی ۳۶۶۳ کی حدیث ہے۔جس میں صراحت ہے کہ زانی کو جلاوطن نہ کیا جائے اور دوسرا قرینہ اس پر یہ ہے کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کفی بالنفی فتنةً سے ابراہیم نخعی کیا مراد لیتے ہیں انہوں نے فرمایا ابراہیم اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اسے جلاوطن نہ کیا جائے ،امام محمدؒ فرماتے ہیں یہی ہمارا اور ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور ہم حضرت علیؓ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

۳۶۶۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زنا کرنے والے کو کوڑے مار کر چھوڑ دیا جائے (محلی ابن حزم)۔ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

۳۶۶۳۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ ام ولد کو اس کا آقا آزاد کردے یا اس کا آقا مرجائے پھر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جائیں اور جلاوطن نہ کیا جائے (محلی ابن حزم) اسے عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔جس کی سند صحیح ہے اور ابراہیم کے مراسیل صحیح ہیں اور کنزالعمال میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے کوڑے مارے جائیں اور جلاوطن کیا جائے لیکن رجم نہ کیا جائے۔

فائدہ: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جلاوطنی کو حد نہیں سمجھتے یہی ہمارا مسلک ہے۔

۳۶۶۴۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو وہ اللہ کی کتاب

عَادَتْ فَلْيَبِعْهَا، وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ"- و فی رواية: "فَلْيَجْلِدْهَا، وَلَا يُعَيِّرْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"- و فی رواية: "إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ" للستة، كما فی "جمع الفوائد" (۱:۲۸٦)- وقد تقدم بابسط من هذا۔

۳٦٦٥- حدثنا ابن ابی داود ثنا محمد بن عبدالعزيز الواسطی ثنا اسماعيل بن عياش ثنا الاوزاعی عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده: "أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ عَبْدَهُ مُتَعَمِّدًا، فَجَلَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِائَةً وَنَفَاهُ سَنَةً- ومما اراه سهمه من المسلمين، وَأَمَرَهُ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً"- رواه الطحاوی (۲:۷۹) وسنده صحيح، فابن ابی داود قد مر توثيقه غير مرة، ومحمد بن عبدالعزيز الواسطی من رجال البخاری ثقة، كما فی "التهذيب" (۹:۳۱۳)- وحديث ابن عياش عن اهل الشام صحيح مستقيم والباقون لا يسال عنهم۔

۳٦٦٦- عن عبيدالله عن نافع عن ابن عمرؓ: "أَنَّ أَمَةً لَهُ زَنَتْ، فَجَلَدَهَا وَلَمْ

کے قانون کے مطابق اسے کوڑے مارے، تین دفعہ زنا کرنے تک یہی حکم ہے، پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگر چہ بالوں کی رسی کے عوض ہی بیچے اور ایک روایت میں ہے کہ اسے کوڑے مارے اور اسے ملامت نہ کرے، یہ تین مرتبہ زنا کرنے پر حکم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہوجائے تو اسے حد میں کوڑے مارے اور اسے ملامت نہ کرے، یہ دو مرتبہ زنا کرنے تک حکم ہے۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے بیچ دے اگر چہ بالوں کی رسی کے عوض ہی بیچے۔ (صحاح ستہ، بخاری اذا زنت الامۃ)

فائدہ: ان احادیث میں باندیوں کی حد صرف کوڑے بتائی گئی ہے اور باندیوں کی حد آزاد عورتوں کی حد سے آدھی ہے تو جب باندیوں پر جلاوطنی نہیں تو آزاد عورتوں پر بھی جلاوطنی نہیں ہونی چاہیے اور حد میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں "الزانیۃ و الزانی" میں دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ لہٰذا آزاد مردوں پر بھی جلاوطنی نہیں ہونی چاہیے۔

۳٦٦۵۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو عمداً قتل کردیا تو حضور ﷺ نے اسے سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کردیا اور میرا خیال ہے کہ مسلمانوں میں اس کا حصہ نہ رہنے دیا۔ اور اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ (طحاوی)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا میں جلاوطن کرنا حد میں شامل نہیں بلکہ یہ سیاست اور تعزیر پر محمول ہے اسی وجہ سے یہ زنا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضور ﷺ نے قاتل کو بھی جلاوطن کیا۔

۳٦٦٦۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کی باندی نے زنا کیا پس آپؓ نے اسے کوڑے مارے اور اسے جلاوطن نہیں

ینفہا"- اخرجہ الجصاص فی احکام القرآن لہ(۳:۲۵٦)- والمذکور من السند صحیح-

٣٦٦٧- عن عبدالله بن بريدة، قال: "بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يَعُسُّ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي خِلَافَتِهِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَقُوْلُ:

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ إِلَى خَمْرٍ فَأَشْرَبُهَا ... أَوْ مِنْ سَبِيْلٍ إِلَى نَصْرِ بْنِ حَجَّاجٍ

زاد فی فتح القدیر:

إِلَى فَتًى مَاجِدِ الْأَعْرَاقِ مُقْتَبِلٍ ... سَهْلِ الْمُحَيَّا كَرِيْمٍ غَيْرِ مِلْجَاجٍ

فَلَمَّا أَصْبَحَ سَأَلَ عَنْهُ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ شَعْرًا، وَأَصْبَحِهِمْ وَجْهًا، فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَطِمَّ شَعْرَهُ، فَفَعَلَ، فَخَرَجَتْ جَبْهَتُهُ، فَازْدَادَ حُسْنًا فَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمَّ فَازْدَادَ حُسْنًا، "فَقَالَ عُمَرُ: لَا! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا تُجَامِعُنِيْ بِبَلَدٍ- فَأَمَرَ لَهُ بِمَا يُصْلِحُهُ، وَصَيَّرَهُ إِلَى الْبَصْرَةِ"- اخرجہ ابن سعد والخرائطی بسند صحیح عنہ- وزاد الخرائطی بسند لین من طریق محمد بن سیرین قصۃ لہ مع مجاشع بن مسعود، وَامْرَأَتُهُ بِالْبَصْرَةِ، فَخَرَجَ مِنْهَا، وذکر الهيثم بن عدی: "أَنَّ أَبَا مُوْسَى نَفَاهُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى فَاسٍ، وَعَلَيْهَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ، فَجَرَتْ لَهُ قِصَّةٌ مَعَ دِهْقَانِهِ، فَقَالَ لَهُ: أُخْرُجْ عَنَّا، فَقَالَ: وَاللهِ لَئِنْ فَعَلْتُمْ هٰذَا بِيْ لَأَلْحَقَنَّ بِأَرْضِ

کیا-(احکام القرآن للجصاص) اس کی مذکورہ سند صحیح ہے۔

٣٦٦٧- عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات اپنے خلافت کے زمانے میں گشت فرما رہے تھے، اچانک ایک عورت کہنے لگی کیا شراب تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے کہ میں اسے پیوں یا نصر بن حجاج تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے اور فتح القدیر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ایسے نوجوان کی طرف جو شرافت و بزرگی والا ہے، بالکل جوان ہے اس میں بڑھاپے کا کوئی نشان نہیں، نرم چہرے والا اچھے اخلاق والا ہے، شریف ہے اور جھگڑالو نہیں ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصر کے بارے میں پوچھا اور اس کو بلا بھیجا تو دیکھا کہ وہ بالوں کے اعتبار سے اور چہرے کے اعتبار سے خوبصورت ترین آدمی تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے بالوں کو تراشنے کا حکم فرمایا اور اس نے ایسے کیا تو جونہی اس کی پیشانی ظاہر ہوئی، تو اس کے حسن میں اور اضافہ ہوگیا پھر اسے پگڑی باندھنے کا حکم دیا تو اس کے حسن میں اور اضافہ ہوگیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تو کسی شہر میں میرے ساتھ نہیں رہ سکتا پھر جو اس کے مناسب تھا اس کو حکم دیا اور اسے بصرہ بھیج دیا۔ (ابن سعد، خرائطی) اس کی سند صحیح ہے۔ اور خرائطی نے اس کے قصہ

الشِّرْكِ، فَكَتَبَ بِذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ فَكَتَبَ: اِحْلِقُوْا شَعْرَهٗ، وَشَمِّرُوْا قَمِيْصَهٗ، وَالْزِمُوْهُ الْمَسْجِدَ"۔ كذا فى "الاصابة"(٦: ٢٦٠)۔ ونصر هذا هو ابن حجاج بن علاط السلمى من اولاد الصحابة، ولد فى عهد النبى ﷺ۔

٣٦٦٨- عن ابن جريج عن عمرو بن شعيب، قال: قال رسول الله ﷺ: "قَدْ قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِنْ شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰى بِكْرَيْنِ جُلِدَا، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مِائَةَ جَلْدَةٍ، وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾۔ وَغُرِّبَا سَنَةً غَيْرَ الْاَرْضِ الَّتِىْ كَانَا بِهَا، وَتَغْرِيْبُهُمَا سُنَّتِىْ"۔ رواه عبدالرزاق (كنزالعمال ٣: ٨٩)۔ ولا علة له غير الارسال، وهو حجة عندنا لا سيما فى تفسير المرفوع۔

میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ وہاں اس کا قصہ مجاشع بن مسعود کے ساتھ چلا جسکی بیوی بصرہ میں رہتی تھی تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے بصرہ سے فاس کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہاں عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ گورنر تھے اور وہاں اس نوجوان کا قصہ وہاں کے کاشتکار کے ساتھ چلا تو عثمانؓ نے اس سے فرمایا تو ہمارے پاس سے نکل جا۔ اس پر اس جوان نے کہا کہ قسم بخدا اگر تم میرے ساتھ یہی معاملہ کرتے رہے تو میں مشرکین کی زمین تک جا پہنچوں گا پھر عثمانؓ نے اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا اس کے بال منڈوا دو اور اس کے کرتے کو تشمیر کروا اور اسے مسجد میں پابند کر دو۔ (اصابہ)۔

فائدہ: اس حدیث میں محض فتنے کے خوف سے اس جوان کو جلاوطن کیا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جلاوطنی کسی مصلحت پر مبنی ہے، حد میں شامل نہیں۔

۳۶۶۸۔ عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر دو کنواروں پر چار گواہ گواہی دیں تو ان دونوں کو کوڑے مارے جائیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور اللہ کے دین کے معاملے میں ان دونوں کے بارے میں کوئی نرمی تمہیں نہ گھیرے اور ان دونوں کو کسی دوسری زمین کی طرف ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے اور ان دونوں کو جلاوطن کرنا میری سنت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ سوائے ارسال کے اور کوئی علت نہیں اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس مسئلہ میں قول فیصل ہے کہ کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے میں فرق ہے اور دونوں وجوب میں برابر نہیں اور کوڑے مارنا ہی حد ہے اور جلاوطن کرنا حد نہیں بلکہ جلاوطن کرنا محض تنبیہ میں زیادتی کے لیے ہے، جو حاکم وقت کے سپرد ہے، اگر کوئی مصلحت دیکھے تو اسے جلاوطن کر دے ورنہ جلاوطن نہ کرے۔

بَاب مَتٰی تُرجَمُ الحُبلٰی

۳۶۶۹- عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ: "اَنَّ اِمرَاَۃَ جُھَنِیَّۃً اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ وَھِیَ حُبلٰی مِن الزِّنَا، فَذَکَرَتْ اَنَّہَا زَنَتْ، فَاَمَرَھَا اَنْ تَقْعُدَ حَتّٰی تَضَعَ، فَلَمَّا وَضَعَتْ اَتَتْہُ، فَاَمَرَ بِہَا فَرُجِمَتْ"- اخرجه مسلم-

۳۶۷۰- وعنده من حديث بريدة:"اَنَّ اِمرَاَۃَ غَامِدٍ قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! طَہِّرْنِیْ فَقَالَتْ: اِنَّہَا حُبلٰی مِنَ الزِّنَا، فَقَالَ لَہَا: حَتّٰی تَضَعِیْ، فَلَمَّا وَضَعَتْ- قَالَ: لَا نَرْجُمُہَا وَنَدَعُ وَلَدَھَا صَغِیْرًا لَیْسَ لَہٗ مَنْ یُرْضِعُہٗ- فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: اِلَیَّ رِضَاعُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَرَجَمَہَا"- و فی

اس باب کا حاصل یہ نکلا کہ جلاوطن کرنا حد میں شامل نہیں بلکہ سیاست اور تعزیر پر محمول ہے، اس پر ایک قرینہ تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں آئندہ کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا کیونکہ اگر جلاوطنی حد میں شامل ہوتی تو اسے تبدیل کرنے کا کسی کو اختیار نہ تھا۔ اور دوسرا قرینہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو فتح الباری میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے غیر شادہ شدہ زانی کے بارے میں فرمایا کہ اس پر حد قائم کی جائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے اس میں جلاوطنی کا اقامۃ حد پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں مغایرت ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جلاوطنی حد میں شامل نہیں، نیز اگر جلاوطنی کو حد میں شامل کیا جائے تو الزانیۃ و الزانی والی آیت کا نسخ لازم کرتا ہے کیونکہ اس آیت میں کامل حد ذکر کی گئی ہے۔

باب حاملہ کو کب رجم کیا جائے

۳۶۶۹۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ جھینہ کی عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی، اس نے کہا کہ اس نے زنا کیا ہے، حضور ﷺ نے اسے ولادت تک گھر میں بیٹھنے کا حکم فرمایا پھر جب اس نے بچہ جن دیا تو حضور ﷺ کے پاس آئی تو حضور ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم فرمایا پس اسے سنگسار کیا گیا۔ (مسلم، باب حد الزنا)

۳۶۷۰۔ بریدہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ غامد کی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجیے پھر اس نے کہا کہ میں زنا کی وجہ سے حاملہ ہوں حضور ﷺ نے اسے فرمایا تو ٹھہر یہاں تک کہ تو بچہ جنے پھر جب اس نے بچہ جن دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم اسے اس حالت میں رجم نہیں کریں گے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو اس حالت میں چھوڑ جائے کہ اس کو دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو، اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! اس کو دودھ پلانا میرے ذمے ہے، تب آپ ﷺ نے اس عورت کو رجم فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ اس عورت نے اس کو دودھ پلایا یہاں تک کہ اس نے اس کا دودھ چھڑوایا اور اس عورت نے اس بچے کو کسی مسلمان کے سپرد کیا تب حضور ﷺ نے اسے رجم فرمایا۔ (مسلم، باب سابق)۔ بریدہؓ کی پہلی حدیث میں رضاعت سے مراد تربیت ہی ہے لہٰذا بریدہؓ کی دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہ

روایة له: "فَارْضَعَتْهُ حَتّٰى فَطَمَتْهُ، وَدَفَعَتْهُ اِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَرَجَمَهَا"۔ وجمع بین روایتی بریدة بان فی الثانیة زیادة۔ فتحمل الاولی علی ان المراد بقوله الی رضاعه ای تربیته، وجمع بین حدیثی عمران و بریدة ان الجهنیّة کان لولدها من یرضعه، بخلاف الغامدیة۔(فتح الباری ۱۲:۱۲۸)۔

۳۶۷۱- قَدْ كَانَ عُمَرُ اَرَادَ اَنْ يَرْجِمَ الْحُبْلٰى، فَقَالَ لَهُ مَعَاذٌ: لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا حَتّٰى تَضَعَ مَا فِيْ بَطْنِهَا۔ اخرجه ابن ابی شیبة ورجاله ثقات۔(فتح الباری ۱۲:۱۲۸)۔

بَاب لَا تُجْلَدُ النُّفَسَاءُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ دَمُهَا

۳۶۷۲- عن علی ﷺ "اَنَّ اَمَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ زَنَتْ، فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَجْلِدَهَا، فَاِذَا هِيَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ، فَخَشِيْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُهَا اَنْ اَقْتُلَهَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اَحْسَنْتَ"۔ رواه مسلم(۲:۷۱)۔ و زاد فی روایة: "اُتْرُكْهَا حَتّٰى تُمَاثِلَ"۔-ای تبرأ-

---

البتہ عمرانؓ اور بریدہؓ کی دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ جہنیہ عورت کے بیٹے کو دودھ پلانے والا میسر تھا لہٰذا اسے فوراً سنگسار کردیا گیا جبکہ غامدیہ عورت کے بیٹے کے لیے کوئی دودھ پلانے والا میسر نہیں تھا اس لیے اس کے بارے میں دودھ چھڑانے تک انتظار کیا گیا۔

۳۶۷۱۔ حضرت عمر ﷺ نے حاملہ عورت کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے حضرت معاذ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کو انہیں رجم کرنے کا کوئی حق نہیں یہاں تک کہ وہ جن دے اس چیز کو جو اس کے پیٹ میں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ حاملہ عورت کو وضع حمل تک رجم نہ کیا جائے اسی طرح اسے کوڑے بھی نہ مارے جائیں اور نہ ہی حاملہ سے قصاص لیا جائے لیکن وضع حمل کے بعد علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ فوراً رجم کے قائل ہیں جبکہ احناف فرماتے ہیں کہ جب تک اس کا کوئی کفیل میسر نہ ہو اسے رجم نہ کیا جائے اور یہ عام ہے کہ کفیل فوراً میسر ہو جائے تو فوراً رجم کردیا جائے جیسا کہ جہنیہ عورت سے کیا گیا ہے اور اگر کفیل میسر نہ ہو تو دودھ چھڑانے کا انتظار کیا جائے جیسا کہ غامدیہ عورت سے کیا گیا۔

باب نفاس کے ختم ہونے تک نفاس والی عورت کو کوڑے نہ مارے جائیں

۳۶۷۲۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی ایک باندی نے زنا کیا، آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اسے کوڑے ماروں، جب میں اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ انہیں ابھی ابھی نفاس شروع ہوا ہے تو مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گا تو اسے قتل کر بیٹھوں گا پھر میں نے یہ بات حضور ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا کیا۔ (مسلم) اور ایک

بَاب كَيْفَ يُجْلَدُ الْمَرِيْضُ الَّذِى لَا يُرْجى بَرْءُهُ

٣٦٧٣- عن بعض اصحاب النبی ﷺ من الانصار: اَنَّهُ اِشْتَكىٰ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتّٰى اُضْنِيَ، فَعَادَ جِلْدَةً عَلٰى عَظْمٍ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ جَارِيَةٌ لِبَعْضِهِمْ، فَهَشَّ لَهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالُ قَوْمِهِ يَعُوْدُوْنَهُ اَخْبَرَهُمْ بِذٰلِكَ، وَقَالَ: اِسْتَفْتُوْا لِيْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَاِنِّيْ قَدْ وَقَعْتُ عَلٰى جَارِيَةٍ دَخَلَتْ عَلَيَّ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَقَالُوْا: مَا رَاَيْنَا بِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الضُّرِّ مِثْلَ الَّذِيْ هُوَ بِهِ، لَوْ حَمَلْنَا اِلَيْكَ لَتَفَسَّخَتْ عِظَامُهُ، مَا هُوَ اِلَّا جِلْدٌ عَلٰى عَظْمٍ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يَاْخُذُوْا لَهُ مِائَةَ شِمْرَاخٍ، فَيَضْرِبُوْهُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً- رواه ابوداود(٢: ٢٢٦)- وسكت عليه، ومثله عن سهل بن سعد، اخرجه ابن حزم فى "المحلى" (١١: ١٧٥)- وقال: "حديث سهل بن سعد صالح تقوم به الحجة، ثم قال: وجدنا طريقه طريقا جيدا تقوم به الحجة" اه-

---

روایت میں ہے کہ اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس کی حالت میں کوڑے نہ مارے جائیں، اسی طرح ہراس بیماری میں بھی نہ کوڑے مارے جائیں جس کے ٹھیک ہونے کی امید ہو۔

باب اس بیمار کو کیسے کوڑے مارے جائیں جس کے ٹھیک ہونے کی امید نہ ہو

٣٦٧٣- ایک انصاری صحابیؓ سے مروی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بیمار ہوگیا۔ یہاں تک کہ کمزوری سے اس کے اوپر سے گوشت ختم ہوگیا اور اس کی ہڈی پر صرف کھال رہ گئی، اس حالت میں کسی کی ایک لونڈی اس کے پاس گئی تو اس کو دیکھ کر اسے شہوت ہوئی اور اس نے اس لونڈی سے جماع کرلیا پھر جب اس کی قوم کے افراد اس کی عیادت کے لیے اس کے پاس آئے تو اس نے ان لوگوں کو اس بارے میں بتلایا اور کہا کہ حضور ﷺ سے میرے لیے فتویٰ لاؤ اس لیے کہ میں نے ایک لونڈی سے جماع کرلیا ہے جو میرے پاس آئی تھی۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ہم نے لوگوں میں سے کسی کو اتنا کمزور نہیں دیکھا جتنا وہ کمزور ہے، اگر ہم اسے آپ ﷺ کے پاس اٹھا کر لائیں تو اس کی ہڈیاں الگ الگ ہوجائیں اور اس کے اوپر ہڈیوں پر کھال کے علاوہ کچھ نہیں۔ پس حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے لیے سوٹہنیاں لے کر ایک ایک مرتبہ ان سب سے اسے مارا جائے (ابوداؤد، باب فی اقامۃ الحد علی المریض)۔ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابن حزم نے بھی محلی میں اسی طرح کی حدیث سہل بن سعد سے روایت کی اور فرمایا کہ سہل کی حدیث قابل حجت ہے

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مریض کے ٹھیک ہونے کی امید نہ ہو تو اسے مذکورہ بالا طریقے سے حد لگائی

بَاب لَوْ قَالَ لَهَا اَنْتِ خَلِيَّةٌ اَوْ مِثْلَهَا ثُمَّ وَطِئَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ: عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ لَمْ يُحَدَّ

٣٦٧٤- اخبرنا سفيان الثورى عن حماد عن ابراهيم عن عمر﷜، فِي الْخَلِيَّةِ وَالْبَرِيَّةِ وَالْبَتَّةِ وَالْبَائِنَةِ: "هِيَ وَاحِدَةٌ وَهُوَ اَحَقُّ بِهَا، قَالَ: وَقَالَ عَلِيٌّ : ثَلَاثٌ"۔ رواه عبدالرزاق فى "مصنفه" (زيلعى ٢:٨٨)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا حمادا لم يروعنه البخارى، و روى عنه الباقون۔

٣٦٧٥- اخبرنا ابن جريج اخبرنى ابو الزبير انه سمع جابر بن عبدالله﷜ يقول فِي الرَّجُلِ يُخَيِّرُ اِمْرَاَتَهُ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، قَالَ: "هِيَ وَاحِدَةٌ"۔ رواه عبدالرزاق(زيلعى ٢:٨٨)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة الا ابا الزبير، اخرج له البخارى متابعة۔

جائے کیونکہ حد کو بالکل چھوڑ دینا ناجائز ہے اور معروف طریقے پر حد لگانا موت کا سبب بن سکتا ہے حالانکہ اس نے ایسا گناہ نہیں کیا جس میں اسے قتل کیا جائے اور یہ حیلہ قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب ؑ سے فرمایا ﴿حذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث﴾۔

باب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت خلیہ یا اس جیسے اور الفاظ کہے اور پھر وطی میں اس سے جماع کرے اور کہے کہ مجھے معلوم تھا یہ مجھ پر حرام ہے تب بھی اس پر حد نہیں لگے گی

۳۶۷۴۔ حضرت عمر﷜ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت خلیہ یا انت بریہ یا انت البتۃ یا انت بائنۃ تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور شوہر اس کا زیادہ حقدار ہے اور راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی﷜ نے فرمایا تین طلاقیں ہوں گی۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے حماد کے اور یہ بھی بخاری کے علاوہ باقی کا راوی ہے۔

۳۶۷۵۔ ابوزبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ﷜ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو ایک طلاق ہوگی (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابوالزبیر کے کہ بخاری نے اس کی حدیث متابعۃً ذکر کی ہے۔

فائدہ: الفاظ کنایہ میں چونکہ صحابہ کا اختلاف ہے حضرت عمر﷜ اور حضرت جابر﷜ ایک طلاق رجعی کے قائل ہیں لہٰذا اس کی حرمت میں شبہ پیدا ہوگیا اور حدود ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہوجاتی ہیں۔

بَاب لَا حَدَّ عَلٰی مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهِ

۳۶۷۶- عن جابر رضی اللہ عنہ "أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ أَبِيْ يُرِيْدُ أَنْ يَجْتَاحَ مَالِيْ قَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ"- رواه ابن ماجة في سننه، قال ابن القطان: "اسناده صحيح"- وقال المنذری: "رجاله ثقات"-(زیلعی ۲: ۹۱)-

۳۶۷۷- عن حمزة بن عمرو الاسلمی: "أَنَّ عُمَرَ بَعَثَهٗ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰی جَارِيَةِ اِمْرَأَتِهٖ، فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلَاءَ حَتّٰی قَدِمَ عَلٰی عُمَرَ، فَأَخْبَرَهٗ، وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ مِائَةً، إِذَا كَانَ بِكْرًا بِاعْتِرَافِهٖ عَلٰی نَفْسِهٖ فَأَخْبَرَهٗ، فَادَّعَی الْجَهْلَ فِيْ هٰذِهٖ، فَصَدَّقَهٗ وَعَذَرَهٗ بِالْجَهَالَةِ"-(للبخاری) كذا فی "جمع الفوائد" (۱: ۲۸۷)- قلت: وهو فی باب الكفالة من الصحيح (۱: ۳۰۵) نحوه باختصار-

باب جو شخص اپنے بیٹے کی باندی سے زنا کرے اس پر بھی حد نہیں

۳۶۷۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا مال اڑا دینا چاہتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔(ابن ماجہ)۔ ابن قطان فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرلے تو اس پر حد نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں شبہ پایا گیا کہ بیٹے کی باندی باپ کی ہی باندی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے ہیں اور باندی بھی مال کا ایک حصہ ہے۔ البتہ یہ شبہ حکمیہ ہے یعنی یہ شبہ ایک دلیل شرعی کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے لہٰذا اگر چہ باپ کو حرمت کا علم ہو تب بھی اس پر حد نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے باپ یا ماں یا بیوی کی باندی سے وطی کرے تو بھی اس پر حد نہ ہوگی بشرطیکہ اس کے خیال میں وہ باندی اس کے لیے حلال ہو۔ کیونکہ اس میں بھی شبہ پایا گیا ہے۔ اور وہ شبہ یہ ہے کہ انسان کے لیے عموماً اپنے والدین اور بیوی کی اشیاء کو بلا جھجک استعمال کرنا جائز ہوتا ہے لہٰذا اس نے یہی سمجھا کہ شاید باندی بھی ان اشیاء میں سے ہے۔ لیکن چونکہ یہ شبہ حکمیہ نہیں یعنی یہ شبہ کسی شرعی دلیل سے پیدا نہیں ہوا اس لیے اس میں واطی کے خیال میں حلت کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر واطی کو معلوم تھا کہ یہ میرے لیے حرام ہے تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔

۳۶۷۷- حمزہ بن عمرو اسلمی سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) اسے زکوٰۃ کا محصل بنا کر بھیجا۔ اور (جس علاقے میں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہمبستری کی تو حمزہ نے اس سے (پہلے) ضامن لیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کو پہلے سے سو کوڑے (تعزیر میں) مار چکے تھے۔ اس نے آپؓ کو اطلاع دی اور اس مسئلہ (یعنی بیوی کی باندی کے حرام ہونے) سے لاعلمی کا

٣٦٧٨- عن الهيثم بن بدر عن حرقوص، قَالَ: "اَتَتْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ زَوْجِىْ زَنٰى بِجَارِيَتِىْ، فَقَالَ: صَدَقَتْ، هِىَ وَمَالُهَا لِىْ حِلٌّ، فَقَالَ لَهٗ عَلِىٌّ: اِذْهَبْ وَلَا تَعُدْ، كَاَنَّهٗ دَرَاَعَنْهُ الْحَدَّ بِالْجِهَالَةِ"- اخرجه ابن حزم فى "المحلى"(١١:١٨٨)- ولم يعله بشىء، واخرجه محمد فى "الآثار"(٩١): اخبرنا سفيان الثورى عن المغيرة الضبى عنه نحوه، و فى "اللسان"(٦:٢٠٤): "الهيثم بن بدرالضبى عن حرقوص تكلم فيه، ولم يترك، روى عنه مغيرة، وذكره ابن حبان فى الثقات" اھ- وحرقوص له صحبة كما سنذكره فى الحاشية، فالاسناد حسن-

اظہار کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کی اور مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے اس کا عذر قبول کیا (بخاری، باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا)

فائدہ: کوئی شخص اپنی بیوی کے مال کا مالک نہیں ہوتا۔ لیکن ان صاحب نے یہ سمجھا کہ بیوی کی باندی سے بھی اسی طرح متمتع ہوسکتے ہیں جس طرح اپنی باندی سے انہیں حق پہنچتا ہے۔ اس غلط فہمی میں وہ زنا کے مرتکب ہوئے تھے۔ ادھر حدود بعض اوقات شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں۔ عمرؓ کے سامنے جب صورتحال بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے ان کی حد تو ساقط کردی جو شادی شدہ ہونے کی وجہ سے رجم ہونی چاہیے تھی لیکن تعزیراً سو کوڑے لگوائے۔ پھر جب حمزہ صدقہ وصول کرنے گئے تو کسی طرح ان کے علم میں بھی یہ بات آئی۔ انہوں نے سمجھا کہ کوئی نیا واقعہ ہے لیکن لوگوں نے بتایا کہ اس کا فیصلہ تو خود عمرؓ بھی کا کرچکے ہیں، انہیں پوری طرح کا اعتبار نہ آیا اس لیے قبیلہ والوں میں سے کسی نے اپنی ضمانت پیش کی کہ آپ عمر ﷺ سے اس کی تصدیق کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ضمانت قبول کی اور عمر ﷺ سے اس کی تصدیق چاہی۔ (طحاوی)۔ نیز اس حدیث سے شخصی ضمانت کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

٣٦٧٨۔ حرقوص فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے خاوند نے میری باندی سے زنا کیا ہے تو اس کے خاوند نے کہا یہ سچ کہتی ہے لیکن یہ خود اور اس کا مال میرے لیے حلال ہے۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا جا اور دوبارہ نہ کرنا گویا کہ حضرت علی ﷺ نے جہالت کی وجہ سے اس سے حد کو دفع فرمادیا۔ (المحلی ابن حزم) ابن حزم نے اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں نکالی (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں بھی صحیح ہے) (کتاب الآثار باب من اتی فرجاً بشبھۃ) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: جہالت کی وجہ سے رجم نہ کرنا ہمارے اس قول کے لیے مؤید ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی باندی سے حلال ہونے کا گمان کرتے ہوئے ہمبستری کرلے تو اس پر حد نہیں ہوتی۔ کیونکہ حد ادنیٰ شبہ سے ہی ساقط ہوجاتی ہے۔

مسئلہ نمبرا: عورت کو کرائے پر لے کر زنا کرنا: اگر وہ عورت کو کرائے پر لیتے وقت یہ کہے کہ تو مجھے اپنے نفس پر قدرت دیدے یا مجھے اپنا مالک بنادے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں ملکیت کا شبہ پایا گیا اور اس شبہ کی بنا پر حد ساقط ہوجائے گی۔ نیز ابن

بَاب مَنُ اَتیٰ الُبهِیمَةَ فَلاحَدَّ عَلَیُهِ

۳٦۷۹- حدثنا محمد بن بشار ثنا عبدالرحمن بن مهدی ثنا سفیان الثوری عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، انه قال: "مَنُ اَتیٰ بَهِیمَةً فَلَا حَدَّ عَلَیُهِ"- رواه الترمذی (۱:۱۷٦)، وقال: "والعمل علی هذا عند اهل العلم، وهو قول احمد واسحاق"- قلت: رجاله رجال الجماعة الا ابارزین، فان البخاری لم یخرج له فی صحیحه، وانما رواه عنه فی "الادب المفرد"، روی عنه الباقون-

۳٦۸۰- اخبرنا ابوحنیفة عن الهیثم بن الهیثم عن رجل یحدثه عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "اَنَّهُ اُتِیَ بِرَجُلٍ وَقَعَ عَلیٰ بَهِیُمَةٍ، فَدَرَاَعَنُهُ الُحَدَّ- وَاَمَرَ بِالُبَهِیُمَةِ فَاُحُرِقَتُ"، اخرجه محمد فی الآثار(۹۲)- رجاله کلهم ثقات، و فیه انقطاع کما تری، فان الراوی عن عمر مجهول، ولکن المنقطع فی القرون الثلاثة حجة عندنا، لا سیما وقد احتج به المجتهد، قال محمد: "وهذا قول ابی

عباسؓ عاریت پرلی ہوئی باندی سے نفع اٹھانے کو حلال فرماتے ہیں۔اور ملک منافع کے اثبات میں اجارہ عاریت سے زیادہ قوی ہے۔

مسئلہ نمبر۲: اگر کوئی اپنی محرم عورت سے نکاح کر کے وطی کرلے تو اس پر حد نہیں۔ کیونکہ اس میں نکاح کا شبہ پایا گیا اس شبہ کی بنا پر حد نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۳: لواطت کرنے والے پر بھی حد نہیں۔لیکن ان تمام مسئلوں میں تعزیر ہوگی جو حد سے بھی بڑھ سکتی ہے۔مثلاً قتل کر دینا، سولی چڑھادینا، ہمیشہ کے لیے قید کر دینا، دیوار اوپر گرادینا، کسی پہاڑی سے نیچے گرادینا۔یعنی ان صورتوں میں شبہات کی وجہ سے حد کو ساقط کیا گیا ہے حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور جن روایات میں قتل یا سولی یا جلاوطنی کا ذکر ہے انہیں سیاست اور تعزیر پر محمول کیا ہے۔جو یقیناً مجرم کے لیے حد سے بھی سخت سزا ہے۔

باب جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حد نہیں

۳٦۷۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو جانور سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں (ترمذی، باب ما جاء من یقع علی البھیمة)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اہل علم حضرات کا اسی پر عمل ہے۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابورزین کے کہ بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث نہیں لی البتہ الادب المفرد میں اس کی حدیث لی ہے۔

۳٦۸۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے جانور سے بدفعلی کی تھی تو آپؓ نے اس سے حد کو دفع کیا

حنيفة وقولنا، واذا كانت البهيمةله ذبحت واحرقت- ولم تحرق بغير ذبح، فانها مثلة" اھ-

۳۶۸۱- قال محمد فى الاصل: "بَلَغَنَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ﷺ، اَنَّهٗ اُتِیَ بِرَجُلٍ اَتٰی بَهِيْمَةً، فَلَمْ يَحُدَّهٗ، وَاَمَرَ بِالْبَهِيْمَةِ وَاُحْرِقَتْ بِالنَّارِ"- كذا فى "المبسوط" للسرخسى (۹:۱۰۲)- وبلاغات محمد حجة عندنا، كما ذكرناه فى المقدمة-

بَاب اَنْ لَا يُقَامَ الْحَدُّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ وَلَا بَعْدَ مَا خَرَجَ مِنْهُ

۳۶۸۲- حدثنا ابن المبارك عن ابى بكر ابن ابى مريم عن حكيم بن عمير، اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰی عُمَيْرِ بْنِ سَعْدِ الْاَنْصَارِیِّ وَ اِلٰی عُمَّالِهٖ: "اَنَّ لَا يُقِيْمُوْا حَدًّا عَلٰی اَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِیْ اَرْضِ الْحَرْبِ حَتّٰی يَخْرُجُوْا اِلٰی اَرْضِ الْمُصَالَحَةِ- لِئَلَّا تَحْمِلَهٗ حَمِيَّةُ الشَّيْطَانِ اَنْ يَلْحَقَ بِالْكُفَّارِ"- رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ۲:۹۳)- قلت: رجاله كلهم ثقات الا ابا بكر بن ابى مريم، ضعفه بعضهم لاختلاط حدث له حين سرق بيته، كما فى "التهذيب" (۱۲:۲۹)- ولكن ابن المبارك من قدماء اصحابه فيعتبر روايته عنه، وقال

اور جانور کو جلا دینے کا حکم کیا اور اسے جلا دیا گیا۔ (کتاب الآثار، باب دراٴ الحدود)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جانور کو ذبح کر کے جلایا جائے، بغیر ذبح کیے نہ جلایا جائے کیونکہ بغیر ذبح کے جلانا مثلہ ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے۔

۳۶۸۱۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت علیؓ سے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے جانور سے بدکاری کی تھی تو آپ نے اسے حد نہیں لگائی تھی۔ اور جانور کے بارے میں آپؓ نے حکم فرمایا اور اسے جلا دیا گیا۔ (مبسوط سرخسی و کتاب الاصل)۔ امام محمدؒ کے بلاغات ہمارے ہاں حجت ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے پر حد نہیں ہے البتہ تعزیراً اسے کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔ اور عادت پڑنے پر اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

باب مجرم پر دارالحرب میں اور دارالحرب سے نکلنے کے بعد حد قائم نہ کی جائے

۳۶۸۲۔ حضرت عمرؓ نے عمیر بن سعد انصاری کو لکھا کہ کسی مسلمان پر دارالحرب میں حد قائم نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ (مجرم) مسلمانوں کے زیرنگرانی علاقے میں آجائیں تاکہ کہیں شیطان کا اثر اس پر غالب نہ ہو جائے کہ وہ کفار کے ساتھ مل جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ابوبکر بن ابی مریم کے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن المبارک جیسے محدث اس کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ پس یہ حدیث حسن صالح ہے اور احوص اس کے متابع ہے جس کی توثیق ابن المدینی نے کی ہے۔

ابن عدی: "هو ممن لا یحتج باحادیثه، ویکتب احادیثه، فانها صالحة"۔ کذا فی التعلیق المغنی(۲: ۳۵۰) الحدیث حسن صالح و قد تابعه احوص بن حکیم عن ابیه عن سعید بن منصور کما فی "المغنی" (۱۰-۵۳۷) و احوص مثل ابن ابی مریم او امثل منه وثقه ابن المدینی و فضله ابن عتیبة علی ثورٍ و قال العجلی "لا باس به"۔ وقال الدارقطنی: "یعتبر به" اھ من "التهذیب"(۱: ۱۹۲)۔ لا سیما و قد احتج بحدیثه هذا محمد فی "السیر الکبیر"(۴: ۱۰۸) وهو امام مجتهد، فلیکن احتجاجه بحدیثه تصحیحا له، وحکیم عن عمر مرسل، والمرسل حجة عندنا۔

۳۶۸۳- عن عطیة بن قیس الکلابی ﷺ ان رسول الله ﷺ قال: "اِذَا هَرَبَ الرَّجُلُ وَقَدْ قَتَلَ اَوْ زَنٰی اَوْ سَرَقَ اِلَی الْعَدُوِّ ثُمَّ اَخَذَ اَمَاناً عَلٰی نَفْسِهٖ فَاِنَّهٗ یُقَامُ عَلَیْهِ مَا فَرَّ مِنْهُ، وَاِذَا قَتَلَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ، اَوْ زَنٰی، اَوْ سَرَقَ، ثُمَّ اَخَذَ اَمَانًا لَمْ یُقَمْ عَلَیْهِ شَیْءٌ مِمَّا اَحْدَثَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ"۔ اخرجه محمد فی "السیر الکبیر"(۴: ۱۰۸)۔ ولم یذکر سنده، ولکن احتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له۔

۳۶۸۴- عن ابی الدرداء ﷺ :"اَنَّهٗ کَانَ یَنْهٰی اَنْ یُقَامَ الْحُدُوْدُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ، مَخَافَةَ اَنْ تَلْحَقَهُمُ الْحَمِیَّةُ فَیَلْحَقُوْا بِالْکُفَّارِ، فَاِنْ تَابُوْا تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ، وَاِلَّا کَانَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ وَرَائِهِمْ"۔ذکره محمد ایضا فی "السیر الکبیر"، واحتج به، فهو حسن او صحیح، ورواه ابن ابی شیبة ایضا کما فی "الدرایة" و "نصب الرایة"(۲: ۹۴)۔ و فیه ابوبکر ابن ابی مریم المذکور ایضا۔

فائدہ: یعنی اگر دارالحرب میں ہی مسلمان پر حد قائم کریں گے تو ممکن ہے کہ شیطان اس پر اثر ڈالے اور وہ حد سے گھبرا کر کافر و مرتد ہو جائے۔

۳۶۸۳۔ عطیہ بن قیس کلابیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی (دارالاسلام میں) قتل یا زنا یا چوری کر کے دارالحرب کی طرف چلا جائے اور پھر وہ (مسلمانوں سے) اپنے لیے امان طلب کرے تو اس پر وہ حد لگاؤ جس سے وہ بھاگا تھا۔ اور اگر وہ دارالحرب میں قتل یا زنا یا چوری کر کے (مسلمانوں سے) اپنے لیے امان طلب کرے تو دارالحرب میں اس کے جرم کی پاداش میں اس پر حد قائم نہ کرو۔ (سیر کبیر) ایک مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

۳۶۸۴۔ ابوالدرداء ﷺ دشمن کی زمین میں (یعنی دارالحرب میں) مسلمانوں پر حد قائم کرنے سے روکتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجرم شیطان کے اثر سے کفار کے ساتھ نہ مل جائے۔ پس اگر وہ توبہ کریں تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا ورنہ اللہ ان کے پیچھے

۳۶۸۵- الشافعی قال: قال ابو یوسف: حدثنا بعض اشیاخنا عن مکحول عن زید بن ثابت ﷺ، قال: "لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ مَخَافَةَ اَنْ یَلْحَقَ اَهْلُهَا بِالْعَدُوِّ"، اخرجه البیهقی عنه(نصب الرایة۲:۹۳)- و فی "الدرایة"(۲:۲٤۸): ورواه الشافعی فی اختلاف العراقیین" اهـ- قلت: وهذا فیه مجهول وانقطاع، فان مکحولا لم یر زید بن ثابت، ولکن ابا یوسف قد عرف شیخه بالثقة، والارسال لا یضرنا، فالاثر محتج به لا سیما و قد احتج به ابو یوسف الامام، و قال فی "کتاب الخراج"(۲۱۲)-

۳۶۸۶- حدثنا الاعمش عن ابراهیم عن علقمة، قال: "غَزَوْنَا اَرْضَ الرُّوْمِ وَمَعَنَا حُذَیْفَةُ، وَعَلَیْنَا رَجُلٌ مِنْ قُرَیْشٍ، فَشَرِبَ الْخَمْرَ، فَاَرَدْنَا اَنْ نَحُدَّهٗ، فَقَالَ حُذَیْفَةُ:تَحُدُّوْنَ اَمِیْرَکُمْ وَقَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّکُمْ فَیَطْمَعُوْنَ فِیْکُمْ"- قلت: وهذا سند صحیح موصول-

۳۶۸۷- قال: "وبلغنا ایضا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ اَمَرَاُمَرَاءَ الْجُیُوْشِ وَالسَّرَایَا: اَنْ لَا یَجْلِدُوْااَحَدًا حَتّٰی یَطْلِعُوْا مِنَ الدَّرْبِ قَافِلِیْنَ- وَکَرِهَ اَنْ تَحْمِلَ الْمَحْدُوْدَ حَمِیَّةُ الشَّیْطَانِ عَلَی اللُّحُوْقِ بِالْکُفَّارِ"- و فیه تقویة لما رواه ابوبکر ابن ابی مریم عن حکیم بن عمیر، فان احتجاج المجتهد به تصحیح له-

---

ہے(پس توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کی پکڑ کرے گا)(سیر کبیر) یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۳۶۸۵۔ زید بن ثابت ﷺ نے فرمایا کہ دارالحرب میں (مسلمانوں پر) حدود قائم نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ حدود والے دشمنوں سے مل جائیں (بیہقی)۔ یہ اثر قابل حجت ہے خاص کر جبکہ اس سے امام ابو یوسف مجتہد نے حجت پکڑی ہو۔

۳۶۸۶۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے روم کی زمین میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ حذیفہ ﷺ تھے۔ اور ہمارا امیر ایک قریشی تھا۔ جس نے شراب پی لی۔ ہم نے اسے حد لگانے کا ارادہ کیا تو حضرت حذیفہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے امیر کو حد لگاتے ہو۔ حالانکہ تم اپنے دشمن کے بالکل قریب ہو۔ پس دشمن تمہارے اندر طمع کرنے لگ جائے گا۔ اس کی سند صحیح موصول ہے۔

۳۶۸۷۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے لشکروں اور سریوں کے امیروں کو حکم دیا کہ وہ کسی کو کوڑے نہ لگائیں۔ یہاں تک کہ وہ پھاٹک سے واپس آ جائیں (یعنی اپنی سرحد کے اندر آ جائیں) اور حضرت عمر ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ کہیں شیطان کا اثر مجرم کو کفار کے ساتھ ملنے پر نہ ابھارے۔ اس حدیث میں ابوبکر بن ابی مریم کی حدیث جو کہ حکیم بن عمیر سے مروی ہے کے لیے تقویت ہے اس لیے کہ مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی تصحیح کرنا ہے۔

۳۶۸۸- عن جنادة بن ابی امية، قال: "كُنَّا مَعَ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ رضي الله عنه فِي الْبَحْرِ، فَأُتِيَ بِسَارِقٍ يُقَالُ لَهُ: مِصْدَرٌ- قَدْ سَرَقَ بُخْتِيَّةً، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِيْ فِي السَّفَرِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَقَطَعْتُهُ"- رواه ابوداود(۲:۲۵۷)- وسكت عنه، ولفظ للترمذی: فی الغزو (فتح القدير۵:۴۶)- و فی "نيل الاوطار"(۷:۴۸)- "ورجال اسناده ثقات الى بسر"- قلت: وبسربن ارطاة صحابی، كما يشعر به قوله: "سمعت رسول الله ﷺ" وهذا اسناد مصری قوی كما قاله الحافظ فی "الاصابة"(۱:۱۵۲)-فلا معنى لجرح من جرح فيه، فان الصحابة كلهم عدول فی الرواية-

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِقَامَةِ الْحَدِّ فِي الْمَسَاجِدِ

۳۶۸۹- عن حكيم بن حزام رضي الله عنه انه قال: "نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ الْاَشْعَارُ، وَاَنْ تُقَامَ فِيْهِ الْحُدُوْدُ"- رواه ابوداود(۲:۲۶۵)، وسكت عنه- و فی

۳۶۸۸- جُنادہ بن ابی امیہ فرماتے ہیں کہ ہم بُسر بن ارطاۃ کے ساتھ سمندر میں سفر کر رہے تھے تو مصدر نامی چور کو آپ کے پاس لایا گیا جس نے اونٹ چُرایا تھا تو حضرت بُسرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں (بُسر نے فرمایا) اور اگر ایسے نہ ہوتا تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹتا (ابوداؤد، باب السارق یسرق فی الغزو ایقطع ؟)۔ امام ابوداؤدؒ نے اس سے سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے راوی بسر تک ثقہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بسر بن ارطاۃ بھی تو صحابی ہیں جیسا کہ اس کا قول سمعت رسول اس پر دلالت کرتا ہے لہٰذا جارح کے جرح کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ روایت میں صحابہ تمام عادل ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ دارالحرب اور دار بغاوت میں حد قائم نہیں کرنی چاہیے۔ باقی عبادہ بن صامتؓ کی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ حدود کو حضر اور سفر میں قائم کرو میں سفر سے مراد وہ سفر ہے جو دارالحرب میں نہ ہو۔ اس لیے کہ حد قائم کرنے کے لیے ولایت شرط ہے اور دارالحرب میں حاکم کو ولایت نہیں۔ نیز حد کا مقصد مجرم کو برائی سے روکنا ہے لیکن دارالحرب میں امام کو ولایت ہی حاصل نہیں تو حد قائم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ گناہ جو دارالحرب میں کیا جائے وہ موجب حد کے طور پر منعقد ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا دارالحرب سے دارالاسلام میں آنے کے بعد بھی وہ جرم موجب حد نہ ہوگا، ہاں اگر گناہ دارالاسلام میں کر کے دارالحرب نکل جائے اور پھر واپس آئے تو اس پر سابقہ گناہ کی پاداش میں حد لگائی جائے گی۔

باب مساجد میں حد قائم کرنے سے ممانعت

۳۶۸۹- حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسجد میں قصاص لیے جانے اور اس میں اشعار پڑھے جانے اور اس میں حدود قائم کیے جانے سے منع فرمایا (ابوداؤد، باب فی اقامۃ الحد فی المسجد) ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

"التلخيص الحبير" (٢: ٣٦١): والحاكم و ابن السكن واحمد بن حنبل، والدارقطني والبيهقي، ولا باس باسناده".

٣٦٩٠- عن وكيع نا سفيان الثوري عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب، قال: أُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ فِي حَدٍّ، فَقَالَ: اَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اِضْرِبَاهُ". رواه ابن حزم في "المحلى" (١١: ١٢٣)، وصححه.

بَاب لَا تُقْبَلُ شَهَادَةٌ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ فِيْ حُقُوْقِ اللهِ تَعَالٰى

٣٦٩١- اخرج ابن حزم في "المحلى" (١١: ١٤٤): من طريق موسى بن معاوية: ثنا وكيع نا مسعر بن كدام عن ابى عون هو محمد بن عبدالله الثقفي قال: قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: مَنْ شَهِدَ عَلٰى رَجُلٍ بِحَدٍّ لَمْ يَشْهَدْ بِهٖ حِيْنَ اَصَابَهٗ فَاِنَّمَا يَشْهَدُ عَلٰى ضِغْنٍ. قلت: وهذا مرسل صحيح لم يعله ابن حزم بشيء، واخرجه محمد في الاصل بلفظ: اَيُّمَا شُهُوْدٍ شَهِدُوْا عَلٰى حَدٍّ لَمْ يَشْهَدُوْا عِنْدَ حَضْرَتِهٖ، فَاِنَّمَا شَهِدُوْا عَلٰى ضِغْنٍ فَلَا شَهَادَةَ لَهُمْ (فتح القدير ٥: ٥٧). واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له كما مر.

۳۶۹۰۔ طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حد کے لیے ایک آدمی کو لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا اسے مسجد سے نکال دو پھر اسے مارو۔ (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی حدود مسجد میں قائم کرنا جائز نہیں۔

باب حقوق اللہ کے بارے میں کسی پرانی حد کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی

۳۶۹۱۔ محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی آدمی کے خلاف ایسی حد والے واقعے کی گواہی دے کہ جس واقعے کے پیش آنے کے وقت اس نے گواہی نہیں دی تھی تو اب وہ کسی کینے کی بنا پر گواہی دے رہا ہے۔ (محلی ابن حزم) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور امام محمد کی کتاب الاصل میں یہ الفاظ ہیں کہ جو گواہ کسی ایسے حد والے واقعے کی گواہی دیں کہ اس واقعے کے پیش آنے پر انہوں نے اس کی گواہی نہیں دی تھی تو ان کی یہ گواہی کسی کینے پر مبنی ہوگی اس لیے ان کی شہادت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ امام مجتہد کا اس حدیث سے حجت پکڑنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

فائدہ: یعنی اگر حقوق اللہ میں بغیر کسی عذر کے وہ گواہی میں تاخیر کردے تو اس کی یہ گواہی معتبر نہیں ہوگی۔ البتہ حقوق العباد میں دیر سے شہادت دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حقوق العباد میں شہادت دینے کے لیے دعویٰ شرط ہے حد قذف بھی حقوق العباد میں داخل ہے۔

بَاب اِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا وَشَهِدَ ثِقَاتٌ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّهَا عَذْرَاءُ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِمَا وَلَا عَلَى الشُّهُوْدِ

۳۶۹۲- روینا عن الشعبی اَنَّهٗ قَالَ فِیْ اَرْبَعَةِ رِجَالٍ عُدُوْلٍ شَهِدُوْا عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا وَشَهِدَ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ بِاَنَّهَا بِكْرٌ، فَقَالَ: اُقِيْمُ عَلَيْهَا الْحَدُّ وَعَلَيْهَا خَاتَمٌ مِّنْ رَبِّهَا؟ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۱۱: ۳۶۳)- ولم یعله بشیء-

بَاب شَهِدُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ بِالزِّنَا فَقَالَ: هِیَ زَوْجَتِیْ لَا حَدَّ عَلَيْهِمَا

۳۶۹۳- اخرج ابن حزم من طریق موسی بن معاویة، نا وکیع ناداود بن یزید الزعاوی (الصحیح الزعافری) عن ابیه: "اَنَّ رَجُلًا وَامْرَاَةً وُجِدَا فِیْ خَرِبَةِ مُرَادٍ (قد ادماها) فَرُفِعَا اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، فَقَالَ: اِبْنَةُ عَمِّیْ تَزَوَّجْتُهَا، فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ: مَا تَقُوْلِیْنَ؟ فقال لَهَاالنَّاسُ : قُوْلِیْ نَعَمْ! فَقَالَتْ: نَعَمْ! فَدَرَاَعَنْهُمَا"- (المحلی ۱۱: ۲۴۲)، ورواه ابوالحسن البکالی من طریق ادریس بن یزید الازدی (الصحیح الاودی، کما فی کنز العمال ۳: ۹۷

باب چار آدمی کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور چار معتبر عورتیں اس بات کی گواہی دیں کہ عورت کنواری ہے تو نہ اس عورت پر حد ہوگی اور نہ ہی گواہوں پر

۳۶۹۲۔ شعبی فرماتے ہیں کہ اگر چار عادل آدمی کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور چار (معتبر) عورتیں اس بات کی گواہی دیں کہ وہ عورت تو کنواری ہے تو میں اس پر حد قائم نہیں کروں گا۔ اور اس کے رب کی طرف سے اس کے لیے پردہ بکارت ہے۔ (محلی ابن حزم) ابن حزم نے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہٰذا یہ ان کے ہاں صحیح ہے۔

فائدہ: زنا بغیر فرج میں داخل کیے نہیں ہوتا۔ لہٰذا زنا پردہ بکارت کے باقی رہتے ہوئے ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا عورتوں کی اس گواہی سے کہ وہ باکرہ ہے عورت پر حد نہیں ہوگی۔ اسی طرح گواہوں پر بھی حد نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان کی تعداد بھی پوری ہے اور ان کے سچے ہونے کا بھی احتمال ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے ایسی نرمی سے زنا کیا ہو کہ پردۂ بکارت اپنی جگہ پر واپس آ گیا ہو تو اس شبہ کی بنا پر ان پر بھی حد نہیں ہوگی۔ اسی طرح پردۂ بکارت کے باقی رہنے سے عدم زنا کا شبہ ہوا تو اس شبہ کی بنا پر عورت پر بھی حد نہیں ہوگی۔

باب چار گواہوں نے کسی مرد اور عورت کے بارے میں زنا کی گواہی دی اور مرد نے کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو ان دونوں پر حد نہیں ہوگی

۳۶۹۳۔ داؤد بن یزید زعافری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد اور ایک عورت چراگاہ کے ویرانے میں پائے

وادریس بن یزید اوثق من داود بن یزید اخیه، وداود مختلف فیه، وقد وثق ، ویزید بن عبدالرحمن الاودی ذکره ابن حبان فی الثقات، ووثقه العجلی، اخرج محمد بن الحسن فی الآثار عن ابی حنیفة عن یزید بن عبدالرحمن احادیث وھوھذا روی عن علی وابی ھریرة و عدی بن حاتم وجابر بن سمرة رضی اللہ عنہ وعنه ابناه ادریس وداود ویحیی بن ابی الھیثم العطار۔ کذا فی التھذیب (۱۱:۳٤۵)۔ فالاسناد حسن صحیح۔

٣٦٩٤- ومن طریق محمد بن بشار، بندار، نامحمد بن جعفر غندر نا شعبة عن الحکم بن عتیبة و حماد بن سلیمان، اَنَّھُمَا قَالَا فِی الرَّجُلِ یُوْجَدُ مَعَ الْمَرْاَۃِ، فَیَقُوْلُ: ھِیَ اِمْرَاَتِی: "اَنَّهٗ لَا حَدَّ عَلَیْهِ" قال شعبة: "فذکرت ذلك لایوب السختیانی، فقال: اِدْرَأُوا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"۔ اخرجه ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:٢٤٢)۔ ولم یعله بشیء۔

گئے (جبکہ مرد عورت کو خون آلود کر چکا تھا یعنی اس سے زنا کر چکا تھا) تو ان دونوں کو حضرت علیؓ کے پاس پیش کیا گیا تو مرد نے کہا کہ یہ تو میرے چچا کی بیٹی ہے جس سے میں نے نکاح کیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا کہ تو کیا کہتی ہے؟ لوگوں نے اس عورت سے کہا کہ تو کہہ ہاں (یعنی مرد سچ کہتا ہے) تو اس عورت نے کہا ہاں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے حد کو ساقط کر دیا (محلی ابن حزم) اس کی سند حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی مرد کے صرف یہ کہنے سے کہ میں نے اس سے شادی کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں سے حد کو ختم کر دیا۔ باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عورت سے پوچھنے کا مقصد ان پر حد کو واجب کرنے کے لیے نہ تھا کیونکہ حد کو ثابت کرنے کے لیے حیلہ نہیں کیا جاتا بلکہ حد کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ وغیرہ اختیار کیا جاتا ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عورت سے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر عورت اس کی تکذیب کر دے تو مرد پر تعزیر لگائی جائے۔ یا مہر وغیرہ کا حکم کیا جائے۔ کیونکہ غیر ملک میں وطی سزا یا جرمانہ سے خالی نہیں ہو سکتی۔

۳۶۹۴۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عتیبہ اور حماد بن سلیمان نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ (زنا کی حالت میں) پایا جائے اور مرد کہے کہ یہ میری بیوی ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات ایوب سختیانی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حدود کو دفع کرو۔ (محلی ابن حزم)۔ ابن حزم نے اس کی سند میں کوئی علت بیان نہیں کی۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس طرح تو حد قائم کرنے کا باب بند ہو جائے گا کیونکہ ہر زانی کے لیے یہ دعویٰ کرنا مشکل نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح شریعت نے ہمیں حدود قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے اسی طرح شبہات کی بنا پر حدود کو ساقط کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ مثلاً اگر زنا کا اقرار کرنے والا اقرار سے رجوع کر لے تب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

بَابُ رُجُوعِ شُهُوْدِ الزِّنَا اَوْ بَعْضِهِمْ عَنِ الشَّهَادَةِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَوْ لَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ﴾-(النور:۱۳)

۳۶۹۵- عن الثوری عن سلیمان التیمی عن ابی عثمان الهندی، قال: "شَهِدَ اَبُوْ بَكْرَةَ وَشِبْلُ بْنُ مَعْبَدٍ وَنَافِعٌ عَلَى الْمُغِيْرَةِ، اَنَّهُمْ نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَمَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْمِرْوَدِ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَنَكَلَ زِيَادٌ، فَقَالَ عُمَرُ: هٰذَا رَجُلٌ لَا يَشْهَدُ اِلَّا بِحَقٍّ، ثُمَّ جَلَدَهُمُ الْحَدَّ"- رواه عبدالرزاق کما فی "التلخیص الحبیر" (۲:۳۵۵)- وهذا سند صحیح-

مسئلہ:- اگر کسی شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور زفاف کے لیے اس کے پاس کوئی اور عورت بھیج دی گئی اور اس نے اس سے ہمبستری کر لی تو بھی اس پر حد نہ ہوگی کیونکہ یہ وطی بالشبہ ہے اور شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن مہر اس پر لازم ہوگا کیونکہ غیر ملک میں وطی کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فیصلہ فرمایا (مبسوط ۹:۸۷)۔

مسئلہ:- اگر کسی مرد نے اپنے بستر پر کسی عورت کو پایا اور اس نے سمجھا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس نے اس سے وطی کر لی تو امام زفرؒ کی روایت میں دن کے وقت ایسا کرنے میں حد ہوگی اور رات کے وقت ایسا کرنے میں حد نہ ہوگی کیونکہ رات میں تو دھوکہ ہو سکتا ہے، اس لیے وہ معذور سمجھا جائے گا۔ لیکن دن میں اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں۔

مسئلہ:- اگر کسی عورت نے تدلیس سے اپنے آپ کو مرد کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ مرد نے یہ گمان کر لیا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس نے اس سے ہمبستری کر لی تو مرد پر حد نہ ہوگی کیونکہ یہ تدلیس اس کے حق میں عذر ہے لیکن عورت پر حد ہوگی کیونکہ اس کے حق میں کوئی شبہ نہیں۔

باب تمام گواہوں یا بعض گواہوں کا گواہی سے رجوع کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تہمت لگانے والے اپنے اس قول پر چار گواہ کیوں نہ لائے (جو کہ اثبات زنا کے لیے شرط ہے) سو جس صورت میں یہ لوگ (قاعدہ کے مطابق) گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (النور-۱۳)

۳۶۹۵- ابوعثمان ہندی فرماتے ہیں کہ ابوبکرہ، شبل بن معبد اور نافع نے مغیرہ کے خلاف زنا کی گواہی اس طرح دی کہ انہوں نے اسے اس طرح دیکھا ہے کہ جیسے وہ سلائی کو سرمہ دانی میں دیکھتے ہیں۔ لیکن زیاد نے (اس طرح گواہی دینے سے) انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص صرف حق بات کی ہی گواہی دیتا ہے۔ پھر آپؓ نے ان (باقی تینوں) پر حد (قذف) جاری کی۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک گواہ گواہی سے شروع میں ہی انکار کر دے اور گواہ چار سے کم ہو جائیں تو باقی

بَاب تَجُوْزُ الشَّهَادَةُ فِی الْحَدِّ مِنْ غَيْرِ مُدَّعٍ

اِحْتَجَّ اَحْمَدُ بِقَضِيَّةِ اَبِیْ بَكْرَةَ حِيْنَ شَهِدَ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ عَلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ مِنْ غَيْرِ تَقَدُّمِ دَعْوٰی، وَشَهِدَ الْجَارُوْدُ وَصَاحِبُهٗ عَلٰی قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُوْنٍ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ دَعْوٰی قاله الموفق فی المغنی(١٠:١٨٨)۔ قلت: اما قضية ابی بكرة فقد تقدمت غير مرة۔

٣٦٩٦- واما شهادة الجارود وصاحبه علی قدامة فقد رواها عبدالرزاق عن معمر عن ابن شهاب، اخبرنی عبدالله بن عامر بن ربيعة "اَنَّ عُمَرَ اِسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، فَقَدِمَ الْجَارُوْدُ سَيِّدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰی عُمَرَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِنَّ قُدَامَةَ شَرِبَ فَسَكِرَ، وَاِنِّیْ رَاَيْتُ حَدًّا مِنْ حُدُوْدِ اللهِ حَقًّا عَلٰی اَنْ اَرْفَعَهٗ اِلَيْكَ، قَالَ: مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ؟ قَالَ: اَبُوْهُرَيْرَةَ"۔ الحديث، كذا فی "الاصابة"(٥:٢٣٣)، وهذا سند صحيح رجاله رجال الصحيح۔

گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی۔لیکن اگر چوتھا گواہ گواہی دینے کے بعد رجوع کرے تو پھر اس رجوع کرنے والے گواہ سمیت تمام گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی۔

باب مدعی کے بغیر حد کی گواہی دینا بھی جائز ہے

امام احمد نے ابوبکرہ کے قصے سے دلیل پکڑی ہے جس میں ابوبکرہ نے اپنے ساتھیوں سمیت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف بغیر پیشگی دعوے کے گواہی دی۔اور (اسی طرح) جارود اور اس کے ساتھی نے قدامہ بن مظعون کے خلاف شراب پینے کی گواہی دی حالانکہ گواہی سے پہلے دعویٰ نہیں کیا گیا تھا۔اسے موفق نے مغنی میں ذکر کیا ہے۔ابوبکرہ کا قصہ تو کئی مرتبہ گذر چکا ہے۔

٣٦٩٦۔ جارود اور اس کے ساتھی کی قدامہ کے خلاف گواہی کو عبدالرزاق نے معمر سے اور اس نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے۔ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین پر عامل مقرر کیا تو قبیلہ عبدالقیس کے سردار جارود بحرین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المؤمنین! قدامہ نے شراب پی اور ان پر نشہ طاری ہوا۔میں اللہ کے حدود میں سے ایک حد دیکھتا ہوں اور میرے ذمے یہ فرض ہے کہ میں اس کا معاملہ آپؓ کے سامنے پیش کروں، حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرے ساتھ اور کون گواہ ہے، جارود نے کہا ابو ہریرۃؓ الحدیث (الاصابہ)۔اس کی سند صحیح ہے اور راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: تمام حقوق میں دعویٰ مستحق کی طرف سے ہوتا ہے اور یہاں چونکہ کسی آدمی کا کوئی حق نہیں کہ وہ دعویٰ کرے، اگر حدود زنا میں شہادت کو دعویٰ پر موقوف کیا جائے تو حدود کا قائم کرنا بند ہو جائے گا اس لیے حدود میں دعویٰ کے بغیر گواہی دینا درست ہے۔

بَاب لَا يُقِيمُ الْإِمَامُ الْحَدَّ بِعِلْمِهِ مَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ غَيْرُهُ وَيَكْمُلُ نِصَابُ الْبَيِّنَةِ

۳۶۹۷- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال فی قصة الملاعنة: "لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا أَحَدًا بِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُهَا"- رواه مسلم و فيه قصة(التلخيص الحبير۲:۴۰۵)- و فی رواية عروة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ بسند صحيح عند ابن ماجة: "لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ فُلَانَةً، فَقَدْ ظَهَرَ فِيهَا الرِّيبَةُ فِي مَنْطِقِهَا وَهَيْئَتِهَا وَمَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا"- كذا فی "فتح البارى"(۱۲:۱۶۰)

۳۶۹۸- وقال عكرمة: قال عمر لعبد الرحمن: "لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا عَلَى حَدِّ زِنًا أَوْ سَرِقَةٍ وَأَنْتَ أَمِيرٌ؟ فَقَالَ: شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ"- علقه البخاری ووصله ابن ابی شيبة عن شريك عن عبدالكريم(الجزری عن عكرمة) بلفظ: "أَرَأَيْتَ لَوْ كُنْتَ الْقَاضِيَ أَوِ الْوَالِيَ، وَأَبْصَرْتَ إِنْسَانًا عَلَى حَدٍّ أَكُنْتَ تُقِيمُهُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا حَتَّى يَشْهَدَ مَعِيَ غَيْرِيْ- قَالَ:

باب قاضی محض اپنے علم کی بنا پر حد قائم نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو اور گواہی کا نصاب پورا نہ ہو

۳۶۹۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ملاعنہ کے قصے میں فرمایا کہ اگر میں کسی کو گواہوں کے بغیر رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا (مسلم)۔ اور ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو فلاں عورت کو رجم کرتا۔ تحقیق اس کی بات اور شکل سے اور ان لوگوں سے جو اس کے پاس آتے رہتے ہیں، اس کا فحش ظاہر ہوتا ہے (ابن ماجہ، باب من اظہر الفاحشۃ)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قرائن سے کسی کا فاحش ہونا معلوم ہو تب بھی اس پر زنا کی حد نہ لگائی جائے جب تک کہ قاعدے کے مطابق چار مرتبہ اقرار یا چار گواہی سے اس پر زنا ثابت نہ ہو۔ البتہ ایسے لوگوں کا کوئی اور بندوبست کرنا مثلاً شہر سے نکال دینا حاکم کے لیے جائز ہے۔

۳۶۹۸۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ اگر تو کسی شخص کو زنا یا چوری کی وجہ سے حد پر دیکھے (یعنی اسے اپنے علم کے مطابق حد کا مستحق دیکھے) اور تو امیر ہو (تو تو کیا کرے گا؟) پھر حضرت عمرؓ نے خود ہی فرمایا کہ (امیر کی حیثیت سے) تیری گواہی عام مسلمان کی گواہی کے برابر ہے۔ بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں موصولاً اس طرح مروی

اَصَبْتَ لَوْ قُلْتَ غَيْرَ ذٰلِكَ لَمْ تُجِدْ"۔ كذا فى "فتح البارى"(۱۳: ۱۳۹)۔ وهذا مرسل وهو حجة عندنا۔

۳۶۹۹- عن ابن شهاب عن زبيد بن الصلت ان ابا بكر الصديق رضی اللہ عنہ قال: "لَوْ وَجَدْتُ رَجُلًا عَلٰى حَدٍّ مَا اَقَمْتُهٗ عَلَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ مَعِىَ غَيْرِىْ"۔ رواه الكرابيسى معلقا، ثم ساقه بسند صحيح عن ابن شهاب، كذا فى "فتح البارى"(۱۳: ۱۴۱)۔

۳۷۰۰- عن ام كلثوم بنت ابى بكر: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَعُسُّ بِالْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَرَاٰى رَجُلًا وَامْرَاَةً عَلٰى فَاحِشَةٍ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ لِلنَّاسِ: اَرَاَيْتُمْ اَنَّ اِمَامًا رَاٰى رَجُلًا وَامْرَاَةً عَلٰى فَاحِشَةٍ فَاَقَامَ عَلَيْهِمَا الْحَدَّ، مَا كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ؟ قَالُوْا: اِنَّمَا اَنْتَ اِمَامٌ۔ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ اِذَنْ يُقَامُ عَلَيْكَ الْحَدُّ، اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمَنْ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ، ثُمَّ تَرَكَهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَتْرُكَهُمْ، ثُمَّ سَاَلَهُمْ، فَقَالَ الْقَوْمُ مِثْلَ مَقَالَتِهِمُ الْاُوْلٰى، وَقَالَ عَلِيٌّ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ"۔ اخرجه الخرائطى فى مكارم الاخلاق(كنز العمال)، ولم اقف له

ہے کہ (حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمن!) تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تو قاضی یا گورنر ہو اور تو کسی انسان کو حد والے کام پر دیکھے تو کیا اس پر حد قائم کرے گا؟ عبدالرحمن نے فرمایا کہ نہیں کروں گا یہاں تک کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی (گواہی میں) شریک ہو جائے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور اگر تو اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیتا (یعنی حد قائم کرنے کا کہتا) تو اچھا نہ کرتا۔ (فتح الباری) یہ حدیث مرسل ہے جو ہمارے ہاں حجت ہے۔

۳۶۹۹۔ زبید بن الصلت سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حد والے کام پر دیکھوں (یعنی چوری یا زنا کرتے ہوئے دیکھوں) تو بھی میں اس پر حد قائم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ (گواہی میں) میرے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو جائے۔ کرابیسی نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے پھر اسے سند صحیح کے ساتھ ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)

۳۷۰۰۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ میں گشت فرما رہے تھے تو انہوں نے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر امام (حاکم) مرد و عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور ان دونوں پر حد قائم کرے تو (اس مسئلہ میں) تمہاری کیا رائے ہے؟ اور تم کیا کرو گے؟ اس پر لوگوں نے فرمایا کہ آپؓ امام اور امیر ہیں (یعنی حد قائم کر سکتے ہیں) لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی (یعنی حد قائم کرنے کی) آپ کو اجازت نہیں۔ ایسا کرنے کی صورت میں آپ پر حد قائم کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر چار سے کم گواہوں کو امین نہیں بنایا۔ پھر

علی سند، وذکرتہ اعتضادا۔

بَاب اِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا عَلٰی اِمْرَاَةٍ اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا فَالشَّهَادَةُ تَامَّةٌ

۳۷۰۱- عن الحسن البصری فِیْ اَرْبَعَةٍ شَهِدُوْا عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا قَالَ: "اِذَا جَاءُوْا مُجْتَمِعِيْنَ الزَّوْجُ اَجْوَزُهُمْ شَهَادَةً"۔

۳۷۰۲- وعن الشعبی اَنَّهٗ قَالَ فِیْ اَرْبَعَةٍ شَهِدُوْا عَلٰی اِمْرَاَةٍ بِالزِّنَا اَحَدُهُمْ زَوْجُهَا: اِنَّهٗ قَدْ جَازَتْ شَهَادَتُهُمْ، وَاَحْرَزُوْا ظُهُوْرَهُمْ۔ وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ نَحْوَهٗ، وَبِهٰذَا يَاْخُذُ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَالْاَوْزَاعِیِ فِیْ اَحَدِ قَوْلَيْهِ، ذکر الآثار کلها ابن حزم فی "المحلی" (۳۶۲:۱۱)-وجزم بہا ولم یعلها بشیء۔

حضرت عمرؓ نے جتنی دیر انہیں چھوڑنا تھا چھوڑا اور پھر ان سے پوچھا تو لوگوں نے پہلے کی طرح جواب دیا (یعنی آپؓ حد قائم کر سکتے ہیں) لیکن حضرت علیؓ نے اپنی پہلے والی بات کی۔ اسے خرائطی نے مکارم اخلاق میں ذکر کیا ہے۔ (کنز العمال)۔ میں نے اسے محض تائیداً ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان آثار سے معلوم ہوا کہ جب تک چار گواہ نہ ہوں یا زانی چار مرتبہ اعترافِ زنا نہ کرے حد قائم نہ کی جائے۔ اگرچہ حاکم اور قاضی کو اپنے طور پر اس کے زانی ہونے کا مشاہدہ اور یقین ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿فاستشهدوا عليهن اربعة منكم﴾ یعنی پس تم ان عورتوں پر اپنے لوگوں میں چار گواہ کرلو۔ (النساء۔۱۵) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿فان لم یاتوا بالشهداء فاولئک عندالله هم الکاذبون﴾ یعنی اگر وہ (الزام لگانے والے) چار گواہ نہ لا سکیں تو یہی جھوٹے ہیں (النور)۔ نیز جب حاکم کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ محض اپنے علم کی بنا پر کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے محض اپنے علم کی بنا پر حد قائم کرنے کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے۔

باب جب چار گواہ کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور ان میں سے ایک گواہ اس عورت کا خاوند ہو تو بھی گواہی کا نصاب پورا ہوگا

۳۷۰۱۔ اگر چار آدمی کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دیں اور ان (گواہوں) میں ایک اس عورت کا خاوند ہو تو حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ مجتمع ہو کر آئیں تو خاوند کی شہادت سب سے زیادہ نافذ ہوگی۔

۳۷۰۲۔ اگر چار آدمیوں نے کسی عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی اور ان میں ایک اس کا خاوند تھا تو شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی گواہی نافذ ہوگئی اور ان گواہوں نے اپنی کمروں کو (حد قذف سے) محفوظ کر لیا۔ حکم بن عتیبہؒ نے بھی اسی طرح فرمایا۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ اپنے ایک قول میں اسی کو لیتے ہیں (یہ تمام آثار محلی ابن حزم میں مذکور ہیں)۔ ابن حزم نے ان کی سند پر کوئی قدغن نہیں لگائی لہٰذا یہ آثار ان کے ہاں صحیح ہیں۔

فائدہ: امام جصاصؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ جب خاوند کے لیے اپنی بیوی کے خلاف تمام حقوق میں قصاص میں

بَاب إِذَا اَحْبَلَتْ اِمْرَأَةٌ لا زَوْجَ لَهَا وَلا سَيِّدَ لَمْ يَلْزَمْهُ الْحَدُّ بِذٰلِكَ مَالَمْ تَعْتَرِفْ اَوْ تَشْهَدْ عَلَيْهَا اَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا

٣٧٠٣- حدثنا خلف بن خليفة ثنا هاشم: "أَنَّ اِمْرَأَةً رُفِعَتْ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ وَقَدْ حَمَلَتْ۔ فَسَأَلَهَا عُمَرُ، فَقَالَتْ: اِنِّيْ اِمْرَأَةٌ ثَقِيْلَةُ الرَّاسِ، وَقَعَ عَلَيَّ رَجُلٌ وَاَنَا نَائِمَةٌ، فَمَا اسْتَيْقَظْتُ حَتّٰى فَرَغَ، فَدَرَأَعَنْهَا الْحَدَّ"۔ رواه سعيد بن منصور كما فی "المغنی" (١٩٣:١٠)۔ وهذا مرسل صحيح ، فخلف من رجال مسلم والاربعة، وهاشم من رجال الجماعة ثقة۔

٣٧٠٤- ساق ابن عبدالبر من طريق شعبة عن عبدالملك بن ميسرة عن النزال بن سبرة، قال: "اَنَا لَمَعَ عُمَرَ بِمِنًى، فَاِذَا بِاِمْرَأَةٍ حُبْلٰى ضَخْمَةٍ تَبْكِيْ، فَسَأَلَهَا، فَقَالَتْ: اِنِّيْ ثَقِيْلَةُ الرَّأْسِ فَقُمْتُ بِاللَّيْلِ اُصَلِّيْ ثُمَّ نِمْتُ، فَمَا اسْتَيْقَظْتُ اِلَّا وَرَجُلٌ قَدْ رَكِبَنِيْ وَمَضٰى، فَمَا اَدْرِيْ

اور حد سرقہ، حد شراب اور حد قذف میں گواہی دینا جائز ہے تو حد زنا میں بھی جائز ہونا چاہیے۔ (٣:٢٩٥)

باب جب کوئی ایسی عورت حاملہ ہو جائے جس کا نہ خاوند ہو اور نہ آقا تو محض حمل سے ہی اس پر حد لازم نہ ہوگی جب تک کہ وہ زنا کا چار مرتبہ اعتراف نہ کرے یا چار گواہ گواہی نہ دیں

٣٧٠٣۔ ہاشمؒ فرماتے ہیں کہ ایک ایسی عورت کو حضرت عمرؓ کے پاس پیش کیا گیا جس کا خاوند نہ تھا لیکن وہ حاملہ ہو چکی تھی تو حضرت عمرؓ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بھاری بھرکم ہوں۔ اور جب میں سوئی ہوئی تھی تو ایک آدمی مجھ سے زنا کرنے لگا اور ابھی میں جاگ بھی نہ پائی تھی کہ وہ زنا سے فارغ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے حد کو ختم کر دیا۔ (سعید بن منصور نے اسے روایت کیا ہے)۔ اس کی سند مرسل صحیح ہے اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

٣٧٠٤۔ نزال بن سبرۃ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ منیٰ میں تھا کہ اچانک ایک موٹی حاملہ عورت رو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بھاری بھرکم عورت ہوں۔ میں رات کو کھڑی ہو کر نماز پڑھتی رہی پھر میں سو گئی اور ابھی میں جاگ نہ پائی تھی کہ ایک مرد مجھ پر سوار ہوا اور اپنا کام کر گذرا (یعنی زنا کر لیا) اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کون تھا۔ نزال فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس سے حد کو ساقط کر دیا۔ (فتح الباری۔ اس کی سند صحیح ہے) اور امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں نزال سے یہی حدیث نقل کی اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں (زنا کی وجہ سے) اس عورت کو (رجم

مَنْ هُوَ؟ قَالَ: فَدَرَأَ عَنْهَا الْحَدَّ"۔ کذا فی "فتح الباری"(۱۲:۱۳۷)۔ وهذا سند صحیح ،واخرجه الامام ابو یوسف فی "الخراج"(۱۸٤)۔ عن الحسن عن عبدالملك بن میسرة عن النزال نحوه، وزاد: "فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ قَتَلْتُ هٰذِهٖ خَشِیْتُ عَلَی الْاَخْشَبِیْنَ النَّارَ، ثُمَّ کَتَبَ اِلٰی اُمَرَاءِ الْاَمْصَارِ اَنْ لَا تُقْتَلَ نَفْسٌ دُوْنَهٗ"۔

بَاب لَاحَدَّ عَلَی الْمُکْرَهَةِ وَیُحَدُّ الَّذِیْ اِسْتَکْرَهَهَا

۳۷۰۵- عن ابی جحیفة رضی الله عنه: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَرَأَالْحَدَّ عَنِ امْرَاَةٍ اُسْتُکْرِهَتْ"۔ رواه الطبرانی و فیه الحجاج بن ارطاة وهو مدلس، (مجمع الزوائد٦:۲۷۰)۔ قلت: فالحدیث حسن، کما ذکرناه فی المقدمة۔

۳۷۰٦- عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه: "اِنَّ اِمْرَاَةً اُسْتُکْرِهَتْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَدَرَأَعَنْهَا الْحَدَّ" رواه الاثرم کما فی "المغنی"(۱۰:۱۵۹)۔وهو عند الترمذی (۱:۱۷۵)۔ وقال: "هٰذا حدیث غریب ولیس اسناده بمتصل و قدروی هذا الحدیث من

کرکے) قتل کردوں تو مجھے اپنے اوپر جہنم کا خوف ہے۔ پھر آپؓ نے شہروں کے امیروں کو لکھا کہ حد کے اصول کے بغیر کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

فائدہ: یعنی محض حمل کے ظاہر ہوجانے سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ بلکہ (اصول کے مطابق) یا تو وہ خود چار مرتبہ اعتراف کرے یا چار گواہ گواہی دیں کیونکہ احتمال ہے کہ اس عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہو یا اس عورت سے وطی بالشبہ کی گئی ہو یا بغیر وطی کے کسی طرح کسی کا پانی اس کے اندام نہانی میں داخل ہوگیا ہو۔ اور حد زنا تو ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ اور احتمال سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

باب جس عورت سے زبردستی زنا کیا جائے اس پر حد نہیں اور زبردستی زنا کرنے والے مرد پر حد ہوگی

۳۷۰۵۔ ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی عورت سے حد کو ساقط کردیا تھا جس سے زبردستی زنا کیا گیا تھا۔ (طبرانی) یہ حدیث حسن ہے۔

۳۷۰٦۔ عبدالجبار اپنے باپ وائل کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک عورت سے زبردستی زنا کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس عورت سے حد کو رفع کردیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس سند سے یہ حدیث متصل نہیں لیکن ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔ اور علماء صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ زنا بالجبر پر حد نہیں۔ مصنف علام فرماتے ہیں کہ یہ

غیر هذاالوجه" اھ۔ قلت: ولکنه تاید بما قبله۔

۳۷۰۷- اخبرنا مالك حدثنا نافع: "اَنَّ عَبدًا كَانَ يَقُوْمُ عَلٰى رَقِيْقِ الْخُمُسِ، وَاَنَّهٗ اسْتَكْرَهَ جَارِيَةً مِنْ ذٰلِكَ الرَّقِيْقِ، فَوَقَعَ بِهَا، فَجَلَدَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَنَفَاهُ، وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيْدَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ اِسْتَكْرَهَهَا"۔ رواہ محمد فی "الموطا" (۳۰۸)۔ و هو کذلك عند مالك فی موطاہ (۳۵۰)۔ ومراسیله حجة عندالقوم۔

۳۷۰۸- عن الثوری عن الاعمش عن ابن المسیب: "اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اُتِیَ بِامْرَاَةٍ لَقِيَهَا رَاعٍ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ، وَهِیَ عَطْشٰی، فَاسْتَسْقَتْ، فَاَبٰی اَنْ يَسْقِيَهَا اِلَّا اَنْ تَتْرُكَهٗ فَيَقَعُ بِهَا، فَنَاشَدَتْهُ بِاللّٰهِ فَاَبٰی، فَلَمَّا بَلَغَتْ جُهْدَهَا اَمْكَنَتْهُ، فَدَرَاَعَنْهَا عُمَرُ الْحَدَّ بِالضَّرُوْرَةِ"۔ رواہ عبدالرزاق (کنز العمال ۳:۸۶)۔ وهذا سند صحیح۔

حدیث صرف تائیداً ذکر کی ہے (تاسیساً ذکر نہیں کی)۔

۳۷۰۷۔ نافع فرماتے ہیں کہ ایک غلام مال خمس کے غلاموں اور باندیوں پر نگہبان تھا۔ اس (نگہبان غلام) نے ان باندیوں میں سے ایک سے زبردستی زنا کیا تو حضرت عمرؓ نے اس زنا کرنے والے غلام کو (حد میں) کوڑے مارے اور (تعزیراً) جلاوطن کر دیا۔ لیکن اس باندی کو اس وجہ سے کوڑے نہیں مارے کہ اس غلام نے اس سے زبردستی زنا کیا تھا (موطا محمد، موطا مالک)۔ امام مالک کے مراسیل حجت ہیں۔

۳۷۰۸۔ ابن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جسے جنگل میں ایک چرواہا ملا اور وہ عورت پیاسی تھی۔ اس نے چرواہے سے پانی مانگا لیکن اس نے اسے پنی پلانے سے انکار کر دیا۔ الّا یہ کہ وہ اسے اجازت دے کہ وہ اس سے زنا کرے۔ اس عورت نے اسے خدا کا واسطہ دیا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ آخر جب وہ تھک ہار گئی (یعنی مرد نے اس کی بات نہ مانی) تو اس عورت نے اسے قدرت دیدی، اس پر حضرت عمرؓ نے اس عورت سے ضرورت اور مجبوری کی بنا پر حد کو رفع کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے زبردستی زنا کیا جائے اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔ البتہ زبردستی زنا کرنے والے مرد پر حد جاری ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی مرد سے زبردستی زنا کروایا جائے تو اس پر بھی حد نہیں ہوگی (ہدایہ)

بَاب مَنْ اَصَابَ حَدًّا مَرَّتَيْنِ فَصَاعِدًا قَبْلَ اَنْ يُقَامَ عَلَيْهِ الْحَدُّ لَا يُحَدُّ اِلَّا حَدًّا وَاحِدًا

۳۷۰۹- ابن وهب عن سفيان الثوری عن حميد الطويل عن انس بن مالكؓ، قال: "أُتِىَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِسَارِقٍ، فَقَالَ: مَاسَرَقْتُ قَبْلَهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: كَذَبْتَ وَرَبِّ عُمَرَ، مَا اَخَذَاللّٰهُ عَبْدًاعِنْدَ اَوَّلِ ذَنْبٍ"- وعن ابن وهب عن عبداللّٰه بن سمعان بهذا، وان علی بن ابی طالبؓ قال له: اَللّٰهُ اَحْلَمُ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَبْدَهٗ فِىْ اَوَّلِ ذَنْبٍ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَاَمَرَ بِهٖ عُمَرُ، فَقُطِعَ، فَلَمَّا قُطِعَ قَامَ اِلَيْهِ عَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ، فَقَالَ لَهٗ: اُنْشِدُكَ اللّٰهَ كَمْ سَرَقْتَ مِنْ مَرَّةٍ؟ قَالَ لَهٗ: اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً- رواه ابن حزم فی "المحلی" (۱۱:۱۵۸)-

واخرج نحوه من قول ابی بكرؓ، وقال: "الاسنادان عن ابی بكرؓ و علیؓ ضعيفان، احدهما مرسل والآخر مرسل ساقط، والاسناد فی ذلك عن عمرؓ صحيح اه-

باب جس شخص نے حد قائم کئے جانے سے قبل حد والے گناہ کا ارتکاب دو یا زیادہ مرتبہ کیا تو اس پر ایک ہی حد قائم کی جائے گی

۳۷۰۹- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک چور کو لایا گیا۔ چور نے کہا کہ اس سے قبل میں نے چوری نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ عمر کے رب کی قسم، اللہ نے کسی بندے کو پہلے گناہ پر نہیں پکڑا۔ اور ایک دوسرے طریق سے یہ الفاظ بھی مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ زیادہ بردبار ہیں اس سے کہ وہ اپنے بندے کو پہلے گناہ پر پکڑلیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا پس اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو حضرت علیؓ اس کے پاس جا کھڑے ہوئے اور اس سے فرمایا کہ میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے کتنی مرتبہ چوری کی؟ تب اس چور نے آپؓ سے کہا کہ اکیس مرتبہ (محلی ابن حزم)۔ اور ابن حزم نے اسی قسم کا قول ابوبکر صدیقؓ سے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ والے قول کی سند صحیح ہے۔ اور ابوبکرؓ وعلیؓ کی سندوں میں ارسال ہے۔ لیکن تائیداً پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور ارسال ہمارے نزدیک علت ہی نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ترجمۃ الباب واضح ہے کہ مجرم نے اعتراف کیا کہ اس نے اکیس مرتبہ چوری کی ہے لیکن اس پر دوبارہ حد جاری نہ کی گئی۔ جامع المسانید (ج ۲، ص ۱۸۵) میں ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص کوفہ میں کسی آدمی پر تہمت لگائے اور

قلت: و قد تايد به المرسلان عن ابى بكر و علي، والارسال ليس بعلة عندنا۔

۳۷۱۰- عن معاوية قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ"۔ رواه الترمذی(۱: ۱۷۴)۔ و فی نفع قوت المغتذی(۱: ۱۷۳): صححه ابن حبان والحاكم۔قلت: قال الذهبی ايضا هو صحيح، كما فی الزيلعی(۲: ۹۵)۔

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ

بَابٌ مَا وَرَدَ فِيْمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ

۳۷۱۱- عن معاويةؓ قال قال رسول الله ﷺ، مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ، فَإِنْ عَادَ فِي

ایک دوسرے آدمی پر واسط میں اور تیسرے آدمی پر بصرہ میں تہمت لگائے تو اس پر ایک ہی حد لگائی جائے گی۔اسی طرح اگر کسی نے کئی لوگوں کی چوری کی اور پھر اس کا ایک مرتبہ ہاتھ کاٹا گیا تو یہ حد سب کے لیے کافی ہوگی۔یہی حال زنا اور شراب کی حد کا ہے۔(انتہی)۔موفق نے مغنی میں لکھا ہے اس بات پر علماء کا اجماع ہے۔لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب اس نے ایک ہی قسم کی جنایت متعدد بار کی ہو۔اور اگر کسی نے مختلف قسم کی جنایتیں کی ہوں مثلاً زنا کیا، چوری کی، شراب پی وغیرہ تو اس پر تمام حدود لگائی جائیں گی۔البتہ اگر ان حدود میں ایک حد قتل کی ہو تو پھر باقی حدود کو چھوڑ دیا جائے گا۔کیونکہ قتل کے ہوتے ہوئے دوسری قسم کی زجر کی ضرورت نہیں۔

اور اگر مختلف قسم کی حدود جمع ہو جائیں تو سب سے پہلے حقوق العباد سے متعلق حدود جاری کی جائیں گی پھر حقوق اللہ سے متعلق حدود جاری کی جائیں گی۔نفع قوت المغتذی ہی ہے کہ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

۳۷۱۰۔ معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ شراب پیئے تو اسے قتل کرو (ترمذی، باب ماجاء من شرب الخمر) نفع قوت المغتذی میں ہے کہ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔میں کہتا ہوں کہ ذھبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ایک مرتبہ جنایت کرنے پر حد لگا دی گئی پھر اس نے دوبارہ وہی جنایت کی تو اس پر دوبارہ حد لگائی جائے گی۔

تنبیہ: چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل کا حکم اب منسوخ ہے۔جیسا کہ اگلے باب سے واضح ہے۔

باب شراب پینے کی حد

باب شراب پینے والے کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے

۳۷۱۱۔ معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیئے تو اسے کوڑے مارو۔پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کر دو۔(ترمذی، باب سابق) ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ- رواه الترمذی(۱۷٤:۱) و فی "نفع قوت المغتذی"(۱۷۳:۱): صححه ابن حبان والحاکم- قلت: قال الذهبی ایضا: هو صحیح کما فی الزیلعی(۹٥:۲)-

۳۷۱۲- عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ: "أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ، ثُمَّ جَلَدَ أَبُوْبَكْرٍ أَرْبَعِيْنَ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ وَدَنَا النَّاسُ مِنَ الرِّيْفِ وَالْقُرٰى قَالَ: مَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ الْخَمْرِ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا كَأَخَفِّ الْحُدُوْدِ، قَالَ: فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِيْنَ"- رواه مسلم(۷۱:۲)-

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب پینے کی سزا اور حد کوڑے مارنا ہے۔ گویا حد کا ثبوت اس حدیث سے ثابت ہے ۔ نیز بعض ایسے واقعات بھی حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شرابی پر حد لگوائی۔ البتہ کوڑوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اور آپ ﷺ سے صراحت کے ساتھ تعداد معلوم نہیں ہوئی۔ جن کی تعداد اگلی حدیث سے معلوم ہوگی۔

تنبیہ: باوجود حد جاری کرنے کے اگر مجرم چوتھی مرتبہ شراب پئے تو اس حدیث سے قتل کرنا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ قتل والا حکم منسوخ ہے جیسا کہ خود امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ شروع میں یہ حکم تھا لیکن بعد میں منسوخ ہوگیا جیسا کہ جابرؓ بن عبداللہ کے ذریعے حضور ﷺ سے اسی قسم کا حکم مروی ہے لیکن پھر جابرؓ ہی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس ایسا شرابی لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی تو آپ ﷺ نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے کوڑے مارے۔ اس قسم کے واقعات مختلف روایتوں سے مروی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عام اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ قتل کا حکم منسوخ ہے اور ہم اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف نہیں دیکھتے۔ اور اس مسئلہ میں اصل اور بنیادی چیز یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا خون کرنا صرف تین صورتوں میں حلال ہے۔ (۱) مسلمان کسی کو ناحق قتل کرے (۲) یا محصن ہو کر زنا کرے (۳) یا مرتد ہو جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں "لہٰذا شراب پینے پر قتل کرنا درست نہیں ہوگا" (انتہی)۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نسخ قتل میں میرے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں (فتح الباری، ج ۱۲ ص ۷۰)۔ الغرض چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل کا حکم احادیث ثابتہ اور اہل علم کے اجماع سے منسوخ ہے۔

۳۷۱۲۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شراب پینے پر چھڑی اور جوتے سے مارا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (شراب پینے پر) چالیس کوڑے مارے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگ چراگاہوں اور گاؤں سے نزدیک ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب کی حد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں آپ رضی اللہ عنہ اس کو سب سے ہلکی حد کے برابر رکھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے۔

۳۷۱۳- عن حصين بن المنذر ابی ساسان، قال: "شَهِدتُ عُثمَانَ بُنَ عَفَّانَ أُتِیَ بِالْوَلِیْدِ قَدْ صَلَّی الصُّبحَ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ قَالَ: اَزِیْدُکُمْ، فَشَهِدَ عَلَیْهِ رَجُلَانِ، اَحَدُهُمَا حُمْرَانُ اَنَّهٗ شَرِبَ الْخَمْرَ، وَشَهِدَ آخَرُ اَنَّهٗ رَآهُ یَتَقَیَّأُ فَقَالَ عُثْمَانُ: اِنَّهٗ لَمْ یَتَقَیَّأْ حَتّٰی شَرِبَهَا، فَقَالَ: یَاعَلِیُّ! قُمْ فَاجْلِدْهُ، فَقَالَ عَلِیٌّ: قُمْ یَاحَسَنُ! فَاجْلِدْهُ، فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلّٰی قَارَّهَا، فَکَاَنَّهٗ وَجَدَ عَلَیْهِ، فَقَالَ: یَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قُمْ! فَاجْلِدْهُ، فَجَلَدَهٗ وَعَلِیٌّ یَعُدُّ حَتّٰی بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ، فَقَالَ: اَمْسِكْ، ثُمَّ قَالَ: جَلَدَ النَّبِیُّ ﷺ اَرْبَعِیْنَ، وَاَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ، وَعُمَرُ ثَمَانِیْنَ، وَکُلٌّ سُنَّةٌ، وَهٰذَا اَحَبُّ اِلَیَّ"۔ رواه مسلم (۲:۷۲)۔

۳۷۱۴- عن السائب بن يزيد رضی اللہ عنہ: کُنَّا نُؤْتٰی بِالشَّارِبِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَاِمْرَةِ اَبِیْ بَکْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ اِلَیْهِ بِاَیْدِیْنَا وَنِعَالِنَا وَاَرْدِیَتِنَا، حَتّٰی کَانَ آخِرُ اِمْرَةِ

۳۷۱۳- ساسان کے والد حصین بن منذر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثنا میں ولید بن عقبہ کو لایا گیا۔ انہوں نے صبح کی دو رکعتیں پڑھی تھیں پھر انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لیے زیادہ کرتا ہوں تو دو آدمیوں نے ولید کے خلاف گواہی دی۔ ان گواہوں میں سے ایک حمران نے کہا کہ اس (ولید) نے شراب پی ہے۔ اور ان میں سے دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے اسے قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس نے شراب نہ پی ہوتی تو یہ قے کس چیز کی کرتا (یعنی اس نے شراب پی ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور اسے کوڑے مارو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو خلافت کے سرد (اچھی چیز، مزے کی چیز) کا والی ہے تو گرم (تکلیف کی چیز) کی ذمہ داری بھی لے (یعنی حد وہ خود لگائیں)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر غصے ہوئے پھر انہوں نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن جعفر! تو اٹھ اور اسے کوڑے مار۔ پس انہوں نے ولید کو کوڑے لگائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ چالیس پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رک جاؤ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے چالیس کوڑے مارے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگائے تھے۔ اور سب سنت ہیں اور یہ چالیس کوڑے لگانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم، باب حد الخمر)

۳۷۱۴- سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں شراب پینے والے کو لایا جاتا تو ہم اپنے ہاتھ جوتے اور چادریں لے کر کھڑے ہو جاتے (اور اسے مارتے)۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں شراب پینے والوں کو چالیس کوڑے مارے جاتے۔ اور جب لوگوں نے مزید

عُمَرَ فَجَلَدَ اَرْبَعِيْنَ حَتّٰى اِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ- رواه البخاري (۲:۲ ۱۰۰)-

بَابُ حَدِّ مَنْ شَرِبَ النَّبِيْذَ

۳۷۱۵- حدثنا احمد بن محمد بن ابی شیبة نا محمد بن الولید البسری نا ابو

سرکشی اور فسق و فجور اختیار کیا تو حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے لگائے (بخاری، باب الضرب بالجرید والنعال)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شرابی کی حد اسی کوڑے ہے۔ پس غلام شرابی کی حد چالیس کوڑے ہوگی۔ اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید کو چالیس کوڑے لگائے۔ لیکن صحیح بخاری کی روایت سے جو نیل الاوطار (ج ۷ ص ۵۴) میں بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے ولید کو اسی کوڑے لگائے اور صحیح اور مستند بات یہ ہے کہ حضرت علی بھی اسی کوڑے لگانے کے قائل تھے کیونکہ موطا مالک میں ثور بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے شراب پینے کی حد پر صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں یہ آتا ہے کہ آپؓ شراب کی حد اسی کوڑے کر دیں کیونکہ شراب پی کر آدمی مست ہو جاتا ہے اور مست ہونے پر آدمی بیہودہ بکتا ہے اور جب وہ بیہودہ بکے گا تو کسی پر تہمت لگائے گا اس لیے آپ اسی کوڑے مقرر کر دیں اور یہ واقعہ نسائی اور طحاوی میں متصل سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مروی ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ شرابی کو اسی کوڑے لگائے جائیں۔ اور ان سے نجاشی کو بھی اسی کوڑے لگانا منقول ہے۔ گویا صحابہ کی موجودگی میں اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ شرابی کی حد اسی کوڑے ہے۔ باقی اس حدیث میں جو چالیس کا ذکر آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولید کو مارے جانے والے کوڑے کے دو سرے تھے (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۶۱)۔ اس لیے یہاں بھی حقیقت میں تعداد اسی کی پوری کی گئی۔ اور ھذا احب سے مراد اسی کوڑے ہی ہیں۔ لہٰذا یہ واقعہ اجماع صحابہ کے خلاف نہیں۔

فائدہ: محض شراب کی قے کرنے یا منہ سے شراب کی بو آنے سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ شبہ ہے کہ اسے کسی نے زبردستی پلائی ہو یا پیاس کی وجہ سے حالتِ اضطرار میں پی ہو اور حدود ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی قے کرنے پر ولید کو حد لگائی گئی لیکن عمر ابن ابی شیبہ کی اخبار المدینہ میں سند حسن کے ساتھ یہ مروی ہے کہ ولید کے شراب پینے پر ابوزینب اسدی اور ابومورع اسدی اور جندب بن زہیر اور سعد بن مالک اشعری نے گواہی دی لہٰذا قے کے بغیر بھی شہادت مکمل تھی اور قے سے صرف تائیداً استدلال کیا گیا تھا۔

تنبیہ: امام نوویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کا فعل اور قول دین کی باتوں میں سنت ہے گو ہمیں اس کی دلیل معلوم نہ ہو۔

باب نبیذ پینے والے کی حد

۳۷۱۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایسے شخص کو لایا گیا جو نبیذ پینے کی وجہ سے مست تھا۔ تو

عاصم العوام القطان حدثني عمرو بن دينار عن ابن عمرؓ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ سَكِرَ مِنْ نَبِيْذٍ، فَجَلَدَهُ". كذا قال البسرى، رواه الدارقطنى(٥٣٧:٢) فى سننه- قلت : رجاله رجال الصحيح الا الاول، وهو لم اجده فى كتب الرجال، لكنه ثقة على قاعدة من روى عنه واحد زالت عنه الجهالة، فالسند محتج به-

٣٧١٦- حدثنا جعفر بن محمد بن يعقوب الصيدلى نا على بن حرب نا ابو عاصم عن عمران بن داود عن خالد بن دينار عن ابى اسحاق عن ابن عمر، عن النبى ﷺ : "أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ سَكِرَ مِنْ نَبِيْذِ تَمْرٍ فَجَلَدَهُ". رواه الدارقطنى(٥٣٧:٣)- و فى الزيلعى(٩٧:٢): "عمران بن داود فيه مقال" اه- قلت: هو مختلف فيه، و هو غير مضر كما عرفت مرارا-

٣٧١٧- اخبرنا وكيع ثنا سفيان عن ابى اسحاق عن النجرانى عن ابن عمرؓ، قال: "أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِسَكْرَانَ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ، وَقَالَ: مَا شَرَابُكَ؟ قَالَ: تَمْرٌ وَزَبِيْبٌ، فَقَالَ: لَا تَخْلِطُوْهُمَا جَمِيْعًا، يَكْفِيْ أَحَدُهُمَا مِنْ صَاحِبِهٖ". رواه اسحاق بن راهويه فى مسنده (التعليق المغنى٢: ٥٣٧)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا النجرانى، قال فى التقريب: "مجهول" - لكنه ثقة على قاعدة من روى عنه واحد زالت عنه الجهالة، و قد مرت فالسند محتج به-

---

آپ ﷺ نے کوڑے لگائے۔(دارقطنی)۔میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے پہلے راوی کے۔لیکن وہ بھی اصولاً ثقہ ہے۔پس سند قابل حجت ہے۔

٣٧١٦۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو کھجور کی نبیذ پینے سے مدہوش تھا تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔(دارقطنی)۔میں کہتا ہوں کہ عمران بن داؤد مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔لہٰذا حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

٣٧١٧۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک نشہ میں مست آدمی لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری شراب کس چیز کی ہے؟اس نے جواب دیا کہ کھجور اور کشمش کی۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو اکٹھا نہ ملاؤ۔ان میں سے ایک دوسرے سے کفایت کر جائے گا(مسند اسحٰق بن راہویہ) اس کی سند بھی حجت پکڑنے کے قابل ہے کیونکہ نجرانی کی جہالت زائل ہو چکی ہے۔

فائدہ: احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ نشہ میں مست آدمی پر حد لگائی جائے گی خواہ وہ نشہ نبیذ کے پینے سے پیدا ہوا یا کسی

بَاب حَدِّ الْقَذْفِ

بَاب مَنْ نَسَبَ اَحَدًا اِلٰی خَالِهٖ اَوْ عَمِّهٖ فَلَیس بِقَاذِفٍ

۳۷۱۸- عن عبداللہ بن عمرؓ مرفوعا: "اَلْخَالُ وَالِدُ مَنْ لَا وَالِدَ لَہٗ"، رواہ ابو شجاع الدیلمی فی الفردوس (زیلعی ۲:۹۹)۔

۳۷۱۹- عن عبداللہ بن الوراق مرسلا: "اَلْعَمُّ وَالِدٌ"۔ رواہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ (کنزالعمال۸: ۲۸۰)۔

فَصْلٌ فِی التَّعْزِیْرِ

بَابُ اَنْ لَا یَجُوْزَ تَبْلِیغُ التَّعْزِیْرِ حَدًّا

۳۷۲۰- حدثنا محمد بن حصین الاصبحی ثنا عمر بن علی المقدسی ثنا مسعر عن خالد بن الولید بن عبدالرحمن عن النعمان بن بشیرؓ۔ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِیْ غَیْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِیْنَ"۔ رواہ ابن تاجیة فی فوائدہ، قالہ فی التنقیح، واخرجہ

اور نشہ آور چیز کے پینے سے۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔

باب تہمت لگانے کی حد کا بیان

باب کسی نے کسی کو اس کے ماموں یا چچا کی طرف منسوب کیا تو تہمت لگانے والا نہ ہوگا

۳۷۱۸۔ ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا کہ) جس کا والد نہ ہو تو ماموں اس کا والد ہے (زیلعی)

۳۷۱۹۔ عبداللہ بن الوراق سے مرسلاً مروی ہے کہ چچا باپ کی جگہ ہے۔ (کنزالعمال)

فائدہ: چونکہ ان احادیث میں حضور ﷺ نے والد کا اطلاق ماموں اور چچا پر کیا ہے لہٰذا کسی بچے کو اس کے ماموں یا چچا کی طرف منسوب کرنا گالی اور تہمت نہیں ہوگا۔ نیز قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿نعبد الهک واله آباءک ابراهیم و اسماعیل و اسحاق﴾ اس میں بھی باپ کا اطلاق چچا پر کیا گیا ہے کیونکہ اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

فصل تعزیر کے بیان میں

باب تعزیر کو حد کی مقدار تک پہنچانا جائز نہیں

۳۷۲۰۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو حد کے بغیر کسی کو حد کے برابر سزا دے تو وہ زیادتی

البیہقی، و قال: "المحفوظ مرسل"۔(زیلعی ۲:۹۹)۔

۳۷۲۱- اخبرنا مسعر بن کدام قال: اخبرنی الولید بن عثمان عن الضحاك بن مزاحم- هو من اتباع التابعین علی الصحیح- قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِیْ غَیْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِیْنَ"- رواه الامام محمد فی "کتاب الآثار"(۹۰) هکذا منقطعا، والولید هذا لم اجده، لکنه ثقة علی القاعدة المذکورة مرارا، وبقیة رجاله محتج بهم لا سیما و قد احتج به الامام محمد۔

۳۷۲۲- کتب عمرؓ الی ابی موسیؓ: "لَا یَبْلُغُ النِّکَالُ اَکْثَرَ مِنْ عِشْرِیْنَ سَوْطًا" رواه ابن المنذر و قال: "وروینا عنه اَنْ لَّا یَبْلُغَ بِعُقُوْبَةٍ اَرْبَعِیْنَ"(التلخیص الحبیر ۲:۳٦۲)۔

باب التعزیر بالحبس

۳۷۲۳- عن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِیْ تُهْمَةٍ، ثُمَّ خَلّٰی عَنْهُ"- رواه الترمذی و قال: حسن(۱:۱۷۰) و فی "التلخیص الحبیر"(۲:۳٦۱): "وصححه الحاکم، واخرج له شاهدا من حدیث ابی هریرة"۔

کرنے والوں میں سے ہے۔(ابن ناجیہ، بیہقی)۔

۳۷۲۱۔ حضرت ضحاک بن مزاحم (جو تبع تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو حد کے بغیر حد کے برابر سزا دے تو وہ زیادتی کرنے والوں میں سے ہے۔(کتاب الآثار باب التعزیر)۔امام مجتہد کا اس سے دلیل پکڑنا اس کی صحت کے لیے کافی ہے۔

۳۷۲۲۔ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ سزا بیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو۔اسے ابن المنذر نے روایت کیا ہے اور ابن المنذر فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؓ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ تعزیر چالیس کوڑوں کی سزا کو نہیں پہنچنی چاہیے۔(التلخیص الحبیر)

فائدہ: تعزیر اس سزا کو کہا جاتا ہے جو قاضی یا حکومت کسی شخص کو دیتی ہے اور اللہ کی طرف سے متعین نہیں ہوتی۔جبکہ حدود اللہ کی طرف سے متعین ہیں، ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل جائز نہیں جبکہ تعزیر میں مجرم کو کسی مصلحت کے تحت معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تعزیر کی سزا حد کی مقدار کو نہیں پہنچنی چاہیے اور چونکہ غلام کی حد حد قذف میں چالیس کوڑے ہے لہٰذا اسی اصول کو مدنظر رکھ کر احناف کا یہ مسلک ہے کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا انتالیس کوڑے ہوگی۔اور کم از کم سزا تعزیر میں تین کوڑے ہے۔آخری حدیث میں حضرت عمرؓ کا ابوموسیٰؓ کو یہ فرمانا کہ سزا بیس کوڑوں سے نہ بڑھے کسی خاص مصلحت پر مبنی

بَابُ التَّعۡزِیۡرِ بِالۡاُمُوۡرِ الۡمَعۡنَوِیَّةِ وَبِتَرۡکِ الۡکَلَامِ وَتَفۡرِیۡقِ الۡاَهۡلِ مِنۡ غَیۡرِ طَلَاقٍ

۳۷۲٤- عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: "نَهٰی رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الۡوِصَالِ، فَقَالَ لَهٗ رِجَالٌ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ: فَاِنَّكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: اَيُّكُمۡ مِثۡلِیۡ؟ اِنِّیۡ اَبِيۡتُ يُطۡعِمُنِیۡ رَبِّیۡ وَيَسۡقِيۡنِ۔ فَلَمَّا اَبَوۡا اَنۡ يَّنۡتَهُوۡا عَنِ الۡوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمۡ يَوۡمًا ثُمَّ يَوۡمًا، ثُمَّ رَاَوُا الۡهِلَالَ فَقَالَ: لَوۡ تَاَخَّرَلَزِدۡتُكُمۡ كَالۡمُنَكِّلِ بِهِمۡ حِيۡنَ اَبَوۡا"۔ رواه الامام البخاری، و قال العلامة الحافظ ابن حجر نور الله مضجعه: "یستفاد منه جواز التعزیر بالتجویع ونحوه من الامور المعنویة" (فتح الباری ۱۲:۱۵۷ و ۱۵۸)۔

ہے۔اس لیے یہ حدیث مرفوع یا ان کے اپنے قول "کہ تعزیر چالیس کوڑوں کی سزا کو نہ پہنچے" سے معارض نہیں۔

مسئلہ: چونکہ تعزیر میں تعداد کم ہوتی ہے اس لیے اس میں زور سے مارا جائے گا اور متفرق جگہ نہیں بلکہ ایک ہی جگہ مارا جائے گا تاکہ تنبیہ اور سزا کا مقصد پورا ہو۔اس سے کم زور سے حد زنا میں پھر شراب نوشی کی سزا میں پھر حد قذف میں مارا جائے گا۔

مسئلہ: تعزیر میں یا حد لگانے میں مجرم مرجائے تو اس کا خون معاف ہوگا کیونکہ امام حکم خداوندی پر عمل کر رہا ہے جس میں وہ اس بات کا پابند نہیں کہ جس پر حد یا تعزیر لگائی جا رہی ہے وہ صحیح سالم رہے۔

باب تعزیر میں قید کرنا

۳۷۲۳۔ بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کیا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔(ترمذی، باب ما جاء فی الحبس فی التهمة) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور تلخیص میں ہے کہ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ابو ہریرہؓ سے اس کا شاہد بھی ذکر کیا ہے۔

فائدہ: تعزیر امام کی رائے پر موقوف ہے جو کم و بیش ہو سکتی ہے اور مختلف صورتیں بھی اختیار کر سکتی ہے کیونکہ تعزیر کا مقصد دوسروں کو ایسی گندی حرکات سے روکنا ہے لہٰذا اگر امام مناسب سمجھے کہ مجرم کو قید کرنا ہی بہتر ہے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

باب تعزیر میں امور معنویہ اور بول چال بند کرنا اور طلاق دیے بغیر گھر والوں سے الگ تھلگ رہنا

۳۷۲۴۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صوم وصال (مسلسل افطار کے بغیر کئی دن کے روزے رکھنے) سے منع فرمایا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ خود تو وصال کرتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون مجھ جیسا ہے؟ میرا حال تو یہ ہے کہ مجھے رات کو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔لیکن جب صحابہ رضی اللہ عنہم وصال کرنے سے نہ رکے تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ ایک دن پھر دوسرے دن وصال کیا۔ پھر اس کے بعد لوگوں نے (عید کا) چاند دیکھ لیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر (عید کا) چاند دکھائی نہ دیتا

كتاب السرقة

بَابُ اَدْنٰى مَا يُقْطَعُ فِيهِ الْيَدُ

۳۷۲۵- عن عائشة رضی الله عنها: "اَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا فِيْ ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ اَوْ تُرْسٍ" اخرجه البخاری (۲: ۱۰۰٤)۔

۳۷۲٦- حدثنا عبدالاعلی عن محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده (یعنی عبدالله بن عمرو) قال: قال رسول الله ﷺ : "لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيْ دُوْنَ ثَمَنِ الْمِجَنِّ"، قَالَ عَبْدُاللهِ: "وَكَانَ ثَمَنُ الْمِجَنِّ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ"۔ رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (زیلعی ۲: ۱۰۲)۔ قلت رجاله محتج بهم۔

۳۷۲۷- عن ابن عباس رضی الله عنهما: "كَانَ ثَمَنُ الْمِجَنِّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يُقَوَّمُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ"۔ رواه النسائی (۲: ۲۵۹)، وسكت عنه، فهو صحیح عنده، وقال الزیلعی (۲: ۱۰۲): "رواه الحاكم فی "المستدرك" و قال: حدیث صحیح علی شرط مسلم"۔

میں اور وصال کرتا۔ یہ آپ ﷺ نے ان کی تنبیہ کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے وصال پر اصرار کیا تھا (بخاری، باب کم التعزیر والادب)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صومِ وصال کے ذریعے تعزیر کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے امور معنویہ مثلاً ترکِ کلام اور گھر والوں سے علیحدگی (بغیر طلاق دیے) کے ذریعے بھی تعزیر جائز ہے۔

کتاب چوری کا بیان

باب کم از کم کتنی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے

۳۷۲۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں بغیر لکڑی کے بنے ہوئے ڈھال یا عام ڈھال کی قیمت پر ہی چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔ (بخاری، باب قول الله والسارق والسارقة الخ)

۳۷۲٦۔ عبدالله بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور عبدالله بن عمرو ہی فرماتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی حجت پکڑنے کے قابل ہیں۔

۳۷۲۷۔ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ڈھال کی قیمت دس درہم لگائی جاتی تھی۔ (نسائی) یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ اسی طرح زیلعی میں اور مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۳۷۲۸- اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا القاسم بن عبدالرحمن عن ابيه عن عبدالله بن مسعود، قال: "لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيْ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"- رواه الامام محمد فى "كتاب الآثار"(۹۲)، واحتج به- واسناده صحيح-

۳۷۲۹- اخبرنا الثورى عن عبدالرحمن بن عبدالله عن القاسم بن عبدالرحمن قال: قال ابن مسعود: لَا تُقْطَعُ الْيَدُ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"- رواه عبدالرزاق فى "مصنفه" (زيلعى ۲:۱۰۳)- قلت: مرسل، ورجاله رجال الصحيح-

۳۷۳۰- اخبرنا يحيى بن يزيد وغيره عن الثورى عن عطية بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمن قال: "اُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ سَرَقَ ثَوْبًا، فَقَالَ لِعُثْمَانَ: قَوِّمْهُ، فَقَوَّمَهُ ثَمَانِيَةَ دَرَاهِمَ فَلَمْ يَقْطَعْهُ"- رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه"(زيلعى ۲:۱۰۲)-وذكره الحافظ فى "الدراية"، وسكت عنه-

۳۷۳۱- ثنا موسى بن داود ثنا ابن لهيعة عن عمرو بن شعيب عن سعيد بن المسيب قال: "مَضَتِ السُّنَّةُ اَنْ لَا تُقْطَعَ يَدُالسَّارِقِ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَمَضَتِ السُّنَّةُ بِاَنَّ قِيْمَةَ الْمِجَنِّ دِيْنَارٌ اَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ"- رواه فى كتاب الحجج (الجوهر النقى ۲:۸۰)-

---

۳۷۲۸- عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہ کاٹا جائے۔(کتاب الآثار امام محمد) اس کی سند صحیح ہے۔

۳۷۲۹- عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم میں ہی (چور کا) ہاتھ کاٹا جائے۔(مصنف عبدالرزاق)۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔البتہ حدیث مرسل ہے (اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے)

۳۷۳۰- قاسم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس ایک ایسا مرد لایا گیا جس نے ایک کپڑا چرایا تھا۔حضرت عمر نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ اس کی قیمت لگاؤ۔حضرت عثمان نے اس کی قیمت آٹھ درہم لگائی تو حضرت عمر نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔(مصنف ابن ابی شیبہ) حافظ صاحب نے درایہ میں اس سے سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۷۳۱- سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ سنت اور طریقہ یہی چلا آرہا ہے کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس درہم میں ہی کاٹا جائے۔اور سنت یہی چلی آرہی ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم ہے۔(الجوہر النقی) اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

قلت: اسناده محتج به۔

۳۷۳۲- ثنا علي بن عاصم عن المثنى بن الصباح عن عمرو بن شعيب عن سعيد ابن المسيب، قال: "مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَاتُقْطَعَ الْيَدُ اِلَّا فِیْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"۔ رواه في كتاب الحجج (الجوهر النقي) قلت: اسناده محتج به۔

بَاب اَنَّ قَطْعَ الْيَدِ يَجِبُ بِالْاِقْرَارِ مَرَّةً

۳۷۳۳- حدثنا ربيع المؤذن قال: ثنا اسد بن موسى قال: ثنا ابن لهيعة قال: حدثنا يزيد بن ابي حبيب عن عبدالرحمن بن ثعلبة الانصارى عن ابيه ان عمرو بن سمرة بن

۳۷۳۲۔ سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے یہی سنت چلی آ رہی ہے کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس درہم میں ہی کاٹا جائے۔ (الجوہر النقی)۔ اس کی سند بھی حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: چوری میں موجب حد مقدار میں اصل بنیاد و معیار ڈھال کی قیمت ہے اور وہ خود حضور ﷺ کا مقرر کردہ ہے جیسا کہ پہلی حدیث مرفوع میں ہے۔ البتہ ڈھال کی قیمت میں صحابہؓ کی روایات مختلف ہیں۔ اجلہ صحابہ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ڈھال کی قیمت دس درہم یا ایک دینار تھی۔ (یہ صحابہ کبار اور کثیر الملازمۃ ہیں)۔

جب کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں ڈھال کی قیمت کم ذکر کی گئی ہے۔ لیکن عبداللہ بن عمروؓ، ابن عباسؓ، اور ابن مسعودؓ کی روایات مختلف وجوہات سے راجح ہیں۔ (۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں اضطراب ہے جبکہ عبداللہ بن عمروؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کی رایات اضطراب سے خالی ہیں۔ (۲) چیزوں کی قیمتوں کا علم عورت کی نسبت مردوں اور بچوں کی نسبت بڑوں کو زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ ابن عمر بقول امام بخاری اصغر القوم ہیں۔ (۳) نصف دینار یا ربع دینار وغیرہ کی مقدار ابتداء اسلام میں تغلیظ پر محمول ہیں جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام میں شراب کے برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ (۴) یہ اختلاف شبہ کا سبب ہے اور حدود بالاجماع ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جایا کرتی ہیں۔ لہٰذا احتیاط واجب ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ کیونکہ اس سے زیادہ کسی سے مروی نہیں پس یہی یقینی ہے۔

باب ایک مرتبہ (چوری کا) اقرار کرنے سے ہی قطع ید واجب ہو جاتا ہے

۳۷۳۳۔ عبدالرحمٰن بن ثعلبہ انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سمرہ بن حبیب بن عبدشمس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کہ میں نے فلاں قوم کا اونٹ چرایا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنا ایک اونٹ گم کر بیٹھے ہیں تب حضور ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ ثعلبہ کہتے ہیں کہ جب اس

حبیب بن عبد شمس اَتَی النَّبِیَّ ﷺ ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّی سَرَقْتُ جَمَلًا لِبَنِی فُلَانٍ فَاَرْسَلَ اِلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوْا!اِنَّا فَقَدْنَا جَمَلًا لَنَا فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ، فَقُطِعَتْ یَدُہٗ۔ قَالَ ثَعْلَبَۃُ: اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ حِیْنَ قُطِعَتْ یَدُہٗ، وَھُوَ یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ طَھَّرَنِیْ مِمَّا اَرَادَ اَنْ یَدْخُلَ بِیَدِیْ النَّارَ۔ رواہ الطحاوی (۲:۹۶و۹۷)۔ قلت :اسنادہ محتج بہ۔

۳۷۳٤- عن ابی ھریرۃؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اُتِیَ بِسَارِقٍ قَدْ سَرَقَ شَمْلَۃً۔ فَقَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنَّ ھٰذَا سَرَقَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَا اَخَالُہٗ سَرَقَ۔ فَقَالَ السَّارِقُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَالَ: اِذْھَبُوْا بِہٖ فَاقْطَعُوْہُ، ثُمَّ احْسِمُوْہُ، ثُمَّ اِئْتُوْنِیْ بِہٖ فَقُطِعَ فَاُتِیَ بِہٖ، فَقَالَ : تُبْ اِلَی اللّٰہِ قَالَ: قَدْ تُبْتُ فَقَالَ: تَابَ اللّٰہُ عَلَیْکَ"۔ رواہ الدارقطنی ، واخرجہ موصولا ایضا الحاکم والبیہقی ، وصححہ ابن القطان (نیل الاوطار ۷:۴۲)۔

کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا "اس خدا کی تعریف ہے جس نے مجھے اس گناہ سے پاک کر دیا جو مجھے میرے ہاتھ کے ذریعے دوزخ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا تھا" (طحاوی ، باب الاقرار بالسرقۃ) اس کی سند حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

۳۷۳۴۔ ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے ایک بڑی چادر چرائی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ اس نے چوری کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا گمان تو نہیں ہے کہ اس نے چوری کی ہو۔ چور نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! (یعنی میں نے چوری کی ہے) تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اچھا) اسے لے جاؤ۔ اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اس کے ہاتھ کو جلتے ہوئے تیل میں داغ دو پھر اسے میرے پاس لاؤ۔ پس اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اسے (حضور ﷺ کے پاس) لایا گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب میں توبہ کر۔ اس نے کہا کہ میں نے توبہ کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے تیری توبہ قبول کی۔ (دارقطنی ، حاکم ، بیہقی ، طحاوی ، باب سابق) ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اقرار کرنا وجوب حد کے لیے کافی ہے یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ بعض روایات میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ اقرار کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ ان احادیث میں دو تین مرتبہ اقرار کا ذکر ہے لیکن ان احادیث سے دو مرتبہ اقرار کرنا شرط معلوم نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہی تطبیق دی جائے گی کہ مجرم نے از خود دو مرتبہ اقرار کیا لیکن یہ دو مرتبہ اقرار کرنا شرط نہ تھا۔ اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں تین مرتبہ اقرار کا ذکر ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ نیز اقرار تو ایک مرتبہ ہی کافی تھا لیکن حضور ﷺ کا اس کو بار بار تلقین کرنا محض حد کے رفع کرنے کے لیے تھا۔

بَاب اَنْ لَا تُقْطَعَ الْيَدُ فِيْ الشَّيْءِ التَّافِهِ

٣٧٣٥- حدثنا عبدالرحيم بن سليمان عن هشام بن عروة عن عروة عن عائشة رضى الله عنها، قالت: "لَمْ يَكُنْ يَدُ السَّارِقِ تُقْطَعُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ". اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ٢: ١٠٣)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة۔

بَاب اَنْ لَّا قَطْعَ فِيْ الطَّيْرِ

٣٧٣٦- حدثنا وكيع ثنا سفيان الثورى عن جابر الجعفى عن عبدالله بن يسار، قال: "اُتِيَ عُمَرُ بْنُ عَبدِ الْعَزِيْزِ بِرَجُلٍ سَرَقَ دَجَاجَةً، فَاَرَادَ اَنْ يَقْطَعَهُ، فَقَالَ لَهُ سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: قَالَ عُثْمَانُ: لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ"۔ رواه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ٢: ١٠٣)۔ قلت: اسناده محتج به۔

٣٧٣٧- حدثنا عبدالرحمن بن مهدى عن زهير بن محمد عن يزيد ، فقال: "مَا رَاَيْتُ اَحَدًا قَطَعَ فِيْ الطَّيْرِ، وَمَا عَلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ قَطْعٌ، فَتَرَكَهُ عُمَرُ"۔ رواه ابن ابى شيبة

باب گھٹیا چیز کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے

۳۷۳۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں گھٹیا چیز کی چوری کرنے پر (چور کا) ہاتھ نہ کاٹا جاتا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: گھٹیا چیز سے مراد دس درہم سے کم قیمت والی چیز ہے۔

باب پرندہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے

۳۷۳۶۔ عبداللہ بن یسار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے مرغی چرائی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ان سے فرمایا کہ حضرت عثمان ﷛ نے فرمایا کہ پرندہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کی سند قابل حجت ہے۔

۳۷۳۷۔ یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے پرندہ چوری کرنے میں ہاتھ کاٹا ہو اور چور پر پرندہ چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔ پس عمر بن عبدالعزیز نے اسے چھوڑ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: ان آثار سے معلوم ہوا کہ پرندہ چوری کرنے میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور حضرت عثمانؓ کی رائے کا کوئی صحابی

(زیلعی ۲: ۱۰۳) قلت: رجاله رجال الجماعة۔

بَاب لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ وَلَا طَعَامٍ يَتَسَارَعُ اِلَيْهِ الْفَسَادُ

۳۷۳۸- عن ابی ہریرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ : "لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ"۔ رواه ابن ماجة، واسناده صحیح (درایة ۲۵۲)۔

۳۷۳۹- عن رافع بن خدیج ﷺ، قال: سمعت رسول الله ﷺ یَقُوْلُ "لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ"۔ رواه الخمسة، واخرجه ایضا الحاکم والبیهقی وصححه البیهقی وابن حبان، واختلف فی وصله وارساله، و قال الطحاوی: "هذا الحدیث تلقت العلماء متنه بالقبول"۔(نیل ۷: ۳۹و ۴۰)۔ قلت: یترجّح الوصل فی هذه الصورة۔ فان زیادة الثقة مقبولة، لا سیما اذا صححه بعض اهل الفن، فان الوصل من لوازم التصحیح المطلق۔

۳۷۴۰- عن الحسن البصری ان النبی ﷺ قال: "اِنِّی لَااَقْطَعُ فِی الطَّعَامِ"۔ رواه

مخالف معلوم نہیں ہوتا۔لیکن یادر کھیے کہ یہ جرم قابل سزاوتعزیر ہے لہٰذا حاکم اپنی صوابدید سے اسے تعزیر کرسکتا ہے۔

باب پھلوں اور کھجور کے خوشوں اور ایسے کھانے کی چیز کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے جو جلدی خراب ہو جائے

۳۷۳۸۔ ابوہریرۃ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھلوں اور کھجوروں کے خوشوں (گابھوں) کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔(ابن ماجہ)۔اس کی سند صحیح ہے۔

۳۷۳۹۔ رافع بن خدیج ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پھلوں (جو لٹکے ہوئے ہوں درخت پر) اور کھجوروں کے خوشوں کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، حاکم، بیہقی) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ علماء نے اس حدیث کے متن کو قبول کیا ہے۔نیز تصحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند متصل ہے اور زیادۃِ ثقہ بھی مقبول ہے۔

فائدہ: یعنی جب تک پھل توڑ کر کھلیان میں محفوظ نہ کرلیا گیا ہو بلکہ ابھی تک درختوں پر لٹکا ہوا ہوتو اس کے چوری کرنے میں قطع ید نہیں ہے۔ہاں البتہ امام اسے تعزیراً سزا دے سکتا ہے۔اسی طرح جو جانور پہاڑ کی چراگاہوں پر چر رہے ہوں ان کی چوری کرنے میں بھی قطع ید نہیں البتہ امام کوئی ایسی سزا تجویز کرسکتا ہے، جو اس سے بھی زیادہ سخت ہوسکتی ہے۔لیکن اگر وہ اپنے باڑے میں ہوں اور پھل کھلیان میں محفوظ کرلیا گیا ہوتو ان کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۳۷۴۰۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کھانے کی چوری کرنے میں ہاتھ نہ کاٹوں گا۔(مراسیل

ابوداود فی المراسیل، وذکرہ عبدالحق فی احکامه من جهة ابی داود، ولم یعله بغیر الارسال، واقرہ ابن القطان علی ذلك (زیلعی۲:۱۰۴)۔ قلت: ومراسیل الامام الحسن البصری موصولة کما عرفت ذلك غیر مرة، وسکوت عبدالحق عن ھذا المرسل و تقریر ابن القطان یدل علی کونه محتجا به عندھما، کما فی الزیلعی(۲:۱۰۵)۔

۳۷۴۱- حدثنا حفص عن اشعث بن عبدالملك و عمرو عن الحسن: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اُتِیَ بِرَجُلٍ سَرَقَ طَعَامًا فَلَمْ یَقْطَعْهُ"۔ رواہ ابن ابی شیبة فی "مصنفه"، ورواہ عبدالرزاق فی "مصنفه": اخبرنا سفیان الثوری عن رجل عن الحسن فذکرہ، وزاد: قال سفیان: "هُوَ الطَّعَامُ الَّذِیْ یَفْسُدُ مِنْ نَّهَارِهٖ کَالثَّرِیْدِ وَاللَّحْمِ"-(زیلعی۲:۱۰۴)۔ قلت : رجال السند الاول رجال الجماعة الا اشعث، فان مسلما لم یخرج له، واخرج له الباقون- الا عمروا، فانه لا حاجة لنا الیه۔

بَاب اَنْ لَا قَطْعَ فِیْ سَرِقَةِ الْعَبْدِ الْعَاقِلِ الْمُعَبِّرِ عَنْ نَفْسِهٖ

۳۷۴۲- ثنا عبدالله بن المبارك عن سعید بن ابی ایوب عن معروف بن سوید: "اَنَّ قَوْمًا کَانُوْا یَسْتَرِقُوْنَ رَقِیْقَ النَّاسِ بِاَفْرِیْقِیَّةَ، فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ رَبَاحٍ: لَیْسَ عَلَیْهِمْ قَطْعٌ، قَدْ کَانَ هٰذَا عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمْ یَرَ عَلَیْهِمْ قَطْعًا، وَقَالَ: "هٰؤُلَاءِ خَلَّابُوْنَ"- اخرج ابن ابی

ابوداؤد)۔ حسن بصریؒ کے تمام مراسیل موصول اور حجت ہیں۔

۳۷۴۱۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے کھانا چوری کیا تھا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ کھانا مراد ہے جو اسی دن ہی خراب ہو جائے جیسے ثرید اور گوشت وغیرہ۔ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے اشعث کے کہ مسلم کے علاوہ باقیوں نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔

فائدہ: چونکہ گندم کی چوری میں بالاجماع ہاتھ کاٹا جائے گا لہٰذا ان احادیث میں طعام سے مراد وہ چیز ہے جو جلدی خراب ہو جائے اور یہ تفسیر آخری حدیث میں خود حضرت سفیان ثوریؒ سے بھی مروی ہے۔

باب اپنے سے واقف عقلمند غلام کی چوری میں قطع ید نہیں ہے

۳۷۴۲۔ معروف بن سوید سے مروی ہے کہ افریقہ میں لوگ لوگوں کے غلاموں کو چرایا کرتے تھے تو علی بن رباح نے فرمایا کہ ان پر قطع ید نہیں ہے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تھا پس وہ (حضرت عمرؓ) ان پر قطع ید کو روا نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ فرماتے تھے کہ یہ

شيبة، وهذا السند رجاله ثقات (الجوهر النقي ۲:۱۸۳)۔

بَاب اَنْ لَاقَطْعَ عَلٰى خَائِنٍ وَلَامُنتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ

۳۷٤۳- عن جابرؓ عن النبی ﷺ قال: "لَيْسَ عَلٰى خَائِنٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ" -رواه الخمسة، وصححه الترمذي، واخرجه ايضا الحاكم والبيهقي وابن حبان و صححه (نيل ۸:٤۲)۔ وسكت عنه عبدالحق في "احكامه"، وابن القطان بعده، فهو صحيح عندهما (زيلعي ۲:۱۰۵)۔ وقال القرطبي: "هو حديث قوي"۔ قلت: وصححه ابو عوانة (فتح الباري ۱۲:۸۱)۔

۳۷٤٤- اخبرنا مالك عن ابن شهاب: "اَنَّ رَجُلًا اِخْتَلَسَ شَيْئًا فِيْ زَمَنِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، فَاَرَادَ مَرْوَانُ قَطْعَ يَدِهٖ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ۔ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ"۔ اخرجه محمد في "الموطا" (۳۰۳)۔ وسنده صحيح غير انه مرسل، و في تعليقه: "ان له شاهدا صحيحا من حديث عبدالرحمن بن عوف اخرجه ابن ماجة" اھ۔

خلاب (نرم اور میٹھی میٹھی گفتگو کر کے فریفتہ کرنے والے) ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یعنی بڑے عقلمند غلام کو چرانا شرعاً سرقہ نہیں بلکہ خداع (دھوکہ) اور غصب ہے (اور یہ تعلیل خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے) لہٰذا جب شرعی سرقہ نہیں پایا گیا تو حدِ سرقہ بھی لاگو نہیں ہوگی۔ البتہ چھوٹے غلام کو جو اپنا اظہار نہ کر سکتا ہو اور اپنے آپ سے واقف نہ ہو اس کو چرانے میں حد سرقہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں سرقہ شرعی متحقق ہوگا اور اسی صورت پر مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ دوسری حدیث "کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایسا چور لایا گیا جس نے غلام چرایا تھا تو آپ ؓ نے اس چور کا ہاتھ کاٹا تھا" محمول ہے۔

باب خیانت کرنے والے پر اور ڈاکو اور اچکے پر قطع ید نہیں

۳۷۴۳۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا خیانت کرنے والے، اچک کر لے بھاگنے والے اور ڈاکہ مارنے والے کی سزا قطع ید نہیں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ) امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قوی ہے اور ابوعوانہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

۳۷۴۴۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ مروان بن حکم کے زمانے میں ایک شخص کچھ اچک کر لے گیا۔ مروان نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا تو زید بن ثابتؓ اس کے پاس آئے اور اسے بتلایا کہ اچک کر لے جانے والے پر حد نہیں۔ (موطا امام محمد باب المختلس)۔ اس کی سند صحیح ہے اگرچہ یہ مرسل ہے لیکن ابن ماجہ میں عبدالرحمن بن عوفؓ کی ایک حدیث اس کے لیے صحیح شاہد ہے۔

۳۷٤۵- حدثنا اشعث عن ابی الزبیر عن جابر، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "لَیْسَ فِیْ الْغُلُوْلِ قَطْعٌ"۔ رواہ الامام ابو یوسف فی "الخراج" له(۲۰۵)۔ وسندہ صحیح۔

بَاب اَنْ لَا قَطْعَ عَلَی النَّبَّاشِ

۳۷٤٦- ثنا عیسی بن یونس عن معمر عن الزهری قال: "اُتِیَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ بِقَوْمٍ یَحْتَفِرُوْنَ الْقُبُوْرَ، یَعْنِیْ یَنْبُشُوْنَ، فَضَرَبَهُمْ وَنَفَاهُمْ، وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُتَوَافِرُوْنَ"۔ رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه، وهذا سند صحیح(الجوهر النقی ۲:۴۰۲)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة، واخرجه عبدالرزاق فی مصنفه: اخبرنا معمر به، وزاد: وَطَوَّفَ بِهِمْ کما فی الزیلعی (۲:۱۰۷)۔ قلت: رجاله رجال الجماعة قال محمد: "وَبَلَغَنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اَفْتٰی مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ اَنْ لَا یَقْطَعَهٗ، وَهُوَ قَوْلُنَا: (کتاب الآثار۹۴)۔

۳۷٤۷- حدثنا حفص عن اشعث عن الزهری، قال: "اُخِذَ نَبَّاشٌ فِیْ زَمَنِ مُعَاوِیَةَ،

۳۷۴۵۔ جابر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خیانت کرنے میں قطع ید نہیں (کتاب الخراج لابی یوسف)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: شریعت میں سرقہ کہتے ہیں مکلف آدمی کا مکان میں یا کسی نگہبان کے پاس محفوظ مال کو خفیہ طریقے پر لینا اور چونکہ یہ معنی خائن، ڈاکو اور اچکے میں نہیں پائے جاتے گویا سرقہ شرعی نہیں پایا گیا اس لیے حد سرقہ لاگو نہیں ہوگی۔ البتہ امام کو تعزیر میں سزا دینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح مخزومی عورت کا بھی ہاتھ سرقہ کی وجہ سے کاٹا گیا تھا۔ جیسا کہ فتح الباری (ج ۱۲، ص ۸۷) میں ہے کہ عاریۃً لے کر انکار کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

باب کفن چور پر قطع ید نہیں

۳۷۴۶۔ زہری فرماتے ہیں کہ مروان بن حکم کے پاس ایسی قوم کو لایا گیا جو قبریں کھودا کرتی تھی یعنی کفن چوری کرتی تھی۔ مروان نے ان کی پٹائی کی اور ان کو جلاوطن کر دیا حالانکہ اس وقت صحابہ کرامؓ وافر مقدار میں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اور اس کی سند صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ "ان کفن چوروں کو شہر کا چکر لگوایا" (زیلعی) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ امام محمدؒ کتاب الآثار باب حد النباش میں فرماتے ہیں کہ ہمیں ابن عباس ؓ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے مروان کو یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس کا (یعنی کفن چور کا) ہاتھ نہ کاٹیں اور یہی ہمارا قول ہے۔

۳۷۴۷۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ کے زمانے میں کفن چور کو پکڑا گیا اور اس وقت مروان مدینے پر حاکم تھا۔ اس نے

وَكَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَسَالَ مَنْ يَحْضُرُ بِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالْفُقَهَاءِ، فَاَجْمَعَ رَأيُهُمْ عَلٰى اَنْ يُضْرَبَ وَيُطَافَ بِهِ"- رواه ابن ابی شیبة(زیلعی ۲:۱۰۷)- قلت: رجاله رجال الجماعة-

بَاب اَنْ لَا قَطْعَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ

۳۷۴۸- عن وکیع المسعودی عن القاسم: "اَنَّ رَجُلًا سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، فَكَتَبَ فِيْهِ سَعْدٌ اِلٰى عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، فَقَالَ: لَا قَطْعَ عَلَيْهِ، مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهُ فِيْهِ حَقٌّ- رواه ابن ابی شیبة-

۳۷۴۹- وروی البیهقی من طریق الشعبی عن علیؓ انه کان یقول: "لَيْسَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ قَطْعٌ"-(التلخیص الحبیر۲:۳۵۷)- قلت: رجال السند الاول رجال الصحیح، ولکن القاسم لم یلق احدا من الصحابة غیر جابر وابن عمر، والانقطاع لا یضر عندنا-

۳۷۵۰- حدثنا جبارة بن المغلس ثنا حجاج بن تمیم عن میمون بن مهران عن ابن

حاضرین صحابہؓ اور فقہاء سے پوچھا تو ان سب کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ اس کی پٹائی کی جائے اور اس کا چکر لگوایا جائے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفن چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ نیز حدیث میں ہے کہ مختفی پر قطع ید نہیں اور اہل مدینہ کی لغت میں مختفی کفن چور کو کہتے ہیں۔ ویسے اس میں شبہ بھی پایا گیا ہے اس لیے کہ کفن نہ حقیقت میں مردے کی ملکیت ہے اور نہ ہی وارث کی۔

باقی جن روایات میں نباش پر قطع ید کا ذکر ہے وہ زجر وتشدید پر محمول ہیں۔

باب بیت المال سے چوری کرنے والے پر قطع ید نہیں

۳۷۴۸۔ قاسم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی تو اس بارے میں سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے (جواب میں) فرمایا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ کیونکہ ہر شخص کا بیت المال میں حق ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۳۷۴۹۔ شعبی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ بیت المال سے چوری کرنے والے پر قطع ید نہیں (التلخیص الحبیر)۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور انقطاع ہمارے ہاں مضر نہیں۔

۳۷۵۰۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خمس کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مال خمس میں سے کچھ چرایا پھر یہ قصہ حضور ﷺ

عباس: ''اَنَّ عَبۡدًا مِنۡ رَقِيۡقِ الۡخُمُسِ سَرَقَ مِنَ الۡخُمُسِ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمۡ يَقۡطَعۡهُ، وَقَالَ: مَالُ اللهِ عزوجل سَرَقَ بَعۡضُهٗ بَعۡضًا''۔ رواه ابن ماجة(۱۸۹)۔ ورواه عبدالرزاق فی ''مصنفه'': اخبرنا عبدالله بن محيريز اخبرنی ميمون بن مهران: ان النبی ﷺ اتی بعبد۔ الحديث، كذا فی الزيلعی(۱۰۷:۲)۔ قلت: مرسل، ورجاله رجال الجماعة الا ميمونا، فان البخاری اخرج له فی الادب دون الصحيح۔

فَصۡلٌ فِی الۡحِرۡزِ وَالۡاَخۡذِ مِنۡهُ

بَاب لَا يُقۡطَعُ الۡعَبۡدُ اِذَا سَرِقَ مَالَ سَيِّدِهٖ اَوۡ زَوۡجَتِهٖ وَاَهۡلِ بَيۡتِهٖ وَيُقۡطَعُ اِذَا سَرَقَ مِنۡ غَيۡرِهِمۡ

۳۷۵۱- عن ابن شهاب عن السائب بن يزيد: ''ان عبدالله بن عمرو بن الحضرمی جَاءَ بِغُلَامٍ لَهٗ اِلٰى عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ، فَقَالَ لَهٗ: اِقۡطَعۡ يَدَ غُلَامِیۡ هٰذَا، فَاِنَّهٗ سَرَقَ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: مَاذَا سَرَقَ؟ فَقَالَ: سَرَقَ مِرۡآةً لِامۡرَاَتِیۡ ثَمَنُهٗ سِتُّوۡنَ دِرۡهَمًا فَقَالَ عُمَرُ اَرۡسِلۡهُ، فَلَيۡسَ عَلَيۡهِ قَطۡعٌ، خَادِمُكُمۡ

کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا اور فرمایا کہ اللہ کا مال ہے بعض مال نے بعض کو چرایا (ابن ماجہ، باب العبد یسرق)۔ اور یہ حدیث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے جس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے میمون کے کہ بخاری نے اس کی حدیث الادب المفرد میں ذکر کی ہے اور ارسال مضر نہیں۔

فائدہ: مال خُمس وہ مال ہے جو مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ بیت المال سے چوری کرنے پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یا تو اس بنا پر کہ یہ مال غیر محرز تھا یا اس میں ملکیت کا شبہ پایا گیا کہ ہر آدمی کا بیت المال میں حصہ ہوتا ہے اور حدود ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔

فصل حفاظت اور اس سے لینے کے بیان میں

باب اگر غلام اپنے آقا یا آقا کی بیوی یا آقا کے گھر والوں کے مال سے چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ان کے علاوہ کسی اور کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا

۳۷۵۱۔ سائب بن یزید سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی اپنے غلام کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹو کیونکہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا چیز اس نے چرائی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری بیوی کا شیشہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس پر قطع ید نہیں

سَرَقَ مَتَاعَكُمْ"- رواه الامام العلام مالك فی "الموطا" (٣٥٦)-قلت: رجاله رجال الصحيح-

٣٧٥٢- عن عبدالله بن عامر بن ربيعة: "اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَطَعَ يَدَ عَبْدٍ سَرَقَ"- رواه عبدالرزاق وابن ابی شيبة (كنزالعمال ٣: ١١١)-قلت: هو محمول على العبد الذی سرق من غير مالكه- واهل مالكه ممن ليس بينهم و بينه انبساط-

بَاب لَا يُقْطَعُ مَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَلَهٗ فِيْهِ نَصِيْبٌ

٣٧٥٣- اخبرنا الثوری عن سماك بن حرب عن ابی عبيد بن الابرص- وهو يزيد ابن دثار- قال: "اُتِیَ عَلِیٌّ بِرَجُلٍ سَرَقَ مِنَ الْمَغْنَمِ، فَقَالَ: لَهٗ فِيْهِ نَصِيْبٌ وَهُوَ خَائِنٌ، فَلَمْ يَقْطَعْ، وَكَانَ قَدْ سَرَقَ مِغْفَرًا"- رواه عبدالرزاق فی "مصنفه" (زيلعی ٢: ١٠٧)- قلت: رجاله رجال الجماعة الا يزيد هذا لم اجده، لكنه ثقة على قاعدة ان من روى عنه ثقة زالت عنه الجهالة، وقد مرت فی مواضع-

---

(کیونکہ) تمہارے خادم نے تمہارا مال چرایا ہے۔ (موطا مالک، **باب ما لا قطع فيه**) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: جب آقا کی بیوی کے مال سے چوری کرنے پر غلام پر قطع ید نہیں ہے تو خود آقا کے مال میں سے چوری کرنے پر بطریق اولیٰ قطع ید نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ غلام مفرور ہو پھر وہ اپنے سید کا مال چوری کرے تو اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس صورت میں اس کی حیثیت غیر کی ہوگی۔ اسی مفہوم پر ابن عمرؓ کی وہ حدیث محمول ہوگی جو تلخیص الحبیر (ج ۲، ص ۳۵۴) میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بھاگے ہوئے غلام پر حد جاری کی تھی۔

۳۷۵۲۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ ابوبکر ﷺ نے چوری کرنے والے غلام کا ہاتھ کاٹا (مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ)۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث اس غلام پر محمول ہے جو اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کا مال چرائے اور غلام کے مالک کے اہل سے مراد وہ لوگ ہیں کہ ان کے درمیان اور غلام کے درمیان بے تکلفی ہو۔

باب مال غنیمت سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے بشرطیکہ اس کا حصہ ہو

۳۷۵۳۔ ابوعبید بن الابرص (یزید بن دثار) فرماتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا۔ جس نے مال غنیمت میں سے چوری کی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اس میں حصہ ہے اور وہ خائن ہے پس آپؓ نے ہاتھ نہ کاٹا حالانکہ اس نے خود کی زرہ چوری کی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے یزید کے اس کی جہالت بھی مرتفع ہو چکی لہٰذا یہ حدیث قابل حجت ہے۔

بَاب اَنَّ مَنُ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا وَصَاحِبُهٗ عِنْدَهٗ نَائِمٌ قُطِعَ

٣٧٥٤- عن صفوان بن امية، قال: "كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى خَمِيْصَةٍ لِيْ ثَمَنُهَا ثَلَاثُوْنَ دِرْهَمًا، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَاخْتَلَسَهَا مِنِّيْ، فَأُخِذَ الرَّجُلُ- فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَمَرَ بِهِ لِيُقْطَعَ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَتَقْطَعُهُ مِنْ أَجْلِ ثَلَاثِيْنَ دِرْهَمًا؟ أَنَا أَبِيْعُهُ وَأُنْسِئُهُ ثَمَنَهَا، قَالَ: فَهَلَّا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِيْ بِهِ؟" رواه النسائى (٢:٢٥٤و٢٥٥)- وسكت عنه- و فى رواية له وقد سكت عنها ايضا: "قَطَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وفى" نيل الاوطار" (٤١:٧): "ورواه مالك عن الزهرى عن عبدالله بن صفوان عن ابيه، و قد صححه ابن الجارود والحاكم"-اه- و فى الزيلعى(١٨٨:٢) "وقال فى "التنقيح": حديث صفوان حديث صحيح، رواه ابوداود والنسائى وابن ماجة واحمد فى مسنده من غير وجه عنه"-اه-

بَاب اَنْ لَا قَطْعَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مَالًا مِنَ الْحَمَّامِ

٣٧٥٥- ثنا زيد بن حباب حدثنى معاوية بن صالح حدثنى ابو الزاهرية عن جبير بن

باب مسجد سے سامان چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ اس کا مالک اس کے پاس ہو

۳۷۵۴۔ صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی چادر کے اوپر سویا ہوا تھا (یعنی چادر سر کے نیچے تھی) اس کی قیمت تیس درہم تھی اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے اسے مجھ سے چُرا لیا۔ پھر وہ آدمی پکڑا گیا اور اسے حضور ﷺ کے پاس لایا گیا آپ ﷺ نے حکم کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اس پر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ آپ تیس درہم کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ رہے ہیں۔ میں اسے اس کے ہاتھ بیچتا ہوں اور قیمت اس پر ادھار ہوگی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی کرنا تھا تو میرے پاس لانے سے پہلے کرتے۔ (نسائی، باب ما یکون حرزا وما لا یکون)۔ اور نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہاتھ کاٹ دیا۔ یہ روایت موطا امام مالک میں بھی مروی ہے۔ اور جارود اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور تنقیح میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد سے ایسا سامان چرایا جائے جس کا مالک اس کے پاس سویا ہوا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر اس کا مالک جاگ رہا ہو تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ یہ اچکنا ہے اور اچکے پر قطع ید نہیں۔

باب حمام سے مال چرانے والے پر قطع ید نہیں

۳۷۵۵۔ جبیر بن نفیر سے مروی ہے، ابوالدرداء سے حمام سے چوری کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے

نفير عن ابى الدرداءﷺ: "سُئِلَ عَنْ سَارِقِ الْحَمَّامِ- فَقَالَ: لَا قَطْعَ عَلَيْهِ"- اخرجه ابن ابى شيبة، وقال الطحاوى: "اَلسَّارِقُ مِنَ الْحَمَّامِ الْمَاْذُوْنِ فِىْ دُخُوْلِهِ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ اِذَا كَانَ غَيْرَ حِرْزٍ": ثنا الربيع الجيزى ثنا عبدالله بن يوسف ثنا سعيد بن عبدالعزيز التنوخى عن بلال بن سعد: "ان ابا الدرداء اُتِىَ بِسَارِقٍ سَرَقَ مِنَ الْحَمَّامِ فَلَمْ يَقْطَعْهُ"- واخرجه ابن حزم فى السرقة من الحمام من حديث وكيع عن سعيد التنوخى، ثم قال: "لا يعرف لابى الدرداء مخالف من الصحابة" (الجوهر النقى ۲:۱۹۳)- وفيه ايضا ما حاصله ان هذه الاسانيد جياد-

بَاب لَا قَطْعَ فِىْ عَامِ مَجَاعَةٍ

۳۷۵۶- عن ابى امامةﷺ مرفوعا: "لَا قَطْعَ فِىْ زَمَنِ الْمَجَاعَةِ"- رواه الخطيب فى "تاريخه" بسند ضعيف-(الجامع الصغير۲:۱۷۶)-

۳۷۵۷- عن احمد بن حنبل عن هارون بن اسماعيل عن على بن المبارك عن

فرمایا اس پر قطع یدنہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ چور اگر اس حمام سے چوری کرے جس میں داخل ہونے کی اسے اجازت ہے تو اس پر قطع یدنہیں، بشرطیکہ وہ مال غیر محفوظ ہو۔(چونکہ حمام میں عام آنے جانے کی اجازت ہے لہٰذا مال غیر محفوظ ہے اور غیر محفوظ مال کی چوری میں قطع ید نہیں ہوتا ہاں اگر مالک اس کے پاس ہو تو پھر یہ مال محفوظ ہے، اس وقت چوری کرنے میں قطع ید ہوگا) بلال بن سعدﷺ سے مروی ہے کہ ابوالدرداءﷺ کے پاس حمام سے چوری کرنے والے چور کو لایا گیا تو آپﷺ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔ابن حزم یہ حدیثِ ابوالدرداءﷺ باب السرقۃ من الحمام کے تحت وکیع عن سعید کے واسطے سے لائے ہیں(اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ) راوی کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں ابوالدرداءﷺ کا مخالف نہیں پایا جاتا ہے۔(الجوہر النقی)۔جوہرنقی میں یہ بھی ہے کہ یہ تمام سندیں عمدہ ہیں۔

باب قحط کے سال چوری کرنے پر قطع یدنہیں

۳۷۵۶۔ ابوامامہﷺ سے مرفوعاً مروی ہے کہ قحط کے زمانے میں چوری کرنے پر قطع ید نہیں ہے۔اسے خطیب نے تاریخ میں سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے(جامع صغیر)

۳۷۵۷۔ حضرت عمرﷺ فرماتے ہیں کہ انگور یا کھجور کے خوشے کے چوری کرنے میں اور قحط والے سال چوری کرنے میں قطع یدنہیں۔اسے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے اس

یحیی بن ابی کثیر عن حسان بن ازھر اَنَّ ابنِ حدیر حدثه عن عمرؓ، قال: ”لَاتُقْطَعُ الْیَدُ فِیْ عِذْقٍ وَلَا عَامِ سَنَةٍ“۔ رواه ابراھیم بن یعقوب الجوزجانی فی جامعه، و قال: ”فسالت احمد عنه، فقال: العذق النخلة، وعام سنة عام المجاعة، فقلت لاحمد: تقول به؟ قال: ای لعمری“۔(التلخیص الحبیر۴:۳۵۸)۔ قلت: احتجاج الامام احمد به یدل علی ان الاثر ثابت، ولم اجد حسان ھذا، وابن حدیر لا یعرف۔

۳۷۵۸- عن عمرؓ قال: ”لَا تُقْطَعُ فِیْ عِذْقٍ وَلَا فِیْ عَامِ السَّنَةِ“۔ رواه عبدالرزاق وابن ابی شیبة(کنز العمال۳:۱۱۵)۔

فَصْلٌ فِیْ کَیْفِیَّةِ الْقَطْعِ

بَابُ قَطْعِ الْیَمِیْنِ مِنَ الْمِفْصَلِ

۳۷۵۹- عن نافع عن ابن عمرؓ: ”اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَاَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْا یَقْطَعُوْنَ السَّارِقَ مِنَ الْمِفْصَلِ“۔ رواه ابو الشیخ فی کتاب الحدود له (التلخیص الحبیر۲:۳۵۸)۔

۳۷۶۰- و فی البیھقی عن عمرؓ: ”اَنَّهٗ کَانَ یَقْطَعُ السَّارِقَ مِنَ الْمِفْصَلِ“۔ سکت

بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ عِذق کھجور کا خوشہ ہے اور عام سنة سے مراد بھوک اور قحط کا سال ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے احمدؒ سے یہ بھی پوچھا کہ کیا آپؒ بھی یہی کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں؟ میری عمر کی قسم۔(تلخیص الحبیر)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔

۳۷۵۸۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کھجور کے خوشے کی چوری میں اور قحط والے سال چوری کرنے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔(مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ)

فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان میں

باب (حد سرقہ میں) دایاں ہاتھ پہونچے سے کاٹا جائے

۳۷۵۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ چور کا ہاتھ پہونچے سے کاٹا کرتے تھے(تلخیص الحبیر)۔

۳۷۶۰۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ چور کا ہاتھ پہونچے سے کاٹا کرتے تھے۔(بیہقی)۔ حافظ ابن حجر

عنه الحافظ فی "التلخیص"، فهو حسن او صحیح عنده۔

۳۷۶۱- حدثنا احمد بن عیسی الوشابینس ثنا عبدالرحمن بن سلمة عن خالد بن عبدالرحمن الخراسانی عن مالك بن مغول عن لیث بن ابی سُلیم عن مجاهد عن عبدالله ابن عمرؓ، قال: "قَطَعَ النَّبِیُّ ﷺ مِنَ الْمِفْصَلِ"، رواه ابن عدی فی الکامل، قال ابن القطان فی کتابه: وخالد ثقة، وعبدالرحمن بن سلمة لا اعرف له حالا (زیلعی۲:۱۰۸)۔ قلت: لم یضعفه الذهبی فی "المیزان"، فاما ثقة او مستور، وهو صالح فی المتابعات۔

۳۷۶۲- حدثنا وکیع عن سبرة بن معبد اللیثی قال: سمعت عدی بن عدی یحدث عن رجاء بن حیوة: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَطَعَ رِجُلًا مِنَ الْمِفْصَلِ" رواه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" مرسلا (زیلعی۲:۱۰۹)۔ قلت: رجاله رجال مسلم الا سبرة هذا فلم اجده، ولکن زالت جهالته بقاعدة ان من روی عنه واحد یخرج من حدالجهالة، وقد مر غیر مرة۔

۳۷۶۳- عن مجاهد قال فی قراءة ابن مسعود: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَهُمَا"۔ رواه البیهقی، وفیه انقطاع۔(التلخیص الحبیر۲:۳۵۸)۔

۳۷۶۴- عن ابراهیم النخعی قال: فی قراء تنا: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ تُقْطَعُ اَیْمَانُهُمْ" رواه البیهقی۔(التلخیص الحبیر۲:۳۵۸)۔

۳۷۶۵- اخرج ابن جریر وابن المنذر وابو الشیخ من طرق عن ابن مسعود: انه قرا:

نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے پس یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۳۷۶۱۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (چوری میں ہاتھ) پہونچے سے کاٹا تھا۔ (کامل ابن عدی) میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمن بن سلمہ کی کسی نے تضعیف نہیں کی پس وہ مستور یا ثقہ ہے لہٰذا یہ متابعات کے قابل ہے۔

۳۷۶۲۔ رجاء بن حیوہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کا ہاتھ (چوری کی حد میں) پہونچے سے کاٹا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں سوائے سبرہ کے اور اس کی جہالت بھی قانون کے مطابق مرتفع ہو چکی۔

۳۷۶۳۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کی قراءت یوں ہے ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ایمانهما﴾ (یعنی چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کاٹو) (بیہقی)

۳۷۶۴۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری قراءۃ میں ﴿والسارق والسارقة تقطع ایمانهما﴾ ہے (بیہقی)

۳۷۶۵۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے کئی طرق سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ابن مسعودؓ نے ﴿فاقطعوا

"فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَہُمَا" (الدر المنثور۲: ۲۸۰)۔

۳۷٦٦- حدثنا ابن وکیع قال: ثنا یزید بن هارون عن عون عن ابراهیم، قال: فی قراءتنا، قال: وربما قال: فی قراء ة عبدالله: "وَالسَّارِقُوْنَ وَالسَّارِقَاتُ فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَہُمَا" رواه الامام العلام الزاهد ابن جریر الطبری فی تفسیره(٦:۱۳۲)۔ وذکر عونا فی الاصل، والظاهر انه ابن عون، فانه روی عن ابراهیم روی عنه یزید، والاثر الآتی ایضا یؤیده، وعلی هذا فالسند رجاله رجال الجماعة الا ابن وکیع، ای سفیان بن وکیع، فانه متکلم فیه، لکن صحح له الترمذی(۲:۱۷۵) فی ابواب الدعوات احادیث، وحسن له غیر ما حدیث واحد(۲:۱۹۷)۔

۳۷٦۷- حدثنا ابن وکیع قال: ثنا ابن علیة عن ابن عون عن ابراهیم: فی قرائتنا: "وَالسَّارِقُوْنَ وَالسَّارِقَاتُ فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَہُمَا" رواه الطبری فی تفسیره(٦:۱۳۳)۔ وابن علیة هو اسماعیل بن ابراهیم بن مقسم، ثقة حافظ من رجال الجماعة، کما فی "التقریب"(۱۵۵)۔ وبقیة السند قد مر بیانه فی الذی قبله۔

بَابُ حَسْمِ یَدِ السَّارِقِ اِذَا قُطِعَتْ

۳۷٦۸- عن ابی هریرة﷜: "اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اُتِیَ بِسَارِقٍ سَرَقَ شَمْلَةً، فَقَالُوْا: یَا

ایمانهما﴾ پڑھا تھا۔(درمنثور)

۳۷٦٦۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہماری قراءت میں (اور بعض فرماتے کہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں) والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانهما ہے۔(تفسیر طبری) اس کی سند کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے سفیان بن وکیع کے اور امام ترمذی نے اس کی مروی حدیث کی تصحیح کی ہے ابواب الدعوات میں۔

۳۷٦۷۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری قراءت میں والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانهما ہے۔(تفسیر طبری)

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ چور کا دایاں ہاتھ پہونچے سے کاٹا جائے۔

باب چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد ہاتھ کو داغنا

۳۷٦۸۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے بڑی چادر چرائی تھی، لوگوں نے کہا یا رسول

رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ هٰذَا قَدْ سَرَقَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا اَخَالُهُ سَرَقَ، فَقَالَ السَّارِقُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللهِ! فَقَالَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَاقْطَعُوْهُ، ثُمَّ اِحْسِمُوْهُ، ثُمَّ اِئْتُوْنِیْ بِهٖ، فَقَالَ: تُبْ اِلَی اللهِ، قَالَ: قَدْ تُبْتُ اِلَی اللهِ، فَقَالَ: تَابَ اللهُ عَلَیْكَ"۔ رواه الدارقطنی، واخرجه موصولا ایضا الحاکم والبیهقی، و صححه ابن القطان(نیل۷:٤٦)-واخرجه الحاکم فی "المستدرك"، و قال: "صحیح علی شرط مسلم" (زیلعی۲:۱۰۹) ۔

بَاب اِذَا سَرَقَ ثَانِیًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْیُسْرٰی فَاِنْ سَرَقَ ثَالِثًا لَمْ یُقْطَعْ وَخُلِّدَ فِی السِّجْنِ حَتّٰی یَتُوْبَ

۳۷٦۹- حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن عبدالرحمن بن عائذ: "اُتِیَ عُمَرُ بِاَقْطَعِ الْیَدِ وَالرِّجْلِ قَدْ سَرَقَ، فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ رِجْلُهُ، فَقَالَ عَلِیٌّ: ﴿اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ الآیة، فَقَدْ قَطَعْتَهٗ، فَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ تَقْطَعَ رِجْلَهٗ فَتَدَعَهٗ لَیْسَ لَهٗ قَائِمَةٌ یَمْشِیْ عَلَیْهَا، اِمَّا

اللہ! بے شک اس نے چوری کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس نے چوری نہیں کی ہوگی۔ چور نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! (یعنی میں نے چوری کی ہے) تب آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹو پھر اس کے ہاتھ کو داغ دو۔ پھر اسے میرے پاس لاؤ۔ (جب اسے آپ کے پاس لایا گیا تو) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی طرف رجوع کر (اور توبہ کر)۔ اس نے کہا میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا (یعنی توبہ کی) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے تیری توبہ قبول کی۔ (دار قطنی، حاکم، بیہقی)۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کو کاٹنے کے بعد اس کو داغا جائے، تاکہ خون نکلنا بند ہوجائے، کیونکہ اگر خون مسلسل نکلتا رہے تو موت واقع ہوسکتی ہے حالانکہ چور اس سزا سے موت کا مستحق نہیں ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حد گناہ کے لیے کفارہ نہیں۔ بلکہ گناہ توبہ سے ہی معاف ہوگا۔ اگر حد ہی گناہ کے لیے کفارہ ہوتا تو آپ ﷺ توبہ کا حکم نہ فرماتے۔

باب دوسری دفعہ چوری کرنے پر اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے اور تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے بلکہ توبہ کرنے تک اسے قید کرلیا جائے

۳۷٦۹- عبدالرحمن بن عائذ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہاتھ پاؤں کٹا ہوا شخص لایا گیا جس نے چوری کی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا (دوسرا) پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿ انما جزاء الذین یحاربون الله

اَنْ تُعَزِّرَهُ، وَاِمَّا اَنْ تُوْدِعَهُ السِّجْنَ، فَفَعَلَ"۔ رواه سعيد بن منصور، واخرجه البيهقى، واسناده جيد(دراية ٢٥٤)۔

٣٧٧٠- حدثنا ابو خالد عن حجاج (ابن ارطاة) عن عمرو بن دينار: "اَنَّ نَجْدَةَ كَتَبَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ السَّارِقِ، فَكَتَبَ اِلَيْهِ بِمِثْلِ قَوْلِ عَلِيٍّ"۔ رواه ابن ابى شيبة (زيلعى ٢:١١١)۔قلت: رجاله رجال الجماعة الا ان الحجاج مدلس، و قد حسن له الترمذى غير ما حديث۔

٣٧٧١- حدثنا ابو خالد عن حجاجٍ عن سماك عن بعض اصحابه: "اَنَّ عُمَرَ اِسْتَشَارَهُمْ فِيْ سَارِقٍ، فَاَجْمَعُوْا عَلٰى مِثْلِ قَوْلِ عَلِيٍّ"۔ رواه ابن ابى شيبة (زيلعى ٢:١١١)۔ و هو منقطع كما ترى، و ذكرناه اعتضادا۔

٣٧٧٢- ثنا جرير عن منصور عن ابى الضحى و عن مغيرة عن الشعبى، قال: "كَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ اِذَا سَرَقَ السَّارِقُ مِرَارًا قَطَعْتُ يَدَهُ وَرِجْلَهُ، ثُمَّ اِنْ عَادَ اِسْتَوْدَعْتُهُ السِّجْنَ"۔ رواه ابن ابى شيبة، ورجاله ثقات۔

ورسولہ﴾الآیہ۔(یعنی جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کردیا جائے یا ان کو سولی چڑھادیا جائے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا زمین سے نکال دیے جائیں۔(الآیہ)۔پس آپ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ چکے ہیں پس مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دیں اور اسے اس حال میں چھوڑ دیں کہ اس کے پاس ایک پاؤں بھی نہ ہو کہ اس پر وہ چلے۔اس لیے آپ یا تو اسے تعزیر کریں یا اسے جیل میں ڈالدیں۔پس حضرت عمرؓ نے ایسے ہی کیا۔(سعید بن منصور، بیہقی)۔اس کی سند عمدہ ہے۔

۳۷۷۰۔ عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ نجدہ نے ابن عباس ﷺ کی طرف خط لکھا اور اس میں آپ سے چور کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے اس کو جواب میں حضرت علی ﷺ کے قول کی طرح لکھا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے حجاج کے کہ وہ مدلس ہے لیکن ترمذی نے اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

۳۷۷۱۔ سماک کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے چور کے بارے میں صحابہ وغیرہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے حضرت علی ﷺ جیسے قول پر اجماع کیا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ہم نے اسے تائیداً ذکر کیا ہے۔

۳۷۷۲۔ شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب چور بار بار چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ اور پاؤں (مخالف

۳۷۷۳- حدثنا حاتم بن اسماعيل عن جعفر عن ابيه، قال: "كَانَ عَلِيٌّ لَا يَزِيدُ عَلَى اَنْ يَقْطَعَ السَّارِقَ يَدًا وَرِجْلًا، فَإِذَا أُتِيَ بِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ قَالَ: اِنِّي لَاَسْتَحْيِي اَنْ لَّا يَتَطَهَّرَ لِصَلَاتِهِ، وَلٰكِنْ اَمْسِكُوا كُلَّهُ عَنِ الْمُسْلِمِينَ"- رواه ابن ابى شيبة (وسنده صحيح)، كذافى "الجوهر النقى" (۱۸۶:۲)- و فيه ايضا: "ذكر البيهقى عن على عدم القطع فى الثالثة والرابعة من وجهين، قلت: و قد جاء من ذلك عنه من وجهين آخرين، فذكرهما"-اھ- قال: "وبه قال الثورى وابو حنيفة و صاحباه انه لا قطع بعد الثانية، وانما فيه الغرم، وهو قول الزهرى والنخعى والشعبى والاوزاعى و حماد واحمد، وروى عن جماعة من الصحابة والتابعين و من بعدهم" اھ- قلت: وفيه دليل على ان حديث قتل العائد منسوخ والبسط فى الحاشية-

سمت سے) کاٹوں گا پھر اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو میں اسے جیل میں ڈال دوں گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۳۷۷۳۔ جعفرؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہ کاٹتے تھے۔ پس جب ان کے پاس اس کے بعد (یعنی ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کے بعد) چور لایا جاتا تو آپؓ فرماتے مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ وہ اپنی نماز کے لیے طہارت حاصل نہ کر سکے۔ لیکن اس کو تمام مسلمانوں سے علیحدہ رکھو (یعنی قید کر دو) (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔ یہی ثوری، ابوحنیفہ، زہری، نخعی، شعبی، حماد، اوزاعی، احمد اور صحابہ کرام و تابعین کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ قتل عائد والی حدیث منسوخ ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چور تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ چوری کرے تو اسے قید کر دیا جائے۔ بطور حد کے اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹنا درست نہیں ہے۔ بلکہ اسے تعزیر کی جائے گی اور استحساناً اسے اس وقت تک جیل میں ڈال دیا جائے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ درج بالا احادیث کے علاوہ احناف صحابہؓ کے اجماع سے بھی دلیل پکڑتے ہیں وہ اس طرح کہ جب حضرت علی ﷺ نے مندرجہ بالا قول فرمایا تو کسی نے اس پر نکیر نہیں کی اور نہ ہی اس کے مقابلے میں کسی نے کوئی مرفوع حدیث پیش کی۔ معلوم ہوا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس موضوع پر احادیث کو تلاش کیا لیکن ہمیں صحیح سند سے کچھ نہیں ملا۔ لہٰذا مخالفین کی حدیث ''جس میں تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر قطع ید کا حکم اور پانچویں مرتبہ چوری کرنے پر قتل کا حکم ہے'' صحیح نہیں ہے۔ اسی لیے بالاتفاق پانچویں مرتبہ چوری کرنے پر چور کو قتل نہیں کیا جاتا (حالانکہ وہ بھی اس حدیث کا ایک حصہ ہے جس میں تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم مذکور ہے تو جب شوافع کے نزدیک پانچویں مرتبہ پر قتل کرنے والا حکم منسوخ ہے تو تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ پاؤں کاٹنے والا حکم بھی دوسرے صحیح آثار اور اجماع صحابہ کی بنا پر منسوخ ماننا چاہیے)۔ لہٰذا مخالفین کی دلیل سنداً صحیح نہیں۔ اور اگر مخالفین کی دلیل کو صحیح بھی مان لیا جائے (جس میں ہے کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر بھی ہاتھ اور پھر پاؤں

بَاب اِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْمَالُ قَدْ هَلَکَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ

٣٧٧٤- ثنا احمد بن الحسن الترمذی ثنا سعید بن کثیر بن عفیر ثنا المفضل بن فضالة عن یونس بن یزید عن سعد بن ابراهیم حدثنی اخی المسور بن ابراهیم عن ابیه عن عبدالرحمن بن عوف ﷺ، ان رسول الله ﷺ قال: "اِذَا اُقِيْمَ الْحَدُّ عَلَى السَّارِقِ فَلَا غُرْمَ عَلَيْهِ"۔ اخرجه (الامام الثقة) ابن جریر الطبری فی "تهذیب الآثار"(هکذا) موصولا (الجوهر النقی ۲:۱۸٦)۔ و فیه ایضا : "واخرجه ابو عمر بن عبدالبر من طریق ابن جریر، وهذا السند ما خلا المسور واباه علی شرط البخاری، وابوه ذکره ابن حبان فی ثقات التابعین" اه۔ و فیه ایضا: فی کتاب ابن ابی حاتم: "مسور بن ابراهیم عن عبدالرحمن بن عوف اخو سعد وصالح ابنی ابراهیم، روی عن عبدالرحمن بن عوف مرسلا، روی عنه اخوه سعد بن ابراهیم"۔اه۔ قلت: ان مسور هذا قد جهلوه، کما فی الزیلعی والمیزان لکنه ثقة علی قاعدة ان من روی عنه واحد زالت عنه جهالته۔

٣٧٧٥- اخبرنی عمرو بن منصور قال: ثنا حسان بن عبدالله قال: ثنا المفضل بن فضالة عن یونس بن یزید،قال: سمعت سعد بن ابراهیم یحدث عن المسور بن ابراهیم عن

کاٹا جائے) تو اس میں حکم مذکور سیاست اور زجر پر محمول ہے۔ یا منسوخ ہے اور نسخ کی دلیل حضرت عمر ﷺ وحضرت علی ﷺ کا اس پر عمل نہ کرنا ہے اور صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ سراجیہ میں لکھا ہے کہ چور اگر تیسری یا چوتھی مرتبہ چوری کرے تو امام سیاسۃً وتنبیہاً دوسرے لوگوں کی عبرت کے لیے اسے قتل کرسکتا ہے۔ محقق ابن الہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنے مشہور واقعات تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر قطع ید وقطع رجل کے ہوئے ہوں اور ان کثیر الملازمہ صحابہ حضرت عمر ﷺ، حضرت علی ﷺ اور حضرت ابن عباس ﷺ کو معلوم تک نہ ہو لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ چاروں مرتبہ قطع والی روایات ضعیف ہیں یا سیاست وتعزیر پر محمول ہیں یا منسوخ ہیں۔

باب اگر چور کا ہاتھ کاٹا جائے اور مال ہلاک ہو چکا ہو تو اس پر ضمان نہ ہوگی

۳۷۷۴۔ عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چور پر حد قائم کردی جائے تو پھر اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۳۷۷۵۔ عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ سے (ہی) مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چور پر حد قائم کردی جائے تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (نسائی، باب تعلیق ید السارق فی عنقه)

فائدہ: یعنی اگر مالِ مسروق چور کے پاس سے ہلاک ہوجائے تو پھر حد لگانے کے بعد مالِ مسروق کا تاوان چور سے نہیں

عبدالرحمن بن عوف ﷺ، ان رسول الله ﷺ قال: ”لَا يُغَرَّمُ صَاحِبُ سَرِقَةٍ اِذَا اُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ“- رواه النسائی (۲:۲۶۲)- وقال: ”وهذا مرسل و ليس بثابت“ اه-

قلت: معنى قوله: ”ليس بثابت“ عدم الثبوت لاجل الارسال، و قد علمت ان الارسال لا يضر عندنا، لا سيما و قد وصله الامام ابن جرير الطبری، وعمرو هذا ثقة، وحسان هذا مقبول كما فی ”التقريب“ (۱۶۱)-

بَابُ قَطْعِ الطَّرِيقِ

بَابُ عُقُوبَةِ قُطَّاعِ الطَّرِيق

۳۷۷۶- اخبرنا ابراهيم عن صالح مولى التوامة عن ابن عباس ﷺ فِیْ قُطَّاعِ الطَّرِيقِ: ”اِذَا قَتَلُوْا وَاَخَذُوْاالْمَالَ قُتِلُوْاوَصُلِبُوْا، وَاِذَا قَتَلُوْاوَلَمْ يَاْخُذُوْاالْمَالَ قُتِلُوْاوَلَمْ يُصْلَبُوْا، وَاِذَا اَخَذُوْاالْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلُوْا قُطِعَتْ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ، وَاِذَا اَخَافُوْاالسَّبِيْلَ وَلَمْ

لیا جائے گا جیسا کہ ان احادیث مرفوعہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ ہاں اگر وہ مال بعینہٖ موجود ہو تو پھر وہ مال اس سے لے لیا جائے گا کیونکہ احادیث میں غرم کی نفی کی گئی ہے اور غرم (چٹی) لوٹے ہوئے مال کے ہلاک ہونے کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر وہ مال بعینہٖ موجود ہو تو وہ غرم (چٹی) نہیں اس لیے اگر اصلِ مال موجود ہو تو وہ اس سے لے لیا جائے گا۔

ابن جریر طبریؒ یہ احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو چور کو مال کے ہلاک ہونے کے بعد تاوان کا ذمہ دار نہیں ٹھراتے اور ان لوگوں کا قول غلط معلوم ہوتا ہے جو چور کو مال کے ہلاک ہونے کے بعد تاوان کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں پھر لکھتے ہیں کہ ابن سیرین، شعبی، نخعی، عطاء، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ پھر احناف کی تائید میں کچھ قیاسات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله﴾ (یعنی چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کاٹ دو، ان کے کردار کے عوض بطور سزا کے اللہ کی طرف سے) تو اس آیت میں قطع ید ہی کو ان کی چوری کا عوض اور سزا قرار دیا گیا ہے۔ اور تاوان وصول کرنے کا حکم نہیں لگایا گیا اس لیے تاوان نہ لینے کا حکم قرآن کی اس آیت کے بھی مطابق ہے۔ لہٰذا تاوان اور چٹی وصول کرنا قرآن کے حکم پر زیادتی ہے۔

باب ڈاکہ زنی

باب راہزنوں اور ڈاکوؤں کی سزا

۳۷۷۶۔ حضرت ابن عباس ﷺ راہزنوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب وہ قتل کریں اور مال بھی لوٹیں تو انہیں قتل بھی کیا جائے اور سولی بھی چڑھایا جائے۔ اور اگر وہ صرف قتل کریں اور مال نہ لوٹیں تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی نہ چڑھایا جائے۔ اور اگر وہ مال لوٹیں لیکن قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں۔ اور اگر وہ صرف راستے کو خوفناک کریں اور مال نہ لوٹیں تو

يَاخُذُوْا مَالًا نُفُوْا مِنَ الْاَرْضِ"۔ رواه الامام الشافعی فی "مسنده "(۱۹۲)۔ وفیه ابراهیم شیخ الامام الشافعی جرحه غیر واحد، ولکن الامام حسن الظن فیه، وله شاهد حسن الاسناد، واخرجه الطبری فی تفسیره۔

۳۷۷۷- حدثنا هناد ثنا ابو معاویة عن حجاج عن عطیة العوفی عن ابن عباس ؓ، قال: اِذَا خَرَجَ الْمُحَارِبُ وَاَخَافَ الطَّرِيْقَ وَاَخَذَ الْمَالَ قُطِعَتْ يَدُهٗ وَرِجْلُهٗ مِنْ خِلَافٍ، فَاِنْ هُوَ خَرَجَ فَقَتَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ قُطِعَتْ يَدُهٗ وَرِجْلُهٗ مِنْ خِلَافٍ، ثُمَّ صُلِبَ، وَاِنْ خَرَجَ فَقَتَلَ وَلَمْ يَاُخُذِالْمَالَ قُتِلَ، وَاِنْ اَخَافَ السَّبِيْلَ وَلَمْ يَقْتُلْ وَلَمْ يَاُخُذِ الْمَالَ نُفِيَ"۔ وهذا سند حسن، فان عطیة العوفی وثقه ابن سعد ، ولینه ابوزرعة، روی عنه جلة الناس، کذا فی تهذیب التهذیب، وضعفه آخرون، وحجاج بن ارطاة حسن الحدیث کما مر غیر مرة۔

انہیں قید کردیا جائے۔ (مسند شافعی) امام شافعی نے ابراہیم کے بارے میں حسن ظن کیا ہے اور اس کا ایک حسن درجہ کا شاہد بھی ہے اور اس حدیث کو طبری نے اپنی تفسیر میں بھی روایت کیا ہے۔

۳۷۷۷۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب باغی خروج کرے اور راستے میں خوف پھیلائے اور مال بھی لوٹے تو مخالف سمت سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ اور اگر وہ خروج کرے اور قتل کرے، مال بھی لوٹے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سے کاٹ کر سولی چڑھایا جائے۔ اور اگر خروج کرے اور قتل کرے لیکن مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے اور اگر وہ راستہ خوفناک کرے لیکن نہ قتل کرے اور نہ ہی مال لوٹے تو اسے قید کردیا جائے۔ یہ سند حسن ہے۔

فائدہ: یعنی راہزنوں کے مختلف افعال کی بنا پر ان کی سزا بھی مختلف ہوگی۔ اور حاکم وقت کو ان مذکورہ بالا چار سزاؤں میں اختیار نہیں ہے کہ جو صورت چاہے نافذ کردے اگر چہ راہزنوں نے نہ مال لوٹا ہو اور نہ ہی قتل کیا ہو۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اسے (یعنی تقسیم والی صورت کو) ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہی مسلک حضور ﷺ کی اس اصولی حدیث کے مطابق ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین وجوہ کی بنا پر یا تو وہ مسلمان کسی بے گناہ کو قتل کرے یا محصن ہونے کے باوجود زنا کرے یا دین اسلام سے مرتد ہوجائے (یعنی ان تین صورتوں میں سے کسی صورت پر اسے قتل کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں) اور نفی سے مراد قید کرنا ہے۔ جلاوطن کرنا نہیں کیونکہ تمام روئے زمین سے جلاوطن کرنا ناممکن ہے اور کسی دوسرے شہر کی طرف نکالدینا دوسرے شہر والوں پر مصیبت نازل کرنا ہے۔ اسی طرح دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف اسے نکالنا بھی مناسب نہیں کیونکہ اس سے اس کے مرتد ہونے کا امکان ہے۔ اور دوسرے شہر میں قید کرنا اور اپنے شہر میں قید کرنا برابر ہے۔ اسی لیے احناف کی رائے میں اسے اپنے ہی شہر میں قید کرلیا جائے۔

تنبیہ: ڈاکوؤں کی سزا مقتولین کے ورثاء کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدوداللہ میں سے ہے۔

تجلیاتِ صفدر
جلد اول
جلد دوم
جلد سوم
جلد چہارم
جلد پنجم
تجلیاتِ صفدر
عمدہ کاغذ۔ طباعت و جلد بندی